

سیرت سید الانبیاء ﷺ

ترجمہ

# الوفاء

بأحوال المصطفیٰ ﷺ

مصنف: امام عبد الرحمن ابن جوزی علیہ الرحمۃ

مترجم: علامہ محمد اشرف سیالوی



ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

سیرت  
صلی اللہ علیہ وسلم  
سید الانبیاء  
ترجمہ  
الوفاء

باجوال المصطفیٰ ﷺ

مصنف

امام عبدالرحمن ابن جوزی عیدہ

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر

فرید بک ٹالہ اردو بازار لاہور





کتاب \_\_\_\_\_ الونا باحوال المصطفیٰ (علیہ التیمۃ والثناء)  
مصنف \_\_\_\_\_ امام عبدالرحمن ابن جوزی  
مترجم \_\_\_\_\_ علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی  
ناشر \_\_\_\_\_ شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء الشمس العلوم، سیال شریف،  
\_\_\_\_\_ سید اعجاز احمد  
مصححین \_\_\_\_\_ محمد عالم مختار حق - راجا رشید محمود  
نوشٹوئیس \_\_\_\_\_ فضل الہی کیلانی  
مطبع \_\_\_\_\_ جنرل پرنٹرز رشیدین روڈ بھیریری پارک لاہور

قیمت \_\_\_\_\_ ۳۲۰/- روپے

## عرضِ ناشر

گذشتہ چند برسوں سے دینی ادب کی اشاعت کی طرف توجہ دی جا رہی ہے ورنہ یہ گمان ہو چلا تھا کہ سنسنی خیز، جاسوسی، اور جنسی لٹریچر کی بھرمار کے باعث قوم دین اور شعائر دین کو بھلا بیٹھے گی۔ محنت مند ادب کی طرف توجہ کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ حضرات نے معلوم و موجود معتقدات سے فرار کی راہ اختیار کر لی۔ دین متین کی وہ متعین راہیں جن پر صحابہ کبار، تابعین عظام، تبع تابعین اور دوسرے بزرگان دین اولیائے کرام آج تک چلتے رہے ہیں، انہیں نامناسب، غیر متوازن، نامدرست اور غیر ہموار قرار دینے کی جسارت بھی کی گئی۔ عقیدوں کی پختگی پر زبان طعن دراز ہوئی۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے جذبات و احساسات کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ آقا و مولا علیہ التہیۃ والتنا کے اور ان کے نام لیواؤں کے اختیارات و تصرفات پر انگلیاں اٹھائی جانے لگیں۔ حضور رسولِ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات و اسوہ کے مقابلے میں دشمنان اسلام کے نکات کو نام نہاد مسلمانوں نے اہمیت دی، ان کی تنقید و تنقیص سے گھبرا کر جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں نے تاویل و تحریف کا دوزخ کو لا لیے۔ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اپنے بزرگوں کی ایسی تصانیف کو اردو میں منتقل کیا جائے جو عربی یا فارسی زبانوں کے پردوں میں مستور ہونے کی وجہ سے اردو داں طبقے کی رسائی سے باہر تھیں۔ لیکن جن میں وہ تمام اعتقادات ضوئیں جن سے جدید تعلیم یافتہ اور تہجد پسند علما پریشان ہیں۔ چنانچہ فریاد بک شال نے اس سمت قدم بڑھایا اور اس نوع کی بہت سی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

”الوفائی احوال المصطفیٰ“ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابن جوزی کی ایسی ہی تصنیف ہے جس کے مطالعے سے قارئین کرام اس فیصلے پر پہنچ سکیں۔ گہر کہ وہ راہِ صواب کیا ہے۔ جس پر بزرگان دین گامزن رہے۔ اور آج اس راہ کے مسافر کون ہیں۔

علامۃ الدہر شیخ الحدیث مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے اپنے علم، تجربے، حد و جد اور فضلِ خداوندی کے بل پر ابن جوزی علیہ الرحمہ کی اس معرکہ الآراء تصنیف کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ارکانِ ادارہ صدقِ دل سے اُن کے شکریہ گزار ہیں اور یقین ہے کہ اس عظیم تصنیف کے خوبصورت ترجمے سے مستفید ہونے والے قارئین بھی ان کے لیے دعا گو ہوں گے۔



میں سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ (بلال کنج لاہور) کا بھی ممنون ہوں۔ جنہوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر الوفا کا مقدمہ لکھا اور اپنے دوست رجا رشید محمود کا بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے کتاب کو خوبصورت اور وقیع بنانے میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

فرید بک سٹال نے اب تک جو تراجم چھاپے ہیں، ان میں سبع سنابل، سنن نسائی (تین جلدیں)، مسند امام اعظم اور روشنی کی طرف (امام غزالی) وغیرہ شامل ہیں۔ الوفا کے فاضل مترجم علامہ محمد اشرف سیالوی شواہد الحق (از علامہ یوسف نبھانی علیہ الرحمہ) کا ترجمہ بھی فرما رہے ہیں۔ مطالع المسرات کا ترجمہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حجتہ الشریعہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین کا ترجمہ بھی کر دیا جا رہا ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ الوفا پڑھ کر اپنی گرانقدر آرا اور قیمتی مشوروں سے ہمیں محروم نہ رکھیں اور دعا فرمائیں کہ خداوند کریم و عظیم اس ادارے کو خدمتِ دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع عنایت فرمائے۔

سید اعجاز احمد

اور یہ دعویٰ افتخار غرور پر مبنی نہیں، اظہار حق و صداقت اور تحدیثِ نعمت کے طور پر ہے، فنِ حدیث



ہم اپنے قلبی لگاؤ بلکہ وارفتگی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ :-

”مجھے نوعمری میں جبکہ عام لڑکوں کو کھیل کود کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی، جب کبھی گھر آنے کا اتفاق ہوتا چند خشک روٹیاں توشہ دان میں ساتھ لے کر سرور انبیا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حصول کے لیے نکل کھڑا ہوتا۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ میں صبح ہی صبح نہر عسلیٰ کی طرف نکلا اور شام تک اس کے کنارے بیٹھ کے احادیث کا متن یاد کرتا رہا۔ مگر شام کا اندھیرا چھا جانے تک پاس رکھی ہوئی سوکھی روٹی کے دو لقمے منہ میں ڈالنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ بس دل میں یہی خیال اور دماغ میں یہی خمار تھا کہ بے ثبات زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی مجھے انہی الفاظ میں یاد کیا جائے کہ ابن جوزی اللہ کے محبوب کی احادیث اور ان کے جان نثار صحابہ کے احوال زندگی کا بہت بڑا حافظ تھا۔“

خلکان نے حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق اور اس کے ساتھ وابستہ چلتی ہوئی تمناؤں کے اظہار کا تذکرہ ایسے وارفتہ انداز میں کیا ہے جسے سن کر درویش رکھنے والے دلوں میں محبت کے نغمے چھڑ جاتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے حالت نزع میں نیفت سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ سارے فکرم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شافع محشر محبوب اور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث لکھی ہیں اور ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا دھیر لگ گیا۔ پھر اس پر دانہ شمع رسالت نے بحر محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا۔ شاید خدائے رحمان و رحیم اس جسم کو نار جہنم سے نہ جلائے جس پہ اس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے ذرے لگے ہوں۔“

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔ مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر اس عاشق جگر سوختہ کے حسن طلب پر حد آفرین کنا پڑتا ہے کہ کس اولیٰ دل ربانی سے فضل باری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس اعتماد اور نگاہ قدرت میں حرمت مصطفیٰ کے اس وثوق پر کہا جاسکتا ہے کہ جس انداز پر نیاز سے ابن جوزی نے مطالبہ مغفرت کیا ہے خدائے رحمان نے کیوں نہ آپ کو جنت کی دستوں کا مالک بنا دیا ہوگا۔

اسے پروردگار! ہمیں بھی رخ والضحیٰ اور سرمہ مازانغ والے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہی انداز عطا فرما۔

## فن خطابت

خطابت کا شوق آپ کی طبع مستقیمہ میں شروع ہی سے تھا۔ عہدِ نوخیزی ہی میں اچھے واعظ تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیتوں میں روز افزوں نکھار آتا گیا۔ اور پھر اس فن میں آپ کو وہ ملکہ حاصل ہوا کہ چند لمحوں میں آپ کے چند کلمات سے لاکھوں کے مجمع میں آگ لگ جاتی۔ اور مجلسِ وعظ میں عوام الناس ہی نہیں، خلیفہ وقت بھی جملہ وزراءِ سلطنت کے ساتھ پتھر کی تصویر بنادم بخود بیٹھا ہوتا تھا۔ آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر ہزاروں گم کردہ راہِ نسق و فجور سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم کے راہی بن گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر دولاکھ سے زائد کفار کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھ کر حلقہ گوشِ اسلام ہوئے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ ”جو آنکھیں عدم ذوق اور کثرتِ گناہ سے پتھر بن گئی ہوں، دریا ئے وعظ کی سیلابی سے نالہ کنال ہو کر بہہ پڑتی ہیں۔“

حکمرانوں کی خوشنودی اور دربارِ شاہی میں رسانی کے لیے آپ نے کبھی وعظ نہ کیا۔ خود کو ظلی سلطانی اور مدامتِ لسانی سے ہمیشہ دور رکھا، ساری عمر شمشیرِ وعظ اور نیزہٴ فہم سے جہادِ حق کیا اور اسی راہ میں جان، جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔

صرف علمِ حدیث اور فنِ وعظ ہی میں نہیں، تمام علوم میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔

## ابن جوزی کا مسلک

فہمِ قرآن و حدیث میں آپ کا روئے فکر و تدبر الفاظ کی ظاہریت کی طرف رہا۔ اور فطرتِ مستنبطہ عقلی استدلال کے بجائے نقلِ صحیح پر قناعت کناں تھی۔ یعنی آپ استخراجِ معانی مختلفہ کے بجائے تمسک بالانفاظ کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مذہباً اگرچہ آپ حنبلی جانے اور پہچانے جاتے ہیں لیکن علتِ مذکورہ بالا کے باعث مختلف مذاہبِ فقہیہ اور مشہور مسالکِ اعتقادیہ میں سے کسی بھی مسلک و مذہب کو اس کی تمام تفصیل کے ساتھ آپ نے اختیار نہیں فرمایا۔

یہ یاد رہے کہ تمسک بالمعنی تطبیق بین الآئین اور ظاہر و مختلف الدلائل حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے اور کسی اختلافی مسئلے پر نقصانِ فہم کے باعث کتاب و سنت و اجماع سے نصِ صریح نہ ملنے کے وقت کسی علتِ مشترکہ کی بنا پر فرع غیر منصوصہ پر اثباتِ حکم کے لیے تمسک بالمعنی ضروری ہے۔ (بانی، اگلے صفحہ)



اسی لیے جنہی ہونے کے باوجود جماعتِ حنابلہ کے ائمہ آپ کی بعض آراء سے متفق نہیں بلکہ یکے از ائمہ مسلک حنبلیہ علامہ ابن رجب جنہی اپنی کتاب "طبقات الحنابلہ" میں اس طرح گویا ہیں :-  
ہمارے مسلک حنبلیہ کے سربراہ اور مدافع مشائخ مجتہدین و ائمہ مستبطلین نے علامہ ابن جوزی کے مائل الی تادل ہونے کی تصریح کی اور پھر ان کی آراء کا سخت رد کیا ہے ۔ انتہی ۔

لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود علامہ ابن جوزی کا حقیقت شناس دل اور دانا سے رموزِ محبت قلم جب عشقِ رسالت کی معطر وادیوں سے گزرتا ہے تو علم و حکمت اور عشق و محبت کے پھول یوں کھلا دیتا ہے کہ عقیدت کی نظریں انہیں چوم لینے کو تڑپ جاتی ہیں ۔

اس دعوے کی تصدیق اس وقت بڑی صراحت سے ہو جاتی ہے جب ہم "الوفاء" کے وہ ابواب پڑھتے ہیں جن میں زیارتِ قبر نبی، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاءِ مطر، گنبد خضریٰ میں عدالتِ محبوب کبریا میں کائنات کے جملہ مسلمین و مسلمات کے افعالِ حسنہ و اعمالِ سیئہ کی پیشی اور خرابی میں سمرمہ مازع البصر والے حبیب کے دیدار جیسے عشق بھرے موعظات کو پوری وارفتگی سے بیان کیا گیا ہے ۔

### استقامت و حق گوئی

کلام ابن جوزی میں پاسداریِ حق و تبطلِ باطل کا جو عنصر ہر جگہ پوری تابانی سے جلوہ گر نظر آتا ہے اس کے

### (بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہے جیسا کہ نبی اکرم شارع علیہ السلام کا حکم پاک ہے ۔ احادیث میں مسطور ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضیِ یمن بنا کر بھیجے کے لیے جب مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے تو ان سے ارشاد فرمایا اے معاذ! تم مسند قضا پر بیٹھ کر کس دلیل سے فیصلہ کرو گے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب سے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب سے نہ پاؤ تو بولے، حدیث رسول خدا سے ۔ پھر آپ نے آخری سوال کیا کہ اگر میری سنت سے بھی نہ پاؤ ؟  
حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا ۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ۔ الحمد للہ الذی وفق رسول اللہ علی ما یحب و روضہ اللہ التری عنہ  
ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو وہ علم عطا فرمایا جو موجبِ رضائے الہی ہے"  
اس لیے صاحب کتاب ابن جوزی اور دیگر متمسکین بانظواء بھی مواضع مذکورہ پر تمسک بالعتی کے وجوب کے معترف ہیں ۔ باقی ارتکازِ نظری العبارت کی طرف زیادہ میلان خاطر بھی چنداں معیوب نہیں اور متن میں مذکور مسلک مصنف کا بھی یہی معنی ہے ۔

پس منظر میں امانِ نظر سے ہمیں اس دور کی خضریاتِ فکر یہ وعداواتِ مذہبیہ کی ہلاکت خیزیاں اور کلامِ خدا و سنتِ مصطفیٰ سے گریز و فرار کی خوں آشامیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے دُورِ پُرفتن میں سیرتِ احمدِ مختار پر عمل کرتے ہوئے ابنِ جوزی جیسے وارثِ انبیاء و مبلغِ اسلام پر اعلا و کلمۃ اللہ اور تمسکِ بالسنۃ کا فریضہ بڑی شدت سے عائد ہوتا تھا جیسے انہوں نے کمالِ بے خوفی و استقامت سے ادا کیا۔

## پس دیوارِ زنداں

رحید العصر علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے سچے شیدائی اور ظہارِ حق کے لیے لائحۂ عملِ علیہود و لاہم یحزنون کی عملی تصویر رکھتے، حافظِ ذہبی صاحبِ 'میزان الاعتدال' کی کتابِ تذکرہ الحقائق میں ایک بے راہرو شخص عبدالسلام بن عبد الوہاب حنبلی بڑا بد مذہب نام کا حنبلی نہایت فتنہ خیز مگر مقرب دربارِ وزیرِ قصاب تھا۔ مجاہدِ اسلام علامہ ابن جوزی اس کی یہ فتنہ پروریاں برداشت نہ کر سکے اور تلاوتِ قرآن و تدریسِ حدیث کی غذا سے پروردہ تلامیذ کو عبدالسلام کے متعلق تاویسی کارروائی کا حکم دے دیا۔ نتیجۃً اسکی کتب نذرِ آتش ہوئیں اور مدرسہ اس کے قبضہ سے اسلام کے خدمت گذار ہاتھوں میں آگیا اور یوں آپ اس سرچشمہ فتنہ و شر کو ہمیشہ کے لیے بند کر کے بارگاہِ مصطفیٰ سے سرخرو ہوئے۔

صاحبِ طبعِ شریخِ ابنِ عبد الوہاب نے اپنے مرنے والے وزیرِ قصابِ شیعہ کو آپ کے متعلق بھڑکانا شروع کیا کہ کبھی آپ نے ابن جوزی کی حرکات و سکنات کا بھی نوٹس لیا ہے وہ کڑوا صبی اور اولادِ ابی بکر سے ہے اور آپ کے منصبِ جلیلہ کے لیے کسی وقت بھی نقارۂ اجل و کوسِ حلت بن سکتا ہے۔

بس اسی جرمِ لاجرم کی پاداش میں آپ کی ساری جائداد، گھر اور اس کا مکمل اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ اہل خانہ اور جگر کے ٹکڑے یعنی بچے بچیاں آنکھوں سے جدا کر کے دور دراز علاقوں میں پھینک دیے گئے اور آپ کو پانچو لائ کشی میں ڈال کر جیل خانہ شہر واسط کی طرف بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے زنداں کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پورے پانچ سال کمالِ صبر و استقلال سے یوں گزارے کہ خود کھانا تیار کرتے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھوتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے جاتے۔

اے پروردگار! تو نے مجھ سے ناتواں سے اپنے دین کی اتنی خدمت لی ہے۔ میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔

## تصانیف

قدرت نے آپ کو تصنیف کا ملکہ اور موقعِ بڑی فیاضی سے عطا کیا تھا، یہاں تک کہ کثرتِ تصنیف میں



آپ کا نام بطور ضرب المثل مشہور ہو گیا۔ ابن عماد کا کہنا ہے۔  
علامہ ابن جوزی سے ایک مرتبہ ان کی تعداد تصانیف کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا کہ میری تصانیفات تین سو چالیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ جن میں کئی کتابیں بیس بیس جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔  
اسمائے رجال کے امام فن علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ابن جوزی جیسا صاحب تصانیف کثیر نہ دیکھا نہ سنا ہے۔ ابن خلکان تو یہاں تک کہ گئے کہ حکایت کرنے والے اگرچہ ابن جوزی کی تعداد کتب کے بارے میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی تالیفات کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے حالات میں رقم شدہ تعداد و مصنفات ایک سو کے عدد سے تجاوز نہیں کر پاتی۔ باقی کتب کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ضرر زمانہ نے ان پر گہرا نشان ڈال دیا ہے۔

علم تفسیر میں آپ کی دریافت شدہ کتب درج ذیل ہیں۔  
(۱) المغنی، فی علوم القرآن (۲) فنون الافنان، فی عجائب علوم القرآن (۳) زاد المسیر، فی علم التفسیر (۴) المجتبى فی علوم تتعلق بالقرآن (۵) التفسیر الکبیر ۲ جلد اور (۶) اخبار اہل الرسوخ، بمقدار الناسخ والمنسوخ۔  
علم حدیث میں آپ کی یہ تصانیف ملتی ہیں۔

(۱) الکشف، فی احادیث السجیمین (۲) تہذیب المسند (۳) المختار، فی اخبار المختار (۴) مشکل الصحاح۔  
(۵) جامع المسانید۔ (۶) الموضوعات۔ (۷) الواہیات۔ (۸) الضیقات اور (۹) تلخیص علوم اہل الاثر۔  
اسی طرح تنقید سیاسی و دینی میں آپ کی دو کتابیں، فن وعظ میں بارہ، تاریخ میں تیرہ، علم کلام کے متعلق چار اور لعنت و ادب کے بارے میں نو کے قریب کتابوں کی نشان دہی کی گئی ہے جن میں سے بعض دستیاب اور دوسری صرف نام کی حد تک معروف ہیں۔

## پیش نظر کتاب

کتاب ”الوفا، باحوال المصطفیٰ“ کا موضوع اگرچہ محض سیرت رسول عربی ہے مگر صاحب کتاب نے دلائل نبوت و شواہد رسالت نبی اکرم کا بھی تذکرہ کیا ہے تاکہ بیان سیرت سے احقاق حق اور ذکر دلائل نبوت سے ابطال باطل بھی ہو جائے۔

یہاں سبب تالیف کتاب بذا کا ذکر کر دینا بھی بے جا نہ ہوگا جو آپ نے کتاب کے آغاز میں اس طرح سپرد قریاس کیا ہے کہ میں نے امت مسلمہ کی قوت علمی کا اندازہ و تجربہ کیا تو معلوم ہوا کہ کئی مسلمان تو اپنے نبی ہادی الامۃ کا زندگی سے واقف نہ ہند، اور بعض دوسرے کو کچھ نہ کچھ واقفیت تو ہے مگر ان کے اذمان ناقص ہیں

راسخ شدہ تصورات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لیے میں نے مصمم ارادہ کیا کہ اللہ کے محبوب کی سیرت پر ایسی مختصر اور کثیر المواد کتاب تحریر کروں جو صحیح روایات سے مبرتن ہو اور اس میں جملہ انبیاء کرام پر آپ کی افضلیت ثابت کی گئی ہو۔ خدائے رؤف و رحیم کا صد ہزار بار شکریہ ہے کہ اس نے میری آرزو پوری کر دی۔

## موضوعات و وجہ امتیاز کتاب از کتب سیرت

پیش نظر کتاب کے جملہ مضامین کو چار موضوعات میں منقسم و منھریا جاسکتا ہے۔

اول :- سیرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی آپ کے وقت ولادت سے حین وصال الی التذک کے تمام احوال و اسفار و غزوات کا مفصل تذکرہ۔

دوم :- شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جس میں آپ کے اخلاق حسہ، مکارم و شمائل رفیعہ و بدلیعہ اور جملہ اوصاف حیات خاصہ و عامہ شامل ہیں۔

سوم :- دلائل نبوت۔ اس موضوع کے تحت آپ کے وہ معجزات مشخصہ و منحصہ اور وہ دلائل باہرہ و برہان قاہرہ ہیں جن سے منکرین رسالت و شان نبوت کے دہان دریدہ و چشمائے شورش دیدہ ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ہیں۔

چہارم :- خصائص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سے ہماری مکر وہ خصائص کبریٰ ہیں جن سے اللہ رب العزت نے جمیع رسل و انبیاء کرام علیہم التحیۃ و التسلیم پر آپ کو علوی فضیلت عطا فرمایا ہے۔

یہ چاروں عنوانات اگرچہ مصنف کتاب سے پہلے بھی سیرت نگاروں کا موضوع تحریر رہے ہیں، مگر انہوں نے چاروں میں سے کسی ایک کو منفرداً اختیار کیا اور اسی پر پورا زور صرف کیا۔ جیسا کہ ابن ہشام اور ابوالدین علی بن ابی عمیر نے کیا۔ مگر وہ سب کی طرف ہونا ظاہر و باہر ہے جبکہ مصنف نے کتاب ہذا میں مذکورہ بالا عنوانات پر مکمل اور تفصیلی روشنی ڈال کر کئی صدیوں سے تھریں لیاں میں پڑی ہوئی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

## اسم کتاب

۱۹۲۲ء میں رقم ہونے والے نسخہ تیموریہ میں پیش نظر کتاب کا نام "الوفاء باحوال المصطفیٰ" تحریر تھا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں جامعۃ الازہر (مصر) کے مطبع سے شائع ہونے والے نسخہ پر "الوفاء فی بعض احوال المصطفیٰ" مکتوب ہوا۔

اسی طرح ایک اور جگہ سے شائع ہونے والی اسی کتاب پر نام "الوفاء فی فضائل المصطفیٰ" درج ہے۔  
جسکے صاحب کتاب کے نواسے نے اپنی تصنیف "سُرَّةُ الزَّمان" میں اسی کتاب کا نام "الوفاء فی فضائل  
المصطفیٰ" لکھا ہے۔

مگر چونکہ کتاب کے جملہ موضوعات سے مناسب وہی نام ہے جو نسخہ مکتوبہ میں تھا، اس لیے اسی نام  
سے کتاب شائع کی جا رہی ہے۔  
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اس کے مصنف مہتر جمین، ناشرین اور جملہ  
قارئین کی مغفرت فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین



حاجی محمد علی عفی اللہ عنہ  
شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرانیہ امیر روڈ  
بلال گنج لاہور



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۱۲۳	الکسواں باب وقت ولادت مصطفیٰ علیہ التہیۃ و الثناء میں ظہور آثار و کرامات	۱۰۴	نبوت کی بشارت بارہواں باب خالد بن سعید بن زید کا خواب اور بعثت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت
۱۲۶	بائیسواں باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ولادت ناف بریدہ ہونا	۱۰۵	تیرہواں باب عمر بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفیٰ علیہ التہیۃ و الثناء کی بشارت
۱۲۷	تیسواں باب شب ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث	۱۱۰	چودھواں باب حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا
۱۳۱	چوبیسواں باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث	۱۱۱	پندرہواں باب تذکرہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۳۴	پچیسواں باب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسرار گہمی	۱۱۲	سولہواں باب حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج
۱۳۶	چھبیسواں باب ذکر کنیت مصطفیٰ علیہ التہیۃ و الثناء	۱۱۵	سترہواں باب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کو دورانِ حمل پیش آمدہ واقعات و کیفیات
۱۳۷	ستائیسواں باب سرور عالم و عالمیان علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات کی رضا عی امہات	۱۱۶	اٹھارہواں باب وفات حسرت آیات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما
۱۳۹	اٹھائیسواں باب تذکرہ علیہ سعیدہ	۱۱۷	انیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت
۱۴۲	انتیسواں باب چار سال کی عمر مبارک میں شق صدر	۱۱۸	بیسواں باب قصہ فیل ابیرہ
۱۴۶	دس سال کی عمر میں شق صدر		
۱۴۷	تیسواں باب مولد نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنے والے		

۱۷۸	پینتیسواں باب حضرت عبدالطلب کا سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوة والسلام کے ساتھ استسقا
۱۷۹	پینتیسواں باب حضرت عبدالطلب کا سیف بن ذی یزن شاہِ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لیے تشریف لے جانا
۱۸۰	پینتیسواں باب بیان وفات عبدالطلب رضی اللہ عنہ
۱۸۱	پینتیسواں باب پچھتیسواں باب
۱۸۲	پینتیسواں باب سید دورانِ فخر کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقد تزویج خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ
۱۸۳	پینتیسواں باب نخراہم و نبی آدم علیہ السلام کی تعمیرِ کعبہ میں شرکت اور حجرِ اسود اپنے دستِ اقدس سے رکھنا
۱۸۴	پینتیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حربِ فجار میں تشریف لے جانا

## نبوتِ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۰۶	آکٹھواں باب خاتم الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء پر وحی نازل ہونے کی کیفیت کا بیان	۱۸۶	باب اول نبوتِ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء کے اعلانات ہوا تفت کے ذریعے
۲۱۲	نواں باب سید الکونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوران نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرفِ قرب حاصل رہا	۱۹۳	دوسرا باب جانوروں کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتِ نبوت
۲۱۳	دسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرقِ عادت طلب کرنا جو دعویٰ نبوت میں موجب تائید و تقویت اور باعث الطینان ہو	۱۹۵	تیسرا باب فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی علاماتِ نبوت جو آپ نے بعثت سے قبل دیکھیں
۲۱۴	گیارہواں باب بعثتِ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء کے وقت شاطین پر شہبِ نار یہ کا پھینکا جانا اور اصنام و اداشان کا سرنگوں ہونا	۱۹۷	چوتھا باب نباتات و جمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سلام پیش کرنا
۲۱۸	بارہواں باب بعثتِ مصطفوی کے وقت کسریٰ پر وزیر کے مشکلات و حوادث	۱۹۷	پانچواں باب ابتداءِ وحی کا بیان
۲۲۴	تیرہواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دینا	۲۰۴	چھٹا باب جبرئیل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا
۲۲۵	چودھواں باب رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں		ساتواں باب ابتداءِ نبوت میں فخر کون و مکمل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۶۸	معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان	۲۶۳	اکتیسواں باب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین
۲۷۵	چونتیسواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کے ساتھ ملاقات	۲۰۶	تیسواں باب اعلان نبوت کے گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کے ساتھ ملاقات
۲۷۹	پینتیسواں باب قریش کو سبیت انصار کا علم ہونا اور اس کے لئے عمل کے لیے باہم صلاح مشورہ کرنا		تینتیسواں باب

## ابوابِ ہجرت

۲۸۷	چھٹا باب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستے میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرمانا، ان کے نام سے نیک فال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجالانا	۲۸۵	باب اول حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غارِ ثور کی طرف ہجرت فرمانا
۲۹۴	ساتواں باب اہل مدینہ کا سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور استقبال کے لیے نکلنا اور آپ کا ان کی معیت میں مدینہ منورہ میں داخل ہونا	۲۸۸	دوسرا باب غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات
۲۹۸	آٹھواں باب اس دن کا بیان جس میں رحمت عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے	۲۹۲	تیسرا باب غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنے والے واقعات و حالات
۲۹۹	نواں باب اس مکان رفعت مقام کا بیان جس میں سرور	۲۹۶	چوتھا باب حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا کے ہاں سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا نزول اور عظیم معجزے کا ظہور
			پانچواں باب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے لیے سفر مدینہ منورہ میں ثور سے کام لینا

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۴۴	تقطع تعلق پر تحریر پر مبادیہ		کو عذاب خداوندی سے ڈرانا
۲۴۶	تیسواں باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ضحاک و ازدی کا باسمی مکالمہ	۲۲۶	پندرہواں باب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربا کو عذاب خداوندی سے ڈرانا
۲۴۸	چھبیسواں باب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبید بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ	۲۲۹	سولہواں باب فخر کون و مکمل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت
۲۵۰	پچیسواں باب ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ		سترہواں باب سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جتوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسول الثقلین کے مصیب پر فائز ہونا
۲۵۲	چھبیسواں باب سرور عالم علیہ التیمۃ و النشار کا طفیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ	۲۳۰	اٹھارہواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان
۲۵۴	تالیسواں باب سید الانبیاء علیہ التیمۃ و النشار کی جناب ابوطالب کے ساتھ مرض و وفات میں گفتگو	۲۳۱	انیسواں باب بنی الانبیاء علیہ التیمۃ و النشار کا کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل سے کام لینا
۲۵۸	اٹھالیسواں باب امام الانبیاء والمرسلین کو حضرت ام المومنین خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آنے والے واقعات	۲۳۲	بیسواں باب اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر سن کر اسلام لانا
۲۶۰	تیسواں باب سید العالمین رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنے والے حالات کا بیان	۲۳۹	اکیسواں باب سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا
۲۶۳	تیسواں باب تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا	۲۴۰	بائیسواں باب مشرکین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۰۷	سرور انبیاء و مرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف اور حرم سرا کی درمیانی جگہ کی فضیلت	۲۹۹	انبیاء علیہ التیمۃ و الثناء مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے وقت قیام فرما ہوئے
۳۰۸	سولہواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے مسکن و بیوت کا ذکر	۳۰۲	دسواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرت
۳۱۰	سترہواں باب سرور انبیاء علیہ التیمۃ و الثناء کا دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کو میرے اصحاب کا محبوب و مرغوب بنادے	۳۰۳	گیارہواں باب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا
۳۱۱	اٹھارہواں باب امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت اللہ کی طرف نماز ہی میں رجوع فرمانا	۳۰۳	بارہواں باب مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان
۳۱۱	انیسواں باب تحويل قبلہ کے وقت کا بیان	۳۰۴	تیرہواں باب تعمیر و بناء مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان
۳۱۱	بیسواں باب فریضہ رمضان کے نزول کا بیان	۳۰۶	چودھواں باب مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا بیان
			پندرہواں باب
<b>البواب المعجزات</b>			
۳۲۱	معجزہ شق القمر		باب اول
۳۲۲	تیسرا باب معجزہ شکشہ طعام	۳۱۲	قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۵۱	تیرھواں باب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سٹھی بھر مٹی کفار کی طرف پھینکنا اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا	۳۲۹	چوتھا باب گہی بڑھانے کا معجزہ
۳۵۳	چودھواں باب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کا اصرام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا منہ کے بل زمین پر گر پڑنا	۳۳۰	پانچواں باب کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنے کا معجزہ
۳۵۲	پندرھواں باب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عیسیٰ خیر دینا اور ان کا آپ کے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا	۳۳۳	چھٹا باب شانِ اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا
۳۶۹	سولہواں باب پتھروں کا بنی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کی طرح نرم ہو جانا	۳۳۹	ساتواں باب سرورِ عالم مختار کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی مبارک آنکھوں کے درمیان سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا
۳۷۰	سترھواں باب کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا	۳۴۱	آٹھواں باب دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ
۳۷۳	اٹھارھواں باب کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح رب العالمین ادا کرنا	۳۴۳	نواں باب درختوں کے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر بکرا معجزہ
۳۷۴	انیسواں باب ایذا رسانی کا قصدِ فاسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپ کا پوشیدہ ہو جانا	۳۴۴	دسواں باب فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مہینت لزوم سے پہاڑ کا رقص و جود اور آپ کے فرمان پر سکون و قرار کا اظہار
۳۷۴	بیسواں باب اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی	۳۴۸	گیارھواں باب چمپالیوں کا بارگاہِ نبوی میں حالتِ زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کے لیے رام ہو جانا
			بارھواں باب مختار کو نمین باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفسر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۸۴	میں کلام کرنا تائیسواں باب ہر نبی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کرنا اور آپ کا اس کی عرض کو شرف قبولیت بخشنا	۳۸۴	ایذاؤں اور ایذا رسالوں کو دور کرنا اکیسواں باب جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی، ان کی کیفیت ہلاکت اور انجام بد کا بیان
۳۸۵	قبولیت بخشنا اٹھائیسواں باب ضرب (سوسلہ) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا	۳۸۴	تائیسواں باب اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار شیطانی کو آپ سے دور رکھنا
۳۸۶	انستیسواں باب بنی الانبیاء علیہم السلام والثناء کا یہود کے لیے سوا کا جواب دینا جن کو سولے نبی صادق اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا، نہ جان سکتا تھا	۳۸۹	تائیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرین ہونا اور اطاعت گزاری سے پیش آنا
۳۸۹	تیسواں باب نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشبا کو مشاہدہ فرمانا	۳۸۲	چوبیسواں باب رب کریم جل وعلیٰ کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا
۳۹۴	اکتیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے روز روشن میں	۳۸۲	پچیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لٹا کر درست فرما دینا اور اس کی مینائی کو بحال فرما دینا
۳۹۶	تیسواں باب حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا	۳۸۲	چھبیسواں باب دیوار کا بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

## درج ذیل موضوعات سے متعلق ابواب

جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیا امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت  
شرعیتِ مصطفویٰ کی تمثیل و تشبیہ عجیب  
امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی امت کی تمثیل و تشبیہ  
حبیبِ خدا علیہ التحیۃ و الثناء کی طاعت کا وجوب  
حبیبِ اکرم رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوبِ محبت

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۳۰	سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جانا چوتھا باب	۴۰۵	باب اول انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم پر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری فخر الانبیاء و المرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم کی جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر فضیلت و توقیت پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان
۴۳۱	تمام خزانہ دنیا کی چابیوں کا سید کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے سیر و کیا جانا	۴۲۳	خصائص نبویہ اور اوصاف امتیازی کا بیان
۴۳۱	پانچواں باب ذکر مصطفویٰ کا بلند کیا جانا	۴۲۴	فصل دفع اشکال و رفع اغصال دوسرا باب
۴۳۱	چھٹا باب امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم کی مثل و صفت کا بیان	۴۲۹	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام تیسرا باب
۴۳۲	ساتواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت اور اس کی شرعیت و ملت کی صفت و کیفیت کا بیان		رب العالمین کی طرف سے انگوڑوں کا گچھا



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۳۸	گیارہواں باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوب طاعت و اتباع کا بیان	۴۳۳	آٹھواں باب امت مصطفیٰ علیہ التہیۃ و الثناء کا اہم انبیا پر شرف و فضل
۴۳۹	بارہواں باب حبیب خدا علیہ التہیۃ و الثناء کا محبت میں والدہ اور سب لوگوں پر مقدم ہونا	۴۳۵	نواں باب سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل صفت اور امت کی حالت و کیفیت کا بیان
۴۴۰	تیرہواں باب ذکر میں نبی خدا علیہ التہیۃ و الثناء کو مقدم رکھنے کا موجب	۴۳۶	دسواں باب حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل و صفت کا بیان

## ابواب صفات و کیفیتِ جسد اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

۴۴۵	ساتواں باب درہن مبارک اور دندان مقدسہ آٹھواں باب	۴۴۲	پہلا باب سراقدس
۴۴۶	نہمیت اقدس نواں باب	۴۴۳	دوسرا باب جبین مقدس
۴۴۶	چہرہ انور کی تابانی اور صباحت و ملاحت	۴۴۳	تیسرا باب ابرو مبارک اور بھنویں
۴۴۸	دسواں باب ریش مبارک	۴۴۳	چوتھا باب چشمان اقدس اور مشرگان مبارکہ
۴۴۹	گیارہواں باب موئے مبارک	۴۴۴	پانچواں باب رخسار اقدس
۴۵۰	بارہواں باب گردن مبارک	۴۴۴	چھٹا باب بہنہ اقدس

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۵۶	تیسواں باب پائے مبارک	۴۵۱	تیرھواں باب کندھوں کا درمیانی فاصلہ
۴۵۷	چوبیسواں باب روسِ عظام کا ضخیم ہونا	۴۵۱	چودھواں باب شانہ اقدس
۴۵۷	پچیسواں باب اعتدالِ خلق	۴۵۱	پندرھواں باب سینہ اقدس
۴۵۷	چھبیسواں باب قامتِ رعنا	۴۵۲	سولہواں باب بطن اقدس
۴۵۸	ستائیسواں باب جلد اقدس	۴۵۲	سترھواں باب ناف مبارک
۴۵۹	اٹھائیسواں باب زنگت مبارک	۴۵۳	اٹھارھواں باب باکرامت انگلیاں
۴۵۹	انتیسواں باب حسن و جمال	۴۵۳	انیسواں باب کھت دست اقدس
۴۶۲	تیسواں باب پسینہ مبارک	۴۵۴	بیسواں باب مبارک کلاہیاں
۴۶۴	اکتیسواں باب مہرِ نبوت	۴۵۵	اکیسواں باب مبارک پنڈلیاں
		۴۵۶	بائیسواں باب مقدس ایڑیاں

## ابوابِ صفاتِ معنویہ

۴۶۸	دوسرا باب شانِ علم و عفو	۴۶۶	بابِ اول اخلاقِ حمیدہ
-----	-----------------------------	-----	--------------------------

## نواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام قبائل عرب سے نسب تعلق

۱۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قریش میں کوئی شاخ اور قبیلہ ایسا نہیں جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری نہ ہو اور اسی قرابت و قرابت پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔  
قل لا اِلهَ اِلاَّ اللہُ المودۃ فی القربی -

فرما دیجئے میں تم سے تبلیغ اسلام اور عطاء ایمان و قرآن پر کسی اجر و اجرت اور جزا و بدلہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر مطالبہ

باب نعم کی ان روایات سے واضح ہے کہ اہل عرب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسب لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی اور ہر قبیلہ کسی نہ کسی صورت میں آپ سے رشتہ قرابت میں منسلک تھا لہذا سابقہ روایات میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور جیسے عظیم الشان درخت سے تشبیہ دینا اور آپ کے خاندانہ کو ویران جگہ سے العیاذ باللہ تنقیص نسب پر مبنی نہیں ہے اور نہ اہل ایمان اس کا تصور ہی کر سکتے تھے بلکہ فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور افراد خاندان کے درمیان فرق کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کی رفعت مقام سے تمام قرابت داروں کو کوئی نسبت ہی نہ تھی بخلاف حضرت اسحق اور یعقوب اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے کہ وہ بالعموم خاندانہ نبوت میں ہی ظہور پذیر ہوتے رہے۔ لیکن صدیاں گزریں سلسلہ بنی اسرائیل علیہ السلام میں کوئی پیغمبر تشریف نہ لایا اور تعلیمات خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی قریش کے لوح قلب و دماغ سے تقریباً محو ہو چکی تھیں اس لیے محل ظہور میں اور ظہور فرما ہونے والی ہستی میں بہت بڑا تفاوت پیدا ہو گیا اس کے جواب میں سرور عالم و عالمیان علیہ السلام نے خاندانی عظمت و شرافت اور فضیلت و کرامت کا ذکر فرما کر اپنے خاندانہ کی عظمت پر تنبیہ فرمائی مگر چھپ چھپ کر یہ کہ ان سے اکتساب شرف و فضل نہیں کیا بلکہ درحقیقت آپ کی بدولت ان کو رفعت مراتب اور بلندی مناصب نصیب ہوئی بلکہ حضرت خلیل خلیل اور آدم علیہ السلام تک جملہ آباء و اجداد کو شرف و فضل انہیں کی بدولت نصیب ہوا۔ واللہ و رسولہ اعلم۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

ہوئے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ  
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے

معراج دل لے جا ہی سب تیرے گھر کی ہے  
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے

ہے تو نقطہ یہ ہے کہ میری اور اپنی قرابت کو مد نظر رکھتے ہوئے صلہ رحمی سے کام لو اور قطع رحمی سے گریز کرو (ادریہ مطالبہ بھی تمہارے فائدہ کے لیے ہے تاکہ میرے تعلق کی بدولت دنیا و آخرت میں عزت پاؤ)

(۲) شعبی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آیت مقدسہ قل لا اسألكم عليه اجراً الا المودة فی القربی کے متعلق ہم سے بہت زیادہ سوالات کیے تو میں نے اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس کا صحیح مفہوم بیان فرمادیں تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب میں نسبی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی، عرب کا ہر قبیلہ اور ہر شاخ و خالوادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں مربوط و منسلک تھا اور ان کو سلسلہ آباد و امہات نبویہ میں قرابت حاصل تھی۔ تو اللہ رب العزت نے آپ کو کم دیا کہ کفار قریش سے کہو میں تم سے کوئی اجر و جزا طلب نہیں کرتا فقط اتنا مطالبہ ہے کہ میری قرابت کا حق ادا کرو اور اس کے تحت میں جس مودت و محبت کا مستحق ہوں اس سے ہاتھ نہ کھینچو بلکہ اس کا پورا پورا خیال رکھو۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ لقد جاءك رسول من انفسك عزيز عليه ما عنتم اللہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی قرابت نہ ہو۔ اور آباد و امہات و جدات کے لحاظ سے نسب میں ارتباط و اتحاد حاصل نہ ہو خواہ وہ قبیلہ مضر اور ربیعہ ہو یا یمنی ہوں۔

## سوال باب

### انتقال نور نبوت اصحاب آباء و ارحام امہات میں

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح کے ساتھ متولد ہوا نہ کہ غیر شرعی طریقہ پر اور میرا (یہ نسب) تقدس حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عبد اللہ اور آمنہ رضی اللہ عنہما تک برقرار رہا اور زمانہ جاہلیت کی بدکرداریوں اور آوارگیوں کی ذرا بھر ملاوٹ میرے نسب میں نہیں پائی گئی۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے والدین کبھی غیر شرعی طور پر جمع نہیں ہوئے اور رب العزت مجھے ہمیشہ ہمیشہ پاک اصحاب (پشتوں) سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا۔ جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و نمازات جاہلیت سے مصفیٰ و مہذب رکھا اور جب بھی نسل انسانی دو شعبوں میں منقسم ہوئی یا قبائل و شعوب کی طرف منتقل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سب سے بہتر فرقہ و قبیلہ اور شعبہ و خالوادہ میں نالہ فرمایا۔



# گیارہواں باب

## حضرت عبدالمطلب کا خواب اور منظر نور نبوت کی بشارت

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ جبکہ میں حطیم کعبہ کے اندر سویا ہوا تھا مجھے ایک خواب آیا جس نے مجھے درشت زدہ کر دیا۔ مجھ پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی اور میں اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے قریش کی ایک کامنہ عورت کے پاس گیا۔ میں ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے بال کندھوں پر لٹک رہے تھے۔

جب اس کامنہ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر پریشانی کے آثار معلوم کر لیے اور میں ان دنوں قریش کا سردار تھا۔ تو اس نے کہا ہمارے سردار کا کیا حال ہے۔ میرے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ رنگت بدلی ہوئی ہے کیا حوادث دہریں سے کوئی حادثہ تو پیش تو نہیں آگیا جس نے قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ اس کے پاس حاضر ہونے اور مقاصد و مطالب کی تحقیق و تفتیش کرانے کے آداب اور طور طریقے کچھ اس طرح تھے کہ جو بھی حاضر ہوتا ہے اس کا دایاں ہاتھ چومتا۔ پھر اس کے ہاتھ کو اپنے سر کی چوٹی پر رکھتا۔ اس کے بعد اپنا مطلب عرض کرتا۔ مگر میں اپنی قوم کا عظیم فرد تھا اور رئیس و سردار میں نے ان آداب کو ملحوظ نہ رکھا اس کے قریب بیٹھ گیا اور اپنا مطلب مقصد بیان کرنا شروع کر دیا۔

میں نے کہا کہ آج رات سونے میں مجھے خواب میں یوں نظر آیا کہ ایک درخت نمودار ہوا ہے جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں۔ اس درخت سے نور کی ایسی شاعیں پھوٹ رہی ہیں جو سورج کے نور سے بھی نورانیات زیادہ نکلیں گی۔ میں نے عرب و عجم کو اس کے سامنے سجدہ بیزد کیا اور ہر لمحہ دہر لحظہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلندی اور مقداریں بھی اور نور و ضیاءیں بھی اور پھیلاؤ و احاطہ میں بھی۔ کبھی وہ درخت مخفی و پوشیدہ ہوتا ہے تو کبھی پوری آب و تاب سے نمودار ہوتا ہے۔ قریش کی ایک جماعت اس کی ٹہنیوں سے چٹکی ہوتی ہے اور دوسری جماعت اس کو کاٹنے کے درپے ہے۔ جب وہ جماعت اس درخت کے قریب پہنچنے لگتی ہے۔ جو کاٹنا چاہتی ہے تو ایک جوان جس کی مانند حسین و جمیل چہرے والا اور پاکیزہ خوشبودار کوئی شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا ان بد باطنوں کو مار بھگاتا ہے۔ بعض کی کمریں توڑ دیتا ہے اور بعض کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے اپنے نصیب و مقدر کے مطابق (اس کا پھل) کھاؤں تو اس جوان نے کہا آپ کا اس میں حصہ نہیں ہے تو میں نے پوچھا کہ اس میں حصہ و نصیب کس کا ہے تو مجھے کہا کہ اس جماعت کا ہے۔

جو اس سے ٹک گئے ہیں اور آپ سے سبقت لے گئے ہیں تو میں گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوا اور سخت  
مرعوبیت کی حالت میں رہا۔

فرماتے ہیں جب میں خواب بیان کر چکا اور میں نے کامنہ کے چہرے کو دیکھا۔ اس پر ایک ننگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا  
پھر سوچ بچار کے بعد یوں کہا کہ اگر واقعی تمہیں یہ خواب آیا ہے تو تیری پشت سے ایک ہستی پیدا ہوگی جو شرق و غرب پر  
حکمرانی کرے گی اور سب لوگ اُن کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے۔ پھر ابوطالب  
ہے کہ تو اس متولدہ ہونے والی ہستی کا چچا ہوگا۔

ابوطالب اس وقت یہ خواب اور تعبیر بیان کیا کرتے تھے جبکہ سرور انبیاء علیہ التَّحیَّۃُ وَالسَّلَامُ کا ظہور ہو چکا تھا  
اور کہتے تھے وَاللَّهِ اَعْلَمُ وہ درخت ابوالقاسم الامین صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ کہتے پھر تم آپ پر ایمان کیوں نہیں لاتے تو  
وہ جواب میں کہتے قوم کا طریقہ پیچڑوں تو وہ نبی کا لیاں دیں گے اور عار اور شرم کا ڈر ہے در نہ ضرور اعلان ایمان اور  
اور انہما را قصد لین کرتا۔

عہ حضرت عبدالمطلب چونکہ سرور انبیاء علیہ السلام کے اعلان نبوت سے قبل وفات پا گئے لہذا اس درخت سے پھل نہ کھا  
سکے جو کُنایہ امتی بننے اور فیوضات نبویہ سے مشرف و مستفیض ہونے کا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس وقت موجود نہ تھے  
اور الوہیت باری تعالیٰ کے معترف نہ تھے یا دوسرے لوگوں کی طرح بُت پرستی میں مبتلا تھے نعوذ باللہ بچلی روایات سے تمام اکابر و اجداد اور اہل بیت و جہات  
کی طہارت واضح ہے جبکہ شرک و کفر نجاست ہے لہذا اُن سب کا اسلام و ایمان اور توحید و تفرید باری کا اعتراف واضح ہے۔ مزید  
تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔

## بارہواں باب

خالد بن سعید بن زید کا خواب اور بعثت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

### کی بشارت

حضرت خالد بن سعید سے منقول ہے کہ میں ایک رات سویا ہوا تھا جبکہ ابھی ہول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ میں نے خواب دیکھا کہ مکہ مکرمہ کو سخت ظلمت و تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے اور تاریکی اتنی شدید تھی کہ جس میں کوئی شخص اپنے ہاتھ کی بتیلی کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں یہ حالت دیکھ ہی رہا تھا کہ اپنا کپڑا زمرم سے ایک نور نکلا اور منائیں بلند ہوا جس سے اولاد بیت اللہ شریف منور ہوا پھر اس نے پورے مکہ شریف کو منور کر دیا پھر وہ مدینہ منورہ کے نخلستان کی طرف مائل ہوا اور اس کو لقمہ نور بنا دیا حتیٰ کہ میں نے اس نور کی ضیا پاشیوں کی بدولت کھجوروں کو اپنے درختوں پر موجود دیکھ لیا۔ خواب سے بیدار ہوا تو اپنے بھائی عمر بن سعید سے ساری حالت روایا بیان کی وہ پختہ رائے اور صاحب الفکر شخص تھا۔ اس نے کہا میرے بھائی ایک عظیم ہستی کا ظہور ہونے والا ہے اور ہوگا بھی بنی عبدالمطلب میں کیونکہ اس نور کا ظہور انہیں کے مورث اعلیٰ کے چاہ زمرم سے ہوا ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ اسی خواب کی بدولت الشرب العزت نے مجھے مشرف باسلام فرمایا۔

حضرت خالد کی والدہ فرماتی ہیں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں میرا فرزند ارجمند بھی داخل ہے اور باعث اس کا یہی خواب تھا جب اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خواب سنایا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد بچہ! وہ نور میں ہی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے کارِ رسول ہوں اور اپنی تعلیمات اور احکام خداوندی کو سکوتِ بکالت تو خالد فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بعد ان کے بھائی عمر و بھی دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے۔



## تیرھواں باب

### عمر بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفیٰ علیہ التمجیۃ والثناء کی بشارت

۱۔ عمر بن مرہ جہنی سے منقول ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم میں سے ایک جماعت کی ہمراہی میں حج کے لیے نکلا جب کہ شریف میں پہنچا تو رات کو سوتے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ مبارکہ سے ایک عظیم نور بلند ہوا جس نے مکہ مبارکہ سے مدینہ تک کے پہاڑوں کو روشن کر دیا اور جبینہ کے پہاڑ اشعر تک پھیل گیا۔ میں نے اس نور سے یہ آواز مٹتی ظلمتیں چھڑک گئیں اور نور وضیا کا غلبہ ہو گیا اور خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرما ہو گئے۔

وہ نور دوبارہ چمکا حتیٰ کہ مجھے حیرہ کے محلات اور دلائن میں کسریٰ کے قصر ابيض نظر آ گئے اور حسب سابق آواز آئی۔ اسلام غالب آگیا، اصنام ٹوٹ گئے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے تبدیل ہو گئی۔

گھبرا کر سیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا بخدا قریش کے قبیلہ میں ضرور بالضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہوگا اور خواب میں جو کچھ دیکھا، ان کو بیان کیا۔ جب ہم حج سے فارغ ہو کر واپس گھروں میں پہنچے تو ہمیں اطلاع ملی کہ ایک ہستی جن کو احمد کے مبارک نام سے پکارا جاتا ہے مبعوث ہوئے ہیں۔ میں فوراً گھر سے عازم سفر ہوا اور ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب ان سے بیان کیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا اے عمر بن مرہ میں ہی تیرے خواب کی مجسم تعبیر ہوں اور اس نور کی مجسم تصویر میں سب عباد کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور انسانی خون کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں صلہ رحمی اور عبادت خداوندی کا امر کرتا ہوں۔ اصنام و اوثان سے اجتناب و احتراز اور بیت اللہ کے حج و طواف کی تعلیم دیتا ہوں سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی تلقین کرتا ہوں جو شخص میلاد عورت کو قبول کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو میری غلامی کا پیٹھ اپنے گلے میں بند ڈالے گا جہنم کی دہکتی آگ میں ڈال کر آگ کا طوق اس کے گلے کا بار بنایا جائے گا۔ اے عمر واللہ تعالیٰ پر ایمان لے آ۔ وہ تجھے جہنم کی دہشت و ہولناکی سے محفوظ رکھے گا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ بھی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ حلت اشیاء سے متعلق ہے یا حرمت سے؟ میں سب کی تصدیق و توثیق کرتا ہوں اور اس کا اقرار و اعتراف۔ اگرچہ یہ امر بہت ہی اقوام کے لیے تذلیل و تحقیر کا موجب ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ اشعار سنائے جو آپ کی بشارت بعثت اور مشرودہ رسالت سن کر کہے تھے اور اسی وقت اس سبت کو توڑ دیا تھا جو ہمارے گھر میں موجود تھا اور میرا باپ اس کا مجاور و خدمت گذار تھا پھر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا۔ اشعار یہ ہیں۔



(۱) شہادت بان اللہ حق و انتی  
لآ لہۃ الا حجار اقل تارک  
میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے اور اس امر کی کہ میں پتھر والے معبودات کا ترک کرنے والا پہلا شخص ہوں۔

(۲) و شمرت عن ساقی الارزار مهاجراً  
اجوب ایلک الدعوت بعد الذکادک  
میں نے اسے رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء تیری طرف ہجرت کرتے ہوئے اپنی تہمت کو اچھی طرح سنبھال لیا ہے اور اس کو گھٹنوں تک پہنچا لیا ہے۔ راستہ کے نشیب و فراز کو طے کرنے کے بعد اب ہموار علاقوں اور میدانوں میں آپ کی طرف بھاگتے ہوئے راہ طے کر رہا ہوں۔

(۳) لا صاحب خیر الناس نفسا و الداء  
رسول ملیک الناس فوق الحباثک  
تاکہ میں شرف صحبت حاصل کر سکوں اس ذات اقدس کا جو ذاتی خبریوں اور کمالات کے لحاظ سے اور نسب و حسب کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہتر و برتر ہیں۔ عظیم المرتبت رسول ہیں اور سب لوگوں کے بادشاہ اور صاحب اقتدار۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا اسے عمرو بن مرہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ مجھے اپنی طرف سے ایچی اور غیر و قاصد بنا کر میری قوم کی طرف بھیجیں۔ ہو سکتا ہے اللہ کریم ان پر میری وجہ سے احسان فرمائے اور دولت ایمان مرحمت فرمائے جس طرح مجھ پر جناب والاکا برکت سے کرم نوازی فرمائی ہے۔ آنحضرت نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ اور ساتھ ہی نصیحت بھی فرمائی کہ نرمی اور پختہ کلامی سے کام لینا۔ اور صحیح مضمون و مفہوم ادا کرنا۔ نہ درشت کلامی سے کام لینا اور نہ حسد و تکبر کی آلائش اپنے دامن کے قریب پھٹکنے دینا۔

میں اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا اے بنی رفاعہ بلکہ اے حبشہ کے جملہ قبائل و جماعات میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ جنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جہنم کی آگ سے ڈراتا ہوں۔ لوگوں کے خون ناحق سے دست ظلم و تعدی کو باز رکھنے اور صلہ رحمی سے کام لینے کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ وحدہ کی عبادت کا امر کرتا ہوں اور اصنام و اوثان کی تعظیم و تکریم سے نفرت و بغاوت کا اور حج بیت الحرام اور صیام ماہ رمضان کی ہدایت و تلقین کرتا ہوں جو میری دعوت کو قبول کرے گا جنت کی بادی راحتوں سے نوازا جائے گا اور جو اعراض و روگردانی سے کام لے گا، جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

اسے قبیلہ حبشہ کے افراد کچھ اللہ تم اپنی برادری اور رشتہ داروں سے برتری و عظمت کے مالک بنائے گئے ہو۔ باوجود زمانہ جاہلیت میں ہونے کے جو عربوں کے نزدیک محبوب و مرغوب تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مکروہ و ناپسندیدہ بنا دیا۔ وہ لوگ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھتے تھے بیٹا باپ کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) سے شادی

رجا لیتا طوہ عزت و کرامت والے مہینوں میں حرب و قتال میں مشغول ہو جاتا تھا اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان برائیوں سے محفوظ رکھا، اللہ ابی لوی بن غالب میں سے معبود ہونے والے اس نبی مرسل کی غلامی اختیار کر لو۔ دنیا میں بھی عزت و شرافت تمہارا مقدر بن جائے گی اور آخرت میں کرامت و فوقیت تمہارا نصیب ہوگا جلد از جلد اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت اور قدر و منزلت پالو گے۔

سب نے متفقہ طور پر میری دعوت کو قبول کیا اور غلامی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اختیار کر لیا۔ صرف ایک بد بخت اس سعادتِ ابدیہ سے محروم رہا اور اس نے مجھے کہا اے عمرو بن مرہ اللہ تعالیٰ تیری زندگی کو غنیمت اور محرومیوں سے بھرپور کرے۔ کیا تو ہمیں اپنے معبودات کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنی جماعت میں تفرقہ اندازی کا اور آباؤ اجداد کے دین و مذہب کی خلاف ورزی کا۔ اہل تہامہ میں پیدا ہونے والے یہ قریشی مدعی نبوت ہمیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔ نہ یہ امر مجھے پسند اور نہ اس میں کوئی وجہ افتخار و اعزاز۔ پھر اس نصیحت نے یہ اشعار پڑھے۔

(۱) هذا ابن مرہ قد اتي بمقالة ليست مقالة من يريد صلاحاً

اولا و مرہ کے یہ فرد ایسا کلام اور دعوت لائے ہیں جو صلاح و خیر اور بہتری کے طلبکاروں والی دعوت نہیں ہے (لنعود بالشد)

(۲) اني لاحسب قولك و فعالك  
یوما وان طال الزمان ریاحاً  
میں گمان کرتا ہوں کہ ان کے جملہ اقوال و افعال ایک دن قصہ پارینہ بن کے رہ جائیں گے اور لنعود بالشہر باد ہو جائیں  
اگرچہ ایک عرصہ کے بعد ہی ہوں۔

(۳) اُسفہ الاشياخ فيمن قد مضى  
من را هذا فلا اصاب فلاحاً  
کیا ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں کو جو اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں، بیوقوف اور کم عقل قرار دیں جس کا یہ مقصد ہے وہ فلاح و نجات سے کبھی ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

عمرو بن مرہ نے کہا ہم دونوں میں سے جو کاذب ہو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی اجیرن کر دے و اس کی زبان بند کر دے اور اس کے منہ اور دانتوں کو قیح و بد شکل کر دے۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ اس وقت تک جہنم واصل نہ ہو جب تک اس کا چہرہ لٹک نہ گیا، بولنے کی سکت ختم نہ ہو گئی اور آنکھوں کی بصارت غائب نہ ہو گئی اور منہ کا ذائقہ جان نہ رہا کھانے کی لذت کا احساس ہی اس کو نہیں ہو سکتا تھا (اور اس طرح اس نصیحت کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منطقی)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ان افراد کو نور ایمان و اسلام سے منور کر چکے تو اپنے ہمراہ لے کر بارگاہِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتعلیم میں حاضر ہوئے۔ سرکار نے ان کو خوش آمدید کہا اور دعواتِ صالحہ اور نگاہِ کرم کے عظیم تحیات و تحائف سے نوازا۔ اور انہیں ایک عہد نامہ لکھ دیا جس کی عبارت اور مضمون یہ ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ عہد نامہ حفظ و امان صحیح عمر بن مرہ اور اجینہ بن زید کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اس رسول کریم کی زبان پر جو کتاب صادق کے ساتھ مبعوث ہوئے جو کہ اپنی صداقت و حقانیت پر خود شاہد ہے۔ کہ تمہارا تمام علاقہ نشیب و فراز ہے یا کوہستانی اور ہموار سب تمہارے کنٹرول و قبضہ میں ہے۔ اس کے نباتات اور سبزہ زاروں کو چرواؤ اور ان وادیوں وغیرہ کے صاف ستھرے پانیوں کو استعمال میں لاؤ۔ اس شرط پر کہ تم جنس کا اقرار کرو جب کفار کے ساتھ جنگ لڑو اور مال غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں پہنچاؤ یا پانچویں وقت نماز پڑھنے کا عہد و پیمان کرو۔

اللہ تعالیٰ اور جو مومنین حاضر ہیں وہ ہمارے اس عہد و پیمان پر شاہد و گواہ ہیں۔  
اس موقع پر حضرت عمر بن مرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

(۱) العزوان اللہ اظہر دینہ  
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمایا ہے اور قرآن مقدس والی عظیم حجت و دلیل کو بنی عامر کے لیے واضح فرمایا۔

(۲) کتاب من الرحمن نوراً لجمعنا  
قرآن مقدس رحمن کی جانب سے ہمارے لیے نور ہدایت ہے جو اب موجود ہیں ان کے لیے بھی اور جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں اور جنگل و بادیر میں ہیں یا شہروں قبضوں میں ان کے بھی۔

(۳) اِلٰی خَیْرٍ مِّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی الْاَرْضِ کَلَمَہَا  
جو رہنمائی کرنے والا ہے اس ذات اقدس کی طرف جو روئے زمین پر چلنے والے تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں اور محفوظ ہیں سوکنوں کے اختلاط سے۔

(۴) اطعنا رسول اللہ لَمَّا تَقَطَّعَتْ  
ہم نے رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کی اطاعت کی جب کہ دشمنوں کے پیٹ اور سپہنیزوں کی نوک اور تلواروں کی تیز زہار سے کٹ چکے تھے۔

(۵) نَفْعَن قَبِیْلَ قَدِیْنِی الْمَجْدِ حَوْلَنَا  
ہم وہ قبیلہ ہیں کہ مجد و برتری ہمارے گرد ایک حصار قائم کر دیا کرتی ہے جبکہ جنگ میں بڑے بڑے لوگوں کی کھوپڑیاں اتاری جا رہی ہوتی ہیں۔

(۶) بنو الحرب نفرہا باید طویلة  
ہم جنگ کو لازم پکڑنے والے ہیں اور اس کی مہمانی کرتے ہیں جسے ہاتھوں کے ساتھ اور سفید چمکتی تلواروں کے ساتھ

جو صفوں میں گھس کر تباہی مچانے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

(۷) قرآنی حوالہ الانصار یحسون سر بہ  
بسم العوالی والصفاح البواتر  
اس مجد و برتری کے گرد تو ایسے مددگار پائے گا جو اس کے راستہ پر نگرانی کرنے والے ہیں گندم گوں بلند  
نیزوں کے ساتھ اور کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ۔

(۸) اذا المحرب دارت عند کل عظیمۃ  
ودارت رحاها باللیوث الهواصر  
جب جنگ کسی عظیم مشکل و مصیبت کے وقت گردش کرے اور اس کی چکی پچھاڑنے والے  
شیروں کو پس ڈالے۔

(۹) تبلیج منه اللون وازداد وجهه  
کمثل ضیاء البدر بین الهواصر  
واضح ہوئی اس سے رنگت اس مجد اور بزرگی کی اور چمک اٹھا اس کا چہرہ جیسے کہ چودھویں کا چاند غائب ہو جانے  
والے ستاروں کے درمیان چمکتا ہے۔

یا سر بن سوید کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند شہسواروں میں ایک چھوٹے لشکر کے اندر جنگ  
کے لیے بھیجا اور میری بیوی حاملہ تھی جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے کر خضر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور  
عرض کیا یا رسول اللہ یہ بچہ پیدا ہوا اور باپ اس کا لشکر میں محاذ جنگ پر ہے (حضور دعاؤں سے اس کو مشرف فرما دیں) ہر مرد  
انبیاء علیہم السلام نے اس بچے کو اپنی گود میں لیا، اس پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا اے اللہ اس خاندان کے مرد  
زیادہ فرما اور عورتیں کم۔ ان کو احتیاج و انتقام سے محفوظ فرما اور ان میں سے کسی کو بھی بھوک اور تنگدستی نہ دکھا پھر فرمایا  
کہ اس کا نام مسرع رکھنا وہ جلد از جلد اسلام میں داخل ہونے والا ہوگا اور اسلام کی ترویج و ترقی اور رفعت و سر بلندی میں  
پیش پیش ہوگا۔



## چودھواں باب

### حضرت عبد المطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا

حضرت عبد المطلبؑ سے منقول ہے کہ موسم سرما میں یمن کی طرف تجارت کے لیے نکلا تو ایک یہودی کا ہمان بنا جو زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے کہا اے عبد المطلب کیا اس بات کا اذن دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کو اچھی طرح دیکھ لوں میں نے کہا تمہوں کو دیکھنا جائز ہے مجھے اس کے دکھانے میں اعتراض نہیں ہے۔ تو اس نے مرے ناک کے تھنوں کو غلط سے دیکھ کر کہا ایک میں ملک و سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت و رسالت تو کیا تمہاری شاعت ہے میں نے حیرانی سے پوچھا شاعت کا کیا معنی؟ اس نے کہا زوجہ اور بیوی میں نے کہا اب تو نہیں ہے اس وقت آپ کی بیوی صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا اس نے کہا جو منی مکہ شریف پہنچو تو فوراً شادی کرو۔ آپ واپس ہوئے تو ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے ساتھ سلسلہ زوجیت قائم فرمایا جس سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کا تولد ہوا۔

پھر حضرت عبداللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے شادی کی جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ تو قریش کہا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ اپنے باپ پر سبقت لے گئے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس راہب نے کہا کہ دوسرے نفع میں نبوت ہے اور وہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوتا ہے بنی زہرہ کے واسطے سے ظاہر ہوگی لہذا احب واپس جاؤ تو ان میں شادی کرو۔

## پندرھواں باب

### تذکرہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ ابوطالب اور زبیر ماں کی جانب سے گئے بھائی تھے جن کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ حضرت عبد المطلب نے خراب میں دیکھا تھا کہ کوئی مجھے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ چاہو نمزم کو کھودو اور اس کی جگہ کی نشاندہی بھی کر دی جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے مخالفت کی (اور یہ ان کے مقابلہ سے قاصر تھے) کیونکہ ان کا اس وقت معاون و مددگار اگر کوئی تھا تو اکلوتا بیٹا حارث تھا۔ پلہ انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ اس عمر کو پہنچیں کہ میری مدد و اعانت کر سکیں تو میں ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کعبہ مبارکہ کے پاس ذبح کروں گا جب دس بیٹے (بفضلہ) تعلقے پیدا ہو کر جوان ہو گئے اور جناب عبد المطلب کو ان کی قوت اور زور بازو پر اعتماد و اطمینان ہو گیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو اپنی نذر سے مطلع کیا۔ سب نے راہ خدا میں قربان ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا۔ ہر ایک نے اپنا نام تیر پر لکھا پھر ان سب تیروں کو اکٹھا کر کے ہل بت کے قیم و محافظ کے حوالے کیا اور کہا کہ ان کی قرعہ اندازی کرو اور ذبح ہو جا جس کے مقدر میں ہے اس کی فال نکال کر بتا۔ قرعہ فال حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ آپ نے چھری لے کر ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ قریش کو جب اس امر کا علم ہوا تو اپنی اپنی مجالس کو چھوڑ کر فوراً ان کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ ابھی ہرگز ایسا نہ کرو بلکہ مزید تسلی و تسخنی کرو تاکہ کوئی عذر اور شک اور تردد باقی نہ رہے اور اگر یہ ممکن ہو کہ اس بچے کی جان بچ جائے اور ایفاء و نقد کی کوئی سبیل نکل آئے تو وہ صورت اختیار کرنی چاہیے۔

آپ ان کے مشورہ پر حضرت عبد اللہ کو ساتھ لیے ایک کاہنہ عورت کے پاس گئے اور صورتحال بتلائی اس نے پوچھا تمہارے خون بہا کیا ہوتا ہے اور قتل ناحق کا بدلہ کتنا مال دیتے ہو۔ آپ نے کہا دس اونٹ تو اس نے کہا۔ پھر ایسے کر دو کہ ایک طرف دس اونٹ اور دوسری طرف اپنا لخت جگر بٹھا کر قرعہ اندازی کرو۔ اگر قرعہ اونٹوں پر پڑے تو نہا ورنہ دس اونٹ اور بڑھا دو پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ علیٰ ہذا القیاس جب قرعہ اونٹوں کے نام نکلے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی قربانی پر راضی ہو جائے گا اور تمہارے بیٹے کے ذبح سے درگزر فرما دے گا۔

اس کے کہنے پر حضرت عبد اللہ اور دس اونٹ کعبہ کے قریب قربانی کی غرض سے لائے گئے اور قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ اندازی کی تو پھر حضرت عبد اللہ کا نام نکلا اور دس اونٹ بڑھا دیے حتیٰ کہ اس طرح دس دس کا اضافہ کرتے کرتے نوبت سوا اونٹ تک جا پہنچی اس وقت ان کو ذبح کر دیا گیا اور کھلے



عام چھوڑا گیا تاکہ ہر چیز اپنا اپنا مقدر اور حصہ ان میں سے وصول کر لے انسان بھی اور درندے بھی۔  
 (اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی برکت سے تمام انسانوں کا خون گراں اور قیمتی ہو گیا کیونکہ اسلام میں بھی وہی  
 دیت و خیر بہا برقرار رکھا گیا اور قیامت تک یہی حکم باقی رہے گا۔)

## سولہواں باب

### حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج

جب حضرت عبداللہ کی طرف سے سوانط ذبیح کیے گئے اور سارے عرب میں ان کا شہرہ اور آواز بلند ہوا، تو ایک دن وہ جناب عبدالطلب کے ہمراہ ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ پر گزرے جو کہ ورقہ (بن نوفل) کی بہن تھیں تو اس نے کہا اسے عبداللہ کہاں جاتے ہو انہوں نے کہا اپنے باپ کی ہمراہی ہیں جدھر وہ جائیں گے میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں۔

اس نے کہا مجھ سے اتنے اونٹ لے لو جو تمہاری ذات پر بطور فدیہ قربان کیے گئے تھے اور مجھے اپنی بیوی بنا لو۔  
 آپ نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں اور ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبدالطلب ان کو ہمراہ لیے سیدھے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس پہنچے اور ان کی محنت بھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جب زفاف ہوا تو (نور مصطفیٰ علیہ التیمۃ والتناہ) حضرت عبداللہ سے منتقل ہو کر حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں جلوہ گر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ گھر سے نکلے اور ام قتال سے کہا تو نے جو دعوت نکاح و تزویج دی تھی وہ مجھے قبول ہے۔ لہذا مجھ سے نکاح کر لے۔ انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی تو آپ نے پوچھا بات کیا ہے کل خود پیش کش کر رہی تھی اور آج اس اعراض و رد گردانی کا مظاہرہ کر رہی ہو تو اس نے کہا وہ نور جو تیری پیشانی میں چمکتا تھا اور جس کی والدہ بننے کی تمنا پر میں اتنے اونٹ بھی پیش کرنے کو تیار تھی وہ تجھ سے جدا ہو گیا ہے۔ لہذا اب مجھے تمہارے ساتھ نکاح و تزویج میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

ام قتال کے اس علم و معرفت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے بھائی ورقہ بن نوفل نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور

کتب سہادیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان کو اس مطالعہ سے ہی معلوم ہوا تھا کہ اس امت میں اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ ام قتال نے اپنے بھائی سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق معلوم کر لیا کہ آخر الانبیاء علیہ العتہ والنساء کے والد گرامی یہی ہیں اور ان کی پیشانی میں جس نور کا ظہور ہے وہ اسی نور عظم ہی کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ہوئے بنی زہرہ کے ہاں جا رہے تھے تاکہ وہاں ان کی شادی کی جائے۔ تو راہ میں ایک کامنہ پران کا گزر ہوا جس کو فاطمہ بنت مر کہا جاتا تھا اور اصل تباہ سے تھی۔ کتب قدیمہ کو بھی پڑھا کرتی تھی (جس سے اس کو نبی آخر الزمان کی علامات ظہور و خروج کا پوری طرح علم تھا) جب حضرت عبداللہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی اور اس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دیکھیں تو کہنے لگی اے جوان کیا تو میرے ساتھ موافقت پر آمادہ نہیں ہو رہا میں سوانٹ بھی پیش کروں گی تو آپ نے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالملات دونہ۔ والحلل لا یحل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تبغینہ۔

فصل حرام سے تو حدت بھلی ہے لہذا نامکون ہے حلال طریقہ (نکاح) کی بھی کوئی صورت نہیں تا وقتیکہ میں اچھی طرح صبح بچا نہ کروں اور (والد کی رضا و رغبت بھی حاصل نہ ہو) لہذا جو تو چاہتی ہے وہ بات نہیں ہونے کی پھر اسے اسی حسرت و ارمان کی حالت میں جھوڑ کر چل دیے۔

ابوالفیاض سے مروی و منقول ہے کہ حضرت عبداللہ کا قبیلہ خثعم کی ایک عورت فاطمہ بنت مر پر گزر ہوا جو کہ عورتوں میں سے سب سے خوبصورت، شکل و شباهت میں سب سے برتر اور عفت و پاکدامنی میں سب سے بڑھ کر تھی اس نے کتب قدیمہ کا مطالعہ کیا تھا اور قریش کے لوگ اس کے پاس جاتے اور مختلف معلومات حاصل کرتے۔ جب حضرت عبداللہ کو دیکھا اور ان کے چہرہ میں موجود نور نبوت کا نظارہ کیا، پوچھا اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے اپنا تعارف کر لیا اس نے کہا اگر میرے ساتھ نکاح اور موافقت کو پسند کرو تو میں سوانٹ بھی دینے کو تیار ہوں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالملات دونہ۔ والحلل لا یحل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تبغینہ۔

حرام کاری کے ارتکاب سے تو میں مر جانے کو ترجیح دوں گا اور حلال و جائز صورت بھی نظر نہیں آتی تاکہ میں اس پر غور و فکر کروں۔ لہذا جو نیت و ارادہ تمہارا ہے اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

پھر حضرت آمنہ بنت وہب کے پاس گئے اور انہیں کے ہاں رہے حتیٰ کہ نور نبوت ان کی طرف منتقل ہو گیا پھر آپ کو خثعم کی پیش کش قبول کرنے کا خیال آیا اس کے پاس آئے تاکہ نکاح کے ساتھ ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں مگر اس کی طرف سے کوئی گرجوشتی اور نکاح و تزویج میں رغبت نظر نہ آئی تو خود ہی بولے جو پہلے تو نے کہا تھا اگر اب رغبت ہو تو میں آمادہ ہوں اس نے کہا ایک وقت یہ خیال تھا لیکن اب تو نہیں ہے۔



اس نے پوچھا یہاں سے جا کر کیا کیا آپ نے کہا اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے مباشرت کی۔ اس نے کہا میں کوئی بدکار عورت نہ تھی کہ بُرائی کی دعوت دیتی ہیں نے تو تیرے چہرہ میں نورِ نبوت کو دیکھا دل چاہا کہ وہ نور میرے مقدر میں ہو مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی تھا کہ اُسے وہاں پہنچا دیا ہے جب قریش کے جوانوں کو فاطمہؑ شیمہ کی حضرت عبداللہؑ کو پیش کش کا علم ہوا اور ان کے انکار و اعراض کا تو انہوں نے اس معاملہ میں اس کے ساتھ بات چیت کی تو اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھ کر ان کو خاموش کر دیا ہے

(۱) اِنِّی رَاِیْتُ مَحْمِلَہٗ بَلِغْتَ قَتْلًا تَحْنٰتِہٗا الْقَطْرَ

میں نے برسنے والی بدلی کو دیکھا جو برسنے کی حد کو پہنچی ہوئی تھی پس وہ چکی مگر مصائب و آفات کے سُرخ خونیں مشکوں کے ساتھ۔ یعنی مجھے خون کے آنسوؤں لگ گئی بلکہ خون کا سیلاب آنکھوں سے بہا گئی۔

(۲) فَلَمَّا تَنٰہَا لَوْرًا یَضِیْ لَہٗ مَاحُولَہٗ کَا ضَاۃِ الْفَجْرِ

میں نے اس برسنے والی بدلی کو نورانی حالت میں دیکھا جو ان کے لیے ارد گرد کو یوں روشن کیے ہوئے تھی جیسا کہ سپیدہ سحر ظلمت شب کو نور سے بدلتا ہے۔

(۳) وَرَاِیْتِہٖ شَرَفًا الْبُوْبَہٗ مَا کَلَّ قَادِحٌ ذَنْدَہٗ یُوْرَی

میں نے عظمت و برتری کا بندر پہاڑ دیکھا تو اس کی پناہ لینے کی خواہش کی لیکن ہر وہ شخص جو حقائق پتھروں کو باہم رگڑ کر آگ حاصل کرنا چاہے ضروری نہیں کہ اپنے مدعا کو پاکے اور آگ جلا سکے۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور اس نے یہ اشعار بھی کہے۔

(۱) بَنِیْ ہَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ اَخِیْکَہٗ اَمِیْنَۃٌ اِذْ لِلْبَاۃِ یَعْتَلِمٰنِ

اے بنی ہاشم آمنہ نے تمہارے بھائی کو جبکہ وہ وقار اور مجامعت کے لیے چارہ سازی کر رہے تھے اس طرح کر دیا ہے اور اس حال میں چھوڑا ہے۔

(۲) کَمَا غَادَرِ الْمَصْبَاحُ بَعْدَ خَبْوَہٗ فَتَاطَلَتْ قَدْ مِیْشَتْ لَہٗ بَدَہَا نَ

جیسا کہ بتی بجھ جانے کے بعد اس قلیلہ کے ساتھ کرتی ہے جو تیل سے تر کر کے بتی روشن کرتے وقت رکھی جاتی ہے یعنی وہ اس کی تری کو کلیتہً جذب کر لیتی ہے اور بجھنے پر اس کی سرخی کو سیاہی سے بدل دیتی ہے۔

اس کے اپنے لفظ یہ ہیں قَدْ کَانَ ذَا لَکَ مَرَّةً فَا لَیَوْمَ لَا جَوَابَ مَرْبِ الْمَثَلِ بَنِیْ گئے ہیں اور رائے کی تبدیلی متناؤں اور آرزوں کا اختتام بیان کرتے۔ قَدْ اِنْ کُوَا سْتَمَالَ کِیَا جَا تَا ہِے (ابن الجوزی)

(۳) وما کُلُّ ما یحوی الفی من تلادہ بحزم ولا ما فاتہ لتوانی  
حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہر وہ مال اور نعمت جو عرصہ دراز تک کسی کے پاس رہنے والی ہو اسے جہاں ہمت لوگ  
اپنی ہوشیاری سے جمع کرتے ہیں اور نہ وہ جو  
مضرب آسکے وہ ان کی سستی و کاہلی کا نتیجہ ہے (بلکہ ہر ایک  
مضرب اپنا مقدمہ حاصل کر سکتا ہے)

(۴) فاجعل اذا طالبت امر فانه سیکفیکہ خدان یصطرعان  
جب تو کسی امر کا طلبگار بنے تو پھر حسن طلب سے کام لے کیونکہ اس کے حصول میں تجھے دو حصے اور نصیب  
کفایت کریں گے جو باہم متعارض ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے۔

(۵) مستکفیکہ افاید مقفعلہ و افاید مبسوطہ ببنان  
یا تجھے کفایت کرے گا اس مقصد و طلب میں وہ ہاتھ جو منقبض ہے اور ضعیف و ناتواں ہے (کیونکہ تجھ سے  
تیرا مطلوب چھین نہیں سکے گا) اور یا وہ ہاتھ جو لمبی انگلیوں اور دراز پوروں والا ہے (اگر تیرے لیے دراز بن جائے تو)  
(۶) ولما قضت منه امینۃ ما قضت نبا بصری عنہ و کل لسانی

اور جب حضرت آمنہ نے ان سے (حضرت عبداللہ سے) اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو میری آنکھ ان سے دور ہو گئی۔  
کیونکہ سابقہ کشش باقی نہیں رہی تھی اور وہ رونق و بہارِ جبینِ اقدس آگے منتقل ہو چکی تھی (اور ابوقت دعوت میری زبان  
گنگ ہو گئی) اور اجابت سے قاصر رہی)

## سترھواں باب

### حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو دورانِ حمل پیش آمدہ واقعات و کیفیات

(۱) وہب بن ربیعہ کی بھوپھی روایت کرتی ہیں ہم یہ سنا کرتے تھے جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا  
عالمہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے کوئی پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں یا نہیں نہ کوئی بوجھ اور ثقل محسوس ہوا اور نہ تسلی وغیرہ  
جیسے کہ عورتوں کو اس دورانِ یہ حالتیں پیش آتی ہیں صرف اتنا ہوا کہ حالتِ حیض منقطع ہو گئی اور مجھ اس پر حیرانی ہوئی تھی۔  
(کیونکہ علامتِ حمل بھی کوئی نہیں تھی اور حالتِ حیض بھی باقی نہیں رہی تھی) تو سو سو رات کی ایک رات کو جب کہ میں نیند اور



میں یوں کہا کہ مجھے تو علم نہیں ہے۔ اس نے کہا تو اس اُمت کے سردار اور نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہے تو یہ بھی وہ علامت جس سے مجھے حاملہ ہونے کا یقین حاصل ہوا پھر وہ مژدہ دینے والی شخصیت میرے پاس اتنے وقت تک نہ آئی جب تک کہ ولادت کا وقت قریب نہ آیا۔ جب وہ وقت قریب آیا تو پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تو اس طرح کہہ۔ اَعِيْذَا بِالْوَحْدَانِ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ۔ میں اپنے اس لختِ جگر نورِ نظر کو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر اس شخص کے شر سے جو کہ حسد کی آگ میں مبتلا ہے۔

آپ فرماتی تھیں میں ہمیشہ یہ درد کرتی رہتی تھی جب میں نے اپنی تعلق والی عورتوں سے اس امر کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے گلے اور بازوؤں میں لوسے کی بنی کوئی چیز پہن لو جب میں ایسی کوئی شے پہنتی تو چند دن نہ گزرنے پاتے کہ وہ کٹ کر گر جاتی تو میں نے ان اشیاء کو ترک کر دیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اُن کے ساتھ حاملہ ہونے سے لے کر ولادت تک کوئی مُشقت اور تکلیف محسوس نہیں کی اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں ان کا نام احمد رکھوں۔

## اٹھارہواں باب

### وفاتِ حسرت آیات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جبکہ کسریٰ نوشیرواں کے ملک و حکمرانی کو چوبیس سال گزر چکے تھے۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ تزویج ہوا اور ابھی سردارِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا۔

ایوب بن عبدالرحمن سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے قافلہ ماے تجارت میں سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف نکلے۔ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو واپسی پر مدینہ طیبہ پر گزر ہوا۔ حضرت عبداللہ ان دنوں بیمار تھے، قافلہ کی ہمراہی سے معذرت کی اور کہا کہ میں چند دن اپنے احوال (نہیال) بنی عدی بن نجار کے ہاں ٹھہر تا ہوں۔ آپ وہاں ایک ماہ تک بیماری کی حالت میں رہے اور دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ نے اُن کے متعلق رفقائے سفر سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ اپنے نہیال ٹھہر گئے ہیں اور ہم نے اُن کو بیماری کی حالت میں چھوڑا ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا کہ آپ

کی حالت دریافت کریں اور ہمراہ لائیں مگر وہ پہنچے تو آپ کا وصال ہو چکا تھا اور وارثانہ میں ان کو دفن کیا جا چکا تھا اور نابغہ بنی حدی بن النجار میں سے تھا، حارث لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے اور ان کی وفات حسرت آیات کی خبر عبدالمطلب کو سنائی تو وہ سخت غمگین ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں تھے کہ یتیم ہو گئے اور حضرت عبداللہ کی عمر شریف ابھی صرف پچیس سال تھی۔

واقعی نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعد ایک نوٹھی ام ایمن، پانچ اونٹ اور ایک گلمہ بھڑ بکریوں کا چھوڑا تھا۔ یہ جملہ اشیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت اور تصرف میں آئیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ہوا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

## انیسواں باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ربیع الاول کی دوراتیں گزرنے کے بعد یعنی تیسری تارخ کو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارہویں رات کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عام الفیل میں ولادت شریف ہوئی (ابرہہ کی بیع اپنے ہاتھی کے آمد و ہلاکت التوار کے دن ہوئی جب کہ محرم کے تیرہ دن بقایا تھے اور پہلی محرم جمعہ کے دن بختی دینی بستر محرم کو) اور ادھر نوشیرواں کی تخت نشینی اور حکمرانی کو بیالیس سال ہو چکے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس مکان کے اندر ہوئی جو اب محمد بن یوسف ثقفی یعنی حجاج کے بھائی کے نام پر مشہور و معروف ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ گھر بعد از ہجرت عقیل بن ابی طالب کو حبس کر دیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کے تصرف میں رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے محمد بن یوسف کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر اس نے نئے سرے سے اپنا وہ مکان تعمیر کیا جس کو دار محمد بن یوسف کہا جاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بھی اس میں شامل کر دیا۔ بعد میں خیرزان نے اس کو الگ کیا اور وہاں مسجد بنائی جس کے اندر (بطور تبرک) نماز پڑھی جاتی تھی۔



حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوچا کہ دن روزہ رکھنے کے متعلق دریافت کیا کہ آپ اس دن میں روزہ کیوں رکھتے ہیں تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر وحی نازل ہوئی اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا (رواہ مسلم ولفردہ) ابن اسحق نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل (ہاتھی والے سال یعنی ابراہیم کی ہلاکت اور اس کے لاؤشکر کی بربادی والے سال) میں ربیع الاول کی بارہویں رات کے بعد ہوئی۔

زہری سے منقول ہے کہ عام الفیل کے دس سال بعد آپ نے خالکدن عالم میں قدم ریزہ کیا یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کی آٹھویں کو انق بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوع ہوئے جب کہ نسیان (شمسی مہینہ کا نام) کی دسویں تاریخ تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مضبوط تو انا لڑکا تھا یعنی سات آٹھ سال کا تو ایک یہودی کو صبح سویرے مدینہ منورہ میں زور زور سے چلاتے ہوئے سنا وہ پکار رہا تھا اے گروہ یہود۔ اے گروہ یہود جب وہ سارے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تو پوچھا تیرے لیے ہلاکت ہو کیا ہوا اور کیوں ہمیں بلاتا ہے؟ اس نے کہا وہ ستارہ جس کا طلوع احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت پر علامت و دلالت تھا وہ آج رات طلوع ہو گیا ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ یہودی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد کے وقت ہر بھی موجود تھا مگر براہِ جسد و غنا و کفر و ضلالت کی گھاٹی میں جا کر اور شرف باسلام نہ ہوا۔

حضرت حسان بن ثابت سے ہی مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارغ نامی ٹیلہ پر موجود تھا کہ ناگاہ بہت تیز اور بلند ترین آواز میرے کان میں پڑی غور کیا کہ آواز کدھر سے آتی ہے تو ایک یہودی مدینہ طیبہ کے بلند ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا سب لوگ دوڑ کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تجھے کس مصیبت نے آلیا ہے کیوں چلا رہا ہے۔ بولایا ستارہ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء والا ہے جو طلوع ہو چکا ہے یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی تشریف لانے والے ہیں۔ لوگوں نے اس پر ہنسنا شروع کیا اور اس کی بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔

# میسوال باب

## قصہ فیل و ابرہہ

علماء سیرت نے فرمایا کہ ابرہہ نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا اور اس کو آرائش و زیبائش کے لحاظ سے کیتائے روزگار بنادیا اور کہنے لگا کہ میں تجا ج عرب کو جب تک اس کی حج و زیارت پر آمادہ نہ کر لوں دم نہیں لوں گا۔ جب اہل عرب کو معلوم ہوا کہ وہ بد بخت کعبہ شریف کی عزت و حرمت لوگوں کے دلوں سے ختم کرنا چاہتا ہے تو ان میں سے ایک شخص وہاں پہنچا اور اس مصنوعی کعبہ میں قفلے حاجت کر دی (تاکہ جب لوگ اس کی زیارت کو آئیں تو یہ منظر دیکھ کر پھر کبھی ادھر منہ نہ کریں) جب ابرہہ کو اس حادثہ کا علم ہوا تو غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور قسم کھائی کہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر کعبہ کو نغزو بالند مسمار کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا (تو باہر ہی پڑاؤ ڈالا) اور قریش کے مال مولیٰ جو ہاتھ آئے وہ لوٹ لیے اور اپنے ایک مصاحب کو کہا کہ لوگوں سے دریافت کرو کہ اہل مکہ کا سردار کون ہے؟ پھر اس کو میری طرف سے کہو کہ تم ہمارے ساتھ حرب و قتال کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو (خاکم بدین) اس گھر کو گرانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کو عبد المطلب کے متعلق بتلایا گیا کہ قوم قریش کے سردار اور بیت اللہ کے محافظ و خادم یہ ہیں تو ابرہہ کے مصاحب نے حضرت عبد المطلب کو اس کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا بخدا ہم نہ تو ابرہہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر اتنی قوت و طاقت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا باعزت و باکرامت گھر ہے اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے اگر وہ خود حفاظت فرمائے تو وہ اس پر قادر ہے اور حفاظت کرے گا بھی۔

حضرت عبد المطلب کو ابرہہ کے پاس لے جایا گیا اس نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور پوچھا کوئی حاجت و غرض ہو تو بتلاؤ تو آپ نے کہا ہمارے دو صد اونٹ جو تو نے لوٹ لیے ہیں وہ واپس کر دے۔ ابرہہ نے ان کا جواب معلوم کر کے ترجان سے کہا کہ ان کو میری طرف سے کہہ کہ میں نے تمہیں دیکھا تو وہ جاہلیت و شوکت اور عظمت و مہمیت کی وجہ سے حیران ہو گیا۔ مگر تمہارا جواب سن کر (سارا تاثر غلط ثابت ہوا) اور میری رعیت ختم ہو گئی تب ہے کہ دو سو اونٹ کا مطالبہ کرتے ہو اور وہ گھر جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے اسے نظر انداز کر رہے ہو حالانکہ میں تو اس کو گرانے کے لیے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا میں ان اونٹوں کا مالک ہوں (اس لیے ان کا مطالبہ کر رہا ہوں) اور اس گھر کے مالک ہم نہیں ہیں نہ وہ ہماری حفاظت اور پناہ میں ہے (بلکہ ہم اس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں) اس کا مالک اور ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا۔



حضرت عبد المطلب ابرہہ کے پاس سے اٹھے قریش کے پاس آئے اور ان کو مکہ کمرہ سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کا حکم دیا تاکہ ابرہہ کا لشکر ان پر ظلم و تعدی کی زنجیر نہ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور یہ کہا۔

یارب لا ارجو لھم سوا کا یارب دامنع منھم حما کا  
اے رب کریم میں قریش کی حفاظت و نگرانی کے لیے تیرے سوا اور کسی سے امیدوار نہیں ہوں۔ اے رب کریم ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو اپنی حمایت سے محروم فرما۔

ان عدد البیت من عادا کا امنعمہم ان یخر بوا فنا کا  
بیشک بیت اللہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے لہذا ان کو اپنے گھر اور اس کے ماحول کو خراب و برباد کرنے سے خود روک۔

اور بارگاہ خداوندی میں یہ بھی عرض کیا۔

لاھم ان المرء یمنع رخلہ لاھم ان المرء یمنع رخلہ  
اے اللہ العالمین ہر فرد اپنے گھر کی اور ساز و سامان، لباس و پوشاک کی حفاظت کرتا ہے۔ لہذا تو بھی اپنے گھر اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت فرما۔

لا یغلبن صلیبہم لا یغلبن صلیبہم  
ان کی صلیب اور قوت و طاقت کل کو تیری قوت و طاقت پر کسی طرح غالب نہ آئے۔ یا ان کی چالاکی اور کرد و فریب تیری چارہ سازی پر غالب نہ ہو۔

والفیل کی یسبرا عیالک جردا جموع بلادھم  
انہوں نے اپنے علاقوں اور شہروں کے سارے لشکر اور ہاتھی جمع کیے ہیں تاکہ تیرے گھر میں پناہ لینے والوں کو قیدی بنالیں اور ان کو بے عزت و خوار کریں۔

جہلا و مارقبو جلا لک عمد و احماک بکیدھم  
تیرے محفوظ و مقدس مقام کی طرف اپنے کرد و فریب اور ناپاک عزائم کے ساتھ بڑھے ہیں اپنی نادانی اور ناگفتا اندیشی کی وجہ سے اور تیرے جلال کو ملحوظ نہیں رکھا۔

ان کنت تارکھم و کعبتنا فامرنا بدالک  
اگر تو ہمارے کعبہ کو ان کے حوالے کر دے اور ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو بڑی عیب بات ہے۔ مگر جو تیری مرضی ہو اور جو تجھے پسند ہو۔



ادھر حضرت عبدالملک بارگاہ رب کریم میں دعا و زاری کر رہے تھے ادھر ابرہہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اپنے استثنائی سرکش ہاتھی کو تیار کیا۔ نفیل بن حبیب خثعمی آئے اور ہاتھی کے کان میں کہا۔  
اے محمود! ہاتھی کا نام (بیٹھ جا اور آگے قدم مت بڑھا۔ بلکہ جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے بلد حرام میں ہے) اور یہاں خو خوری و خونریزی اس مالک کو پسند نہیں ہے) ہاتھی یہ حکم سن کر بیٹھ گیا۔  
نفیل تو ہاتھی کو یہ پیغام سنا کر وہاں سے تیزی کے ساتھ پہاڑ کی طرف نکل گئے اور ابرہہ اور اس کے شکری اس کو مار پیٹ نکلے مگر وہ اٹھے کا نام نہ نہیں لیتا تھا۔ یمن کی طرف کوچ کے لیے تیاری کرتے ہیں تو دودھ لگتا ہے اور جب مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو بیٹھ جاتا ہے رہا ہاتھی کے ساتھ ان کی یہ دھینگا مشتی اور زور زوری جاری ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈ بھیج دیے۔ ہر پرندے کے پاس تین لنگریاں تھیں۔ ایک کو چروخ میں اٹھائے ہوئے تھا تو دودھ کو پاؤں میں۔ بظاہر وہ لنگریاں چنے کے دانے بلکہ سور کے دانے کے برابر تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ تاثیر رکھی تھی کہ جس کو لگتیں موقع پر ہی ہلاک ہو جاتا۔

جب ان لنگریوں کی بوجھاڑ دیکھی تو اسی راہ پر جان بچانے کے لیے بھاگ کر پہنچے جس پر چل کر یہاں آئے تھے مگر اب بچنے کی صورت کہاں تھی کوئی میدانی علاقہ میں تباہ ہوا اور کوئی پہاڑوں میں پہنچ کر۔  
ابرہہ کے جسم میں ایک ہلک مرض پیدا ہو گیا جس سے اس کی انگلیاں گل کر گئیں جب اس کو واپس ہنعمائیں لے کر پہنچے تو وہ ضعف و لاغر کی وجہ سے چوزے کی مانند چوکا تھا حتیٰ کہ اس کا سینہ چاک ہوا دل باہر آگیا اور اس دولت رسوائی کے ساتھ اہل عالم کے لیے ہزاروں عبرتوں کا سامان چھوڑ کر واصل جہنم ہوا اور یہی وہ سال تھا جس میں محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا آفتاب نبوت و رسالت افق انسانیت پر جلوہ گر ہوا (اور انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ اور حرم پاک مکہ مکرمہ کو محفوظ فرمایا۔ یہ امر خارق للعادة ارباص کلمات ہے اور اس میں آپ کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت پر واضح دلیل اور بین برہان موجود ہے)۔

الغرض ابرہہ اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوا اور ان کی تباہی و بربادی کا بیشتر لوگوں نے مشاہدہ کیا جن میں حکیم بن حزام جو طیب بن عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت بھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی ہے۔ ساٹھ ساٹھ سال تو زمانہ جاہلیت میں گزرے اور بقیہ ساٹھ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں نور ایمان سے منور ہو کر گذرے اور شعراء نے اپنے اشعار میں اپنے ان مشاہدات کو بیان کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک نفیل بن حبیب ہیں جو زمانہ جاہلیت کے شاعر ہیں اور انہیں جیشہ (ابرہہ اور اس کے لشکریوں) نے گرفتار کر رکھا تھا تاکہ مکہ مکرمہ کا راہ بتلا میں تو وہ ان سے جیلہ گری کے ساتھ

بھاگ گئے۔ وہ کہتے ہیں۔

الا ددی رکائبنا ددینا نَعِمْنَا كَمَا عَلَيَّ الْهَجْرَانِ عَيْنَا  
اے روینہ (عورت کا نام ہے) ہماری سواریوں کو ہماری طرف لٹا دو۔ ہم نے ہجر و فراق پر رضا مند ہو کر تمہاری  
آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

فَانْكَثُ لَوْرَايْتِ وَلَئِنْ تَرَيْدِ لَدَائِيْ جَنْبَ الْمَحْصَبِ مَا رَايْنَا  
اے کاش تو دیکھتی اور اب تو ہرگز نہ دیکھ سکی گی وہ منظر عجیب اور قدرت خداوندی کا عظیم نمونہ جو ہم نے  
واویٰ محصب کے پہلو میں دیکھا۔

حَمْدُ اللَّهِ اِذْ عَايَنْتُ طَيْراً وَخَفْتُ حَجَارَةً تَلَقَّى عَلَيْنَا  
میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالایا جب کہ پرندوں کو حملہ آور دیکھا اور خوفزدہ بھی تھا کہ کہیں ہم بھی ان کی زد میں نہ آجائیں۔  
وَكُلُّهُمُ يَسْأَلُ عَنْ نَفِيلٍ كَانِ عَلَى لَحْشَانِ دِينَا  
اور ان میں سے ہر ایک نفیل (یعنی میرے متعلق) دریافت کرتا ہے گویا کہ ان جیشیوں کا مجھ پر کوئی قرض ہے۔  
جس میں میں ماخوذ ہوں۔

امید بن ابی الصلت نے اس واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا۔

(۱) اِنَّ آيَاتِ رَبِّنَا بَيِّنَاتٌ مَا يَمَارِي فِيْهِنَّ اِلَّا الْكَفُوْرُ  
ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کی آیات و دلائل قدرت واضح ہیں جن میں سوائے کافر اور انتہائی شکر گزار کے  
کوئی شک و تردید کی مجال نہیں رکھتا۔

(۲) حَبَسَ الْغَيْلَ بِالْمَغْسِ حَتَّى ظَلَّ يَحْبُوْكَ كَاَنَّهُ مَعْقُوْرٌ  
اس نے ابرہہ کے سرکش ہاتھی کو مقام مغس میں روک دیا اور وہ گھٹنوں کے بل یوں چلنے لگا جیسا کہ اس  
کے پاؤں کاٹ دیے گئے ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس ہاتھی کے قائد (آگے چلنے والے) اور سائیں (پچھے  
سے ہانکنے والے) دونوں کو مکہ مکرمہ میں دیکھا وہ آنکھوں سے محروم تھے اور پاؤں سے معذور و لے لنگڑے۔ لوگوں سے  
ہلک مانگ کر گزراوقات کرتے تھے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔ ہاتھی اور ہاتھی والے اور اس کے شکر کی نیت باجی و بربادی اور تذلیل و رسوائی اور وہ بھی ابابیل  
جیسے ضعیف و ناتواں پرندوں کے ذریعہ اور معمولی مقدار والی لنگڑیوں کے ساتھ (اللہ رب العزت کی قدرت پر عظیم برہان  
اور واضح دلیل ہے جس نے ابابیل کو اس مقصد کے لیے مسخر و پابند فرمایا اور یہ سب کچھ محض قریش کی نصرت و امداد کے



یہ نہ تھا کیونکہ وہ کافر تھے اور کوئی کتاب و صحیفہ آسمانی اپنے پاس نہ رکھتے تھے بخلاف حبشہ کے کدوہ صاحب کتاب تھے اور آسمانی مذہب کے قائل تھے یہ کرم اور نظر عنایت کسی اپنے محبوب شخص کے لیے فرمائی اور وہ غضب و قہر اپنے مبغوض افراد کے لیے فرمایا اور کس شخص پر یہ معنی رہ سکتا ہے کہ کس کی خاطر یہ انعام و احسان فرمایا فقط اور فقط محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التیمتہ والثناء کی خاطر اور انہیں کے طفیل و صدقہ میں۔ واللہ و صلے اللہ علیہ حبیب الکریم و آلہ الطہرین الطاہرین و اصحابہ اکابرین و الواعیلین۔

## ایک سوال باب

### وقت ولادت مصطفیٰ علیہ التیمتہ والثناء میں ظہور آثار و کرامات

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جس رات اپنے تخت جگر اور نور نظر کو جنم دیا ایک عظیم نور دیکھا جس کی بدولت شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے محاض اور زمیگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آگئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ مجھ پر گرنے پڑیں جب میں نے ان کو جنم دیا تو ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے وہ مکان و حجرہ روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا۔

حضرت شفا جو کہ عبدالرحمن بن عوف کی والدہ ماجدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا اور آپ میرے ہاتھوں پر آئے تو آپ نے آواز بلند فرمائی جیسا کہ وقت ولادت بچے آواز نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے ہوئے سنا۔ رحمک ربک تمہارے رب کریم تم پر رحم فرمادیں۔

حضرت شفا نے فرمایا مجھ پر افق مشرق و مغرب کا مابین اور تمام روئے زمین روشن ہو گیا حتیٰ کہ شام کے بعض محلات اپنی آنکھوں سے دیکھے پھر میں لیٹ گئی مگر تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے تاریکی و تیرگی اور رعب و خوف معلوم ہونے لگا اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے نظر آنے لگے پھر ایک نور دائیں جانب سے دکھائی دیا اور یہ آواز سنائی دی کہ اس محبوب مولود کو تو کہاں لے گیا ہے دوسری طرف سے جواب آیا مغرب کی سمت پھر دوبارہ مجھ پر تاریکی و ظلمت اور موعوبیت و خوفزدگی والی حالت اور رونگٹے کھڑے ہونے والی کیفیت طاری ہوئی تو بائیں جانب سے ایک نور نمودار ہوا اور آواز آئی تم اس مولود و مسود کو کہاں لے گئے ہو تو جواب آیا کہ میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا ہوں۔



یہ واقعہ میرے دل پر نقش رہا حتیٰ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں ان لوگوں میں شامل ہو گئی جو سب سے پہلے دولت ایمان و اسلام سے مالا مال ہوئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ان کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھنے لگے پھر مٹی کی مٹھی لی اور سجدہ کی طرف مائل ہوئے۔ وقت ولادت آپ ناف بریدہ تھے میں نے ان پر پردہ وستر کے لیے مضبوط پردہ ڈالا مگر کیا دیکھتی ہوں کہ وہ پھٹ چکا ہے اور یہ اپنا انگوٹھا چوس رہے ہیں جس سے دودھ کا نوارہ بھوٹ رہا۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت ایک یہودی شخص موجود تھا جس وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس نے صبح دریافت کیا اے جماعت قریش آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس نے کہا (نہیں تحقیق کرو ہماری کتب میں جو کچھ مرقوم و منقول ہے اس کی رو سے) آج رات نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم متولد ہوئے ہیں۔

قریش اس کی بات سن کر گھروں کی طرف گئے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج رات حضرت عبدالمطلب کے خاندان میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے تو بتلایا گیا ہاں۔ انہوں نے جا کر یہودی سے کہا کہ حقیقت حال وہی ہے تو بتلائی تھی (وہ بولا کہ اب نبوت بنی اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی اور بنی اسماعیل علیہ السلام اس سے مشرف کر دیے گئے ہیں) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التہنۃ والثناء نے فرمایا کہ میری لائے یوں ملاحظہ فرمایا گویا کہ مجھ سے ایک عظیم نور نمودار ہوا ہے جس کی ضیا پاشیوں سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التہنۃ والثناء جب والدہ ماجدہ سے متولد ہوئے تو انہوں نے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک بڑا برتن (دیگ برہ) اوپر دے کر چھپا دیا مگر وہ فوراً دو ٹکڑے ہو کر الگ ہو گیا اور آپ آنکھیں کھولے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہب بن زمعہ کی بھوپھی سے مروی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو خوشخبری سننے کے لیے آدمی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا جب کہ وہ عظیم ہیں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر افراد قریش بھی موجود تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لحنت بگڑ نور نظر کے تولد مبارک کی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود اس نور اقدس سے منور ہونے کی ان کو اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔

فوراً وہ بھی اور ان کے ہم نشین بھی اٹھے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ آپ نے جو کچھ بوقت ولادت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات دیکھا تھا ان سے بیان کیا اور جو کچھ انہیں اشارات و بشارات سنائی دی تھیں کہ سنائیں تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اٹھایا اور کہنے مبارکہ کے اندر سے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے اور اس کے کرم اور ذرہ پروردی کا شکریہ ادا کرتے رہے۔



ابن واقد کہتے ہیں کہ مجھے یوں خبر دی گئی کہ حضرت عبدالملک نے اس دن بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔  
الحمد لله الذي اعطاني هذا الغلام الطيب الاردان  
سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباس اور منزہ ذات والا مقدس  
پوتا عطا فرمایا ہے۔

قد ساد في المهد على الغلمان  
اعينه بالبيت ذي الاركان  
جو بنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں میں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان  
اور اطراف و اکناف ولے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حتى اراه بالغ البنیان  
اعينه من شر ذي شأن

من حاسد مضطرب العیان  
حتی کہ میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل اور مضبوط و توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہہ و دشمنی کے شر  
سے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اور اس حاسد کے شر سے جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے چین و  
بے قرار ہیں۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ولادت ختمہ شدہ تھے اور مسکرا رہے تھے آپ  
کے جد امجد نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا میرے اس بیٹے کی عجب شان ہوگی اور اسی پر عجب شان اور عجب مقام ان کو  
نصیب ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم ظاہر  
ہوئے تو کوہ البقیع کے جن کو مقام جحون (جس کے نیچے قبرستان ہے اور قریش اس مقام پر اپنے کپڑے دھو کر کھایا  
کرتے تھے) کے جن نے سید انس و جان علیہ السلام کی بشارت ولادت دیتے ہوئے یوں کہا۔

ناقسم انی من الناس النجبت  
ولا دلت انی من الناس واحدة

میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی عورت انسانوں میں نہ خود اتنی سعادت مند ہے اور نہ ہی کسی نے اتنے سعادت مند اور  
نجیب و شریف کو جنم دیا ہے۔

كما ولدت زهرية ذات مفرح  
نجية من ذوم القبائل ماجده

جیسا کہ بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والی قابل صد افتخار امتیازی اوصاف کی مالکہ قبائل کی ملامت اور طعن و  
تشبیہ سے منزہ و مسرت اور مجدد و بزرگی کی مالکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مقدس اور سعادت مند بچے  
کو جنم دیا ہے۔



وقد ولدت خیر البریة احمداً  
 فاکرم مولود واکرم والدہ  
 تحقیق اس نے بنم دیا ہے اس ذات اقدس کو جو سب مخلوق میں سے بہترین اور احمد کے پیارے نام  
 سے موسوم۔ پس کس قدر عزت والا اور کتنا بلند مقام والا مولود ہے۔  
 البتہیں پر موجود جن اس ہاتھ کے جواب میں یوں گویا ہوا ہے  
 یا ساکنی البطحاء لا تغلطوا  
 دمیترزوا الامر بفعل مضی  
 اسے بطحا کے رہنے والو دھو کہ نہ کھاؤ اور مغالطہ میں نہ رہو۔ اور سابقہ اعمال و افعال سے حقیقت امر  
 معلوم کرو۔

ان بنی زہرۃ من ستر کمر  
 فی غابر الامر و عند البیدی  
 بے شک بنو زہرہ قبیلہ ابتداء اور انتہا دونوں میں تمہارا ہی حصہ ہے اودھ شاخ اور ستر و نات کے رشتہ  
 میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

واحدة منكم فها تواتر لنا  
 فین مضی فی الناس ادمن بقی  
 مگر تم گذشتہ لوگوں میں سے یا جو باقی بچ رہے ہیں ان میں سے کوئی ایسی مقدس عورت دکھاؤ اور پاکیزہ  
 ماں بتلاؤ۔

واحدة من غیرهم مثلها  
 جنینہا مثل النبی التقی  
 جس کا بیٹا بنی زہرہ کی لاڈلی آمنہ کے مقدس بیٹے جیسا ہو جو کہ مقام نبوت کے مالک ہیں اور خدا  
 ترس اور پابند احکام خداوند جل و علی۔

## بائیسواں باب

### حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت ولادت ناف برید ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ رب العزت کے  
 ہاں میری عزت و حرمت یہ ہے کہ میں ناف بریدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرم گاہ کو نہ دیکھا۔  
 سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اندس میں وہ گزشتہ پارہ کیوں پیدا کیا گیا جس



میں وسوسوں کے قبول کرنے کی استعداد تھی اور بعد ازاں سینہ اقدس اور دل منور کو چیر کر اس حصّہ کو نکال لیا گیا (اسے بھی روز اول سے ایسے اجزاء و حصّے سے منزّہ و مبرا پیدا کیا جاتا اور اس میں وہ جز پیدا ہی نہ کیا جاتا جو دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے اور وہاں سے شیطان اپنے وسوسوں و خیالات فاسدہ کے ساتھ اثر انداز ہو سکتا ہے)

**جواب :-** ابن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تطہیر بدن کے دو درجے ہیں۔ ایک ادنیٰ جو اطباء اور دایہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رواج ہے اور دوسرا افضل و اعلیٰ یعنی تطہیر قلب اقدس تو الشرب العزت نے ادنیٰ درجہ تطہیر کو لوگوں پر مخفی فرمادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل میں ان کو مداخلت کا موقع نہ دیا اور افضل و اعلیٰ درجہ کو ظاہر فرمایا تاکہ محبوب کریم کا حسن باطن اہل عالم بالخصوص ملائکہ پر ظاہر ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اس محبوب سے کتنا تعلق ہے اور ان کی نبوت و رسالت کے لیے اس نے کیا اہتمام و انتظام فرمایا کہ وحی و الہام میں مداخلت شیطان کے راستے ہی بند کر دیے ہیں اور احوال و سوساں ختم فرمادیا ہے۔

## تیسواں باب

### شب ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث

مخدوم بن ہانی اپنے باپ ہانی سے نقل کرتے ہیں جن کی عمر ایک سو پچاس برس تھی۔ فرماتے ہیں جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی ایوان کسریٰ لرز اٹھا اور اس کے چوہ کنگرے گر گئے بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور آشکدہ فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ قبل ازیں ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیا گیا تھا آتش پرستوں کے کاہن و سردار (موبدان) نے خواب دیکھا کہ صعب و سرکش ادنیٰ عربی گھوڑوں کی قیادت کرتے ہوئے جبل عموکہ کے ملک فارس میں داخل ہو کر اس کے بلار اور اطراف میں پھیل گئے ہیں۔ ادھر کسریٰ ان معاملات کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور بہ تکلف جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کا اظہار کیا۔ پھر اسے یہ خیال آیا کہ اپنے وزراء اور دربار و سادہ مجلس و ارکان دولت سے ان امور کو مخفی رکھنا خلاف مصلحت ہے (بلکہ ان سے صلاح و مشورہ کرنا چاہیے)

اس خیال کے آتے ہی تاج سلطانی سر پر رکھا اپنے تخت سلطنت پر نمودار ہوا اور سب امراء و وزراء کو بلا کر



(۴) انہیں سے ہے بلند بام والا بہرام اور اس کے بھائی۔ نیز ہرمزان اور سالور وغیرہ۔  
 (۵) لوگ باہم علات و خراڑ (سوکن عورتوں) کی اولاد معلوم ہوتے ہیں (یعنی قلبی محبت اور اخوت و یگانگت سے محروم ہیں) جب کسی کو دیکھتے ہیں کہ اپنے مقام سے گر گیا ہے تو اس کو نظر حقارت دیکھتے ہیں اور بعد و اجتناب اختیار کر لیتے ہیں۔

(۶) اور جب کسی کو عروج پر دیکھتے ہیں تو بنو الام (ماں کی طرف سے سکے بھائی) معلوم ہوتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بھی اس کا تحفظ کرتے ہیں اور امداد و اعانت۔

(۷) خیر اور شر زمانہ میں باہم اکٹھے ہیں۔ لیکن لوگ خیر کے پیچھے دوڑتے ہیں اور شر سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔ جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا اور سیط کے جواب سے مطلع کیا تو اس نے کہا کہ ہم میں چودہ بادشاہ گذرنے تک بڑا وقت لگے گا اور پتہ نہیں زمانہ کیا کیا رنگ بدلے گا (مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی) کیونکہ دس بادشاہ تو صرف چار سال کے عرصہ میں بساط سلطنت لپیٹ کر زیر زمین فرش خاک پر جا لیٹے اور باقی چار میں سے آخری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دولت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا اور اس طرح ملک بنی ساسان کا خاتمہ ہوا اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس ملک پر حکمران ہوئی، والحمد للہ علیٰ ذالک۔

## قصہ عجیبہ سیط

سیط محض گوشت کا ایک لٹکڑا تھا جیسے قصاب گوشت کاٹنے کے لیے لکڑی پر رکھ کر کھڑے کر دیتا ہے اس میں نہ حس و حرکت ہوتی ہے اور نہ ادھر ادھر بھاگنے کی سکت پس سیط بھی اسی طرح گوشت کا ڈھیر سا تھا پورے بدن میں سولے کھوپڑی اور ہتھیلیوں کے کہیں ہڈی کا نام و نشان نہ تھا۔ اسے چنروالی ہڈیوں سے پاؤں تک کپڑے کے تھان کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا اور اس کے بدن میں حرکت کرنے والا عضو صرف اس کی زبان تھی اور اس کو جہر لے جانا ہوتا لکڑی کے پھٹے پر ڈال کر لے جاتے تھے۔

اس کے احوال کی مزید تشریح مدارج النبوت جلد ثانی ص ۱۸ پر ملاحظہ کریں



## چوبیسواں باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث

سہرورد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے پہلے سال کسریٰ کے ایوان کالرزنا اور اس میں درائیں پڑنا اور باہمی اور ابرہہ کی تباہی و ہلاکت والا عظیم واقعہ رونما ہوا۔ علاوہ ازیں جنگ جملہ کا حادثہ پیش آیا۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حادثہ جملہ عرب میں رونما ہونے والے حوادث و واقعات میں سے عظیم ترین واقعہ ہے جو کہ سید الانبیاء علیہ التحیۃ و التسلیم کی ولادت باسعادت کے سال اول میں عامر و عبس اور ذبیان و تمیم کے درمیان رونما ہوا۔ رضی نے اس کے متعلق کہا۔

فمن ایاء الاذی خلّت جہاجھا علیٰ منا ضلھا عبس و ذبیان  
ذلت ذکون ساری کی غلاطت و نجاست سے انکار کی بنا پر عبس و ذبیان نے اپنی کھوپڑیوں کو نیزوں پر چڑھا دیا۔

آنحضرت شانِ یوم النور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک کے ساتویں سال میں آپ کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہوئی۔ مگر مکر میں علاج معالجہ کیا گیا مگر کوئی افادہ نہ ہوا۔ جناب عبد المطلب سے عرض کیا گیا عکاظ کی طرف ایک راہب ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا ہے (اس کو بھی آزمادیکھیں) حضرت عبد المطلب اپنے نورعین کو ساتھ لیے راہب کے پاس پہنچے اس کا عبادت خانہ بند تھا۔ اس کو آواز دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اچانک عبادت خانہ پر زلزلہ سا طاری ہوا جس سے اُسے دیر کے گرنے کا اندیشہ ہوا تو جلدی سے باہر آیا۔

(حضرت عبد المطلب کا مقصد تشریف آوری معلوم کر کے کہا، یہ بچے اس امت کے نبی ہیں اور اگر میں تمہیں دروازہ پر کھڑے رکھنے کی مزید جبارت کرتا تو میرا یہ مکان عبادت مجھ پر گر کر مجھے ختم کر دیتا۔)

پھر آپ کی دکھتی آنکھوں کا علاج کیا اور دوائی بھی دی اور ساتھ حضرت عبد المطلب سے کہا کہ انہیں جلدی واپس لے جاؤ اور ان کا خاص خیال رکھو کہیں اہل کتاب میں سے کوئی بد بخت ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور حملہ آور نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے دل میں اور ہر دیکھتے اور زیارت کرنے والے کے دل میں آپ کی محبت پیدا فرمادی تھی۔

آپ کے سن مبارک کے آٹھویں سال حضرت عبد المطلب کا وصال ہو گیا اور آپ کی کفالت ابو طالب نے فرمائی



اور اسی سال کسری فارس یعنی نو شیر وال فورت ہوا اور اس کا بیٹا ہر ہر تخت نشین ہوا۔

دسویں سال میں اس حوالہ کا واقعہ پیش آیا جس کو فجار اول کہا جاتا ہے جب عمر مبارک تیرہ سال یا اس سے ذرا متجاوز ہوئی تو اپنے چچا زبیر کے ساتھ عازم سفر ہوئے اثنائے سفر میں ایک وادی پر گزر رہا تھا وہاں ایک مست اونٹ تھا جو راہ روکے ہوئے تھا اور راہروں نے وہ راستہ چھوڑ رکھا تھا اس قافلہ نے بھی واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس معاملہ میں تمہاری کفالت و حمایت اور حفاظت و نگرانی کروں گا۔ آپ اس قافلہ کے آگے ہو لیے جب اس اونٹ نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بیٹھ گیا اور اپنے سینہ کو زمین پر گر گئے لگا۔ آپ اپنے اونٹ سے اترے اور اس پر سوار ہو گئے اور جب اس وادی کو عبور کر لیا تو پھر اس سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کو رخصت کر دیا جب سفر سے واپسی ہوئی تو راہ میں پانی سے لبالب بہتی وادی پر گزر رہا جس کی وجہ سے دل لرزادینے والی تھیں سب سہم کر کھڑے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیچھے چلتے آؤ آپ نے اس پانی میں قدم رکھا تو وہ خشک ہو گیا اور سارا قافلہ خشک راہ پر چل کر وادی سے صحیح سلامت گزر گیا اور بعد میں وہ پانی پھر اسی طرح موجزن ہو گیا جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہمسایوں نے لوگوں کو اثنائے سفر میں نظر آنے والے کمالات اور خوارق عادات بیان کیے تو سب نے کہا اس جوان کی شان نرالی ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے لیے کعبہ مبارکہ کے سایہ میں فرش بچایا جاتا اور ان کی اولاد اور گرد و پیشی جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے حالانکہ آپ مضبوط و توانا اور عقلمند و زیرک بچے تھے تو آپ انہیں کی جگہ بیٹھے زیہ سمجھے ہوئے کہ آپ کا یا قدام حضرت عبدالمطلب کے ادب و احترام کے منافی ہے، آپ کے چچے آپ کو بھی بٹانے لگتے تو وہ فرماتے میرے بیٹے کو یہیں بیٹھے دو یہ عظیم مقام و منزلت کا مالک ہے (اور دراصل اس مقام کے لائق یہی ہے) چودھویں سال میں اس جنگ و جدال کا وقوع ہوا جس کو فجار ثانی کہا جاتا ہے۔

پندرہویں سال میں سوق عکاظ قائم ہوا۔

انیسویں سال میں ہرمز بن کسری ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا پرویز سلطنت فارس پر قابض ہوا۔

سن مبارک کے بیسویں سال حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا۔

عمر مبارک کے پینتیسویں سال کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔

ولادت باسعادت کے چالیسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور نزول وحی ہوا۔

عہد حلف الفضول معاہدہ کا نام ہے جس کو شرف و فضل کے پیش نظر حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے مخالفین نے تنقیص و تحقیر کے لیے اس کو اس نام سے تعبیر کیا یہ مزید تفصیل کتاب میں عنقریب آتی ہے۔



بعثت مبارک کے بیسویں دن شیاطین کو آسمانوں پر جاتے ہوئے شدید ترین مزاحمت اور شہاب ثاقب کے تعاقب اور ارساد و مگرانی کا سامنا کرنا پڑا (قبل ازیں اگرچہ شہاب ثاقب گرتے تھے مگر اس وقت بہت زیادہ کثرت ہو گئی اور خاص طور پر شیاطین کو نشانہ بنایا جانے لگا۔

بعد از نزول وحی تین سال تک احکام نبوت کی تبلیغ مخفیہ ہوتی رہی پھر ارشاد خداوندی فاصدع بما تو فی نازل ہوا جس میں پوری قوت سے فیض نبوت اور احکام خداوندی عام کرنے اور بیان کرنے کا حکم دیا گیا تو پھر آپ نے علانیہ تبلیغ شروع فرمائی۔ قریش اعلان توحید اور دعائے نبوت سن کر خاموش رہے مگر جب اپنے معبودات باطلہ کی توہین و تحقیر اور ان کی مفت م الوہیت سے کلیتہً دھڑی بکڑے ہوئے بیسی کا اعلان نبوت سنا تو شعل ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو طرح طرح کی ایذا میں پہنچانی شروع کیں۔

آپ نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے نبوت کے پانچویں سال صحابہ کرام علیہم الرضون کو حدیث کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتنازع کے ساتویں سال جنگ بعا د اقصہ پیش آیا۔

اعلان نبوت کے دسویں سال میں جناب ابوطالب دار فانی سے کوچ فرما گئے اور ان کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ بنت النعمان بھی دار فانی سے انتقال فرما گئیں۔

گیارہویں سال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل پر دین اسلام کو پیش کرنا شروع کیا۔ رسالت کے بارہویں سال میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف معراج سے مشرف فرمایا گیا اور عالم بالا کی سیر کرائی گئی۔

تیرہویں سال میں موسم الحج کے موقع پر انصار مدینہ مقام عقبہ پر شرف اسلام سے مشرف ہوئے (اور اسی موقع پر ہامہ عہد و پیمان ہوا جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

ہجرت مقدسہ کے پہلے سال غار میں دوران ہجرت حضور نے قدم رنجہ منسرایا (اور قدرت خداوندی کے تحفظ کا ظہور ہوا) اور اسی سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔

ہجرت نبویہ کے دوسرے سال بیت المقدس کی بجائے کعبہ مبارکہ کو قبلہ قرار دیا گیا (اور عین حالت نماز میں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتنازع کو کعبہ کی طرف توجہ فرمانے کا حکم دیا گیا) (خول و جھٹ شطر المسجد الحرام) اور اسی سال قریشہ صیام رمضان نازل ہوا۔ اور غزوہ بدر بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا (جو قدرت الہی کا عظیم نمونہ اور عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتنازع کا عجیب مظہر ثابت ہوا)

ہجرت اقدس کے تیسرے سال غزوہ احد درپیش ہوا، ساتویں میں غزوہ خیبر لڑا گئیں سال فتح مکہ مکرر۔ دس ہجری کو رسول خدا علیہ التحیۃ والتنازع نے فریضہ حج ادا کیا۔



اور گیارہویں سال میں یہ آفتاب عالم تاب نگاہ خلق سے اوجھل ہو گیا صلی اللہ علیہ وسلم قیلاً کثیراً۔

## پچیسواں باب

### محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء گرامی

حضرت جبریل بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ افضل التسلیمات واکرمہما نے ارشاد فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد۔ اور میں حاجی ہوں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ آثار شرک اور ظلمت کفر کو دور فرما رہا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی اہل عشر کا مقتلا سب سے پہلے آپ مزار انور سے اٹھیں گے اور سب مخلوق آپ کے بعد اور میں عاقب ہوں یعنی بعثت کی رو سے آخری جن کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوگا۔

انہی جبریل بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں جن کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی اور کی جاتی رہے گی اور احمد (جو کہ سب سے زیادہ اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء کرنے والے ہیں) میں حاشر ہوں یعنی جن کی امتداریں سب اہل عشر واد شرک کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اور میں حاجی ہوں جن کے نور نبوت سے ظلمت کفر کو اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صاحب لواک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیں اپنے کئی نام مبارک بیان فرمائے جن سے بعض ہمیں یاد رہے اور بعض کو ہم یاد نہ رکھ سکے۔ فرمایا میں محمد ہوں اور احمد۔ مقفی (آخر میں مبعوث ہونے والے) اور حاشر۔ نبی توبہ (جن کی نظر کرم اور نگاہ لطف و عنایت سے اللہ رب العزت توبہ قبول فرمائے گا) اور نبی الملاحم (جو اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کریں گے اور دشمنان توحید و رسالت کو کفر و کفر دار تک پہنچائیں گے اور اہل اسلام پر دوست ظلم و عدوان دراز کریں والوں کو قرار واقعی سزا دیں گے)۔

عہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء مبارکہ کی کثرت صرف پانچ پر محدود و منحصر نہیں ہے بعض حضرات نے ان کو مختلف صحف اور کتب سادہ علی الخصوص قرآن و سنت سے تتبع کر کے ہزار تک ان کی تعداد بیان فرمائی ہے اور حتیٰ توبہ ہے کہ ہزار میں ہر بھی شکل ہے کیونکہ ہر نام ایک صفت کا بیان ہے اور آپ کی صفات حد و شمار سے واپس آتے اسماء مبارکہ بھی عدد گنتی سے ماوراء کیونکہ آپ متصف بصفات اللہ و متعلق بخلق و خلاق خداوندی ہیں وہاں صفات کی تناسلی و تحدید و محال و باطل ہے۔



حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اسما گرامی بیان فرمائے جن میں سے یہ ہیں یا در ہے۔ محمد و احمد۔ مقفی۔ حاشر۔ بنی التوبہ۔ بنی الملمحہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دسترخوان پر کھانا کھایا جائے اور دعوت کا اہتمام کیا جائے اور کھانے والوں میں ایسا شخص موجود نہ ہو جس کا نام میرے نام پر ہو تو وہ دگنا کھایا جائے گا (کیونکہ خیر و برکت سے خالی ہوگا)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی قوم مشورہ کے لیے جمع ہو اور ان میں میرا ہمنام شخص موجود نہ ہو تو اس میں خیر و برکت نہیں ہوگی۔

ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ بنی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس اسما گرامی ہیں۔ محمد۔ احمد۔ ماجی۔ حاشر۔ عاقب۔ مقفی۔ بنی الرحمة۔ بنی التوبہ۔ بنی الملمحہ۔ شاہد (امت کے احوال پر مطلع اور قیامت کے دن صفائی کے گواہ) بشر (اہل طاعت کو جنت اور ابدی راحت کی خوشخبری سنانے والے) بدر (حسن و جمال میں چودھویں کے چاند) ضحوک (تبسم کی عادت والے اور پاکیزہ گوشت والے) قتال (حرب و قتل میں بغض نفیس حصہ لینے والے) متوکل۔ فانیج (کشادہ سینہ والے) کشادہ ثنا یا والے یا کشادہ گلے والے) امین۔ غاتم (آخری نبی) مصطفیٰ۔ رسول۔ بنی۔ امی۔ غتم (جواد و کریم)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا اعجاز یہ ہے کہ آپ سے پہلے کوئی شخص آپ کے مقدس ناموں کے ساتھ موسوم نہ ہو سکا حالانکہ سابقہ کتب و صحف میں آپ کے اوصاف کمال اور صفات جمال کے لحاظ سے متعدد مقدس نام مذکور تھے یہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے کہ آپ کے نام کو آپ کی ذات کے لیے ہی مخصوص و محفوظ رکھا اور کسی کو آپ کا ہمنام نہ بننے دیا جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہے لہٰذا جعل لہ من قبل سمیّا ہم نے اُن سے قبل ان کا کوئی ہمنام نہیں بنایا اور اس میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ کتب سابقہ میں آپ کے نام اقدس کا ذکر تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کی بشارات دی تھیں اگر کوئی دوسرا شخص نام اقدس میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا تو وہ بھی دعویٰ نبوت کر سکتا تھا اور اس طرح شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے (لہٰذا اس بنیاد کو ہی ختم کر دیا گیا اور کسی کو یہ نام اقدس رکھنے کی توفیق ہی عطا نہ ہوئی)

البتہ جب زمان و ولادت سعادت نشان پیغمبر آخر الزمان علیہ صلوات الرحمن قریب ہوا اور اہل کتاب نے آپ قرب ظہور کی خبر دی جیسا کہ چار شخص عدی۔ یزید بن عمرو۔ سفیان بن مجاشع اور اسامہ بن مالک) ایک راہب کے پاس حاضر ہوئے اور اس کی زبانی سرور انبیاء علیہ التیمتہ والثناء کا نام اقدس اور قرب زمانہ ظہور معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی اولاد کا نام محمد رکھا بایں امید کہ ہماری اولاد اس اعزاز و اکرام سے مشرف ہو اور وہ موعود و بشر مہدی وہی بن سکیں لیکن نہ تو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچیں اور نہ ہی ان میں سے کسی شخص نے دعوت نبوت و رسالت کیا لہٰذا التباس و اشتباہ



## پھیسوال باب

### ذکر کنیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت مبارک ابو القاسم ہے کیونکہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ کے وہ پہلے فرزند ارجنہ میں جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے تو ان کے نام پر کنیت رکھنے کا خیال آنے سے تو پہلے ہی حضرت جبریل امین اس کنیت کی اجازت کے ساتھ حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا السلام علیک یا ابا القاسم۔

(یہ امر ذہن میں رہے کہ سرور انبیاء علیہ السلام کی کنیت پر کوئی اپنے آپ کو کنیت نہیں دے سکتا مثلاً ابو القاسم یا ابو ابراہیم کہلائے تو اس کو یہ درست نہیں ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دو سر ایقاع میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے دوسرے کو ابا القاسم کہہ کر پکارا جب آپ اس طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا میں نے آپ کو نہیں پکارا بلکہ فلاں کو پکارا ہے تو رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے نام پر اپنا یا اپنی اولاد کا نام رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت کو اختیار نہیں کر سکتے۔

حضرت ابو الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے نام پر اپنا یا اولاد کا نام رکھے تو میری کنیت پر اپنی یا اولاد کی کنیت نہ رکھے اور اگر کنیت رکھے تو نام نہ رکھے۔

خاندان: ان روایات کی وجہ سے ائمہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور علی الخصوص امام احمد علیہ الرحمہ سے اس ضمن میں تین روایات ہیں۔ اول۔ اسم اور کنیت کو جمع کرنا ممنوع ہے فقط اسم مبارک یا کنیت کا استعمال درست ہے۔ دوم۔ کنیت واسم ہر دو ممنوع اور مکروہ ہیں نہ انفرادی طور پر درست اور نہ اجتماعی طور پر۔ سوم یہ ہے کہ ہر دو صورت یعنی اجتماع و افراد کنیت واسم درست ہیں۔ اور دلیل وہ روایت ہے جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ایک عورت بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی عرض کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا فرمایا ہے جس



کا نام میں نے بطور تبرک (محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی مگر پھر معلوم ہوا کہ آپ اس امر کو پسند نہیں فرماتے (اس لیے حاضر ہوئی ہوں جو ارشاد ہوا اس پر عمل کیا جائے گا)  
آپ نے فرمایا میرے نام کو حلال اور کنیت کو حرام کس نے کیا ہے یا یوں فرمایا کہ کنیت کو حرام کس نے کیا ہے اور اسم مبارک کو حلال کس نے (یعنی دونوں برابر ہیں اور نام اقدس امت کے لیے درست ہے تو کنیت مبارک بھی درست ہوگی)۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی سرور دو عالم علیہ السلام نے رخصت عطا فرمائی تھی آپ نے عرض کیا اگر آپ کے وصال اقدس کے بعد میرا کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اس کو محمد کے مقدس نام اور ابو القاسم والی مبارک کنیت سے موسوم کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔  
مگر احادیث پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت طیبہ ظاہرہ میں آپ کی کنیت غیر کے لیے ممنوع تھی (تاکہ خطاب کی صورت میں التباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور کوئی شخص نادانستہ یا بعداً آپ کو اس طرح ایذا و تکلیف نہ پہنچا سکے) لیکن وصال اقدس کے بعد اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ ان دونوں مخصوص واقعات کے علاوہ کنیت مبارک اور نام اقدس کا اجتماع درست نہیں ہے۔

## ستائیسواں باب

### سرور عالم و عالمیاں علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی ضاعی امت

سب سے پہلے نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جو کہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی پھر حمیمہ سعدیہ حاضر ہوئیں اور اس ذات اقدس کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔  
(ثویبہ کے دودھ پلانے کی تفصیل کچھ یوں ہے) حضرت عبد المطلب نے ہالہ بنت وہبہ بن عبد مناف سے

عہ بظاہر نام اقدس کے ساتھ تسمیہ بھی ممنوع ہونا چاہیے تھا تاکہ کوئی اس کی آٹھیں موجب ایذا و تشویش خاطر اقدس نہ ہو سکے مگر ذاتی نام اقدس کے ساتھ آپ کو خطاب کرنے کا معمول نہیں تھا کیونکہ حکم خداوندی و لا تعجلوا احد عباد الله رسول بینکم کہ عام بعضکم بعضنا میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا تھا اس لیے اگر کوئی آٹھ ہو سکتی تھی تو کنیت والی بھی لفظ اس میں بھی یہ تدارک فرمایا گیا۔ واللہ اعلم۔ (محمد اشرف)



عقد نکاح باندھا اور اسی دوران اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقد نکاح اپنی سالی آمنہ بنت وہب ابن عبدمناف رضی اللہ عنہا سے کیا چنانچہ حضرت عبدالطلب کے ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا اور حضرت عبداللہ کے ہاں نبی الانبیاء سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والتناہ کا تولد ہوا چنانچہ حضرت حمزہ اور سید السادات علیہ السلام والصلوٰۃ کو ثوبہ نے چند دن دودھ پلایا جبکہ اس کے ہاں اس کا بیٹا مسروح متولد ہوا تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حاضری سے نکاح کرنے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ رضاعی لحاظ سے میرے بھائی کی بیٹی ہے (اور میری بھتیجی کیونکہ مجھے اور حمزہ کو ثوبہ نے دودھ پلایا تھا۔

ثوبہ حضور کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ماضی دیتی جب کہ آپ کا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد تزویج ہو چکا تھا تو آپ بھی اس کا اعزاز و اکرام فرماتے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی اور یہ ابھی تک ابولہب کی لونڈی تھی بعد ازاں اس نے اُسے آزاد کر دیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو گئے تو وہاں سے بھی لباس اور دیگر ضروری اشیاء ارسال فرماتے رہے حتیٰ کہ بعد از فتح خیبر اس کا انتقال ہو گیا اور وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شرف اسلام و ایمان سے مشرف ہو سکی یا نہیں یہی ابو نعیم اصبہانی نے نقل فرمایا ہے کہ اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ثوبہ ابولہب کی لونڈی تھی اس نے اس کو آزاد کر دیا تب اس نے سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتناہ کو دودھ پلانے کا اعزاز حاصل کیا جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے اقربا میں سے بعض یعنی حضرت عباسؓ نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ تجھے کس امر کا سامنا کرنا پڑا اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اس نے کہا دنیا سے رخصت ہو کر یہاں کوئی راحت و آسائش نصیب نہیں ہوئی صرف اتنا ہے کہ ثوبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے انگوٹھے کی اس گہری جگہ سے ٹھنڈا پانی پلایا گیا۔ عہ

عہ شیخ المصطفیٰ عبدالمقصد محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ثوبہ نے ابولہب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی اور ابولہب نے اس کو اس خوشی میں اسی وقت آزاد کر دیا تھا اور اس کو حکم دیا کہ آپ کو دودھ پلائے۔ اللہ رب العزت نے اس فرحت و سرور کے اظہار کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف فرمادی اور سووارینی روز ولادت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے عذاب دور فرمادیا جیسے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اور اس پر یہ امر متروک فرمایا کہ اس روایت میں میلاد منانے والے حضرات کے لیے سب جو از اور دلیل استحب موجود ہے جو کہ شب میلاد میں اظہار سرور و فرحت کرتے ہیں اور مال و مال صدقہ کرتے ہیں کیونکہ ابولہب جو قطعی کا فر تھا اور قرآن مقدس کی خدمت میں نازل ہوا جب اس کو محض محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت میں اظہار سرور پر اس قدر مہربانی و عنایت سے مشرف کر دیا گیا تو جو مسلمان آپ کے رسول خدا ہونے کی حیثیت سے اور صدق و خلوص قلب اور محبت و عقیدت سے اظہار فرحت و سرور کریں گے تو فرحت خداوندی سے کیوں نہ نوازے جائیں گے لیکن یہ ضرور بھی کہ اظہار سرور و انبساط میں مخرمات سے اجتناب کیا جائے اور آلات مہملت اور دیگر بدعات سے کلی احتراز ہو۔ مدارج جلد ثانی ص ۱۹۔



حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

## اٹھائیسواں باب

### تذکرہ حلیمہ سعدیہ

حضرت حلیمہ کے والد ابو ذؤیب عبد اللہ بن حارث بن شجعمہ بن اورخاند حارث بن عبد العزیٰ بن رفاعہ اور آپ کی وہ اولاد جن کو سرور انبیاء علیہم السلام و الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بہن بھائی بننے کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا تین ہیں عبد اللہ انیسہ خدامہ جو شاما کے لقب سے معروف ہو گئی اور نام بالکل ہی غیر معروف بلکہ نامعلوم ہو گیا یہ تینوں حارث سے ہیں رابل تاسع و سیر کا خیال ہے کہ شامیہ یوم حنین میں گرفتار ہو گئی تو اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا ذرا یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں تمہارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہوں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کو لایا گیا تو آپ نے پہچان لیا اور اُسے طرح طرح کے انعامات دے کر واپس کیا اور ہر طرح کے احتیاج سے بے نیاز کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ بکر کے قبیلہ سے تھیں فرماتی ہیں میں اور میرا خاندان رضاع کے لیے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے میری سواری دراز گوش تھی جس کا رنگ سبزی مائل تھا اور وہ انتہائی لاغر اور نحیف و نزار تھی اور باقی سواریوں سے پیچھے رہ گئی اس سال سخت تھکا تھا اور اس نے کوئی شے باقی نہیں چھوڑی تھی بہارے ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی تھی لیکن بخدا وہ ایک قطرہ دودھ کا بھی نہیں دیتی تھی میرا بچہ ہبوک سے چیخ چلا کرتا تھا اور اس کے رونے سے ہم رات بھر سو بھی نہیں سکتے تھے نہ تو میرے پستانوں میں آنا دودھ تھا جو اس کو کفایت کر سکے اور نہ ہی اونٹنی دودھ دیتی تھی جو اس کی غذا بن سکے مگر ہم رحمت خداوندی سے ناامید نہ ہوئے اور یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ ضرور باران رحمت ہوگی اور ہماری زبوں حالی خوشحالی سے بدل جائے گی۔

جب ہم سب سے آخر میں مکہ مکرمہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنے بچے قابل رضاعت تھے وہ دوسری عورتوں نے لے لیے ہیں اور صرف ایک بچہ باقی رہ گیا ہے اور ایک میں باقی رہ گئی ہوں اور وہ بچہ ایسا ہے جس کو ہر عورت نے دیکھا مگر یہ معلوم کر کے کہ وہ یتیم ہیں اور دودھ پلانے کا صلہ و انعام تو والد نے دینا ہوتا ہے ماں کی دے سکتی ہے، ان کو دودھ پلانے پر کیا ملے گا لہذا ہر عورت نے اس خیال فاسد کی بنا پر اپنی محدودی مولیٰ اور دوسرے بچے اٹھائے ہیں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جائوں

یہ ٹھیک نہیں۔ تو خاوند سے کہا بخدا میں تو اسی تم کو لے کر واپس جاؤں گی۔

میں اُن کے گھر حاضر ہوئی، انہیں اٹھایا اور چھاتی سے لگائے اپنے مقام پر واپس آئی۔ خاوند نے دریافت کیا: انہیں لائی ہو تو میں نے کہا ہاں اور جو نہیں ملا تو یہی سہی اس نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ان کے صدقے میں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

علیمہ فرماتی ہیں جوں ہی میں نے آپ کو دودھ پلانے کے لیے سینہ کے ساتھ لگایا تو پستان دودھ سے بھر پور معلوم ہوئے حتیٰ کہ آپ نے سیراب ہو کر پیا اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی (جو پہلے اکیلا سیراب نہیں ہو سکتا تھا اور رورہ کر رہے مال ہو جاتا تھا اور طب میرا خاوند بڑھی مرلی اونٹنی کی طرف رات کو دیکھ بھال کے لیے اٹھا۔ تو اس کا دودھ خود بخود پستانوں سے باہر آ رہا تھا۔ حادثہ نے اس سے آنا دودھ نکالا جتنا کہ ہمیں درکار تھا حتیٰ کہ اس نے ادھیں نے پیٹ بھر کر پیا۔ فرماتی ہیں ہمارے لیے وہ رات بڑی خیر و برکت والی تھی جس میں ہم پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر سوئے۔ میرا خاوند حادثہ بولا اے علیمہ میرے عقیدہ و نظریہ کے مطابق تو نے بڑے مقدس و مبارک فرزند کو حاصل کر لیا ہے ہمارے بچے بھی آج میٹھی نیند سوئے اور ہمیں بھی سیرانی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔

جب واپس ہوئے تو میری دراز گوش افق سوار یوں اور سواروں سے آگے نکل گئی اور بخدا اس تیزی سے اُس نے سب کو کاٹا اور پیچھے چھوڑا کہ ان میں سے کوئی سواری پھر آگے نہ نکلتا تو کہا اس کو مل بھی نہ سکی۔ قافلہ واپس پکار اٹھے اے علیمہ..... ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ تھکا ہمیں اس مشکل سے چھٹکارا دلا۔ ذرا اپنی سواری کو آہستہ کرادیں تو بتا کہ یہ وہ دراز گوش ہے جس پر تو گھر سے روانہ ہوئی تھی (اور سب اہل قافلہ سے پیچھے رہ گئی اور جا بجا گرتی پڑتی تھی) علیمہ نے کہا ہاں خدا کی قسم سواری تو وہی ہے (مگر سوار بدل گیا ہے اور اب اس کی قسمت بھی بدل گئی ہے) سب نے بیک زبان کہا۔ اب تو واقعی اس کی شان عجیب ہے اور اس کی حالت پہلے کی نسبت بالکل مختلف ہے۔ اس طرح ہم اس مسافت کو طے کرتے ہوئے بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھروں تک پہنچے۔

گھر آئے تو خشک سالی اور قحط سالی سرسبزی و شادابی اور خوش بختی و خوشحالی سے تبدیل ہو چکی تھی اور زمین سبزہ کے ساتھ لہلہا رہی تھی مگر یہ سعادت اور بختیاری صرف ہمارے مقدر میں تھی اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علیمہ کی جان ہے ہم اور دیگر اہل وہبہ اکتھے اپنی بھٹی بکریوں کو چرانے کے لیے بھیجے مگر ہماری بھٹی بکریاں پیٹ بھر کر واپس لوٹیں اور پستان بھی دودھ سے سیر ہوتے اور جب ان کے جانور واپس ہوتے تو ان کے پیٹ بھی خالی ہوتے اور پستان



میں ایک گھونٹ دودھ کا بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہم تو جتنا چاہتے دودھ پیتے مگر ہماری ساری آبادی والے ایک ایک قطرہ شیر کے لیے ترستے رہتے مینا تو کجا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے تھارے لیے ہلاکت ہو تم اس چراگاہ میں انہیں کیوں نہیں لے جاتے جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں پھر وہ بھی اسی جگہ اپنے مال بولشی لے آتے اور چراتے مگر واپسی پر وہی حالت ہوتی ان کے جانور خالی پیٹ اور خالی پستان ہوتے مگر ہمارے جانور سیر ہو کر نکلتے اور دودھ سے بھر لوہے رہتے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اقدس جو وہاں دیکھنے میں آئی، یہ تھی کہ آپ ایک دن میں اتنے بڑھ جاتے جتنے دوسرے بچے مہینہ میں بڑے ہوتے ہیں اور مہینہ میں اس سے بھی زیادہ بڑے ہو جاتے جتنے کہ دوسرے بچے سال میں جب اس مقدس ہستی کی عمر مبارک دو سال کو پہنچی تو غام بچوں کے برعکس وہ اچھے خاصے مضبوط اور توانا ہو گئے فرماتی ہیں ہم انہیں حضرت آمنہ کی خدمت میں لے آئے (تاکہ وہ زیارت کر لیں اور مطمئن ہو جائیں) لیکن ہم دونوں نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں یہ لاڈ لاؤ واپس لے جانے کی اجازت مرحمت فرماؤ کیونکہ مکہ کی وبا سے ہمیں ڈر لگتا ہے (کہیں ان کو تکلیف نہ پہنچے) انہوں نے فرمایا ہم یہ سماعت و سخاوت نہیں کر سکتے ہم ان کے برکات اور فیوضات کو دیکھ کر ان کے محلے میں بہت بخیل ہو گئے ہیں۔ ہم اسی طرح منت سماجت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا انہیں اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔

فرماتی ہیں آپ ہمارے پاس دو ماہ تک رہے ایک دن آپ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گھر کی کھلی جانب کو نکلی تو اچانک ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ اور اپنے باپ سے کہا کہ فوراً اٹھو اور میرے قریشی بھائی کی خبر لو کیونکہ دو آدمیوں نے اگر ان کو پکڑا اور زمین پر لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں میں اور میرا خاوند دوڑتے ہوئے اس طرف گئے جب ہم پہنچے تو آپ لیٹے ہوئے تھے اور رنگ مبارک زردی مائل تھا ہم نے باری باری ان کو سینہ سے لگایا اور پوچھا اے بیٹے کیا ہوا۔

آپ نے فرمایا: ”و شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے انہوں نے مجھے لٹایا۔ سینہ اور پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔“

فرماتی ہیں ہم آپ کو اٹھا کر واپس لے آئے۔ میرے خاوند نے مجھے کہا اے حلیمہ بخدا اس بچے کو کوئی آسیب وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے لہذا چلو ان کو ان کی والدہ ماجدہ کے حوالے کر دیں قبل اس کے کہ جس امر کا ہمیں اندیشہ ہے، وہ ان میں ظاہر ہونے پائے۔

جب ہم ان کو واپس لے گئے تو انہوں نے دریافت کیا کیا ہوا فوراً واپس لائے ہو حالانکہ تم تو ان کے متعلق بہت نرمی ظاہر کر رہے تھے ہم نے کہا نہیں اب ہم ان کو نہیں رکھتے کیونکہ ہم نے ان کی کفالت کی اور جو خدمت کر سکتے تھے،

وہ پوری طرح کر دی ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ انہیں چارے پاس ہوتے ہوئے کچھ غوارض نہ لاحق ہو جائیں لہذا اب اُن کا اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہنا ہی بہتر ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بات یہ نہیں ہے مجھے سچ بچ بتلاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا اور آپ کا اصرار جاری رہا حتیٰ کہ ہم نے حقیقت حال عرض کر دی راہنوں نے کہا کیا تم ان کے متعلق خوفزدہ ہو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی شان عظیم ہے اور حال عجیب رکھیں ان کے متعلق بتلاؤں۔

جب میں ان کے ساتھ حاملہ ہوئی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل جنین اتنا خفیف و لطیف ہو اور اتنا عظیم پرکتی والا جب میں نے ان کو جنم دیا تو اس طرح زمین پر نہ آئے جس طرح کہ بچے گرتے ہیں بلکہ آپ اپنے ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر اقدس آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے۔

اچھا تو اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دیں اور آپ اپنا کام کریں۔

## اتیسواں باب

### چار سال کی عمر مبارک میں شق صد

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے ہاں چار سال قیام پذیر رہے اور آپ بھی اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ مال مولشی کی طرف تشریف لے جاتے جو گھروں کے قریب ہی ہوتے تھے تو ایک موقع پر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر لطن اقدس اور سینہ مبارک چیرا اور سیاہ رنگ گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور پھر آپ کے اندرون بدن کو برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا پھر آپ کا امت میں سے ہزار آدمی کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو آپ ان سب پر بھاری ہو گئے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑو اس امر کو اگر امت کے سارے افراد ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو پھر بھی یہ اُن پر بھاری ہو جائیں گے۔

ادھر آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا ماں باپ کے پاس آیا اور کہا فوراً میرے قرشی بھائی کی خبر لو تو حضرت حلیمہ اور اُن کے خاندان دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ کو دیکھا کہ زنگت مبارک زردی مائل ہے۔

حضرت حلیمہ آپ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئیں اور ان کا حال کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ ہم جہاں تک ممکن ہو اور ہمارا بس چلے ان کو واپس کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں چنانچہ پھر ان کو واپس لے گئیں اور تقریباً ایک سال آپ وہاں



رہے اور کبھی بھی آپ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں۔ ایک دن دیکھتی ہیں کہ اُن کے سر پر ایک بادل سایہ لگن ہے جب آپ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور جب آپ چلتے ہیں تو وہ بھی چلتے لگتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ سال تھی۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں اپنے ابتدائی ایام کے حالات سنائیں تو آپ نے فرمایا مجھے درود پلانے والی دایہ بنی سعد بن بکر سے ملتی ایک دن میں اور ان کا بیٹا اپنے جانوروں کی طرف نکلے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں لے گئے تھے۔ میں نے اُسے کہا اے بھائی تم جاؤ اور والدہ سے کھانے کی کوئی چیز لے آؤ۔ وہ چلا گیا اور میں وہیں جانوروں کے پاس ٹھہر گیا تو دو سفید پرندے آئے گویا کہ وہ چیل کی مانند تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں دوسرا لولا ہاں وہی ہیں۔

تو وہ دونوں تیزی سے میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے گدی کے بل لٹا کر سینہ در پیٹ کو چاک کیا۔ میرے دل کو باہر نکالا۔ اس کو چیر کر دو سیاہ لوتھڑے باہر نکالے پھر ایک نے دوسرے سے کہا بروت کا پانی مجھے دو۔ اس سے میرے باطن کو دھویا پھر کہا مجھے اولوں کا پانی دے پھر اس کے ساتھ میرے دل کو دھویا۔ پھر اس نے کہا سکینہ مجھے دے۔ تب اسکو دل میں چھڑکا اور ایک نے کہا اب اس دل اقدس کو کسی ذتب دوسرے نے اس کو سیا اور اس پر مرنوت لگائی۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کو تر ازو کے ایک پڑے میں رکھو اور اُمت میں سے ہزار آدمی دوسرے پڑے میں رکھو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پڑا بالکل اُپر اٹھ گیا ہے اور مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں یہ لوگ مجھ پر نہ گرنے لگیں۔ دوسرے نے کہا ساری اُمت بھی دوسرے پڑے میں رکھ دو تو یہ سب پر بجاری رہیں گے۔ پھر وہ دونوں چل دیے اور مجھے اسی حال میں چھوڑ گئے کہ میں سخت خوفزدہ ہو چکا تھا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کر اپنی رضاعی اماں کے پاس گیا اور اس کو سارا ماجرا بتایا تو وہ اس بات کا اندیشہ کرنے لگیں کہ کہیں مجھے شیطین نے التباس و اشتباہ میں ڈالا ہے اور میری قوت فہم و فراست کو غفل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) اور کہیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر مجھے سواری پر آگے سوار کیا خود پیچھے سوار ہوئیں ہم چلتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ میری والدہ ماجدہ سے عرض کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی ہے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہوں اور ساتھ ہی بتلایا کہ تمہارے شہزادہ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ مگر انہیں اس سے کوئی خوف و خطر لاحق نہ ہوا اور کہا کہ جب یہ متولد ہوئے تھے تو میں نے ایک عظیم نور دیکھا تھا جس کی وجہ سے شام کے عملات درجک اٹھتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ بچوں کے ساتھ کھلی جگہ موجود تھے تو انہوں نے آپ کو زمین پر لٹایا سینہ مبارک کو دل اقدس والی جگہ سے چیر کر قلب منور کو باہر نکالا۔ پھر دل اقدس کو چیر کر ایک سیاہ رنگ گوشت باہر نکال کر کہا کہ یہ ایسا جزو و عضو ہے جو شیطانی اثرات کو قبول کرنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے (اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے اس مادہ کو ہی نکلوا دیا ہے تاکہ شیطان آپ سے ہمیشہ کبھی لینے ناہمید ہو جائے اور وحی والہام میں التباس و اشتباہ کے جملہ

ذرائع اور راہیں مسدود ہو جائیں، پھر دل نور کو سنہری تھال میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر اس کو درست فرما کر اپنی جگہ رکھ دیا۔

ہم اسی بچے دوڑتے ہوئے حضرت علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ اندوہ ناک خبر وہاں پہنچی سارے گھروالے دوڑے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صبح و سلامت تھے مگر رنگ مبارک (خوف و خشیت کی وجہ سے) زردی مائل تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سید الانبیاء علیہ الغیۃ والثناء کے سینہ اقدس پر حضرت جبریل علیہ السلام کے سینہ مبارک کو شقی کرتے اور پھر درست کرتے وقت زخم کی سلامتی کرنے والے آلے کے نشانات دیکھا کرتا تھا۔

شداد بن اوس فرماتے ہیں ایک موقع پر ہم رسول خدا علیہ الغیۃ والثناء کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ بنی عامر سے ایک ضعیف العمر شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا مجھے اپنے ابتدائی حالات بتائیں تو آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مجسم دعا ہوں اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور مزید تفصیل یہ ہے کہ جب میں والدہ ماجدہ کے بطن اقدس سے عالم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو مدت رضاع میں بنی سعد بن بکر کے ہاں رہا۔ ایک موقع پر میں گھر سے نکل کر بطن وادی میں اپنے ہم عمر اور بھولیوں کے ساتھ مل کر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین شخصوں کی ایک ٹولی ہے جن کے ہاتھ میں ایک سونے کا تھال ہے جس میں برف بھری ہے۔ انہوں نے صرف مجھے پکڑا اور دوسرے ساتھی ڈر کر بھاگ گئے۔ اور وادی کے کنارے جا کھڑے ہوئے۔ پھر اس جماعت کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اس بچے کے ساتھ کیا غرض ہے۔ یہ ہمارے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ سردار قریش کے بیٹے ہیں۔ اگر تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو (تو ازراہ کرم ان کو چھوڑ دو) اور ہم میں سے جس کو چاہتے ہو قتل کر دو۔

ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا مجھے زمین پر لٹایا۔ پھر سینہ مبارک کو چیرا پھر اندر دنی اجزاء باہر نکال کر ان کو تھال والی برف سے اچھی طرح دھویا۔ پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دوسرا اٹھا اور پہلے کو کہا اب تم سبٹ جاؤ چنانچہ وہ سبٹ کر الگ ہو گیا تو اس نے میرے سینہ (اقدس) میں ہاتھ ڈالا اور دل کو باہر نکالا اور اس کو چیرا اور یہ سدا منتظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دل کو چیر کر سیاہ رنگ ٹکڑا نکال کر بھینک دیا۔ پھر اپنے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ کوئی چیز بیکار رہا ہے اچانک دیکھتا ہوں تو اس کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر ہے جس کو دیکھنے والے حیرت زدہ رہ جائیں اس کے ساتھ میرے دل پر مہر لگائی تو وہ نور سے بھر پور اور معمور ہو گیا۔ پھر دل منور کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں غر صہ دراز تک اپنے دل میں اس مہر کی لذت اور ٹھنڈک محسوس کرتا رہا۔

پھر تیسرا لولا اب تو بھی سبٹ جاوے ایک طرف ہوا تو اس نے سینہ کے اوپر والے حصے سے لے کر نات تک (جہاں تک کہ جبہ اطہر کو چیرا گیا تھا) ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے امر سے وہ زخم مندمل ہو گیا۔ پھر چوتھے اکرام اور نرمی سے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد سب نے باری مجھے سینہ سے لگایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور مجھے کہا اے حبیب خدا خوف کھانے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تمہیں علم ہوتا کہ مستقبل میں تمہیں کیا خیر و برکت اور رفعت و جلال



بلندی مقامات حاصل ہونے والی ہے تو آپ بہت خوش ہوتے اور آپ کی آنکھیں فرط مسرت و فرحت سے ٹھنڈی ہوتی ہیں ابھی وہ قیوں اشخاص میرے ساتھ ان باتوں میں مصروف ہی تھے کہ سارے کا سارا قبیلہ بنو سعد بن بکر کا قبیلہ آپنا اور میری امی (علیہما سب سے آگے تھی اور بلند آواز سے پکارتی آ رہی تھی اسے میرے ننھے اور ضعیف و ناتواں بچے۔ اسے مبارک و مسعود بچے، اسے بلند بخت بچے۔ سارے بچے پر جھک گئے کوئی سر کو ہونہ دے رہا تھا۔ کوئی ماتھا چوم رہا تھا اور سب پکار رہے تھے اے خوش بخت تجھ ضعیف و ناتواں پر اتنی تکلیف کیوں اور اتنی سنگ دلی کا کیا موجب (علیہمہ لبی کیا تم ہی اپنے دوسرے ساتھیوں میں سے کمزور سمجھے گئے اور اس وجہ سے تم کو قتل و ہلاک کے لیے منتخب کیا گیا۔ پھر مجھے اپنی چھاتی سے لگایا اور گود میں لیا) میں ادھر تو اپنی امی کی گود میں تھا اور ادھر میرا ساتھ شق صدر کرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں تھا اور میرا خیال تھا کہ میری طرح دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ رہے ہوں گے مگر حقیقت میں ان کو میرے علاوہ کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

بعض نے کہا کہ اس بچے کو آسیب ہے یا جن کا اثر ہے (لہذا انہیں کاہن کے پاس لے جانا چاہیے) چنانچہ مجھے ایک کاہن کے پاس لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا تم چپ ہو جاؤ میں اس بچے کی زبانی سداقتہ سنوں گا کیونکہ وہ اپنا معاملہ تمہاری نسبت بہتر جانتا ہے۔

پھر مجھ سے دریافت کیا اور میں نے ساری حقیقت بالتفصیل اس کو بیان کی تو اچھل کر میرے قریب آیا مجھے سینے سے لگایا پھر بلند آواز کے ساتھ کہا۔ اے اہل عرب اس بچے کو (نوذ بالتلذذ) قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ ہی مجھے لات وعزنی کی قسم اگر تم ان کو آج قتل نہ کرو گے اور یہ حد بلوغ تک پہنچ گئے تو تمہارے دین کو تبدیل کر دیں گے (بلکہ سب ادیان پر خط نسخ کیجیے دیں گے) پھر میرے اہل قبیلہ یعنی بنو سعد نے مجھے وہاں سے اٹھالیا (اور اپنے گھر لے آئے۔ یہ ہے میرا آغاز کار۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سوق عکاظ قائم ہوا (میلان منعقد ہوا) تو علیمہ سعدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قیافہ شناس کے پاس لے گئیں جس کے پاس تمام لوگ اپنے بچوں کو لے جاتے اور دکھلاتے۔ جب اس فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلایا اسے گروہ حذیل اسے جماعت قریش بیٹے کے سب شہ کاہ اس کے گرد جمع ہو گئے تو اس نے کہا اس بچے کو قتل کر دو اور اس دوران حضرت علیمہ آپ کو لے کر کھسک گئی تھیں لوگ پوچھتے کس بچے کو؟ وہ کہتا اس بچے کو لوگوں کو نظر کچھ نہیں آتا تھا کیونکہ آپ کی رضاعی والدہ تو آپ کو لے کر وہاں سے جا چکی تھیں۔ اس سے پوچھا جاتا وہ کون ہے اُسے کیا ہے (کیوں قتل کریں) وہ کہنے لگا مجھے اس کے خدا والہ کی قسم وہ تمہارے اہل دین (مشرکین) کو قتل کریں گے تمہارے معبودانِ باطلہ کو توڑ ڈالیں گے اور ان کا دین و مذہب تمہارے ادیان پر غالب آکر رہے گا اور وہ خود تم پر حکومت کریں گے۔

سب لوگوں نے آپ کو تلاش کیا مگر ناکام رہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ قبیلہ حذیل کا ایک بوڑھا سردار چلانے لگا اسے قبیلہ حذیل۔ مجھے اس بچے کے خدا کی قسم یہ آسمان سے نزول حکم کے منتظر ہیں وغیرہ وغیرہ اور لوگوں کو آپ کے خلاف اکسا کر شروع کیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دیوانہ ہو گیا اور عقل رخصت ہو گئی اور حالت کفر میں سر کر رہا ہوا ہوا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں۔ دیکھا تو آپ اپنی بہن کے ساتھ ہیں بلیں میرے بیٹے کتنی گرمی ہے اور تم باہر پھر رہے ہو۔

آپ کی بہن بولی۔ اماں میرے بھائی کو ذرا بھر گرمی نہیں لگی کیونکہ ایک بادل ان پر سایہ لگن رہا ہے جب یہ پلتے تو وہ بھی اوپر اوپر چلتا اور جب آپ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا حتیٰ کہ ہم اس حال میں یہاں پہنچے ہیں۔

یہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں اس وقت حاضر ہوئیں جب کہ آپ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی فرما چکے تھے اور اپنے علاقہ میں رہنا چاہتے والے قحط اور مال مویشی کی ہلاکت کا شکوہ کیا۔

تیدا الناس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کے متعلق بات کی تو انہوں نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ جو عورتوں کی سواری کے لائق تھا عطا کیا اور آپ اس طرح عزت و اکرام کے ساتھ اپنے گھر لوٹیں۔

جب خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والتنا نے دعویٰ نبوت فرمایا اور لوگوں کو دعوت اسلام دی تو حضرت حلیمہ بھی حاضر خدمت اقدس ہوئیں اور ان کے خاوند بھی اور مشرف باسلام ہوئے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی پھر گھر واپس ہوئے۔

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ عورت جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا حاضر ہوئی اندرانے کا اذن طلب کیا۔ جب اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوئیں تو آپ پکار اٹھے۔ میری ماں میری ماں۔ فوراً آپ نے چادر بچھائی اور ان کو اوپر بٹھایا اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ تیدا الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں وہ بھی نہایت احترام و اکرام سے پیش آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں تو انہوں نے بھی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔

## دس سال کی عمر میں شق صدر

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی ایسی چیزوں کے متعلق سوال



کی جرات کر جاتے تھے جن کے متعلق دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ تو فرمائیں کہ سب سے پہلے آپ نے امور نبوت میں کونسا امر دیکھا (آپ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اسے ابو ہریرہ تم نے اول امر اور ابتداء نبوت میں ظہور پذیر ہونے والے امور کے متعلق سوال کیا ہے تو سنو۔

میری عمر کوئی دس سال سے چند ماہ زیادہ ہوگی۔ میں جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی۔ ایک شخص دوسرے سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی ہیں؟

پھر وہ ایسے خوب صورت چہرہ میں میرے سامنے آئے کہ میں نے ایسا حسن و جلال کبھی نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک نے ایک بازو کو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا بازو مگر اس قدر نرمی سے کہ مجھے ان کے پکڑنے کا کوئی احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

ایک نے دوسرے سے کہا ان کو زمین پر سلا دو چنانچہ دونوں نے مجھے بڑے آرام سے سیدھا لٹایا۔ پھر ایک نے کہا ان کے سینے کو چاک کر دو تو دوسرے نے میرے دیکھتے دیکھتے میرے سینے کو چاک کیا۔ مگر نہ تو درد ہوا اور نہ ہی خون نکلا۔ پہلا بول لاف و حسد کو نکال دیا یعنی اس مادہ کو نکال دو جو صفاتِ مذمومہ کا مرکز ہوتا ہے چنانچہ دوسرے نے میرے دل سے ایک گوشت کا ٹوٹھرا نکال باہر کیا۔ پہلا پھر کہنے لگا۔ اب رحمت و رافتِ دلِ مقدس میں داخل کر دو تو قنا قدر اس نے نکالا تھا اسی مقدار میں چاندی کی طرح سفید و چمکدار ٹکڑا اندر رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر اچھی ہلایا اور کہا اٹھو دوڑو اور سلامت رہو، میں واپس ہوا تو لوگوں میں اس حال میں پھرتا تھا کہ ہر جھوٹے پر رافت اور ہر بڑے پر رحمت سے پیش آتا (اور رافت و رحمت تقاضائے طبیعت بن چکی تھی) یہ سب آغاز و ابتداء اور انتہا یہ کہ آپ مجسم رحمت بن گئے اور وہ بھی سب عالمین کے لیے (وما ارسلناک الا رحمة للعالمین)

## تیسواں باب

### مولدِ نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنے والے واقعات

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ سعید فرماتی ہیں میں اپنی دراز گوش پر سوار ہوئی اور محمد (محمود اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگے بٹھایا اور چلتی ہوئی مکہ مکرمہ کے بڑے دروازے پر پہنچی وہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی۔

میں نے ان کو وہاں اتارنا کہ کپڑوں وغیرہ کی اصلاح و درستی اور دیگر حاجات سے فراغت حاصل کر لوں تو میں نے اچانک ایک خوفناک لرزادینے والی آواز سنی ادھر متوجہ ہوئی تو لخت جگر اور نور نظر کو موجود نہ پایا لوگوں سے پوچھا میرا بچہ کہاں گیا۔ وہ پوچھنے لگے کونسا بچہ، میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے سرسبز شاداب فرمایا بھوک اور تنگدستی دور فرمائی۔ میں نے ان کی تربیت کی حتیٰ کہ جب میری آرزو پوری ہوئی اور افتخار تربیت سے سرفراز ہوئی تو ان کو لے آئی تاکہ انہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پیرو کردوں اور امانت ادا کر کے عہدہ برآ ہو جو جاؤں تو وہ میرے ہاتھ سے چھین لیے گئے۔ لات و عنزیٰ کی قسم اگر میں ان کو نہ دیکھوں گی تو اپنے آپ کو پہاڑ کی بلند چوٹیوں سے گر کر خودکشی کر لوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے تو کوئی شے دیکھی ہی نہیں رہم کیا بتائیں اور تیری مصیبت میں کیا تعاون کریں۔

جب انہوں نے مجھے ناہمید کر دیا تو میں نے اپنے ہاتھ سر پر رکھے اور بلند آواز سے کہا وا محمدہ والدہ ان سوز بھری نداؤں کو اور میری آہ و بکا کو سن کر نوجوان لڑکیاں رونے لگ گئی اور لوگ بھی تڑپ اٹھے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ پھر میں حضرت عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئی اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی تلوار نکالی اور آواز دی یا آل غالب اسے غالب کی اولاد! زمانہ قبل از اسلام میں لوگوں کو بلانے کا اور اکٹھا کرنے کا انداز و طریقہ یہی تھا سب قریش حاضر ہو گئے تو انہوں نے فرمایا میرا بیٹا گم ہو گیا ہے سب نے کہا تم جنگ و قتال کے لیے سوار ہو جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سمندر میں چھلانگ لگاؤ تو ہم تمہارے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سب قریش ان کے ساتھ تھے تو انہوں نے مکہ مکرمہ کے نشیب و فراز اور بلندی و پستی کو چھان مارا مگر فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

پھر آپ لوگوں سے الگ ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے کعبہ مبارکہ کے گرد سات طواف کیے اور زبان سے بارگاہ خداوندی میں یہ التجا کرتے تھے کہ

يَا رَبِّ رُدِّ رَاكِبِي مُحَمَّدًا  
رُدِّهْ لِي وَاتَّخِذْ عِنْدِي يَدًا

اے میرے رب کریم میرے کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر لوٹا اور مجھ پر اپنا خصوصی احسان فرما۔

ادھر حضرت عبدالمطلب نے عرض کی ہی تھی کہ فضائیں یہ آواز گونجی جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگو! رونے دھونے اور آہ و زاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب انہیں کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے آواز دینے والے اور ہمیں تسلی و اطمینان دینے والے۔ کون ہمیں و عزیز ترین متلع واپس لا دے گا اور وہ کہاں ہیں؟



جواب آیا وہ وادئ تھا میں شجرہ یمن کے پاس موجود ہیں۔ حضرت عبد المطلب تیزی سے اس جگہ پہنچے تو حبیب  
خدا علیہ التحیۃ والتنا درخت کے نیچے تشریف فرماتے تھے۔ شاخوں کو کھینچ رہے تھے اور پتوں کے ساتھ کھیل رہے  
تھے۔ آپ کو اپنی سواری پر سوار کر کے ہمراہ لائے اور حضرت حلیمہ کو اعزاز و اکرام سے نوازا اور انعام دیکر رخصت کیا۔  
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حلیمہ جب ان کو مکہ مکرمہ لے آئیں تو آپ لوگوں میں گم ہو گئے آپ  
نے حضرت عبد المطلب سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ کعبہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ

لَا هُمْ رَدَّ رَاكِبِي مُحَمَّدًا رَدَّهَ رَبِّ دَاخِذًا عِنْدِي يَدَا

اَنْتَ الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عَضْدًا

اے اللہ میرے پر دلی اور مفقود الجبر سوار کو واپس فرما اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرما دے اور تو نے  
ہی ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا (اللہ اس کرم کو دائمی وابدی بنا)  
اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبد المطلب نے آپ کو ایک کام کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت بارگاہ  
خداوندی میں یہ التجا پیش کی تھی (نہ کہ آپ کے گم ہونے کے وقت)  
ابراہیم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکہ مبارکہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کی عمر مبارک  
صرف پانچ سال تھی اور ان کی وایہ حضرت حلیمہ ان کو حضرت عبد المطلب کی خدمت میں لائی تھیں۔ تو کاہن نے سُرُ انبیلہ  
علیہ التحیۃ والتنا کو دیکھ کر کہا اے گروہ قریش اس بچے کو الیاذ باللہ قتل کر دو۔ وہ تمہارے اندر تفریق و انتشار پیدا کر دے  
گا اور تمہیں ہلاک کر ڈالے گا۔ حضرت عبد المطلب آپ کو لے کر جلدی میں دہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔  
اور قریش کاہن کی باتیں سننے کے بعد ہمیشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خوفزدہ رہتے تھے۔

## اکیسواں باب

### حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سانحہ وصال

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی  
اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے جب عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو وہ آپ کو ہمراہ لے کر اپنے میکے مدینہ منورہ تشریف  
لے گئیں تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اُن کے احوال (ماموں) کو بھی کرائیں اور ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ہمراہی

سے مشرف ہوئیں اور فخر و جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجالاتی تھیں اور یہ مختصر قافلہ دو اونٹوں پر سوار ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ کر دارنا بلعہ میں قیام پذیر ہوا اور ایک ماہ تک وہاں قیام فرمایا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت اطمینانی الخبار (ٹیلہ کا بلند مقام) کو دیکھا اور اسے پہچان لیا تو فرمایا کہ میں یحییٰ میں یہاں آنے پر ان ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک انیسہ نامی بچی کے ہمراہ کھیتا رہا تھا اور میں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ تھا تو ایک پرندہ کو یہاں سے اڑاتے تھے جو کہ ٹیلے پر آ بیٹھتا تھا۔

دارنا بلعہ (مکان) کو دیکھ کر فرمایا۔ یہاں میری اناں جان مجھے ہمراہ لا کر ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور میں بنی عدی بن النجار کے مالاب میں خوب تیرا رہا تھا۔

قوم یہود کے افراد وہاں پر یکے بعد دیگرے آتے اور فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے غور سے دیکھتے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے بنی ہیں اور یہی انکا دار ہجرت ہے میں نے ان کی اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھا۔

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں مگر جب مقام ابواب پر پہنچیں تو آپ کا وصال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ تو آپ (والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے بھی بے نیاز ہو کر) اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ گئے اور صرف ام ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ واپس لوٹیں۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مقام ابواب پر گزرے تو فرمایا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی والدہ ماجدہ کے مزار مبارک کی زیارت کا اذن دیا ہے۔ آپ وہاں پہنچے مزار اقدس کو مٹی وغیرہ ڈال کر درست فرمایا اور آنکھوں نے آنسوؤں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ عرض کیا گیا حضور کیا وجہ ہے۔ فرمایا مجھے ان کا بوقت وصال حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا اور مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر راہ میں ہی چھوڑ کر راہی ملک بقاء ہونا یاد کر کے رحمت و رقت طاری ہوئی اور رونے لگا۔

ابو مرشد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو قبر کے ایک نشان اور مٹی کی ڈھیری کے پاس تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ اس انداز میں تشریف فرما تھے گویا کسی سے خطاب کر رہے ہوں۔ پھر روتے ہوئے اٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آکر عرض کرنے لگے (وہ سب لوگوں سے اس معاملہ میں زیادہ جرات مند تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ رونے کا موجب

کیا ہے۔ فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی زیارت کا اذن طلب کیا تو اس نے اجازت مرحمت فرمائی پھر استغفار و بخشش طلب کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے منع کر دیا گیا۔ مجھے والدہ ماجدہ یاد آئیں اور ان



کی حالت و کیفیت دیکھی تو کھڑا ہو کر رونے لگ گیا۔ صحابہ بھی زار و قطار رونے لگے اور جتنے لوگ اس دن روتے دیکھ گئے اتنے کبھی بھی روتے نہیں دیکھے گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں اس روایت میں کہ مکرمہ کے اندر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہونے کا جو تذکرہ ہے یہ غلط ہے ان کی قبر البوا میں ہے نہ کہ مکرمہ میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی تو خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا۔ پھر فرمایا میں نے رب کریم سے والدہ ماجدہ کی مغفرت و بخشش کی دعا کے لیے اذن طلب کیا تو اذن نہ ملا۔ پھر زیارت کی اجازت طلب کی تو اجازت عطا فرمائی گئی۔ لہذا تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے (اور دنیا کی طرف رغبت کم ہوتی ہے) رواہ مسلم،

ابو ہریرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام غسغان پر تشریف لاکر ٹھہر گئے اور دائیں بائیں دیکھا اور والدہ ماجدہ کی قبر شریف کو دیکھا۔ پھر بانی کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی، اچانک ہمیں آپ کے رونے کی آواز آئی تو ہم بھی رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کو روتے دیکھ کر (بوجود سبب معلوم نہ ہونے کے) رونے لگے۔ جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا ہم نے عرض کیا آپ روتے تو ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے پوچھا تم نے آخر کیا گمان کیا (جس پر روزاً شروع کیا) ہم نے عرض کیا ہمیں تو یہ گمان گذرا کہ کہیں آپ کی امت پر عذاب ہونے والا ہے۔ فرمایا نہیں ایسی بات تو بالکل نہیں تھی کیا دوسرا خیال یہ تھا کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا پابند و مکلف ٹھہرایا گیا ہے جن کی ان میں بہت طاقت نہیں ہے۔ فرمایا نہیں یہ بات بھی نہیں تھی۔ بلکہ دراصل بات یہ تھی کہ میں والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر کھڑا ہوا۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور رب کریم سے اذن استغفار کا طلب گار ہوا تو مجھ اس سے منع کر دیا گیا میں رونے لگا۔ دوبارہ دو رکعت نماز ادا کی اور اذن کا طلب گار ہوا۔ تو مجھے سختی سے روکا گیا اس پر میری آہ و بکا بلند ہوئی

پھر فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری طلب فرمائی اور اس پر سوار ہو کر تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ سواری ثعلب وحشی کی وجہ سے رک گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

رسول خدا علیہ السلام اور اہل ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اہل شرک کے لیے استغفار کریں خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر واضح ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں تو انہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صحابہ میں تمہیں گواہ بنانا ہوں کہ میں (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) سے براہت کا اظہار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے آزر سے برأت کا اظہار فرمایا تھا۔ عہ

**عہ تنبیہ :-** سرور انبیاء علیہ وسلم التبیۃ والثناء کے والدین کریمین کا نجات پانا نار و دوزخ سے محفوظ رہنا اور اہل جنت میں سے ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اسلاف میں یہ امر مختلف فیہ ہونے کے باوجود متاخرین حضرات نے اس کو متنازع فیہ نہیں چھوڑا بلکہ متعدد وجوہ اور دلائل سے والدین کریمین رضی اللہ عنہما (بلکہ جمیع آباد اجداد و کرام) کا اہل نجات میں سے ہونا ثابت فرمایا ہے۔ حضرت شیخ اجل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعة المصنوعات جلد اول ص ۸۱ پر اسی مضمون کی ایک حدیث و روایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس روایت کا مضمون و مضموم متقدمین کا غمناک رہا ہے اور وہ اسی نظریہ کے قائل ہیں لیکن متاخرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بلکہ آدم علیہ السلام تک تمام سلسلہ آباد اجداد اور اہل امانات و جدات کا ایمان ثابت کیا ہے اور اس دعویٰ کو انہوں نے قین طرح سے ثابت کیا ہے۔

اول یہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے (جو کچھ بھی اس وقت معلوم و معروف تھا) دوم۔ وہ زمانہ فترت رسل میں پیدا ہوئے اور دنات پائی (لہذا زمانہ نبوت جب انہوں نے پایا ہی نہیں تھا تو ان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے انکار نبوت کے لحاظ سے تو واضح ہے اور انکار الوہیت قطعاً ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ کا نام ہی اس شق کے ابطال کے لیے روشن دلیل ہے اور وہ امام حضرت عبد المطلب نے تجویز فرمایا تو ان کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا۔ نیز نص قرآن کریم و ما کننا بمعذب بین حتی نبعث رسولاً۔ یعنی ہم اس وقت کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسل کرام کو مبعوث نہ فرماویں اس لحاظ سے بھی تفصیلات دین اسلام نہ جاننے اور ان کا اعتراف نہ کرنے کی بنا پر ان کو دوزخی قرار نہیں دیا جاسکتا) سوم۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو آپ کے شان اعلیٰ کی بدولت زندہ فرمایا۔ اور ان کو شرف اسلام سے مشرف ہونے کا موقعہ بخشا اور بعد الوصال ایمان کا مقبول ہونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے (یہاں یہ شبہ کہ اس مضمون کی روایات ضعیف ہیں تو اس کا الزام محمدین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ روایات ضعیفہ جب متعدد طرق سے مروی و منقول ہوں تو وہ درجہ صحت اور حسن تک پہنچ جاتی ہیں اور ان روایات کے طرق و اسانید بھی متعدد ہیں اور یہ علم گویا متقدمین سے مخفی و مستور تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے متاخرین پر شکست فرمایا واللہ یختص برحمۃ من یشاء بما شاء من فضله۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے متعدد رسالے اس مسئلہ کی تحقیق میں تالیف فرمائے اور مختلف دلائل سے ایمان والدین کریمین ثابت کیا اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا۔ مفصل تحقیق دہاں ملاحظہ کریں۔ یہی تحقیق علامہ عبدالعزیز سرہاروی نے نبراس شرح عقائد میں ص ۵۲ پر درج فرمائی ہے اور علامہ محمد قوسی نے روح المعانی جلد ۱۹ میں زیر آیت کریمہ و تقلید فی الساجدین نقل فرمایا کہ جو شخص ان روایات و احادیث پر مطلع ہوا جن میں سرور انبیاء علیہ السلام نے اپنے جملہ آب و اجداد کی طہارت اور نکاح اسلام سے متولد ہونے کی تصریح فرمائی ہے پھر بھی والدین کریمین کے کفر کا ہی قائل رہا تو خود اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مزید تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور وہ وجوب عمل پر دلالت کرتی ہیں و جب اعتقاد پر نہیں لہذا ان کی بنا پر دوسرے تمام دلائل کو نظر انداز کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان و اعتقاد پر اعتراض کرنا اور ان کی نجات و فلاح کا انکار کرنا بلکہ اس پر اصرار کرنا بہت بڑی جبارت ہے جو مومن



حسن بن جابر رضی اللہ عنہما سے جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، مروی ہے کہ مامون الرشید کو یہ اطلاع دی گئی کہ سیلاب اور بارش کا پانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک میں داخل ہو جاتا ہے تو مامون نے اس جگہ کو پختہ کرنے کا حکم جاری کیا۔ ابن البراء فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی حیثیت اور وضع قطع بتلائی گئی جبکہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔

(ان مختلف روایات میں تطبیق و موافقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ کا وصال مقام الدار میں ہوا ہو اور پھر آپ کو مکہ مکرمہ میں لایا گیا ہو اور یہاں دفن کیا گیا ہو۔)

(بقیہ صفحہ کا) غرض سے بہر حال بہت بعید ہے هذا عندی واللہ ورسولہ اعلو۔  
اس موضوع پر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے رسالہ بنام شمول الاسلام لاحول النبی اکرم تالیف فرمایا ہے اسکا مطالعہ فرمائیں۔  
ان احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی بلکہ وہاں قیام فرما کر دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اور اس اجازت کا ملنا آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مشرکین کی قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا تھا چنانچہ فرمایا وَلَا تَقْعُوْا عَلٰی قَبْرِہٖ ۝۹ مشرکوں کی قبر پر آپ قیام نہ کریں نہ اگر آپ کی والدہ ماجدہ العیاذ باللہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دیکراتی۔ چہ جائیکہ آپ وہاں دو رکعت نماز بھی ادا فرماتے۔ رہا یہ امر کہ آپ کو والدہ ماجدہ کے لیے استغفار سے روک دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے تو اس سے ان کے گناہوں میں طوٹ ہونے کا وہم نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور جب غیر معصوم کے لیے استغفار کی دعا کی جائے تو اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید وہ گناہوں میں طوٹ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ کے حق میں حضور کو استغفار سے روک دیا تاکہ آپ کی والدہ کے بارے میں کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ وہ گناہوں میں طوٹ رہی تھیں۔ ان احادیث میں آپ کی عظیم فضیلت ہے کہ وہ مومنہ بھی تھیں اور نیک اور پرہیزگار اور گناہوں سے پاکدامن بھی۔

## بتیسواں باب

### حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کے لیے اتنی شفقت اور نرم دلی کا مظاہرہ فرمایا کہ اتنا اپنی اولاد کے لیے بھی نہیں فرماتے تھے اور آپ کو قریب بٹھاتے اور مقرب معظم رکھتے اور آپ ان کے پاس خلوت و عیادت میں بھی اور خواب و استراحت کے وقت میں بھی تشریف لے جاتے اور ان کے مخصوص سرداری فرش پر جلوہ گر ہوتے اگر کوئی مزاحم ہونے لگتا تو حضرت عبدالمطلب سختی سے منع فرمادیتے اور فرماتے اسے مت روکو، میرے اس بیٹے کو ملکِ سلطنت عطا کیا جائیگا۔ بنی مدیج کی جماعت نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا اس عزیز مولود کی اچھی طرح حفاظت و نگرانی فرمائیے کیونکہ ان کا قدم مبارک مقامِ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ اقدس کے بہت ہی شاہد ہے تو انہوں نے جنابِ ابوطالب سے فرمایا۔ ان لوگوں کی بات غور سے سنو چنانچہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا اور وہی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ اسے برکت (ام ایمن) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت و بے پروائی نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ حضرت عبدالمطلب جب بھی کھانا تناول فرماتے گتے تو فرماتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ جب آپ کو ان کے پاس لایا جاتا تب کھانا تناول فرماتے جب ان کا وقت وصال آیا تو جنابِ ابوطالب کو آپ کی کفالت و حفاظت کی وصیت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عبدالمطلب کا مقام اور جائے نشستِ حلیم میں مخصوص فرش تھا جس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور حرب بن امیہ اور اس قسم کے لوگ ان کے پاس بیٹھے مگر اس نشگاہ سے بہٹ کر جب رسول کریم علیہ التعمید والثناء تشریف لائے اور آپ ابھی نوعمر بچے تھے تو سیدھے اس مقام پر جا بیٹھے جہاں حضرت عبدالمطلب بیٹھے تھے مگر اس وقت آپ کی بینائی باقی رہی تھی۔ تو کسی شخص نے آپ کو سمجھے بٹانے کی کوشش کی۔ سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے تو حضرت عبدالمطلب نے پوچھا میرا بیٹے میرا تخت جگر کیوں روتا ہے۔ لوگوں نے سبب عرض کیا تو فرمایا۔ انہیں اس فرش



پہری بیٹھنے دور کیونکہ وہ اپنی عظمت و برتری کو جانتے پہچانتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ عزت و شرف اور رفعت و مرتبت کی ان بلند یوں تک پہنچیں گے جہاں کوئی عربی نہ پہلے جاسکا ہے اور نہ بعد میں جائے گا (بلکہ نہ ہی انکا کوئی تصور کر سکتا ہے)

## تینتیسواں باب

حضرت عبدالمطلب کا سر عالم و عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استقاء

رقیقہ سے منقول ہے کہ قریش پر گناہ چند سال گذرے، جن میں بارش وغیرہ بالکل نہ ہوئی۔ قحط سالی اور خشکی کی وجہ سے شیردار جانوروں کے دودھ خشک ہو گئے بلکہ ہڈیاں بھی مغز سے خالی ہو کر سوکھ گئیں۔ ایک رات میں سوئی ہوئی تھی یا ابھی اذگھ اور نعاس کی حالت میں تھی کہ آواز دینے والے کو بلند اور سخت لہجے میں یوں اعلان کرتے ہوئے سنا۔ اے جماعت قریش تمہارے اندر مبعوث ہونے والے نبی کا زمانہ خروج قریب آچکا ہے اور یہ وقت ہے اُن کے ظہور کے وقت طلوع ہونے والے ستاروں کا۔ لہذا تم جلدی پانی اور خوشحالی کا منہ دیکھو اور اس کے لیے حیلہ سازی و چارہ گری کرو۔ (اور چارہ سازی کی صورت یہ ہے کہ)

اپنے اندر ایک ایسا شخص تلاش کرو جو درمیانہ قد ہے مضبوط اعضا اور بھرپور جسم والا، سفید چمکیلی رنگت والا ہے۔ اور لمبی اور گھٹی لمبکوں والا ہے، وٹھلواں رخساروں والا ہے، لمبی اور بلند ناک ہے۔ وہ صاحبِ فخر نہیں مگر اس کو خواہ مخواہ ظاہر کرنے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ صبر و استقامت اور علم و وقار کا اظہار فرمانے والے ہیں اور ان کی مخصوص ہیئت و کیفیت ہے جو لوگوں کو ان کی طرف دلالت اور رہنمائی کرتی ہے۔

وہ ہستی جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں اپنے تحت جگر نور نظر کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ و خانوادہ کا ایک ایک فرد ان کے ساتھ نکلنا چاہیے۔ جو اچھی طرح غسل کر کے خوشبو لگا کر حجرِ اسود کا استلام کرنے کے بعد کوہِ قُبوس پر چڑھیں۔ وہ بارش کی دعا کریں اور قوم ان کی دعا پر آمین آمین کہتی رہے اور جتنی بارش چاہو اتنی ماحصل ہو جائے گی۔ رقیقہ کہتی ہے میں صبح اٹھی تو اللہ جانتا ہے کہ بڑی خوفزدہ تھی بدن پر رونگٹے کھڑے تھے اور عقل و فہم زائل ہونے کو تھا۔ لوگوں کو خواب بیان کیا اور اس شخص کی تعیین کے متعلق دریافت کیا۔

مجھے حرمِ پاک اور اس کی حرمت و عزت کی قسم ہر ابطی و بی میرا خواب سن کر کہنے لگا یہ شخص تو صرف اور صرف شبیبہ الحمد (حضرت عبدالمطلب) ہیں۔

قریش گروہ درگروہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور قبیلہ و خانوادہ سے ایک ایک شخص ان کی بارگاہ میں پہنچنے لگا۔ غل کیا۔ خوشبو لگائی۔ بچر اسود کا استلام کیا اور کوہ الوقیس پر چڑھنے لگے اور دونوں جانبوں سے اس کو کثرت تعداد کی وجہ سے بھرتے ہوئے تیزی کے ساتھ اوپر کو جا رہے تھے حتیٰ کہ جب پہاڑ کی چوٹی اور بلندی پر ٹکمن ہو گئے حضرت عبدالمطلب دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ شریک دعا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو کہ ابھی بچے تھے مگر توانا اور مضبوط جسم والے عبدالمطلب نے عرض کیا۔ اے حاجات کو پورا کرنے والے اور کرب و بلا کو دور کرنے والے اللہ العالمین تو جاننے والا ہے اور دوسروں کو جتانے والا تجھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو ہی ہر ایک کے سوال اور حاجت کی امید گاہ ہے اور بخل و کنجوسی سے پاک ہے۔ یہ تیرے بندہ ہیں اور تیری لونڈیاں جو تیرے حرم کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر تیری جناب میں اپنی تخط سالی کی شکایت پیش کر رہے ہیں جس نے نہ کوئی اونٹ چھوڑا اور نہ بھیڑ بکری (نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کے لیے اور نہ سواری کے لیے) لہذا ایسی کثیر موسلا دھار بارش عطا فرما جو کھیتوں کو بالنب فرما دے اور ہمیں خوشحال بنا دے۔ رقیقہ کئی ہفتے پہلے کعبہ کی قسم سبھی لوگ ابھی اسی جگہ کھڑے تھے کہ آسمان گویا پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور پانی کے دہانے کھول دیے اور وادی پانی کی موجوں کے ساتھ چنگھڑ رہی تھی۔

میں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں عبداللہ بن جدعان، حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سے سنا کہ وہ حضرت عبدالمطلب کو کہتے تھے اے وادی بھلا کے سردار و مالک تجھے مبارک ہو۔ تمہاری وجہ سے اہل بطن کو زندگی نصیب ہوئی۔ رقیقہ نے اسی عظمت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کی شان میں چند اشعار کہے جن کا ترجمہ

یہ ہے۔  
(۱) شیبۃ الحمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر اور علاقہ کو بارش سے سیراب فرمایا۔ جب ہم نے پانی کو گم کیا اور اس کے ایک ایک قطرہ کو ترسے لگے اور آسمان نے بھی باران رحمت کو روک لیا۔  
(۲) تو ایک سیاہ فام بادل نے موسلا دھار بارش برسا کر پرزور سخاوت کی جس سے حیوانات اور نباتات کو حیات نو حاصل ہو گئی۔

(۳) وہ مبارک افعال و اعمال والے ہیں۔ ان کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں (اس وقت) ان کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ فائل۔

(۴) وہ سترنا یا اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں کیونکہ وہ نیک فال ہیں اور نیک بخت اور ان سب سے بہتر ہیں جن کے ساتھ قبیلہ مضر کو کبھی بھی بشارت دی گئی۔



## چوتیسواں باب

حضرت عبدالمطلب کا سیف بن ذی یزن شاہ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد  
دینے کے لیے تشریف لے جانا

اور سیف ابن ذی یزن کا انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و رسالت کا مشرودہ سننا  
ابن کلبی سے مروی ہے کہ جب سیف بن ذی یزن ارض یمن کا مالک بنا اور حبشیوں کو ہلاک و تہ تیغ کیا تو اشراف  
قریش اور روساء عرب اس کو ظفر اور تمغہ کی تہنیت اور مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس یمن پہنچے۔ وفد  
قریش میں پانچ علماء و رؤساء تھے۔ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم۔ امیہ بن عبدشمس۔ عبداللہ بن جدعان خولید بن سوید اور  
دہب بن عبدمناف بن زہرہ چلتے چلتے جب صنعاء میں پہنچے تو سیف بن ذی یزن بھی وہیں قصر عدنان میں قیام پذیر  
تھا اور یہ قصر ان قصور و محلات میں سے تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نہ لمقیس کے لیے تیار کیے تھے۔  
حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے وہیں اونٹوں کو بٹھایا اور سیف کے دربار میں حاضری کی اجازت مانگنے  
کے بعد داخل ہوئے۔

قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ سنہری تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد اشراف و رؤساء یمن سنہری کرسیوں پر بیٹھے  
ہیں اس نے عنبر سے اپنے جسم کو معطر کیا ہوا تھا اور کستوری کی خوشبو اس کی ہانگ سے ہلک رہی تھی۔ سب نے اس کو  
تحیہ و سلام دیا اور شاہی آداب بجالائے ان کے لیے سنہری کرسیاں بچھائی گئیں اور سوائے حضرت عبدالمطلب کے  
باقی سب بیٹھ گئے۔ آپ سیف کے سامنے کھڑے رہے اور کچھ کہنے کی اجازت طلب کی۔ آپ سے کہا گیا۔ اگر  
بادشاہوں کے سامنے کلام کرنے کے آداب اور طریقہ آتے ہیں تو کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

تو آپ نے فرمایا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رفیع الشان محل اور بلند بام مقام میں محل کرامت و عزت  
پر متمکن فرمایا ہے اور تجھ ایسے نونال کو ایسی بنیاد پر قائم فرمایا جو بہت ہی پاکیزہ ہے اور بڑی عزت و عظمت والی  
ہے اصل اس کا ثابت در اسخ ہے اور شاخیں اس کی خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہیں۔ اس نونال کا محل غرس و ولادت  
بہت پاکیزہ ہے اور زمین پیدائش بڑی زرخیز ہے۔

اے بادشاہ تو اہل عرب کی وہ بہار ہے جس کی طرف وہ وقت خزاں میں پناہ پکڑنے والے ہیں اور ان کے لیے

وہ شیریں آب حیات ہے جس کی طرف لوگ پیاس بجھانے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ تیرے اسلام سب اسلاف سے بہتر اور تو ان میں سے ہمارے لیے سب سے اچھا خلف اور قائم مقام ہیں۔ کائنات تجھ جیسا نامور شخص ہو، وہ اسلام ہرگز نہیں مر سکتے اور جن کا سلف تیرے جیسا باکمال ہو وہ گوشہ خوں و گنہی میں نہیں رہ سکتے۔

اے بادشاہ ہم اہل حرم ہیں اور بیت اللہ کے مجاور و خدام۔ ہمیں تیری طرف وہ فرحت و مسرت لے آئی ہے، جو ان شہداء و مصائب کے دور ہونے سے حاصل ہوئی جنہوں نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی تھی مگر ہم محض تنہیت و ہدیت تبریک دینے والا و فدہ ہیں، تجھے اپنے مصائب و مشکلات سنا کر پریشانی میں ڈالنے والا و فدہ نہیں ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تم وادی بطحا والے قریش ہو انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے مر جبا و خوش آمدید کہا۔ اور کہا تم اپنے گھر میں آئے ہو۔ یہاں کی سواریاں اور ساز و سامان تمہارا ہے۔ زمین ہی نرم نہیں اس کے باسی بھی نرم دل اور نیک خلعت ہیں۔ شہنشاہ بڑا سخی ہے اور عظیم و کثیر عطیات دینے کا عادی ہے۔ میں نے تمہاری بات سنی اور تمہاری فضیلت و برتری کا اندازہ لگایا تم شرافت و عزت کے حامل ہو اور تعریف و تکریم کے لائق جب تک یہاں قیام کرو تمہیں عزت و اکرام سے مہمان بنایا جائے گا اور جب واپسی ہوگی تو عظیم و جزیل عطیات پیش کیے جائیں گے۔

پھر روئے سخن حضرت عبد المطلب کی طرف کرتے ہوئے کہا تم اپنا خصوصی تعارف کراؤ۔ فرمایا میں عبد المطلب بن ہاشم ہوں۔ وہ پکار اٹھا میں تو خود تم سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا اور تمہاری ملاقات کے لیے بیقرار تھا کیونکہ تم تو خلق خدا کی ربیع چہار ہو اور اقوام و قبائل کے سردار، اب مہمان خانہ میں آرام کرو، میں پھر کسی وقت تمہیں بلاؤں گا۔

پھر ان کے متعلق خدام کو حکم دیا کہ انہیں عزت و تکریم کے ساتھ بٹھاؤ اور آرام کا انتظام کرو۔ یہ وفد ایک ماہ تک وہاں رہا مگر سیف بن ذی یزن نے ان کو کبھی دربار میں نہ بلایا۔ ایک صبح سو کراٹھا تو فوراً حضرت عبد المطلب کے پاس آدمی بھیجا کہ تم کیلے میرے پاس آؤ۔ جب آپ پہنچے تو وہ بھی تنہائی میں بیٹھا تھا کوئی دوسرا شخص اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ کہنے لگا کہ عبد المطلب میں اپنے علمی اسرار میں سے ایک بھید اور راز تم پر ظاہر کرتا ہوں اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی یہ راز اس پر آشکار نہ کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ تم راز داں ہو اور ایسے اسرار و رموز کے معدن۔ یہ راز پوشیدہ رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے اظہار میں اپنی قدرت کاملہ کو بروئے کار لاٹے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا اور اس امر کو انتہا تک پہنچائے گا۔ حضرت عبد المطلب بولے اللہ تعالیٰ آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے۔ فرمایا وہ کونسا بھید اور راز۔ سیف بن ذی یزن نے کہا ہماری کتابیں جو یقیناً سچی ہیں اور وحی آسمانی اور علوم قدیمہ پر محیط و شتمل جن کو ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا ہوا ہے اور دوسروں سے انہیں پوشیدہ رکھتے ہیں ان کتابوں میں اور علوم سابقہ میں ہیں ایک عظیم خبر اور بہت بڑی عزت و عظمت کا پتہ چلتا ہے جو زندگی کے لیے سرمایہ شرف و فضل ہے اور موت کے لیے سرمایہ انحراف و اعتراف از العیوب۔ سب عرب اور تمہارے سارے قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے۔



21

22

23

24

25

26

27

28

29

30

31

32

حضرت عبدالمطلب نے کہا اسے بادشاہ پھر تو میں بہت بڑے تحفہ و ہدیہ کے ساتھ لوٹوں گا اتنا عظیم تحفہ کہ کوئی زائر بھی اس سے مشرف نہ ہو سکے۔ اگر بادشاہ کی سمیت شاہی اور اس کی عظمت و رفعت کا احساس نہ ہوتا تو میں ضرور مطالبہ کرتا کہ ذرا اس اجمال کو صورت تفصیل دے کہ میری مسرت و فرحت میں اضافہ فرمائیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تمہاری اولاد سے ایک بنی معوث ہوں گے اور تمہارے قبیلہ سے ایک رسول ظہور فرما ہوں گے۔ نام نامی ان کا احمد و محمد ہوگا۔ اسی زمانہ میں ان کی ولادت ہوگی اور عین ممکن ہے کہ پیدا ہو چکے ہوں۔ ان کے والدین بالکل آغاز عمر میں داغ مفارقت دے جائیں گے اور ان کے دوا جان اور بچہ چچا جان انکی کفالت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علانیہ معوث فرمائے گا اور ہم میں سے ان کے انصار و خدام پیدا فرمائے گا۔ ان کے معاون و مددگار عزت پائیں گے اور بداندیش دشمن ذلت و رسوائی کا شکار ہوں۔ ان کے وقت ولادت میں آتش پرستوں کا معبود یعنی آتش سرور ہو جائے گی۔ وہ لات و منات اور دیگر اوثان و اصنام کو توڑ دیں گے۔ کفر و شرک اور عصیان و طغیان کو روک دیں گے اور صرف واحد منان کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و امر واضح دہین ہوگا۔ ان کا حکم سر اسر عدل و انصاف ہوگا۔ معروف و خیر کا حکم دیں گے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ منکر اور بدی سے روکیں گے اور اپنے گرو دامن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا رتبہ بلند ہو، فضل و احسان دائم ہو، عمر دراز ہو کیا آپ مجھے مزید تفصیل و توضیح اور کشف و اظہار سے خوشی کا موقع بہم پہنچائیں گے؟

سیف نے کہا حجاب اور پردہ میں مجھ مستور خانہ خدا کی قسم اور آیات و کتب الہیہ کی قسم تم اس نبی کے دوا جان ہو اور اس امر میں غلطی اور غلط واقعہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عبدالمطلب بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالانے کے لئے جھک گئے۔

سیف نے کہا حضور سر اٹھا لیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ٹھنڈا رکھے اور عمر دراز کرے اور شان و مرتبت میں بلندی عطا فرمائے کیا ان علامات میں سے کسی کو تم نے محسوس کر لیا ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ہاں میرا ایک نور نظر تھا جس کے ساتھ مجھے بڑی محبت تھی۔ میں نے اپنی قوم میں سے ایک بڑی باعزت خاتون کے ساتھ ان کی شادی کی جن کو آمنہ بنت وہب کہا جاتا تھا۔ ان سے ایک فرزند ولید متولد ہوا جن کا نام میں نے محمد و احمد رکھا۔ ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور ان کا کفیل میں ہوں یا انکا چچا۔

ذی یزن نے کہا میں جو راز تیرے سامنے افشا کر رہا تھا وہ اس راز کی تفصیل و تعبیر ہیں، ان کا خاص خیال رکھنا۔ اور ان کے دشمنوں سے پُر حذر رہنا اگرچہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو اپنے بڑے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اگر مجھے اس امر کا یقین نہ ہوتا کہ موت کا مضبوط ہاتھ ان کے دعویٰ نبوت سے قبل ہی میرے محل وجود کو دار فانی سے اکھاڑ



تھے اور امیہ بن عبد الشمس عبداللہ بن جعدان اور خلید بن اسد جب یہ شہر صنعا میں اس کے پاس پہنچے تو وہ قصر غندان کے اوپر بیٹھا تھا جس کا ذکر امیہ بن ابی الصلت نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

اشرب هنیثا علیک التاج مرتفعاً فی راس غمدان دارمک محلاً  
غمدان جیسے عظیم محل کی بلندیوں پر بیٹھ کر شراب نوشی کا لطف ایسے وقت میں لے جبکہ تیرا سرتاج شہنشاہی سے سرفراز ہے ۔

دربان نے ان کی آمد سے سیف کو مطلع کیا اور اذن کا طلب گار ہوا۔ اس کے اجازت دینے پر وفد اندر داخل ہوا حضرت عبدالطلب اس کے قریب پہنچے اور کلام کرنے کی اجازت چاہی۔ اس نے کہا اگر تم شاہی درباروں میں کلام کرتے رہتے ہو اور آداب کلام سے واقفیت رکھتے ہو تو کہو کیا کہتے ہو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ حضرت عبدالطلب نے کہا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند و رفیع مکان محل میں سدا کرت پر بٹایا ہے جو دشمنوں کے لیے صعب اور ناقابلِ تسخیر ہے۔ اور تیرے سر فدا کر لیتے تھے اور فیاد پر قائم فرمایا جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور اصل و مبدع عزیز و کریم ہے۔ بنیاد اس کی ثابت و راسخ ہے اور فروغ و اعضان اس کے طویل و عریض ہیں اور اس کا محل بہت باکرامت و کمال ہے اور اس کا معدن و مخرج نہایت پاکیزہ۔ الغرض اسے بادشاہ تو عرب کا بادشاہ ہے اور ان کی بہار جو انہیں سرسبز و شاداب رکھتی ہے عرب کا وہ امیر جن کے سبھی لوگ مطیع و منقاد ہیں تو ان کا وہ عمود و ستون ہے جس پر ان کا محلِ عزت و رفعت قائم ہے اور ان کے لیے وہ مجاہد و مادی ہے جس کی طرف وہ پناہ پکارتے ہیں تیرے اسلاف سب اسلاف میں امتیازی مقام کے مالک اور تو ان کا وہ خلف ہے جو ہمارے لیے بہترین اخلاف میں شمار ہوتا ہے وہ ہرگز گوشہ خولی و گمنامی میں نہیں رہ سکتا جن کا سلف اور پیشِ تجھ جیسا ہو اور ہرگز نہیں مر سکتا جن کا خلف اور قائم مقام تیرے جیسا ہو۔

اے شہنشاہ ہم حرم خداوندی کے ساکن و باسی ہیں اور بیت اللہ کے نگران و خادم۔ ہمیں تیری خدمت میں حاضری پر اس فرحت و مسرت تھے مجبور کیا ہے جو تیرے غلبہ کے بعد ان مشکلات و مصائب کے دور ہو جانے سے حاصل ہوئی۔ جنہوں نے قبل ازیں ہماری پیٹھ کو توڑ دیا تھا لہذا ہم محض تہنیت و ہدیہ تبریک پیش کرنے والا وفد ہیں اور مصائب و مشکلات سے فریاد و زاری کرنے والے نہیں (کیونکہ مشکلات تیرے وجود و معوض سے ہی حل ہو گئیں اور ان سے نجات حاصل ہو گئی)۔

سیف بن ذی یزن نے کہا اے کلام کرنے والے ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔ آپ نے فرمایا میں عبدالطلب بن ہاشم ہوں کہ تم تو ہمارے بھانجے ہوئے۔ کیونکہ تمہاری والدہ مدینہ منورہ کے انصار میں سے ہے۔ فرمایا میں وہی ہوں بلو شاہ نے کہا ذرا اور قریب آئیے۔ ان کو قریب بٹھا کر ان سے اور باقی وفد سے اس طرح خطاب کرنے لگا۔ مر جابر جبا اہلاد سلا۔ تم اپنے گھر آئے ہو۔ یہ سواریاں اور ساز و سامان تمہارا اپنا ہے۔ یہ زمین نرم اور سہل ہے اور اس کے باسی و باشندے

نرم دل نرم خو۔ تم ایک جواد اور سخاوت بادشاہ کے پاس آئے ہو جو عظیم عطیات اور ہدایا و تحائف دینے والا ہے۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سنا۔ تمہاری قربت و قربت سے اطلاع پائی اور تمہارا وسیلہ یعنی خادمیت حرم اور جوار بیت اللہ میں بڑا پسند آیا۔ راتیں تمہاری راتیں ہیں اور دن تمہارے دن جب تک تمہاری مہمانی کا شرف حاصل رہے گا ویز بانی میں فخر محسوس کریں گے اور جب رخصت کریں گے تو عطا جزیل اور اعزاز فراوان کے ساتھ۔

پھر یہ وفد مہمان خانے اور آرام گاہ کی طرف گیا۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا نہ تو بادشاہ کے دربار میں جاتے تھے اور نہ ہی ان کو رخصت ملتی تھی۔ ایک دفعہ بادشاہ ان کی طرف بہت اچھی طرح متوجہ ہوا اور حضرت عبد المطلب کو بلا بھیجا اور ان کو اپنے قریب خلوت نگہ راز میں بٹھا کر کہنے لگا۔ اے عبد المطلب میں تمہیں اپنا علمی راز بتانا چاہتا ہوں اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس امر و راز پر ہرگز اسے مطلع نہ کرتا لیکن تمہیں معدن اسرار سمجھتا ہوں لہذا تمہیں بتا رہا ہوں یہ راز تمہارے تک ہی محدود و مخزون رہے جس تک کہ اللہ تعالیٰ اس کا اذن اظہار و اعلان نہ فرمائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے اس امر کو انتہا تک پہنچائے گا۔

یقین جانیے وہ کتاب کمون اور علم مخزون جسے ہم نے صرف اپنے لیے ذخیرہ کیا ہوا ہے اور دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ اس میں مجھے خبر عظیم اور عزیز و جلیل امر کا پتہ چلا ہے جو زندگی کا سرمایہ شرف و اعزاز ہے اور مات و وفات کے لیے بھی مایہ فیض و کرامت۔ سبھی انسانوں کے لیے بالعموم اور تمہارے سارے ربط و قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے حضرت عبد المطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت تم تو بہت سرور و راحت بخشنے والے ہو اور بزور احسان سے کام لینے والے۔ ذرا بتادو تو سہی وہ کیا خبر عظیم ہے۔ تجھ پر سب اہل بد و اور بادیدہ نشین مثل اہل حضر و شہری آبادی کے) گروہ در گروہ ندا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ جب تہامد (حجاز مقدس) میں ایسا مسعود و میون بچہ پیدا ہو جس کے دو کندھوں کے درمیان گندمی رنگ اُبھرے ہو گوشت پارہ (خاتم نبوت) ہو گا۔ امامت و نبوت انہیں کا حصہ ہوگی اور ان کی بدولت تمہارے لیے قیامت تک سرداری اور حکومت۔

حضرت عبد المطلب نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موجبات لعن و طعن سے دور رکھے۔ میں تو اتنا عظیم انعام لے کر واپس ہوں گا جتنا کسی بھی وافر و زائر کے مقدر میں نہیں ہو گا۔ اگر مصیبت سلطانی اور خوف جلالت و عظمت شایہ نہ ہوتی تو میں اپنے مقررہ سنانے والے سے ضرور تفصیل دریافت کرتا جس سے میری خوشی و مسرت میں اور اضافہ ہوتا۔

ابن ذی یزن نے کہا یہی وہ وقت ہے جس میں ان کی ولادت ہونی ہے بلکہ وہ یقیناً پیدا ہو چکے ہیں۔ نام نامی ان کا محمد ہے ان کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ کا سایہ بچپن میں ہی ان کے سر سے اٹھ جائے گا۔ بعد ازاں ان کی تربیت و پرورش ان کے جد امجد اور چچا جان کریں گے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کی ان کے ساتھ قربت و ولادت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو علانیہ مبعوث فرمائے گا اور ہم ان کی خدمت و نصرت کا موقعہ عنایت فرمائے گا۔ ان خدام و انصار



کے ذریعے اہل ایمان عزت پائیں گے اور ان کے اعداد و بدکیش ذات و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ وہ ان غلصین کے ساتھ لوگوں کی عزت و آبرو کو محفوظ کریں گے اور ان کے ذریعے مقدس زمینوں کو طے کریں گے اور اپنے زیر تصرف تسلط لائیں گے۔ اوثان و اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ معبود خلق بنی ہوئی آتش بجھ کر نیست و نابود ہو جائے گی اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و فرمان بین و واضح ہوگا اور امر و حکم سراسر عدل و انصاف ہوگا۔ وہ معروف اور نیک کا حکم دیں گے اور اس کا علی نمونہ بھی پیش کریں گے۔ بدی و برائی سے منع کریں گے اور اپنے گرد امن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا نعت بلند ہو اور اقبال سلامت رہے۔ درجہ و مرتبہ عالی ہو اور ملک و سلطنت دائم رہے اور ظل عاظمت رعایا پر دراز رہے۔ کیا آپ مجھے مزید صراحت و وضاحت فرمائیں گے بعض تفصیلات تو مجھے آپ کی زبانی معلوم ہو گئی ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا مجھے حجاب دستور کے اندر محبوب دستور اللہ تعالیٰ کے گھر کی قسم اور پہاڑیوں اور مقامات عالیہ پر قائم و مضبوط علامات قدرت و آیات عظمت کی قسم۔ اے عبدالمطلب یقیناً تم اس پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے جد امجد ہو اور اس اعلان و اعلام میں خلاف واقعہ ہونے کا ذرہ بھر امکان نہیں۔

حضرت عبدالمطلب فوراً بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تو سیف بن ذی یزن نے کہا سر اٹھائیے۔ تمہارا سینہ و دل فرحت و راحت سے سرور اور ٹھنڈا رہے اور تمہاری شان بلند ہو۔ کیا تم نے ان علامات و نشانات میں سے جو میں نے بیان کیے ہیں کسی کا تحقق و وقوع معلوم و محسوس کر لیا ہے جس سے سجدہ شکرانہ بجالا رہے ہو۔

آپ نے جواب میں فرمایا میرا ایک فرزند ارجمند تھا جو مجھے بہت ہی عزیز اور پیارا تھا اور میں اس پر بہت ہی مہربان و شفیق تھا۔ ان کا عقد و حیثیت میں نے اپنی قوم کی باعزت خواتین میں ایک خاتون آمنہ بنت وہب کے ساتھ کیا۔ اس سے ایک بچہ متولد ہوا۔ نام میں نے محمد رکھا۔ ان کے والدین دارفانی سے انتقال کر گئے اور اب ان کا کفیل میں ہوں اور ایک ان کا چچا یعنی جناب ابوطالب۔

سیف بن ذی یزن نے کہا میں نے جو کچھ بیان کیا تھا تمہارا بیان اس کے عین مطابق ہے (اور اس نے خداوندی کامصداق محمد وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اپنے اس بیٹے کا اچھی طرح خیال رکھو اور ان کے متعلق یہود سے پرہیز رہنا کیونکہ وہ ان کے دشمن ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق برے عزائم و مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کو اپنے رفقاء سفر سے بھی پوشیدہ رکھنا کیونکہ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس سے بغض و حسد نہ پیدا ہو جائے کہ بنو ہاشم کو اتنا اعزاز و اکرام اور سیادت ریاست کیوں نصیب ہوئی اور وہ ہر ممکن طریقہ سے تمہیں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کریں گے اور ہر طرح کے

جال پھیلائیں گے اور یقیناً یہ لوگ یا اُن کی اولاد حسد و بغض اور حقد و عناد سے کام لیں گے اور اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ موت مجھے ان کی لعنت سے قبل ہی دار فانی سے رخصت سفر باندھنے پر مجبور کر دے گی تو میں اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کر کے یثرب (مدینہ منورہ) کو اپنا دار السلطنت بنالیتا۔ کیونکہ ہم اپنی کتابوں اور آباد اجداد کے علوم میں یہ امر مسطور و مرقوم پاتے ہیں کہ یثرب میں ان کا امر نبوت استحکام پذیر ہوگا اور وہ لوگ ان کے انصار و اخوان ہوں گے اور وہیں اُن کی آخری آرامگاہ ہوگی۔

اگر میرے پیش نظر ان کو آفات و مشکلات سے بچانا نہ ہوتا اور ان کو عابات و کمزوبات سے محفوظ رکھنا نہ ہوتا تو ان کی نوعمری کے باوجود ان کی حقیقت کو واضح کر دیتا اور عرب کے سب لوگوں کو ان کا باطل فرمان بنادیتا لیکن میں تمہاری عزت و تکریم پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور تمہارے رفقاء کے ساتھ بھی کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس نے وفد میں شریک ہر فرد کے لیے دس دس غلام، دس دس نوٹریوں اور سو سو اونٹ کا حکم فرمایا اور بیسی چادروں کے دو دو حلوں (پوشاکوں) پانچ پانچ رطل (پونڈ) سونے اور دس دس رطل چاندی اور ایک ایک تھیلہ عنبر کا بطور عطیہ و انعام دیا اور حضرت عبد المطلب کے لیے دس گنا ہدایا و تحائف کا حکم فرمایا اور کہا کہ جب سال ختم ہو جائے تو پھر میرے پاس تشریف لانا اگر ابھی سال ختم ہونے نہ پایا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبد المطلب اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے: اے گروہ قریش تم سے کسی کو مجھے ملنے والے بادشاہ کے عظیم عطیہ اور جزیل ہدیہ پر رشک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ وہ بہت کثیر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ ختم ہو جانے والی اور فنا پذیر شے ہے حقیقت قابل رشک وہ امر ہے جس کا ذکر و تذکرہ میرے اور میری اولاد کے لیے میرے رخصت ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اور وہ عزت و عظمت اور ثروت و فضل کبھی ختم نہیں ہوگا جب عرض کیا جاتا کہ وہ امر عظیم کب ظہور پذیر ہوگا تو فرماتے فرمے اس کا پتہ چل جائے گا اگرچہ چند دنوں کے بعد۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر بن عبد شمس نے کہا۔

توجہ اشعار:- اہم نے خلوص و مہر و دی کی دولت کو حاصل کیا جس کو سواریاں (اونٹ اور اونٹنیاں) یکے بعد دیگرے پالانوں پر اٹھاتی ہیں۔

(۲) جبکہ ان کی منازل معنی و پوشیدہ تھیں اور وہ خود بڑی بوجھل تھیں اور گھر سے راستوں پر چلتے ہوئے صنعا کی طرف گامزن تھیں۔



# پینتیسواں باب

## بیان وفات عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا۔ تو انہوں نے جناب ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی کی وصیت فرمائی اور اپنی بیٹیوں کو فرمایا کہ مجھ پر اب توجہ کرو جبکہ میں خود سننے کی اہلیت رکھتا ہوں اور موزوں اور غیر موزوں کے اندر فرق واضح کر سکتا ہوں۔ تو تمام بیٹیوں نے مختلف اشعار توجہ و تدبیر میں کہے جب آپ نے امیمہ کا توجہ سنا تو اس وقت زبان ہلنے سے قاصر ہو چکی تھی لہذا سر ہلا کر ان کی تصدیق کی کہ واقعی میں اس کا اہل ہوں اور ان کے اشعار یہ تھے۔

اعینتی جودی بد مع درر علی طیب الخیم والمعتصر  
اے میری آنکھ تو تم میں سے ہر ایک برستے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرے اس ذات پر جو پاکیزہ  
فصلتوں والے ہیں اور پاکیزہ نسب کے پاکیزہ خلاصہ و جوہر۔

علی ماجد الجدا داری الزناد جمیل الحمیا عظیم الخطر  
اس ذات پر جو بلند قدر و منزلت والے ہیں اور ہمیشہ مہمانوں کے لیے معروف خدمت رہنے والے  
اچھے تحائف والے ہیں اور عظیم عزت و قدر والے۔

علی شیبۃ الحمد ذی المکرمات وذی المجد والعز والمفتخر  
شیبۃ الحمد ہو جو عالی صفات و کمالات کے مالک ہیں اور صاحب مجد و عزت اور قابل فخر سرمایۂ قوم ہیں۔  
وذی المجد والفضل فی الناثبات کثیر المکارم جمع الفخر  
جو مشکلات و مصائب میں مجد و فضل کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ اور شمار و گنتی سے زیادہ بزرگیوں اور افرات و تکانوں  
قابل فخر اوصاف والے ہیں۔

اتقہ المنایا فلم تشوہ بصرف اللیالی و ریب القدا  
ان کو مختلف عوارض اور حوادثِ مہلکہ و پریش ہوئے مگر یہ گردشِ سیل و نہار اور تغیرِ تضار و قدر ان کو پریشان  
نہ کر سکا۔

آپ کا وصال بیاسی سال کی عمر میں ہوا اور یہ بھی مردی ہے کہ ایک سو دس سال کی عمر میں ایک قول کے مطابق

ایک سو بیس سال کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو حضرت عبد المطلب کا وقت وفات یاد ہے تو فرمایا ہاں کیوں نہیں میں اس وقت آٹھ سال کی عمر کا تھا (تو اس وقت کے حالات و واقعات کا یاد نہ ہونا کیسے ممکن ہے) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبد المطلب کے جنازہ کے پیچھے چلتے اور درود فراق سے آنسو بہاتے دیکھا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم عطاء بن ابی رباح کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپس میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اور ان کے فضل و کمال کا ذکر کر رہے تھے جب کہ وہ طواف کر رہے تھے اور ان کے پیچھے ان کے صاحبزادے علی بن عبد اللہ بھی مصروف طواف تھے ہم نے ان کے قدم و قامت اور چہروں کی صباحت و ملاححت کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو عطاء بن ابی رباح نے کہا ان کے حسن کو عبد اللہ بن عباس کے حسن سے کیا نسبت ہے۔ میں جب مسجد حرام میں ہوتا اور جبل البقیع سے چودھویں کے چاند کو طلوع ہوتے دیکھتا تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ یاد آجاتا ہم ان کی خدمت میں حکیم کعبہ کے اندر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بہت عمر رسیدہ بوڑھا عصا کا سہارا لیتا ہوا ہمارے پاس آگلا اور حضرت عبد اللہ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس بوڑھے نے حاضرین میں سے ایک شخص سے پوچھا یہ جوان کون ہے انہوں نے کہا یہ حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب ہیں۔ وہ بولا سبحان اللہ ان کے حسن و جمال میں کتنی تسبیحی آگئی ہے۔

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عباس فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد عبد المطلب سب لوگوں سے قدم و قامت میں ممتاز تھے اور آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا جو بھی ایک نظر دیکھتا محبت کرنے لگتا۔ ان کے لیے حکیم کعبہ میں فراش بچایا جاتا اور قریش کی مجلس مشاورت منعقد ہوتی مگر حرب بن امیہ اور اس قسم کے سردار قریش بھی دور بیٹ کر بیٹھے نہ کوئی ان کے ساتھ اس مندرگاہت پر بیٹھتا اور نہ ہی ان کی عدم موجودگی میں۔ ایک دن سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اسی مندر پر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے آپ کو پیچھے ہٹانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ حضرت عبد المطلب کی مینائی جا چکی تھی لہذا انہوں نے صرف اپنے لخت بگر کی آواز ہی سنی۔ دریافت کیا میرا بچہ کیوں روتا ہے۔ آپ سے سبب بیان کیا گیا تو فرمایا انہیں ہرگز روکا نہ جائے یہ مسند ان کے لیے ہے۔ یہ اپنے شرف و فضل کو جانتے ہیں اور اس جگہ کا اپنے آپ کو اہل پاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ لخت بگر نور نظر ایک دن ان بلند مراتب اور عالی درجات پر فائز ہوگا جن پر کوئی عربی نہ آج تک پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔



جب حضرت عبد المطلب کا جنازہ اٹھا کر مقام حجوں کی طرف دفن کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق جد امجد کی جدائی پر آنسو بہاتے جا رہے تھے۔ حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابو طالب کو وصیت اس لیے فرمائی تھی کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور جناب ابو طالب ماں کی طرف سے بھی سکے بھائی تھے اور زیر بھی ماں کی طرف سے سکے تو تھے لیکن پھر ابو طالب کو ترجیح دی گئی اس ترجیح و تقدیم میں تین قول ہیں۔ اول حضرت عبد المطلب کی وصیت دوسرا یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ غالب جناب ابو طالب کے نام نکلا اور تیسرا سبب یہ ہے کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں اختیار کیا اور ان کو یہ اعزاز بخشا۔

## چھٹیسواں باب

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو جناب ابو طالب رسول خدا علیہ التہیۃ و النہار کو اپنے پاس لے آئے اور آپ انہیں کے پاس رہتے تھے ابو طالب کے پاس گو مال و دولت نہ تھی اور نہ رزق و روزی کی فراوانی مگر ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ اولاد سے بھی اس قدر نہ تھی اور ہمیشہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس سلاتے اور جدھر جاتے آپ کو ساتھ لے جاتے تھے اور آپ کے ساتھ ان کو وہ الفت و محبت ہو گئی کہ ایسی الفت و محبت اور آنا عشق و انس اور کسی شے سے بھی ان کو نہیں تھا۔ آپ کے لیے مخصوص طعام کا اہتمام فرماتے جب باقی گھر والے مل کر کھاتے یا الگ الگ تو ان کا پیٹ پُر نہیں ہوتا تھا اور جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو کر کھاتے حتیٰ کہ جب گھر والے سرکار کی تشریف آوری سے قبل کھانا کھانے لگتے تو آپ انہیں کہتے جب تک میرے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف نہ لے آئیں کھانا شروع مت کرو جب آپ تشریف فرما ہوتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے (تو جو کھانا انہیں کھانے کا بھی نہیں کر سکتا تھا وہ اتنا بڑھ جاتا کہ کچھ جاتا اور ختم ہونے پر نہیں آتا تھا اور جب آپ نہ تشریف لاتے اور ان کو شرف رفاقت نہ بخشے تو بھوکے رہتے۔ ابو طالب آپ سے عرض کرتے تم تو بڑے برکت والے ہو اگر یا بظاہر ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں مگر درحقیقت ہماری پرورش تم کر رہے ہو

سب بچے صبح اٹھتے تو آنکھوں پر غلیظ مواد جمع ہوتا اور بال پر لگندہ ہوتے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بستر استراحت سے اٹھتے تو آنکھیں سر ملکیں ہوتیں اور بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا اور قدرت کے ہاتھوں مشکلی بھی ہو چکی ہوتی تھی۔

عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابو طالب کے لیے مسند تکبیر رکھا جانا اور فخر کون و مکان تشریف لاتے تو اسی پر بیٹھے۔ ابو طالب صاحب کتے مجھے پروردگار ربیعہ کی قسم میرے بھتیجے قدرت کی طرف سے عظیم انعامات و لہذا کی امید رکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابو طالب صاحب نے فرمایا میں سوق و المجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ مجھے پیاس لگی تو میں نے اُن سے شدت عطش کی شکایت کی اور پیاس لیے نہ تھا کہ میں نے اُن کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بظاہر ہم دونوں ہی بھوک اور پیاس کی شدت سے دوچار تھے۔ لیکن میرے عرض کرتے ہی سواری سے اترے اور پوچھا چاؤ واقعی بہت پیاس ہے میں نے عرض کیا ہاں بات تو اسی طرح ہے۔ تو آپ نے زور سے ایڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ ابل آیا اور فرمایا اسے چچا جان پو تو میں نے اس چشمہ فیض سے پانی پی کر اپنی پیاس کو بجھالیا۔

## سینتیسواں باب

سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب صاحب کی رفاقت میں سفر شام اور بحیرہ راسب ملاقات

داؤد بن حسین کہتے ہیں۔ ابو طالب صاحب پہلی دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہمراہ تھے اور آپ کی عمر مبارک بارہ سال تھی جب ان سواروں کا قافلہ بصرہ میں پہنچا تو وہاں ایک دیر اور صومعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ایک راسب رہتا تھا اور دیگر علماء و قوم نصاریٰ بھی اسی صومعہ میں رہتے تھے اور درس کتاب دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ وہاں سے بکثرت گزرتے تھے مگر اس نے کبھی اُن کے ساتھ کلام بھی نہیں کیا تھا اور اس دفعہ یہاں صومعہ کے قریب قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے تو اس نے اُن کے لیے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ ایک بادل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ فگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے تو وہ بادل درخت کے اوپر کھڑا رہا۔ قوم سایہ میں بیٹھ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی جگہ سایہ میں نہ پئی تو درخت کی شاخیں اوجھک گئیں اور درخت آپ پر سایہ فگن ہو گیا۔

جب بحیرہ نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو صومعہ سے نیچے اتر اور کھانا لگو کر قوم کو دعوت طعام دی اور کہا



اے قوم قریش میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سبھی اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا، آزاد یا غلام پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور میں پُر امید ہوں کہ تم ضرور مجھے اس اعزاز و اکرام سے نوازو گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیری آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم یہاں مدتوں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے تو نے آج تک پوچھا بھی کبھی نہیں تھا۔ بحیرہ نے کہا میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حقدار سمجھتا ہوں یہ مدت سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوخیزی اور نوعمری کی وجہ سے وہیں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے اور شریک دعوت نہ ہوئے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت و امارت نہ دیکھی جس نے اُسے دعوت پر مجبور کیا تھا۔ یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخصیت پر بادل کا سایہ کنال ہونا تو اس نے پھر غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا مگر بادل ان میں سے کسی پر سایہ نکلن نظر نہ آیا بلکہ بادل تو پیچھے کھڑا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا تو بحیری نے کہا اے مشر قریش تم میں سے کوئی بھی میری دعوت سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا اور تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہا البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے جو ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف ہے۔ وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ دعوت طعام میں شمولیت کرے۔ یہ کتنی بُری بات ہے کہ دوسرے تمام لوگ طعام تناول کریں اور ان میں سے صرف ایک شخص الگ تھلگ رہے حالانکہ وہ بھی تمہیں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں سے نسبت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابوطالب صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اُن کے بھتیجے ہیں اور حضرت عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ حارث بن عبد المطلب بولے ہمارے لیے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبد المطلب کا دلہند اور عزیز ترین فرزند پیچھے رہے۔ وہ اٹھ کر گئے اور آپ کو ہاتھوں پر اٹھا کر سینہ سے لگا کر لے آئے اور دسترخوان پر بٹھایا اور وہ بادل اوپر اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا۔

بحیری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے غور اور انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات پیغمبر آخر الزمان کی جو کہ اپنے ہاں کتب آسمانی میں لکھی ہوئی پاتا تھا اُن کو تلاش کرتا رہا اور دل ہی دل میں موافقت و تطبیق کرتا رہا۔

جب سارے لوگ کھانا کھا کر چل دیے تو راسب اٹھ کر آپ کے قریب آیا اور عرض کیا اے شہزادے میں تمہیں قریش کے معبودات و عذری کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں لہذا جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لات و عذری کا واسطہ اور قسم دور میں اُن سے زیادہ کسی شے کو مخلص و ناپسند نہیں سمجھتا۔ راسب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم میں جو کچھ پوچھوں وہ ضرور بتائیں تو آپ

نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

جو اس نے پوچھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور وہ سب کتب سابقہ کی پیش گوئیوں کے مطابق تھا پھر اس نے آپ کی آنکھوں میں غور سے دیکھا پھر دو نو کندھوں کے درمیان موجود علامتِ نبوت کو دیکھا تو وہ بھی اسی حالت اور جگہ پر موجود پانی جس طرح کہ کتبِ یہود و نصاریٰ میں مرقوم تھا پھر خاتمِ نبوت کی جگہ بوسہ دیا۔

قریش نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رامب کے نزدیک بڑا قدر و مرتبہ ہے اور ادھر ابو طالب صاحبِ رامب کا طرزِ عمل دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشوں میں گھر گئے۔ رامب نے پوچھا یہ بچہ تمہارا رشتے میں کیا لگتا ہے آپ نے کہا بیٹا۔ اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں اور نہ اس شہزادے کی یہ شان ہے کہ والدین کی تربیت و پرورش پر ان کو چھوڑ دیا جائے (بلکہ ان کے والدین کا سپاہِ سر سے اٹھا کر اللہ رب العزت خود ان کی تربیت و پرورش فرمانے والا ہے) اس وقت آپ نے کہا یہ میرے بھتیجے ہیں۔ ان کے باپ کو کیا ہوا؟ رامب نے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا ابھی یہ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی والدہ؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا، جہانِ فانی سے رختِ زندگانی اٹھا کر چل بسی ہیں۔

رامب نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ اپنے اس عزیز کو لے کر واپس اپنے شہر طے جاؤ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا اگر یہود نے ان کو دیکھ لیا اور جو کچھ میں نے ان کے متعلق جان لیا ہے اگر ان کو بھی پتہ چل گیا تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یقیناً جانو۔ تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہوئی ہو گی ہے۔ یہی یہ اور اپنی کتابوں سے معلوم ہوئے ہیں اور اپنے باپ دادا کی روایات سے۔ میں نے اپنا حق نصیحت و خلوص و ہمدردی ادا کر دیا ہے۔

جب یہ نافلہ کار و بار تجارت سے فارغ ہوا تو فوراً سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر وطن واپس ہوا چند بیویوں نے آپ کو دیکھا اور ان صفات و علامات کو دیکھ کر پہچان لیا اور اچانک وار کر کے شہید کرنے کی سعی ناپاک ارادہ کیا۔ بحیرۃ کے پاس جا کر ان کے متعلق بات چیت کی تو اس نے پوچھا۔ واقعی ان کے صفات و علامات کتبِ مذہب میں موجود پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں تو اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے لہذا اس بڑے ارادہ سے باز آ جاؤ چنانچہ انہوں نے بحیرۃ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس ارادہ فاسدہ کو ترک کر دیا۔

جناب ابو طالب آپ کو بفضلہ تعالیٰ صحیح و سالم واپس لے آئے اور اس کے بعد پھر کبھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے۔ مبادا آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے۔

ابوبکر بن ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ ابو طالب صاحبِ شام کی طرف بغرضِ تجارت چند قریش کے ساتھ نکلے اور رسول خدا علیہ التحیۃ والتناذیر بھی آپ کے ہمراہ تھے جب رامب پر بلندی سے اترتے ہوئے نمودار ہوئے اور اس کے صومعہ کے قریب قیام پذیر ہونے کے لیے ابھی اونٹ بٹھائے ہی تھے اور بالان وغیرہ نہیں کھول پائے تھے کہ رامب



اپنی عبادت گاہ سے باہر آگیا۔ حالانکہ قبل ازیں اس کے پاس سے گذرتے تھے مگر وہ نہ گھر سے نکلتا اور نہ ہی ادھر توجہ کرتا۔ اور ان کے درمیان پہنچ کر ہر ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد رسول خدا علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا یہ سید عالمین ہیں اور یہ رسول رب العالمین ہیں۔ ان کو اللہ رب العزت رحمۃ اللہ علیہ بنا کر مبعوث فرمائے گا تو قریش کے بڑوں نے اسے کہا تجھے کیا خبر؟ اس نے کہا تم جو گھاٹی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا ہر درخت اور ہر پتھر ان کو سجدہ کرنے لگا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) صرف نبی کی ذات کے لیے ہی سجدہ ریز ہوئے ہیں اور میں ان کو خاتم نبوت کی بنا پر پہچانتا ہوں جو کندھے والی تپتی پٹری کے نیچے سب کی مانند ابھرا ہوا گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لیے کھانا تیار کر لیا اور اس کو اٹھوا کر ان کی قیام گاہ میں لایا۔ آپ اس وقت اونٹوں کی دیکھ بھال کرتے والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بحیرہ نے کہا ان کو بلاؤ جب آپ تشریف لارہے تھے تو بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی جب آپ تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو نہیں اور واسطے سے رہا تھا کہ ان کو ردیوں (اہل شام) کی طرف مت جاؤ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں گے تو ان کے کتب سابقہ میں مندرج صفات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور (خاتم بدین) ان کو شدید کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت جاری رکھے ہوئے تھا کہ سامنے سے سات فرماہل شام سے آتے ہوئے دکھائی دے۔ راہب ان کے پاس پہنچ گیا اور کہا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا میں معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان اس ماہ میں اس علاقہ کے اندر آئیں گے۔ لہذا شام کے ہر راہ پر آدمی متعین کر دیے گئے اور میں ان کے متعلق پتہ چلاتا ہوں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل و فہم میں بہتر ہو۔ انہوں نے کہا نہیں تو راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل و تتمم کا مصمم ارادہ کر چکا ہو کیا اس کو کوئی ٹال سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں اس مقدس و مبارک ہستی کا ولی و سرپرست کون ہے۔ ابو طالب بولے میں! تو اس نے آپ کو قسمیں اور واسطے دے دے کر راستے سے ہی واپس کر دیا۔ اور ان کو اپنی طرف سے زور راہ پیش کی۔ مبدہ، دودھ اور شکر سے تیار کردہ روٹی جس کو کھک کہا جاتا ہے، بطور زور راہ پیش کی۔

## ۱۴۲ التبصیر باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرب فجار میں تشریف لیجانا

فجار جنگ کا نام ہے اور دو جنگیں اس نام سے معروف و مشہور ہوئی ہیں ایک کو فجار اول اور دوسری کو فجار ثانی کہتے ہیں۔ فجار اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال تھی اور فجار اول میں تین مرتبہ حرب و قتال تک نوبت پہنچی۔

پہلی مرتبہ جو جنگ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ بدر بن محضر غفاری لوگوں پر فخر و ناز ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں سب اہل عرب سے عزت و عظمت والا ہوں اور اپنا پاؤں دراز کر کے کہا اگر کسی کو اتنا عزیز و عظیم ہونے کا دعویٰ ہے تو وہ اسے تلوار سے کاٹ دے۔ بنی نصر بن معاویہ سے ایک آدمی اٹھا جس کو احمد بن مازن کہا جاتا تھا اس نے تلوار کا وار کر کے گھٹنے سے الگ کر دیا۔ تب باہم دونو قبیلوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

دوسری مرتبہ یہ سبب بنا کہ بنی عامر کی ایک عورت سوق عکاظ میں بیٹھی تھی چند نوجوان قریش بنی کنانہ سے اس کے پاس جمع ہو گئے اور اسے (بطور شرارت) استہزاء چہرہ سے کپڑا ہٹانے کو کہا اس نے انکار کیا تو ان میں سے ایک عورت نے پیچھے پیچھے گیا اور کانٹے کے ساتھ اس کے گرتے کا بھینچ بھلی جانب سے ادھیڑ دیا۔ جب وہ اٹھی تو اس کی پیٹھ ٹنگی ہو گئی یہ سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ منہ دکھلانے سے گریز کیا مگر پیٹھ دکھانے میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔

اس نے غیرت و غصہ سے پکارا یا آل عامر وہ سب برادری کو اکٹھا کر کے ہتھیار لے کر پہنچ گئے اور بنی کنانہ کے ساتھ لڑائی شروع کر دی اور کئی آدمی دونوں طرف سے قتل ہو گئے۔ حرب بن امیہ درمیان میں پڑے اور بنی عامر کو ان کی عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی معذرت وغیرہ کر کے راضی کیا۔

تیسرا موجب و باعث یہ ہوا کہ بنی حشم بن عامر میں سے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرض تھا اس نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کیا۔ ان کے درمیان جھگڑا تھا تا کہ عرصہ پیدا ہوا اور پھر رفتہ رفتہ دونو قبیلے باہم جنگ و جدال پر اتر آئے چنانچہ ابن جدعان نے اپنی طرف سے وہ قرضہ ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کیا اور جنگ کا معاملہ رفع و دفع ہوا ان مواقع پر رسول خدا علیہ التیمۃ والسلام موجود نہیں تھے۔

عہ ظاہر یہ ہے کہ اقدام قتل و قتال ہوازن کی طرف سے تھا اور وہ حرم کے اندر بنی کنانہ پر حملہ آور ہوئے تھے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کے اندر قتال میں حصہ نہ لیتے اور اٹم و عدوان میں قطعاً تعاون نہ کرتے مگر چونکہ یہ دفاعی کارروائی تھی اور ظالم کو ظلم کا بدلہ دینا مقصود و مطلوب تھا لہذا آپ نے اس میں شمولیت فرمائی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔



فجارتانی ہوا زن اور بنی کنانہ کے درمیان وقوع پذیر ہوئی اور اس کو فجار اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ جنگ حرم کے اندر ہوئی اور جنگ حرم کا ارتکاب ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں موجود تھے اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کو تیر مہینا کرتا تھا اور اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کی عمر مبارک چودہ سال تھی اور دوسرے قول کے مطابق بیس سال تھی۔

## اتالیسواں باب

### حلف الفضول میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

اس حلف اور عہد و پیمان کا موجب و باعث یہ تھا کہ قریش باہم ایک دوسرے کے ساتھ حرم پاک میں ظلم و زیادتی کرتے رہتے تھے تو عبداللہ بن جدعان - زبیر بن عبدالمطلب - نفع لوگوں کو عہد و پیمان پر آمادہ کیا کہ سارے مل کر ظالم سے مظلوم کے حقوق واپس دلایں اور سبھی مظلوم کی امداد و طرفداری کریں گے۔ ظالم کی کوئی بھی حمایت نہیں کرے گا۔ چنانچہ سب نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور عبداللہ بن جدعان کے گھر میں یہ عہد نامہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔

ابوعبیدہ سے منقول ہے کہ حلف فضول کا باعث یہ تھا کہ یمن سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں سامان تجارت لے کر آیا۔ جس کو بنی سہم کے ایک آدمی نے خریدا مگر اس کا حق واجب یعنی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس نے اپنی پوجی واپس کرنے کا مطالبہ کیا مگر اس شخص نے اس سے بھی انکار کیا تو اس نے مقام حطیم میں کھڑے ہو کر کہا:۔

یا آل ذہر مظلوم بضاعتہ ببطن مکة نائی الدار والنفر

اے آل ذہر اس شخص مظلوم کی فریادرسی کرو جس کا وطن اور برادری کے افراد و برہمن اور اس کی پوجی ظلم و زیادتی کے ساتھ لے لی گئی ہے۔

اقائم من بنی سہم بذمتہم ام ذاہب فی ضلال مال معتمر

کیا بنی سہم کا کوئی شخص ان کی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہے؟ یا حرم مکہ میں عمرہ کرنے والے کا مال رائیگان جانے والا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ قیس بن شبہ سلمی نے ابی بن خلف کے ہاتھ کچھ سامان مروخت کیا اس نے لیت و لعل سے کام لیا اور اس کا حق ادا کرنے سے انکار کیا اس نے بنی حجاج کے ایک شخص کی پناہ طلب کی مگر اس نے اس ذمہ داری کے نبھانے سے انکار کر دیا تو قیس نے کہا:۔

یا تَتَنی کَیفَ عَذا فی الحَرَمِ      وَحَرَمَةُ البَیتِ وَاخْلاقِ الکَرَمِ

اَظْلَمَ لَا یَمْنَعُ مِنِّی مَن ظَلَمَ

اسے قبیلہ قضی یہ حرم خداوندی کیا ہو رہا ہے۔ مجھے حرمت و عزتِ حرم اور اخلاقِ کریمانہ کی قسم کیا بچ کر ظلم ہی ہوتا رہے گا اور اس کا ذرہ بھر تدارک نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عباس اور ابوسفیان اٹھے اور انہوں نے اس کا حق لے کر دیا اور اس کو ظلم و زیادتی سے محفوظ کیا اور قبیلہ قیس کے آدمی عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور باہم عہد و پیمان کیا کہ کمرہ کے اندر جس پر بھی زیادتی کی جائے سب مل کر ظلم سے اسکا بدلہ لیں گے اور مظلوموں کے حقوق ظالموں سے وصول کر کے واپس کریں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبداللہ بن جدعان کے گھر طے ہونے والے معاہدہ میں شریک تھا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے سُرخ اونٹ مل جاتے اور اس میں شرکت سے باز رہتا اور اگر ایسا معاہدہ زمانہ اسلام میں طے پائے اور اہل مکہ ایسے معاہدہ پر آمادہ ہو جائیں تو میں اس پر بھی آمادہ ہوں۔

وجہ تسمیہ: اس عہد نامہ کے طے پا جانے کے بعد قریش میں سے بعض لوگوں نے کہا بخدا یہ ایک زائد حلف ہے۔ اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا اور زیرِ قریب فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حلف کو حلف الفضول کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ حلف اس حلف کی مانند تھی جس کا معاہدہ قومِ جرہم کے درمیان ہوا تھا اور اس میں طے پایا تھا کہ وہ ظلم کو کمرہ میں پاؤں نہیں جمانے دیں گے اور فوراً اس کو تبدیل کر دیں گے اور اس حلف و عہد کے طے کرنے والے فضل بن شراحہ، فضل بن اضاہ اور فضل بن قضاہ تھے (اور فضل کی جمع فضول ہے تو اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا)

زیر سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے عبدالعزیز ابن عمر غسانی نے بیان کیا کہ حلف الفضول والے بنو ہاشم بنو عبدالمطلب بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن نوزہرہ اور بنو تمیم تھے جنہوں نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ جس پر دستِ ظلم و تعدی دراز کیا گیا ہم سب اس کے ساتھ ہوں گے اور ظالم کے خلاف کاروائی کریں گے خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور مظلوم کو اس کا حق دلا کر دے لیں گے۔

زیر سے یہی منقول ہے کہ مجھے ابراہیم بن حمزہ نے میرے جدِ امجد عبداللہ بن مصعب سے اور انہوں نے



زبیر سے ہی مروی ہے کہ مجھے محمد بن حسین نے نوفل بن عمارہ سے اور اس نے اسحاق بن فضل سے روایت کیا کہ قریش نے اس حلف کو حلف الفضول سے اس لیے تعبیر کیا کہ قبیلہ جرم میں سے چند اشخاص جن کے نام فضیل فضال وفضل اور فضل تھے انہوں نے بھی اسی طرح ایک عہد و پیمان طے کیا تھا جس طرح کہ اشیاخ نے عہد و پیمان باندھا۔ معروف بن خربوذ کہتے ہیں کہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب۔ اسد اور تیم نے اس امر پر عہد باندھا کہ پورے علاقہ مکہ مبارکہ اور حبش کے علاقوں میں جو مظلوم بھی ہیں اپنی مدد کے لیے پکارے گا ہم اس کی مدد کو پہنچیں گے اور جب تک اس کا حق نہ دلا دیں گے واپس نہیں لوٹیں گے اور یا اپنے لیے راہ اعتذار ہموار کر لیں گے۔ مطیبون نے اور جملہ حلفانے اس حلف کو ناپسند کرتے ہوئے اسے حلف الفضول کا نام دیا اور اس عہد کو قوم کے فضول کاموں سے شمار کرنے لگے۔

حکیم بن خزام سے منقول ہے کہ حلف الفضول فجار ثانی سے واپسی پر منعقد ہوا اور رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء اس وقت بیس سال کے تھے۔

ضحاک کے علاوہ دوسرے رواد نے مجھے بتلایا کہ فجار ثانی شوال میں ہوئی اور یہ حلف ذوالقعدہ میں انعقاد پذیر ہوا۔ ان تمام عہد و پیمان سے افضل تھا جو کسی بھی زمانہ کے اندر طے پاتے تھے۔ پہلے داعی اس کے زبیر بن عبد المطلب تھے ان کی دعوت پر بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم دار عبد اللہ بن جدعان میں جمع ہوئے اور انہوں نے سب حاضرین کی کھانے کے ساتھ دعوت کی۔ اس وقت سب نے باہم عقد و عہد کیا کہ ہم سب جب تک سمندوں میں ایک قطرہ پانی کا بھی باقی رہے گا مظلوم کا ساتھ دیں گے تا وقتیکہ اس کا حق اس کو ادا نہ کر دیا جائے۔ نیز اس حلف کو باہمی معاشی مسائل میں امداد و تعاون اور ہمدردی و غمخواری کا ذریعہ بنانے کی بھی پوری کوشش کریں گے۔ قریش نے اس حلف کا نام حلف الفضول رکھا۔

حضرت جبر بن معطم سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا کہ جس حلف (حلف الفضول) میں دار عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں نے شمولیت کی مجھے اس کی شرکت کے بدلے سرخ اونٹ ملے (جو عربوں کے نزدیک بڑے پسندیدہ ہوتے ہیں) تو بھی میں اس شرکت کو ترک کرنے پر قطعاً آمادہ نہ ہوتا اور اگر اب مجھے اس کی طرف بلایا جائے تو میں اس دعوت کو ضرور قبول کر لوں گا۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں میرے معلومات کے مطابق قریش پر اس حلف میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا۔ بلکہ سب سے پہلے یہ شرف انہیں کو حاصل ہوا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء نے فرمایا میں حلف الفضول میں چاؤں کے ساتھ شریک ہوا تھا جبکہ میں ابھی نوجوان تھا اور اس حلف کو توڑنے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں ہو سکتا خواہ سرخ اونٹ ہی کیوں نہ مجھے پیش کیے جائیں۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ حلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پانچ سال قبل وقوع

پنیر ہوا

## چالیسواں باب

### اعلان نبوت سے پہلے فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ہی بتوں سے متنفر و بیزار تھے اور قطعاً ان کی طرف التفات و توجہ نہیں فرماتے تھے۔ قریبی رشتہ دار آپ سے ان کی طرف جانے کے متعلق عرض کرتے تو آپ اس قسم کی عرضداشتوں کو قطعاً قبول نہ فرماتے اور ہرگز اوثمان و اصنام کے قریب نہ جاتے بلکہ ان کی قباحات اور عیوب و نقائص بیان فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ام ایمن فرماتی تھیں کہ قریش کا ایک بت معبود تھا جس کو روانہ کیا جاتا تھا وہ اس کی عبادت و تعظیم بجالاتے اور اس کے لیے قربانیاں دیتے اور اس کے پاس سر ترشواتے اور سال میں ایک دن صبح سے شام تک اس کے پاس متکف رہتے۔ ابوطالب صاحب بھی قوم کے ہمراہ اس کے پاس جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تقریب میں شمولیت کے متعلق بات چیت کرتے تو آپ انکار فرما دیتے وہ اس کو بہت محسوس کرتے اور آپ کی پھوپھیاں بھی حتیٰ کہ انہوں نے کنا شروع کیا کہ ہیں آپ کے معبودات قریش سے اجتناب و احتراز پر (حوادث و مصائب میں مبتلا ہونے کا) ڈر لگا رہتا ہے اور کہتی تھیں کہ قوم کے ساتھ عید کے دن شمولیت کیوں نہیں کرتے اور ان کی جمعیت میں کثرت و اضافہ کا موجب کیوں نہیں بنتے۔

اہل قرابت کی طرف سے جب اصرار حد سے بڑھا تو ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کی نظروں سے کافی دیر اوجھل رہنے کے بعد جب سامنے آئے تو آپ پر خوف و خشیت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ سے پھوپھوں نے عرض کیا تمہیں کس امر نے گھبراہٹ میں ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں مجھ پر جن اثر انداز نہ ہو گئے ہوں۔ انہوں نے کہا یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شیاطین کی آزمائش سے دوچار کرے کیونکہ تم امتیازی خصلتوں اور پاکیزہ صفات و عادات کے مالک ہو۔ ذرا بتلائیے تو سہی تم نے دیکھا کیا ہے جس سے یہ اندیشہ لاحق ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی بت کے قریب گیا ایک سفید رنگت اور از قد شخص میرے قریب آ جاتا اور



مجھے کہتا اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہرے بٹ جائیے اس بہت کو ہاتھ مت لگائیے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کبھی بھی آپ ان کی عید میں شریک نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کو شرف نبوت کے ساتھ مشرف کیا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔

مؤمن عمرو نے اپنے شیوخ اور بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم کو احباب بحیرہ راہب نے حقیقت احوال دریافت کرنے کے لیے، آلات و عزری کا واسطہ دیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ہر گز ان کو واسطہ نہ دو جتنا بغض مجھے ان سے ہے اتنا اور کسی شے سے بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے دین و مذہب پر تھے تو اس نے بہت بُری بات کی۔ کیا یہ امر روزِ روشن سے بھی عیاں نہیں ہے کہ آپ بتوں کے لیے ذبح کیے ہوئے جانوروں کو انصاب پر ذبح کیے جانوروں کا گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔

ابو الوفاء علی بن عقیل نے فرمایا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم قبل از بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کار بند تھے جس امر کا بھی ملت ابراہیمی سے ہونا آپ کے نزدیک پایہِ صحت کو پہنچتا آپ اس پر عمل فرماتے۔

آیا بعد از بعثت و نزول وحی بھی پہلی شریعتوں پر آپ عمل پیرا رہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں۔ اول یہ کہ بذریعہ وحی جن امور کا شریعتِ رسل میں سے ہونا معلوم ہوتا اس پر عمل فرماتے نہ اہل کتاب سے سُن کر اور نہ ہی کتب سابقہ کو دیکھ کر البتہ الحسن تمیمی کا مختار یہی ہے اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب قبیعین کا مسلک یہی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی اسی پر کار بند ہوتے۔

اپنی شریعت ہونے کی رو سے اگرچہ وہ پہلے شریعتوں کے موافق ہی کیوں نہ ہوتی، معتزلہ اور اشاعرہ کا مختار یہی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے دونوں قول منقول ہیں مثل دونوں روایتوں کے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی شریعتوں پر متبع اور کار بند تسلیم کیا ہے ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کس پیغمبر کی شریعت پر عمل فرماتے تھے بعض فرماتے ہیں کہ صرف ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے قبیعین کا مختار یہی ہے۔ اور ایک جماعت کا مختار یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت پر عمل فرماتے تھے ماسوائے ان امور کے جو ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکے تھے۔ امام احمد علیہ الرحمہ کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک نبی کی شریعت پر پابندی نہیں فرماتے تھے بلکہ جو امر بھی صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا کہ کسی نہ کسی پیغمبر کا معمول ہے اور ان کی شریعت میں درست و صحیح اس پر عمل فرمائیے بشرطیکہ اس پر خط نسخ نہ کھینچ دیا گیا ہو اور کلامِ مجید سے بھی بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یہی وہ مقدس گروہ انبیاء ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے خصوصی کمالات اور امتیازی اوصاف سے موصوف فرمایا ہے۔  
لہذا تم بھی ان کی سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال کو اپناؤ۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عرب ہمیشہ کے لیے دین اسماعیل علیہ السلام کی جو بات بھی ان کو معلوم تھی اس پر کاربند رہے۔ انہی امور میں سے حج بیت اللہ، ختنہ، یمن طلاق کے بعد حق رجوع کا سقوط، ایک اور دو طلاق کی صورت میں خاوند کے لیے حق رجعت کا اعتراف، تسلیم قتل ناحق کی دیت سوانط، غسل جنابت، قرابت یا رشتہ دہائی کی وجہ سے حرام ہو جانے والی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھنا اور محبوب خدا علیہ التحیۃ والتناہی کے ساتھ ایمان باللہ اور عمل بالشرائع مثل نختان، غسل جنابت اور حج میں موافقت فرماتے تھے۔

(بظاہر اس دعویٰ پر قول بالکفایت ماحضت نہ، ہی ما الکتاب ولا الایمان سے اعتراض وارد ہوتا تھا کیونکہ ظاہری معنی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے تو ابن قتیبہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد تفصیلات شریعت ہیں نہ کہ تصدیق و اقرار کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو الگ ہے (آپ کی فطرت سلیمہ اور خلوص نیت و محویت اور تقدم رسالت و نبوت، ارواح انبیاء علیہم السلام کے لیے روح نبوی کا مربی ہوا۔ ملائکہ کو درس تسبیح و تقدیس دینا۔ آباد و اجداد کی اصلااب میں ذکر خدا وندی اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہنا اور وقت و لادت سے سوجھ بوجھ وغیرہ ایسے امور ہیں جو آپ کے ایمان باللہ پر شاہد و دلیل ہیں اور ناقابل انکار و تردید ہیں و دلائل لیکن ان سے قطع نظر، آپ کے آباد و اجداد جو زمانہ شرک میں وارفانی سے رحلت کر گئے وہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اسی کے لیے حج بھی ادا کرتے تھے حالانکہ وہ اہل جاہلیت میں سے تھے اور وہ دور شرک و کفر کا تھا (تو جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان سے بے خبر نہیں تھے تو سرور انبیاء اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیوں کنجسبر ہو سکتے تھے۔

## اکتالیسواں باب

بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا اور ابو طالب سے بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے سرور انبیاء علیہ التحیۃ والتناہی کی بعثت کے



زبانی تمہیں بتلا تا ہوں نہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں سال کے تھے کہ اپنے چچا ابوطالب صاحب نے کہا کہ میرے پاس چند راتوں سے ایک شخص آتا ہے جس کے ساتھ دو اور آدمی جی: تے ہیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو وہی گمراہی ان کا وقت نہیں آیا.... مجھے اس امر نے دہشت زدہ کر دیا ہے۔

ابوطالب صاحب نے کہا اسے نور نظر کوئی خاص بات نہیں بس خواب ہی ہو گا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے پھر کہا اسے چچا جان میں نے جس آدمی کا آپ سے تذکرہ کیا تھا وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور غلبہ پا کر اپنا ہاتھ میرے سینہ کے اندر داخل کر دیا جس کی ٹھنڈک میں اب بھی محسوس کر رہا ہوں۔ ابوطالب صاحب آپ کو لے کر مکہ مکرمہ میں ہی ایک طبیب کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اُن کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہے لہذا ان کا مناسب علاج کرو۔ اس طبیب نے آپ کو سر اقدس سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھا۔ پاؤں مبارک دیکھے۔ کندھوں کے درمیان نگاہ ڈالی (اور خاتم نبوت کو دیکھا) پھر ابوطالب صاحب سے کہا تمہارے بھتیجے بالکل تندرست اور صحیح و سالم ہیں بلکہ یہ تو خود طبیب (روحانی) ہیں۔ اور خیر و خوبی کے علامات و نشانات ان میں نمایاں ہیں (ان کا خاص خیال رکھیں اگر یہود کو موقع مل سکا تو انہیں شہید کر ڈالیں گے اور جو شخص انہیں نظر آیا ہے وہ جن و شیطان نہیں ہے بلکہ وہ نورانی ملکوتی مخلوق ہے جو کہ دلوں کی جستجو کرتے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے لوٹے تو آپ کو کچھ عرصہ تک وہ نظارے دیکھنے میں نہ آئے پھر ایک رات محو خواب و استراحت تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہاتھ سینہ اقدس میں داخل کر کے دل انور کو باہر نکالا۔ پھر کہا پاکیزہ دل ہے جو کہ پاکیزہ سینہ میں قرار پذیر ہے۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا۔ پھر آپ بیدار ہوئے۔

پھر فرمایا میں نے عیند کی حالت میں دیکھا کہ جس مکان میں میں سو رہا ہوں اس کی چھت اکھٹری گئی ہے اور اس سے چاندی کی سیڑھی لٹکانی گئی ہے اور اس کے ذریعے دو آدمی میری طرف اترے ان میں سے ایک تو الگ بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں۔ اس نے میری پسلی کی ہڈی اکھٹری اور دل کو باہر نکالا اور کہا بڑا اچھا دل ہے۔ دل انکا ایک صالح شخص کا دل ہے اور احکام خداوندی کی تبلیغ کرنے والے بنی کا۔ پھر میرے دل کو اسی جگہ پر لوٹا دیا اور پسلی کو جوڑ دیا پھر اوپر چڑھ گئے۔

میں بیدار ہوا تو چھت سونے سے قبل جس طرح صحیح و سالم تھی اسی طرح پائی میں نے (ام المؤمنین حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا اللہ رب العزت تمہارے ساتھ بہتر سلوک ہی فرمائے گا اور آفات و بلیات سے محفوظ رکھے گا۔

## بیالیسواں باب

### سرور انبیاء علیہ وسلم التحیۃ والثناء کا بھیڑ بکریاں چرانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس نے بھیڑوں بکریوں کو چرایا صحابہ کرام علیہ الرضوان نے عرض کیا اور آپ نے بھی تو فرمایا ہاں میں بھی قرار یط پران کو چراتا رہا ہوں۔ یہ روایت صرف بخاری نے نقل فرمائی (مسلم نے نہیں روایت کی) (اس میں شرح حدیث کا اختلاف ہے کہ قرار یط سے مراد کیا ہے) سوید بن سعید کا قول ہے کہ قرار یط قیراط کی جمع ہے جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے اور اس طرح مطلب یہ ہوا کہ اہل مکہ کی بکریاں چرانا اور ہر بکری کے عوض ایک قیراط وصول کرتا تھا۔

مگر ابراہیم حربی فرماتے ہیں قرار یط جگہ کا نام ہے اور چاندی کا سکہ مراد نہیں ہے (اور مختار بھی یہی ہے کیوں کہ اس مقدس خانوادہ کے یہ شایان شان ہی نہیں ہے کہ اجرت پر لوگوں کی بھیڑ بکریاں چرائیں) حکمت :- اللہ تعالیٰ نے مقدس گروہ انبیاء کو قبل از نبوت اس کام پر کیوں مامور فرمایا جبکہ بظاہر ان کی خداداد عظمتوں کے شایان شان یہ کام معلوم نہیں ہوتا۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ اس نجیف و نزار مخلوق کی نگرانی و حفاظت کے لیے فراخی حوصلہ اور عالی ہمتی درکار ہوتی ہے (اور سختی اور تنگ دلی ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصلاح اقوام و اہم کے لیے تیار کرنا مقصود ہوتا ہے ہر توان کی تربیت و تہذیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

## تینتالیسواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت شغل تجارت

ابن المصنف نے ابن الرامب سے نقل کیا کہ جس قطعی نے عبداللہ بن احمد سے روایت بیان کی۔ انہوں نے



امام احمد سے نقل کیا کہ ہمیں غفان نے وہیب سے اور اس نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ سائب بن ابی السائب نے مجھے بتایا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ قبل از زمانہ اسلام تجارت میں شریک اور حصہ دار ہوتا تھا جب فتح مکہ کے موقع پر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا خوش آمدید اس بھائی اور حصہ دار کے لیے جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ لڑائی و خصومت کرتا تھا۔

## چوالیسواں باب

فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت بحلیہ سفر شام

یعنی بن منیہ کی بہن نصیبہ بنت منیہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عمر مبارک پچیس سال کو پہنچی تو ابوطالب صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور یہ دن ہمارے لیے ذرا دشواری و تنگی کے ہیں اور قوم قریش کا قافلہ تجارت شام کو جانے والا ہے اور خدیجہ بنت خویلد قوم قریش سے بہت سے آدمی اپنے اپنے قافلوں میں بغرض تجارت بھیجتی رہتی ہیں۔ اگر تم آمادگی ظاہر کرو اور ان سے مال تجارت لے جانے کے متعلق کہو تو وہ فوراً رضا مند ہو جائیں گی۔ ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابوطالب صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہمی گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے خود ہی پیش کش کی کہ میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت دو گنا مال پیش کر دوں گی۔ تو ابوطالب صاحب بولے یہ رزق اور مال محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

آپ حضرت خدیجہ کے غلام میرہ کے ساتھ سفر شام کے لیے نکلے اور آپ کے چچا اہل قافلہ کو ان کے متعلق وصیت کرنے لگے۔ یہ قافلہ چلتا ہوا بصری میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میرہ ایک درخت کے نیچے اترے تو نسطور راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں نازل ہوا۔ پھر میرہ سے دریافت کیا کہ ان کی آنکھوں میں جو باریک سُرخ دھاریاں ہیں وہ کبھی جدا نہیں ہوتی ہیں اور نہ ختم ہوتی ہیں؛ تو اس نے کہا ہاں۔ نسطور نے کہا یہ نبی آخر الزمان اور خاتم الانبیاء ہیں۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں سامان تجارت فروخت کیا۔ ایک شخص نے خصومت و منازعت کرتے ہوئے کمالات و غری کی قسم کھاؤ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی اور مجھے بارہا اس

بات کا اقرار کی طرف سے مشورہ بلکہ علم دیا جاتا رہا ہے لیکن میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔  
 اس شخص نے کہا تمہاری بات درست ہے پھر میرے سے مخاطب ہو کر کہا بخدا یہ نبی ہیں اور ہمارے احبار و  
 علماء آپ کی صفات و علامات کو ایسی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور میرے دیکھتا کہ جب گرمی و دھوپ کے وقت اپنے  
 عروج پر ہوتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ لگن رہتے اور دھوپ سے تحفظ کرتے۔ میرے نے یہ سارے عجائب و خوارق  
 یار رکھے (اور واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیے) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل قافلہ نے اپنے  
 اپنے سامان تجارت کو فروخت کیا اور پہلے کی نسبت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے) دو گنا نفع کمایا۔  
 جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو دوسرے کا وقت تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالا خانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرور  
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ پیارا منظر  
 گھر میں موجود دوسری عورتوں کو بھی دکھلایا تو سب حیران رہ گئیں۔

حبیب پاک صاحب لواک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ان کے پاس پہنچے اور انہیں اس سفر میں حاصل ہونے  
 والے نفع کی تفصیلات بیان کیں تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

جب میرے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو حضرت خدیجہ نے فرشتوں کا آپ پر سایہ لگن ہونا بیان کیا  
 اس نے کہا یہ صورت تو میں اس وقت سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں جب سے آپ شام سے مراجعت فرما ہوئے  
 اور ان کو نسلوارا حبیب نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی بیان کیا اور شام میں جس شخص نے نزاع و خصومت کی اور پھر آپ کی  
 صداقت و امانت کا معترف ہو گیا اور نبوت و رسالت کے متعلق گواہی دی وہ ساری تفصیل بھی بیان کی۔

## پیشانیسواں باب

سید وراں فخر کون مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقد تزویج خدیجہ الکبریٰ کیساتھ

نفسہ بن عقیقہ کہتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے مراجعت فرما ہوئے اور مکہ مکرمہ میں داخل  
 ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالا خانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ  
 تمازت آفتاب سے بچانے کے لیے دو فرشتے اُن پر سایہ کیے ہوئے ہیں (تو دل میں آپ کے ساتھ ہی عقد تزویج  
 کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس ارادہ کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھا) کیونکہ آپ بڑی دانا اور زیرک تھیں جبکہ دوسرے بہتیرے



لوگ اُن کے ساتھ مناکحت کے بہت ہی آرزو مند تھے اور ہر ممکن کوشش سے دیر لے نہیں کر رہتے تھے انہوں نے دعوت نکاح بھی دی اور مال و دولت بھی خسروچ کیا کیونکہ آپ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک تھیں اور بالداری و دولتمندی میں سب پر فائق اگر آپ نے کسی کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود سلسلہ جنابی کرتے ہوئے نفیسہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا نفیسہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس مال و دولت اور وافر اخراجات تو ہیں شادی کیسے کروں اس نے عرض کیا تو اس حالت میں اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت و مال بھی اور شرف و کفایت میں بے مثال تو کیا آپ رضامند نہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ایسا کونسا رشتہ اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو آپ نے فرمایا اُن کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے۔ نفیسہ نے کہا میں ذمہ داری لیتی ہوں تو آپ نے فرمایا میں شادی کر لوں گا۔

نفیسہ واپس جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا شہرہ سنایا تو انہوں نے آپ کی طرف آدمی بھیجا کہ فلاں وقت اپنے برادری کے اکابر کے ساتھ میرے عزیز خانہ پر تشریف لائیں اور ادھر اپنے چچا عمرو بن اسد کی طرف آدمی بھیجا کہ آپ کے نکاح کے دلی بن کر عقد کر دیں چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے اور سرانبیاء علیہ التہیۃ والتناذ اپنے چچاؤں کے ساتھ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ ہم عقد مناکحت اور سلسلہ ازدواج قائم ہوا جب کہ آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس سال۔ ایک روایت یہ ہے حضرت خدیجہ کا عقد نکاح سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کے والد خلیل نے باندھا۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ ان کی وفات فجار ثانی سے قبل ہوئی اور نکاح کا انعقاد پانچ سال بعد ہوا۔

ابو الحسین بن فارس کہتے ہیں کہ ابوطالب صاحب نے نکاح پڑھایا اور یہ خطبہ پڑھا اس اللہ کے لیے میں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولاد ابراہیم خلیل ہونے کا شرف بخشا اور گلستانِ اسماعیل علیہ السلام کے نونہال بنایا۔ محمد بن عدنان کے اصل سے اور مضر کے عنصر و جوہر سے عالمِ عناصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ و نگران اور اپنے گھر کا مجاور و خادم بنایا اور ہمیں ایسے گھر سے شرف فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا جو مقام امن و اطمینان ہے اور ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی۔

میرے یہ بھتیجے محمد بن عبد اللہ شرف و فضل کی ان بلند یوں پر فائز ہیں کہ جس جگہ کا موازنہ بھی آپ سے کیا جائے، ان سب پر حادی ہو جائیں گے۔ اگر چہ مال کی اُن کے ہاں قلت ہے مگر مال تو دھلتی چھاؤں ہے اور تغیر پذیر حال ہے لہذا اس کا کیا اعتبار ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فراستِ نعم میں سے کون نہیں جانتا اور انہوں نے خدیجہ بنت خلیل رضی اللہ عنہا کو دعوت نکاح دی ہے اور اس کے لیے حق صرف کیا ہے جس کا معجل اور موجل میرے ذمے ہے۔

بجدا کچھ عرصہ کے بعد ان کی عظمت شان اور بلند مرتبہ کمال عروج پر ہو گئی اور ہر ایک پر ظاہر ہوا کہ یہ تھی وہ تقریب سعید جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔  
 حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر قبل ازیں بغرض نکاح در قد بن نوفل کے سامنے ہوا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا لہذا ابوالہ نے اُن کے ساتھ نکاح کیا جس کا اصل نام ہند تھا اور دوسرے قول کے مطابق مالک بن النباش تو آپ کے بطن سے اس کی اولاد دو بیٹے ہند اور ہالم پیدا ہوئے۔ اس کی وفات کے بعد عتیق بن عائر مخزومی نے آپ کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی ایک لڑکی آپ کے بطن اقدس سے متولد ہوئی جس کا نام ہند تھا۔  
 بعض نے عتیق کے ساتھ عتقہ ابوالہ سے پہلے قرار دیا ہے مگر کیف ان دونوں کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرف زوجیت بخشا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کی ساری اولاد پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

## چھالیسواں باب

فخر آدم و بنی آدم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ میں شرکت اور حجر اسود اپنے دست اقدس سے کھنا

بیت اللہ کی پہلی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو جو کہ یاقوت سرخ تھا نازل فرما کر کعبہ کی جگہ رکھوایا۔ پھر اس کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام نے مکان تیار کیا اور اُن کے بعد اُن کی اولاد نے گارے اور پتھر سے اُسے تعمیر کیا طوفان نوح علیہ السلام میں وہ مکان غرق ہو گیا اور اس جگہ صرف ایک ٹیلہ رہ گیا جس پر بارش سیلاب وغیرہ نہیں چڑھتا تھا بعد ازاں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اُسے تعمیر کیا اس کے بعد عالقہ اور پھر جرہم نے سادت تعمیر حاصل کی اور آخر میں قریش نے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔  
 حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں پہلی دفنہ شہید کرنے پر ایک پتھر کا کتبہ دستیاب ہوا۔ اس تحریر کو پڑھنے کے لیے ایک شخص کو بلایا گیا تو اس نے یہ تحریر پڑھ کر سنائی۔

”وہ میرے محبوب بندے ہیں جو کہ صاحب تمکین اور ثابت قدم ہیں اور سب مخلوق سے پسندیدہ و منتخب جائے ولادت ان کی مکہ مکرمہ ہے اور دارِ ہجرت مدینہ منورہ جب تک وہ کجرامت کو سیدھا نہ کر لیں گے دنیا سے دارِ آخرت



کی طرف تشریف نہ لے جائیں گے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں گے۔ ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالانے والی ہوگی جو ہر مہندی پر اس کی عظمت کو یاد کریں گے اور حمد و ثنا کے ساتھ رطب اللسان ہوں گے۔ وہ اپنے تہمد آدمی پنڈلی تک باندھیں گے اور اطراف و اعضاء کو وضو میں دھوئیں گے۔

سرور کائنات مقرر موجودات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو قریش نے کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کی دیواریں سیلاب و طغیانی (بارش پانیوں) کی وجہ سے کمزور پڑ گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ پتھر لاتے رہے اور تعمیر میں علی طور پر حصہ لیا۔ جب دیواریں حجر اسود کی بندی تک پہنچیں اور اس کے نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو باجم جھگڑا پیدا ہوا (قبیلہ کی خواہش تھی کہ اسے اپنی جگہ پر نصب کرنے کی سعادت صرف ہمیں نصیب ہو حتیٰ کہ جنگ و جدال اور قتل کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔ بنو عبد الدار نے خون سے بھر پور پیالہ درمیان میں رکھا، اپنے ہاتھ اس میں ڈبوئے اور موت پر عقد و عہد کیا (یعنی یا حجر اسود اپنی جگہ ہم ہی رکھیں گے یا مرٹیں گے) اسی عہد کی بنا پر ان کو نَعَقَةُ الدَّم (خون چاٹنے والے لوگ) کہا گیا۔ چند دن اسی طرح گزرے پھر باجم مشورہ کیا تاکہ کوئی عمل تلاش کیا جائے۔ ابو امیہ بن المغیرہ نے جو قریش کا سردار تھا کہا جو شخص پہلے پہل مسجد حرام کے دروازہ سے اندر آئے اس کو اپنا حکم اور فیصلہ تسلیم کر لو۔ چنانچہ سب سے پہلے جو ہستی مسجد حرام میں داخل ہوئی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں (اور قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی اور دعویٰ نبوت سے قبل امین کہہ کر پکارتے تھے) جب آپ پہنچے اور انہوں نے اپنے مشورہ اور فیصلہ کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ایک کپڑا لے آؤ۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر اسے اٹھائے۔ جب حجر اسود کے نصب کرنے والی جگہ کے قریب تک اٹھایا گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنی جگہ پر نصب کر دیا اور پھر باقی تعمیر یا تہ تکمیل تک پہنچی (اور اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے جنگ و جدال سے امن نصیب ہوا)۔

# نبوتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

## بابِ اول

### نبوتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اعلانات ہوائف کے ذریعے

نضر بن سفیان ہذلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک ناندہ میں شام کی طرف نکلے۔ جب ہم نزقہ و معان کے درمیان پہنچے تو رات کو وہیں قیام کیا۔ ناگاہ آسمان وزمین کے درمیان ایک سوار پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ اے سونے والو اٹھو یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں اور شیاطین کو انتہائی دور دراز بھگا دیا گیا ہے یہ آواز ہم میں سے ہر ایک نے سنی۔

ہم یہ آواز سن کر گھبرائے حالانکہ ہم سب انتہائی دلیر اور بہادر رقبہ سفر تھے جب ہم گھرواپس پہنچے تو ہم نے وہاں سنا کہ مکہ مبارکہ میں قریش اور ایک دوسری ہستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو چکا ہے جو کہ عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں اور ان کا اسم گرامی احمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ مسجد کے آخری حصہ سے ایک شخص گذرا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ یہ گزرنے والا شخص کون ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے تم خود بتلاؤ اس نے عرض کیا یہ سوار بن قارب ہیں۔ یہ اہل یمن میں سے ہیں اور بڑا مقام اور درجہ رکھتے ہیں یہی وہ شخص ہیں جن کو ان کے تابع جن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و بعثت کی خبر دی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا تم سوار بن قارب ہو، عرض کیا جی حضور فرمایا تم وہی ہو جن کو اپنے تابع جن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خیر و ج کی اطلاع دی تھی، عرض جی ہاں ذرا تاؤ کیا اب بھی تم کمانت والا پیشہ برقرار رکھے ہوئے ہو، وہ انتہائی غم و غصہ میں کہنے لگے اے امیر المومنین:



میں جب سے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہوں مجھے اس قسم کے کلمات سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہم جس حالتِ شرک پر تھے وہ تو تیرے پیشہ کمانت سے بھی انتہائی بُری تھی۔ اچھا مجھے وہ واقعہ جن کی اطلاع کا اپنی زبان سے ساؤءِ عرض کیا اے امیر المومنین! میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ کسی شخص نے آکر مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب اٹھ۔ اگر تجھے میں ذرہ بھی عقل و فہم ہے تو اس کو بروئے کار لا۔ (اور کمانت کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جا) کیونکہ اب لوی بن غالب کی اولاد سے ایک بنی مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں پھر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی جستجو پر تعجب کیا اور اُن کے اونٹوں پر گدے اور موٹی ٹھوڑی چادریں ڈال کر دوڑانے پر بھی۔

(۲) وہ مکہ کی طرف بھاگنے والے ہیں جبکہ وہ ہدایت تلاش کرنے والے ہیں اور حسن اخلاق کے مالک جن، ردی اور رذیل جنوں کی مانند نہیں ہیں (کہ وہ کفر و شرک پر مہر رہیں)۔

(۳) بنی ہاشم میں سے منتخب اور پسندیدہ شخصیت کی طرف فوراً کوچ کر اور اپنی آنکھوں سے ان کی رفعت و سر بلندی کو دیکھ۔

سواد بن قارب فرمانے لگے میں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اُسے کہا مجھے سونے دے کیونکہ مجھے شام سے ہی میند نے غلبہ کیا ہوا ہے۔

دوسری رات ہوئی تو پھر آکر پاؤں کی ٹھوکر سے جگا با اور کہا اے سواد بن قارب کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اٹھ اور فہم و فراست اور عقل و کیا ست سے کام لے۔ کیونکہ لوی بن غالب کی اولاد سے ایک بنی مبعوث فرمائے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھلاتے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ پھر اس نے چند اشعار اس مضمون کے پڑھے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی طلب و آرزو پر تعجب کیا اور اونٹوں پر پالان رکھ کر دوڑانے پر۔

(۲) وہ مکہ مکرمہ کی طرف مائل ہیں در آنحالیکہ وہاں ہدایت کو طلب کرتے ہیں اور نہیں اُن میں سچے مانند جھوٹوں اور کاذبوں کے۔

(۳) بنی ہاشم کے خلاصہ کی طرف فوراً کوچ کر۔ ان کی غلامی میں پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ بعد والے برابر نہیں ہو سکیں گے۔

فرمایا کہ میں نے پھر بھی اس کی بات سُنی ان سُنی کر دی اور کہا مجھے سونے دے مجھے سخت میند آئی ہوئی ہے۔ جب تیسری رات ہوئی تو پھر وہ جن آیا اور حسب سابق ٹھوکر مار کر جگایا اور کہا میں نے تجھے بارہا کہا ہے۔ دانائی اور

سوچ بوجھ سے کام لے بغفلت کے پردوں سے باہر آ۔ لوی بن غالب کی نسل سے نبی (آخر الزمان) علیہ السلام مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلا تے ہیں اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف۔ پھر اُس نے یوں کہنا شروع کیا۔  
(۱) مجھے جنوں پر تعجب ہے اور ان کی خبروں پر اور اونٹوں پر بالان رکھ کر (تلاش حق میں) اوڑھنے پر۔  
(۲) وہ مکہ مبارکہ کی طرف بھاگ رہے ہیں تلاش حق اور تحصیل ہدایت کے لیے اور نہیں ہیں مومن جن مانسہ کفار کے۔

(۳) پس تو فوراً بنی ہاشم کے سلالہ کریمہ کی خدمت میں حاضر ہو جو مکہ مکرمہ کے ٹیلوں اور پہاڑیوں کے درمیان ہیں۔ اس جن کے بار بار مقنبہ کرنے پر میرے دل میں اسلام کی محبت و رغبت پیدا ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی اپنی اونٹنی پر بالان وغیرہ رکھا اور مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابھی تھوڑی راہ طے کی تھی کہ مجھے معلوم ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے ہیں مدینہ طیبہ حاضر ہوا سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں وہاں حاضر ہوا۔ مسجد کے دروازہ پر اونٹنی کو باندھا۔ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ باہتباب نبوت درمیان میں جلوہ گر ہیں اور ارد گرد صحابہ کرام ساروں کی مانند حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ میری گزارش کو سماعت فرمائیں گے آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے میرے قریب لاؤ چنانچہ آپ نے مجھے اتنا قریب کر دیا کہ میں سرکار کے سامنے جا بیٹھا عرض کیا میری گزارش سماعت فرمادیں۔ فرمایا بتا کیا بتانا چاہتا ہے۔ مجھے تو یہ بتا کہ مجھے اپنے تابع جن نے کیا اگر کہنا تھا میں نے عرض کیا۔

(۱) میرا اصلاح کار اور مشیر میرے پاس پہنچا جب کہ میں نیند اور سکون کی حالت میں تھا اور میں نے جو دیکھا اور آؤنا میں اس میں غلط بیانی کرنے والا نہیں ہوں۔

(۲) وہ مشیرین رات آیا اور ہر بار اس کا قول یہی تھا کہ تیرے پاس نسل لوی بن غالب کے رسول تشریف لائے۔  
(۳) میں نے اس کے تکرار و اصرار پر تیاری کی اور جدوجہد اور تیز رفتار اونٹنی نے صحراؤں کے درمیان لا کر کھڑا کیا ہے۔

(۴) فاشہد ان اللہ لا رب غیرہ دانک ماہون علی کل غائب  
پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و سررہ پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

دانک ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا بن الاکرمین الا طائب  
اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اسے باکرامت اور پاکیزہ اسلام کی نسل کریم کہ تم سب رسولوں سے



اللہ تعالیٰ کی جناب میں قریب ترین وسیلہ ہو۔

وان کان فیما جاد شیب الذوائب

(۶) فمرنا بما یا تیک یا خیر مرسل

لہذا اے سب رسولوں سے افضل و اکرم جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے ہیں ہمیں ان کا حکم دیں (ہم طاعت و خدمت گزاری کے لیے حاضر ہیں) اگرچہ ان احکام کی شدتیں ہماری جوانی کو بڑھاپے ہی میں تبدیل کر دیں۔

سوال: بمغن عن سواد بن قارب

(۷) دکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة

اور آپ اس دن میرے شفیع بننا جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارش سواد بن قارب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔

سواد بن قارب نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

جب سواد بن قارب اپنا قصہ اسلام و ایمان سنا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر انہیں لگے لگایا اور فرمایا میں یہی چاہتا تھا کہ خود تمہاری زبانی یہ تفصیل سنوں۔ اچھا تو یہ تبارک و تعالیٰ اب بھی تمہارا وہ جن تمہارے پاس آتا ہے تو آپ نے کہا جب سے میں نے تلاوت قرآن شروع کی ہے وہ نہیں آتا اور جنوں کو حاضر کرنے کے لیے پڑھے جانے والے کلمات کے عوض کلام مجید اور فرقان حمید کتنا اچھا بدل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (بعثت نبوی) کی پہلی خبر جو مدینہ طیبہ میں پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک عورت پر ایک جن عاشق تھا (اور پرندہ کی شکل میں گھر پہنچ جاتا اور موقع پا کر بڑائی کر لیتا) ایک دن وہ دیوار پر آ بیٹھا تو عورت نے کہا کیا بات ہے مدت ہوئی آنا جانا بند ہے اور باہمی سلسلہ گفتگو اور سلام و کلام ختم تو جن نے کہا اب وہ ہستی ظہور پذیر ہو گئی ہے جس نے ہمارا انسانوں کے گھروں میں رہنا ممنوع قرار دیا ہے اور بدکاری و زنا کو بھی حرام فرما دیا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی النجار کی ایک عورت جس کو فاطمہ بنت نعمان کہا جاتا تھا اور اس کا ایک جن تالبع تھا جو اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو وہ آیا اور دیوار پر آ پڑا۔ اس عورت نے پوچھا آج پہلے کی طرح نہیں آیا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا وہ ذات ظہور فرما ہو چکی ہے جس نے شراب اور زنا کو حرام فرما دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خرم بن فاکم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے

عرض کیا کہ میں آپ کو اپنے ابتداء اسلام کا واقعہ نہ سناؤں؛ (تو آپ نے فرمایا ضرور سناؤ) انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے چوپائوں کی تلاش میں تھا کہ مجھ کو ابرق غراف کے مقام پر رات آگئی رہیں نے (جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق) بلند آواز سے کہا میں اس وادی کے عزت و عظمت والے جن کی سفراء اور بیوقوف جنوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں تو ناگاہ غیب سے مدد دینے والے نے مدد دی۔

(۱) اے جو ان اللہ ذوالجلال کی پناہ لے جو مجدد و برتری کا مالک ہے اور انعامات و انصاف سے نوازنے والا۔  
(۲) سورہ انفال کی آیات تلاوت کر۔ اللہ تعالیٰ کو واحد جان اور مان اور شر اسرار سے کوئی خوف و خطر نہ رکھ۔  
میں نے کہا اے ہائف تو کیا کہتا ہے کیا تیرے پاس سامان ہدایت ہے یا تو گمراہی میں مبتلا کر نیا لا ہے۔  
اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا کرے راہ خلاصی اور سبیل رشاد کی خبر دے وہ کونسا ہے؟  
تو اس نے کہا۔

هذا رسول الله ذو الخيرات يدعو الى الخيرات والنجاة

یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو خیرات و فیوض کے مالک ہیں اور خیرات و نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔  
بامر بالصوم وبالصلوة وینزع الناس عن الهنات

وہ نماز اور روزہ کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو بدکاریوں اور بد فعلیوں سے سختی کے ساتھ الگ کرتے ہیں۔  
عبداللہ عثمانی نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص تھا جس کو مازن بن عمرو کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ ایک بت کا سادہ اور مجاور تھا جس کی چند قبائل تعظیم و عبادت کیا کرتے تھے اور اس بت کو عمان کے ایک قریہ سیامیا میں نصب کیا گیا تھا۔ ہم نے ایک رات بت کے نزدیک قربانی کی جس کو غیرہ کہا جاتا ہے تو میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی کہ

اے مازن سن تو اس (خوشخبری) کو سن کر خوش ہو گا۔ خیر ظاہر اور غالب ہو گا۔ شر پوشیدہ اور زلیل ہو گیا قبیلہ مضر سے ایک نبی مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے لوگوں کو خدا کے برتر کا دین عطا کیا ہے۔ لہذا اب پتھر سے تراشے معبود کو ترک کرنا کہ تو جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔

مازن کہتے ہیں میں بت کے اندر سے آواز و ندا سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ پھر ہم نے چند دن کے بعد دوسری قربانی کی تو اسی طرح بت سے پھر آواز آنے لگی۔ اے مازن میری طرف متوجہ ہو اور قریب آ اور میری بات کو غور سے سن اور جاہل نہ بن۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول (تمہارے قریب موجود ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں لہذا تو ان پر ایمان لے آ تاکہ اس آگ کی حرارت سے محفوظ ہو جائے جو سخت بھڑکائی جانے والی ہے اور اس کا ایندھن سخت پتھر ہیں۔





ازن کستہ میں یہ تو عجب واقعہ ہے کہ بت کے اندر سے میری ہدایت و رہنمائی کی جارہی ہے، یقیناً قدرت کی طرف سے میرے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اسی اثنا میں ہمارے پاس اہل حجاز میں سے ایک آدمی آنکلا ہم نے پوچھا تمہارے علاقے میں کوئی نئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی۔ اس نے کہا وہاں ایک شخص ظہور پذیر ہوئے ہیں جن کو محمد کہا جاتا ہے جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والے کی میری دعوت کو قبول کرو تو میں نے کہا یہی وہ خبر ہے جو میں نے سنی ہے۔

میں اس بت کی طرف اٹھا اس کو ریزہ ریزہ کیا۔ اور سواری پر بیٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور شریعت کی تفصیلات سے آگاہ کیا تو میں مشرف باسلام ہو گیا اور ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گیا۔

ختم قبیلہ کے ایک شخص نے بتایا کہ عرب بتوں کے پاس اپنے جھگڑوں کے فیصلے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہم ایک رات بت کے پاس متکف تھے اور ہم نے اپنے ایک جھگڑے میں فیصلہ کا اس سے تقاضا کر رکھا تھا کہ ناگاہ ہاتھ کی آواز ہمارے کانوں میں سنائی دی۔

اے وہ لوگو! جو محض جتنے اور ڈھانچے ہو (اور عقل و فہم سے عاری و خالی) اور احکام کو بتوں کی طرف منسوب کرنے والے ہو۔ تم حکمت و عقل کے معدن نہیں ہو۔ یہ قریب ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس موجود ہے جو سب مخلوق خدا کے سردار ہیں اور سب حکام سے زیادہ عدل و انصاف کے علمبردار۔ جن سے نور ہدایت اور دین حق کی شاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ لوگوں کو عصیان و آشام سے زبردستی پیچھے ہٹا رہے تھے اور بلذراہم میں علانیہ دعوت حق دے رہے ہیں۔

ہم گھبرائے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ اشعار لوگوں میں مشہور و معروف ہو گئے بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے ہیں تو میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور ان کا طوق غلامی گلے میں ڈال لیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں علاقہ شام میں تھا سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشت ہوئی تو میں ایک دن کسی کام کے لیے سفر پر نکلا رات راہ میں آگئی تو (زمانہ جاہلیت کے عادات کے مطابق جنوں کی پناہ طلب کرتے ہوئے) میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے عظیم و عزیز سردار جنات کی پناہ میں ہوں۔ جب میں بیٹھنے لگا تو ناگاہ ایک نداد دینے والا نداد سے رہا تھا جس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر شخص وجہ نظر نہیں آ رہا تھا کہ پناہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ لو۔ جن اللہ رب العزت کی گرفت سے کسی کو کیا بچا سکتے ہیں۔ رسول امین رسول خدا بزرگ و بزرگ کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم نے اُن کے پیچھے مقام حجوں میں نماز ادا کی ہے دولت اسلام



(۲) ضحاربت بھی ہلاک ہو گیا، محمد رسول برحق پر نزول کتاب سے قبل جس کی عبادت کی جاتی تھی۔  
 (۳) بیشک وہ ذات اقدس جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد قریش میں سے ہونے کے باوجود نبوت و ہدایت کے وارث بنے ہیں وہی نظریہ و عقیدہ، قول و فعل و عمل و کردار کے لحاظ سے ہدایت یافتہ ہیں۔  
 میں نے اس بات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا، جب غزوہ خندق سے کفار ذلیل و رسوا ہو کر واپس ہوئے تو میں نے حالت نوم میں یہ آواز سنی۔ وہ نور جو شگل کی رات نازل ہوا وہ عضباً اوٹھنی کے شہسوار کے پاس ہے میں نے فوراً بارگاہ رسالت کا قصد کیا اور وہاں حاضر ہو کر نور ایمان سے اپنے دل کو منور کر لیا۔

راشد بن عبد ربہ نے کہا سواع نامی بت معلیٰ کے مقام پر منصوب تھا۔ قبیلہ ہذیل اور قبیلہ سلیم میں سے بنو ظفر اس کی عبادت کرتے تھے بنو ظفر نے بنی سلیم کی طرف سے سواع کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے راشد بن عبد ربہ کو بھیجا۔ راشد کہتے ہیں میں سواع کے پاس حاضر ہونے کے لیے چلا اور فجر کے قریب سواع کے پاس پہنچنے سے قبل میں نے ایک بت کو دیکھا کہ اس کے اندر سے کوئی چلا چلا کر کہہ رہا ہے بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ ظہور و خروج اس بنی کریم کا جو کہ اولاد عبد المطلب سے ہیں اور زنا و حرام کاری، ربا اور سود خواری کو حرام فرماتے ہیں اور بتوں کے لیے ذبح و قربانی کو بھی۔ آسمانوں پر سپرے بٹھا دیے گئے ہیں اور یہیں شہاب ثاقب کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

پھر ایک اور بت کے اندر سے آواز آنے لگی رضار کو ترک کر دیا گیا مالاکم عرصہ دراز سے اس کی عبادت کی جا رہی تھی بنی برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ وہ بنی نماز ادا فرماتے ہیں اور زکوٰۃ کا امر فرماتے ہیں روزہ اور نیک اعمال کا حکم دیتے ہیں۔ علی الخصوص صلہ رحمی کا درس دیتے ہیں۔

تیسرے بت کے اندر سے بھی یہ آواز سنائی دینے لگی۔

”بیشک نسل قریش میں سے جس ہستی نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت و ہدایت کی وراثت سنبھالی وہ عظیم مرتبہ ہدایت کے مالک ہیں اور وہ ایسے نبی ہیں جو گذری ہوئی اہم واقعات کے احوال و حالات بتاتے ہیں اور آنے والے واقعات کی بھی خبر دیتے ہیں۔“

راشد فرماتے ہیں جوں ہی میں سواع کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو لوطیاں وہاں موجود ہیں جو لوگوں کے ہدایا و مخالف کو کھا رہی تھیں اور اگر دو کو چاٹ رہی تھیں ادھر سے فارغ ہوئیں تو اس پر چڑھ کر پیشاب کر دیا۔ راشد سواع کی یہ حالت دیکھ کر پکار اٹھے۔

اربت یمول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لوطیاں پیشاب کر رہی ہوں یقیناً وہ بہت بڑی ذلت سے دوچار ہوا جس پر لوطیوں نے پیشاب کیا۔ (اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں بنی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا)

## دوسرا باب

### جانوروں کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نبوت

ابو عمر ندوی فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ سواع کے پاس قربانیاں لے کر پہنچا۔ پہلے پہل میں نے اس کے لیے ایک فربہ گائے کو ذبح کیا تو میں نے گائے کے اندر سے یہ آواز سنی۔ بڑی عجیب بات ہے اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جو درختوں کے درمیان ظہور فرما ہوئے وہ زنا کو اور بتوں کیلئے ذبح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو جنوں کی آمد و رفت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ہمیں شہب ناریہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ہم وہاں سے اٹھ کر الگ الگ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے لوگوں سے دریافت کیا کسی نے ہمیں محمد مصطفیٰ علیہ التیقۃ والثناء کے ظہور کی خبر نہ دی یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا اے ابو بکر کیا مکہ مکرمہ میں کوئی ہستی مدعی نبوت ظہور پذیر ہوئی ہے جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہارے دریافت کرنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ میں نے سارا قصہ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں جو یہاں ظہور فرما ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی مگر ہم نے کہا ابھی ہم اپنی قوم کا رد عمل دیکھتے ہیں۔ اسے کاش ہم اسی وقت ان کے حلقہ کمند زلف کے اسیر بن جاتے اور مسلمان ہو جاتے مگر یہ دولت ہمیں بعد میں نصیب ہوئی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ہمیں ابن العنسن نامی ایک بوڑھے نے بتایا جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا جبکہ ہم غزوہ رودس میں مصروف تھے کہ میں اپنی قوم کی گائے ہانکے ہوئے جا رہا تھا تو میں نے اس کے اندر سے آواز سنی۔ اے آل ذریعہ کھلی اور واضح بات ہے ایک ہستی با آواز بلند لا الہ الا اللہ پکار رہی ہے، ہم مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی اور آپ دعویٰ نبوت فرما چکے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑ یا آیا اور اس نے بھیڑ بکریوں کے گلہ سے ایک بکری پکڑ لی پھر واپس اس کے پیچھے بھاگا اور بکری چھین لی۔ بھیڑ یا ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر اس انداز سے میٹھ گیا کہ لگے پاذل کھڑے رکھے اور دم پھلی دو ٹوٹانگوں کے درمیان دبا کر سرین کو زمین پر ٹیک دیا۔ اور زبان سے کہنے لگا جو رزق مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا تھا تو وہ مجھ سے چھین لیا ہے۔ آدمی نے بھیڑیے کی گفتگو سنی تو کہا خدا کی قسم آج کے دن جو عجیب واقعہ دیکھا یہ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بھیڑ یا ہو کر انسانوں کی طرح کلام کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات



منیں ہے دراصل حیرت و تعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگتانوں کے درمیان تختان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے حوادث بھی۔ وہ شخص یہودی تھا (ہیلانام) اس کا عمیر سطاٹی تھا اور بعد ازاں مکلم الذئب کے لقب سے مشہور ہوا، فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا بھڑیے کا واقعہ عرض کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ یہ امر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ عنقریب یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ گھر کا لک گھر سے دور ہوگا اور وہ گھر نہیں لوٹے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے جوتے اور ہاتھ کی چھڑی بتلا دے گی کہ اس کے گھر میں اس کے بعد کیا ہوتا رہا ہے اور اہل خانہ کیا کرتے رہے ہیں۔

## تیسرا باب

### فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی علامات نبوت جو آپ نے بعثت سے قبل دیکھیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوات نے مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں گزارے کہ پہلے سات سال صرف نور و ضیا کا مشاہدہ فرماتے تھے اور آواز سنائی دیتی تھی اور آٹھ سال وحی نازل ہوتی رہی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آغازِ وحی سچے خوابوں کے ساتھ ہوا جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ سحر کے مانند واضح طور پر پورے ہو جاتا اور خواب حقیقت واقعہ کے عین مطابق ہوتا۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت گزینی اور تنہائی کی محبت پیدا کر دی گئی۔ آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت فرماتے حتیٰ کہ وہیں اعلانِ نبوت کا حکم ہوا اور حضرت جبریل امین وحی کے ساتھ نازل ہوئے۔

حضرت البریسہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کھلی فصائیں نکلتے تو پکارنے والے کی پکاراؤں کو سنتے۔ یا محمد یا محمد کی آواز آتی جب آپ آواز سنتے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ایک دفعہ حسب سابق آواز سُنی تو گھر تشریف لے آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا

ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے عقل و فہم میں اختلاط و التباس کا عارضہ تو پیدا نہیں ہو گیا۔  
انہوں نے عرض کیا اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بہت بعید ہے کہ آپ جیسے پاکیزہ خصال اور بلند  
اخلاق ہستی کے عقل و فہم میں کسی قسم کا فتور و نقص پیدا ہونے دے۔

پھر انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ بیان کیا اور وہ یحییٰ سے  
ہی رسول خدا علیہ التبیۃ والتنا کے ندیم و صاحب تھے۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کا  
ارادہ کیا۔ جب آپ سے وہاں چلنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس امر کی تحقیق کے لیے جسکا تذکرہ  
آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ جب ورقہ کے پاس تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے  
دریافت کیا کوئی چیز بھی نظر آتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن جب اکیلا کھلے میدان میں نکلتا ہوں تو آواز سنا ہوں۔  
پکارنے والا دکھائی نہیں دیتا اور میں جلدی سے اس جگہ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر جب میں دوڑنے لگتا ہوں تو پکارنے  
والا بھی میرے ساتھ ساتھ پکارتا چلا آتا ہے۔ ورقہ ابن نوفل نے عرض کیا۔ آپ اب اگر آواز سنیں تو بھاگیں نہیں  
بلکہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہیں تاکہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اسے سماعت فرما سکیں۔

اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے تو یا محمد کی مدد سنی جواب میں لیکر فرمایا تو آواز دینے والے نے  
کہا کیے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبده و رسولہ پھر کہا پڑھیے الحمد للہ رب العالمین  
حتیٰ کہ ساری سورہ فاتحہ پڑھی۔

پھر آپ ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائے اور یہ واقعہ ان سے ذکر کیا تو انہوں نے عرض کیا۔ تمہارے لیے  
بشارت ہو اور مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم محمد ہو یعنی ہر ایک کے نزدیک قابل ستائش خلق کے نزدیک بھی  
اور خالق کے نزدیک بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم احمد ہو یعنی سب سے زیادہ اللہ کی حمد بجالانے والے۔ اور  
میں اس امر کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ تم رسول رب العالمین ہو۔ وہ وقت قریب ہے کہ تمہیں اپنے مخالفین کفار و  
مشرکین کے ساتھ حرب و قتال کا حکم دیا جائے۔ اگر اس وقت میں زندہ ہو تو میں تمہاری معیت میں تمہارے  
اعداء سے ضرور قتال کروں گا اور اپنی جان تم پر نثار کر دوں گا۔ لیکن وہ اذن قتال سے پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما  
گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس عالم و فاضل کو جنت میں دیکھا وہ سبز جنتی لباس زیب تن  
کیے ہوئے تھے۔



## چوتھا باب

### نباتات و جمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مکہ مکرمہ کے اندر ہے اور وہ مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی الانبیاء علیہ التبیۃ والسلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھا ہم ایک طرف کو نکلے جدھر پہاڑ اور درخت تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت یا پتھر کے پاس سے گذرتے تھے وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید الخلق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جن دنوں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان نبوت کا حکم دیا گیا میں جس درخت اور پتھر کے پاس سے گذرتا وہ مجھے سلام پیش کرتے ہوئے السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔

حضرت برہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فریقہ رسالت عائد فرمایا تو آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو ہر نکل جاتے حتیٰ کہ کوئی گھر اور بشر نظر نہیں آتا تھا اور اسی دوران آپ گھاٹیوں اور وادیوں میں پہنچ جاتے جس درخت اور پتھر پر جناب والا کا گذر ہوتا وہ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا۔ آپ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے مگر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا (تب مزید اطمینان ہو جاتا کہ واقعی درختوں اور پتھروں کی طرف سے سلام نیاز اور ہدیہ شوق پیش کیا جا رہا ہے)۔

## پانچواں باب

### ابتداء وحی کا بیان

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ پہلے پہل آغاز وحی سچے خوابوں کی صورت میں ہوا اور

جو کچھ آپ خواب میں ملاحظہ فرماتے اس کو بیداری کے بعد سپیدہ سحر کے مانند واضح طور پر محسوس و معلوم فرما لیتے۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی تو آپ غار حراء میں تشریف لے جاتے، زاو راہ ہمراہ ہوتا اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ زاو راہ لے کر غار حراء کو انوار عبادت سے منور فرماتے اور آپ غار حراء میں مصروف عبادت ہی تھے جب پیغام حق آپ کو پہنچا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اقرار یعنی پڑھو۔ سرور انبیاء علیہ التبیۃ والثناء نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں (تاکہ خود بخود پڑھنے لگوں) جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو سینہ سے لگایا اور اچھی طرح دبایا جتنا کہ آپ برداشت کر سکتے تھے۔ پھر کہا۔ پڑھیے۔ آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ دوبارہ بنگلیہ ہو کر آنا دیا جس کے آپ متحمل ہو سکتے تھے۔ پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھیے۔ آپ نے پھر فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ جبرئیل امین نے پھر چھپاتی سے لگا کر آنا دیا جتنا آپ کی قوت جسمانی سہا کر سکتی تھی پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا۔

اقرء باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرء وربک الاکرم الذی علّم بالقلم۔ علّم الانسان ما لم یعلم۔ پڑھیں آپ اپنے رب کے نام اقدس کے وسیلہ سے جس نے سب مخلوق کو شرف وجود سے مشرف فرمایا۔ انسان (جیسی اشرف المخلوقات نوع کو) منجھو خون (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔

عہ ہر اثنی کو پڑھایا جائے تو وہ پڑھ ہی لیتا ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کا باعث و موجب کیا ہے ایسے حضرات محدثین نے مختلف ترجیحات بیان فرمائی ہیں اول۔ مانا بقاری میں نفی نہیں ہے بلکہ استغناء ہے یعنی میں کیا پڑھوں اور جب تیسری مرتبہ حضرت جبرئیل امین نے آیات تلاوت کیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو تلاوت فرمایا اور اس کی تائید ما اقرء کی روایت سے ہوئی ہے۔ دوم۔ جبرئیل علیہ السلام نے مفتی رشیم کے قطع پر لکھی ہوئی یہ آیات سید السادات علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں پیش کر کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسم الخط کی واقفیت نہیں رکھتا تاکہ ان کو دیکھ کر پڑھ دوں اور علم بالقلم کے کلمات مبارک میں اسی امر کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آئندہ صفات میں اس امر کی تصریح بھی موجود ہے۔ سوم۔ جبرئیل امین کا اچانک تشریف لانا اور پڑھنے کے متعلق عرض کرنا بغیر اس کے کہ قبل ازیں بے تکلفی پیدا ہو چکی ہوتی اور العنت و موانست موجود ہوتی۔ بموجب اضطراب خاطر اقدس ہوا اور پڑھنے سے گریز فرمایا۔ جب بار بار انہوں نے گھے لگایا اور غصہ دوستوں کا طود و طریقہ اپنایا تو اضطراب سکون سے منقلب ہو گیا اور بے گانگی و گانگت میں تبدیل ہو گئی۔ لہذا اب کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو پڑھنا شروع فرمایا۔

(مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو۔ عمدة القاری۔ جلد اول۔ فتح الباری جلد اول۔ راسخۃ اللمعات و مترقاۃ)



پڑھیں آپ! آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے ان الوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو (ثقل دجی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آجانے کی وجہ سے) جسم اقدس پر لرزہ طاری تھا اور گردن مبارک اور کندھوں کا دیرپانی گوشت تھرتھرا رہا تھا اور سردی محسوس ہو رہی تھی جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو فرمایا مجھے چادر اور حائل مجھ پر ڈالو۔ آپ نے چادر زیب تن کرائی (گھر پہنچ کر آرام و سکون آگیا) اور حالت اضطراب ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا یہ کیا ہے؟ مجھے تو خوف و خشیت کا احساس ہونے لگا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ جیسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ بے یار و مددگار چھوڑے اور کوئی آپ کو تکلیف پہنچا سکے، بلکہ آپ کے لیے مبارکباد ہو اور خوشخبری۔ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو شرمندہ اور نظر خلاق میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں بہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ برداشت فرماتے ہیں۔ ممانوں کی میزبانی فرماتے ہیں اور مصائب و مشکلات میں گھر سے ہوئے لوگوں کی نصرت اعانت فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر درتہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ وہ حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے جنہوں نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور وہ انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے مگر اس وقت بہت عمر رسیدہ تھے اور بینائی سے محروم۔ حضرت خدیجہ نے ان سے کہا اے چچا زاد بھائی۔ اپنے اس برادر زادہ سے حقیقت حال سنو (اور اپنی رائے سے آگاہ کرو) چنانچہ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ یہ تو وہ ملک و جی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اے کاش میں اس وقت جوان اور توانا ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ کو قوم قریش کہہ کر مہر چھوڑنے پر مجبور کر دے گی (اور آپ کو بادل نافرو استہ مدینہ منورہ میں تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع کرنا پڑے گا) آپ نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکالیں گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں جو شخص بھی ان تعلیمات اور احکام کو لایا ہے، قوم کی طرف سے اس کے ساتھ عداوت و دشمنی کی گئی ہے اگر آپ کے وہ ایام میرے مقدر میں ہوتے تو میں ضرور تمہاری امداد و نصرت اور خدمتگذار کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ پھر جلد ہی اُن کا وصال ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی آمد بھی وقتی طور پر منقطع ہو گئی اور یہ انقطاع حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتہائی حزن و ملال کا موجب بنا حتیٰ کہ ہمیں یہ روایات بھی پہنچی ہیں کہ آپ شوق دجی میں جب انتہائی بیقرار ہوتے تو اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر ختم کر دینے کا ارادہ فرماتے اور اسی جذبہ میں مدہوش ہو کر اور اپنے آپ سے بیگانہ ہو کر جب پہاڑ کی راہ لیتے اور اس کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گر لانے کا ارادہ کرتے تو فوراً جبرئیل امین علیہ السلام سامنے آ

موجود ہوتے اور عرض کرتے۔ اسے جملہ اوصاف کمال کے مالک محمد خلیق و خالق تم اللہ کے برحق رسول ہو۔ آپ کا اضطراب اور جوش سکون و اطمینان سے بدل جاتا اور نفس و روح کو تسلی و تسفی حاصل ہو جاتی تب آپ واپس لوٹتے پھر حجب محبوب حقیقی کا نہ پیغام موصول ہوتا نہ فائدہ آتا تو جذبہ عشق بے چین و بے قرار کر دیتا اور روح اقدس بشریت کے پنجرہ سے آزاد ہو کر مرکز حسن و جمال کی طرف پرواز کا عزم کرتی آپ پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے تو جبریل امین پھر حاضر بارگاہ ہو کر تسلی دیتے یہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فترۂ وحی کا واقعہ بیان فرمائے ہوئے سنا آپ نے اس ضمن میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں کھلی جگہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی جب سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی بچھائے ہوئے جلوہ نما ہے۔ جوں ہی میں اس کو اس عظمت اور شان و شوکت سے عجیب حالت میں میٹھے ہوئے دیکھا۔ مجھ پر حالت رعب طاری ہوئی اور میں گھٹنوں کے بل زمین پر میٹھ گیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوا تو اہل بیت سے کہا میرے اوپر چادر ڈالو انہوں نے چادر ڈالی اور میری طبیعت سنبھلی تو اللہ رب العزت نے سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ یا ایہا المدثر قم فانذر و دہب تکبر (الایۃ)۔  
ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عہ اس انقطاع کا موجب اولاً تو یہ تھا کہ سابقہ تاثر و انفعال اور اضطراب و بے قراری پوری طرح زائل ہو جائے تسلسل کی صورت میں بنیاد جسمانی اور مناد بشری حد سے زیادہ متاثر ہو کر مقصد رسالت سے دور نہ ہو جائے۔ ثانیاً۔ فراق اور جدائی میں محب ہر وقت محبوب کی یاد میں مصروف و منہمک ہوتا ہے اور اس توجہ اور استغراق کی وجہ سے اسے محبوب کے ساتھ مناسبت نامہ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نہ قاصد و پیام آنے پر اضطراب اور بے چینی دامن گیر ہوتی ہے اور نہ ہی خود محبوب کے جلوے بے جا بانہ دیکھنے پر جس طرح شیوخ اپنے مریدین کو ذکر اور خلوت کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ مذکور سے ڈاکر کو مناسبت حاصل ہو جائے اور پھر عبادت میں لذت و سرور پیدا ہو مگر کہاں ذکر و صیغہ پاک اور کہاں غلبہ شوق کی یہ فردائی۔ ایسے قرب مقام کا حال بھی یہ ہے۔ سیرغ روح بچکس از انبیا تانت۔ آنجا کہ تو بال کرامت پریدہ۔ ہر یک بقدر فرشتی بکائے ریدہ است آنجا کہ بکائے نیست تو آنجا ریدہ۔ موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفات۔ تو عین ذات می نگری و در سہمی۔

اور وہ حال وحی و آج واسطہ فیض ربانی بنے ہوئے ہیں ایک وقت ایسا بھی آیا وہ خلوت گہ راز سے دور سرسدرہ دربان بن کر میٹھے تھے اور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کریم قدس میں دنی فتنہ کی کے مقام قرب پر فائز ہو کر نادجی الی عبدہ ما ادعی کے سر نہاں کے راز دار بنائے جلیم تھے۔ امام اہل سنت نے کیا خوب فرمایا۔

غنی ما ادعی کے جو چکے دنا کے باغ میں  
بل سدرہ توان کی برسے بھی محرم نہیں



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے درقہ کے سامنے یہ مذکرہ کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے جبرئیل علیہ السلام کا ذکر کیا ہے تو انہوں نے کہا سبوح سبور (وہ پاک ہے پاک ہے) جبرئیل کے شان سے بعید ہے کہ اس کا تذکرہ اس میں کیا جائے جہاں اصنام وادنان کی عبادت کی جا رہی ہے جبرئیل اللہ تعالیٰ کے امین وحی ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول کرام کے درمیان پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مکان پر جائیں جہاں آپ نے اُن کو دیکھا ہے جب وہ نازل ہوں تو تم اپنے (سراقہ سے) دوپٹہ سر کا دینا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوں گے تو پھر نگاہوں سے ادھل ہو جائیں گے چنانچہ (انہوں نے سرکار ابد قرار علیہ السلام کی معیت میں) ایسا ہی کیا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے جاکر درقہ بن نوفل سے بتلایا تو انہوں نے کہا وہ ناموس اکبر احوال وحی جبرئیل علیہ السلام ہیں جس کی اطلاع بتو اسرائیل اپنی اولاد کو بھی مفت میں نہیں دیتے بلکہ قیمت وصول کرتے ہیں۔ پھر درقہ بن نوفل سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دعوت نبوت کا انتظار کرنے لگا۔

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سے عرض کیا۔ اے میرے چچا زاد۔ کیا مجھے بھی اس شخص کی اطلاع دے سکتے ہو جو آپ کے پاس آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر جس وقت وہ آئے مجھے مطلع فرمانا ایک دن جبرئیل امین ان کی موجودگی میں آگئے تو آپ نے فرمایا اے خدیجہ یہی وہ میرے رفیق و صاحب جو میرے پاس آتے ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ اٹھ کر میری ران پر بیٹھ جائیں پھر بتائیں کہ وہ نظر آرہے ہیں۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نظر آرہے ہیں۔ میں نے بائیں ران پر بیٹھنے کا عرض کیا اور پھر پوچھا تو فلاں اب بھی نظر آرہے ہیں۔ فرماتی ہیں میں نے اپنا دوپٹہ اتار دیا پھر پوچھا تو فرمایا اب نظر نہیں آرہے ہیں تو اس وقت میں پکار اٹھی کہ بخدا واقعی یہ بزرگ فرشتے ہیں اور نوح و بالہ جن بھوت یا شیطان نہیں ہیں۔

محبوبہ محبوب خدا علیہ و علی آلہ التحیۃ والثناء سے منقول ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں ایک اعنکاف بیٹھنے کی نذر مانی۔ اتفاقاً وہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ جب ایک رات آپ غار سے باہر نکلے تو السلام علیک کی آواز سنی فرمایا میں نے اس کو کسی جن کی غیر متوقع آواز خیال کیا اور تیزی سے گھر کی طرف آنکلا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا انہوں نے مجھے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا آپ کے لیے بشارت ہو کیونکہ کلمہ سلام خیر و عافیت کا پیام ہے۔

فرمایا میں پھر ایک دفعہ نکلا تو یوں معلوم ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام سورج پر تشریف فرما ہیں۔ اُن کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ مجھے ان کی یہ حالت دیکھ کر ہول اور دمشق کا احساس ہوا۔ تیزی سے غار کی طرف چلنے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے غار کے دروازہ پر موجود ہیں۔ پھر انہوں نے میرے ساتھ گفتگو شروع

کوفی حتی کہ وحشت موانست اور الفت میں بدل گئی۔ پھر انہوں نے ایک جگہ میرے ساتھ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا میں مقام وعدہ پر پہنچ کر انتظار کرنے لگا جب انہوں نے دیر لگائی تو میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ ناگاہ دیکھا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام سامنے موجود ہیں اور سارے اُنق کو ڈھانپے ہوئے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے اترے مجھے سیدھا گدی کے بل سٹلا کر میرے سینے کو دل کے اوپر سے چاک کر کے اُسے باہر نکالا اور پھر چیر کر اُس میں جو کچھ نکالنا تھا وہ نکالا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں رکھ کر باؤ زمرم کے ساتھ دھویا۔ بعد ازاں اپنی جگہ رکھ کر اس کو درست کر دیا (اور سینہ اقدس کو بھی) پھر میری پیٹھ پر مہربوت لگائی بعد ازاں مجھ سے کہا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ - اپنے رب کریم کے مقدس نام کے وسیلہ دعا عانت سے پڑھیے۔

میں وہاں سے اٹھ کر جس درخت یا پتھر کے سامنے آیا ہر ایک نے مجھے السلام علیک یا رسول اللہ کا پیارا سلام پیش کیا حتی کہ حضرت خدیجہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

عبید بن عمر سے سوال کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء نزول وحی کیسے ہوئی حتی کہ پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہونے لگے تو انہوں نے کہا حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غار حرا میں ہر سال اعتکاف بیٹھتے تھے اور عبادت اعتکاف قریش میں دور جاہلیت میں بھی مروج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو جو شخص بھی مساکین میں سے وہاں حاضر ہوتا آپ اس کو کھانا کھلاتے جب اعتکاف سے فارغ ہوتے تو گھر جانے سے قبل بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ یا جو بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا اس قدر طواف فرماتے پھر دولت کدہ پر تشریف لے جاتے حتی کہ جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور اعلان نبوت و رسالت کا سال آیا اور یہ ماہ رمضان تھا اس میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غارِ حرا کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے اہل بیت بھی آپ کے ہمراہ تھے حتی کہ وہ مبارک اور پاکیزہ رات آپہنچی جس میں آپ کو کرامت نبوت سے مکرم و معظم فرمایا گیا تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ فخر عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سو یا ہوا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُن کے ہاتھ میں رشیم کا ٹکڑا تھا جس کے اندر کچھ مرقوم و مکتوب تھا تو انہوں نے کہا پڑھیے۔ میں نے کہا کیا پڑھوں۔ انہوں نے مجھے سینہ سے لگا کر اس زور سے دیا کہ مجھے اپنی موت کا اندیشہ لاحق ہونے لگا اور تین مرتبہ اسی طرح کیا پھر کہا آپ پڑھیں تو میں نے کہا کیا پڑھوں اور میں اس اندیشہ کے تحت یہ کہہ رہا تھا کہ پھر نہ نہ کہیں مجھے گلے لگا کر دباؤں تو انہوں نے کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔



حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن تھی جب جبرئیل علیہ السلام ہفتہ کی رات پھر اتوار کی رات حاضر ہوئے اور پھر سوموار کی رات پیغام رسالت لے کر آئے جبکہ رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھیں اور آپ غار حرا میں جلوہ فرما تھے۔

اور وہ پہلا مقدس مقام ہے جس کو نزول وحی کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس رات فقط اقرہ باسم ربک سے لے کر نالہ علم تک ہی نزول آیات ہوا۔ پھر حضرت جبرئیل نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھرجا تو اس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ تب انہوں نے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت وضو کا عملی نمونہ دکھلایا اور دو رکعت نماز ادا کر کے کیفیت صلوٰۃ کا درس دیا۔

(بقیہ منظر ۱۹) قوت و شدت کے ساتھ کیوں دیا؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کمالین کی تاثیر اور توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔ انکاسی۔ اتفاقی۔ اصلاحی۔ اتحادی اور اتحادی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیخ اور مرشد کامل اپنی روح کو مرشد کی روح کے ساتھ ملا دیتا ہے اور جملہ کمالات جو اپنی روح میں موجود ہیں ان کو روح مرشد و مرید میں بھی پیدا کر دیتا ہے و بالجلہ دریں افشردن تاثیر اتحادی بود کہ روح لطیف خود را از راہ منام بدن درون بدن آنحضرت داخل فرمودہ باروح مبارک متحد ساختند و چون شیر و شکر باہم آمیختند و حالت عجیب در میان ملکیت و بشریت پیدا شد کہ در بیان نمی آید۔ (تفسیر عزیزی پارہ سی ام ص ۳۳۸)۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ اس معاملہ میں تاثیر اتحادی تھی کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنی روح لطیف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کے مساوات میں سے اندر داخل فرما کر آپ کی روح اقدس کے ساتھ متحد کر دیا اور باہم شیر و شکر کے مانند ملا دیا اور اس وقت بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت ظاہر و ہویہ ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

سبحان اللہ جن کا آغاز یہ ہے کہ جملہ کمالات جبرئیل اور ان کی تمام صلاحیات و استعدادات اس وقت حاصل ہو گئیں تو جب نبوت و رسالت کا منصب انتہا پر پہنچا ہوگا اور حسن باطن اور کمالات روحانیہ کی تکمیل ہو گئی ہوگی تو پھر منصب و مقام کیا ہوگا اور علوم و اسرار پر اطلاع و واقفیت کا عالم کیا ہوگا؟ اسی لیے وہ اقتدائی کی خلوت گہ راز میں جب آپ نے قدم رکھا اور نکلان قاب قوسین ادا دئی کے مقام قرب پر فائز ہوئے تو جبرئیل کو سرسمدہ دربان بلکہ بٹھا دیا گیا۔ امام ابن سنت نے

غنجہ ما ادجی کے جو چلکے دنی کے بارغ میں

بیل سدرہ توان کی بوسے بھی محرم نہیں

فرمایا ہے

## چھٹا باب

### جبریل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آغازِ وحی کے دوران حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو اور نماز کی کیفیت بتلائی جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لے کر زیر ناف پر (کپڑوں کے اوپر سے ہی ڈالا) تاکہ لوگوں کو خروجِ قطرات کے دسواں کا دفاع بتایا جائے (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں کیفیتِ صلوٰۃ کا بیان مذکور نہیں ہے اور نہ تعدادِ رکعت مگر براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت (جو ابھی گزری ہے اس) میں رکعات کی تعداد دو بتلائی گئی ہے (اور ظاہر ہے کیفیتِ ادائیگی یہی تھی جو اب شریعتِ مطہرہ میں مروج ہے ورنہ ضرور اسے بیان کیا جاتا)

مقابل بن سلیمان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابتداء اسلام میں اہل اسلام پر صرف دو نمازیں فرض فرمائیں۔ دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت بعد از زوال۔ پھر شبِ معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور یہ بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے کہ آپ نے ابتداء نبوت میں زوال آفتاب سے متھل نماز ادا فرمائی۔

علماء تفسیر فرماتے ہیں۔ سورہ منزل مکہ مبارکہ میں نازل ہوئی جبکہ قیام شب و نماز تہجد محبوب کبریٰ علیہ التَّحیۃ وَالنَّسَاء پر فرض تھا۔ آپ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ساری رات نماز اور عبادت میں مصروف رہتے۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان کا جذبہ امتثال اور اخلاص نیت آزمایا) اور ان کی مشقت و ریاضت کا مشاہدہ فرمایا تو اس امر کو مسوخ فرما دیا۔ اور سورہ منزل میں ارشاد فرمایا۔ (إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِّنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ آيَةُ)۔

عطار بن یسار اور مقاتل بن سلیمان رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ قول باری تعالیٰ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُومُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثِی الْلَیْلِ صحیح ہے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ فرضِ قیام بیل اور شب بیداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اس آیت کریمہ میں مسوخ فرمائی گئی۔

مَنْ أَلَامَ فَتَهْدِيهِ نَافِلَةٌ لَّكَ۔ اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کرو جو تمہارے لئے نفل ہے۔



اور امت پر سے اس کا فتح پانچ نمازوں کی فرضیت سے ہوا۔  
 ایک قول یہ ہے کہ صرف امت سے یہ فرض منسوخ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی فرضیت باقی تھی  
 اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیام میل فرض بھی صرف بنی الانبیاء علیہم السلام والثناء پر تھا امت پر فرض ہی نہیں تھا۔  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورہ منزل کی ابتدائی آیات کے نزول اور آخری آیت  
 کے نزول میں ایک سال کا وقفہ تھا۔

## ساتواں باب

ابتداء نبوت میں فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ او  
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو نماز باجماعت پڑھانا

ابن عقیف کندی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا میں حج کے لیے آیا تو حضرت  
 عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تاکہ ان سے بعض اشیاء خریدوں جب میں میدان منیٰ میں اُن کے پاس تھا کہ ناگاہ  
 ایک عظیم شخصیت قریب ہی نصب شدہ خیمہ سے باہر نکلی۔ سورج کی طرف (وقت نماز کا اذانہ لگانے کے لیے) دیکھا  
 اور نماز شروع کر لی۔ پھر اس خیمہ سے ایک عورت نکلی۔ اس نے اُن کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر لیا۔ پھر ایک  
 فرخیز جوان بھی اسی خیمہ سے نکلا جو بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا  
 میں نے حضرت عباس سے کہا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ میں نے  
 کہا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ ان کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ میں نے جو ان کے متعلق  
 استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ میں نے سلسلہ سوالات  
 جاری رکھتے ہوئے پوچھا یہ کر کیا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں اور  
 ابھی تک اس دعویٰ میں ان کی تصدیق و تائید صرف ان کی زوجہ اور چچا زاد بھائی نے کی ہے اگرچہ ان کا یہ بھی دعویٰ  
 ہے کہ قیصر و کسریٰ (کا ملک اُن کے اور ان قبیعین کے ہاتھوں فتح ہوگا) اور اُن کے خزانہ اُن کے (اور ان کی امت  
 کے) ہاتھ آجائیں گے۔ عقیف جو کہ اشعث بن قیس کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس وقت تو اسلام کے حلقہ میں داخل نہ

ہوئے مگر بعد ازاں اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے مگر ان کو ہمیشہ یہ حسرت رہی کہ اسے کاش میں اس وقت اسلام لاتا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے درجہ پر فائز ہوتا اور ثانی اسلام بن جاتا۔

## آٹھواں باب

### خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر وحی نازل ہونے کی کیفیت کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی تو ایسی آواز محسوس ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہوتی ہے اور یہ حالت وحی مجھ پر گراں بار ہوتی ہے اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ بشری حالت میں تشکل و تمثیل ہو کر میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، میں مستجاب ہوں اور ضبط کرتا جاتا ہوں۔ عہ

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ان دو صورتوں میں کیوں ہوتا تھا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے محدثین و مفسرین حضرات نے فرمایا۔ ان سنتہ اللہ جرت بانہ لا بد من مناسبتہ بین القائل والسامع فتک المباشرة اما بالتصاف السامع بوصف القائل بقلبة الروحانية علیہ وهو النوع الاول۔ او بالتصاف القائل بوصف السامع وهو النوع الثاني۔ عمدة القاری جلد اول ص ۴۴۔

الشرب العزت نے قانون و قاعدہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ قائل و سامع اور مفید و مستفید کے درمیان مناسبت کا تحقق ضروری ہے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ سامع اور مستفید قائل اور مفید کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم اول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مفیض و قائل و وصف سامع و مستفید کے ساتھ موصوف و متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم ثانی ہے اور چونکہ صورت اولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعیت بشریہ سے الگ ہو کر ملکی حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا اس لیے یہ صورت ذرا صعب اور دشوار تھی اور دوسری صورت میں آپ اپنی حالت پر برقرار رہتے اور حضرت جبریل علیہ السلام حالت بشریہ کی طرف منتقل ہو جاتے لہذا یہ حالت سہل اور آسان ہوتی۔

یہی تقریر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد اول علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے اور امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اتقان اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں درج فرمائی ہے۔

.....



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کو بار بار سخت سردی کے موسم میں دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی وہ حالت ختم ہوتی تو حین اقدس سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا تھا۔

یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے بار بار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اپنا یہ اشتیاق ظاہر کیا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کو حالت نزول وحی میں دیکھوں (اور مزید اطمینان قلب اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کر لوں) جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جبرائیل میں تشریف فرما تھے اور آپ کے لیے کپڑا پھیلا کر سایہ دار جگہ بنائی گئی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم ماہ نبوت کے گرد ہالہ دار حلقہ باندھے بیٹھے تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اس وقت ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمر کا احرام باندھے جبکہ وہ جبہ بھی پہنے ہوئے ہو اور خوشبو والے مرکبات اس نے اپنے اوپر لپ کر رکھے ہوں اور خود اس کا یہی حال تھا (گو کیا اپنے متعلق ہی سوال کر رہا تھا مگر انداز و اسلوب میں ذرا تغیر و تبدل کر کے) تو کیا یہ جائز ہے۔ مگر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور

(بقیہ ص) السلام کبھی ملکیت سے بشریت کی طرف تکان یردینہا من الطیاع البشریہ الی الادضاء المملکیۃ فیوحی الیہ کما یدوحی الی الملائکۃ۔ تو اگر آپ بشر محض ہوتے تو یہ انقلاب مقصور نہ ہوتا اور نہ ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہو سکتے جیسا کہ نازل یا لکھوٹی نے حاشیہ بیضا دی میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے تحت فرمایا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا چونکہ مقصد یہ ہے کہ انسان براہ راست اور بلا واسطہ اللہ رب العزت سے فیض لینے سے قاصر ہیں لہذا اس خلیفہ کا دونوں حیثیتوں کو اپنے اندر جمع کرنا ضروری ہے فورانیت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کر سکے اور ملائکہ سے ربط و تعلق پیدا کر سکے اور بشریت جس کی بدولت انسانوں کو فیض دے سکے۔

فلا بد من متوسط ذی جہتی التجرد والعلق لیستفید من جہۃ ویفید باخری

حاشیہ نازل سیالکوٹی اور روح المعانی جلد اول

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء بھی ہیں اور نبی الملائکہ بھی لہذا ان کا نور جملہ انبیاء کرام اور ملائکہ کے نور سے اتم و اکمل ہونا ضروری ہے اور اللہ رب العزت کے ساتھ اس کی مناسبت کا علم اور قربت تامہ ضروری ہے ورنہ ان کے توسط کی ضرورت کیا ہو سکتی ہے؟ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں۔ قد جا رکھ من اللہ نور اور نیز بھی میں داعیا الی اللہ باذنہ و مساجا جنیبرا۔ اور اسی منصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا انا من نور اللہ والخلق کلہ من نور ی یعنی میرا نور براہ راست نور باری تعالیٰ کے ساتھ مرتبط ہے اور باقی سب مخلوق میرے نور کے توسط و توسل سے اور فرمایا اول ما خلق اللہ نور ی انوارہ جلد اول ص ۱۴۴۔

مدارج جلد اول ص ۱ جلد ثانی ص ۲

ایک چراغ است درین خانہ کہ از پر تو آں ہر کجائی نگرے اینجے ساخته اند (مخبر شرف عطاء اللہ عنہ)

دیر اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ فوراً وحی نازل ہو گئی ادھر حضرت عمرؓ، الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ جلدی آجائیے۔

وہ حاضر ہو گئے اپنا سر اس پردہ کے اندر داخل کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغرض سایہ تنگایا تھا دیکھا تو آپ کا چہرہ اقدس سرخ تھا اور سانس میں شدت تھی یہ تو وحی دیر اسی حالت میں گذری کہ وہ حالت جذب و مدہوشی دور ہو گئی تو آپ نے دریافت فرمایا جس شخص نے ابھی مجھ سے عمرہ کی کیفیت احرام کے متعلق سوال کیا تھا، وہ کہہ رہے؟ اس شخص کو تلامش کر کے بارگاہ نبوی میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جو خوشبو لگی ہے اس کو دھو ڈال اور جبہ اتار دے پھر عمرہ میں اسی طرح (طواف بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ) کر، جس طرح کہ حج میں کی جاتی ہے۔ یہاں اس سے پہلی دو روایتیں بخاری شریف اور مسلم شریف سے مروی و منقول ہیں۔

خارج بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکینہ (مذہب رحمت) اور وحی رحمانی آنے لگا نہیب لیا۔ اسی دوران آپ کی ران مبارک میری ران پر آگئی مجھ میں نے کوئی چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک سے بھاری محسوس نہ کی جب وہ حالت سکرو استغراق دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اے زید! مجھ پر جو وحی آئی ہے، اسے لکھو (پھر آپ نے وہ آیات مبارکہ لکھوائیں)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سورہ کریمہ نازل ہوتی جس میں سخت احکام یا جلال خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیان ہوتا تو آپ کی طبیعت مبارکہ پر بھی شدت کرب اور اضطراب کے آثار نظر آتے اور اگر ایسی آیات یا سورہ مبارکہ نازل ہوتی جس میں احکام سہل اور نرم ہوتے یا رحمت خداوند تبارک و تعالیٰ اور اس کی شان جمال کا بیان ہوتا تو پھر آپ کے جسد اطہر پر بھی بے چینی و یقرباری کم ہی نظر آتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر بوجھ اور گرائی محسوس ہوتی اور جبین اقدس سے موتیوں کے مانند لہسنہ کے قطرات گرنے لگتے اگرچہ موسم سرد ہی کیوں نہ ہوتا۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسالتا ب علیہ افضل الصلوات پر نزول وحی کے وقت ہم آپ کے منہ مبارک کے قریب شہد کی مکھڑوں کی ہنھنابٹ کے مانند آواز محسوس کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو نزول وحی سے پہلے بھی احساس ہوتا ہے یا فقط نزول پر ہی پتہ چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے پہلے ہی



محسوس ہو جاتا ہے کہ وحی نازل ہونے والی ہے کیونکہ گھنٹیوں کی آواز کے مانند آوازے آنے لگتے ہیں میں خاموش ہو جاتا ہوں اور اخذ و قبول کے لیے پوری طرح ادھر متوجہ ہو جاتا ہوں اور جس دفعہ بھی وحی ہوتی ہے میں (اسکی شدت کی وجہ سے یہی) گمان کرتا ہوں کہ میری جان قبض کر لی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والتناوۃ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں جلوہ فرما تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا آپ پر گزرا ہوا۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو سکر گئے اور گزرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کیا میرے پاس بیٹھے نہیں ہو رہے انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بارگاہ اقدس میں بیٹھتا ہوں۔ پھر وہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ باہم گفتگو جاری ہی تھی کہ اچانک آپ نے نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی۔ تھوڑی دیر آپ اوپر دیکھتے رہے پھر آپ نے نگاہ اقدس ذرا اپنے دائیں پہلو کی طرف زمین پر لگائے رکھی اور آپ اپنے ہم نشین حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر ادھر ہی متوجہ ہو گئے جدھر نگاہ اقدس لگا رکھی تھی اور آپ نے سر اقدس ہلانا شروع فرمایا گویا کہ آپ سے کچھ کہا جا رہا ہے اور آپ اس کو سمجھ رہے ہیں جب مقصد پورا ہو گیا اور جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ آپ نے پوری طرح ضبط کر لیا اور سمجھ لیا تو پھر پہلے کی طرح آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی حتیٰ کہ آپ جسے دیکھ رہے تھے وہ آسمان میں پوشیدہ ہو گیا یہ سارا منظر حضرت عثمان دیکھتے رہے اور مجسمہ حیرت بنے رہے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی کیفیت پر بیٹھے اور حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی خدمت میں آکر اور بیٹھ کر کیا کروں گا جب تک میں آپ کو ایسے ہی کرتے دیکھتا رہوں گا جیسے کہ آج دیکھا ہے؟ آپ نے پوچھا تم نے کیا کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ پھر آپ نے اسے اپنی دائیں جانب لگا دیا۔ پھر خود بھی ادھر پھر گئے اور مجھے نظر انداز کر دیا اور سر اقدس اس طرح ہلانا شروع کیا گویا کہ آپ کو کچھ بتایا جا رہا تھا اور آپ اسے سمجھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تو میری کیفیت دیکھ کر اس حقیقت کا ادراک کر رہا تھا؟ عرض کیا ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پیامبر ابھی آئے تھے انہوں نے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے؟ آپ نے فرمایا ہاں! عرض کیا تو انہوں نے آپ سے کیا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہ یہ آیات لے آئے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَا ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ  
وَالْبَغْيِ يَعِظْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور ذوی القربیٰ کے حقوق ادا کرنے کا۔ فحش اور برائی سے منع کرتا ہے اور بغاوت و سرکشی سے یہ پند و نصیحت تمہیں اس لیے فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

(اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لو)۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں یہ تھا وہ وقت جس میں ایمان میرے دل کے اندر جاگزیں اور راسخ ہو گیا اور مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت و عقیدت پیدا ہو گئی۔

حضرت اسمائیت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ سید خلق علی الاطلاق علیہ السلام والصلوة کی اونٹنی غصبا کی مہارت تھامے ہوئے تھیں آپ اس پر سوار تھے اور اسی دوران سورہ مائدہ نازل ہوئی۔ وحی کے نقل اور بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی حالت اس طرح ہو گئی کہ گویا اس کے اگلے پاؤں ٹوٹنے کو ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب سید مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر کرب و اضطراب نظر آتا اور رنگت مبارک زردی مائل ہو جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس وقت آپ کو دیکھا جبکہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور وحی نازل ہو رہی تھی۔ اونٹنی ثقل وحی سے چنگھاڑ رہی تھی اور پاؤں کو موڑ رہی تھی اور پھیرتی تھی گویا کہ وہ ٹوٹنے کو ہیں اور وہ بچاؤ کر رہی ہے۔ بعض اوقات تو بیٹھ رہتی اور بعض اوقات کھڑی رہتی مگر پاؤں ایک ہی جگہ گڑے رہتے اور اٹھانے کی سکت و ہمت نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت جذب و استغراق دور ہوتی اور آپ کی جبین اقدس سے موتیوں کی مانند پسینہ کے قطرات مسلسل ٹپک رہے ہوتے تھے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر ایک ساعت کے لیے مدہوش لوگوں کی طرح نیند اور کیف و مستی کی حالت طاری ہو جاتی اور آپ سو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمتہ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو سر اقدس کو زبرد ہونے لگتا۔ اور آپ (اس کے ازالہ کے لیے) سر اقدس پر مہندی لگاتے (لیکن ابن کثیر فرماتے ہیں یہ

روایت بہت ہی ضعیف ہے)

ابن عقیل نے کفار و مشرکین کے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام جنون اور الزام دیوانگی عائد کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حالت وحی میں طاری ہونے والی شدت و محنت کو اور مدہوشی و خود فراموشی کو بار بار دیکھا تو یہ گمان کیا اور اتہام باندھا۔

لیکن اس صورت و حالت کے پس پردہ جو حقیقت کار فرما تھی اس سے غفلت برقی اور حبیب پاک کی مدہوشی اور بے خودی کو جس میں خلق سے منقطع ہو کر خالق کی طرف توجہ ہو جاتی اور بظاہر فرشتہ نشین ہستی و حقیقت عرش نشین بلکہ لامکانی بن چکی ہوتی اور پھر خلق خدا کے لیے اسباب ہدایت اور نہایت عروج و پرواز ملکوتی لے کر واپس ہوتے اور انہیں بھی وصول الی اللہ اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کا درس دیتے اور معراج روحانی کے منصب پر فائز فرماتے



دیوانوں اور مجنوں کے سکر و مستی پر قیاس کیا اور دونوں کے درمیان فرق کو نہ سمجھتے ہوئے مماثلت کا دعویٰ کر دیا حالانکہ آپ پر یہ حالت طاری ہوتی تو بعد ازاں نئے حقائق سامنے آتے اور ہدایت کی نئی راہیں خلق خدا پر منکشف ہوتیں۔ اس حالت کے ساتھ مجاہدین اور دیوانگان کی حالت کو کیا نسبت ہو سکتی تھی۔

لیکن اس فرق کو حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح محسوس فرمایا اور اس صورت کے اندر جو حقیقت مستور و مخجوب تھی اس کو اچھی طرح بجا نبی لیا اسی لیے سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ازراہ الطینان قلب اور کامل تسلی و تشفی حاصل کرنے کے لیے۔ نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فہم و فراست اور عقل و کیاست کو معلوم کرنے کے لیے فرمایا کہ میرے ساتھ غار حرا میں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور مجھے اپنے متعلق اندیشہ اور خوف و خطر لاحق ہو گیا ہے، تو انہوں نے عرض کیا بخدا اللہ رب العزت (آپ پر جنون وغیرہ کی حالت طاری کر کے) ہرگز آپ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور نہ نگاہ خلق میں حقیر و بے قدر لگے گی نہ کپ ہر بات میں سچائی و صداقت دامن تھامے رہتے ہیں اور لوگوں کی مصائب و مشکلات میں امداد و نصرت فرماتے ہیں (ایسے بلند کردار اور عظیم اخلاق والی شخصیت کو اللہ تعالیٰ ایسی رذیل اور حقیر حالت میں قطعاً مبتلا نہیں فرمائے گا)

علامہ ابن عقیل نے فرمایا اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدہوشی اور سکر کی حالت طاری ہوتی اور استغراق و انہماک نیز شدت و کرب حتیٰ کہ پسینے چھوٹ جاتے تو آیا اس حالت میں آپ کا وضو برقرار رہتا یا جس طرح عام لوگوں پر حالت مدہوشی طاری ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور شرعاً اس کا اعتبار نہیں رہتا کیا قائد الانبیاء المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وضو کا حکم بھی یہی ہوگا؟

تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نیند کی حالت میں بھی وضو باقی رہتا تھا۔ نیند اس کو نہیں توڑتی تھی حالانکہ حالت نیند میں اعضاء پر کنٹرول نہیں رہتا اور مفاصل میں استرخاء پیدا ہو جاتا ہے تو سرور کونین علیہ السلام کی . . . . . اس حالت میں وضو کیوں کر ٹوٹ سکتا ہے جس میں آپ کو ہم کلامی اور سرگوشی کے ساتھ نوازا گیا ہو اور آپ کے دل اقدس پر رشد و ہدایت کالقاء کیا جا رہا ہو بلکہ اس حالت میں تو بطریق اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس حدت و غیرہ سے محفوظ و معصوم ہوگی۔

## نواں باب

### سید الکونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دورانِ نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرفِ قرب حاصل رہا

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید نسلِ آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد اعلانِ نبوت کا حکم ہوا۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے، وہ آپ کو مختلف امور بتلاتے اور آپ کے ساتھ کلام بھی فرماتے مگر قرآن مجید اُن کی زبانی نازل نہیں ہوا۔

جب تین سال کا عرصہ گزر گیا تو جبریل علیہ السلام آپ کے مصاحب و رفیق بنے اور انہی کی زبانی قرآنِ کریم اور کلامِ مجید آپ پر نازل ہوا۔

حضرت عامر سے ہی منقول ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے تو احکامِ نبوت آپ پر نازل ہوئے۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام کو شرفِ قرب و مرافقت حاصل رہا، پھر ان کو الگ کر کے جبریل علیہ السلام کو آپ کا قرین اور ساتھی بنایا گیا جنہوں نے مکہ مکرمہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

ابن سعد فرماتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث محمد بن عمر (واقفی) کو بیان کی تو انہوں نے کہا ہمارے شہر کے اہل علم اس امر کو نہیں جانتے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بلکہ وہاں کے سب علماء بالعموم اور اہل سیرت بالخصوص صرف اسی امر کے قائل ہیں کہ حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ آغازِ نبوت سے وصالِ شریف تک صرف جبریل علیہ السلام مصاحب و مقارن رہے ہیں۔



## دسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرق عادت طلب کرنا جو دعویٰ

نبوت میں موجب تائید و تقویت اور باعث اطمینان قلب ہو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر تشریف فرما تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں التجا کی کہ مجھے ایسی آیت کرامت اور دلیل صداقت دلائی جائے جس کے بعد قریش کی تکذیب جو دواکار کا مجھے احساس نہ رہے (اور میرا دل اپنے دعویٰ پر پوری طرح مطمئن ہو جائے) تو آپ کو حکم ہوا کہ اس درخت کو اپنی طرف بلاؤ۔ آپ نے اس کو بلایا تو اس نے اپنی جڑیں زمین سے (آگے پیچھے اور دائیں بائیں جھک کر) کاٹ لیں اور پھر زمین کو چیرتا ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ پھر عرض کیا آپ کیا چاہتے ہیں جو بھی ارادہ ہو حکم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ روٹ جاتو وہ اشارہ پا کر الٹے پاؤں چلتا ہوا اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اب مجھے قریش کی تکذیب وغیرہ کی کوئی پروا نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل امین علیہ السلام ایک دن بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو خون میں لت پت غلگین بیٹھے تھے۔ حامل وحی علیہ السلام نے سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان اہل مکہ نے زود کو بکیا ہے اور خون آلود کر دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو آیۃ اور معجزہ دکھلاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری جانب ایک درخت کھڑا ہوا دیکھا تو عرض کیا اس کو اپنی طرف بلاؤں جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا جبریل امین نے عرض کیا اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے جب آپ نے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اسی قدر (ظہور اعجاز) کافی ہے۔

## گیارہواں باب

بعثت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وقت شیاطین پر شہب ناریہ کا پھینکا جانا اور اصنام و اوثان کا سرنگوں ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ اعلان نبوت کے بعد شیاطین کو آسمانی خبریں (چوری چھپے) حاصل کرنے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جاتے تھے۔ وہ اپنی قوم کی طرف (خاص و عامر اور نامراد و ناکام) لوٹے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا (کوئی خبر نہیں لائے اور حالت بھی دیگر گوں نظر آتی ہے) انہوں نے کہا اب تو ہمارے درمیان اور آسمانی اخبار و اطلاعات کے درمیان بڑے موانع درپیش ہو گئے ہیں اور ہمیں ادھر جانے پر آگ کے شعلوں سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

انہوں نے کہا پھر ضرور کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے۔ لہذا زمین کے تمام اطراف و اکناف میں گھوم پھر کر جائزہ لو کہ کونسا نیا امر رونما ہوا ہے۔ تمام شیطان شرق و غرب میں دوڑے۔ اور جائزہ لینے لگے کہ کونسا امر حائل ہو گیا ہے۔ جو جن اور شیاطین تمامہ (ارض حجاز) کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپہنچے جبکہ آپ مقام نخلہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اور وہاں سے سوق عکاظ کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی تو وہ اس کو سننے کے لیے ہمہ تن گوش بن گئے۔ جب اس کی فصاحت و بلاغت اور تاثیر و اثر انگیزی کا ملاحظہ کیا اور اس میں جلال خداوندی اور اس کی شان رحیمی و رحمانی کا مشاہدہ کیا تو پکار مٹھے یہی وہ امر ہے جو ہمارے اور آسمانی خبریں حاصل کرنے کے درمیان حائل و حاجب بن گیا ہے۔

اسی مقام سے واپس ہوئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا۔

یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشدا فآمنابہ ولن نشرک بربنا احداً۔

اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو صحیح راہ بتاتی ہے لہذا ہم تو اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہرگز اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور ادر اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔



قل ادھی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآن عجباً الایۃ  
آپ فرمادیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے قرآن کریم کو کان لگا کر سنا اور  
پھر اپنی قوم سے جا کر کہا ہم نے عجب قرارت و ملاوت سنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث ہوئے  
تو شیاطین اور جنوں کو (آسمانوں کی طرف جانے سے) روک دیا گیا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے گئے۔ حالانکہ قبل ازیں  
وہ آسمانوں پر جا کر بیٹھے تھے اور جنوں کی ہر جماعت نے وہاں اپنے لیے جگہ متعین کر رکھی تھی جس میں بیٹھ کر ملائکہ کی  
باہمی گفتگو کو سنتے تھے۔

سب سے پہلے اہل طائف گھبرائے اور جن کے ادبٹ تھے یا بھیڑ بکریاں انہوں نے روزانہ اپنے معبودات  
باطلہ کے لیے قربانیاں دینی شروع کر لیں حتیٰ کہ مال و منال ختم ہوتے نظر آئے تو رک گئے اور ایک دوسرے سے  
کہا کیا دیکھتے نہیں کہ آسمانی علامات و نشانات تو اسی طرح ہیں ان میں سے تو کوئی شے غائب نہیں ہوئی؟ (اللہ! آسمان  
ٹوٹ پڑنے اور عالم دنیا کے تباہ ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں)۔

ابلیس نے کہا زمین میں کوئی حادثہ اور نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ میرے پاس زمین کے ہر حصہ سے مٹی لے آؤ  
چنانچہ اس کے چیلے ہر جگہ سے مٹی لے کر اس کے پاس پہنچے وہ ہر جگہ کی مٹی کو سونگھتا اور پھینک دیتا جب تھما  
کی مٹی اس کو دی گئی تو سونگھ کر کہا اسی جگہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔

یعقوب ابن اخنس سے مروی ہے کہ عربوں میں سے سب سے پہلے اہل ثقیف نے ستاروں کو ٹوٹتے  
دیکھا تو گھبرائے اور عمرو بن امیہ کے پاس آکر کہا دیکھتے نہیں ہو یہ کیا رونما ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں دیکھ تو ہیں بھی  
سہا ہوں تم اچھی طرح دیکھو اگر ٹوٹنے والے ستارے وہ ہیں جن سے منازل کی طرف رہنمائی حاصل کی جاتی ہے یا  
موسم سرما اور گرمیاں بارش برسنے کا پتہ چلتا ہے تو پھر دنیا کی بساط الپیٹی جا رہی ہے اور اہل دنیا کی ہلاکت و فنا کا وقت  
آپہنچا ہے اور اگر اس کے علاوہ دوسرے ستارے ہیں تو پھر یہ عظیم انعام و احسان کی علامت ہیں جس کا اللہ تعالیٰ  
نے اس مخلوق کے لیے ارادہ فرمایا ہے اور عرب میں پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہونے والے ہیں کیونکہ پہلے سے ان  
کی علامات بعثت و ولادت میں اس امر کا تذکرہ بھی چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا،  
کوئی ستارہ ٹوٹنا نظر نہ آیا اور نہ شہاب گرتا نظر آیا حتیٰ کہ جب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اعلان  
نبوت فرمایا تو پھر ان ستاروں کا ٹوٹنا اور شہاب نار یہ کا گزنا شروع ہوا۔ قریش نے یہ صورت حال پہلی دفعہ دیکھی  
تھی (سخنت گھبرائے اور خوفزدہ ہو گئے) اور اپنے چوبالوں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑنا شروع کیا اور غلاموں

کو آزاد کرنے لگے گمان یہ کرتے تھے کہ اب فناء و ہلاکت کا وقت ہے۔

جب ان کا یہ عمل و کردار اہل طائف کے کانوں تک پہنچا تو ثقیف نے بھی یہی اعمال شروع کر دیے جب عبدیلیل ابن عمر کو معلوم ہوا (کہ ثقیف یہ کر رہے ہیں) تو اس نے کہا میں جو کچھ عمل کرتے ہوئے تمہیں دیکھ رہا ہوں یہ کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا تارے ٹوٹ رہے ہیں آسمان سے آگ کے شعلے برس رہے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ آسمان ٹوٹنے والا ہے۔ اس نے کہا مال ضائع کر دینے کے بعد اس کا جمع کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لہذا عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لو اور انتظار کرو۔ اگر یہ تارے وہ ہیں جو مشہور معروف ہیں تو پھر لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اور اگر دوسرے تارے ہیں (جن کو لوگوں کی راہنمائی اور بارش کے اوقات پر دلالت وغیرہ میں کوئی داخل نہیں ہے) تو پھر نیا واقعہ اور حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو یہ تارے وہ نہ تھے، اسے جا کر بتلایا تو اس نے کہا کہ ابھی فناء و دنیا میں مہلت ہے اور یہ نبی آخر الزمان کے ظہور کی علامت ہے۔

چند دن گزرے تھے کہ ابوسفیان ابن حرب طائف میں اپنے اموال تجارت کی دیکھ بھال یا لین دین کے لیے گئے اور عبدیلیل کے پاس بھی گئے جب تاروں کے ٹوٹنے اور شہب نار یہ کے گرنے کا تذکرہ ہوا تو ابوسفیان بولے محمد بن عبد اللہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے عبدیلیل نے کہا اب معلوم ہو کہ اسی وجہ سے (آسمانی خبروں کی حفاظت اور شیاطین کے دفاع کے لیے) شہب نار یہ کو پھینکا جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعثت نبی الانبیاء علیہ السلام کے درمیان فی عرصہ فترت میں آسمان پر کوئی پہرہ نہیں تھا اور شیاطین و جن مختلف مقامات پر بیٹھ کر ملائکہ کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاتم الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء کو مبعوث فرمایا تو آسمان پر حفاظتی انتظامات سخت کر دیے گئے اور شیاطین کا آگ کے شعلوں کے ساتھ جرم ہونے لگا۔ ان کے لیے یہ صورت حال بہت ہی غیر مانوس اور خلاف توقع تھی لہذا کہنے لگے۔

لَا نَدْرِي اَشْرُّ اَرِيْدُ بَيْنَ اِلْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بَهْمُ رِيْهِمْ رَشْدًا

ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ اہل زمین کے ساتھ بہت بڑا حادثہ فاجعہ اور اندوہناک معاملہ پیش آنے والا ہے یا ان کے رب کریم نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

سب جن و شیاطین مل کر ابیس کے پاس حاضر ہو گئے (اور صورت حال پر تبصرہ ہونے لگا) تو ابیس نے کہا زمین میں کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہوا ہے لہذا تم ساری زمین میں پھیل جاؤ اور مجھے بتلاؤ کہ آسمان میں جو کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے اس کا سبب موجب کیا ہے؟ پہلی جماعت جو اس تحقیق و تفتیش کے لیے بھیجی گئی وہ اہل نصیبین میں سے تھی جو کہ اشراف جنوں پر مشتمل تھی۔ ان کو تمامہ (حجاز مقدس) کی طرف بھیجا گیا۔ وہ چلتے چلتے وادی نخعہ میں پہنچے



تو وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر ادا کرتے ہوئے پایا۔ جب آپ سے قرآن مجید کی تلاوت قرار تھی تو ایک دوسرے کو خاموشی کا حکم دینے لگے (اور پھر سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ نہ صرف خود مسلمان ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کی)۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے دنیا پر تشریف لانے کے بعد سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشت تک سب آسمانوں پر چڑھ جاتا تھا اور جیسے چاہتا ان میں گھومتا پھرتا اس پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہیں تھی جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے تو چار آسمانوں پر اس کا صعود و عروج ممنوع قرار دیا گیا اور اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر دی گئی مگر ابھی تک نچلے تینوں تک اسے رسائی حاصل تھی۔

جب امام رسل ہادی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مکمل پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے بعد جب بھی ابلیس یا دیگر شیاطین چوری چھپے اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب نشانہ بنتی ہے جس کا شکل جان بچا کر نیچے بھاگ آتے ہیں (اور بعض جل کر رکھ بھی ہو جاتے ہیں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسول کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ مبعوث ہوئے اور وہ سراج منیر اور آفتاب ہدایت جس صبح افق بطن آمنہ سے طلوع ہو کر آسمان انسانیت پر جلوہ ریز اور ضوفاں ہوا اس صبح معبودات باطلہ پر قیامت قائم ہو گئی اور ہر بت اپنے بتکدہ میں منہ کے بل گر چکا تھا۔ تمام شیاطین ابلیس کے پاس جمع ہو گئے اور کہا زمین پر جتنے اوثان و اصنام ہیں وہ آج صبح اوندھے گرے ہوئے تھے اس نے کہا اگر صورت حال یہ ہے تو پھر کوئی سرچشمہ ہدایت مخلوق کے لیے ہدایت کے آب حیات کے ساتھ پھوٹ پڑا ہے جو باطل کی ان چٹانوں کو ریخ و رمن سے اکھیر کر پھینک دے گا اور خض و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ تم ان کی تلاش کے لیے نکلو اور سرسبز و شاداب علاقوں (فلسطین و شام وغیرہ) میں ان کی جستجو کرو۔ وہ پھر پھر آگئے اور کہا ہم نے بہتیرا تلاش کیا ہے مگر ان کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس نے کہا، اب میں خود تلاش کرتا ہوں۔ جب وہ تلاش کے لیے نکلا تو اس کو ندا دی گئی۔ علیک بحجة القلب مکة۔ جو تمام زمین کے قلب اور دل کا درمیانی نقطہ ہے یعنی مکہ مکرمہ وہاں جاتا تو تجھے مقصود کی اطلاع مل جائے گی۔

ابلیس نے اس اشارے کے مطابق جب تلاش شروع کی تو آپ کو قرن ثعالب میں موجود پایا۔ واپس شیاطین کے پاس پہنچا اور کہا میں نے اُن کو پایا ہے مگر اُن کے ساتھ جبریل تھے (لہذا ہم ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے) اب کیا کریں کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا (کوئی بات نہیں) ہم اُن کے متبعین کی نگاہوں میں خواہشات کو بڑے حسین انداز اور مزین پیرائے میں پیش کریں گے اور نفسانی تقاضوں کو ان کا محبوب ترین اور مرغوب ترین مطلوب

مقصود بنادیں گے۔ ابلیس بولا (تمہارے جیسی لائق ترین اور کارکن اولاد کے ہوتے ہوئے، مجھے کوئی غم نہیں ہو سکتا) شاباش خوب سوچا تم نے!

## بارہواں باب

### بعثتِ مصطفویٰ کے وقت کسریٰ پرویز کی مشکلات و حوادث

دریائے دجلہ قدیم زمانوں میں ارضِ خوجی کے اندر محفوظ و مضبوط راستوں سے گذرتا ہوا بحرِ فارس میں جا گرتا تھا۔ پھر وہ گذرگاہ خشک ہو گئی اور دریائے واسط کی طرف گذرگاہ بنالی تو فارس کے باشندوں نے یکے بعد دیگرے اس کو بند کرنے کی سہم کوشش کی اور اس کو پرانی گذرگاہ کی طرف لوٹانے پر بے شمار مال و دولت صرف کی مگر کوئی بند قائم نہ رہ سکا۔

جب قباذ ابن فیروز والی بنا تو کسک کے نیچے دریائے دجلہ کے بند میں بہت بڑا شگاف پڑ گیا اور اس نے بہت سی عمارتوں کو غرق کر دیا۔ جب نوشیرواں نے عمان حکومت سنبھالی تو اس نے کئی بند باندھائے بعض عمارت اور آبادیاں پانی کی دستبرد سے محفوظ ہو گئیں اور یہ صورتحال پرویز بن ہرمزین نوشیرواں کی تخت نشینی تک برقرار رہی جب وہ والی تخت بنا تو اس نے دجلہ کی طرف اتنی توجہ دی جتنی کسی اور امر کی طرف مبذول نہیں کی تھی اور وہ بہت سخت طبع اور مضبوط ارادہ کا آدمی تھا اور اسے اسباب و وسائل بھی اس قدر حاصل تھے جتنے دوسروں کو حاصل نہ تھے۔ لہذا اس نے بے شمار سیم و زر وغیرہ خرچ کر کے دجلہ کی اندھی لہروں اور موجوں کو کنٹرول کر لیا۔

اس نے اپنی نشستگاہ میں محراب بنوایا اور اس میں اپنے تاج کو لٹکایا۔ خود اس کے نیچے بیٹھ جاتا اور تاج سر پر لٹکتا رہتا بغیر اس کے کہ سر پر اس کا ذہن اور بوجھ پڑے یا تاج کے بارگراں سے تنگ آکر علامت شاہی اور نشان امارت و حکومت کو خیر باد کہنا پڑے۔

دہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس تین صد اشخاص، کمانت، سحر اور نجوم کے تجربہ کار ماہرین موجود رہتے تھے اور ان میں اہل عرب سے بھی ایک آدمی تھا جس کو سائب کہا جاتا تھا وہ عربوں کے طور، طریقہ کے مطابق پرندوں سے فال نکالتا اور بہت کم ہی کبھی غلطی کھاتا۔ اس کو باذان نے یمن سے کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔



الغرض کسریٰ کو جب کوئی امر پریشانی میں ڈالتا تو وہ اپنے کاہنوں اور جادو گروں اور نجومیوں کو جمع کر کے کتا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے دو۔

جب سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء مبعوث ہوئے تو ایک صبح جوں ہی کسریٰ بیدار ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دار السلطنت اور شہ گاہ کے محراب میں شکاف پڑ چکا تھا۔ سخت غمناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرا طاق مجلس ٹوٹ گیا اور دجلہ کی اندھی موجوں نے کناروں کو بھاڑ دیا اور راستہ تبدیل کر لیا۔ یہ تو گویا محراب اور دجلہ کی گزر گاہ کی شکست و ریخت نہیں ہے بلکہ ملک کی بربادی معلوم ہوتی ہے۔ پھر اپنے کاہنوں نجومیوں اور ساحروں کو بلایا اور ان کے ساتھ ہی سائب کو بھی طلب کیا۔ صورتحال ان کے سامنے رکھی اور رائے زنی کے متعلق حکم دیا۔ سب نے اپنے اپنے علم کے زور سے حقیقت امر تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ان پر زمین تعبیر بیان تنگ و تاریک ہو گئی اور ان کے علوم و فنون قاصر رہ گئے۔ نہ ساحر کی سحر کاری کام آئی نہ کاہن کی کمانت نے کوئی اثر دکھلایا اور نہ معجم کو اس کے علم نجوم نے راہ مقصود کا نشان بتایا۔ سائب رات کی تاریکی میں ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین حجاز سے بجلی چمکی ہے اور تیزی کے ساتھ مشرق تک پھیل گئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے نیچے (جہاں پہلے خشک اور چٹیل میدان تھا) اب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اگر یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت و واقعہ ہے (اور محض فریب نظر نہیں ہے) تو حجاز مقدس سے ایک شہنشاہ کا ظہور ہو گا جس کی سلطنت شرق و غرب تک پھیل جائے گی اور وہ زمین کو اس کی نسبت زیادہ آباد کریں گے جو ان سے پہلے بادشاہوں نے آباد کیا۔

جب سب ماہرین جمع ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ بخدا ہمارے علوم اور ہمارے درمیان جو رکاوٹ اور حجاب حائل ہوا ہے اور ہم اپنے علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے ہیں تو یہ کسی آسمانی امر کی کرشمہ سازی ہے اور یہ صورتحال یا تو کسی نبی کے مبعوث ہوجانے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اور یا وہ عنقریب بھیجے جانے والے ہیں جو کہ اس ملک کو چھین لیں گے اور سلطنت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

لیکن اگر تم نے کسریٰ کو صاف صاف بتلادیا کہ تیرا ملک تباہ ہونے والا ہے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا لہذا تم متفقہ طور پر ایک فیصلہ کر لو جو کسریٰ کے سامنے بیان کر دیا جائے چنانچہ سب نے کسریٰ کے پاس ہاگرا کہا کہ ہم نے اس معاملہ میں بڑی تحقیق و جستجو کی ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جن حساب دانوں کے حساب پر جناب نے طاق مجلس کی بنیاد رکھی اور دجلہ پر بند باندھا (انہوں نے غلطی کھائی) اور وقت غم میں بنیاد رکھوادی۔ اب ہم حساب لگا کر ساعت سعد میں بنیادیں رکھوا دیتے ہیں لہذا ان میں زوال و تغیر پیدا نہیں ہو گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم حساب کرو چنانچہ انہوں نے جس وقت میں بنیاد رکھنے کو کہا اس نے اسی وقت بنیاد رکھ دی۔ دجلہ میں بند باندھنے پر آٹھ ماہ تک کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مال و دولت صرف ہوا جب مراحل تکمیل طے ہو گئے تو اس

نے کہا کہ اب اس بند کے اوپر بیٹھیں۔ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ کسریٰ نے بچھونے اور قالین بچھانے اور خوشبویں چھڑکنے کا، پھول بکھیرنے کا اور جملہ امراء اور حکام کو جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ مجلس لہو و لعب منعقد کرنے کے لیے کھیلنے والے افراد کو جمع کرنے کا بھی حکم دیا۔ پھر خود اس مجلس میں جا بیٹھا۔ ابھی مجلس گرم ہوئی ہی تھی کہ دجلہ نے بند کو اُن کے نیچے سے اکھیر دیا اور کسریٰ پانی میں غرق ہو کر جان بلب ہو گیا اس کو مشکل باہر نکالا گیا۔ جب ذرا اسی کی طبیعت سنبھلی تو اس نے ان ماہرین میں سے سو کو قتل کر دیا اور کہا تم نے میرے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا کیا ہے، ان میں سے چند نے کہا ہمیں بھی غلطی لگ گئی ہے جیسے کہ پہلے حساب دانوں کو مخالطہ ہو گیا تھا لیکن اب ہم پھر حساب لگاتے ہیں تاکہ تم ساعت سعیدہ میں بنیاد رکھو۔ اس نے کہا اچھی طرح غور و فکر کر لو (ورنہ وہی سلوک کروں گا جو پہلوں کے ساتھ کیا ہے) انہوں نے کہا ہم اچھی طرح حساب لگائیں گے اور صحیح اندازہ کر لیں گے۔

چنانچہ انہوں نے حساب لگایا اور اس سے کہا اب بنیاد رکھو۔ اس نے بنیاد رکھی اور آٹھ ماہ تک اس پر کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مصارف برداشت کیے۔ پھر ان سے کہا اب میں دجلہ کی طرف نکلوں اور بند پر بیٹھوں تو انہوں نے کہا ہاں ضرور نکلو۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ وہ بند پر چل ہی رہا تھا کہ دجلہ نے بند کو بہا دیا اور کسریٰ دریا میں بند کی بنیاد ولے حصہ میں گر گیا اور مرنے کے قریب تھا کہ کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ (ہوش میں آیا اور جو اس بحال ہوئے) تو سب نجومیوں اور کامہنوں وغیرہ کو بلایا اور کہا میں تم سب (اول سے لے کر آخر تک) کو تلوار کے دار سے ہلاک کروں گا۔ تمہارے کندھوں کو ایک ایک کر کے جسم سے الگ کروں گا اور ہاتھوں کے پاؤں کے نیچے پھینک کر پامال کراؤں گا یا پھر صحیح صحیح بتلاؤ حقیقت امر کیا ہے؟ جس کو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔ (کیونکہ تمہارا اس طرح غلطی کھانا بہت بعید نقیاس ہے اس لیے یقیناً تم مجھے مخالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہو اور تمہیں اس طرح کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے)۔

سب نے متفقہ طور پر کسریٰ سے کہا ہم سچی بات بتلاتے ہیں۔ اے بادشاہ عالم تم نے دجلہ کے بند ٹوٹنے اور طاق مجلس میں دراڑ پڑنے کے بعد ہمیں اپنے اپنے علوم کے مطابق سبب معلوم کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے بہت غور و فکر کیا مگر ہم پر زمین تاریک ہو گئی اور آسمان کے اطراف و جوانب میں ہمارے لیے کوئی راستہ باقی نہ رکھا گیا لہذا ہم میں سے ہر صاحب علم و فن کو اس کے علم و فن نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور کسی کام نہ آیا۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ آسمان سے کوئی نیا امر رونما ہوا ہے اور وہ نبی کی ذات ہی ہو سکتی ہے جو مبعوث ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ اسی لیے ہمارے درمیان اور ہمارے علوم کے درمیان جہالت عائل ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی خطرہ لاحق تھا کہ اگر تمہیں بتلائیں (کہ اس نبی کے ہاتھ پر تمہارا ملک فتح ہو کر ہمیشہ کے لیے تمہارے قبضہ سے نکل جائے گا تو تم کہیں



ہمیں قتل نہ کر دو۔ لہذا ہم نے اپنی جانیں بچانے کے لیے تمہیں بھلانے اور مصروف و مشغول رکھنے کی کوشش کی جب کسریٰ نے ان کی زبانی یہ حقیقت معلوم کر لی تو ان کو بھی اور دجلہ کو بھی اپنے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ بار بار بند باندھتے کے باوجود قابو میں نہ آسکا تھا۔

ابن اسحاق نے فرمایا جو روایات ہمیں پہنچی ہیں ان کے مطابق کسریٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی موصول ہونے سے قبل دجلہ پر بند باندھ دیا تھا اور اس پر بے حد حساب اخراجات برداشت کیے تھے اور پھر وہی روایت درج کی جو ہم نے تفصیلاً بیان کی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسن بھری رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے روایت بیان کی ہے جن سے کذب اور غلط بیانی کا تصور نہیں ہو سکتا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کے حق میں کسریٰ پر کونسی حجت و دلیل قائم فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا جس نے اس مکان کی دیوار سے ہاتھ اندر داخل کیا جس میں کہ وہ آرام کر رہا تھا اور وہ ہاتھ نور سے جھلکا رہا تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر گھبرایا تو فرشتہ نے کہا اے کسریٰ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے ان کا طوقِ غلامی بگھے میں ڈال لے۔ تیرا تخت و تخت سلامت رہے گا اور آخرت و عاقبت بھی سنور جائے گی۔ اس نے کہا میں سوچوں گا۔ ابن اسحاق نے ہی ذکر فرمایا ہے کہ کسریٰ اپنے ایوان کے محلات میں سے ایک محل کے اندر قیلولہ کی وقت موجود تھا جبکہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں آسکا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا۔ کسریٰ نے اچانک اس کو اپنے بچھونے پر ہاتھ میں عصا لیے ہوئے دیکھا تو سخت گھبرایا۔ فرشتہ نے کہا اے کسریٰ اسلام لاتا ہے یا پھر میں اس عصا کو توڑ دوں۔ تو کسریٰ نے کہا مہربانی کریں اور درگزر کریں۔ فرشتہ اس سے الگ ہو گیا تو اس نے اپنے دربانوں اور پرہ داروں کو بلایا اور ان پر غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت کس نے دی ہے، انہوں نے کہا نہ کوئی شخص داخل ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے اس کو دیکھا ہے۔

جب اگلے سال وہی ساعت آئی تو وہ فرشتہ پھر کسریٰ کے سامنے آیا اور پہلے کی طرح کہا کہ تو اسلام لاتا ہے یا میں اس عصا کو توڑ دوں۔ کسریٰ نے کہا رہنے دیں رہنے دیں (اسے نہ توڑیں)۔

فرشتہ چلا گیا کسریٰ نے اپنے دربانوں اور پرہ داروں کو بلایا اور سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا اور ان سے پہلے کی طرح کہا کہ اس شخص کو اندر آنے کی کس نے اجازت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جب تیسرا سال آیا تو اسی ساعت میں پھر فرشتہ آ پہنچا اور پہلے کی طرح کہا اسلام لے آ

ورنہ میں اس عصا کو توڑتا ہوں۔ کسریٰ نے کہا جانے دیجئے اور اُسے مت توڑیے۔ مگر اس نے اس مرتبہ عصا کو توڑ دیا بس پھر ملک کسریٰ کا شیرازہ بکھر گیا اور انتظام درہم برہم ہو گیا۔

زہری فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا گیا کہ فرشتہ جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں دو بولیں تھیں پھر اس نے کسریٰ سے کہا تو اسلام لے آ۔ جب وہ مشرف باسلام نہ ہوا تو اس نے ایک بول کو دوسری پر زور سے مارا اور دونوں کو ریزہ ریزہ کر دیا پھر وہاں سے چل دیا اور بعد ازاں کسریٰ تباہ و برباد ہوا۔

خالد بن ویدہ سے مروی ہے یہ پہلے مجوس کا رئیس و سردار تھا بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہو گیا کہ کسریٰ جب سوار ہوتا تو اس کے آگے آگے دو سوار اپنی اپنی سواریوں پر چلتے رہتے اور وہ ہر ساعت یہ ندا دیتے اے کسریٰ تو بندہ ہے رب نہیں ہے اور وہ سر ہلا کر ان کی تائید و تصدیق کرتا۔ خالد بن ویدہ کہتا ہے کہ ایک دن کسریٰ سوار ہوا تو ان دو سواروں نے حسب معمول ندا دی لیکن کسریٰ نے سر ہلا کر تائید و تصدیق نہ کی۔ کسریٰ کے سپہ سالار کو پتہ چلا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ اس کو فرگذاشت پر اس کو تنبیہ کرے۔

کسریٰ سوچکا تھا جب سواریوں کے سمنوں کی آوازیں اس کے کان میں پڑیں تو اس کی آنکھ کھل گئی سپہ سالار اس کے پاس پہنچا تو کسریٰ نے کہا تم نے مجھے بیدار کر دیا ہے اور مجھے آرام نہیں کرنے دیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے سات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو اس کے حضور ایک شخصیت حاضر تھی (محمد عربی علیہ السلام) جن پر صرف دو کپڑے تھے تہ بند اور اوڑھنے والی چادر۔ اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا کہ میری زمین کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دے۔ کیا تجھے اس امر کا حکم بارہا نہیں دیا جا چکا کہ اسلام لے آ ورنہ ملک و سلطنت کو خیر باد کہنا پڑے گا۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کسریٰ پر دینے کے کام میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ تمہارے اندر تبدیلی آگئی ہے اور راہ راست سے بھٹک گئے ہو۔ لہذا تمہاری حکومت اور سلطنت بھی بدل چکی ہے اور یہ مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التبیۃ والثناء کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے (اب یہ حکومت ان کی امت کے ہاتھ میں ہوگی) اس قسم کے خوابوں اور اشارات کی وجہ سے کسریٰ اور اس کے حواری کسی حادثہ کے رونما ہونے کے منظر تھے کہ نعمان بن منذر نے اس کی طرف لکھا کہ تمامہ (حجاز اقدس) میں طلوع ہونے والا ستارہ بتلاتا ہے کہ مالک ارض و سما کے رسول ظہور فرما ہونے والے ہیں۔ کسریٰ اس خبر سے سخت پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کے ظہور کی ان کو توقع تھی۔

اب قتیبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت کے وقت تمام سلطنتوں اور مملکتوں ختم ہو گئی۔



ماسوار سلطنت روما کے اور اس کے بقا و دوام کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت اسحق علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں اپنے صاحبزادوں کو بلایا (تاکہ روحانی اور اخروی، دنیوی اور مادی لحاظ سے ان کو مال مال کریں) تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی خدمت میں پہلے حاضر ہو گئے تو وہ اور ان کی اولاد نبوت و رسالت کے انعام سے شرف ہو گئے بعد میں حضرت عیصران کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو افزائش نسل اور کثرت اولاد کی دعا دی (اور) ساتھ ہی حکومت و سلطنت کی، اور اہل روم انہیں کی اولاد سے ہیں۔

(الغرض روم کی سلطنت کے علاوہ جملہ حکومتیں نیست و بالود ہوئیں) جن میں سے فارس کی عظیم سلطنت بھی تباہ و برباد ہوئی۔ اس کی بریادی کا آغاز یوں ہوا کہ شیر و بیہ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا۔ پھر اس کے ملک میں طاعون پھیلی جس میں وہ خود ہلاک ہوا۔ پھر کچے بعد دیگرے کئی حاکم بنتے رہے مگر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔

عہ دوسرا سبب سلطنت روم کے فی الجملہ باقی رہنے کا وہ ہے جس کو سہیلی نے بیان کیا اور امام بدر الدین عینی نے عقداقری میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دیتے ہوئے قیصر روم کی طرف بھی خط مبارک بھیجا اور کسریٰ فارس کی طرف بھی لیکن قیصر نے اس خط کی تعظیم کی اور اسے سونے کے ڈبے میں بند کر کے رکھا اور اس کی نسل اولاد کے بعد دیگرے اس کی تعظیم و تکریم کرتے چلے آئے اور کسریٰ نے آپ کے خط مبارک کی توہین کی اور اس کو بچاڑ دیا۔ جب دونو ایچی واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی تو آپ نے قیصر روم کے متعلق فرمایا یشہ اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو باقی رکھے اور کسریٰ کی جبارت و گستاخی پر فرمایا۔ فریق اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے حصے بخرے کر دے گا۔

اور سعید بن ابی راشد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قیصر کے ایچی کو فرمایا۔ انی کتبت الی ملککم بصحیفۃ فامسکھا فلن یزال الناس یجدون منہ باساً مادام فی العیش خیر۔ میں نے تمہارے بادشاہ کی طرف خط لکھا ہے (اُسے کنا) کہ اُسے محفوظ رکھے اس کی بدولت لوگ اس وقت تک تائید و تقویت اور قوت و طاقت محسوس کرتے رہیں گے جب تک زندگی اور جینے میں خیر اور بھلائی باقی رہے گی۔ یعنی قیامت تک۔ چنانچہ نسل بعد نسل وہ خط انہوں نے محفوظ رکھا اور ان میں سے ہر ایک اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اس کی حفاظت کرنا اور تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ ہذا کتاب نبیکم الی جدی قیصر ما زلنا نتوارثہ الی الان و اوصانا آبارنا انہ مادام الکتاب عندنا لا یزال الملک فیتافنن غفطہ غایۃ الحفظ و نعظمہ و نکتمہ عن المنصاری لیبی دوم الملک فینا۔

فتح الباری جلد اول ص ۴۴ اور عمدۃ القاری جلد اول ص ۹۹۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم (محمد اشرف عطاء اللہ رحمہ)

اسی طرح اہل یمن کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور باطل سلطنت پلیٹ دی گئی اور اس کا آغاز حبشہ کے سیف بن ذی یزن کو قتل کر دینے سے ہوا اور اس کے بعد حکومت کا معاملہ انتشار کی نذر ہو گیا اور ہر طرف الگ الگ حکمران اور سردار بنا لیے گئے حتیٰ کہ زمانہ اسلام آپہنچا۔

نعمان بن منذر ہلاک ہوا تو ملک حیرہ کا خاتمہ ہو گیا اور ابی جفہ کا ملک بھی درہم برہم ہو گیا اور ان کا آخری تاجدار جبیلہ بن ایہم تھا جس نے عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں نصرانی مذہب قبول کر لیا۔

## تیرھواں باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبول اسلام کی دعوت دینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی ایام میں لوگوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوم میں متمد علیہ لوگوں کو خفیہ طور پر دعوت اسلام دیتے تھے جب تین سال کا عرصہ اس حال میں گذر گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ - جس امر کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو علانیہ کرو۔

تب سید انبیاء علیہ التیمۃ والثناء نے علانیہ دعوت اسلام و ایمان شروع فرمائی۔

ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کے ابتدائی تین سال خفیہ دعوت ایمان و اسلام دیتے رہے حتیٰ کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کا اعلان کرو اور دعوت اسلام و ایمان بھی علانیہ دو۔

زہری فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خفیہ اور علانیہ دعوت اسلام دی اور جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت لکھی تھی وہ اس سے بہرہ ور ہوئے کچھ فوخیز جوان اور بعض فقہاء و مساکین۔ اہل اسلام کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی مگر کفار و مشرکین آپ کی دعوت اور مذہب و ملت پر بالکل انکار وغیرہ نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ ان کی مجالس کے قریب سے گذرتے تو وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ بنی عبد المطلب کے اس جوان کے ساتھ آسمان پر سے کلام کیا جاتا ہے (اور احکام نازل ہوتے ہیں) یہ سلسلہ یوں نہی جلتا رہا حتیٰ کہ سرور عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودات باطلہ کے عیوب و



تقاضے بیان کرنے شروع کیے اور ان کے آباؤ اجداد جو حالت کفر و شرک میں مرے تھے ان کا انجام بد اور آخری زندگی میں ذلت و رسوائی بیان فرمائی شروع کی تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور عداوت و دشمنی کرنے لگے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بڑے پڑوسیوں کے درمیان تھا یعنی ابولہب اور عتبہ بن ابی معیط کے درمیان۔ وہ دونوں گوبر اٹھا کر لاتے اور آپ کے گھر میں پھینک دیتے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور فرماتے اے بنی عبدمناف یہ کیا پڑوسی ہے؟ (اور کیا یہی حقوق پڑوسی کے ہوتے ہیں) پھر اس گندگی کو باہر لگی پر پھینک دیتے۔

## پودھ وال باب

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

طارق بن عبد اللہ مخاریبی سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ دیکھا ایک دفعہ سوق حجاز میں جبکہ میں مال تجارت بیچنے میں مصروف تھا۔ آپ گزرے و سرخ دھاری دار حلقہ زیب تن کیے ہوئے تھے اور بلند آواز سے پکار کر فرماتے جارہے تھے۔ ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو نجات پا جاؤ گے۔

ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اس نے آپ کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ اور خون آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں سے بہہ رہا تھا۔ اور وہ کہتا تھا اے لوگو! ان کی اطاعت نہ کرنا (نمود باللہ) یہ جھوٹے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ (جو آگے آگے ہیں) یہ بنی عبد المطلب میں سے ایک جوان ہیں۔ یہ پیچھے پیچھے جو چل رہا ہے اور ان کو مار رہا ہے یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ آپ کا چچا ہے جس کا نام عبد العزیٰ ابولہب۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء دس سال مکہ مبارکہ میں اس طرح قیام فرما رہے کہ آپ عکاظ اور بجنہ میں لوگوں کی قیامگاہوں پر جا کر اور منیٰ کے میدان میں موسم (دور جاہلیت کے حج یا میلہ) کے موقع پر لوگوں کو پکار پکار کر فرماتے کوئی ہے جو مجھے پناہ دے؟ کوئی ہے جو

میری تبلیغ احکام رسالت میں امداد و نصرت کرے اور جنت حاصل کرے؛ حتیٰ کہ یمن سے کوئی شخص چلنے لگتا یا قبیلہ مضر سے تو اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے کہ قریش کے جوان (محمد مصطفیٰ علیہ التہیۃ والثناء) کا خیال رکھنا کہیں تجھے فتنہ میں نہ ڈال دے۔

## پندھوال باب

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الشرب العزت کا ارشاد دَاٰذِمْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے خویش و اقرباء کو عذاب خدا سے ڈرائیں) نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو (ایمان و اطاعت کے ذریعے) اللہ تعالیٰ سے خریدو اور بچاؤ میں تمہیں (ایمان نہ لانے کی صورت میں) عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں بچاؤں گا۔ اے بنی عبدالمطلب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے کوئی نفع نہیں دوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! اے صفیہ رسول خدا علیہ التہیۃ والثناء کی بھوپھی میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا (بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے)۔

اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے میرے مال و منال میں سے جو چاہے لے لو گریں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے نجات نہیں دوں گا (جب تک ایمان نہ لاؤ اور اذن شفاعت نہ ملے)۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دَاٰذِمْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ والا حکم نازل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو اس دور کے رسم و رواج کے مطابق یا صبا ماہ کہہ کر پکارا۔ (اے لوگو وقت صبح دشمن کے ناگہانی حملہ سے ہوشیار رہو) لوگ دوڑتے ہوئے آپ کی طرف آنے لگے جو خود نہیں پہنچ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے آدمی بھیجا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی فلاں! اے بنی فلاں! مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب دامن میں ہی دشمن کی گھوڑے سوار فوج پہنچ چکی ہے جو تم پر پانچ حملہ کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری اس بات کو سچا تسلیم کر لو گے۔ سب نے متفق ہو کر کہہ دیا کہ ہاں۔ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں (دنیاوی اعداء کی نسبت سخت

ترین دشمن (عذاب قیامت اور نار جہنم سے ڈراتا ہوں) اور اس سے پناہ صرف میری اتباع اور غلامی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے)

ابولہب بولا (نعوذ باللہ) آپ کے لیے ہلاکت ہو۔ کیا آپ نے ہمیں صرف اس لیے بلایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی و بے ادبی پر خود جوابی کارروائی فرمائی اور اس کی گالی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: تَبَّتْ يَدَايَ اِنِّیْ لَهَبٍ وَتَبَّ۔ ہلاک ہوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک ہو۔

قبیصہ بن مخارق اور زمیر بن عمر نے کہا کہ جب آیت کریمہ واندرا عشرین ذالاقربین نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر موجود اپنے پتھر پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پکارنا شروع فرمایا بنی عبدمنیٰ میں تمہیں خطرہ سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ میری اور تمہاری حالت ایسے ہے جیسے ایک آدمی دشمن کو اپنے اہل و عیال اور خویش و اقرباء پر حملہ آور ہوتے دیکھے اور دوڑ کر انہیں خبردار کرنا چاہیے مگر جب یہ خطرہ محسوس کرے کہ وہ مجھ سے سبقت نہ لے جائے اور میرے پہنچنے سے قبل ہی حملہ آور نہ ہو جائے تو دور سے ہی چلا چلا کر یا صبا حاکمنا شروع کئے اور اہل و عیال اور خویش و اقرباء کو خبردار کرنا شروع کرے۔ یہ حدیث صرف امام مسلم نے روایت کی ہے اور اس سے قبل جو دو روایات ہیں وہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت مقدسہ واندرا عشرین تک الاقربین نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کو پکارا۔ قریش نے آپ کی آواز کو سنا تو کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر کھڑے ہو کر پکار رہے ہیں۔ (دیکھیں کیا کہتے ہیں) سبھی آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ بتائیے اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں دشمن فوج کے شاہسوار موجود ہیں تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک نہ تو کذاب اور غلط بیانی کرتے ہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت ترین عذاب (عذاب دوزخ) سے ڈرانے والا ہوں۔ اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبدمناف۔ اے بنی نہرہ۔ حتیٰ کہ آپ نے قریش کے تمام شعب اور شاخوں کا بالخصوص نام لے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں قریشی برادری کو عذاب اخروی سے ڈراؤں۔ یقین جانیے میں تمہارے ذمیوی منافع کا مالک ہوں اور نہ اخروی فوائد کا جب تک کہ تم لا الہ الا اللہ نہ کہو اور ایمان اسلام سے بہرہ ور نہ ہو جاؤ۔



حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جو نبی البولیب نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو کہا (العیاذ باللہ) ان تمام مشکلات و مصائب اور حوادث اذہلاکتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے کیا تم نے ہم سب کو اس لیے جمع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے (حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف سے خود جواب دیا اور ان کی شان محبوبی کو ظاہر فرمایا) اور پوری سورت قہت یدایا ابی لہب ونب نازل فرمائی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں تنگی اور اضطراب و بے چینی پیدا ہونے لگی کیونکہ (امر خداوندی کا ترک کرنا ناممکن ہے) اور یہ بھی مجھے یقین تھا کہ جب میں اُن کے سامنے اس امر کو ظاہر کروں گا تو انکار و عمل الیا ہوگا جو قطعاً ناپسندیدہ اور قابل نفرت و کراہت ہوگا۔ میں نے ذرا سکوت و توقف کیا تو فوراً جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ رب العزت کے امر و حکم کا امتثال و اتباع نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور عذاب و عتاب فرمائے گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی میرے لیے ایک صاع (تقریباً چار سیر کا پیمانہ) طعام تیار کرو اور بکری کی ایک ٹانگ (بطور سالن تیار کر کے بھی) ساتھ رکھو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا بھی بھر کر رکھو۔ جب یہ سب چیزیں تیار کر کے رکھ دو تو پھر تمام بنی عبد المطلب کو میری طرف بلاؤ اور اکٹھا کر دانا کہ ان کو یہ دعوت کھلائیں) اور ان کو روحانی غذا (دین اسلام) بھی مہیا کریں اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچائیں اور اس فریضے سے سبکدوش ہو جائیں۔

وہ فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے کھانا وغیرہ تیار کیا پھر اُن کو بلایا اور وہ تقریباً چالیس آدمی تھے ایک آدھ کم ہوگا یا زیادہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچ حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے اور جناب ابوطالب صاحب اور البولیب بھی جب جمع ہو گئے تو آپ نے کھانا طلب فرمایا جو میں نے تیار کر رکھا تھا میں نے وہ حاضر کیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا دست اقدس سے اٹھایا دانتوں میں چبا کر اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیالہ کے اندر اطراف و جوانب میں پھیلا کر رکھ دیا۔ پھر ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرو اور اپنا اپنا فیصیہ وصول کر دو وہ سارے کے سارے سیر ہو گئے اور کسی دوسری چیز کی ان کو حاجت نہ رہی اور اس پیالہ میں سے (جس سے وہ کھا رہے تھے) صرف اُن کے ہاتھوں والی جگہ میں کھانے کے اثرات و نشانات اور طعام میں کمی محسوس ہوتی تھی باقی سارا پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ کھانا بنظر ظاہر صرف اتنا تھا کہ ان میں سے ایک ہی آدمی کھا جاتا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ میں دودھ والا پیالہ اٹھا کر لایا سب نے باری باری پیا اور اچھی طرح میراب ہو گئے۔ حالانکہ بادی التظہیر الشرب العزت کے نام اقدس کی قسم کھا کر کتنا ہوں ان میں سے صرف ایک شخص ہی اس کو بآسانی پی کر ختم کر سکتا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی بیان کرنے اور اس کے پیغام کو پہنچانے کا ارادہ فرمایا تو ابولمب نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے سب حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے (اس لیے تم کچھ کھا پی نہیں سکے ہو) اور سب فوراً اٹھ کر چل دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی کلام نہ فرمایا۔

دوسرے دن آپ نے فرمایا اے علی (المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) یہ شخص (ابولمب) جیسا کہ تم نے سن لیا مجھ سے سبقت لے گیا اور مجھے تبلیغ کا موقع ہی نہ دیا تو آج پھر کھانا تیار کرو اور ان کو میرے پاس بلاؤ اور اٹھا کر وہیں اٹھا اور ان کو بلا لایا۔ انہوں نے کھانا کھایا، دودھ پیا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس طرح سلسلہ گفتگو کا آغاز فرمایا۔

اے بنی عبد المطلب مجھ جہاں تک مجھے معلوم ہے عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے پاس اس افضل و اعلیٰ پیغام اور اس سے فائق و برتر انعام نہیں لایا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے پاس دو نوجوان کی بہتریاں اور بھلائیاں اور دنیا و آخرت کی خیر و برکت لایا ہوں اور مجھے میرے رب کریم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اس امر کی دعوت دوں لہذا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری امداد و اعانت کرے اور میرا بھائی ہونے کا شرف و فضل حاصل ہے۔

ساری قوم چپ چاپ رہی اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے عرض کیا حالانکہ میں سب سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اے بنی خدا (علیہ التیمۃ و النناء) میں آپ کا ساتھ دوں گا اور سارے افراد قوم ہنٹے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

## سولہواں باب

فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ و التیمات

نے ارشاد فرمایا کہ پہلے ہرنی کو صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور یہی مضمون حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوذر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی و منقول ہے اور عنقریب ان کی روایت کردہ احادیث کو بیان کیا جائے گا۔  
انشاء اللہ العزیز۔

## ستر ہواں باب

سید کوئین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسول الثقلین کے منصب پر فائز ہونا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التہتہ والثناء نے سورہ رحمن ہمیں سنائی جب تلاوت سے فارغ ہوئے اور ہمارے سکوت اور خاموشی کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے۔ تم نے سکوت و جمود کا مظاہرہ کیا ہے (اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد نبائی آلاہ ربکہما تکذبان) یعنی اے جنوادر انسانو تم دونوں فریق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کس نعمت کو جھٹلاتے ہو، کا جواب کیوں نہیں دیا یقین جانیے تمہاری نسبت جن بہت اچھے انداز میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا جواب دیتے تھے (جب میں نے ان پر اس سورہ مبارکہ کو تلاوت کیا) میں نے جب بھی نبائی آلاہ ربکہما تکذبان پڑھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔ اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کبھی کی بھی تکذیب و انکار نہیں کرتے۔ تو ہی سزاوار حمد اور ستحق ثناء ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے چلے اور مجھے بھی ہمراہی کا شرف بخشا۔ جب آبادی سے دور نکل گئے تو ایک دائرہ کھینچ کر مجھے اس کے اندر بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری واپسی تک اس سے باہر نہ نکلنا چنانچہ آپ مجھے بٹھا کر تشریف لے گئے اور پھر سحر کے وقت واپس قدم رنجہ فرمایا۔ تب ارشاد فرمایا کہ میں جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ کیسی آوازیں تھیں۔ جو میں سنتا رہا ہوں (اگرچہ معنی و مضمون کا پتہ نہیں چلتا تھا) فرمایا یہ آوازیں ان کی اس وقت بلند ہو رہی تھیں جب انہوں نے میری بارگاہ میں سلام و نیاز کے تحائف و ہدایا پیش کیے اور مجھے الوداع کہا۔



## اٹھارہواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناذ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر سلسلہ نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ کے اندر اپنا قائم مقام بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میری نسبت اس طرح منصب خلافت و نیابت حاصل ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت منصب خلافت و نیابت حاصل ہوا تھا۔ (جبکہ وہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق چالیس شب دروز ٹھہرے رہے اور تورات لے کر واپس ہوئے) مگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہوئیگا

عہ اس روایت سے شیعہ حضرات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فضل پر استدلال پیش کرتے ہیں مگر اس میں کوئی دھڑ استدلال نہیں ہے کیونکہ یہ نیابت و خلافت عارضی تھی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپسی پر خود بخود ختم ہو گئی جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا منصب نیابت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی واپسی پر ختم ہو گیا۔ نیز یہ خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لہذا ان پر آپ کا خلیفہ ہونا کیونکر ثابت ہوا بلکہ ایک روایت کے مطابق ستر ہزار صحابہ آپ کے ہمراہ تھے لہذا ان پر بھی خلافت ثابت نہ ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ گویا جیسے وہ جنگ کے اہل نہیں مجھے بھی اس قابل نہیں سمجھا گیا۔ اگر خلافت عامہ اور نیابت مطلقہ ہوتی تو اسی عذر کو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ نیز یہ نیابت و خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سفر تبوک میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بعد از وصال نبوی بھی آپ کو خلافت و نیابت اس وقت حاصل ہوئی جب وہ تینوں حضرات سفر آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی اور ان کی بارگاہ کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے۔ لہذا اس سے خلافت بلا فضل پر استدلال درست نہیں ہے۔

نہیں ہے (کہیں اس تمثیل و تشبیہ سے یہ مغالطہ نہ ہو جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی میرے بعد نبی ہوں گے) اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید انس وجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ یہ روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے۔ بخاری شریف میں مروی نہیں ہے۔

## انیسواں باب

نبی الانبیاء علیہ التَّحِیَّۃُ وَالتَّنَادُ کَافَرٌ وَشَرِّکِیْنِ کِی اِنْدَارِسا نیوں پر صبر و تحمل سے کام لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی و منقول ہے کہ قریش کے رؤسا مقام حلیم میں جمع ہوئے اور لات و عزیٰ اور تیسرے بت منات کی قسم کھا کر عہد و پیمان کیا کہ اگر ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تو

تنبیہ رحمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے مبعوث ہونے والوں میں سے کوئی موجود نہیں رہے گا نعوذ باللہ جیسے کوئی کہے میں ماں باپ کا آخری فرزند ہوں میرے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں تو کوئی شخص بھی اس سے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جو پہلے پیدا ہوئے تھے وہ باقی نہیں ہیں البتہ پہلے نبی اپنی شریعت کے احکام نافذ نہیں کریں گے بلکہ صرف دین مصطفیٰ علیہ التَّحِیَّۃُ وَالتَّنَادُ کی پابندی کریں گے اور اس کی تبلیغ کریں گے جیسا کہ اللہ رب العزت نے روزِ مِثاق عہد لیتے وقت فرمایا تعجاء کہ رسول مصدق لہما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور ان کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی امداد و نصرت کرو گے) لہذا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الزمان پیغمبر ہونے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ جب وہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت میں قرآن مقدس اور شریعت مصطفویٰ کا درس دیں گے اور انجیل اور شریعت نصرانیہ کو ترک کر دیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا زیادہ واضح ہو جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بھی ظاہر ہوگی اور امت کا مقام بھی کہ عیسیٰ علیہ السلام میں سے ایک فرد ہیں۔

فرد واحد کی طرح یکبارگی ان پر حملہ آور ہو کر (خاکم بدن) قتل کر ڈالیں گے اور اس اقدام کو انجام تک پہنچائے بغیر ان سے جدا نہیں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آپ کی قوم کے رؤسا میں سے ایک گروہ نے حلیم میں بیٹھ کر باہم عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر آپ کو دیکھیں گے تو سارے حملہ آور ہو جائیں گے اور آپ کے خون اقدس سے اپنا پناہ حصہ (العیاذ باللہ) حاصل کریں گے تو آپ نے فرمایا اے میرے نعت جگر و ضرہ کے لیے پانی لا دو۔

انہوں نے پانی پیش کیا، آپ نے وضو فرمایا پھر بیت اللہ شریف اور مسجد حرام میں تشریف لے گئے جب انہوں نے دیکھا تو کما یہ رہے محمد ہی ہیں وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر سب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور سب کے گویا پاؤں کٹ چکے تھے نہ تو کسی کو آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی شخص ان میں سے اپنی نشست سے اٹھ سکا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سروں پر جا کر کھڑے ہو گئے اور مٹی کی مٹھی اٹھا کر اُن پر پھینکی اور فرمایا کمینوں اور بدطینت لوگوں کے چہرے بد صورت و بد شکل ہو گئے۔ ان میں سے جس کو خاک اور کنکریاں لگیں وہ میدان بدر میں بحالت کفر قتل ہو کر واصلِ جہنم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ مبارکہ کے گرد نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (خاکم بدن) ضرور ان کے پاس آکر ان کی گردن کو یا مال کر دوں گا سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ ایسی جبارت کرے گا تو ملائکہ اس کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اچک لیں گے (اور تباہ و برباد کر دیں گے)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے قریش بلکہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عداوت اور دشمنی کا اظہار ہمیشہ کرتے ہی رہتے تھے ان میں سب سے زیادہ عداوت و تنقادات کا مظاہرہ تم نے کو نہا دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں ان کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ اُن کے اشراف و اکابر حلیم کعبہ میں جمع ہو چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو کہنے لگے ہم نے اپنے آپ کو اتنا صابر کبھی نہیں پایا جتنا کہ اُن کے معاملہ میں ہم نے صبر کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں بے وقوف کہا۔ ہمارے آبا و اجداد کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین پر عیب جوئی اور طعن و تشنیع کی۔ ہماری جماعت و جمعیت کو برا لگندہ اور منتشر کیا حتیٰ کہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں یقیناً ہم نے اُن کے معاملہ میں صبرِ عظیم کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ نبی الانبیاء علیہ التقدیر و الثناء وہاں تشریف لائے۔ آپ سیدھے حجرِ اسود کی طرف چلے آئے اس کا استلام کیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اُن کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کے بعض ارشادات کی وجہ سے



آپ پر طعن کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے کراہت و ناپسندیدگی کے اثرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر دیکھے (مگر آپ نے زبان سے کوئی جواب نہ دیا) اور طواف میں مصروف رہے جب دوبارہ دوڑنے طواف آپ اُن کے پاس سے گذرے تو انہوں نے پھر طعن و تشنیع سے کام لیا مگر تیسرا عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح آگے گذر گئے صرف چہرہ اقدس پر ناراضی اور ناپسندیدگی کے اثرات نظر آئے۔ تیسری بار گذرے تو انہوں نے پھر اسی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش سنتے ہو؟ غور سے سن لو میں اس ذات اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ذبح اور ہلاکت لے کر آیا ہوں (جس کو عدم اطاعت اور عصیان و طغیان پر مداومت و اصرار کی وجہ سے تمہارا مقدمہ بنا دیا گیا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر سبھی دم بخود ہو گئے اور یوں سر جھکائے لبوں پر مہر سکوت لگائے بیٹھے نظر آتے تھے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (ذرا جنبش ہوئی تو وہ اڑ جائیں گے) حتیٰ کہ جو شخص قبل ازیں آپ کے خلاف سب سے زیادہ لوگوں کو اکسانے والا تھا وہ احسن سے احسن انداز گفتگو اور نرم سے نرم گفتار کے ذریعے آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور یوں کہتا تھا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے جائیں در آنحالیکہ آپ راہ راست پر ہیں اور کامیاب و کامران۔ بخدا آپ کے مقام اور شان سے جاہل و نادان نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ دوسرا دن ہوا تو پھر وہ لوگ حطیم کعبہ میں جمع ہو گئے اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا تم نے اپنے صبر و تحمل کو بھی یاد کیا اور جو تکلیف تمہیں ان سے پہنچی اس کا تذکرہ بھی کیا مگر جب انہوں نے تمہیں علانیہ وہ بات سنائی جو تمہیں ناپسند تھی تو تم نے اُن کو چھوڑ دیا۔ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ وہ سبھی یکبارگی آپ کی طرف پکے اور آپ کو گھیرے میں لے کر کہتے تھے تو ہی وہ شخص ہے جو ایسی باتیں کہتا ہے جو کچھ انہیں آپ کی طرف سے اپنے دین اور معبودات باطلہ کی تنقیص وغیرہ کے متعلق پہنچا تھا وہ ذکر کرتے تھے، آپ فرماتے تھے ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جس نے یہ کہا ہے عبداللہ فرماتے ہیں میں نے ان میں سے ایک شخص کو سرور انبیاء علیہ النعمۃ والتناذ علیہ وعلیہم السلام کے مجامعِ روا یعنی چادر مبارک کے جابے اجتماع اطراف کو پکڑے ہوئے دیکھا فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسٹھے اور اس شخص کے آگے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ (جب کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے) کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتے ہیں۔ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ ان تمام واقعات سے سخت تر ہے جو بھی میں نے قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتے دیکھا۔

عمر نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ قریش

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی تانا کہہ پائے تھے کہ اس واقعہ کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ پھر فرمایا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ ہوا تھا اور حلیم میں تین شخص عقبہ بن ابی معیط ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے برابر سے گذر رہے تھے تو انہوں نے بعض ناپسندیدہ کلمات کہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر اس کے اثرات دیکھے۔ میں بھی آپ کے قریب ہو گیا حتیٰ کہ آپ میرے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان ہو گئے اور آپ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں کے درمیان دے دیں اور ہم نے اس طرح مل کر طواف کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لنگے برابر گذر رہے تھے تو ابو جہل نے کہا بخدا ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک صلح نہیں کریں گے جب تک سمندر خشک نہ ہو جائیں اور صوف کے ٹکڑے کو بھی تر کرنے سے عاجز و بے بس نہ ہو جائیں اور کیسے صلح کر سکتے ہیں جب کہ تم ہمارے آبا و اجداد کے معبودات ہم سے چھوڑتے چھڑاتے ہو اور ان کی پرستش سے منع کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں ہوں تو وہی پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے جب تیسرے چکر میں پھر اُن کے قریب سے گذرے تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا حتیٰ کہ چوتھے چکر میں وہ سب اٹھ کر آپ سے الجھ پڑے اور ابو جہل جھپٹ کر آپ کی چادر مبارک کے دونوں کنارے سینہ مبارک کے سامنے سے پکڑنا چاہتا تھا میں نے اس کو زور سے دھکا دیا تو وہ سرین کے بل جا گرا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے امیہ بن خلف کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو مار بھگایا۔ آپ ابھی وہیں کھڑے تھے اور وہ ذیل دروا ہو کر حرم پاک سے نکل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا تم باز نہیں آؤ گے تا قیام عذاب باری تعالیٰ فوری طور پر تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر مرعوب نہ ہوا ہو اور لرزے کانپنے نہ لگا ہو۔ آپ نے فرمایا تم بہت ہی جبری قوم ہو اپنے نبی کے حق میں (کہ اطاعت کی بجائے مخالفت و عصمت سے کام لیتے ہو)۔ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لنگہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ اپنے دروازے کی دہلیز پر پہنچے تو کھڑے ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارے لیے شرودہ اور خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بہر حال ظاہر و غالب فرمائے گا۔ اپنے کلمہ حق کو مکمل فرمائے گا اور اپنے نبی کی نصرت و امداد فرمائے گا۔ یہ کفار و مشرکین جن کو تم نے (ابھی معاندت و عصمت کرتے ہوئے) دیکھا اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی تمہارے ہاتھوں سے ذبح کر لے گا۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔ بخدا میں نے اُن کفار کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق) دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے

ہاتھوں ذبح کر آیا۔

حضرت اسماعیل بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے آج عجب واقعہ دیکھا۔ میں نے مشرکین کی جماعت کعبہ کے گرد بیٹھی دیکھی جن کا رئیس ابو جہل تھا اور وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الجھنے اور لڑائی کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونما ہوئے اور فرمایا تم بھی قبیح و بد شکل ہو گئے اور تمہارا قائد و رہبر بھی۔ میں نے دیکھا گویا وہ گونگے اور بے زبان ہو چکے تھے۔ کسی میں بولنے کی سکت و طاقت باقی نہیں رہی تھی اور نہ ہی وہاں سے اٹھنے کی۔ میں نے ان میں سے خبیث ترین اور انتہائی پلید شخص کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے معذرت خواہی کے لیے دوڑ رہا تھا اور کہتا تھا آپ ہم سے درگزر کریں اور ہم آپ سے تعرض نہیں کریں گے اور رسول گرامی فرماتے تھے جب تک تو اللہ رب العزت پر ایمان نہیں لائے گا میں درگزر نہیں کروں گا بلکہ قتل کر دوں گا۔ اس نے دریافت کیا تو کیا تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا اور لوگ قتل کرینگے تب ابو جہل اور دوسرے لوگ شکستہ خاطر اور بد دل ہو کر واپس چل دیے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا مجھے اس سخت اور صعب ترین واقعہ کی اطلاع دو جو قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور مسجد حرام کے احاطہ میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کو پکڑا اور چادر مبارک کو آپ کی گردن میں لپیٹ کر سخت بل دیا اور آپ کی گردن کو سخت دبایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپہنچے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر نیچے دھکیل دیا اور فرمایا کیا ان کو اس لیے شہید کرنے کے درپے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ تعالیٰ ہے (نہ کہ احسان و امان) حالانکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات و بینات اور واضح دلائل لائے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے صرف ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ہلاکت اور مغلوبیت کے لیے دعا کرتے ہوئے دیکھا۔ واقعہ یوں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا اور ایک اونٹ کا ٹکنبہ (ادجری) قریب ہی موجود تھا تو انہوں نے کہا کون ہے جو اس ٹکنبہ کو اٹھا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر رکھے؟ عقبہ ابن ابی معیط نے (انتہائی شقاوت و بد بختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کہا میں رکھتا ہوں چنانچہ اس کو اٹھا کر حالت سجدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر رکھ دیا۔ آپ اسی طرح سجدہ کی حالت میں رہے۔ حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انہوں نے اس بوجھ کو اتار پھینکا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اسے اللہ قریش کی اس جماعت کو اپنی گرفت



میں لے۔ اے اللہ عقبہ بن ابی معیط کو عذاب میں مبتلا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ شیبہ کو عتاب و عتاب کا نشانہ بنا۔ اے اللہ ابو جہل بن ہشام کو قہر و جلال کا ہدف بنا۔ اے اللہ ابی بن خلف یا امیہ بن خلف پر غیظ و غضب نازل فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ لوگ بدر کے دن قتل ہو گئے اور ان سب کو کھینچ کر بدر والے دیران کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ ماسوا ابی یا امیہ کے (بلکہ ماسوا امیہ کے) کیونکہ وہ بہت موٹا تھا اور جسم ولیم تھا۔ گھیٹے دنت اس کی استریاں باہر نکل آئی تھیں (لہذا اس مردار کو وہیں مٹی میں ڈال کر چھپا دیا گیا)۔

ابن اسحاق نے نقل کیا کہ جب تمام مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر مجتمع و متفق ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب صاحب نے آپ کی امداد و اعانت کی اور کفار و مشرکین سے حفاظت کا اہتمام و انتظام فرمایا۔

چنانچہ قریش کے اشراف دروڑا مثل عقبہ و شیبہ اور ابو جہل حضور کے چچا ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودات کو گالیاں دی ہیں۔ ہمارے دین و مذہب میں عیوب و نقائص نکالے ہیں۔ ہمیں بے وقوف اور کم عقل کہا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ اور بے دین کہا ہے یا تو اُن کو ہمارے ساتھ چھپر چھاڑ سے منع کرو اور یا پھر ہمارے اور اُن کے درمیان حائل ہونا بند کر دو اور انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ کیونکہ تم بھی اعتقاد و نظریہ میں اُن کے خلاف ہو اور ہمارے موافق ہو ہم خود انکو روک لیں گے۔ جناب ابوطالب صاحب نے اُن کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کی اور اُن کو احسن طریقہ پر جواب دیکر لوٹا دیا اور وہ چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ توحید و رسالت اور ابلاغ احکام و ادا امر پر کاربند ہے۔ قریش اور آپ کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ ان میں سے بعض نے دوسروں کو آپ کے خلاف اکسایا اور بھڑکایا۔ وہ پھر ابوطالب صاحب کے پاس آکر کہنے لگے یہ صورت حال ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور ہمارے صبر و ضبط کی اب انتہا ہو چکی ہے۔

تو جناب ابوطالب نے آپ سے عرض کیا اے عزیز من۔ آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور وہ یہ شکایت کر رہے ہیں لہذا تم (اس دعوت کو جاری رکھ کر) مجھے اس بارگراں کے برداشت کرنے کی تکلیف نہ دو جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند اتار کر رکھ دیں اور پھر یہ مطالبہ کریں کہ میں دعوت توحید و رسالت کو ترک کر دوں تو میں قطعاً اس کو ترک نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ و فتح مند ہی عطا فرمائے گا یا اس کی راہ میں شہید ہو جاؤں گا۔

فرق جذبات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو اُٹھ آئے اور آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے جب آپ چل دیے تو ابوطالب صاحب نے بلایا اور عرض کیا اے میرے عزیز ترین بھتیجے میری طرف آئیے آپ واپس آئے تو عرض کیا آپ جو چاہیں کہیں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے میں بخدا کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا اس کے بعد اہل ایمان اور مشرکین کے درمیان جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر قبیلہ کے کفار و مشرکین نے وہاں کے مومنین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، ان کو طرح طرح کے عذاب دیتے اور دین سے برکشتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ابوطالب صاحب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو خطاب کیا اور انہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت پر آمادہ کیا۔

اہل اسلام نے جب نماز پڑھنی ہوتی تھی تو وادیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم کفار سے چھپ کر نماز ادا کرتے تھے لیکن انہوں نے وہاں بھی قتال و جدال سے گریز نہ کیا اس پر اہل اسلام نے بھی جوابی کاروائی شروع کی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے جڑے والی ہڈی ایک مشرک کے سر میں دے ماری اور اس کو پھاڑ دیا اور یہ پہلا خون تھا جو اہل اسلام نے بہایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب ابوطالب صاحب بیمار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے (الوجہل اور دیگر مشرک پہلے وہاں موجود تھے) ابوطالب کے سر پرانے ایک آدمی کے میٹھے کی جگہ تھی۔ الوجہل اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہاں بیٹھ گیا اور اس نے اور دیگر کفار و مشرکین نے ابوطالب صاحب کو کہا کہ تمہارے بھتیجے ہمارے معبودات اور خداؤں کی توہین و تحقیر کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ تو تم آپ کے متعلق شکایت کر رہی جیسے؟ آپ نے اُن کو یہ موقعہ کیوں دیا ہے۔ آپ نے نہ فرمایا میں ان سے صرف ایک کلمہ کے اقرار و اعتراف اور اُس کے اعتقاد و اذعان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو سب عرب اُن کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے اور عجم ان کی رعایا بن کر ان کو جزیہ ادا کرے گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ تو وہ چلانے لگے انہوں نے سب خداؤں کی خدائی اور معبودات کی عبادت کی نفی و انکار کر کے صرف ایک خدا کو ماننے کا مطالبہ کیا ہے (یہ تو عجب بات ہے اور ناقابل تسلیم) اس موقعہ پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

کافروں نے کہا یہ ساحر و کذاب ہیں۔ انہوں نے سب خداؤں کی خدائی کی نفی کر کے صرف ایک خدا کا اثبات کیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے،

## بیسواں باب

### اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر سن کر اسلام لانا

ابن عمیر سے مروی ہے کہ اکثم بن صیفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع پہنچی تو اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم نے رکاوٹ ڈالی اس پر اس نے کہا کون شخص ہے جو میری عرض ان کی بارگاہ میں پیش کرے اور ان کا فرمان مجھے پہنچائے۔ دو آدمیوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم اکثم کے انچھی ہیں وہ آپ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ کس نسبت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کی دعوت کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ (ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد منہل ہوں) اور میرا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص اور اس کا رسول و نبی ہوں اور میری دعوت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يٰۤاٰمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَا ذٰلِی الْقُرْبٰی دِیْنَهٗیْ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ الْاٰیة (البقرہ اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں پر خروج کرنے کا اور بُری باتوں، غلط کاریوں اور بغاوت سے منع فرماتا ہے)۔

انہوں نے عرض کیا ذرا یہ کلمات دہرائیں تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائیں چنانچہ آپ نے ان کو یاد کرائے پھر وہ اکثم کے پاس پہنچے اور اس سے کہا ہم نے ان کی نسبت کے متعلق دریافت کیا ہے وہ قبیلہ مضر میں بہتر نسب کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمیں چند کلمات بتائے ہیں (جو ہم تمہیں سنائے دیتے ہیں) جب اس نے ان کی زبانی وہ کلمات طیبات سے تو کہا اے میری قوم میں تو یہی سمجھتا ہوں اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ بلند ترین اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور میرے اخلاق اور قابل ملامت اعمال سے منع کرتے ہیں۔ لہذا تم (ان پر ایمان لا کر) دوسرے لوگوں سے سبقت لے جاؤ اور رؤسا اہل اسلام بنو نہ کہ گنہگار اور کافر اور پہلے مومن بنو نہ کہ آخری۔ اکثم نے کہا درودِ نبی سے خالی لوگوں کی طرف سے مبتلا رنج و الم لوگوں پر ہمیشہ طعن و تشنیع اور زبرد و ملامت ہوتی ہے۔ (دوسروں کو کیا خبر کہ بارگاہ مصطفیٰ اعلیٰہ التہتہ والثناء سے دوری مجھ کو کس قدر ناگوار ہے اور میرے لیے سوا ان روح ہے) اے میرے نفس درود کی



حسرت اور ارمان ایسے امر پر جس کو نہ میں پاسکا اور نہ ابھی میرے ہاتھ سے فوت اور ضائع ہوا بلکہ کوشش کروں تو ہو سکتا ہے بخت مدد کرے اور نصیب جاگ اٹھے) اے میرے نفس مجھے تجھ پر افسوس نہیں ہے بلکہ عام لوگوں پر افسوس ہے کہ وہ کیوں اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہو رہے ہیں) مگر اس قدر افسوس کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حق جب ثابت و قائم ہو جاتا ہے (باطل خود بخود راہ فرار اختیار کر لیتا ہے) لہذا اسلام غالب آکر رہے گا اور کفر و ضلالت کی گٹھائیں چھٹ جائیں گی)

حضرت اکثم کی دعوت پر سوا شخاص نے ان کی اتباع کی اور بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کے لیے نکلے۔ ابھی تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ حبش نامی بد بخت شخص نے (موقعہ پاکر) سب کی سوار یوں کو ذبح کر ڈالا اور بانی وغیرہ کے مشکیزے پھاڑ دیے اور بھاگ گیا۔ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کو یہاں سے مجبور کیا اور اسی حالت میں اپنی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور اپنے جملہ ہمراہیوں کو سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وصیت فرمائی اور انہیں اپنے اسلام و ایمان پر گواہ بنایا۔

اللہ رب العزت نے انہیں کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ومن یخرج من بیتہ مهاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہجرت کے ارادہ پر نکلا پھر موت نے اس کو راہ میں ہی آلیا (تو اس کی ہجرت باطل نہیں ہوئی بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

## ایک سو اہل باب

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ ایسا عادل ہے کہ اس کے علاقہ میں کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جاتا لہذا تم اس کے ہاں چلے جاؤ اور اپنے آپ کو کفار و مشرکین کے ظلم و عدوان سے محفوظ کر لو جتنی کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان شدائد و مصائب سے چھٹکارا نصیب فرمائے۔

آپ کی اجازت کے بعد ایک جماعت تو وہاں چلی گئی جن میں گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ یہ اعلان نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے قریش نے ان کا تعاقب کیا مگر ناکام رہے۔ دوسرے حضرات وہیں رہے البتہ اپنے اسلام و ایمان کا اعلان و اظہار نہیں کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور کفار قریش نے دوران تلاوت یہ آواز سنا۔ تلك الغرانيق العلى (وہ بہت بڑے شان والے سردار ہیں اور رؤسا) جو کہ بعض شیاطین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر آپ کے سکوت اور وقف کے دوران پرٹھ دیا نہ کہ آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس پر جاری ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت ادا فرمایا۔ تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ البتہ ولید نے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور اپنے ماتھے کے ساتھ لگا لی اور کہا مجھے اس قدر کافی ہے، جب اہل حبشہ کو اس امر (توافق و اتحاد) کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے کہا جب وہ اسلام لے آئے ہیں تو پھر ہمیں اپنے قرابت داروں اور برادری کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔ جب لوٹے تو راہ میں ان کو چند سواروں کی جماعت ملی ان سے حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے معبودات کا ذکر کیا تو انہوں نے طاعت و تابعداری کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ نے ان کا ذکر ترک کر دیا تو انہوں نے بھی دوبارہ ایذا رسانی اور شرفساد کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

لہذا ان نہا حبیرین حبشہ میں سے ہر ایک مختلف رؤسا اور اکابر قریش کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ ماسوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کیونکہ انہوں نے انتہائی قلیل وقت وہاں قیام کیا اور دوبارہ حبشہ کی طرف تشریف لے گئے اور جو حضرت جوار اور پناہ لے کر مقیم ہوئے تھے ان پر بھی برادری اور اہل قبیلہ نے جبر و سطوت اور ظلم و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا تو انہیں دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ بھی حبشہ کی طرف چل دیے اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے مسلمان بھی ہجرت کر کے حبشہ منتقل ہو گئے۔

عہ فائدہ تلك الغرانيق العلى کے جملہ کاشیاطین کی طرف سے اضافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک کے مشابہ آواز بنا کر وحی الہی پر سے اعتماد کو ختم کرنے کا موجب ہے اور القباس و اشتباہ کا موجب لہذا یہ واقعہ من گھڑت اور موضوع ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے تفہیم علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ نووی نے شرح مسلم جلد اول ص ۲۱۵ پر اس کو موضوع بنایا ہے اور دیگر اکابر نے بھی فرماتے ہیں۔ لا یصح فیہ شیء لا من جهة العقل ولا من جهة النقل لان مدح المؤمنین لا یقبل ولا ان یقولوا الشیطان علی لسانہ ولا یصح تسلیط الشیطان علی الذلک مدارج النبوت جلد اول ص ۲۸۵ پر شیخ محقق نے یہی تحقیق درج فرمائی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں جو حضرات حبشہ پہنچے ان کی مجموعی تعداد بچوں کو چھوڑ کر اور جو حبشہ میں متولد ہوئے ان سے بھی قطع نظر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شمار کر کے اسی سے زیادہ بنتی ہے اور واقعی کہتے ہیں کہ مردوں کی تعداد تراسی<sup>(۸۳)</sup> ہے اور عورتوں میں گیارہ قرشی تھیں اور سات دوسری اقوام سے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مڑی ہے کہ جب بحالت کفر ہم جنگ خندق میں ناکام ہو کر کفار عرب کے قبائل کے ساتھ واپس ہوئے تو میں نے قریش کے ان آدمیوں کو جمع کیا جو میرے مقام کو جانتے تھے اور میری بات مانتے تھے اور ان سے کہا تم جانتے ہو (تو بہتر دینہ غزوہ فکر کرو) میں تو بخدا یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان و مقام بلند ہوگا اور ان کی کامیابی و کامرانی کا دائرہ بہت وسیع ہوگا جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ مجھے ایک تجویز اور تدبیر سوچی ہے بتلاؤ اس کے متعلق تمہاری ہر رائے کیا ہے۔ انہوں نے کہا تم نے کیا سوچا ہے میں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (بادشاہ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اگر محمد (مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہم ان کے ہاتھوں مغلوب ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ ہمارا نجاشی کی رعایا ہونا اس سے بہتر ہے کہ ان کی رعایا ہوں اور ان کے زیر دست۔ اور اگر ہماری قوم غالب آگئی تو وہ ہمیں جانتے ہیں اور ہمارے مقام و مرتبہ کو لامحالہ ان کی طرف سے خیر اور بھلائی ہی پہنچے گی اور قتل و ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا تو ان سب نے کہا یہ بہت ہی ذرنی اور صحیح رائے ہے۔

میں نے کہا تو پھر میں ایسی چیزیں جمع کرنی چاہئیں جو اس کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کریں اور ہمارے علاقہ سے جو اشیاء اس کو بطور تحفہ پیش کی جاتی تھیں ان میں سے رنگا ہوا چمڑا اس کو زیادہ پسند تھا۔ ہم نے اس کے لیے بہت سا چمڑا جمع کیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے نکل کر اس کے پاس پہنچے۔ ہم ابھی اس کے پاس بیٹھے تھے کہ عمرو بن امیہ غمری آگئے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی سفارش کرتے ہوئے نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ جب تھوڑی دیر بٹھ کر وہ چلے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہے میں نجاشی کے پاس کیوں نہ جاؤں اور یہ مطالبہ کروں کہ یہ شخص میرے حوالے کر دیا جائے۔ اگر وہ اس مطالبہ کو مان لے تو میں اس کو قتل کر دوں گا اور اس واقعہ کا جب قریش کو علم ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ اس نے ہمیں امدادی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایچی کو قتل کر کے ہماری کفایت فرمائی ہے۔

چنانچہ میں اس خیال سے نجاشی کے پاس پہنچا اور حسب سابق سجد و تحیت و تنکیم بجالایا۔ اس نے کہا خوش آمدید اور مر جا ہے میرے صدیق اور قدیم دوست کے لیے کیا میرے لیے اپنے علاقہ سے کوئی ہدیہ اور تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا ہاں اے بادشاہ میں بہت سا رنگا ہوا چمڑا بطور ہدیہ لایا ہوں۔ پھر میں نے وہ ہدیہ اسکی خدمت میں پیش کیا تو اسے بہت پسند آیا اور اس نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ میں



نے ایک شخص کو تمہاری کچہری اور دربار سے نکلتے دیکھا ہے جو کہ ہمارے دشمن کا ایلچی تھا وہ میرے حوالے کر دو تاکہ میں اس کو قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف و اخیار کو قتل کیا ہے۔

عمر بن العاص کہتے ہیں میری بات سن کر نجاشی سخت غضبناک ہوا۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی ناک پر اس طرح زور سے مارا کہ میں نے سمجھا کہ اس نے ناک کو توڑ دیا ہے۔ مجھ پر اس کی یہ حالت دیکھ کر ایسا خوف طاری ہوا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس کے خوف و ہرشت سے اس کے اندر داخل ہو جاتا۔

میں نے باندازہ معذرت اس سے کہا اے بادشاہ۔ بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ بات اتنی ناگوار گذرے گی تو میں قطعاً یہ مطالبہ نہ کرتا تو اس نے کہا کیا تو مجھ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میں تجھے اس سہتی کا ایلچی سوئپ دوں جس پر وہ ناموس اکبر اور حامل وحی نازل ہوتا ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا تاکہ تو اسے قتل کر دے۔ میں نے دریافت کیا اے شہنشاہ کیا واقعی وہ صاحب وحی ہیں اور ان پر آسمانی احکام نازل ہوتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اے عمر دیر سے لیے افسوس ہے میری بات کو مان اور ان کا تابعدار اور مطیع فرمان بن جا۔ بخدا وہ حق پر ہیں اور وہ ضرور اپنے مخالفین پر غالب آجائیں گے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے عساکر و جنود پر غالب آگئے تھے۔

میں نے کہا کیا تم ان کی طرف سے مجھے بیعت کرتے ہو اور زمرہ اہل اسلام میں شامل کرتے ہو تو اس نے کہا ہاں ضرور چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے عہد اسلام و ایمان پر اس کی بیعت کی۔ میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میری پہلی رائے اور عقیدہ و نظریہ بدل چکا تھا مگر میں نے اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا اور انہیں اپنے اسلام لانے کا پتہ نہ چلنے دیا۔ پھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے نکلا اور ان کی بارگاہ بے کس سپناہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی کے پاس بھیجا اور ہم تقریباً انسی آدمی تھے۔ ادھر قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو عظیم ہدیہ دے کر بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے سجدہ تعظیم و تحیت ادا کیا اور کہا کہ ہمارے چچا زاد بھائیوں میں سے ایک جماعت تمہارے علاقہ میں آکر قیام پذیر ہو گئی ہے جنہوں نے ہم سے اور ہماری ملت سے اعراض و درگزر دانی کر رکھی ہے۔ اس نے پوچھا وہ لوگ کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا تمہارے علاقہ میں ہیں۔ نجاشی نے ان کی طرف آدمی بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تمہاری طرف سے کلام کر دوں گا، تم خاموش رہنا۔ چنانچہ ہم جعفر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہو لیے اور دربار میں داخل ہوئے۔ حضرت جعفر

نے رسم دربار کے مطابق سجدہ کیے بغیر محض زبانی سلام پر اکتفا کیا۔ لوگوں نے کہا تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو انہوں نے کہا۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے جس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور کسی کو سجدہ ہرگز نہ کرو اور ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں بھی تمہارے عقیدہ کے مخالف ہیں۔ اس نے دریافت کیا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق تمہارا عقیدہ و نظریہ کیا ہے؟ آپ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کلمۃ اللہ ہیں یعنی کلمہ کن سے پیدا ہونے والے۔ اور مقدس روح جن کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف انقاد کیا گیا۔ وہ کنواری تھیں جن کو نہ کسی بشر نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی مرد نے زوجہ بنایا۔ یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے اہل حبشہ کی جماعت اور علماء و عباد کا گروہ تم اس پر اس تنکے کے مانند بھی کسی امر کا اضافہ نہیں کر سکتے جو کچھ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ حضرات کا آنا مبارک ہو۔ ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور اس مقدس ہستی کو جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ اشهد انہ رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں) وہی مقدس ہستی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور انجیل میں انہی کا تذکرہ موجود ہے۔ ہمارے علاقہ میں جہاں چاہو رہو تم پر کوئی پابندی نہیں ہے اور سچا اگر ملک و سلطنت کے امور میں مصروفیت و مشغولیت نہ ہوتی تو میں ضرور خود ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا اور ان کی کفش برادری کا شرف حاصل کرتا اور کفار قریش کے ہدیے اور تحفے واپس کر دیے اور ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

## بائیسواں باب

مشرکین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے قطع تعلق پر تحریری معاہدہ

جب بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رشتہ قرابت کے پیش نظر دفاع کیا تو قریش نے باہمی مجلس مشاورت منعقد کر کے یہ طے کیا اور تحریری معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب

سے نہ رشتہ لیا جائے اور نہ ان کو رشتہ دیا جائے اور باہم خرید و فروخت اور لین دین بند کر دیا جائے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ساتویں سال یہ عہد پیمان ہوا اور اُسے لکھ کر بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تاکہ اس میں مزید تاکید پیدا ہو جائے اور کوئی اس کو توڑنے کی جرات نہ کرے۔

جب مشرکین نے یہ عہد کر لیا تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے تمام افراد جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی شعب ابی طالب میں قیام کر لیا صرف ابولہب الگ ہو کر دوسرے مشرکین کا معاون و مددگار بنا۔ تین سال اسی حالت میں گزرے اور انہوں نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر خود و نوش اور خوراک و طعام کو بند کر دیا اور اسباب و ذرائع کو بھی منقطع کر دیا اور وہ موسم حج کے اندر ہی اس گھاٹی سے باہر نکلتے تھے حتیٰ کہ ان کو بہت زیادہ مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ خفیہ طور پر متعدد اونٹوں پر کھانا اُن کے پاس بھیجا کرتا تھا جس پر اُن کا گزرا ہوتا تھا۔

اس کے بعد وہ تحریری معاہدہ ٹوٹ گیا اور اس کے ٹوٹنے کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ پہلا تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صاحب لواک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیا کہ اس صحیفہ اور معاہدہ کا وہ حصہ جس میں جو رستم اور ظلم و تعدی مٹتی دیکھ لے کھایا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی بچا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ ابوطالب صاحب سے کیا اور انہوں نے عرض کیا کیا واقعی حقیقت حال یہ ہے جو آپ بتا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ بخدا میں نے آپ سے حقیقت امر بیان کی ہے انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں کو اس کی اطلاع دی اور کہا آپ نے کبھی میرے ساتھ خلاف واقعہ بات نہیں کی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، پھر کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا کہ تم اچھا لباس پہنو اور قریش کے پاس جا کر بتاؤ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے قبل اس کے کہ وہ خود اپنے صحیفہ کا حال معلوم کر لیں۔ چنانچہ جناب ابوطالب اپنے بھائیوں کے ہمراہ مسجد حرام میں جا پہنچے اور قریش سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے آئے ہیں لہذا تم ہماری اس بات کو قبول کرو انہوں نے کہا مرحبا۔ اہلاً و سہلاً ہمیں منظور ہے آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے (حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مجھے بتلایا ہے (اور اُن کا بیان میرے نزدیک بالکل درست ہے) کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ کبھی غلط بات نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک کو مستط فرما دیا ہے اور وہ ان تمام مقامات کو چٹ کر گئی ہے جن کے اندر ظلم و ستم اور جو ر و جفا اور قطع رحمی کا ذکر تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر ان کی بات درست ہے تو پھر اپنے بُرے خیال سے باز آ جاؤ اور اگر ان کی بات (نعم باللہ) غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے خواہ ان کو قتل کر دو خواہ زندہ رکھو انہوں نے کہا واقعی انصاف کی بات ہے۔ آدمی بھیج کر صحیفہ کی حالت معلوم



کی اور اُسے کھول کر دیکھا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بالکل درست نکلی۔ سبھی قریش دم بخود رہ گئے اور شرم و ذہامت سے اُن کے سر جھک گئے تو جناب ابوطالب صاحب نے کہا کیا تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہو گئی ہے کہ تم ظلم و ستم، قطع تعلقی اور قطع رحمی کے مرتکب ہو کسی نے بھی ان کو جواب نہ دیا۔ چنانچہ آپ بعد اپنے بھائیوں کے وہاں سے واپس ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعد نے اپنے مشائخ سے نقل کی ہے۔

دوسرا سبب اس معاہدہ کے ٹوٹنے کا یہ ہے کہ ہشام بن عمرو بن الحارث العاصریٰ زہیر بن ابی امیہ بن المنیرہ کے پاس گیا اور اس سے کہا اے زہیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو سیٹ بھر کر کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ نہ خرید و فروخت کر سکیں اور نہ اُن کو کوئی رشتہ دے اور نہ ہی کوئی اُن سے رشتہ لے۔ آگاہ رہو، میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) تیری جگہ ہوتا اور تو اس کو اس امر کی دعوت دیتا جس کی طرف اس نے تجھے بلایا ہے تو ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اُس نے کہا تم پر افسوس ہے اے ہشام! میں کیا کروں میں اکیلا آدمی ہوں۔ بخدا اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا۔ انہوں نے کہا آدمی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا وہ کون؟ ہشام نے کہا میں۔ اُس نے کہا کوئی تیرا بھی تلاش کر دو تو ہشام مطعم بن عدی کی طرف گئے اور اُس سے کہا اے مطعم کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ بنی عبدمنات کے دو لڑکے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہا افسوس ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اکیلا آدمی ہوں۔ ہشام بولا تجھے دو اور آدمی بھی ملتے ہیں اُس نے پوچھا وہ کون؟ وہ بولے میں اور زہیر بن امیہ مطعم نے کہا۔ چوتھا بھی ڈھونڈ لے تو وہ ابوالخثریٰ ابن ہشام کے پاس گئے اور جو بات مطعم بن عدی سے کی تھی اُس سے بھی کی تو ابوالخثریٰ نے کہا۔ کوئی میرا اس معاملے میں مددگار بھی ہو سکتا ہے یہ بولے ہاں۔ زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں اُس نے کہا پھر پانچواں شخص بھی تلاش کیجئے تو وہ زعمہ بن اسود کے پاس گئے اس سے بات چیت کی تو اس نے پوچھا آیا اس اقدام پر کوئی اور بھی آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور جملہ افراد کے نام گنوائے چنانچہ سب نے باہم عہد پیمان کیا اور اٹھتے ہو کر معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ زہیر صبح سویرے گئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا پھر کپڑے اہل مکہ، ہم کھانا کھاتے ہیں، مختلف مشروبات استعمال کرتے ہیں، پسندیدہ لباس زیب تن کرتے ہیں اور بنو ہاشم تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ بخدا میں اتنے وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ صحیفہ بھاڑ نہ دیا جائے جو سرِ اسرِ ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے۔ ابو جہل بولا! تم غلط کہہ رہے ہو۔ بخدا یہ صحیفہ نہیں بھاڑا جا سکتا۔ زعمہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا ہے۔ ہم اُس صحیفہ کی تحسیر پر قطعاً رضامند نہیں تھے جب

وہ لکھا گیا تھا ساتھ ہی ابو النختری نے بطور تائید کما زعمہ سچ کہتے ہیں نہ تو ہم اس کی تحریر پر راضی ہیں اور نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مطعم بولے تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ جھوٹا ہے، ہم اس صحیفہ اور اس کی تحریر سے اللہ کے حضور برائت کا اظہار کرتے ہیں اور ہشام ابن عمرو نے بھی انہی کی تائید کی۔ ابو جہل نے کہا اس امر کا فیصلہ رات میں کیا گیا تھا اور اس کا مشورہ دوسری جگہ ہوا تھا۔ مطعم صحیفہ کو بھاڑنے کے لیے اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دیک سارے صحیفہ کو چٹ کر گئی ہے۔ سو اس جملہ کے یا سمع اللہ اللہ سے اس صحیفہ کو تحریر کرنے والا منصور ابن عکرمہ ابن ہاشم تھا جس کا وہ ہاتھ شل ہو گیا، جس سے اس نے اس صحیفہ ملعونہ کو لکھا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) جب آپ منیٰ میں قیام فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ہم کل انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں مشرکین مکہ نے کفو غزوک پر برقرار رہنے کا باہم عہد و پیمان کیا تھا یعنی داویٰ محصب میں اور اس معاہدہ کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنی کنانہ نے باہم عہد و پیمان کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ نکاح، بیاہ اور خرید و فروخت اس وقت تک بند رکھی جائے جب تک وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کریں۔

## تیسواں باب

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ضحاک ازدی کا باہمی مکالمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ضحاک جو کہ قبیلہ ازد شنوءہ کا فرد تھا، مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور وہ جن بھوت کے اثرات کو دور کرنے کا عمل جانتا تھا اس نے اہل مکہ کے ادب و باش اور سفہاء کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنوں ہیں۔ تو اس نے کہا اگر میں ان کو دیکھوں تو ہو سکتا ہے اللہ رب العزت انہیں میرے ہاتھ پر شفا یاب کر دے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جن بھوت کے اثرات کو دور کر سکتا ہوں اور اللہ رب العزت میرے ہاتھوں جنہیں چاہتا ہے شفا عطا فرماتا ہے تو کیا تم بھی اس امر کی خواہش رکھتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے یہ کلمات طیبات زبانِ اقدس پر جاری فرمائے۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ مُحَمَّدًا وَنَسْتَعِيْنُهُ مِنْ يَهْدِهِ اِنَّ اللّٰهَ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -  
 اہا بعد -

تو اس شخص نے عرض کیا کہ یہ پاکیزہ کلمات ذرا دہرائیے تو سہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس کے سامنے یہ کلمات دہرائے اس نے عرض کیا میں نے کامیابیوں، ساحسوں اور شعرا کے کلمات کو سنا ہے مگر میں نے آپ کے ان پاکیزہ کلمات جیسے کلمات کسی کے منہ سے بھی نہیں سنے۔ یہ تو بحر بلاغت کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچنے والے ہیں اپنا دستِ اقدس بڑھائیے تاکہ میں اسلام پر آپ کے ساتھ بیعت کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کیا اپنی قوم کی طرف سے بھی اسلام پر بیعت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سر یہ کو جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ لشکر قوم ضناد کے پاس سے گذرا تو امیر حیش نے دریافت فرمایا کیا تم نے ان لوگوں سے کوئی چیز تو نہیں لی؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا میں نے ان سے سواری کے لیے ایک اونٹ لیا تو امیر حیش نے فرمایا کہ اسے واپس کر دے کیونکہ یہ حضرت ضناد کی قوم ہے۔

## چوبیسواں باب

سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش ایک دن جمع ہوئے اور کہا ایسا شخص تلاش کرو جو سحر، کمانت اور شعر و شاعری میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تاکہ وہ اس مدعی نبوت کے پاس آکر کلام کرے جس نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا ہے اور حقیقت کو پر الگ نہ کر دیا ہے اور ہمارے دین پر طعن و تشنیع کیا ہے۔ پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ سب نے کہا۔ ہم عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اور کوئی شخص ان صفات کا حامل نہیں پاتے چنانچہ سب نے متفقہ طور پر ابو الولید عتبہ بن ربیعہ کو مجبور کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرے۔ عتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اچھے ہو یا تمہارے باپ عبد اللہ (رضی اللہ عنہ)؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ دوبارہ اس نے کہا۔ تم بہتر ہو یا عبد المطلب۔ آپ نے پھر سکوت اختیار فرمایا۔ تیسری بار اس نے کہا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ



لوگ (تمہارے آبا و اجداد) تم سے بہتر ہیں تو انہوں نے انہی بتوں کی عبادت کی جن پر تم تنقید کرتے ہو اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ میں اُن سے بہتر ہوں تو پھر اپنا دعویٰ بیان کریں تاکہ ہم تمہارا کلام سنیں اور اس میں اچھی طرح غور و فکر کریں ہم نے قوم کا کوئی فرزند قوم کے حق میں تم سے بڑھ کر بڑا ..... نہیں دیکھا (العیاذ باللہ) تم نے ہماری جماعت کو منتشر کیا جمیعت کو پرالگ نہ کیا اور ہمیں سارے عرب میں رسوا کیا حتیٰ کہ ہر جگہ یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک بہت بڑا جادوگر اور بہت بڑا کاہن ہے بخدا ہم نہیں انتظار کرتے مگر کسی ناگہانی حادثہ کے مانند حاملہ عورت کی چھیچ کی جو بوقت وضع اُس سے نکلتی ہے (کیا معلوم کس وقت وضع حمل ہو جائے اور وہ اندوہناک آواز سننے میں آئے) عین ممکن ہے کہ ہم میں سے کچھ دُمنوں کی طرف تلواریں لے کر اٹھیں اور باہم لڑ بھڑ کر تباہ ہو جائیں۔ اے نبوت کے دعویدار اگر تمہیں شادی کا شوق ہے تو قریش کی عورتوں میں سے جنہیں بھی پسند کرو ہم دیسوں عورتیں تمہارے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں اور اگر فقر و فاقہ کی وجہ سے ڈھونگ رچایا ہے۔ (العیاذ باللہ) تو ہم اپنے مال و متاع تمہارے سامنے ڈھیر کر دیتے ہیں حتیٰ کہ تم تمام قریش سے زیادہ غنی اور مالدار ہو جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس تمہاری بات ختم ہو گئی۔ اس نے کہا ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔

حَمْدُهُ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ كِتَابٌ نُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۱) فَإِنِ اعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ -  
”حم۔ رحمن و رحیم کی ذات اقدس کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جس کی آیات مفصل اور واضح ہیں عربی زبان میں (اس کو نازل کیا گیا ہے) صاحب علم لوگوں کے لیے وہ بشارت سنانے والا ہے اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا۔ پس اگر وہ منہ موڑیں اور اس کو قبول نہ کریں تو انہیں فرمادیں میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس تباہ کن اور مہلک صاعقہ اور عذاب سے جس کے ساتھ عاد و ثمود کو تباہ و برباد کیا گیا تھا (بس میری ذمہ داری ختم ہو گئی)۔

عقبہ نے آپ سے عرض کیا۔ یہی کچھ کہنا ہے یا اس کے علاوہ بھی کہنے کی کوئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ قریش کی طرف واپس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کا تذکرہ اُن کے سامنے تمہارے نزدیک ضروری تھا اور میں نے اُن کے سامنے وہ بات نہ کی ہو انہوں نے پوچھا انہوں نے کوئی جواب بھی دیا؟ عقبہ نے کہا۔ ہاں جواب تو دیا لیکن قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے بنائے کعبہ کو قائم فرمایا، میں نے ماسوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا انذہر تکو صاعقۃ مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ۔ میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس قسم کی گرجدار تباہ کن آواز سے جس کے

ساتھ عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا۔ انہوں نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو وہ تیری مادری زبان عربی میں کلام کرتے ہیں مگر تو نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا بخدا میں نے ان کے کلام سے سوائے ذکر صاعقہ کے اور کچھ نہیں سمجھا۔

## پچیسواں باب

### ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید ابن مغیرہ جو سب قریش میں عمر رسیدہ آدمی تھا، کے پاس قریش کی ایک جماعت اس وقت پہنچی جب موسم حج قریب آ پہنچا تھا تو ولید نے ان سے کہا اے گروہ قریش! حج کا موقعہ آ پہنچا ہے۔ عرب و فود اس میں تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے اس مدعی نبوت کے متعلق سن چکے ہیں (وہ تم سے ان کے متعلق دریافت کریں گے) لہذا تم کوئی متفقہ رائے قائم کر لو تاکہ باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے رہو اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے نہ رہو۔ انہوں نے کہا اے ابوعبد شمس! تو ہی بتلا! اور ہمیں مشورہ دے کہ ہم کیا کہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ تم ہی بتلاؤ اور ہر ایک کی بات کو سنو اور اس میں غور و فکر کرو۔ انہوں نے کہا ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ کاہن تو نہیں ہیں ہم نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ ان کا لب و لہجہ ان کی طرح ہے اور نہ کلام میں سجع بندی ان کے مانند انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ مجنون ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ مجنون بھی نہیں ہیں ہم نے حالت جنون کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ تو ان کو سانس کی تنگی ہوتی ہے۔ نہ اختلاج ہوتا ہے اور جنون والے دوسوے۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا یہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کی جملہ اقسام رجز، ہزج، مفعول اور مہجوع کو جانتے ہیں یہ یقیناً شاعر نہیں ہیں۔ وہ بولے پھر ہم کہیں گے کہ ساحر ہیں (العیاذ باللہ) ولید نے کہا یہ بھی خلاف حقیقت ہے، وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے اور ان کی سحر کاریوں کو، نہ تو یہ ان کی طرح چھو منتر کرتے ہیں اور نہ تعویذ گنڈہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کیا کہیں؟ اس نے جواب دیا بخدا ان کی گفتگو میں شیرینی اور مٹھاس ہے۔ ان کا کلام اس درخت کے مانند موجب فرحت اور لائق رغبت ہے جس کی بنیاد تروتازہ ہے اور جس کا سر اور منہ بالادور ہے اور تازہ پھلوں سے بھر پور۔

ان عیوب میں سے جو بھی ان کی طرف منسوب کر دے ہر کوئی سمجھے گا کہ یہ بہتان اور جھوٹ ہے البتہ اگر کوئی



بات قدر نے قابل قبول ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ تم کو یہ جادو گر ہیں۔ باپ بیٹے میں جدائی پیدا کرتے ہیں بھائی کو بھائی سے الگ کرتے ہیں خاوند کو بیوی سے جدا کرتے ہیں، اہل قبیلہ کو قبیلہ اور برادری سے دور کرتے ہیں چنانچہ وہ اس رائے پر متفق ہو کر وہاں سے اٹھ کر چل دیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا میں نے شعر کے جملہ اقسام رجز اور قریض کو سنا ہے مگر قرآن پاک کے مانند کوئی کلام سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ شعر نہیں ہے۔ بے شک اس پر طرأت اور ترقی نازگی ہے اور اس میں نور و ضیاء ہے اور وہ غالب ہی رہتا ہے اور مغلوب بالکل نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو اس پر رقت طاری ہو گئی جب ابو جہل کو اس کی اطلاع پہنچی تو اس نے ولید بن مغیرہ کے پاس آکر کہا کہ اسے چچا تیری قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کرے۔ اس نے پوچھا وہ کیوں؟ ابو جہل نے کہا وہ تجھے ال دینا چاہتی ہے کیونکہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا ہے تاکہ اُن سے مال و دولت حاصل کرے اور ہم جو کچھ اُن کے متعلق کہتے ہیں اس سے اعراض کرتا ہے۔

ولید نے کہا سب قریش جانتے ہیں کہ میں اُن سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ تو ابو جہل نے کہا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کر جس سے قوم کو رستہ چل جائے کہ تم اُن کے دعوتِ نبوت کے منکر ہو اور اس سے متفق اور بے زار۔ ولید نے کہا۔ اُن کے متعلق کہوں تو کیا کہوں؟ بخدا تم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اشعار کے متعلق علم نہیں رکھتا بخدا اُن کا قول ذرا بھر شعر کے مشابہ نہیں ہے اور بخدا اُن کے کلام میں جلالت اور مٹھاس ہے اور اس میں رونق اور ترقی نازگی ہے۔ اس کا ادب و الاحترام بار آور ہے اور زیریں حصہ سرسبز و شاداب اور جو کچھ اُس کے نیچے ہے وہ اُسے ٹوٹ کر رکھ دینے والا ہے اُس میں تفوق و برتری ہے اور مغلوبیت سے منزہ اور پاک ہے ابو جہل نے کہا۔ بخدا تمہاری قوم اُس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوگی جب تک تم محمد کے متعلق زبانِ طعن و تشنیع دراز نہیں کرو گے اور ان پر تنقید و تنقیص نہیں کرو گے۔

ولید نے کہا: پھر مجھے اپنے حال پہ رہنے دیجئے تاکہ میں اچھی طرح غور و فکر کر سکوں اپنا پنچہ اُس نے غور و فکر کے بعد یہ بتان تراشا۔ ہذا سحر یوشور۔ یہ کلام پاک سحر اور جادو ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔

تو اس کے رویں الشرب العزت نے فرمایا۔

ذُرْنِي وَهَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا۔

چھوڑیے آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے تنہا پیدا کیا۔ یعنی میں خود اس کو کیفرِ کردار تک پہنچاؤں



گاہ آپ اُس کی فکر نہ کریں۔

## پچھیسوال باب

سرورِ عالم علیہ التحیۃ والثناء کا طفیل ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ !

محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے طرح طرح کی ادیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے باوجود نصیحت و ہمدی کی ہر ممکن کوشش فرماتے اور اُن کو ہلاکت و بربادی سے فلاح و نجات کی طرف دعوت دیتے۔ ادھر قریش جب اللہ رب العزت کی حفاظت و حراست کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تو لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش کرنے لگے اور عربوں کو آپ سے الگ رکھنے کی سعی نامتلاک کرتے۔ طفیل ابن عمر دوسری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر موجود تھے چونکہ طفیل بن عمرو رئیس اور سردار بھی تھے اور صاحبِ فہم و فراست شاعر بھی تو قریش اُن کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا تم یہاں تشریف لائے ہو اور یہ شخص جو ہمارے ہاں موجود ہیں انہوں نے ہمیں بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے اور ہماری جماعت کو پرالگ نہ کر دیا ہے۔ ان کی گفتگو محض کی مانند ہے جس سے باپ اور بیٹے میں جدائی واقع ہوتی ہے، بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے اور خاندانِ میوی ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جس مشکل سے ہم دوچار ہیں کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ لہذا نہ تو ان سے کلام کرنا نہ ہی اُن کی بات سنانا۔ طفیل ابن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اسی طرح نصیحتیں کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ نہ ہی ان کی بات سنوں گا اور نہ اُن سے کلام کروں گا چنانچہ جب صبح کے وقت میں مسجد حرام میں گیا تو میں نے اپنے کانوں میں روٹی دے لی مبادا کہ میرے کانوں میں اُن کی کوئی بات سنائی دے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی بات سنوں۔

جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر غارِ اذفر مار رہے تھے۔ میں بھی آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میری سعی و کوشش کے باوجود اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سننا ہی دیا۔ میں نے سُن کر معلوم کیا کہ اُن کا کلام کتنا حسین ہے اور دل میں کہا مجھے میری ماں روئے! بخدا میں عقلمند بھی ہوں اور فنِ شعر و شاعری میں ماہر بھی۔ مجھ پر کلام کا حسن و قبح محضی نہیں رہ سکتا۔ میرے

لیے اس میں رکاوٹ کی کوئی بات ہے کہ اُن کے کلام کو سنوں؟ اور اگر اچھا ہے تو قبول کر لوں!  
 اس کے برعکس ہو تو چھوڑ دوں اور نظر انداز کر دوں فرماتے ہیں میں وہیں ٹھہرا ہوتا آنکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم اپنے دو لنگہ کی طرف لوٹے تو میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے عرض  
 کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے آپ کے متعلق یہ کہا تھا۔ اور بخدا وہ مجھے آپ کے  
 متعلق اتنا ڈرتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں کو روئی کے ساتھ بند کر لیا تاکہ آپ کی بات سن ہی نہ سکوں! مگر  
 اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سنانے کا ہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ میں نے انتہائی حسین اور پاکیزہ کلام سنا  
 لہذا میری درخواست یہ ہے کہ آپ اپنا دعویٰ اور اپنی دعوت مجھے بتائیں اور سنائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے مجھ پر اسلام کو پیش کیا، قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بخدا میں نے کبھی قرآن سے زیادہ حسین کلام  
 نہیں سنا تھا۔ اور نہ اسلام سے بڑھ کر کوئی عادلانہ نظام بین مشرق بہ اسلام ہوا حق کی گواہی دی اور بارگاہ رسالت  
 پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا اے نبی خدا (علیہ التحیۃ والثناء) میں اپنی قوم کا رئیس اور سردار ہوں۔ میں واپس  
 جا کر انہیں بھی دعوت اسلام دوں گا۔ آپ اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ وہ میرے لیے ایک ایسی علامت  
 اور نشانی قائم فرمائے جو میرے لیے اس دعوت اسلام اور رشد و ہدایت میں تعاون و مددگار ثابت ہو۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَهُ آيَةً۔ اے اللہ! ان کو مطلوبہ آیت صداقت اور علامت حقانیت عطا فرما۔  
 فرماتے ہیں جب میں اپنی قوم کی طرف نکلا تو ابھی اس گھاٹی تک ہی پہنچنے پایا تھا جس سے میں اپنے شہر  
 کو دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چسپراغ کی مانند نور رونما ہوا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ اس نور کو میرے  
 چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر فرما۔ کیونکہ مجھے خوف یہ ہے کہ قوم یہ گمان کرے گی کہ یہ تیرا جو میرے چہرے میں رہا  
 ہوا ہے یہ اُن کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ نور وہاں سے میری چھڑی کے سرے پر  
 منتقل ہو گیا تو شہر والے میری چھڑی کے اس نور کو ایسے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ فضا میں لٹکا ہوا چراغ و جب کہ  
 میں اُن کی طرف گھاٹی سے نیچے اتر رہا تھا! میں چلتے چلتے اُن کے پاس جا پہنچا۔ صبح ہوئی تو میرے پاس میرا باپ  
 آیا جو بہت ہی عمر رسیدہ تھا۔ میں نے کہا اے باپ مجھ سے دور ہو جائیے! میرا اور آپ کا کوئی رشتہ تعلق  
 نہیں ہے۔ اُس نے پوچھا اے بیٹے یہ کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کر چکا ہوں۔ انہوں نے کہا اے لخت جگر! میرا دین وہی ہے جو تیرا دین ہے۔ تو  
 میں نے عرض کیا پھر جابیے، غسل کیجئے پاک کپڑے پہنیے پھر میرے پاس تشریف لائیے تاکہ میں آپ کو وہ تعلیم  
 دوں جو بارگاہ نبوت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ وہ گئے، غسل کیا۔ پاک کپڑے پہنے اور پھر میرے پاس آئے۔



میں نے اسلامی تعلیمات انہیں بتائیں تو وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے پھر میری بیوی میرے پاس آئی تو میں نے اُسے کہا جائیے دور ہو جا۔ میرا تیرا اب کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سے سوال بن کر پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایسے کیوں؟ میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو چکی ہے چنانچہ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے تنافل اور تساہل کا مظاہرہ کیا۔

میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوس مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ آپ ان کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا۔ اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت سے سرفراز فرما۔

اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ انہیں دعوت توحید و اسلام دو اور اُن کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرو! فرماتے ہیں میں واپس ہوا۔ دوس کے علاقے میں رہ کر اُن کو دعوت اسلام دیتا رہا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر و احد اور خندق کی جنگیں لڑیں۔ پھر میں آپ کی بارگاہ میں اپنی قوم کے مسلم افراد کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کہ قبیلہ دوس کے بستر یا اسی گھر میرے ہمراہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و مبارک کی شانِ اعجاز ظاہر ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر تشریف لے جا چکے تھے۔ ہم وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

## سائیسوال باب

سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتناء کی جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ عرض و فوات میں گفتگو



احسان کا بدلہ تمہیں دوں، اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت کر سکوں مگر وہ اسی صورت میں ممکن ہوگی جب تم لا الہ الا اللہ کہو اور میرے دین میں داخل ہو جاؤ۔

عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جہل فوراً بولے اور کہا اسے ابو طالب تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض اور روگردانی کرتے ہو، تو انہوں نے کہا میں قت عبدالمطلب پر ہوں اور اسی حالت میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس سے منع نہ فرمائے گا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرْبَىٰ  
”رسول خدا اور اہل ایمان کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب صاحب سے فرمایا لا الہ الا اللہ کہتے اور دین اسلام میں داخل ہو جائیے میں قیامت کے دن تمہارے حق میں ایمان و اسلام کی گواہی دوں گا تو انہوں نے جواب میں کہا اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور اس طعن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور بزدل ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا اور تمہیں خوش کرتا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اَنْكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَجَبْتَ وَلٰكِنْ اَللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ  
”بے شک تم ایمان عطا نہیں کرتے اور ہدایت پیدا نہیں فرماتے اس کے دل میں جس کا ایمان لانا تمہیں پسند ہو لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ جن کو چاہے دولت ایمان سے مشرف فرمائے“  
اس روایت کو امام مسلم نے نقل فرمایا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں روایت کے اندر جُزء کا لفظ ہے جس کا معنی گھبراہٹ اور بے صبری ہے۔ مگر اہل لغت اس مقام پر اس لفظ کو موزوں نہیں سمجھتے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ دراصل لفظ خُزَع ہے جس کا معنی ضعف اور بزدلی ہے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی جزا اور بدلہ دینے کے لیے یہ فرما رہے ہو اور تمہیں میرے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم و اندوہ ہے۔ پھر انہوں نے بنو عبد المطلب کو بلایا اور ان سے کہا جب تک محمد مصطفیٰ علیہ السّلام کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی تمہارے ساتھ رہے گی۔ لہذا ان کی اتباع کرنا اور ان کی امداد و نصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا انشاء اللہ راہ راست پالو گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جس چیز کا ان کو حکم دے رہے ہو اس کو خود کیوں اختیار نہیں کرتے اور یوں نظر انداز کر رہے ہو ابو طالب صاحب نے عرض کیا اگر آپ اس وقت مجھ سے اس کلمہ کا مطالبہ کرتے جب کہ میں صحت مند اور تندرست تھا تو میں ضرور آپ کے کہنے کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ لیکن اب حالت موت اور احقار میں کلمہ پڑھنا تو مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھر گئے کہ انہوں نے کلمہ کو محض موت کے ڈر اور جہنم کے تحت قبول کر لیا ہے جبکہ حالت صحت میں اس کو قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ابو طالب صاحب کی وفات کی اطلاع دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ ان کو غسل دو، کفن دو اور زمین میں دفن کرو اللہ تعالیٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے اور رحم کرے چنانچہ میں نے فرمان نبوی کے مطابق عمل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا خود بھی غسل کرو چنانچہ میں نے غسل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک اُن کے لیے استغفار کرتے رہے اور آپ گھر سے باہر نہ نکلے حتیٰ کہ جب ریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ (البقرة)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کے چچا ضلالت و گمراہی میں انتقال کر گئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کو زمین میں دفن کرو اور پھر دوسرا کوئی کام کیے بغیر فوراً میرے پاس آنا۔ میں جب حاضر ہوا تو فرمایا غسل کرو۔ میں نے غسل کر لیا تو مجھے ایسی ایسی دعاؤں سے نوازا کہ اُن کے بدلے جتنے خزانے اور مال و متاع مجھے دیا جائے مجھے اس سے ذرا بھر خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید کائنات مغفرت و جودات علیہ افضل الصلوٰات و التحیات ابو طالب صاحب کے جنازہ یعنی نش پر تشریف لائے اور فرمایا تجھے رحم کا رشتہ و قرابت ہم سے ملائے رکھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ بہتر جزا عطا فرمائے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کے چچا ابوطالب آپ کی خاطر آپ کے اعدا پر غضبناک ہوتے تھے اور آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ کیا یہ خدایات ان کو نفع دیں گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نارِ جہنم کی پتی اور پایاب لہریں ہیں یعنی آگ صرف ان کے ٹخنوں تک ہے اور اگر میرا وجود مسعود نہ ہوتا تو وہ آگ کے نچلے طبقہ میں غرق ہوتے۔ یہ روایت بخاری و مسلم نے نقل فرمائی۔

محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ جب ابوطالب صاحب اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس کے اندر ان کا انتقال ہو گیا تو قریش نے کہا اے ابوطالب اپنے بھتیجے کی طرف آدمی بھیج کر یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں اس جنت میں سے کوئی چیز منگوا کر دیں جس کا وہ ہر وقت تذکرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہارے لیے موجب شفا بن جائے انہوں نے آدمی بھیج دیا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں ابوبکر صدیق کو بھی حاضر کیا آپ سے عرض کیا آپ کے چچا آپ سے عرض کرتے ہیں کہ میں عمر رسیدہ ہوں، ضعیف و ناتوان بھی ہوں اور بیمار بھی لہذا آپ میرے لیے جنت کے طعام اور مشروبات میں سے کوئی چیز بھیجیں جس کا آپ تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ میں شفا یاب ہو جاؤں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس جنت سے استفادہ کے لیے ایمان شرط اقل ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفار و مشرکین پر حرام فرمادیا ہے۔

وہ آدمی واپس آگیا اور صورتحال سے ان کو مطلع کیا کہ میں نے محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الشان) کو تمہارا پیغام پہنچا دیا انہوں نے مجھے جنت کی کوئی چیز عطا نہیں کی بلکہ خاموش رہے البتہ ابوبکر صدیق نے یہ جواب دیا کہ جنت اللہ تعالیٰ نے کفار پر حرام فرمادی ہے۔ کفار قریش نے پھر ابوطالب صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی طرف سے آئی بھیجیں۔ انہوں نے آدمی بھیجا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ موجود پایا۔ ابوطالب صاحب کا پیغام پہنچایا تو سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے کھانے اور مشروبات کفار پر حرام فرمادیے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایچی کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کے ساتھ ہی ابوطالب صاحب کے گھر میں داخل ہوئے دیکھا تو سارا مکان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کے پاس سے اٹھ جاؤ اور تخلیہ کرو۔ قریش نے کہا ہم ایسا کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے تم کوئی ابن کے زیادہ حقدار تو نہیں ہو۔ اگر تمہیں ان کے ساتھ رشتہ قرابت حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور فرمایا اے چچا جان تمہیں بہتر جزاؤں اور بدلہ دیا جائے تم نے بچپن میں میری تربیت و کفالت کی اور بڑا ہو جانے کی بعد بھی حفاظت و حراسات میں کوئی کمی نہیں کی۔ لہذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے



تمہیں بہتر جزا اور بدلہ عطا کیا جائے۔ اگر تم اپنی خواہش نفس و تقاضائے طبیعت کے برعکس محض ایک کلمہ اپنی زبان پر جاری کر لو اور میری خواہش اور دلی تمنا میں میری امداد کرو تو میں روز جزا اور میدان محشر میں تمہاری شرکت کروں گا (جو بفضلہ تعالیٰ منظور و قبول ہوگی)۔ انہوں نے پوچھا اسے عزیز ازجان وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ انہوں نے کہا بخدا تم میرے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہو، خدا کی قسم اگر مجھے موت کے بعد عار اور طعن و تشنیع کیے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو خوش کرتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ تمہارے چلنے موت کے وقت بے صبر ہو کر اور گھبر کر کلمہ پڑھ لیا اور ملت آباد کو چھوڑ دیا۔

ادھر کفار قریش چلانے لگے اے ابوطالب تم اپنے آباد اجداد کی ملت حنیفیہ کے سردار ہو اور رئیس و پیشوا (تم اس کو چھوڑنے لگے ہو) تو انہوں نے کہا میں اپنے آباد اجداد کے دین و مذہب پر ہوں کہیں آپ کو لوگ یہ طعنہ نہ دیتے رہیں کہ ابوطالب موت کے وقت بزدل ہو گیا۔

سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ تیرے حق میں استغفار کرنے سے اور طلب مغفرت و بخشش سے منع نہیں فرمائے گا میں تیرے لیے دعا و مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب اہل اسلام نے دیکھا کہ آپ ابوطالب صاحب کے لیے استغفار کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی آزر کے لیے دعا کی تھی تو انہوں نے کہا پھر ہم بھی کیوں نہ اپنے آباد اجداد اور دیگر قرابت داروں کے لیے دعا و استغفار اور دعا و مغفرت کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی دعائیں مانگنی شروع کیں تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ (الایۃ)

## اٹھائیسواں باب

امام الانبیاء والمرسلین کو حضرات المؤمنین تکبیر اور ابوطالب صاحب کی وفات کے بعد پیش آنی والے واقعات

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر کہتے ہیں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب صاحب کا انتقال ہو گیا (ان دونوں کی وفات میں صرف ایک ماہ اور پانچ دن کا وقفہ تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مصیبتیں جمع ہو گئیں تو آپ

نے باہر نکلنا بہت کم کر دیا اور گھر میں ہی قیام فرما رہتے۔ اور اذہر قریش کو ایذا رسانی کا وہ موقعہ ہاتھ آگیا جو انہیں پہلے کبھی میسر نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ اس کی امید کر سکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی کا ابولہب کو علم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ جو بھی کرنا چاہیں کر گزریں اور جو کچھ ابوطالب صاحب کی حالت حیات میں کیا کرتے تھے وہ اب بھی بلا خوف و خطر کریں۔ مجھے لات کی قسم ہے جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا۔

ابن عیطلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں گستاخی کی اور بد کلامی سے پیش آیا تو ابولہب نے جوابی کارروائی کی اور اسے سخت زخرو تو بیخ کیا تو وہ وہاں سے چھٹا چلا تا ہوا بھاگا اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ ابوعتبہ یعنی ابولہب اپنے دین سے پھر گیا ہے۔

سبھی قریش دوڑے ہوئے اس کے پاس آکر جمع ہو گئے اور حقیقت حال دریافت کی اس نے کہا میں نے دین عبدالمطلب کو تو ترک نہیں کیا لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم و زیادتی بہر حال نہیں ہونے دوں گا حتیٰ کہ وہ جواہیں کریں (میری امداد و نصرت ان کو حاصل رہے گی) سب نے کہا تو نے اچھا کیا اور خوب کیا کہ صلہ رحمی کا حق ادا کیا سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم چند دن اسی حال میں رہے جدھر چاہتے آتے جاتے کوئی شخص آپ کے ساتھ پھیر چھڑا نہیں کرتا تھا اور ابولہب سے ڈرتے تھے کہ ناگاہ عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل مل کر ابولہب کے پاس آئے اور اس سے کہا کیا تجھے تیرے بھتیجے نے بتلایا ہے کہ تیرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ اس نے دونوں کو جا کر بتلایا کہ مجھے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جواب دیا ہے تو انہوں نے کہا وہ تو کہتے ہیں کہ وہ نارجنم میں ہے ابولہب نے پھر دریافت کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرا باپ آگ میں داخل ہوگا تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اور جو بھی اس مذہب و ملت پر مرادہ آگ میں داخل ہوگا۔

ابولہب نے کہا بخدا میں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری عداوت اور دشمنی پر قائم رہوں گا کیونکہ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میرا باپ نارجنم میں ہوگا۔ چنانچہ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت رویہ اپنا لیا اور دیگر قریش نے بھی۔

محمد بن جبرین مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب جناب ابوطالب صاحب کی وفات ہوئی تو قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے میں انتہا کر دی چنانچہ آپ کو کمرہ سے طائف کی طرف تشریف لیگئے۔

## انتیسواں باب

سید عالمین رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنیوالے حالات کا بیان

محمد بن حبرین مطہم سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم البوطالب صاحب کی وفات کے بعد طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ اعلان نبوت کا دسواں سال شروع تھا اور شوال کی صرف چند راتیں باقی تھیں اور آپ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن عمر نے اپنی سند کے ساتھ قیام طائف کی مدت دس دن بیان کی ہے اور دوسرے حضرات نے ایک ماہ بہر حال آپ اپنے قیام طائف کے دوران ہر سردار اور کبیر قوم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ تبلیغ دین میں امداد و تعاون کے متعلق بات کی لیکن کسی نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکے اور اپنے فرخیزوں اور غما سے خوف و خطر کا سامنا بنایا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ یہاں قیام نہ کریں اور دوسری پسندیدہ جگہ جا کر قیام کریں۔ جب آپ وہاں سے نکلنے لگے تو اپنے احمق و کم عقل لوندلو کو آپ کے خلاف اکسایا چنانچہ انہوں نے آپ کو بھتر مارنے شروع کر دیے حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک لہو لہان ہو گئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بنائے ہوئے تھے لہذا ان کے سر اقدس میں بھی کئی زخم آ گئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف انتہائی غمگینی کے ساتھ وٹے جب وادی نخلہ میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی وہیں قیام فرمایا۔ رات کو نمازیں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اہل نصیبین میں سے سات جن آپ کے پاس آ پہنچے اور غور سے کلام مجید کو سنا۔ آپ نے چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت زید نے عرض کیا۔ آپ وہاں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟ جبکہ انہوں نے پہلے ہی آپ کو مکہ مبارکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا تو آپ نے قبیلہ خزاعہ میں سے ایک آدمی مطہم بن عدی کے پاس بھیجا اور دریافت فرمایا کہ آیا میں تیری نصرت و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تیرے جوار و حمایت پر بھروسہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس نے عرض کیا ہاں!

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں جب رسول خدا علیہ التحیۃ والتنازل طائف تشریف لے گئے تو ثقیف کے سادات و رؤساء کی جماعت میں سے ہر ایک کے پاس گئے۔ جو تین بھائی عبدیلیل مسود اور

جیب۔ اولاد عمرو بن عمیر تھے۔ ہر ایک کو اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی۔ ان کے ساتھ اس مقصد پر بھی گفتگو کی جس کے لیے آپ صلا تشریف لائے تھے لہذا انہوں نے اس ارادہ کو منظور کر لیا۔



اداء و اعانت (مگر ان کے مقدّم میں یہ سعادت کہاں تھی) ان میں سے ایک نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کے غلاف اور پردے اتار لوں گا اور اس کی متک عزت کر دوں گا (نوذ باللہ) دوسرا بولا کیا اللہ تعالیٰ کو تمہارے سوا اور کوئی شخص رسالت کے لیے میسر نہیں آسکتا تھا؟ تیسرے نے کہا کہ میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا اگر تم واقعی رسول ہو جیسے کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر تمہارا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ میں تمہیں جواب دوں اور رائے زنی کروں اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر دعویٰ رسالت میں غلط بیانی سے (نوذ باللہ) کام لے رہے ہو تو پھر بھی میں کلام کرنا مناسب نہیں سمجھتا جب آپ ثقیف کی خیر اور بھلائی اور رشد و ہدایت سے ناامید ہوئے تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے غلاموں اور ادبائوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاف اکسایا۔ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخانہ لب و لہجہ اختیار کیا اور آپ پر آوازے کسے لگے حتیٰ کہ بھی لوگ وہاں اٹھ ہو گئے اور آپ کو عقبہ اور شیبہ اولاد ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور وہ دونوں بھائی اس وقت باغ میں موجود تھے چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد وہ سارے ادبائش اور دوسرے لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ انگوڑ کے درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ربیعہ کے بیٹے عقبہ اور شیبہ آپ کو دیکھتے رہے اور جو کچھ آپ کو سفہار ثقیف سے تکلیف دینا رہنچی اُسے بھی دیکھا۔

جب آپ کو اطمینان و سکون حاصل ہو گیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں یہ التجار و دعا کی۔ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اپنے ضعف و ناتوانی اور سائل و حیل کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں بے قدری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو ضعیفوں اور ناتوانوں کا رب ہے اور میرا رب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے اور کس کی پناہ میں دیتا ہے؟ ایسے شخص کی طرف جو ایمان و اسلام سے دور ہے (اور رحمت و انعام خداوندی سے دور ہے) جو منہ بسورے ہوئے اور ماتھے پر بل ڈالے ہوئے مجھے پیش آتا ہے۔ یا ایسے دشمن کی طرف جس کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہے۔

اگر تو مجھ پر غضبناک اور ناراض نہیں ہے تو پھر ان مصائب و شدائد کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن تیرا عفو و کرم اور عافیت و درگزر میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نور ذات کے واسطہ و وسیلہ سے جس کی بدولت ظلمات اور تاریکیاں چھٹ گئیں بلکہ نور و ضیاء سے تبدیل ہو گئیں اور اسی پر دنیا و عقبیٰ کے جملہ امور کی اصلاح و بہتری کا دار و مدار ہے، اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا میں تیری ناراضی کا نشانہ بنوں۔ تو ہی مالک ہے رضا کا، مجھ سے راضی ہو نہ مصیبت سے جو ع اور دوری کی ہمت ہے اور نہ طاعت و عبادت کی سکت جب تک تیری توفیق و تائید شامل حال نہ ہو۔

جب عقبہ اور شیبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف و پریشانی کو دیکھا تو اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کو عدرس کہا جاتا تھا اور اسے کہا کہ ان انگوروں کا ایک گچھا تھال میں رکھ کر اس شخص کی خدمت میں لے جا کر پیش کر اور عرض کر کہ اسے تناول فرمادیں۔ عدرس نے انگور لیے تھال میں رکھے اور سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ جب آپ نے اپنا دست اقدس تھال کی طرف بڑھایا کہ انگور کھائیں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر انگور کھائے۔ عدرس آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھنے لگا اور عرض کیا بخدا اس شہر والے تو یہ کلام زبان پر نہیں لاتے۔ آپ نے دریافت فرمایا تو کس شہر سے تعلق رکھتا ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ کے نیک بندے حضرت یونس بن مثنیٰ کے شہر سے؟ تو اس نے مجسمہ حیرت بن کر پوچھا آپ کو یونس بن مثنیٰ کا پتہ کیسے چل گیا؟ آپ نے فرمایا مجھے ان کا پتہ کیوں کر نہ ہو؟ وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عدرس نے جوں ہی آپ کا جواب سنا تو ادب و نیاز سے جھک کر آپ کے سر اقدس بوسہ دیا پھر دست اقدس چومے اور بعد ازاں قدموں کو بوسہ دیا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے یہ منظر دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرے غلام کو اب تیرے کام کا نہیں چھوڑا۔ جب عدرس اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا تیرے لیے افسوس ہے تجھے کیا ہو گیا تو اس شخص کے سر کو چومنے لگ گیا اور اُس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگا۔

اس نے کہا اے میرے سردار اس ہستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایسے امر کی خبر دی ہے جس کو صرف نبی ہی جانتا ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا جبکہ دوسرا کوئی شخص خائف نہیں تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں ایذا و تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھے پچیس تیس دن اس حال میں گذرے کہ میرے لیے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے۔ ماسوا اس طعام کے جس کو حضرت بلال اپنی بغل کے نیچے چھپائے ہوئے ہوتے تھے۔

یہ روایت امام ترمذی نے نقل فرمائی اور اس کی صحت کا اعتراف و اقرار کیا۔

اور اس حدیث پاک کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جب سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے خوف اعداء کے پیش نظر نکل گئے اور حضرت بلال آپ کے ہمراہ تھے۔ اُن کے ہمراہ کھانا صرف وہی تھا جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بغل کے نیچے دبا کر اٹھائے رکھتے تھے۔

## تیسواں باب

تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات طائف سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے افس بن قیس کی طرف آدمی بھیجا کہ آیا تو میری پشت پناہی کرتا ہے تاکہ میں بے خوف و خطر اپنے رب کریم کے احکام کی تبلیغ کر سکوں تو اس نے عرض کیا میرے جیسا حلیف اس تبلیغ اور دعویٰ رسالت جیسے صریح امر پر پشت پناہی سے قاصر ہے۔ آپ نے اس ایچی کو فرمایا کہ سہیل بن عمرو کے پاس جا کر کہہ کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے کہتے ہیں کہ تو میری حفاظت و حمایت کا دم بھرتا ہے تاکہ میں بغیر کسی فکر و اندیشہ کے فرضیہ رسالت ادا کر سکوں۔ جب آپ کا بھیجا ہوا آدمی اس کے پاس پہنچا اور آپ کا مدعا بیان کیا تو اس نے کہا بنی عامر بن لوی بنی کعب پر کسی کو امان اور حمایت و نصرت کا عہد نہیں دے سکتے۔ وہ آدمی واپس حاضر ہوا اور سہیل کا جواب عرض کیا تو آپ نے اُسے فرمایا کہ مطعم بن عدی کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا تو تبلیغ رسالت اور امثال امر خداوندی میں مجھے امداد و تعاون کا یقین دلاتا ہے تو اس نے عرض کیا ہاں۔ ضرور۔ آپ مکہ مکرمہ میں تشریف لے چلیں (ہم کا ساتھ دیں گے)

آپ کا آدمی واپس آیا اور آپ سے مطعم بن عدی کا جواب عرض کیا اور صبح ہوتے ہی مطعم بن عدی اُس کی اولاد اور بھتیجے ہتھیار لے کر پہنچ گئے (اور آپ کی ہمراہی میں مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے) مطعم بن عدی مجدد میں داخل ہوا جب ابو جہل نے مطعم بن عدی کو دیکھا تو پوچھا تم اُن کے دین میں داخل ہو گئے ہو یا محض معاونت اور امداد و نصرت کے لیے ساتھ آئے ہو اس نے کہا ہم صرف اُن کی پشت پناہی اور حفاظت و نگرانی کے لیے ساتھ دے رہے ہیں تو اس نے کہا جن کو تم نے پناہ دی ہم بھی اُن کو پناہ دیتے ہیں اور اُن کے ساتھ تعرض نہیں کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کا استلام کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے دو لنگہ کی طرف تشریف لگے جب کہ مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لیے حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی اپنے باپ جبیر سے راوی ہیں کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر



میں فتحیابی اور کامرانی کے بعد فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ میرے پاس آکر ان مرداروں (یعنی اسیر کفار قریش) کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ضرور انہیں چھوڑ دیتا۔

## اکتیسواں باب

### رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین

فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موسم میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے اے بنی فلاں میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں وہ تمہیں اس امر کا حکم دیتا ہے کہ صرف میری عبادت کرو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ابولمب آپ کے پیچھے پیچھے چلتا اور کتنا خبردار ان کی بات ہرگز نہ ماننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کنذہ کے پاس ان کی قیامگاہوں میں تشریف لائے مگر انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ بنو ضیفہ کی منازل اور قیامگاہ میں تشریف لے گئے انہوں نے بھی دعوت قبول نہ کی اور انتہائی غلط انداز میں آپ کی دعوت کو ٹھکرایا۔ عامر بن صعصعہ کے پاس بھی تشریف لے گئے اور اسی طرح ہر اس شخص کو آپ دعوت اسلام دیتے جس کو عرب میں شہرت حاصل تھی یا اس کا کوئی مقام و مرتبہ تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں دس سال قیام فرمایا ہے اور لوگوں کے پاس ان کی قیامگاہوں یعنی عکاظ و منجہ میں تشریف لے جاتے اور حج کے موقع پر ان سے فرماتے تم میں سے کون ہے جو مجھے مدد دے اور مجھے ٹھکانا مہیا کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبائل کی منازل اور قیامگاہوں میں تشریف لے جا کر فرماتے کون ہے جو مجھے اپنی قوم اور علاقہ کی طرف لے جائے کیونکہ یہاں قریش احکام خداوندی اور کلام ربانی کی تبلیغ میں حائل ہوتے ہیں اور رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

## فصل

بسا اوقات (ان واقعات و حالات کو) پڑھ کر اور دیکھ کر کسی لمحوہ دین کو یا ضعیف الایمان کو یہ خیال پیدا

ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول ہو تو اس کو کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کافر کی پناہ لے یا حج پر اور اجتماعات میں کہتا پھرے کہ کون ہے جو مجھے ٹھکانا دیتا کرے۔

اگر وہ رسول برحق ہوتے تو ان کو معصومت فرمانے والا خدا نے بزرگ و برتر اور قوی و توانا ان کی مدد فرماتا۔ ایسے وساوس میں مبتلا شخص کو کہا جائے گا کہ یہ امر بہر حال مسلم و محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت و قوت کے باوجود جو بھی کرتا ہے اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے سمجھیں آئیں تو بہتر درجہ اس کا اعتراف و تسلیم کرنا بہر حال واجب و لازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو وقائع اور حوادث پیش آئے وہ سب اسی صاحب حکمت و قدرت اقدس خداوند جل و علی سے صادر ہوئے جس نے قواعد و قوانین کلیہ کو قائم و نصب فرمایا، انلاک کو گردش میں مصروف کیا، پانیوں کو بہنے اور جاری رہنے پر مامور کیا اور ہواؤں کو چلنے پر مجبور کیا اور ایسے حکم اور منضبط انداز میں کہ جس کے اندر دخل کا عمل و دخل نہیں ہے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر ہتھ باندھتے ہیں کبھی قوم کے سامنے مغلوب نظر آتے ہیں اور کبھی جو رستم اور ظلم و تعدی کا نشانہ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو ہمیں اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے پس پردہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کار فرما ہیں۔

اگر ہم ان میں سے بعض کو اچھی طرح سوچیں اور ان میں غور و فکر سے کام لیں تو کمیات و شدائد کے پردوں سے دو حکمتیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ پہلی حکمت مبتلائے تکلیف و شدائد کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے تاکہ انکا دل کمیات و مصائب پر رضا و سکون محسوس کرے اور جس امر کی بھی اُن کو تکلیف دی جائے شرح صدر کے ساتھ اُسے ادا کریں۔ دوسری حکمت جنت الہیہ کے درمیان شکوک و شبہات کا ظاہر کرنا ہے تاکہ ان دلائل کی روشنی میں شبہات کا ازالہ کر کے مجتہدین اجر و ثواب حاصل کریں۔

عہ نیز اس میں اُمت کے لیے درس عبرت ہے اور سامان تربیت کہ جب انبیاء کرام اور علی الخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف و شدائد کا سامنا کرنا پڑا تو ہم کون ہیں کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور جب انہوں نے صبر و رضا سے کام لیا ہے تو ہمارے لیے بھی صبر و رضا کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے جیسا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسنا یا گناہ صبر اولو العزم من الہدیل، اسی طرح صبر و استقامت سے کام لیں جس طرح پہلے ارباب عزم و استقامت رسل و انبیاء نے صبر سے کام لیا۔

علاوہ ازیں اُن کو درپیش ہونے والے مصائب کو دیکھ کر الوہیت اور خدائی کا توہم دور ہو جائے جو معجزات اور خوارق عادات کو دیکھ کر پیدا ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گمان کیا اور گمراہ ہوئے۔



## بتیسواں باب

### اعلان نبوت کے گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کیساتھ ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں قبائل کے ہاں یکے بعد دیگرے تشریف لے گئے جیسا کہ قبل انہیں آپ کا معمول تھا۔ اس دوران جبکہ آپ عقبہ کے پاس تھے تو آپ کی قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا کچھ دیر بیٹھے نہیں ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ کچھ بات چیت کر لوں؟ انہوں نے عرض کی۔ کیوں نہیں وہ آپ کی بارگاہ میں بیٹھ گئے آپ نے انہیں الشرب العزت کی طرف دعوت دی اور ان پر دین اسلام پیش کیا۔ قرآن مجید فرقان مجید کی تلاوت فرمائی۔ اُن کے آباؤ اجداد یہ سنتے آرہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا۔

ابن جمیع کہتے ہیں جب اوس ابن حارثہ ابن ثعلبہ ابن عمرو ابن عامر کا وقت وفات آیا تو لوگوں نے اُسے کہا ہم تجھے جوانی میں شادی کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے مگر تو مانتا نہیں تھا یہ تیرا بھائی خزرج ہے جس کے پانچ بیٹے ہیں اور تیرے لیے سوائے مالک کے اور کوئی بیٹا نہیں ہے تو اُس نے جواب میں کہا ہرگز کوئی بھی مرنے والا نہیں مرے گا اور بے نام و نشان نہیں ہوگا جس نے مالک جیسا فرزند اپنے پیچھے چھوڑا اور چننا شمار کئے جن کا مفہوم یہ ہے۔

”کیا میری قوم کو یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ تحقیق الشرب العزت کے لیے دعوت ہے جس کے ساتھ اہل سعادت اور صاحب بر و احسان فیض یاب ہوں گے۔“

جب مبعوث کیے جائیں آل غالب میں پیدا ہونے والے مکہ مکرمہ میں زمزم اور حطیم کے درمیان۔ اس وقت اسے بنی عامر اُن کی امداد و نصرت کی کوشش کر رہے تھے۔ اپنے شہروں اور علاقوں میں بے شک ان کی خدمت اور امداد میں ہی سعادت مندی اور بلند اقبال ہے۔

اور خزرج کا یہ گروہ جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور قرآن پیش کیا یہود سے سنا کرتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خروج و ظہور قریب آچکا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بات چیت فرمائی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا بخدا یہ وہی نبی ہے جن کے ظہور و خروج



کایہود تمہیں وعدہ دیا کرتے تھے تو وہ تم سے ایمان و اسلام میں سبقت نہ لے جائیں۔ لہذا فوراً ان کا شرف اتباع و اطاعت حاصل کر لینا چاہیے چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور دولتِ ایمان و اسلام سے المال ہمو کر اپنے گھروں کی طرف لوٹے یہ گروہ چھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) اسعد ابن زرارہ (۲) عوف ابن عقراد (۳) رافع ابن مالک (۴) قطبہ ابن عامر (۵) عقبہ ابن عامر (۶) جابر ابن عبد اللہ ابن رباب۔

جب یہ اپنی قوم کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی حتیٰ کہ اسلام ان کے اندر معروف و مشہور ہو گیا۔

اگلے سال انصاریں سے بارہ افراد مکہ مکرمہ حاضر ہوئے جنہوں نے مقام عقبہ ہی آپ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت جابر کے علاوہ پانچ تو وہ تھے جو پہلے بال شرفِ اسلام و ایمان حاصل کر چکے تھے۔

اور ان کے علاوہ معاذ ابن عقراد، ذکوان ابن عبد قیس، عبادہ ابن صامت، یزید ابن ثعلبہ، عباس ابن عباد، عویم ابن ساعدہ اور ابوالہیثم ابن الیہمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی رات ہم کو شرف

بیعت سے مشرف فرمایا جب کہ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ انہیں شرائط پر بیعت کی جو قرآن پاک میں عورتوں کی بیعت کے لیے بنیاد بنائی گئی ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے نہ چوری

کریں گے اور نہ زنا و کار تکاب اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ ایسے بہتان کا ارتکاب کریں گے جسے ہم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اختراع کریں اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط پر بیعت پر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: اگر اس عہد پر قائم رہو گے تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر اس میں خلل اندازی سے کام لو گے تو تمہارا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے۔ اگر

چاہے تو معاف کر دے اگر چاہے تو عذاب دے۔ یہ عہد نامہ اس وقت طے ہوا جبکہ ابھی جہاد اور حرب و قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے رخصت ہوئے

تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا کہ اہل مدینہ کو دین اسلام کی تعلیم دیں اور قرآن پاک پڑھائیں۔ ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ شرفِ اسلام سے

مشرف ہوئے۔

# تینیسواں باب

## معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

واقعی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر بیت المقدس اور معراج اعلان نبوت کے بارہویں سال اور ہجرت سے آٹھ ماہ قبل سترہ رمضان المبارک کو وقوع پذیر ہوا اور یہ بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسرا اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل سترہ ربیع الاول کو وقوع پذیر ہوا اور یہی مختار ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور میں (ابن جوزی) نے اپنے شیخ ابوالفضل ابن تہامہ کو فرماتے سنا کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ اسرا ہجرت سے ایک سال قبل تھا اور دوسری جماعت کا قول ہے کہ ہجرت سے چھ ماہ قبل جو ایک سال کے قائل ہیں، ان کے نزدیک ربیع الاول میں ہو گا اور جو آٹھ ماہ کے قائل ہیں، ان کے نزدیک رجب میں اور چھ ماہ والے قول کے مطابق رمضان المبارک میں۔ مگر میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ معراج رجب المرجب کی تالیسویں رات کو ہوا۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب اسرا کا واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ سرور انبیاء علیہ التیجۃ والثناء نے فرمایا۔ اس وقت جب میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھ والے کو کہہ رہا تھا۔

”یہ میں وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہیں۔“

فرمایا کہ پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے سینہ اقدس کو یہاں سے وہاں تک چیرا حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے جاردو سے کہا جو کہ میرے پہلو میں بیٹھے تھے، اس سے مراد کیا ہے تو انہوں نے کہا سینہ کے منتہی سے ناف تک۔ اور میں نے ان کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا۔

من قصۃ الی شعرتہ - یعنی سینہ کے منتہی سے زیر ناف بالوں تک۔

تو اس نے میرے دل کو باہر نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا لایا گیا۔ میرے دل کو دھونے کے بعد ایمان و حکمت سے بھرا گیا۔ پھر اُسے اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ بعد ازاں میرے پاس ایک سفید رنگت سواری لائی گئی جو قد و قامت میں چتر سے کم اور گدھے سے بلند تھی جاردو نے دریافت کیا کہ اے اباحمرہ! کیا وہ براق تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں کہ اُس کی نگاہ پہنچتی

مٹی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اس پر سوار کیا گیا جبریل علیہ السلام مجھے ہمراہ لے کر چلے جی کر پہلے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کھٹکھٹانے والا کون۔ انہوں نے جواب میں کہا جبرائیل دربان نے پوچھا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (دربان نے انتہائی فرحت و سرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا) کیا ان کو آدمی بھیج کے بلایا گیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ وہ پکارے مرحبا بہ و نِعَمَ المحبِّیُّ جاء۔

”خوش آمدید ہے اس مہمانِ عزیز کے لیے اور بہت ہی مبارک ہے ان کا تشریف لانا“  
تب دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے حضرت جبرائیل امین نے کہا۔ یہ ہیں آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ان کو سلام دیجئے میں نے ان کو ہدیہ سلام پیش کیا۔ انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا۔

مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح

”خوش آمدید ہو فرزندِ صالح کے لیے اور نبیِ صالح کے لیے“  
جبرائیل امین علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے آواز دی۔ پوچھا گیا کون۔ جواب میں فرمایا میں جبرائیل ہوں۔ دوبارہ پوچھا گیا، ساتھ کون ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اُس دربان نے بھی (فرطِ مسرت سے) کہا۔ کیا آدمی بھیج کر آپ کو بلایا گیا ہے؟ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آواز آئی۔

مرحبا بہ و نِعَمَ المحبِّیُّ جاء

”خوش آمدید ہے اس مہمانِ عزیز کے لیے اور بہت مبارک ہے آپ کا تشریف لانا“  
پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو ناگاہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو موجود پایا اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جبرائیل امین نے کہا۔ یہ ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ ان کو سلام دیجئے۔ میں نے انہیں سلام دیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

مرحباً بالاخ الصالح والنبی الصالح۔



ان کو خوش آمدید اور تشریف لانے والے بہترین تشریف لائے۔  
پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا گاگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو موجود پایا۔ جبریل امین برلے  
یہ میں حضرت یوسف علیہ السلام ان کو سلام دیجئے۔ میں نے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے جواب سلام دینے  
کے بعد کہا۔

مرحباً بالآخ الصالح والنبي الصالح۔

پھر چوتھے آسمان پر پہنچے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو جواب آیا کون؟ جبریل امین نے اپنا تعارف  
کرایا۔ پوچھا گیا ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دریافت کیا گیا۔ کیا ان کے پاس کسی کو بھیجا گیا  
انہوں نے کہا ہاں۔ دربان پکارا۔

مرحباً بہ ونعم المحبی جاد۔

پھر دروازہ کھولا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت ادریس علیہ السلام جلوہ فرما تھے۔ جبریل امین برلے  
یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ان کی خدمت میں سلام پیش کیجئے۔ میں نے تحفہ سلام ان کی بارگاہ میں پیش کیا تو  
انہوں نے جواب سلام کے بعد کہا۔

مرحباً بالنبي الصالح والآخ الصالح۔

پھر جبریل امین پانچویں آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو انہوں نے پوچھا  
کون؟ جواب میں کہا کہ میں جبریل ہوں پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو انہوں  
نے پوچھا کیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔  
مرحباً بہ ونعم المحبی جاد۔

دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہوا تو ہارون علیہ السلام نظر آئے۔ جبریل امین نے کہا۔ یہ حضرت ہارون، میں ان  
کو سلام دیجئے تو انہوں نے جواب سلام کے بعد خوش آمدید کہا۔

مرحباً بالنبي الصالح والآخ الصالح۔

جبریل امین مجھے ہمراہ لیے چھٹے آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ تو پوچھا کون ہے۔  
انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو پھر پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا  
ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے۔

مرحباً بہ ونعم المحبی جاد کہا۔

اندر داخل ہونے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ کہا گیا یہ میں حضرت موسیٰ انہیں سلام دیجئے۔

میں نے اُن کو سلام دیا تو انہوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے۔  
 مرحباً کہا النبی الصالح والاخ الصالح کہا۔  
 جب میں وہاں سے آگے گزر گیا تو حضرت کلیم روئے۔ اُن سے عرض کیا گیا تمہیں کوئی چیز رکا رہی ہے  
 انہوں نے جواب میں کہا۔

یہ نوجوان اور جوان بہت نبی ہیں جو مبعوث تو میرے بعد ہوئے۔ مگر ان کی امت میں سے جو اتر اور جنت  
 میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے۔  
 پھر جبریل امین مجھے ہمراہ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچے جب دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا۔  
 کون؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا۔ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا  
 گیا آیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اُس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے مرحباً  
 بہ و دفعو المحبئی جاء اور دروازہ کھول دیا۔ اوپر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرائیل  
 امین بولے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں انہیں سلام دیجئے۔ میں نے ان کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش  
 کیا انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر خوش آمدید کہتے ہوئے مرحباً ابا لا بن الصالح والنبی الصالح کہا  
 پھر سدرۃ المنتہی کو مجھ پر منکشف کیا گیا تو اُس کا پھل مچر کے بڑے شکوں کی مانند تھا۔ اور اُس کے پتے ہاتھیوں  
 کے کانوں کی مانند جبرائیل امین نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں ہیں دو باطنی اور  
 دو ظاہر (جو سدرۃ کے نیچے سے جاری تھیں) میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیسی نہریں ہیں۔ انہوں نے کہا جو  
 باطنی ہیں یہ جنت کی نہریں ہیں اور جو دو ظاہر ہیں تو یہ نیل و فرات ہیں۔ پھر بیت الممور کو میرے سامنے لایا گیا۔  
 قتادہ حضرت حسن بصری کے واسطے سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بیت الممور کو دیکھا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کی  
 سعادت حاصل کرتے اور جو ایک بار اس سعادت سے بہرہ ور ہو جائے پھر دوبارہ اُن کی باری نہیں آتی  
 مگر قتادہ رضی اللہ عنہ نے (بیت الممور کی اس شان کو بیان کرنے کے بعد) پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ  
 والی روایت کو بیان کرنا شروع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ  
 کا قیسرا شہد کا پیش کیا گیا (اور عرض کیا گیا کہ جو پسند فرماؤ لے لو) آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ والا  
 برتن لیا۔ جبرائیل امین نے کہا۔ یہ فطرت ہے۔ آپ اور آپ کی امت ہمیشہ اس پر قائم و دائم رہیں گے۔ آپ  
 فرماتے ہیں۔ پھر ہر روز مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں واپس ہوا تو موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گزر ہوا  
 انہوں نے دریافت کیا آپ کو کس چیز کا امر کیا گیا ہے۔ میں نے کہا ہر دن پچاس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں

نے کہا آپ کی امت پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت محنت و مشقت سے دوچار ہوا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری دیجئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا (تخفیف کا مطالبہ کیا) تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے دریافت کیا کیا حکم ہوا؟ میں نے جواب میں کہا ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو اچھی طرح آزمایا اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی جدوجہد کی۔ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دے کر تخفیف کے لیے عرض کیجئے۔ امام الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء فرماتے ہیں کہ میں اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوا تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمادیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے بتایا ہر دن تیس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہر دن تیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں اللہ کے حضور حاضر ہو کر امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بارگاہِ قدس میں حاضر ہوا اللہ رب العزت نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا کس چیز کا امر ہوا ہے؟ میں نے کہا ہر دن بیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت بیس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے لیے جان جو کھوں میں ڈال چکا ہوں۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر تخفیف کا مطالبہ اور سوال کیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے بارگاہِ رب العزت میں حاضری دے کر تخفیف کا مطالبہ کیا تو ہر دن دس نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر مشورہ دیا کہ آپ کی امت ہر روز دس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تخفیف کے لیے دعا کیجئے!

میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا تخفیف کا سوال کیا تو ہر دن صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُن کے دریافت کرنے پر میں نے بتلایا کہ اب تو ہر دن صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہر دن پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کے متعلق اچھی طرح خبر رکھتا ہوں اور بنی اسرائیل کا اچھی طرح تجربہ کر چکا ہوں لہذا اللہ رب العزت کے



حضور حاضری دے کر اُمت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

امام الانبیاء علیہ التہیۃ والثناء فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا۔ میں نے الشدرب العزت سے اتنی بار تخفیف کا مطالبہ کیا ہے کہ اب مجھے یہ سوال والتجاد کرنے سے شرم وجیا آتی ہے۔ میں اب تسلیم ورضا سے کام لیتا ہوں۔ جب میں آگے گزرا تو الشدرب العزت کی طرف سے ایک ندادینے والے نے یہ ندادی اور اعلان کیا۔

”میں نے (حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم ورضا کے بعد) اپنے فریضہ کو نافذ فرما دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔ یعنی ادائیگی کے لحاظ سے تو یہ پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ جب قریش نے اسراء و معراج کے معاملہ میں مجھے جھٹلانے کی ناپاک کوشش کی (اور مجھ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے) میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہو گیا۔ الشدرب العزت نے بیت المقدس مجھ پر منکشف فرما دیا۔ میں اُسے دیکھتا جا رہا تھا اور کفار قریش کے سوالات کا جواب دیتا جا رہا تھا۔ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس رات مجھے معراج سے مشرف کیا گیا۔ صبح کے وقت مکہ مبارکہ میں میں تھے اسراء اور معراج کا اعلان کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ کفار قریش مجھے جھٹلائیں گے فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ غم ناک ہو کر بیٹھا تھا تو ابوجہل وہاں سے گذرا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور استہزاد اور مذاق کے انداز میں پوچھا کوئی نئی بات ہوئی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے دریافت کیا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے آج کی رات

عہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ امر واضح ہے کہ آپ کو رحمت خداوندی اور اس کے فضل و کرم سے امید تھی کہ اگر میں اب بھی جا کر تخفیف کا سوال کروں تو تخفیف فرمادی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ انبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ میں مستجاب الدعوات ہوں اور مقبول الشفاعت نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی آپ کے متعلق عقیدہ یہی ہے کہ آپ اگر سوال کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور تخفیف فرمادے گا۔ لہذا ہم اہل السنۃ کا یہ عقیدہ کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں حبیب پاک اور موسیٰ کلیم علیہما السلام کے عقیدہ کے بالکل مطابق ہے اور یہی حق بھی ہے اور اس کا خلاف غلط اور ناقابل اعتبار علامہ یعنی فرماتے ہیں عندی ان جمیع دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجابۃ۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی سبھی دعائیں قبول ہیں۔ وللتفصیل مریض آخر۔

سیر کرانی گئی۔ اس نے دریافت کیا کہ کہاں تک؟ آپ نے فرمایا: بیت المقدس تک اُس نے کہا (رات کے چھتے میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود بھی ہوئے۔ آپ تھے فرمایا ہاں۔ البوجل نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس دعویٰ میں آپ کی تصدیق نہیں کر سکتا ہوں۔ مبادا کہ جب میں لوگوں کو آپ کی طرف بلاؤں تو آپ دعویٰ اسراء سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلاؤں تو جو مجھے بیان کر رہے ہو گیا انہیں بھی یہ بیان کر دو گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ پکارا اے بنی کعب ابن لوی کی جماعت ادھر آئیے حتیٰ کہ تمام مجالس کے لوگ دوڑے ہوئے اُس کی طرف آگئے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور البوجل کے پاس بیٹھے، البوجل نے کہا اب اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس تک سیر کرنے کا واقعہ بیان کیجئے! اسروا نبیاء علیہ التھیمة والثناء نے فرمایا: آج کی رات مجھے سیر کرانی گئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا: بیت المقدس تک انہوں نے دریافت کیا (صرف ایک رات میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے) صبح کے وقت ہمارے درمیان موجود بھی ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اُن قریش میں سے بعض تو تالیاں بجانے لگے اور بعض تعجب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو سرول پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں (اُن کے سوال کا سبب یہ تھا کہ ان میں بعض ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا) اس بنا پر وہ آپ کے صداقت دعویٰ کو معلوم کر سکتے تھے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اُن کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کرنی شروع کیں۔ بعض امور میں اشتباہ والتباس پیدا ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا گویا کہ وہ دائرِ عقیل کے قریب ہے تو میں نے اس کی جملہ تفصیلات کو بیان کیا جب کہ میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکار اٹھی کہ تفصیلات کا بیان انہوں نے صحیح صحیح کیا ہے۔

حدیث معراج داسراء کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے جن میں سے چند اکابر کے اسما گرامی یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔
- ۴۔ حضرت ابی۔ ۵۔ حضرت خدیجہ۔ ۶۔ حضرت ابوسعید۔ ۷۔ حضرت جابر۔ ۸۔ حضرت ابوہریرہ۔
- ۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ ۱۰۔ حضرت ام بانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہم نے نقل کی ہے، وہ شریک نے آپ سے روایت کی ہے اور حماد ابن مسلم نے ثابت کے واسطے سے حضرت انس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں نمازوں





کی تحقیق کے متعلق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح نقل کیا ہے کہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اس نے پانچ نمازیں معاف فرمائیں اور پھر میں الشرب العزت جل وعلیٰ اور موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان بار بار آتا جاتا رہا اور رب العزت پانچ پانچ معاف فرماتا رہا۔ (حتیٰ کہ پانچ باقی رہ گئیں) یہ روایت امام مسلم علیہ الرحمہ کی منفرد روایات سے ہے، بخلاف اول کے جس پر امام بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہذا وہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں دس دس معاف کیے جانے کا ذکر موجود ہے لہذا وہ روایت جس میں پانچ پانچ کی معافی کا ذکر ہے، راوی کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے اسرا و معراج سے مشرف کیا گیا جبرائیل علیہ السلام براق پر زین کعبہ ہوئے لگام ڈالے ہوئے میرے پاس لے آئے جب میں اس پر سوار ہونے لگا تو اس نے سرکشی والا انداز اختیار کیا جبرائیل امین نے فرمایا اے براق کیا تو محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے؟ بخدا تیری پشت پر کوئی بھی نبی ایسا سوار نہیں ہوا جو ان کی نسبت الشرب العزت کی بارگاہ میں زیادہ کرامت و عزت رکھتا ہو جبرائیل امین کے یہ الفاظ سنئے ہوئے براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔

## چوتیسواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کیساتھ ملاقات

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اپنی قوم کے حجاج کے ساتھ موسم حج میں نکلے حتیٰ کہ مکہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور ایام تشریق کے دوران عقبہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کا باہم عہد و پیمان کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے، ہم اپنی قوم کے مشرکین سے خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے اور اپنا معاملہ ان سے مخفی رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابوجابر تم ہمارے سرداروں میں سے ایک اہم ترین سردار ہو اور اشراف میں سے شریف ترین آدمی اور تم ابھی تک حالت کفر و شرک میں ہو اور ہمیں تم سے متعلق یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم کل روز قیامت آگ کا ایندھن بنو۔

برادر بن معرور نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست اقدس پکڑا اور بیعت و عہد کرتے ہوئے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ہم آپ کی حفاظت و مگرانی اسی طرح کریں گے جس طرح کہ اپنے نفوس اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہذا آپ ہمیں بیعت سے مشرف کریں۔ کیونکہ ہم جنگجو لوگ ہیں اور کثیر التعداد اور آباد اجداد سے ہمارا کام حرب و قتال چلا رہا ہے۔ سارے افراد بیعت کے لیے تیار ہو چکے تھے کہ ابو العتیم بن الیقہان سامنے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دوسرے لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان میں اور روابط و تعلقات جن کو ہم آپ کی خاطر قطع کرنے پر آمادہ ہیں مگر ہم آپ سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہم آپ کی ہر طرح خدمت اور خاطر داری کریں۔ آپ کے لیے جانوں کو قربان کرنے سے گریز نہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف نہیں لوٹیں گے اور ہمیں داغ مفارقت و مہاجرت نہیں دیں گے۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والتنازع نے ان کی گزارش سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا بلکہ تم مجھ سے کامل ارتباط و تعلق رکھتے ہو اور میں تم سے یعنی تمہارا امیر معاملہ ایک ہے جس سے تمہاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔

بعد ازاں فرمایا اپنی جماعت سے بارہ نقباء اور رؤسا منتخب کر کے میرے پاس بھیجو جو اپنی قوم کے ترجمان اور ضامن ہوں۔ ہم نے بارہ آدمی پیش کیے نو خنجر رج میں سے اور تین اداس میں سے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معبد بن کعب نے اپنے باپ سے یوں روایت کی ہے کہ سب سے پہلے برادر بن معرور نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔ پھر دوسرے لوگوں نے پے در پے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر چکے تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے نکل کر اتنی بلند آواز سے چیخ چلا رہا تھا جتنی بلند آواز آج تک میں نے نہیں سنی کہ اہل منازل اور خیموں میں غفلت کی نیند سونے والو کیا کوئی (محمد) مذمم (نہوذا باللہ) کی خبر ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جو آباد اجداد کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں کہ وہ تمہارے خلاف جنگ پر عزم بالجزم اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے پھر اس کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ تعالیٰ کے دشمن بخدا میں تیرے ساتھ منڈ لوں گا۔ پھر ہمیں حکم فرمایا کہ اپنی اپنی قیامگاہوں کی طرف چلے جاؤ اور آرام کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ کیمبار کی حملہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی قتال



جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہم وہاں سے واپس ہوئے۔ اپنی خواب گاہوں میں سو گئے صبح اٹھے تو سارے قریش جمع ہو کر ہماری قیام گاہ پر آگئے اور کہنے لگے اے گروہ خنزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے اس آدمی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو اور اُسے ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور اُن کے ہاتھ پر ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بیعت کر رہے ہو۔ بخدا تمام اہل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جس کے ساتھ جنگ و جدال اور حرب و قتال ہمیں ناپسند ہو جتنا کہ تمہارے ساتھ۔ ہماری قوم میں سے مشرکین اٹھے اور ان کو قسمیں کھا کر مطمئن کرنے لگے کہ بخدا کوئی بیعت ہوئی ہے نہ عہد و پیمان اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہے علم میں ہے اور وہ اپنی جگہ سچے بھی تھے کیونکہ اُن کو ہماری بیعت کا علم ہی نہیں تھا اور تم ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھتے تھے کہ اُن قریش کو کس طرح اطلاع پہنچی جب کہ وہ انشائے ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اُن کو حقیقت حال کی کوئی خبر نہیں تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں پکار پکار کر فرماتے کون ہے جو مجھے پناہ دے اور تبلیغ رسالت میں میرا معاون و مددگار بنے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرب (مدینہ منورہ) سے بھیجا۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی اور اپنے گھروں میں آپ کو اور اہل ایمان مہاجرین کو جگہ دی۔ (پہلے پہل تو صرف ایمان لانے پر اکتفا کیا) بعد ازاں سوچا ہم کب تک سرور انبیاء علیہ التبیۃ والثناء کو مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں اکیلا اور تنہا چھوڑیں؟ آپ ہر وقت خوف و ہراس میں رہیں اور کبھی کہیں پناہ لے رہے ہوں اور کبھی کہیں سہارا ڈھونڈ رہے ہوں و

چنانچہ ہم میں سے ستر آدمی مدینہ منورہ سے چلے اور موسم حج میں مکہ مکرمہ پہنچے آپ کے ساتھ عہد پیمان کے لیے عقبہ میں اجتماع کا تعین ہوا۔ جب وہاں اکٹھے ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس امر پر آپ کے ساتھ بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس امر پر بیعت کرو کہ خوشی، غمی ہر دو حالت میں میری اطاعت کرو گے اور تنگدستی ہو یا خوشحالی ہر حال میں راہ خدا میں خرچ کرو گے نیکی کے ساتھ حکم اور بُرائی سے رکاوٹ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حق بات کہنے میں کسی دلالت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہو گے اور اس عہد پر بیعت کرو کہ تم اس وقت میری مدد کرو گے جب میں تمہارے پاس آؤں گا اور مجھے ان تمام تکالیف و مصائب سے محفوظ رکھو گے جن سے کہ اپنے آپ کو، ازواج اور اولاد کو محفوظ رکھتے ہو اور میری طرف سے تمہارے لیے جزاء اور بدلہ یہ ہے کہ اگر اس عہد کو نبھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ ہم سب اٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کرنے والے ہی تھے کہ اسعد بن زرارہ نے جو کہ سب سے چھوٹے



تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو پکڑ لیا اور کہا اے اہل شرب (اہل مدینہ) ذرا ٹھہریے اور جلد بازی سے کام نہ لیجئے ہم نے یہ دور و دراز کا سفر طے کیا اور اپنے اونٹوں کو مشقت میں ڈالا تو صرف اس لیے کہ ہم آپ کے رسول برحق ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر یہ بات غور و فکر کرنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے اپنے علاقہ میں لے جانا سب اہل عرب سے مفارقت اور علیحدگی اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ اس میں تمہارے بہترین آدمی کام بھی آسکتے ہیں اور تلواریں تمہیں لقمہ بنانے کے لیے تیار ہونگی یا تو پھیر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پانا اور اگر اپنے اندر بزدلی اور کمزوری محسوس کرتے ہو تو ابھی اس عہد کو رہنے دو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے عذر و معذرت کا موجب ہو سکتا ہے لیکن پختہ عہد کرنے کے بعد نہ بچا سکو تو کوئی وجہ عذر نہیں ہوگی)

سب اہل مدینہ نے کہا اے اسعد ہم سے الگ ہو اور بزدلی اور بے حوصلگی کا داغ ہم سے دور رکھو بخدا ہم اس بیعت کو کبھی ترک نہیں کریں گے اور نہ اس عہد کو واپس لیتے ہیں ہم اٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کی۔ آپ نے عہد لیا۔ شرائط عائد نہ فرمائیں اور اس کے عوض ہمیں جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

## پیشواں باب

### قریش کو بیعت انصار کا علم ہونا اور ائذ لا تلح عمل کیلئے باہم صلاح و مشورہ کرنا

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ میدان منیٰ سے منتشر ہوئے اور اپنے گھروں کو لوٹے اور ادھر قریش انصار کی بیعت کے معاملہ کا کھوج لگا کر اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ واقعی بیعت ہو چکی ہے تو وہ انصار مدینہ کے پیچھے دوڑے اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو اذخر میں پالیا منذر نے تو قریش کو پکڑنے سے عاجز کر دیا البتہ انہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھے اور قیدی بنا کر مکہ مکرمہ کی طرف لے آئے جسیر بن مطعم اور حارث بن امیہ آپہنچے انہوں نے کہا یہ ہمارے تاجر و دل کو جائزے اور عطیات دیا کرتے تھے (لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے) چنانچہ ان کو چھوڑ دیا گیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت دے دی وہ گروہ در گروہ مدینہ منورہ میں جا پہنچے اور آپ اذن خداوندی کے انتظار

میں مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہے اور آپ کے ساتھ یا البکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رہ گئے اور یا وہ حضرات جن کو اہل مکہ نے گرفتار کر لیا اور مختلف اذیتیں اور تکلیفیں دینی شروع کر دیں حضرت البکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جلدی نہ کرو مجھے اجازت ملی تو اکٹھے چلیں گے۔

جب مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ قیام پذیر ہو چکے ہیں جہاں ان کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی تو انہیں یقین ہو گیا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا بھی ضرور ان کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں گے۔

چنانچہ وہ دارندہ (مجلس مشاورت) میں جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باہم صلاح مشورہ کرنے لگے۔ دارندہ قحی بن کلاب کا مکان تھا اور قریش جو بھی فیصلہ کرتے وہ اسی دار میں کرتے تھے چنانچہ اس موقع پر بھی اس مکان میں داخل ہوئے تاکہ آئندہ لائحہ عمل کے متعلق مشورہ کریں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس کو میں کذب اور غلط بیانی کے ساتھ متہم نہیں کر سکتا عبداللہ بن ابی سحج نے مجاہد کے واسطے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا کہ جب قریش صلاح مشورہ کے لیے جمع ہوئے تو شیطان لعین ان کے سامنے ایک بزرگ نما انسان کی صورت میں آمو جو ہوا۔ دروازے پر کھڑا دیکھ کر اہل ندوہ نے پوچھا بزرگوار کہاں سے ہیں اور کون ہیں اس نے کہا میں اہل نجد سے ہوں میں نے تمہارے باہمی عہد و پیمان اور وعدہ و وعید کو سنا تو حاضر ہو گیا ہوں اور تمہیں یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس لشکر سے صحیح مشورہ اور خلوص و ہمدردی ہر وقت تمہیں حاصل رہے گی۔

انہوں نے کہا پھر تو اندر تشریف لائیے چنانچہ شیطان شیخ نجدی کی صورت میں مجلس مشاورت کے اندر شریک ہو گیا اور ادھر ہر قبیلہ کے اشراف اور اصحاب رائے بھی مجتمع تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے پہلے تو ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تھا وہ سب کو معلوم ہے لیکن اب ان کی جماعت اور پیروکار پھیلے جا رہے اور ان کو معاون و مددگار ہاتھ آتے جا رہے ہیں لہذا اب ان کی طرف سے یہ خطرہ درپیش ہے کہ وہ اپنے متبعین کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو جائیں لہذا غور و فکر کے بعد متفقہ فیصلہ کرو۔ بعض نے کہا ان کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر کمرے میں بند کر دو اور ان کے متعلق بھی اسی طرح کی ہلاکت کا انتظار کرو جیسے کہ ان جیسے شعراء کو پہلے پیش آچکی ہے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ تو کوئی صحیح مشورہ نہیں ہے۔ اگر تم ان کو قید کر دو گے تو ان کے قید کیے جانے کی اطلاع ان کے متبعین تک جا پہنچے گی سو حملہ آور ہو کر ان کو تمہارے ہاتھوں سے چھین لیں گے

اور آزاد کرالیں گے۔

دوسرا شخص بولا ہمیں اُن کو جلا وطن کر دینا چاہیے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کوئی سوچ ہے اور عقل کی بات ہے؛ دیکھتے نہیں ہو ان کا انداز گفتگو کتنا حسین ہے۔ کلام کتنا میٹھا اور پیارا ہے اور جو احکام وہ بیان کرتے ہیں وہ دلوں میں کس طرح گھر کر جاتے ہیں اگر اُن کو جلا وطن کر دیا گیا تو مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلہ کے ہاں بھی جا کر ٹھہریں گے؛ اپنی حسین گفتگو سے اُن پر غلبہ و تسلط حاصل کر لیں گے اور اُن سے بیعت لے کر تمہارے خلاف چڑھائی کر دیں گے۔

الوجہل بولا میری رائے اس سے مختلف ہے اور تم ابھی تک وہاں نہیں پہنچے۔ دوسروں نے پوچھا، وہ کیا ہے۔ اس نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان بہادر بہترین نسب والا لے لیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں تیز دھاتو وار دیں اور وہ بھی جا کر کیا رگی اُن پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کو العیاذ باللہ قتل کر دیں اور اس طرح اُن سے چھٹکارا حاصل کریں۔

جب ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد اس قتل میں شریک ہو گا تو اُن کا خون سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ لہذا بنو عبد مناف اپنی ساری قوم کے خلاف کارروائی کرنے سے قاصر رہیں گے اور لامحالہ ویت (خونبھا) لینے پر رضامند ہو جائیں گے تو ہم اُن کو اس مقتول کا خون بہا دے دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا بس اصل رائے اور صحیح مشورہ تو وہ ہے جو اس شخص نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح تدبیر اور قابل قبول مشورہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس رائے پر متفق ہونے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتسار میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج رات اس خواب گاہ پر آرام نہ فرمادیں جس پر پہلے آپ آرام فرمایا کرتے ہیں جب تاریکی چھا گئی تو کفار قریش آپ کے در اقدس پر جمع ہو گئے اور آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ آپ پر حالت نیند میں حملہ آور ہوں اور آپ کو شہید کر ڈالیں۔

جب آپ نے اُن کو کھڑے دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آج رات تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری سبز رنگ حضرمی چادر لپیٹ کر جاؤ اور یقین جانیے اُن کی طرف سے کوئی گزند اور تکلیف آپ کو نہیں پہنچ سکے گی اور جس چادر کو اوڑھ کر سونے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا یہ وہی چادر تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ۔



وادی مکریت الذین کفروا یشوث او یقتلوث او یخرجوث ویمکرون ویمکر اللہ  
واللہ خیر الماکرین ۛ

کی تفسیر میں منقول ہے کہ قریش مکہ نے ایک رات باہم مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جب صبح ہو تو ان کو  
قید و بند میں جکڑ دیا جائے بعض نے کہا ان کو قتل کر دیا جائے اور بعض کہتے تھے کہ ان کو ملک بدر کر دیا جائے  
تو اللہ تعالیٰ نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادیا۔ آپ وہاں سے نکل کر غار ثور میں جا پہنچے اور  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بستر پر رات گزاری اور مشرکین ساری رات اس گمان پر حضرت  
علی رضی اللہ عنہ کو حراست میں لیے کھڑے رہے کہ یہ آرام فرما شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب صبح ہوئی  
اور آپ بیدار ہوئے تو سبھی آپ کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔  
حیران ہو کر پوچھا تمہارے نبی کدھر ہیں انہوں نے کہا مجھے کیا پتہ؟ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و  
فریب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور فرمایا۔ یہاں سے ناکام ہوئے تو آپ کے نشان قدم تلاش کرتے  
ہوئے پہاڑ تک گئے مگر وہاں پہنچ کر ان کو التباس و اشتباہ پیدا ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھے غار سے بھی گذرے۔ اس  
کے دروازہ پر عنکبوت کا تار ہوا جالادیکھا تو کہنے لگے اگر وہ یہاں داخل ہوتے تو تار عنکبوت کیوں کر باقی رہتے۔  
(چنانچہ وہیں سے واپس ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات تک وہیں قیام فرما رہے۔  
محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر جمع ہو گئے آپ  
نکلے مٹھی بھر مٹی اٹھائی۔ کلام مجید کے یہ کلمات طیبات تملادت فرمائے۔

وجعلنا من بین اید یدھم سدا ومن خلفھم سدا فاعشیناھم فھم لا یبصرون۔

”ہم نے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے حجاب اور پردے قائم کر دیے ہیں پس ان کی آنکھوں  
کو اندھا کر دیا ہے لہذا وہ دیکھ نہیں سکتے۔“

اور مٹی ان کے سروں پر پھینکی (وہ قدرت خداوندی سے اندھے ہو گئے) اور آپ نے جدھر جانا تھا  
تشریف لے گئے۔

بعد میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے

عہ ترجمہ - اور اس وقت کو یاد کرو جب کفار و مشرکین آپ کو قید کرنے یا قتل کر دینے یا جلا وطن کر دینے کی  
تدابیر سوچ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے مکر و فریب کو باطل کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اچھی طرح  
دھل و فریب کا بدلہ دینے والا ہے۔

کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس نے کہا وہ تو ابھی تمہارے درمیان سے نکل کر چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اندر جھانکنا شروع کیا۔ اندر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اڑھے ہوئے لیٹے تھے لہذا وہ سمجھ کہ یہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور چادر اڑھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ صبح تک وہ اس انتظار میں کھڑے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت علی فرماتے ہیں۔ بستر پر سے میں اٹھا تو وہ مجھے دیکھ کر (شرمسار ہوئے اور حیران بھی)۔

واقفی نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ جو لوگ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاک میں ساری رات در اقدس پر کھڑے رہے، ان کے نام یہ ہیں۔  
 ابو جہل۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیطہ۔ نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ ابن العیطلہ۔ زمعہ بن اسود۔ طلحہ بن عدی۔ ابولہب۔ ابی بن خلف اور حجاج کے دو بیٹے بنیہ و غبہ۔

# ابوابِ ہجرت

## باب اول

### حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غار ثور کی طرف ہجرت فرمانا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے کہا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ کے گمراہ اور منہ مبارک پر کپڑے پیٹے ہوئے تشریف لارہے ہیں حالانکہ ایسے وقت میں آپ کبھی بھی ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ اُن پر فدا ہوں۔ اس وقت آپ کی تشریف آوری کسی اہم مقصد اور عظیم امر کے رونما ہونے کی وجہ سے ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو اذن طلب کیا اور آپ کو اندر تشریف لانے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جتنے لوگ اندر موجود ہیں اُن کو فی الحال باہر نکال دو۔ انہوں نے عرض کیا وہ یا تو آپ کے اہل خانہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) یا ان کی بہن اسماء ہیں اور تو کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا خیر میں تمہیں بتلاؤں کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھے بھی شرف صحبت سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے ہمراہ لے چلیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا میں نے دو اونٹیاں اس مقصد کے لیے پال رکھی ہیں۔ لہذا ان میں سے ایک آپ لے لیں جو بھی آپ کو پسند آئے۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفت میں نہیں بلکہ قیمت کے ساتھ لوں گا اور ضرور لوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے آپ کے سفر کی اچھی طرح تیاری کی اور خورد و نوش کا بہترین انتظام کیا۔ کھانے کا سامان تنگینہ میں ڈالا اور اس کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے اپنے نمربند کا ایک حصہ الگ کیا اور اس کے ساتھ توشہ دان کا منہ باندھا اور دو سراحہ بطور کمر بند استعمال کیا



اسی لیے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔  
 پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جبل ثور کی غار میں جا پہنچے اور تین رات وہاں قیام کیا۔ رات کو عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہا وہاں حاضر خدمت رہتے۔ وہ نوخیز جوان اور مضبوط طاقتور جسم کے مالک اور انتہائی زیرک اور معاملہ فہم تھے سحری کے وقت غار ثور سے نکلے اور صبح سویرے قریش کے پاس ہوتے گویا کہ وہ رات سے ہی یہیں تھے۔ دن کو قریش کے ساتھ رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو مکرو فریب اور جلیلہ و تدابیر اختیار کرتے وہ اُسے یاد کرتے اور رات کی تاریکی میں غار ثور پہنچ کر آپ سے عرض کر دیتے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن نبیرہ شیر لکڑیوں کو چراتے چراتے غارتگ لے جاتا اور دودھ دودھ کر پیش کرتا اور دونو مقدس ہستیاں آرام و سکون سے رات بسر کرتیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو عامر اپنی بھیڑ بکریوں کو ہانکے ہوئے مکہ مکرمہ میں آجاتا تینوں راتوں میں اس کا معمول ہی رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی دہل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ وہ تھا تو دین کفار پر مگر امین اسرار۔ تھا سواریاں اُس کے حوالے کیں اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ تین رات کے بعد غار ثور کے پاس یہ سواریاں لے کر پہنچ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التہیۃ والتناء نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ گھر کی پھلی جانب کھلنے والی کھڑکی سے نکلے اور جبل ثور کی طرف تشریف لے گئے۔

واقعی نے اپنے شیوخ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی ٹھہرے رہے اور رات کی تاریکی میں غار کی طرف تشریف لے گئے اور ہجرت کا یہ مرحلہ اُس وقت آغاز پذیر ہوا جب کہ صفر کی صرف تین راتیں باقی تھیں۔

## دوسرا باب

### غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب کفار غار کے منہ پر پہنچے تو میں نے عرض کیا اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھے

تو ہمیں غار کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیری ذات اقدس الشرب العزت جل وعلیٰ کی ہو۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں مرقی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار والی رات بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض پیش کی کہ آپ مجھے اجازت فرمائیں پہلے میں غار میں داخل ہوتا ہوں اگر اس میں کوئی تکلیف دہ اور موزی چیز ہو تو اس کی ایذا رسانی اور تکلیف سے آپ محفوظ رہیں اور میری جان آپ پر فدا ہو جائے، آپ نے رخصت دیدی۔ حضرت صدیق اندر داخل ہوئے اور ہاتھوں سے بلوں اور سوراخوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ جہاں کہیں کوئی بل اور سوراخ نظر آیا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس کو بند کر دیتے۔ حتیٰ کہ زائد کپڑے سارے کے سارے ختم ہو گئے اور ابھی ایک سوراخ باقی بچ رہا تھا تو آپ نے اپنی ایڑی اس پر رکھ کر اس کو بند کیا۔ پھر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اندر تشریف لائے۔ صبح ہوئی تو دریافت فرمایا اے ابوبکرؓ تیرے کپڑے کدھر ہیں؟ صورت حال عرض کی۔ آپ نے دست دعا بارگاہ رب قدوس میں بلند کیے اور عرض کیا۔

اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ۔

اے اللہ ابوبکر کو میرے ساتھ میرے مقام میں قیامت کے دن جگہ عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور

ایک دن عمر بن الخطاب (کی زندگی بھر کی طاعات و عبادات) سے بڑھ کر ہے۔  
 رات سے میری مراد ہجرت والی تھی جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے پوشیدہ طور پر نکلے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے کبھی تو آپ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی پیچھے چلتے اور کبھی دائیں جانب تو کسی وقت بائیں جانب۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ابوبکرؓ چلنے کا یہ انداز تم نے کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ آج سے قبل تمہارا ساتھ چلنے کا یہ انداز اور طور طریقہ نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کبھی مجھے یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دشمن کہیں آگے تاک میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے ہو کر اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بناتا ہوں اور کبھی پیچھے سے دشمن کے پہنچ جانے اور گزند پہنچانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے تو پیچھے چلتا ہوں تاکہ جان حقیر کا نذرانہ پیش کر سکوں اور فدیہ دے سکوں اور کبھی دائیں بائیں خطرہ کا فکر دامن گیر ہوتا ہے تو دائیں یا بائیں چلنے لگتا ہوں (جان ایک ہے اور خطرات چاروں طرف لہذا مجبوراً مختلف جہات و اطراف میں چلنا پڑتا ہے)۔

رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ اس رات اقدام مبارکہ کے صدور اور لگے حصّہ کے بل چلتے تھے اور جو تہ مبارک بھی پاؤں میں نہیں تھا حتیٰ کہ پاؤں زخمی ہونے کو تھے اور آبلے پڑنے والے تھے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اٹھایا اور دوڑتے ہوئے غار تک پہنچے۔ اور آپ کو غار کے سامنے کندھوں سے اتارا۔

پھر عرض کی اس ذات اقدس کا واسطہ جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ اتنے وقت تک غار میں داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل ہو کر اطمینان نہ کر لوں۔ اگر کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو مجھے تکلیف و اذیت پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ غار کے اندر گئے اچھی طرح جائزہ لیا۔ جب کوئی چیز نظر نہ آئی تو آپ کو اٹھایا اور غار کے اندر پہنچایا۔ غار کے اندر سوراخ تھے جن میں سانپ اور اڑدے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کہیں اُن سے کوئی چیز نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے لہذا اس کا بند و بست اور سدِ باب یوں کیا کہ اپنا پاؤں وہاں رکھ دیا۔ وہ سانپ اور اڑدے ڈنک مارتے رہے اور نہ ہر آپ کے بدن میں داخل کرتے رہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے مگر پاؤں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی و تسفی دیتے ہوئے فرماتے تھے۔

یا ابا بکر لا تحزن ان الله معنا۔

اے ابوبکر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں یقیناً اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

تب اللہ رب العزت نے طمانیت و سکون اور سکینہ کو ابوبکر صدیق پر نازل فرمایا۔

یہ ہے اُن کی وہ رات (جس کے ساتھ اہل دنیا کی کس رات کو برابر ہی نصیب نہیں ہو سکتی)۔

واقعی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈا اور آپ کی تلاش میں مقدور بھرسی و کوشش کی حتیٰ کہ غار ثور کے قریب جا پہنچے جب غار کے منہ پر عنکبوت کا تار ہوا پرانا جالادیکھا تو کہنے لگے کہ اس غار کے دروازہ پر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا تار عنکبوت موجود ہے۔ (اس میں داخل ہوتے تو یہ کمزور ترین تار فوراً ٹوٹ جاتے)۔ پھر وہیں سے واپس ہو گئے۔

حضرت اسامہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ غار ثور سے ہجرت کے بعد ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ حتیٰ کہ ایک جن کہ مکرمہ کی نجلی جانب سے آیا تو عربی لب و لہجہ میں اشارہ پڑھتا تھا۔ آواز سنائی دیتی تھی مگر اس کا جسم نظر نہیں آتا تھا اور لوگ آواز سن کر پیچھے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ مکہ مبارکہ کے بالائی حصّہ سے باہر نکلا ان اشعار میں سے ایک شعر یہ تھا۔



جزی اللہ رب الناس خیر جزاؤں رفیقین حلا خیمتی ام معبد  
 اللہ تعالیٰ لوگوں کی تربیت و پرورش فرمانے والا اپنی بہترین جزاء اور بدلہ عطا فرمائے ، ان دور نقاد  
 سفر کو جو ام معبد کے دو خیموں میں تشریف فرما ہوئے ۔  
 اس کے علاوہ دوسرے شعرا و باقی قصہ آئندہ سطور میں بالتفصیل مذکور ہوگا ۔

## تیسرا باب

غار ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنیوالے واقعات و حالات  
 ابو الحسن بن البراء فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیس کی رات ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو غار  
 سے نکل کر عازم مدینہ منورہ ہوئے ۔  
 محمد بن سعد نے ذکر فرمایا کہ آپ سووار کی رات ربیع الاول کی چوتھی تاریخ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ  
 روانہ ہوئے ۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں آپ غار ثور میں تین رات قیام فرما رہے اور آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ تھے اور عامر بن نفیرہ اور راستہ کا ماہر راہنما عبداللہ بن اریقظ لیشی تھا ۔ جو کافر تھا اس نے حامل  
 سمندر والاراستہ اختیار کیا ۔

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے زین  
 خرید فرمائی اور اُن سے فرمایا کہ اپنے بیٹے براہ کو حکم دو کہ یہ زین اٹھا کر میرے گھر پہنچائے ۔ انہوں نے کہا  
 نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جب تک تم ہمیں یہ بیان کر دو کہ جب تم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ  
 ہجرت کے دوران نکلے تھے تو تم نے اس وقت کیا کیا اور کیا صورتحال تمہیں درپیش آئی ۔  
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہم رات کے آخری حصہ میں نکلے بقیہ رات چلتے رہے

اور دن بھی ختمی کہ دوپہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تاکہ سایہ دار جگہ تلاش کروں جہاں آرام کر سکیں۔ ناگاہ ایک بڑی چٹان نظر آئی۔ میں اس کی طرف گیا تو اتفاق سے اس کا سایہ میرا آگیا۔ میں نے اُس جگہ کو ہموار کیا اور خُش و خاشاک کو صاف کیا۔ پوسٹین بچائی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ لیٹ جائیں اور آرام فرمائیں۔

میں پھر ماحول کا جائزہ لینے کے لیے نکلا تاکہ دیکھوں کوئی شخص ہماری تلاش میں تو نہیں ہے۔ بھیر بکریوں کے چرواہے پر نظر پڑی۔ میں نے اُس سے دریافت کیا تو کس کا غلام ہے اُس نے کہا فلاں شخص کا میں نے اس کو پہچان لیا۔ میں نے پھر پوچھا تیری بکریوں میں کوئی شیر دار بھی ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کیا مجھے دودھ نکال کر دے گا۔ اس نے کہا بصد شوق۔ میں نے اس کو بکری کے پاؤں قابو کرنے کو کہا پھر کہا کہ اسکے پستان اچھی طرح جھاڑ تاکہ گرد و غبار اور بال وغیرہ جو جھڑ سکتے ہیں جھڑ جائیں۔ جب اُس نے یہ کام مکمل کر لیا تو میں نے اُسے کہا اب ذرا اپنے ہاتھ اچھی طرح جھاڑ۔ اُس نے ہاتھوں کو بھی اچھی طرح جھاڑا اور میرے ساتھ پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا کہ گرد و غبار اور خُش و خاشاک اس کو خراب نہ کرے۔ ادھر غلام نے بڑا پیالہ دودھ کا نکالا۔ میں نے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ وہ دودھ اوپر سے نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا (اور دوپتے وقت اس میں جو حسرت پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی) پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ نوش فرمائیں۔ آپ نے اچھی طرح سیر ہو کر پیانہ ختم کیا کہ میرا دل خوش ہو گیا پھر میں نے عرض کیا اب کوچ کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔

ہم وہاں سے چلے۔ قوم قریش ہمیں تلاش کرنے میں مصروف تھی مگر سوائے سراقہ بن مالک بن جُحُثم کے کوئی شخص ہم تک نہ پہنچا۔ وہ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب قریب پہنچا تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں دھونڈنے والے دشمن پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تحزن ان الله معنا۔

غم نہ کیجئے اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

حتیٰ کہ جب وہ اتنا قریب آگیا کہ اس کے اور ہمارے درمیان تین نیزوں بلکہ دو بلکہ ایک نیزہ کے برابر فاصلہ رہ گیا تو میں نے عرض کیا دشمن تو ہمارے سر پہنچ گیا (اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس مجھے اس قدر بڑھانے لگا کہ) میں رونے لگا۔

آپ نے دریافت فرمایا ابو بکر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم اپنی جان کے لیے نہیں روتا بلکہ آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے اس لیے آنکھوں سے سیلاب اٹک رواں ہو گیا ہے تب



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔  
اللہم اکتفنا بما شئت

اے اللہ ہمیں شر اعداء سے کفایت فرما جیسے بھی چاہے اور تجھے پسند ہو۔  
بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ مبارک سے جو نبی یہ الفاظ نکلے، سراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں سخت ترین پتھر کی زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے کود گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس امر کا یقین رکھتا ہوں کہ یہ حادثہ تمہاری دعا کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ اب دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس پریشانی سے نجات فرمائے۔ میں آپ کے ساتھ عہد کرتا ہوں (کہ خود تکلیف پہنچانے کا ارادہ فاسدہ تو درکنار بخدا جن کو اس راہ آتے دیکھوں گا انہیں بھی باز رکھوں گا۔ اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں آپ کا اس راہ میں فلاں فلاں جگہ میری اونٹنیوں اور بھیڑ بکریوں پر گزرتا ہوگا تو جو بھی ضرورت ہو دودھ کی یا سواری کی وہاں سے لے لینا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور اُس کے لیے دعا نجات و خلاص فرمائی فوراً گھوڑا زمین سے باہر آگیا۔ وہ واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

عبدالرحمن بن مالک مدنی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت سراقہ بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس قریش کے آدمی آئے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کے متعلق ہر اس شخص کے لیے جو ان کو قتل کرے یا قید کر کے لے آئے ہو سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے چنانچہ میں اپنی قوم کی محافل میں سے ایک محفل لے کر اندر بیٹھا تھا کہ کفار کے ایچیوں میں سے ایک شخص میری طرف آیا حتیٰ کہ ہمارے پاس آکھڑا ہوا اور کہا کہ اے سراقہ میں نے ابھی ابھی ساحل سمندر کی جانب چند اشخاص دیکھے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ان کے ساتھی۔

حضرت سراقہ فرماتے ہیں میں نے بھی یقین کر لیا کہ واقعی بات تو اسی طرح ہے لیکن اس کو مغالطہ دینے کے لیے کہا نہیں وہ اشخاص جو تو نے دیکھے وہ فلاں فلاں ہیں جو ابھی ہمارے یہاں سے گزرے ہیں اور گمشدہ شے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نہیں ہیں۔ پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا رہا بعد ازاں اٹھ کر گھر میں داخل ہوا اور اپنی خادمہ سے کہا کہ میرے گھوڑے کو باہر نکالو اور اسے ٹیلے کی ادھڑ میں لے کر گھڑی رہنا۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور گھر کی پھلپھل طرف سے باہر نکلا۔ نیزے کا پھل زمین کی طرف رکھا اور دستہ بھی فضا میں بلند نہ ہونے دیا حتیٰ کہ اپنے گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ جوں ہی اس پر سوار ہوا اس کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر کے قریب جا پہنچا لیکن نیکیاں گھوڑا پھسلا اور میں اُس سے گر پڑا۔ جلدی اسے اٹھا کر ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور فال نکالنے والے تیر نکال



کرفال نکالی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں یا ناکام اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہوں یا نہیں مگر فال میری خواہش کے برعکس نکلی۔ انعام کے لالچ میں فال کے برعکس پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز سنانی دینے لگی آپ تو قرأت و تلاوت میں اس طرح مستغرق و منہمک تھے کہ بالکل دوسری جانب التفات اڑھیاں نہیں فرماتے تھے البتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ ادھر ادھر دیکھتے تھے اور خطرات سے باخبر رہنے کی سعی فرماتے تھے۔ اسی دوران اچانک میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے میں اس کی پشت سے فرش زمین پر آ رہا۔ میں نے اس کو ڈانٹا اور جھڑکا تاکہ پاؤں باہر نکالے چنانچہ اُس نے مشکل سے پاؤں باہر نکالے اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پاؤں نکالنے کے بعد وہاں سے اس قدر غبار بلند ہوا کہ آسمان تک جا پہنچا اور دھوئیں کی طرح سیاہی میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے پھر تیروں کے ساتھ فال نکالی تو میری خواہش پھر پامال ہوتی نظر آئی اور میں اپنے مقصد میں ناکام ہوتا نظر آیا۔ اب کے میں اِسلام کی فرمائش اور فال کے مطابق عمل کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر سے امان کا طلبگار ہوا۔ وہ حضرات بھڑکے میں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں اس امر کا یقین و اعتماد پیدا ہو چکا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غالب اگر رہیں گے (اور دشمن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) الغرض ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے شہید کرنے والے شخص کے لیے اس قدر انعامات مقرر کر رکھے ہیں اور وہ آپ کے متعلق یہ عزائم اور ارادے رکھتے ہیں اور آپ پر اور آپ کے جملہ شرکاء سفر کے لیے زور و راہ لاویں مگر ضروری سازو سامان پیش کیا مگر انہوں نے مجھے اس قسم کی تکلیف نہ دی اور نہ ہی مجھ سے کسی امر کا مطالبہ کیا البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا کہ تو ہمارا معاملہ لوگوں سے مخفی رکھنا اور ان کو ہمارے متعلق اطلاع نہ دینا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ میرے لیے امن و امان کا عہد تحریر فرمادیں۔ آپ نے عامر بن فیرہ کو حکم دیا۔ اس نے چمڑے کے ٹکڑے پر میرے لیے عہد امان لکھا اس کے بعد آپ نے اپنا سفر جاری فرمایا (اور میں وہاں سے واپس ہوا)

زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی دوران ملاقات کی وہ سفر شام سے اہل اسلام تجارت کے قافلہ میں واپس آرہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے زیب تن کرنے کے لیے پیش کیے۔

## چوتھا باب

حضرت ام مبعذ رضی اللہ عنہا کے ہاں سر انبیاء علیہ التَّحیۃ والتَّسْلیم کا نزول اور عظیم معجزہ کا ظہور

ابو مبعذ خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن نفیرہ کی ہمراہی میں اور عبداللہ بن اریقظ کی راہنمائی میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے چلتے ہوئے ام مبعذ خزاعیہ کے خیموں پر گزرے جو کہ بہادر اور دلیہ عورت تھی وہ سردار تھی اور خیموں سے باہر کھلی جگہ میں بیٹھی گدڑے والوں کو کھلنے پینے کا سامان دیتا کرتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھجوروں اور گوشت وغیرہ کے متعلق دریافت فرمایا تاکہ خسر یالیں مگر اس کے ہاں کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی کیونکہ وہ قحط سالی کا شکار تھے اور مسکین و فقیر موچکے تھے۔ اُس نے عرض کیا بخدا ہمارے پاس اگر کوئی شے ہوتی تو مہمان نوازی میں پس و پیش نہ کرتی اور تم سے کوئی شے بچا کر نہ رکھتی۔

سیدنا انس وجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی تو دریافت فرمایا اے ام مبعذ یہ کیسی بکری ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو انتہائی لاغر اور کمزور بکری ہے جو صنعت اور ناتوانی کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ہمراہ نہیں جاسکی۔ آپ نے فرمایا تو اس کا دودھ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ تو دودھ دینے سے رہی (اس کی تو ہڈیوں میں مغز بھی نہیں اور بدن پر گوشت نام کو نہیں دودھ کیسے دے) آپ نے فرمایا مجھے اجازت ہے میں اس کو دودھ لوں اور اس کا دودھ نکال لوں۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو نکال لیں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

امام الانبیاء علیہ التَّحیۃ والتَّسْلیم نے بکری کو اپنے پاس منگوا لیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُس کے پستانوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی اے اللہ ام مبعذ کے لیے اس کی بکری میں برکت عطا فرما۔ ام مبعذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بکری نے فوراً جگالی شروع کر لی۔ پاؤں چوڑے کر لیے اور دودھ سے پستان بھر لیے۔ آپ نے آنا بڑا برتن طلب فرمایا جو ایک جماعت کو کفایت کر سکے چنانچہ اس میں اس قدر قوت و طاقت سے دودھ دوا کہ جھاگ برتن کے منہ تک پہنچا دے۔ پہلے پہل آپ نے حضرت ام مبعذ کو دودھ عطا فرمایا جب وہ اچھی طرح سیراب ہو گئیں تو پھر دوسرے ساتھیوں کو پلایا۔ سب سے آخر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتَّسْلیم نے دودھ نوش فرمایا اور

دوسرے ساتھیوں کو دوبارہ ملایا حتیٰ کہ اور پینے کی گنجائش باقی نہ رہی۔  
دوبارہ پھر اس برتن میں دودھ دوبا اور اسے ام مہربان کے ہاں چھوڑ کر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا  
تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اُن کا خاوند ابو مہربان بڑھی کمزور بد حال بکریاں ہانکے ہوئے آپہنچا جو کہ ضعف اور لاغری  
کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتی تھیں جن کی بڈیوں میں مغز قلیل بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جب اس نے دودھ دیکھا  
تو حیران ہو گیا اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آگیا ہے؟ جو بکری گھر میں تھی وہ تو ریلوے سے (لاغری اور ناتوانی کی وجہ  
سے پیچھے رہ جانے والی تھی اور کوئی شیردار جانور تھا نہیں۔ ام مہربان نے کہا نہیں نہیں بخدا یہ ہماری اسی لاغر اور ضعیف  
نزار بکری کا دودھ ہے۔ ایک مبارک ہستی کا یہاں سے گزر رہا جن کی صفت اور کیفیت ایسی ایسی تھی (انہوں  
نے اپنے شانِ اعجازی اور خداوند قدرت کا کرشمہ دکھاتے ہوئے ہمیں دودھ نکال کر دیا ہے) اس نے کہا  
مجھے تو یہ وہ ہستی معلوم ہوتی ہے جن کے تعاقب میں تسریش دوڑ رہے ہیں۔ ذرا اُن کا حلیہ اور وضع قطع  
تو بیان کیجئے۔

ام مہربان نے کہا میں نے جس ہستی کا شرف دیدار حاصل کیا ان کی چپک دمک نمایاں تھی اور چہرہ انور  
کشادہ اور روشن۔ جسم کے اعضاء مکمل تناسب تھا اور موزونیت کاملہ نہ ان کو سپیٹ کے بڑھ جانے  
کا عیب لاحق تھا اور نہ سر اور گردن کے چھوٹا ہونے کا نقص۔ وہ انتہائی حسین و جمیل تھے انکی آنکھیں سیاہ  
اور موٹی تھیں، اور پلکیں گھنی تھیں اور دراز۔ آواز بلند گرجدار، رنگت سفید آنکھیں سرخیں، بھوئی باریک  
لمبی اور باہم ملی ہوئی، بال سخت سیاہ، گردن مبارک میں طول اور لمبائی، وارھی مبارک گھنی، جب سکوت اور  
خاموشی اختیار کریں تو شان و وقار نمایاں اور جب گفتگو کا آغاز کریں تو سر اقدس اور ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور چہرہ  
اقدس پر رونق و بہار نظر آتی ہے۔ ان کی گفتار پر دئے ہوئے موتی معلوم ہوتے ہیں جو یکے بعد دیگرے نیچے  
گر رہے ہوں۔ باتوں میں شہد کی مٹھاس ہے اور کلام مقصد پر دلالت میں واضح اور غیر ملتبس اور مقصد کی مطابق  
نہ بالکل مختصر اور نہ بہت طویل بے مقصد اور موجب ملال۔ دور سے دیکھیں تو سب سے بلند قامت  
اور خوبصورت اور قریب سے دیکھیں تو سب سے شیریں اور حسین ترین۔ ایسے درمیانہ قد کہ نہ تو دیکھنے والی آنکھ  
ان کو درازی قامت کی وجہ سے عیب لگائے اور نہ کوتاہ قامتی کی وجہ سے آنکھ ان کو حقیر جانے کو یا وہ دوزم و  
نازک شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ ہیں جو اُن دونوں سے دیکھنے میں خوش منظر اور قد و قامت میں حسین  
ترین۔ اُن کے رقص و سفریوں اُن کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد ہالہ جب آپ بات  
کرتے تو رقصا محم کان بن جاتے اور جب حکم دیتے تو اطاعت و امتثال کے لیے ایک دوسرے سے سبقت  
لے جانے کی کوشش کرتے وہ محذوم ہیں اور مطاع جن کی خدمت میں لوگ ہر وقت کمر بستہ کھڑے رہتے



ہیں نہ ترشرو اور تیوری چڑھانے والے اور نہ لوگوں کی طرف سے کم عقلی اور نا سمجھی کا طعنہ سننے والے۔  
ابو معبد نے کہا بخدا یہ وہی قریش کی عداوت اور دشمنی کا نشانہ بننے والی ہستی ہیں جن کو اپنا مقام اللہ رب العزت  
کی طرف بتلادیا گیا اور مرتبہ و درجہ (نبوت) واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر میں آپ کو پالیتا تو اپنے ساتھ رکھنے کا ان  
سے التماس کرتا اور میں جب بھی موقع ملے گا ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

اور صبح کو اہل مکہ نے زمین و آسمان کے درمیان گونجنے والی آواز کو سنا۔ آواز انہیں سنائی دیتی جا رہی  
تھی مگر وہ آواز دینے والا شخص ان کو نظر نہیں آتا تھا وہ شخص دراصل جن تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مدحیہ اشعار اس کی زبان پر تھے، اور وہ یوں کہہ رہا تھا۔

جَزَى اللَّهُ رَبَّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقِينَ حَلًّا خِيَمَتِي أُمِّ مَعْبُدٍ  
لوگوں کا پروردگار جو جزاء کا مالک ہے، بہترین جزاء عطا فرمائے ان دو رفیق سفر مقدس ہمراہیوں  
کو جو ام معبد کے خیموں میں تشریف فرما ہوئے۔

هَذَا نَزَلَ بِالْبَيْتِ وَارْتَحَلَا بِهِ فَأُخْلِحَ مِنْ أُمِّ مَعْبُدٍ مُحَمَّدٍ  
وہ دو نور و احسان کے ساتھ نزول فرما ہوئے اور اسی صورت میں وہاں سے کوچ بھی فرمایا پس  
فلاح پانے والا ہے وہ شخص جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بن گیا۔

فَيَا قُصَيَّ مَا ذَوَى اللَّهِ عَنْكَوْ بِهِ مِنْ فَعَالٍ لَا تَجَاذِي دَسُودَ دِ  
اے آل قصی ان کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم سے کس قدر عظمتوں اور  
برتریوں کو سمیٹ لیا ہے اور ایسے افعال کو جن کی اپنی عظمت کی وجہ سے جزاء نہیں دی جاسکتی۔  
سَلُوا أَخْتَكُمْ عَنْ شَاتِيهَا وَإِنَّا نَهَا

اپنی بہن (ام معبد) سے اس کی لاغر اور ضعیف و نزار بکری کے متعلق دریافت کرو اور برتن کے  
متعلق جو دودھ سے بھر گیا بلکہ خود بکری سے دریافت کرو تو وہ بھی ان کی شان اعلازی اور فیوض  
وبرکات کی گواہی دے گی۔

دَعَاها بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ لَهُ بِصَرَاحٍ ضَرَاةُ الشَّاةِ مُزِيدٍ  
طلب فرمایا ان سے ایسی بکری کو (جو شیردار تو کجا، حاملہ بھی نہیں تھی مگر وہی بکری ان کو حائل  
دودھ دینے لگی اور بکری کی شیردانی جھاگ بہا رہی تھی۔

فَنَادَاهُ رَهْنًا لِدَايِهَا لِحَالِ بِدَيَاتِهَا فِي مَصْدَرٍ ثَوِّ هُوَ دِ  
پس اس دودھ کو اس بکری کا دودھ نکالنے والے کے لیے دوسری بار ام معبد کے پاس چھوڑا،

قوم قریش نے صبح کو دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں موجود نہیں تھے اور وہ ام مہدی کے خیموں کی طرف دوڑے۔

اس ہاتف کے ان اشعار کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں جواب دیا۔  
لقد خاب قوم زال عنهم نبیہم  
وقد س من یسری الیہ دیغندی

یقیناً وہ قوم رسوا ہوئی جن سے ان کا بنی (تنگ آکر) جدا ہو گیا اور پاکیزہ ہوئی وہ قوم جن کے ہاں  
رات کو یادن کو وہ تشریف فرما ہوئے۔

ترحل عن قوم فذالت عقولہم  
وجل علی قوم بنوہ مجدّد

ایک قوم سے انہوں نے رحلت اختیار فرمائی پس اُن کے عقول و افہام زائل ہو گئے اور ایک  
دوسری قوم پر تازہ نور لے کر نازل فرما ہوئے۔

دھل یستوی ضلال قوم تسفہوا  
عنی دھداۃ یقتدون بمہندی

کیا ایک قوم کے گمراہ لوگ جو اندھے ہونے کی وجہ سے بیوقوف بن بیٹھے اور دوسری قوم کے  
ہدایت یافتہ لوگ جو لوگوں کو راہ دکھانے والے ہیں اور عظیم ہدایت یافتہ راہنما کی اقتدا کر نیوالے  
ہیں باہم برابر ہو سکتے ہیں؟

نبی یری مالایری الناس حوالہ  
دیتلو کتاب اللہ فی کل مشہد

وہ ایسے عظیم نبی ہیں جو دیکھتے ہیں اپنے ارد گرد ان امور مخفیہ کو جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ  
سکتے اور ہر جمع و محفل میں اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت کر کے سناتے ہیں۔

دان قال فی یوم مقالة غائب  
فتصدیقہا فی ضحوة الیوم ادغدا

اگر کسی دن غائب امر کے متعلق بات فرمائیں اور خبر دیں تو اس کی تصدیق اس دن چاشت کے  
وقت یا اگلے دن ظاہر ہو جائے گی۔

لیہن آبا بکر سعادة جلدہ  
بصحبتہ، من یسعد اللہ یسعد

مبارک ہو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی نیک بختی اور سعادت مندی حبیب پاک کی صحبت  
اور رفاقت کے ساتھ اور جس کو اللہ تعالیٰ سعادت مند بناتا ہے وہ سعادت مند بن جاتا ہے۔

دیہن بنی کعب مکان فتاتھو  
ومقعدھا للمسلمین بمزید

اور مبارک ہو بنی کعب کے لیے ان کی جواں بہت ہم قوم عورت کا مسلمانوں کی راہ پر موجود

ہونا اور ان کے انتظار میں بیٹھنا۔

ام مبعدر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چار اشخاص ذواؤ ثنیوں پر سوار ہم پر رونما ہوئے۔ میرے پاس اترے میں ایک بکری سرکار دو عالم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی تاکہ اسے ذبح کر کے آپ کو کھلاؤں کیا دیکھتی ہوں کہ وہ دودھ سے بھر پور ہے۔ میں اسے آپ کے قریب لائی آپ نے اس کے پستانوں کو ہاتھ لگایا اور فرمایا اس کو ذبح نہ کرو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور دوسری بکری لا کر ذبح کی اور گوشت پکا کر پیش کیا۔ آپ نے بھی تناول فرمایا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی۔ اور جبنا ان کے دسترخوان میں سما سکتا تھا اور توشتہ دان میں ان کے ہمراہ بھی دیا اور جو ہمارے پاس بچ گیا وہ اتنا تھا جتنا پوری بکری کا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور وہ بکری جس کے تھنوں کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ لگایا تھا اس کی عمر میں وہ برکت پیدا ہوئی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے قحط جس کو عام امادہ کہا جاتا تھا یعنی ہجرت کے اٹھارہویں سال تک صحیح و سالم رہی اور ہم اس زمانہ میں بھی اس کو صبح و شام دودھا کرتے (اور اس کے دودھ سے سیراب ہوا کرتے تھے) جب کہ زمین میں جانوروں کو کوئی شے کھانے کی ملتی ہی نہیں تھی۔

## پانچواں باب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التحیۃ والتنازل کیلئے سفر مدینہ منورہ میں توریہ سے کام لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت فرمائی تو جس سواری پر سوار تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اسی پر اپنے پیچھے بیٹھایا ہوا تھا اور چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف بغرض تجارت آتے جاتے رہتے تھے، اس لیے لوگ آپ کو پہچانتے تھے۔ لہذا جب بھی کسی قوم پر ان کا گذر ہوتا لوگ دریافت کرتے اسے ابوبکر یہ تمہارے آگے کون ہیں؟ تو آپ فرماتے یہ وہ ہستی ہے جو مجھے راہ دکھلاتی ہے عجب

عہ توریہ کہتے ہیں ایسے لفظ کا استعمال کرنا جس کے دو معانی ہوں بیدار و قریب۔ بولنے والا بیدار معنی مراد لیتا ہے اور سننے والا قریب معنی سمجھتا ہے۔ کلام میں کذب بھی لازم نہیں آتا اور اظہار حقیقت جس سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا۔ یہاں حضرت صدیق نے راہ خدا مراد لیا اور سننے والوں نے زمین کی راہ دکھانا سمجھا۔





مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں سے جو مشرف باسلام ہوئے تھے یعنی انصار کی طرف آدمی بھیجا جن میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے۔ وہ بھی دوڑے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا مطاع و حکم ہونے کی حیثیت سے امن کے ساتھ تشریف لائے۔ چنانچہ آپ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دن سے زیادہ کوئی دن روشن ترین اور حسین ترین نہیں دیکھا جس دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے وہ فرماتے ہیں میں آپ کے وقت وصال میں بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے وصال کے دن جیسا تاریک ترین اور بھیانک کوئی دن نہیں دیکھا۔

## چھٹا باب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستہ میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرما،

ان کے نام سے نیک فال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجا لانا

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کسی شے سے بد فال نہیں لیتے تھے البتہ نیک فال ضرور لیتے اور جب قریش نے آپ کو گرفتار کر کے (انکے حوالے کرنے والے کے لیے انعام مقرر کر رکھا تھا۔ تو بریدہ اپنی قوم بنی سہم کے ستر سواروں کے ہمراہ سوار ہو کر اپنے گھر سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔ آپ نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہمارا معاملہ حرارت و گرمی اور شدت و حدت سے محفوظ ہو گیا بلکہ سرد اور خشک ہو گیا۔ پھر استفسار فرمایا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں تو آپ نے فرمایا اسے ابوبکر سہم سلامتی میں ہیں۔ پھر پوچھا قبیلہ اسلم میں سے کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا بنی سہم سے تو آپ نے حضرت صدیق سے فرمایا تمہارا حصہ اور نصیبہ کُل آیا۔ حضرت بریدہ نے عرض کیا آپ کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا میں محمد بن عبد اللہ ہوں اللہ تعالیٰ کا رسول اور برگزیدہ بندہ۔ تو بریدہ نے عرض کیا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ۔

رہے اور سوالات کا جواب دیتے رہے۔

## آٹھواں باب

اُس دن کا بیان جس میں رحمتہ عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے  
نہری کہتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء سوموار کے دن بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں  
تشریف فرما ہوئے۔

حش صنائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء کی ولادت  
باسعادت سوموار کو ہوئی۔ آپ کو منصب نبوت و رسالت بھی سوموار کو سونپا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا  
گیا اور حبشہ اسود کو اپنی جگہ پر نصب بھی آپ نے سوموار کو کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی  
اسی دن فرمائی اور مدینہ منورہ کو قدم میمنت لازم سے مشرف بھی اسی دن فرمایا اور آپ نے اسی سوموار کے دن محال  
پایا۔ بارگاہ خداوندی کی طرف سے آپ کو بلاوا اسی دن آیا اور عالم جاودانی میں قدم رکھا تو سوموار کا ہی دن تھا۔

## نواں باب

اس مکان رفعت مقام کا بیان جس میں سرور انبیاء علیہ التحیۃ والتناء مدینہ منورہ

تشریف آوری کی وقت قیام فرما ہوئے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میں مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ  
طیبہ پہنچے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ کچھ پیدل اور کچھ اونٹوں پر سوار تھے اور خدام و صبیان  
راستوں میں دوڑ رہے تھے اور پکار رہے تھے۔ اللہ اکبر جاوید رسول اللہ جاوید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ اکبر  
رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء تشریف لائے۔ محمد (خدا و خلق کے نزدیک قابل حمد و ثناء) تشریف لائے اہل مدینہ



نے باہم اختلاف و نزاع کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے ہاں اور کس جگہ قیام فرما ہوں۔  
امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آج رات تو بنی النجار کا مہمان ہوں گا جو کہ حضرت عبد المطلب  
کے ماموں (بنتھیل) ہیں۔ کیونکہ حضرت ہاشم نے وہاں شادی کی اور ان کے ہاں حضرت عبد المطلب متولد ہوئے  
تاکہ ان کو میری میزبانی کی وجہ سے کرامت و عزت حاصل ہو۔

اور جب صبح ہوئی تو جہاں سرکارِ دو عالم کو حکم دیا گیا وہاں پڑاؤ ڈالا۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذرا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو

بن عوف کے ہاں قیام فرما ہوئے۔  
ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوٰت کلتوم بن الہدم کے ہاں قیام  
فرما ہوئے جو کہ بنی عمرو بن عوف سے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سعد بن خثیمہ کے ہاں قیام فرما ہوئے کیونکہ  
وہ غیر شادی شدہ تھے اور بیوی بچے نہیں تھے (لہذا وہاں آپ کے قیام فرمانے سے بارگاہِ اقدس میں حاضری  
دینے والے ان کے لیے موجبِ کلفت نہیں بن سکتے تھے) چنانچہ آپ نے وہاں قیام میں سو مواریس جمعرات  
تک قیام فرمایا۔ پھر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور جمعہ کے دن وہاں سے کوچ فرمایا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ  
نے وہاں دس دن سے بھی زیادہ قیام فرمایا۔

پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی مہار کو اس کی گردن پر ڈال دیا۔ جہاں سے بھی آپ کی سواری  
گذرتی اس جگہ والوں کی دلی تمنا ہوتی کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمادیں چنانچہ وہ عرض کرتے۔

مَعْلَمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى الْعِدَدِ وَالْعِدَّةِ  
”آپ ایسے خدام کے مہمان نہیں جو عدد و شمار میں بھی کثیر ہیں اور ساز و سامان کے اعتبار سے بھی“  
سرورِ انبیاء علیہ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ فرماتے۔

خَلُّوا زَمَانَهَا فَاَنْهَا مَامُورَةٌ۔

”اس کی مہار چھوڑ دو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔“  
(اور جہاں کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہیں پڑاؤ ڈالے گی۔ دوسری جگہ اس کو نہیں بٹھایا جاسکتا) الغرض قصراً  
چل رہی تھی اور لوگ دیکھ رہے تھے کہ کس کا مقدر چمکتا ہے اور کون ان سعادتمندوں سے بہرہ ور ہوتا ہے حتیٰ کہ  
دو پہلے پہل اس جگہ بٹھی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس کے دروازہ والی جگہ پر بیٹھی اس وقت وہاں کھجوریں سکھانے  
کا کھدیان تھا۔ آپ اس پر سے نہیں اترے تھے وہ فوراً تیزی کے ساتھ اٹھی اور تھوڑی دور جا کر پھر اپنی پہلی  
نشہ گاہ کی طرف لوٹ آئی اور اس میں بیٹھ گئی اور اپنے حلقوم کو زمین پر رکھ دیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس

کی پشت سے اترے اور حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا ساز و سامان اٹھا کر اپنی منزل میں رکھا اور جب تک مسجد شریف اور اس کے گرد حجرات مبارکہ تیار ہوئے آپ وہیں قیام فرما رہے۔  
واقعی اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطے سے ناقل ہیں کہ جب ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے پہل بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا۔ جب جمعہ کے دن سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو آپ نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہوئے اور مہاجرین و انصار آپ کے دائیں بائیں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انصار کے گھروں میں سے جس گھر کے قریب سے آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرتا تو وہ آپ سے عرض کرتے۔

مَعْلَمٌ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِلَى الْقُوَّةِ وَالْمُنْقَه - یا رسول اس گھر میں قدم رنجہ فرمائیں جو کہ قوت و طاقت والا گھر ہے اور دشمنوں اور بدخواہوں سے حفاظت کرنے والا۔ آپ ان کو دعا و خیر سے نوازتے اور فرماتے میری سواری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔

آپ کی اونٹنی مبارک چلتی ہوئی مسجد شریف کے قریب بیٹھ گئی۔ حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ آئے۔ پالان اور دیگر ساز و سامان آمارا اور اپنے گھر میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ المراد مع رحله۔ آدمی اپنے پالان اور سامان کے ساتھ ہوتا ہے یعنی میں ابوالیوب کا مہمان ہوں۔

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اونٹنی کو وہ لے گئے تاکہ اس کی خدمت کریں چنانچہ وہ انہی کے پاس موجود رہی۔

اور ہرات تین یا چار آدمی باری باری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے در اقدس پر پہرہ دیتے تھے یہاں تک کہ آپ اس منزل سے اپنی منازل کی طرف منتقل ہوئے۔ اور حضرت ابوالیوب کے ہاں آپ کا قیام سات ماہ تک رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خارجه رضی اللہ عنہ اور البراق رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور پانچ صد درہم دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وہ دونوں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور آپ کی بیوی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لے آئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی۔ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت صدیق کے اہل و عیال کو جن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ہمراہ لائے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے ان کو جاریہ بن سلمان کے گھر میں بٹھرایا۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں۔ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلثوم بن ہم کے ہاں قیام فرمایا اور سعد بن خثیمہ کی منزل میں بھی جو منزل غراب کہا جاتا تھا، قیام فرماتے اور لوگوں کے

ساتھ بات چیت اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ وہاں قائم کیا جاتا۔ قیاس سے مدینہ طیبہ کے ارادہ پر آپ جمعہ کے دن نکلے اور منار جمعہ بنی سالم میں ادا فرمائی اور یہ پہلا جمعہ تھا جو رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰت نے اہل اسلام میں ادا فرمایا۔

## دسواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے۔ وہ آپ کی تشریف آوری پر فرحت و مسرت کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کی بچیوں کے پاس سے گذرے جو گارہی بھٹیں۔

فمن جوار من بنی النجار وجبذا محمد من جابر

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں اور مبارک ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پڑوسی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اظہار عقیدت کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور تم میرے الطاف و عنایات کا مرکز اولین ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آفتاب نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق مدینہ منورہ پر طلوع فرمایا تو غور میں بیچے بچیاں یہ اشعار گارہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیاات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع ہم پر بذر منیر و داع کی گھاٹیوں سے طلوع فرما ہوا اللہ اہم پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرنا واجب و لازم ہے۔ جب تک کوئی بھی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ادائی شکر فرض ہے۔



## گیارہواں باب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ جوق و جوق آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں بھی ان کی حاضری دینے والوں میں شامل تھا جب میں نے آپ کے چہرہ اقدس کو دیکھا تو دل میں یہ اعتقاد اور یقین راسخ پیدا ہو گیا کہ یہ چہرہ انور جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی رونق اور تروتازگی و درخشندگی اور نورانیت اس امر کی شاہد عدل ہے کہ اس سے کبھی کذب اور غلط بیانی صادر نہیں ہو سکتی۔

میں نے اس موقع پر آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! باہم سلام و دعا کو عام کرو اور پھسلادو صلہ رحمی کرو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کی تاریکی میں اللہ رب العزت کی بارگاہ بے نیاز میں سر نیاز اور جہین نیاز جھکاؤ جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں مبتلا ہوں۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

## بارہواں باب

مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوند تبارک تعالیٰ میں عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں اُس برکت کی نسبت دو چند برکت عطا فرما جو تو نے مکہ مبارکہ کو عطا فرمائی ہے۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت فرمایا ہے۔  
مسلم شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”مدینہ منورہ کی شدت و عظمت، تکلیف اور دشواری پر جو شخص صبر کرے گا اور محض میرے جوار و قرب کی خاطر سب کچھ برفضا و رغبت برداشت کر لے گا، میں قیامت کے دن اس کا شفع ہوں گا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جس میں استطاعت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں (قیام پذیر رہے اور بالآخر یہیں) فوت ہو تو ضرور بالفور اسے یہیں رہ کر نماز پڑھے کیونکہ جو شخص میرے مدینہ میں فوت ہو گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوات نے ارشاد فرمایا مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے روزے رکھنا اتنے احسن و ثواب کا موجب ہے جتنا کہ دوسرے مقامات پر ہزار مہینہ کے روزے رکھنا اور مدینہ منورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کی فضیلت اتنی ہے جتنی کہ دوسرے مقامات پر ہزار نماز ادا کرنے کی۔

حضرت ابو ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا غبار المدینہ شفاء من الجذام۔ مدینہ طیبہ کی خاک پاک جذام اور کوڑھ کے لیے موجب شفا ہے۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کے لیے بمنزلہ قلب کے ہے اور حلال و حرام کے درمیان حد فاصل اور موجب امتیاز ہے۔

## تیرھواں باب

### تعمیر و بناء مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی عمر و بن عوف میں دس اور بیس راتوں کے درمیان ٹھہرے۔ اور وہیں مسجد تبا کی بنیاد رکھی جس کے متعلق قرآن مجید نے گواہی دی ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے اور اسی میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چلے حتیٰ کہ آپ کی سواری مسجد نبوی کے دروازہ (والی جگہ) پر بیٹھ گئی۔ اس جگہ بھی اہل اسلام میں سے چند آدمی نماز پڑھتے تھے اور اس جگہ اسعد بن زرارہ کی زیر کفالت تربیت پانے والے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کا کھجوریں کھانے



کا کلیان ہوتا تھا جب آپ کی سواری یہاں پر بیٹھی تو آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی ہماری منزل ہوگی پھر آپ نے سہل اور سہیل کو بلایا اور ان سے کلیان والی جگہ کا سودا کرنے کا حکم فرمایا تاکہ آپ اس کو مسجد بنائیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو یہ جگہ مہرب کر تے ہیں اور اس کی قیمت لینے کے بجائے اجر آخرت اور ثواب اخروی حاصل کریں گے پھر آپ نے اس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ آپ بھی کچی اینٹیں اٹھا اٹھا کرتے تھے اور زبان اقدس پر یہ کلام جاری تھا۔

هذا الحمال لاحمال خيبر - هذا ابرو دينا واطهر -

بار برداری اور محنت و مشقت جو بار آور اور قحط خیز ہے وہ تو یہی ہے نہ کہ خیبر سے کھجوریں وغیرہ کا بلوچ اٹھانا اسے رب ہمارے کام میں بر اور نیکی زیادہ ہے اور پاکیزگی و طہارت بھی۔

اللهم ان الحير خير الاخرة - فاغفر الانصار والمهاجرة -

اے اللہ خیر و برکت تو صرف آخرت کی خیر و برکت ہے پس انصار و مہاجرین کے لیے رحم و مغفرت فرما حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف والے قبیلہ میں تشریف فرما ہوئے چودہ دن آپ نے وہاں قیام فرمایا پھر بنی النجار کی طرف آدمی بھیجا وہ لواریں لے کر اور مسلح ہو کر حاضر ہو گئے میں اس منظر کو اب بھی اپنے آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری پر سوار ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار ہیں اور بنی النجار کی جماعت آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے چل رہے تھے حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے نزول فرمایا۔ قبل ازیں آپ نے مسجد میں نماز کا التزام نہ فرمایا بلکہ جہاں بھی وقت ہو گیا نماز پڑھ لی خواہ بھیڑ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہی کیوں نہ ہو یہاں آپ نے مسجد تعمیر کر لیا حکم دیا۔ اور مسجد کے لیے زمین حاصل کرنے کی خاطر بنو النجار کی طرف آدمی بھیجا اور فرمایا اپنا یہ باغیچہ مجھے قیمتاً دیدو انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ہم آپ سے دنیا میں اس کی قیمت وصول نہیں کرتے بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی صورت میں قیمت وصول کر لیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جگہ کی صورت حال یہ تھی کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں کہیں ٹیلے اور ڈھیر کہیں نشیب اور گڑھے اور کھجوروں کے درخت بھی تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں وغیرہ وہاں سے نکال دی جائیں اور نشیب و فراز کو ہموار کر دیا جائے اور کھجوریں کاٹ دی جائیں کھجور کے تنے قبلہ کی جانب رکھ کر دیوار کی شکل بنادی گئی اور دروازہ کی دونوں جانب پتھر کے ستون کھڑے کیے گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور وہ بجز بھی پڑھتے جا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



بھی ان کے ساتھ شریک عمل تھے اور آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات طیبات تھے۔

اللہم لا خیر الا خیر الاخرہ ناغفر لانا و لانا و المہاجرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد نبوی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس میں اپنے دورِ خلافت میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کی توسیع کی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا و تعمیر کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے اس کی تعمیر کی اور اس کے ستون بھی کھجور کے تنے ہی کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کی توسیع بھی فرمائی اور اس کی تعمیر میں تبدیلی بھی فرمائی جب کہ امام بخاری نے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے منقوش پتھروں اور چوڑے کے ساتھ دیواروں کی چٹائی کی۔ ستون بھی نقش و نگار والے پتھروں کے ساتھ تعمیر کیے اور ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

## چودھواں باب

### مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کے لیے سواریوں پر پالان نہ باندھے جائیں صرف تین مساجد کے لیے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ اور میری مسجد میں نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ہے۔

حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قائد مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ترین ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آپ کے الفاظ مبارکہ مسجدی ہذا میری یہ مسجد میں اس امر پر واضح دلالت موجود ہے کہ یہ فضیلت و برتری اس مقدس خطہ کو حاصل ہے جو سرور انبیاء علیہ القیۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں مسجد ہوئے

کے شرف سے مشرف تھا وہ نہیں جو بعد میں اس کے اندر شامل کیا گیا ہے۔  
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے کہ دو آدمیوں میں یہ اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا  
کہ وہ مسجد اقدس جس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے کون سی ہے۔ ایک نے کہا وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے  
نے کہا، وہ مسجد نبوی ہے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں جب صورتحال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا وہ میری یہ  
مسجد ہے۔ یہ روایت مسلم شریف میں ہے۔

## پندرھواں باب

سُرر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف اور حرمِ سر کی درمیانی جگہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الثقلین علیہ السلام نے فرمایا میرے گھر اور میرے  
منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (رواہ البخاری و المسلم)  
حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوبِ خدا علیہ التیمۃ والثناء نے فرمایا  
میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض یعنی حوضِ  
کوثر پر ہے۔ (رواہ البخاری و المسلم)  
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حجرہ

عہ فائدہ جلیلہ۔ یہی تصریح امام نووی نے شرح مسلم جلد اول میں فرمائی ہے لیکن ابن تیمیہ اور محب طبری کا  
تعمار یہ ہے کہ بعد میں جو اضافہ کیا گیا یہ اجر و ثواب اس میں بھی ثابت ہے جیسا کہ روایت میں موجود ہے کہ اگر اس مسجد کو صنوبر و یمن تک  
بڑھا دیا جائے تو بھی وہ میری مسجد ہوگی۔ اور محب طبری نے امام نووی علیہ الرحمہ کا اس قول سے رجوع بھی نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے  
لمعات میں فرمایا کہ جبہور کے نزدیک تعمیر یہی ہے کہ اجر و ثواب اس حصہ میں بھی اتنا ہی ہے جو بعد میں بڑھایا گیا جتنا کہ زمانہ نبوی میں موجود  
مسجد شریف کے اندر اجر و ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۹ اقول۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر اقدس  
میں جو حصہ موجود تھا اس کا شرف لامحالہ زائد ہے اور کیفیت کے لحاظ سے وہاں کا اجر و ثواب بعد میں اضافہ کیے ہوئے حصہ سے بہر حال  
مختلف ہے اگرچہ کمیت کے لحاظ سے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ خافہم و تدبر۔

مبارکہ اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے ٹیلوں اور بلند مقامات میں سے ایک سرسبز و شاداب ٹیلہ پر ہے اور میرے منبر اور حضرت عائشہ کے حجرہ کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

## سولہواں باب

### سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے مساکن و بیوت کا ذکر

محمد بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے مالک بن ابی الرجاد سے دریافت کیا کہ ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم کے منازل و مساکن کہاں تھے تو اس نے مجھے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے اپنی ماں کے حوالہ سے بتایا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سارے گھر مسجد نبوی میں منبر شریف کے بالمقابل نماز پڑھنے والے کی بائیں جانب پڑتے تھے یعنی سمت مشرق میں اور جب زینت بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی منزل میں ٹھہرایا۔

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ عارضہ بن نعمان کے مکانات مسجد شریف کے قریب تھے اور اس کے ارد گرد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو اپنی زوجیت کا شرف بخشے اور اہل خانہ بناتے تو حضرت عارضہ آپ کے لیے مکان خالی کر دیتے حتیٰ کہ ان کے سارے مکانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کی ملک میں آگئے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور حضرت صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے وراثہ نے ان کا مکان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا مکان ایک لاکھ اسی ہزار درہم کے بدلے اور ایک قول کے مطابق صرف اسی ہزار درہم کے بدلے فروخت کیا تھا اور ان کو تالیست اس میں رہنے کی اجازت دے دی۔ جب مال ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس مجلس میں ہی اس کو راہِ خدا میں بانٹ دیا اور جب تک اسے صدقہ نہ کر دیا اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔



اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُن کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے وہ مکان خرید لیا اور تازیت اس میں رہائش کے لیے بھی عرض کیا۔ جب قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جو کہ پانچ اذنیوں پر لدا ہوا ساز و سامان تھا تو آپ نے اس کو فوراً فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ عرض کیا گیا کم از کم ایک درہم تو بچا لیتیں۔ فرمایا اگر اس وقت یاد دلاتے تو رکھ لیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا مکان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بطور ورثہ ملا انہوں نے اس پر کوئی قیمت وصول نہ فرمائی اور اسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر ہندلی نے بتایا کہ میں نے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازداجہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو دیکھا جبکہ ان کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مدینہ منورہ پر ولید بن عبد الملک کی طرف سے امیر تھے، نے شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کیا۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھیں اور حویلی کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی۔ اور وہ مجموعی طور پر نو مکان تھے بمعہ حویلیوں کے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا مکان بھی دیکھا جس کی دیواریں اور حویلی دونوں کچی اینٹوں سے تیار کی گئی تھیں۔

محمد بن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومتہ الجندل پر چڑھائی فرمائی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دوران اپنی حویلی کچی اینٹوں سے تیار کرائی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ کیسی تعمیر دینا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لیے اور اعلیٰ درجہ کاستر پر وہ حاصل کرنے کے لیے کھجور کی شاخوں کی بجائے اینٹیں استعمال کی ہیں تو آپ نے فرمایا مرد مسلم کے مال استعمال ہونے کے بدترین مصارف میں سے بناء تعمیر ہے۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے حجرے اور حویلیاں دیکھیں جو کہ کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھیں اور ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے بوڑھے ٹکے ہوئے تھے اور جب ولید بن عبد الملک کا خط وہاں پہنچا اور اس کو پڑھا جا رہا تھا میں اس وقت بھی موجود تھا۔ جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقدس حجرات کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے تو میں نے اس دن میں لوگوں کو جس قدر روئے اور آئسوہاتے دیکھا اس قدر کبھی بھی روئے نہیں دیکھا۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے سعید بن مسیب کو فرماتے ہوئے سنا بخدا مجھے تو یہی امر مرغوب و پسندیدہ تھا کہ اُن حجرات مبارکہ کو اسی حالت پر رکھا جاتا حتیٰ کہ اہل مدینہ کی نئی نسل اور باہر سے آنے والے لوگ ان کو دیکھتے اور نکاشتر و تفاخر سے گریز کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اختیار کی تقلید و اتباع کرتے۔

## سترھواں باب

سرر انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میرا صحابہ کا محبوب و مرغوب بنادے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو وہ دباؤں کا گھر تھا چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے جب تپ کی حدت اور شدت زور پکڑتی تو آپ فرماتے ۔

کل امرء مصعب فی اہله  
ہر شخص اپنے گھر میں دعائیں دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی صبح بالغیر کرے اور حال یہ ہے کہ موت اس کے جوتی کے تہ سے بھی زیادہ قریب ہے ۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپ چڑھتا اور اس کی شدت بڑھ جاتی تو فرماتے ۔

الا لیت شعری هل ابین لیلۃ  
بواہی و حولی اذخر و جلیل  
وہل اردن یوما حیاة مجنة  
وہل یبدون لی شامة و طفیل

اگاہ رہو اور غور سے سنو ۔ اسے کاش میری سمجھ موجود ہوتی اور مجھے میری عقل و فہم بتائی کہ میں کوئی رات بسر کروں گا اس وادی میں جہاں میرے ارد گرد اذخر (سرخٹے کی طرح خوشبودار پودا) اور جلیل (ضعیف و کمزور نباتات) ہوں اور آیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ ہوں گے ۔

اسے اللہ عقیبہ بن ربیعہ اور شعیبہ بن ربیعہ پر اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما جس طرح انہوں نے ہم کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت مشاہدہ کی تو دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمیں مدینہ محبوب بنادے جیسے کہ مکہ مکرمہ محبوب بنایا بلکہ اس نے بھی زیادہ ۔ اے اللہ اس کو ہمارے لیے مقام صحت و عافیت بنادے اور اس کے صارع (پیمانہ جس کی مقدار تقریباً چار سیر ہے) اور مسد (پیمانہ بمقدار ایک سیر) میں ہمارے لیے برکت پیدا فرما اور اس کی دباؤ اور تپ کو جحفہ کی طرف منتقل فرما پچھ

عہ فائدہ ۔ جحفہ میں یہود رہتے تھے جو بدترین دشمن اسلام تھے اس لیے دباؤ کو ادھر منتقل فرمانے کی دعا کی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مدینہ منورہ صحت افزا مقام بن گیا اور جحفہ دباؤں کا گھر ۔

## اٹھارھواں باب

امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت اللہ کی طرف نماز ہی میں شروع فرمانا

حضرت برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ پھر کعبہ مبارکہ کی طرف منہ کرنے  
منہ پھیرنے کا حکم دیا گیا۔  
اور بیت اللہ شریف کی طرف

## انیسواں باب

تحويل قبلہ کے وقت کا بیان

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ام لہر بنت برابر بن معرور رضی اللہ عنہا کے پاس بنی سلمہ میں پندرہ شعبان بروز منگل تشریف لے گئے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے صبح کا کھانا وہاں تناول فرمایا۔ ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور عین نماز کی حالت میں آپ کو بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور کعبہ مبارکہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا لہذا آپ اس طرف متوجہ ہو گئے اور صحابہ کی صفیں بھی آپ کے پیچھے اسی طرف متوجہ ہو گئیں اور اتمام نماز بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونے کے بعد ہوا تو اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا گیا۔

واقعی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ تحويل نصف رجب بروز سوموار ہجرت کے سترھویں مہینہ میں پیش آیا۔ اور سدی کہتے ہیں کہ ہجرت کے اٹھارہویں مہینہ میں پیش آیا۔

## بیسواں باب

فرضہ رمضان کے نزول کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی کے ایک ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضیہ زکوٰۃ نازل ہونے سے قبل صدقہ فطر کا حکم دیا۔



## ابواب المعجزات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت طیبہ بیٹ مبارکہ اور چال ڈھال عقلمند لوگوں کو آپ کی صداقت و حقانیت کی طرف رہنمائی کرتی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے چہرہ مصطفیٰ علیہ التبیۃ والتناور کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے۔

اور جس شخص نے بھی آپ کی گفتگو سنی اور آپ کے اخلاق عظیمہ کا مشاہدہ کیا اس کے دل میں آپ کی نبوت و رسالت کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بچپن ہی سے آپ صدق و امانت کے ساتھ معروف اور حسن اخلاق اور بندگی کردار کے ساتھ مشہور تھے

قیصر روم نے ابوسفیان کے ساتھ ہونے والے مکالمہ میں کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کے ساتھ تو جھوٹ نہ بولیں لیکن اللہ رب العزت پر جھوٹ بولیں اور اس کی طرف سے نبوت و رسالت نہ ملنے کے باوجود دعویٰ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی و رسول بنایا ہے۔

اور اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت اور براہین رسالت کے طور پر چند بڑے بڑے معجزات مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## باب اول

### قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان

زمانہ موسیٰ کلیم علیہ السلام میں سحر کاری اور جادو گری عام تھی تو انہوں نے بھی اسی طرح کے معجزات ظاہر فرمائے کبھی عصا کو میدان میں پھینک کر اژدھا بنا دیا اور کبھی پانی کی موجوں کو منہ کر کے خشک راستے پیدا کیے اور بنی اسرائیل کو خشک پاؤں دہاں سے گذار دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں جب طب کا دور دورہ تھا تو انہوں نے اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے جن میں اطباء زمان عاجز تھے کبھی مردوں کو زندہ فرمایا اور کبھی مادر زاد اندھوں کو بینائی سے بہرہ ور فرمایا۔

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں چونکہ فصاحت و بلاغت عروج پر تھی فن شعر اور اسالیب نظم و نثر میں لوگوں کو مہارت تامہ حاصل تھی لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سامنے تشرانِ حکیم کا معجزہ ظاہر فرمایا۔

قرآن مجید کئی وجوہ سے معجزہ ہے اور وجوہ اعجاز یہ ہیں۔  
**اول۔** قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہونا با اعتبار ایجاز کے ایک ہی مقصود و مطلوب کو کہیں طویل عبارت سے ادا کیا گیا ہے اور کہیں بالکل مختصر نظم میں لیکن پورا مقصد اس مختصر عبارت میں سمیٹ دیا گیا ہے اور احتمال خلل کو قطعاً ختم کر دیا گیا ہے۔

**دوم۔** کلمات عرب کے اصول یعنی حروف تہجی سے مؤلفہ و مرکب ہونے کے باوجود ان کے اسالیب نثر سے جدا انداز ناپتایا گیا ہے اور اوزان اشعار سے بھی کلی اجتناب کیا گیا ہے۔

اور انہی دو وجہوں کی بنا پر سارے اہل عرب کو مقابلہ کی دعوت دی اور وہ عاجز آگئے حیرت زدہ ہو گئے اور اُس کے فضل و تفوق اور بلند مقام اور رفعت شان کے معترف ہو گئے حتیٰ کہ ولید بن مغیرہ نے کہا بخدا بیشک اس میں مٹھاس ہے اور اس پر تردید تازی اور رنق و بہار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کی ایک جماعت باہم مل کر بیٹھے۔ ولید سب سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے کہا موسم حج قریب آ پہنچا ہے اور لوگ دور دراز سے وفود کی صورت میں تمہارے پاس پہنچیں گے اور انہوں نے تمہاری قوم کے دعویدار نبوت (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سن رکھا ہے لہذا اُن کے متعلق متفقہ فیصلہ کر لو تاکہ جو بھی پوچھے اس کو متفقہ جواب دو اور ایک دوسرے کی تکذیب و تردید ہی نہ کرتے رہ جاؤ۔

انہوں نے کہا تو ہی بتلا اور کوئی صحیح نظریہ و عقیدہ تجویز کر دے جس کو ہم لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اُس نے کہا نہیں تم سوچ کر بتاؤ میں سنوں گا اور فیصلہ دوں گا۔  
 انہوں نے کہا ہم کا ہن ہونے کا الزام عائد کریں گے۔

اُس نے کہا وہ کاہن نہیں ہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے اُن کے کلمات سنے ہیں اُن میں نہ کاہنوں والا رمز مرہ اور لب و لہجہ ہے اور نہ اُن کی طرح سحر کاری و عیاری۔

وہ بولے ہم مجنوں ہونے کا طعن دیں گے۔  
 اس نے کہا وہ مجنوں بھی نہیں ہیں ہم نے جنوں میں مبتلا لوگوں کو دیکھا ہوا ہے اور اس کو اچھی طرح جانتے  
 ہیں یہ ان کو گلے کی بندش درپیش ہوتی ہے اور نہ مجنوں کی طرح اضطراب و بے سکونی اور نہ ہی وساوس  
 و اوہام۔ انہوں نے کہا ہم ان کے شاعر ہونے کا چرچا کریں گے۔  
 اس نے کہا وہ شاعر نہیں ہیں ہم شعر کے جملہ اقسام رجز و ہزج کو جانتے ہیں اور قرض و مقبوض کو اور  
 مبسوط کو پہچانتے ہیں ان کا کلام شعر نہیں ہے۔

انہوں نے کہا ہم ساحر ہونے کا عیب لگائیں گے۔  
 اس نے کہا حقیقت تو یہی ہے کہ وہ ساحر بھی نہیں ہیں ہم نے ساحروں کو دیکھا اور ان کی سحر کاریوں  
 کو یہ نہ ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور تعویذ گنڈا۔  
 انہوں نے کہا تو تم ہی بتلاؤ اے ابو عبد الشمس؟

اس نے کہا بخدا ان کی باتوں میں شہد کی سی مٹھاس ہے۔ ان کا کلام (اس درخت کی مانند ہے جس کا  
 اصل تر و تازہ ہے اور فرع او شاخیں پھل دار تم ان الزامات و انتہامات میں سے جو بھی الزام و انتہام ان پر  
 عائد کرو ہر کوئی اُس کے جھوٹ کو واضح طور پر محسوس کر لے گا۔  
 اگر کوئی بہتان قبولیت کے قریب ہو سکتا ہے تو وہ ساحر ہونے کا ہے۔ لہذا تم یہی کہنا کہ وہ (نور بالہ)  
 جادوگر ہیں جو خاند کو بیوی سے جدا کرتے ہیں اور بھائی کو بھائی سے تباہ وہ مجلس کفر برخواست ہوئی اور بھی  
 اٹھ کر چلے گئے۔

نضر بن حارث بن کلاء کہتے تھے اے جماعت قریش تم ایک ایسی مشکل آپڑی ہے کہ تم آج تک ایسی  
 مشکل میں کبھی مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ساحر و کاہن ہیں اور نہ  
 شاعر و مجنوں ہیں۔

عقہ بن ربیعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس پر کلام مجید کی یہ  
 آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ ﴿حَوَّٰتِ زَبٰیْلٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ (الاحقاف: ۱۷) انذار تک صاعقہ۔ تعقیبہ  
 نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو رحم و قربت کا واسطہ دے کر رکنے کے متعلق عرض کیا اور  
 اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا مجھے اس امر کا خوف لاحق ہو چلا تھا کہ کہیں ابھی عذاب نازل ہی نہ ہو جائے  
 اور ہمیں تباہ و برباد نہ کر دیا جائے۔

مصنف (ابن حزمی) فرماتے ہیں جب وہ قرآن مجید اور فرقان حمید کو سن کر متحیر ہو گئے اور دہشت زدہ اور



مربط ہوئے قرآن مقدس نے اُن کے مثل قرآن بلکہ اس کی سورتوں میں سے سب سے مختصر ترین سورۃ کی مثل سے بھی عاجز ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ فاتوا بسورۃ من مثله (الی) فان لم تفعلوا دلن تفعلوا۔ (ادیتہ) قرآن کی سورتوں میں سے مختصر ترین سورت کی مانند کوئی سورت بناؤ اور اپنے محبوبانِ باطلہ کو بھی بلاؤ اور اگر اس کی مثل نہ لاسکو اور ہرگز نہیں لاسکو گے تو اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کا ایندھن انسانی گوشت پوست اور پتھر ہے وہ کفار و مشرکین اور معاندین حق کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور یہ امر واضح ہے اور ہر ایک کو معلوم کہ نفوس منکرین و متکبرین کو جب اس طرح کی چوڑ کی جائے تو وہ مقابلہ میں پوری طاقت و قوت صرف کر دیتے ہیں لیکن کفار و مشرکین فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کے باوجود جب حروف و کلمات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہٹ کر جنگ و جدال اور حرب و قتال پر اتر آئے اور اپنی جانیں دینے اور خون بہانے کے لیے آمادہ ہو گئے اور بیوی بچے قید کرانے اور مال و متاع گنوانے پر تیار ہو گئے تو اُن کا عاجز اور بے بس ہونا دہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہو گیا اور ان میں سے بعض لوگوں نے کمال دھٹائی سے کام لیتے ہوئے طویل سورتوں کے بجائے بعض مختصر سورتوں کا بدل لانے کی کوشش کی اور اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے کیونکہ بڑی سورتوں کی فصاحت و بلاغت تو حد سے زیادہ واضح اور نمایاں تھی۔

ایک نے سورۃ فیل کے مقابلہ میں یہ سورۃ تیار کی۔

الفیل وما ادراک ما الفیل لما ذنب و بیل و خرطوم طویل۔ وان ذاک من خلق

ربنا لقلیل۔

”ہاتھی اور تجھے کس نے بتایا کیا ہے ہاتھی۔ اس کی دم چھوٹی ہے اور سونڈ طویل ہے اور وہ ہمارے رب کی پیدا کردہ شیاؤ عجیبہ میں سے قلیل ہے۔“

مینڈک کی مدح سرائی میں یہ کلام ترتیب دیا۔

یا صنف ع تانیث صنف عین۔ نفی کما تنقین۔ اعلاک فی المار و اسفلک فی الطین

لا المار تکدرین ولا الشراب تمنعین۔

”اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی مونٹ ہے۔ اپنے آپ کو پانی میں رہ کر صاف ستھرا رکھ جیسے کہ پہلے رکھا کرتی ہے یا ٹرٹرا جیسے کہ پہلے ٹرٹراتی تھی اور بولتی تھی۔ تیرا پر والا حصہ پانی میں ہے اور نچلا کچھڑ میں نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ پینے میں مانع ہوتی ہے۔“

سیاہ بکری کے سفید دودھ دینے کی ترجیحانی کرتے ہوئے کہا۔

ومن العجائب شاة سوداء تحلب لبناً ابيض۔

الغرض ان کی یہ سخی نام تمام صرف جگ ہنسائی کا موجب اور نصیحت و رسوائی کا ساز و سامان ہوئی۔ اگر چپ رہتے تو اس بولنے کی نسبت اچھے رہتے۔

جن لوگوں کے دل بے نور کیے گئے اور ان پر ہر لگا دی گئی ان میں سے ابو العلیٰ المعری بھی ہے جس نے اپنے کلام کا مجموعہ بنام الفضول والغایات تیار کیا اور بزم خورشید سور و آیات کا معارضہ کیا۔ اس نے اس کتاب کو دیکھا مگر اس سے بڑھ کر ناقابل اعتبار اور ناقابل سماعت کوئی کلام نہ دیکھا نہ سنا۔ اس نے اپنی کتاب کو کلمات کے آخری حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب کیا۔ حرف الف کے تحت وارد کیے گئے کلمات میں سے چند ملاحظہ ہوں۔  
كان النعال على عصي الطلح يعارضون الرکائب في الهوداج والظلمات تستغفر لهم فحبت القمر وضياء الشمس وهنيئاً لتارک النوق طلائع في غيظان الغلاة يحوم عليها ابن داية ولطيف بها السرحان ولسنان اوراٹ ترد الالبان لبنها اقعد من الغطاء۔

جو تھے خاردار درخت کی چھڑیوں پر تھے جو ساریوں کے محلوں کے ساتھ اٹکتے تھے اور تاریکی ان کو چھپائے ہوئے تھی پس چاند پوشیدہ ہو گیا اور ضیاء شمس بھی۔ اور خوشگوار میوے لوگوں کے لیے جو اٹنیوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ درانحالیکہ وہ تھکی ماندی میں جنگلات میں گھنے درختوں والی جگہ پر کوسے منڈلا رہے ہوں اور بھیڑیے اور درندے ان کا طواف کر رہے ہوں اور کمانوں سے چھوٹنے والے تیروں کے پھل ان کا دودھ پی رہے ہوں اور ان کا دودھ پردوں میں پوشیدہ رہنے سے عاجز ہو چکا ہو۔

اور اس کا سارا کلام طبائع سلیمہ کے نزدیک اسی طرح ناقابل قبول ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ مجھے ابو محمد بن مسلم نخوی نے بیان کیا کہ ہم باہم اعجاز قرآن مجید پر گفتگو کر رہے تھے اور ایک عمر رسیدہ شخص اور بہت بڑا صاحب و کمال قریب بیٹھا تھا اس نے کہا قرآن مجید میں ایسی کوئی امتیاز خوبی اور شان اعجازی نہیں ہے کہ فضلاء اس کو اپنے کلام میں پیدا نہ کر سکیں۔ پھر وہ بالاخانہ پر چڑھ گیا اور اس کے پاس صحیفہ تھا اور دوات (اور قلم) اور اس نے وعدہ کیا کہ میں تین دن تک مضامین تیار کرتا ہوں اور جب تسلی کر لوں گا کہ میرے یہ مضامین اور ان کے الفاظ و عبارات قرآن کی مانند ہیں تو میں تمہیں پکاروں گا اور بلاؤنگا جب تین دن گزر گئے (اور اس کی طرف سے کوئی بلاؤ نہ آیا) تو ایک شخص اس کے بالاخانہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دیوار سے اوٹ لگائے خشک تنے کی مانند پڑا ہے اور اس کا ہاتھ قلم کے اوپر خشک ہو چکا ہے۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ قرآن مقدس کے متعلق مرتضیٰ علوی کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی قدرت کاملہ قاہرہ سے لوگوں کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا اور ان کی توجہات و تفکرات کو اس طرف سے ہٹا دیا نہ یہ کہ وہ فی حد ذاتہ مجرم ہے اور کفار و مشرکین اس کی مثل سے عاجز آگئے۔  
ابن عقیل فرماتے ہیں کہ کلام مجید کی مثل لانے سے ان کو ہٹا دینا اور ان کی سوچ اور فکر کے رخ کو موڑ دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان میں قدرت تھی (مگر اس کو بروئے کار نہ لایا جاسکا) اگرچہ اس صورت میں بھی قرآن مجید کا بعض وجوہ سے معجز ہونا ثابت ہو جاتا ہے لیکن فرقان مجید کافی حد ذاتہ ایسے خصائص اور امتیازی اوصاف پر مشتمل ہونا جن کا مثل لانا قدرت بشر سے خارج ہو، فضیلت قرآن اور اس کی فوقیت و برتری کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہوگا۔

جس شخص نے مدارِ اعجاز صرفہ کو بنایا ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھنے والی آنکھوں کو محض تخمیل و توہم کے طور پر وہ سانپ اور اڑدھانظر آیا ورنہ فی نفسہ تو وہ اسی طرح عصا ہی تھا اور اس میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا۔

نیز جس شخص کی قدرت و طاقت اور سوچ اور فکر کو بھی مثل قرآن بنانے سے پھیر دیا گیا ہو۔ اس کو مقابلہ و معارضہ کی دعوت دینا درست ہی کیوں کر ہوگا یہ تو ایسے ہوا جیسے کوئی گئی عجمی شخص کو عربی عبارت کے مقابلہ و معارضہ کی دعوت دے۔

یہ وجوہ البطلان تو وہ ہیں جو ابن عقیل نے بیان فرمائی ہیں اور میں اس قول کے رد و ابطال میں کتاہوں کہ صرف کا مطلب تو یہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے وقت ان کی طبائع میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی جائے کہ وہ اس کی مثل نہ بنا سکیں تو اس وقت سے قبل دیکھنا چاہیے کہ ان فصحاء و بلغائے اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں ہونے کے باوجود کبھی کوئی ایسا کلام مرتب کیا جو کلام مجید کے برابر تو کجا اس کے قریب بھی ہو (اور اگر اہل عرب نے اپنی پیدائش سے لے کر اس وقت تک کبھی بھی ایسا کلام نہ مرتب کیا نہ اس کے ذرا قریب فصیح و بلیغ کلام کبھی ان کی زبان پر جاری ہوا تو صرف کو وجہ اعجاز قرار دینے کی لغویت و بطلان اظہر من الشمس ہے)

معلوم۔ تیسری وجہ اعجاز کلام مجید کی یہ ہے کہ وہ اہم مافضیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سیر و اخلاق پر مشتمل ہے جن کو اہل کتاب اپنی آسمانی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے۔ جنہوں نے ان حقائق و واقعات کو ان علماء اہل کتاب کے سامنے رکھا وہ امی لقب ہیں نہ علم خط اور رسم کتابت کو سیکھا اور نہ کسی مکتب و مدرسہ میں پڑھا اور نہ ان کے متعلق کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ انہوں نے احبار و رہبان یا ساحرین و کاہنین کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کی ہے اور اہل عرب میں سے جو شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور احبار و رہبان کے پاس بیٹھا بھی تھا وہ بھی ان حقائق و واقعات کو نہ جان سکا جو قرآن مجید اور فرقان مجید نے بیان فرمائے۔



چہارم۔ چوتھی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم آنے والے غیبی امور کے اخبار و اعلانات پر مشتمل ہے اور طرح قرآن مجید نے بتایا اسی طرح ہوا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ہونا قطعی طور پر واضح ہو گیا مثلاً۔

۱۔ یہود کو فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے اس دعویٰ کی صداقت و حقانیت پر اعتماد و اعتبار ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو پھر موت کی تمنا کرو و تمنا الموت ان کنتم صادقین۔ کیونکہ محبوب کو محب کے ہاں جاتے ہوئے کیا ڈر اور خوف ہو سکتا ہے پھر دنیا جو قید خانہ کی مانند ہے اس سے نکل کر جنت جیسے راحت افزا مقام میں جانے پر تردد کی وجہ نہیں ہو سکتی مگر ساتھ ہی دعویٰ فرمایا دین یتمنوۃ ابداً یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا (وہ غلط بیانی اور کذب سے کام لیتے ہوئے بھی نہ کہہ سکے کہ ہم نے تمنا کی ہے)۔

۲۔ قرآن مجید کو کلام نبی کہنے والوں کو فرمایا تو البسورة من مثله اور ساتھ ہی فرما دیا دین یفعلوا تم ہرگز اس کی مثل ایک سورہ بھی نہیں لاسکو گے (چنانچہ وہ نہ لاسکے)

۳۔ اپنی وقتی قوت و طاقت پر اترانے والوں کے متعلق ارشاد ہوا۔ قل للذین کفروا استغلبون ان کفار سے کہہ دیجئے یہ ناز و نخر سے ابتر کبر و غرور عنقریب کا فور ہو جائیں گے اور تم مغلوب و مقهور اور ذلیل و رسوا ہو کر رہو گے اور ایسے ہی ہوا۔

۴۔ اہل اسلام کو جو حیثیت کے مقام پر روک دیے گئے اور اُس سال عمرہ نہ ادا کر کے بشارت دیتے ہوئے فرمایا لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین۔ تم انشاء اللہ ضرور بالفرد مسجد حرام میں امن و سلامتی کی عانت میں داخل ہو گئے اور واقعی وہ داخل ہوئے اور امن و سلامتی کیساتھ۔

۵۔ ابولہب کو گستاخی و بے ادبی پر مشرور نار اور ذلت و رسوائی کی موت مرنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ سیصلی نار ذات لہب و امزدقہ۔ عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی اس آیت مقدسہ میں ان کی موت علی الکفر کی خبر دی گئی تھی اور ایسے ہی ہوا ان بے ادب اور گستاخانہ مسلمانوں کو دولت امان نصیب نہ ہو سکا۔

ابن عقیل فرماتے ہیں۔ سارے قرآن مجید اور اس کی ہر سورت اور ہر آیت کو تغیر و تبدل سے محفوظ فرمایا کیونکہ تبدیلی تب ہوتی جب کوئی اس جیسا کلام بنا کر درمیان میں داخل کرتا جب اس کی مثل سے لوگ عاجز تھے تو اس میں تغیر و تبدل کیسے کر سکتے تھے۔ گویا قرآن مجید خود اپنا محافظ ہے کیونکہ سب مخلوق اس کی مانند کلام بنانے سے عاجز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التھیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کو اس قدر معجزات اور خوارق عادات عطا فرمائے گئے جن پر ان کی امت نے اعتبار و اعتماد کیا اور مشرف بایمان اسلام ہوئے اور جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ محض وحی ربانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے (اور چونکہ میرا معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے عظیم و جلیل ہے) لہذا میں امید رکھتا ہوں کہ میرے متبعین اور امتی تمام انبیاء علیہم السلام کے امتیوں سے بروز قیامت زائد ہوں گے۔

ابو الوفا علی بن عقیل فرماتے ہیں۔ اگر یہ اطمینان اور تسلی کرنا چاہو کہ قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی کلام نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف وحی الہی ہے جو ان پر نازل کی گئی ہے تو آپ کا کلام اقدس حدیث مبارکہ میں دیکھو اس میں اور کلام مجید میں کتنا فرق ہے اور دونوں کلاموں اور ان کے اسلوب بیان اور انداز کلام میں کتنا واضح اور متن تغاوت ہے اور یہ امر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک ہی شخص خواہ جتنی بھی اسلوب میں تبدیلی اور تغیر کی کوشش کرے لامحالہ تشابہ و تماثل پایا جائے گا اور بالکل تباین و تغائر کا پایا جانا ممکن نہیں ہوگا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات میں سے ایک کلمہ بھی قرآن مجید کے مشابہ نہیں ہے۔

ابن عقیل نے فرمایا کہ اعجاز قرآن کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص پورے قرآن میں سے ایک آیت بھی ایسی نہیں بنا سکتا جس کا معنی اور عبارت پہلے کسی شخص کی کلام سے لی گئی ہوں حالانکہ دوسرے لوگوں کے مضامین و عبارات کے متعلق ہر شخص یہ واضح کر سکتا ہے کہ فلاں کا کلام فلاں سے ماخوذ ہے مثلاً تنبی نے بحری کی تقلید کی ہے اور اس کے کلام اور مضامین کو اپنے کلام میں درج کیا ہے۔

علی بن عیسیٰ سے پوچھا گیا اگر اس کلام عزیز کا عنوان عربی میں قائم کیا جائے تو کسی عبارت کے ساتھ تاکہ اس کے عنوان و تبصیر صحیح حق ادا کرے اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ باقی نہ رہے تو انہوں نے کہا قرآن مجید کا عنوان جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرے، آیت کریمہ ہی ہو سکتی ہے نہ کہ ہمارا کلام لوگوں نے دریافت کیا، اس تبصیر و عنوان کے لیے کوئی آیت مقدمہ موزوں رہے گی تو اس نے کہا اس قول باری تعالیٰ کے ساتھ

هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذِرُوا بِهِ وَيُعَلِّمُوا اِنَّهَا هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَلِلَّهِ الْاَلْبَابُ -  
یہ کتاب مقدس لوگوں کے لیے سراسر تبلیغ حق اور ارشاد حقیقت ہے اور اس کو اس لیے نازل کیا گیا



ہے تاکہ انہیں اس کے ساتھ عذابِ آخرت سے ڈرایا جائے اور وہ اس حقیقت کا اذعان و اعتقاد رکھیں کہ ضرر وہی مبدود برحق مکتبہ ہے تاکہ عقلمند لوگ نصیحت کریں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں میرے نزدیک ابن عیسیٰ نے درست نہیں کہا۔ کیونکہ کتاب کے لیے مخصوص عنوان اس لیے قائم کیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسری کتابوں سے تشبیہ نہ ہو جائے اور باہم اختلاط و التباس نہ لازم آجائے اور جب کلامِ مجید کی نظیر و مثال متعین ہے تو اس کے نفس ذات میں نظر و فکر کریں اور مخصوص عنوانات اور امتیازات قائم نہ بھی کریں تو کوئی التباس و اشتباہ لازم نہیں آئے گا لہذا کسی عنوان کے قائم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ امتیازی علامات بیان کرنے کی۔

اور اگر یہ امر جائز ہو کہ اس کا عنوان قائم کیا جائے جیسا کہ دوسری کتابوں کے لیے قائم کیے جاتے ہیں (حالانکہ یہ کتاب عزریٰ اپنے اعجاز کی وجہ سے ممتاز ہے اور کسی کتاب سے اس کا اشتباہ ممکن نہیں ہے) تاکہ پتہ چلے کہ یہ کس کا کلام ہے اور کس کی تالیف ہے جیسا کہ دوسری کتابوں میں ہوتا ہے تو پھر یہ امر بھی درست ہونا چاہیے کہ جملہ حیوانات مثلاً گھوڑے اور اونٹ وغیرہ اور انسانوں کی جبینوں پر تحریر کیا جائے۔ ہذا اصنعة اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس کا شاہکار قدرت۔ اور جب یہ درست نہیں اسی علت کے پیش نظر جو ہیں بیان کر چکا ہوں کہ اس عنوان کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں التباس و اشتباہ ہو تو یہ قول ابن عیسیٰ کا بطل ہو گیا کہ عنوان آیات کلامِ مجید کا آیات سے ہی مناسب ہے اور میں دوسرے کلام میں اس کا ترجمہ جائز نہیں رکھتا حالانکہ ہم اس مصحفِ عزریٰ کو جنگل کے اندر موجود پاتے اور کوئی دوسری ہستی ہمارے پاس اس کو نہ لاتی تو خود کلامِ مجید اپنی ذات میں ایسے دلائل رکھتا تھا جو ہمیں بتلا دیتے کہ یہ صرف اللہ رب العزت کا ہی کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہونے والا ہے تو اب کیونکر اس میں التباس و اشتباہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کو لانے والی اور اس کے کلام خداوند قدوس ہونے کا دعویٰ کرنے والی وہ ہستی مقدس ہے جو معصوم بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے معجزات و خوارقِ عادت سے ان کی تائید و تصدیق بھی فرمادی ہے۔

مصنف (ابن جوزی) فرماتے ہیں کہ میں نے کلامِ مجید کے جملہ معجزات سے افضل و اعلیٰ اور فائق و برتر معجزات ہونے کی دو عجیب و غریب معلوم کی ہیں۔

اولیٰ - جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ان کے وصال کے ساتھ ہی معدوم ہو گئے اور اگر کوئی لمحوۃً بیدین آج کہے کہ محمد عربی اور موسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق پر کیا دلیل ہے؟ اور اس کے جواب میں اس کو کہا جائے کہ حضرت (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو بھاڑ دیا گیا تو وہ لامحالہ کہے گا یہ دونو امر محال ہیں (جب ان کا وقوع ممکن نہیں تو ان سے



21

18

19

20

22

23

ان کی صداقت پر اسند لال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، لہذا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس قرآن عظیم کو بنایا جو ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ تاکہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کا صدق ظاہر ہوتا رہے اور اس کو جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے صدق و حقانیت پر بھی دلیل ناطق اور شاہد صادق بنا دیا کیونکہ قرآن عظیم ان کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ان کے احوال کی خبر دیتا ہے۔

دوہم۔ قرآن مقدس نے اہل کتاب کے متعلق دعویٰ فرمایا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء ان کے ہاں تورات و انجیل میں مذکور و مذکور نہیں ہے۔ اور اسی طرح حضرت حاطب کے لیے ایمان و تصدیق کی شہادت دی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے تہمت و بہتان سے برارت و نزہت کی اور یہ غیب پر شہادت ہیں لہذا اگر تورات و انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف نہ ہوتی تو یہ دعویٰ اور اعلان الٹا ان کو آپ پر ایمان لانے سے متفق اور بے زار کر دیتا اور اگر حضرت حاطب اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قرآن مقدس کی شہادت کے برعکس صورتحال ہوتی تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ایمان و اعتماد رکھنے کی بجائے تنفر اور منکر ہو جاتے۔

## دوسرا باب

### معجزہ شق القمر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا۔ اگر تم دعویٰ نبوت میں سچے ہو تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔

آپ نے فرمایا اگر میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں تو پھر ایمان لاؤ گے اور کفر و عناد کو ترک کر دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مجھے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا اذن عطا فرما۔ چنانچہ اذن خداوندی سے آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے اور مشرکین کے سر غنوں کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں۔ اے فلاں۔ دیکھ لو، دیکھ لو۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر نظر آتا تھا اور دوسرا

کھودنے میں مصروف رہے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو اچھی موٹی تازی تھی میں نے سوچا کتنا ہی اچھا ہو اگر ہم اس کو ذبح کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کریں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں جو تھوڑے بہت جو بڑے ہیں ان کو پیس کر روٹیاں تیار کر کے چنانچہ اس نے روٹیاں تیار کیں اور میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھونا جب شام ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا اور ہمارا معمول یہی تھا کہ دن کو خندق کھودتے اور شام ہوتی تو گھروں کو لوٹتے۔ الغرض میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لیے ایک چھوٹی سی بکری ذبح کر کے اس کا سالن تیار کیا ہے اور تھوڑے جو تھے جن کی روٹی بھی پکائی ہے لہذا اس امر کا متمنی اور آرزو مند ہوں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہاں قدم رنجہ فرمائیں اور دل میں خیال یہی تھا کہ آپ اکیلے تشریف لائیں۔ بہر حال آپ نے میری درخواست قبول فرمائی اور تشریف آوری کا وعدہ فرمایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اعلان کرے کہ تمام لوگ حضرت جابر کے گھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلیں میں نے وہ اعلان سنا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لائے اور آپ بیٹھ گئے اور جو کچھ پکا تھا وہ حاضر خدمت اقدس کر دیا۔ آپ نے دعائے برکت فرمائی بسم اللہ پڑھی اور تناول فرمایا اور دوسرے حضرات گروہ در گروہ آتے گئے جب ایک جماعت فارغ ہو جاتی تو دوسری جماعت آجاتی حتیٰ کہ سب اہل خندق کھا کر اور سیر ہو کر وہاں سے لوٹے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن حرام یعنی اُن کے والد گرامی رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض واجب الادا تھا۔ میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اعانت و نصرت اور سفارش و شفاعت حاصل کی تاکہ قرض خواہ آپ کے فرمانے پر میرے والد کے قرضہ میں سے کچھ معاف کر دیں آپ نے میری عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے سفارش فرمادی۔ مگر ان قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جابر جاد اور اپنی کھجوروں کا پھل کاٹو اور اس کو الگ الگ ڈھیروں کی صورت میں رکھو یعنی عجوہ کو الگ اور ابن زید کے نام پر موسوم کھجوروں کو الگ رکھو اور دیگر اقسام کو الگ بھر مجھے مطلع کرنا (میں اگر تیرے قرض خواہوں کا قرض انہیں کھجوروں سے ادا کروں گا) میں نے کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دیے (آپ کو عرض کر بھیجا) آپ تشریف لائے ان ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے اوپر آپ تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ پیمانہ سے ناپ کر ان کو دیتا جا۔ میں نے اسی ڈھیر سے سب کا قرضہ ادا کر دیا۔ وہ ڈھیر بھی بالکل ایسے معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی اور باقی بھی اسی طرح



صحیح و سالم پہنچ رہے یہ روایت امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی عمرہ اپنے باپ ابو عمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا علیہ التہیۃ والتناذ کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے آپ سے اونٹوں کو ذبح کر کے کھانے کی رخصت طلب کی اور گزارش کی کہ ہم اس گوشت کے ذریعے رقی جان باقی رکھ سکیں اور زندہ و سلامت گھروں کو جاسکیں۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعض جانوروں کے ذبح کرنے کی رخصت دینے کا ارادہ فرمایا ہے تو آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم دشمن کے مقابل کل اس حال میں جائیں گے کہ پیٹ بھی خالی ہوں گے اور سواری بھی پاس نہیں ہوگی بلکہ پیادہ ہوں گے۔ لہذا اگر آپ اس رائے کو پسند فرمائیں تو ہم لوگوں میں اعلان کریں کہ جس کے پاس تھوڑا بہت زاد راہ ہے وہ بارگاہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے۔ جب وہ جمع ہو جائے تو آپ اس میں دعائے برکت فرمادیں۔ اللہ رب العزت آپ کی دعا کی بدولت منزل مقصود تک پہنچے ہمک کا زاد راہ عطا فرمادے گا یا یوں عرض کیا کہ آپ کی دعائیں محبوب خدا علیہ التہیۃ والتناذ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے (لوگوں کو حکم فرمایا کہ جس کے پاس جتنا زاد راہ بچا ہوا ہے وہ میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ لوگ ایک ایک کف دست طعام آپ کی بارگاہ اقدس میں لے آئے اور سب سے زیادہ جس کے پاس سامان خورد و نوش تھا یہ وہ شخص تھا جو ایک صاع آپ کی خدمت اقدس میں لایا۔

مالک حسد اثن خداوندی اور قاسم ارزاق اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب ازداد کو جمع فرمایا پھر خود دعا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تھی وہ آپ کی زبان حق ترجمان پر جاری ہوئی پھر آپ نے سب لشکر کو حکم دیا کہ اپنے اپنے توشہ دان لے آؤ اور ان کو اس جمع شدہ ذخیرہ سے بھرتے چلے جاؤ۔ چنانچہ سب اہل لشکر نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے بلکہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں تھا جس کو صحابہ نے غلہ سے بھر نہ لیا ہو مگر جو بچہ بچہ جمع ہوئی تھی وہ اتنی کی اتنی تھی اس میں ذہر برکمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس خزائن خداوندی پر مامون و مازون حبیب نے خزائن غیبیہ سے توشہ دان بھر دیے۔

جب آپ نے سب کی خوراک کا انتظام فرمادیا اور آپ کی شان اعجازی، خدا داد قدرت و طاقت کا کرشمہ ظاہر ہو گیا اور دلیل نبوت اور برہان حقانیت ہر ایک پر روشن ہو گئی تو آپ خوشی میں اکر مسکرائے پھر ہنسے حتیٰ کہ سامنے والے دانت مبارک دائرہوں تک ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ، دانی رسول اللہ۔ جو عید مومن یہ دو نوشا دیں یعنی شہادت توحید اور شہادت رسالت دے کر فوت ہوگا اور بارگاہ

خداوندی میں پہنچنے کا تویامت کے دن آگ کو اس سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کی نگاہ سے بھی اوجھل رکھا جائیگا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم فجر غروب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک میں نکلے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اہل روم ہمارے مقابلہ میں آئیں گے جبکہ وہ سیر اور سیراب ہوں گے اور ہم خالی پیٹ ہوں گے۔ اصرار انصار نے اپنے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے (جو چند سواریاں ہیں وہ بھی ختم ہو گئیں تو واپسی کیسے ممکن ہوگی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی نے ندا دی جس کے پاس بچا ہوا زادراہ ہے وہ ہمارے پاس لے آئے۔ چنانچہ جو کچھ جمع ہوا ہم نے اس کا تخمینہ لگایا تو وہ ستائیس صاع بنا۔ محبوب خدا رحمت ہر دو سر اعلیٰہ التیمۃ والتناء اس ڈھیر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ دعائے برکت فرمائی۔ پھر اعلان فرمایا کہ ہر شخص اگر اپنے برتن اور توشہ دان بھرے اور لوٹنے کا انداز اختیار نہ کرے چنانچہ سب نے زنبیلوں اور بوروں میں اس کو بھرنا شروع کیا۔ بعض نے اپنے گرتے پھاڑ کر اس میں بھرنا شروع کیا حتیٰ کہ اہل لشکر جتنا لے سکتے تھے لے کر واپس ہو گئے تو صحابہ نے اندازہ لگایا کہ اس ڈھیر کی جو مقدار ابتدا میں تھی وہی اب ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی (اور غزوہ تبوک کے اندر شامل حضرات ایک روایت کے مطابق میں ہزار تھے اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار)۔

حضرت ابوایاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمیں بھوک نے شقت میں ڈال دیا حتیٰ کہ ہم نے سوار یوں کی قلت اور سخت ضرورت کے باوجود ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمارے حال زار پر رحم کھاتے ہوئے) فرمایا جس کے پاس جتنا زادراہ ہے وہ لے آؤ۔ دسترخوان بچھا دیا گیا اور سارا غلہ وغیرہ اسی پر جمع ہوتا رہا۔ میں نے گردن اونچی کر کے جھانکا اور دیکھا کہ کس قدر جمع ہوا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا حجم صرف اتنا تھا جتنا کہ بکری کا حجم ہوتا ہے جب وہ سونے کے ارادہ سے سر پاؤں پر رکھ کر اور چاروں پاؤں اکٹھے کر کے زمین پر بیٹھ جائے۔ کھانے والے چودہ سو افراد تھے (اور صرف ایک وقت نہیں کھانا تھا بلکہ گھروں کو واپس ہونے تک کھانا تھا) الغرض جمع ہونے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا برکت فرمائی ہم سب جمع ہو کر کھانے بیٹھ گئے اور جب سیر ہو گئے تو بقایا سے اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا۔ یہ روایت صرف مسلم علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز مبارک میں ضعف محسوس کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ کو سخت بھوک لگی ہے، کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ انہوں نے جو کی چند دھیاں

نکالیں اور اپنا دوپٹہ نکالا۔ اس کے ایک حصہ میں وہ روٹیاں باندھیں اور اس کو میری نعل میں چھپا کر دوسرا حصہ میرے اوپر لپیٹ دیا اور مجھے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہدیہ پیش کرنے کا حکم دیا جب میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد بہت سے صحابہ بھی بیٹھے تھے میں جا کر کھڑا ہو گیا (اور طعام قلیل و مردماں بسیار و الامعاملہ دیکھ کر حیران سا ہو گیا) حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اس تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے جملہ حاضرین کو فرمایا اٹھو! ابو طلحہ کے ہاں تمہاری دعوت ہے! آپ مسجد شریف سے نکلے تو میں آپ سے پہلے دوڑتا ہوا حضرت طلحہ کے پاس پہنچا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے گھبرا کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے ام سلیم حبیب پاک تو بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو ان کو کھلائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ بہتر جانتے ہیں (ہم نے اپنی پونجی ان کی خدمت میں بھیج دی جن کو وہ لاسے ہیں ہمارے گھر بٹھا کر کھلائیں یا کہیں اور یہ ان کی مرضی اور بید پر ہے، بہر حال میزبان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور راہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانیے اور پھر آپ اور ابو طلحہ مل کر گھر میں داخل ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم جو کچھ تیرے پاس موجود ہے وہی لے آ۔ انہوں نے وہی چند روٹیاں حاضر خدمت اقدس کریں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ان کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ان کو ٹکڑوں میں تبدیل کر کے اس پر گھی کا مشکیزہ اندھلیا اور ان کو تر کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا جو بھی اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر فرمایا اے ابو طلحہ دس دس آدیں کو اندر بلاتے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے دس افراد کی جماعت کو بلایا وہ کھا کر اور سیر ہو کر چل دیے تو دوسروں کو بلایا حتیٰ کہ سبھی لوگ سیر ہو کر واپس ہوئے (اور وہ کھانا اسی طرح موجود تھا) حالانکہ کھانے والوں کی اسی (۸۰) تعداد تھی۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور اپنے اہل سے زناٹ فرمایا تو میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کی دعوت ولیمہ کا بندوبست کرنے کے لیے اسی (ایک قسم کا طوطا) تیار فرمایا اور ایک بڑے تھال میں ڈال کر مجھے کہا کہ یہ بارگاہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والتناذیر میں لے جاؤ اور عرض کر دو کہ میری ماں نے یہ طعام آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ سلام عرض کرتی ہیں اور آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ قلیل سا ہدیہ ہے ہماری طرف سے (اسے قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں) فرماتے ہیں میں امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری ماں سلام عرض کرتی ہیں اور ساتھ ہی



یہ تھوڑا سا ہدیہ پیش کر کے عرض کرتی ہیں کہ اس کو شرف قبولیت بخشیں آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو اور جا کر  
فلال فلال آدمی کو بلاؤ اور ان کے علاوہ جو بھی ملے اس کو میری طرف بلاؤ میں نے ان کو دعوت دی جن کا  
آپ نے نام لیا تھا اور ان کے علاوہ جس کو ملا اس کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہونے کو کہا۔ حضرت انس رضی  
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طرح مجموعی طور پر تقریباً تین سو آدمی جمع ہوئے۔ وہ سارے حاضر  
ہو گئے حتیٰ کہ حجرہ مبارک اور صف آدمیوں سے بھر گیا تو آپ نے فرمایا اے انس وہ تھا لے آؤ اور لوگوں  
کو حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھتے جاؤ اور ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے۔ فرماتے ہیں سب نے یکے بعد دیگرے  
کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا اے انس اس تھا لے آؤ کھا کر لے جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے  
اسے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اس کو اٹھایا اس وقت بھاری تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم میں آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ہمراہ تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس طعام ہے تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک  
صلع کے قریب آٹا ملا۔ اس کو گوندھا گیا۔ اتنے میں ایک مشرک دراز قد پر اگندہ بال بھٹیر کیوں کو ہانٹے ہوئے  
لے آیا۔ نبی الانبیاء علیہ وسلم التیۃ والثناء نے دریافت فرمایا۔ کوئی بکری تیتا یا عطیہ و ہدیہ کے طور پر دے گا اس نے  
عرض کیا قیمت سے لے لو۔ تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید فرمائی۔ اس کو ذبح کیا گیا اور گوشت تیار کیا گیا۔  
حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے کلیجہ وغیرہ کو الگ بھون لیا جائے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ  
عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے کلیجہ کے ایک سو بیس ٹکڑے کیے جو حضرات  
موجود تھے ان کو اسی وقت کھلایا اور جو موجود نہیں تھے ان کے حصے بچا کر رکھوا دیے اور اس بکری کا گوشت پکا  
کر دو کاسوں میں ڈال دیا گیا۔ ہم سب نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اچھی طرح سیر ہو گئے اور ابھی گوشت پیالوں میں موجود  
تھا چنانچہ اس کو اپنے ہمراہ اونٹ پر رکھ کر مدینہ طیبہ لائے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حبیب خدا علیہ التیۃ والثناء کے ساتھ نکلے آپ  
نے بنی عبد المطلب کو بلایا اور پھر ایک پیالہ دودھ کا منگوایا۔ ان سب کو پینے کا حکم دیا۔ سب نے پایا حتیٰ کہ اچھی طرح  
سیراب ہو گئے اور وہ دودھ اسی طرح پینے لگا کہ اس کو کسی نے پایا ہی نہیں بلکہ ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ تب آپ  
نے فرمایا اے بنی عبد المطلب میں بالخصوص تمہاری طرف مبعوث ہوا ہوں اور بالعموم تمام لوگوں کی طرف اور  
تم نے میرے معجزے اور شانِ اعجازی کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب تم میں سے کون ہے جو ایمان و اسلام کے ساتھ  
میرے ہاتھ پر بیعت کر لے اور میرا بھائی اور صاحب بنے لیکن ان میں سے کوئی شخص آپ کی طرف بیعت  
کرنے کے لیے نہ اٹھا۔

فرماتے ہیں میں اٹھا حالانکہ میں سب سے چھوٹا تھا اور عرض کیا میں عہدِ ایمان و اسلام پر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ بنی عبدالمطلب کو تین مرتبہ دعوتِ اسلام و ایمان دی اور بیعت کرنے کا حکم دیا۔ ہر بار صرف میں اٹھتا اور بیعت کے لیے عرض کرتا۔ آپ فرماتے تم بیٹھ جاؤ جب تیسری بار اٹھا اور بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہاتھ پر رکھا اور مجھے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں شربہ (شوربا) میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر بنایا ہوا کھانا تھا آپ نے بھی اس کو تناول فرمایا اور ہم نے بھی سیکے بعد دیگرے ایک ایک جماعت کھاتی اور کھا کر اٹھ جاتی حتیٰ کہ طہر کا وقت ہو گیا ایک آدمی نے حضرت سمرہ سے عرض کیا کھانا میں اور کھانا ملایا جاتا تھا (کیونکہ ایک پیالہ کا اتنا بڑھ جانا اور اتنے افراد پر کافی ہونا تو بعید امر تھا) انہوں نے جواب میں فرمایا زمین سے تو اس میں اور کوئی شے نہیں ملائی جاتی رہی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان سے اس میں اضافہ کیا جا رہا ہو۔

حضرت ابوالبوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا جو صرف انہیں کو کفایت کر سکتا تھا جب آپ کی خدمت میں لے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور انصار میں سے تیس اشراف اور اکابر کو بلا لاؤ۔ مجھے یہ حکم سن کر گرانی طبع لاحق ہو گئی اور بلانے کے لیے جانے سے قدم بوجھل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے کیونکہ اور کھانا میرے پاس نہیں تھا اور یہ کھانا بظاہر صرف دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا تھا آپ نے زور دے کر فرمایا جاؤ اور تیس اشراف انصار کو بلا لاؤ میں گیا اور بلا کر لے آیا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر آپ کے رسول خدا ہونیکے شہادت دی اور جب تک آپ کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کر لی وہاں سے نہ اٹھے پھر آپ نے فرمایا جاؤ اور نوٹے انصاریوں کو بلا لاؤ میں نوٹے بلکہ ساٹھ کے بلانے پر بھی اس سے زیادہ خوفزدہ تھا جتنا کہ تیس کے بلانے سے مگر تعمیلِ ارشاد اور امتثال کے سوا بھی چارہ نہ تھا لہذا ان کو بلا لایا۔ انہوں نے بھی وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر آپ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دی اور اسی مجلس میں آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوئے الغرض میرے اس تھوڑے کھانے کو ایک سو اسی (۱۸۰) آدمیوں نے کھایا جو سارے کے سارے انصار میں سے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی مہمان بن کر آٹھرا آپ نے اس کی مہمانی کے لیے گھر میں بہت تلاش کی مگر کوئی شے دستیاب نہ ہوئی۔ محض ایک لقمہ



دستیاب ہوا آپ نے اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل فرما کر اس کے سامنے رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اس نے کھایا حتیٰ کہ پیٹ بھر لیا اور وہ ٹکڑے ابھی باقی بچ رہے تھے تو اس نے آپ سے عرض کیا یقیناً آپ بہت نیک شخص ہیں۔

## چوتھا باب

### گھئی بڑھانے کا معجزہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری ایک بکری تھی میں نے اسکا گھی جمع کیا اور اس سے ایک چر میں ڈبہ بھر گیا۔ انہوں نے فرمایا اسے زمیمہ یہ ڈبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاتا کہ آپ اس کو بطور ادام (سالن) استعمال کریں۔ زمیمہ اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا کہ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا نے یہ گھی آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو کام میں لائیں آپ نے اہل خانہ کو فرمایا یہ گھی لے لو۔ برتن خالی کر کے واپس کر دو۔

زمیمہ وہ برتن لے کر واپس آگئیں۔ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا گھر سے غائب تھیں۔ اس نے برتن کو ایک منہ پر دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب ام سلیمہ رضی اللہ عنہا واپس ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ برتن گھی سے بھر پور ہے۔ بلکہ گھی اس کے منہ سے باہر قطرات کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے کہا اسے زمیمہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ گھی کا یہ برتن بنی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا وہ برتن لے گئی تھی۔ گھی پیش کر آئی تھی اور اگر میری زبان پر اعتقاد نہیں ہے تو خود جا کر سرور انبیاء علیہ التحیۃ والتناء سے دریافت کر لو۔ حضرت ام سلیمہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں نے آپ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ بھیجا تھا تاکہ آپ اس کو بطور سالن استعمال فرمادیں مگر آپ نے اس کو واپس فرمادیا اور اس کو قبول فرما کر ہماری عزت افزائی نہیں فرمائی، سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھیجا ہوا گھی پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ اور دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے تو اس برتن کو پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا پایا حتیٰ کہ اس سے گھی باہر ٹپک رہا تھا۔



آپ نے فرمایا تو تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ جس طرح تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول کو ہر ہر پیش کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض تمہیں بطور انعام یہ بھی عنایت فرمادیا، واللہ اعلم بالصواب۔  
حضرت ام سلیم بارگاہ نبوی سے لوٹیں اور اس میں سے گھئی کو دوسرے ڈبہ میں منتقل کیا اور ہم اس کو ایک ماہ بلکہ دو ماہ تک استعمال کرتے رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام مالک نضرہ رضی اللہ عنہا اپنے ڈبہ میں گھئی ڈال کر بارگاہ نبوی میں بطور ہدیہ و نذرانہ حاضر کرتیں۔ جب کبھی ان کے بچے ان سے ادا (سالن) کا مطالبہ کرتے اور ان کے پاس کوئی شے نہ ہوتی وہ برتن کو اٹھا کر انڈیل دیتیں جس میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھئی کا ہریر بھیا کرتی تھیں تو اس سے حسب ضرورت گھئی نکل آتا اور ان کے گھر کی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی۔  
عرصہ دراز تک جب یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک دن انہوں نے اس کو اچھی طرح نچوڑا تاکہ اندازہ کریں کہ اس میں کل کتنا گھئی ہے (مگر اس کے بعد وہ برکت جاتی رہی کیونکہ توکل میں سابقہ پختگی نہ رہی بلکہ جو مقدار حاصل ہوتی صرف اسی پر اعتماد رہ گیا) بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس کو نچوڑ دیا تھا؟ عرض کیا جی حضور! فرمایا اگر تو اسے اپنے حال پر رہنے دیتی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ضروریات کو پورا کرتا رہتا۔ یہ روایت صرف مسلم شریف میں ہے، بخاری شریف میں نہیں ہے۔

## پانچواں باب

### کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چند کھجوریں لیے حاضر بارگاہ اقدس ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں دعائے برکت فرمادیں۔ آپ نے ان کو اپنے سامنے قطار بنا کر رکھا پھر دعا فرمائی اور مجھے علم دیا کہ ان کو اپنی زمیں میں ڈال لے اور جب نکالتی ہوں اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اس کو پلٹا نہیں۔ فرماتے ہیں میں نے اس زمیں سے اتنے اتنے دسق (چھ من کا پیمانہ) راہ خدا میں خرچ کیے اور خود بھی کھاتا۔ مہمانوں اور حاضرین کو کھلاتا اور وہ زمیں زمیں میری کمر کے ساتھ بندھی رہتی تھی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میرا کمر بند کٹ گیا اور وہ زمیں زمیں گر گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے تین صدے لاحق ہوئے ایک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جدائی کا۔ میں آپ کا ادنیٰ سا صحابی تھا اور ادنیٰ غلام و خادم (اور آپ کے سہارے دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز) دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا اور میرا زمبیل کا صدمہ۔

حاضرین نے دریافت کیا وہ کیسی زمبیل تھی؟ (جس کے صدمہ کو اتنا عظیم صدمہ قرار دیا ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناء کے وصال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے مظلوم کی شہادت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے) آپ نے فرمایا: ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمیں سخت بھوک لگی۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کوئی شے کھانے کی تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا تھوڑی سی کھجوریں اس تو شہ دان میں ہیں آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ میں نے وہ آپ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپ نے اپنا دست اقدس زمبیل میں داخل فرما کر ایک مٹھی کھجوروں کی نکالی۔ اُن کو اپنے سامنے پھیلا دیا پھر فرمایا دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے دس آدمی بلا کر لایا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا وہ سیر ہو کر چل دیے۔ پھر ایک اور مٹھی کھجوروں کی نکالی اور اپنے سامنے اُن کو پھیلا کر رکھ دیا اور مجھے حکم دیا کہ دس آدمی اور بلا کر لاؤ۔ میں نے حسب الحکم دس آدمی بلائے۔ وہ بھی حاضر ہوئے۔ کھجوریں کھائیں اور سیر ہو کر واپس ہوئے آپ اسی طرح نکالتے رہے اور دس دس کی ٹولی کو بلا کر کھلاتے رہے حتیٰ کہ سارا لشکر کھا کر اور سیر ہو کر واپس ہوا۔

پھر مجھے ارشاد فرمایا جو کچھ لائے تھے وہ لے جاؤ (ہم نے تمہاری زمبیل میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے) اور اس میں سے بقدر ضرورت کھجوریں ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور اسی صورت پر اکتفا کرنا ساری زمبیل کو نہ انڈیل دینا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے زمبیل ہاتھ میں لی تو وہ پہلے سے زیادہ بھری تھی اور اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی کھاتا رہا اور کھلاتا رہا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی یہی صورت حال رہی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اور دور خلافت میں بھی اسی زمبیل سے کھاتا رہا اور لوگوں کو کھلاتا رہا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری مدت خلافت میں بھی اس خزانہ غیب سے اسی طرح استفادہ کرتا رہا اور جب آپ شہید ہوئے تو میرے گھر کو لوٹ لیا گیا اور اس میں وہ زمبیل بھی چلی گئی۔

حضرت حریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک غزوہ میں شریک تھے اور اُن کو طعم اور کھانے کے معاملہ میں عجز اور مجبوری لاحق ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی شے ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! میری زمبیل میں چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی لے آؤ میں نے وہ کھجوریں لا کر دسترخوان پر رکھ دیں۔ آپ نے دست اقدس زمبیل میں ڈالا اور مٹھی کھجوروں

کی نکالی جو کہ اکیس کھجوریں تھیں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی اور آپ نے بالترتیب ان کو دسترخوان پر رکھنا شروع فرمایا اور جو کھجور بھی رکھتے ساتھ بسم اللہ پڑھتے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابی کو بلاؤ ان کے ساتھیوں کو بھی بلاؤ۔ میں نے حسب الارشاد ان صحابیوں کو معہ ان کے ساتھیوں کے بلایا۔ سب نے کھایا اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔ دوبارہ آپ نے فرمایا فلاں صحابی کو معہ ان کے ساتھیوں کے بلاؤ چنانچہ میں نے ان کو بلایا وہ بھی آئے اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔

اور وہ کھجوریں بچ رہیں تب آپ نے مجھے فرمایا بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور آپ نے بھی تناول فرمائیں۔ پھر بھی کچ گئیں تو انہیں آپ نے میری زینل میں ڈال دیا۔ پھر مجھے فرمایا اے ابو ہریرہ جب تو کھانے کا ارادہ کرے تو ہاتھ اندر ڈال کر نکالنا اور اسے نہ اٹھینا ورنہ خیر و برکت ختم ہو جائے گی اور کمی واقع ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں میں جب بھی کھجوریں کھانے کا ارادہ کرتا تو ہاتھ ڈال کر بقدر ضرورت نکال لیتا اور میں نے اس میں سے پچاس دست (تین سو من) راہ خدا میں خیرات کیے اور وہ زینل میرے رحل اور پالان کے پیچھے ٹکی رہتی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ شہادت میں وہ زینل ضائع ہو گئی۔ بشیر بن سعد کی صاحبزادی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ مجھے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کپڑے میں کھجوریں باندھ کر دیں اور مجھے کہا اے بیٹی اپنے باپ اور ماموں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کا صبح کا کھانا لے جا۔ میں وہ کھجوریں لے کر چلی اور اسی دوران جبکہ میں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کر رہی تو میرا گذر رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے بیٹی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے مجھے دیکر میرے باپ اور ماموں کی طرف بھیجا ہے تاکہ ان کو بطور غذا (دوپہر کے کھانا کے) تناول فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ادھر لے آؤ۔ میں نے وہ کھجوریں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں ہتھیلیوں پر لیں اور ان کھجوروں سے وہ بھر نہ سکیں۔ آپ نے کپڑا بچھانے کا حکم دیا جب اس کو بچھا دیا گیا تو آپ نے وہ کھجوریں اس پر پھیلادیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق کو بلاؤ اور اعلان کرو کہ اے اہل خندق بھی آکر کھانا کھاؤ۔ سب اہل خندق جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانا شروع کر دیا اور کھجوریں تھیں کہ بڑھتی چلی جا رہی تھیں حتیٰ کہ سبھی سیر ہو کر لوٹ گئے اور کھجوریں کپڑے پر سما نہیں رہی تھیں بلکہ ادھر ادھر گر رہی تھیں۔



## چھٹا باب

### شان اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ساری رات سفر کو جاری رکھا۔ رات کے آخری حصہ میں میند سے مجبور ہو کر سو گئے اور مسافر کے نزدیک اس وقت کی میند سے کوئی شے زیادہ عزیز اور پیاری نہیں ہوتی۔ ہمیں پھر سورج کی دھوپ نے بیدار کیا سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہو پھر فلاں جن کا ابو جانا نام بیان کرتے تھے مگر حضرت عوف بھول گئے۔ بعد ازاں حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک خوابِ آسراحت میں تھے اور جب آپ آرام فرما ہوئے تھے ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے تا آنکہ آپ خود بیدار نہ ہو جائیں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ میند میں آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے کیا تعلیم و تربیت فرمائی جا رہی ہو اور کیا کیا علوم و معارف افاد کیے جا رہے ہوں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کا اضطراب دیکھا اور آپ جرات مند بھی تھے اور مافی الضمیر کے اظہار میں جلدی کرنے والے انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا شروع کیا حتیٰ کہ حبیب خدا علیہ التیجۃ والتاویٰ اب استراحت سے بیدار ہوئے جب آپ بیدار ہوئے تو صحابہ نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں نماز کے معاملہ میں سرزد ہونے والی کوتاہی کی شکایت کی آپ نے فرمایا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں سے کوچ کرو۔ تھوڑی دور جا کر پڑاؤ ڈالو۔ وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ وضو فرمایا۔ اذان دی گئی اور بعد ازاں آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو الگ تھلگ کھڑا تھا اور باجماعت نماز ادا نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا اسے فلاں تجھے قوم کے ساتھ نماز ادا کرنے میں کونسا امر مانع ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حاجت غسل درپیش تھی اور پانی دستیاب نہیں تھا لہذا نماز نہیں پڑھ سکا آپ نے فرمایا پاک مٹی کے ساتھ تیمم کر لے اور نماز پڑھ۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے صحابہ نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی آپ سواری سے اتر پڑے اور ایک شخص کا نام لے کر بلایا جس کا نام ابو جاد ذکر کرتے تھے مگر عوف اس کو بھول گئے اور

ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا (جب دونو حاضر ہو گئے) تو ان کو فرمایا جا کر ہمارے لیے پانی تلاش کرو۔ دونوں حضرات چلے۔ راہ میں ایک عورت ملی جو اونٹنی پر سوار تھی اور دو بڑی مشکیں پانی سے بھری ادھر رکھی تھیں اور خود درمیان میں بیٹھی تھی۔ اس سے دریافت کیا پانی کہاں ہے اور کتنی دور ہے؟ اس نے کہا میں کل اس وقت پانی لے کر چلی ہوں اور ہماری جماعت پیچھے ہے۔ ان حضرات نے اس عورت کو فرمایا۔ پھر تم ہی چلو۔ اس نے دریافت کیا کہ ہر حلوی؟ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں! اس نے کہا وہ شخص جس کو لوگ صابی (دین قوم سے الگ ہونے والے) کہتے ہیں! انہوں نے فرمایا جو بہتی تو نے سمجھی ہے اور جس کی طرف اس عبارت میں اشارہ کیا ہے ہماری مراد وہی ہے۔ لہذا چلو۔ چنانچہ اس کو بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے اور پانی کی دوری کے متعلق عرض کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو اونٹ سے اترنے کے متعلق کہا اور مختار خزانہ خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن طلب فرمایا اور دونو مشکیزوں کا منہ کھول کر اس میں پانی پلٹا پھر ان کے منہ بند کر کے نچلے دہانے کھولے اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ آؤ پانی پیو اور جانوروں کو پلاؤ جس نے چاہا جانوروں کو پلایا اور آخر میں اس شخص کو پانی کا برتن بھر دیا جس کو غسل کی حاجت تھی اور حکم فرمایا کہ جا کر اس کے ساتھ غسل کرو۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی جو سلوک اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب پانی انڈیلنے کا سلسلہ ختم ہوا اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو گئی تو ان کے مشکیزوں کے دہانے بند کر دیے گئے اور ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی نسبت اب زیادہ بھری ہوئی ہیں جتنی کہ ابتدا میں بھری ہوئی تھیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے لیے سامان خور و نوش جمع کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عجوبہ جیسی عمدہ کھجوریں۔ گندم کا آٹا اور بلیق اکٹھا کیا حتیٰ کہ بہت سا رطعام جمع ہو گیا۔ اس کو کپڑے میں باندھا اور اس عورت کو اونٹ پر سوار کر کے وہ گھڑی اس کے آگے رکھی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو فرمایا اس امر کا یقین رکھنا ہم نے تیرے پانی کی ایک بوند بھی کم نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں میرا فرما دیا ہے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں وہ عورت اپنے گھر دیر سے پیچھی تو گھر والوں نے دیر کا سبب پوچھا اس نے کہا کیا پوچھتے ہو میں نے عجب معاملہ دیکھا ہے مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس بہتی کے پاس لے گئے جن کو صابی کہا جاتا ہے انہوں نے میرے پانی کے ساتھ یہ سلوک کیا (اور جب دیکھا تو پانی پہلے سے زیادہ معلوم ہوتا تھا) بخدا تو وہ آسمان و زمین کے درمیان جتنی مخلوق بستی ہے ان سب سے زیادہ جادوگر ہیں

اور یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب صحابہ کفار و مشرکین پر حملہ فرماتے تو اس قبیلہ اور گروہ کے آس پاس حملہ آور ہوتے مگر ان کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرتے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا میرے خیال میں قوم مسلم تمہیں عداوت اپنے حملوں سے محفوظ رکھے ہوئے ہے اور میری وجہ سے تمہاری اعانت کر رہی ہے۔

کیا تمہارے لیے اسلام میں کوئی وجہ بغبت و میلان نہیں ہے؟ اہل قبیلہ نے اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور اہل اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ رواہ البخاری و المسلم۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ والے کنوئیں پر پہنچے اس میں جتنا پانی تھا وہ فوراً خالی کر دیا گیا اور پانی پینے والوں کی تعداد چودہ سو تھی (جب پانی کی قلت اور پیاس کی شدت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی) تو آپ نے ایک ڈول پانی نکالنے کا حکم دیا۔ پانی کی کلی کر کے اس میں ڈال دیا اور دعا برکت فرمائی (کنوئیں کا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ حضرت برادر فرماتے ہیں ہم خود سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو سیراب کیا۔

مسعود بن مخزومہ اور مردان بن حکم سے مروی ہے کہ رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نکلے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو بیت اللہ کے لیے ہدیہ کے جانوروں کے گلے میں قلاوے ڈالے اور (نیزہ کے ساتھ اونٹوں کی کواٹوں کے قریب معمولی زخم لگائے تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ بیت اللہ کے لیے ہدیہ ہیں۔ اور عمرہ کا احرام باندھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کو جانے والے معروف راستہ سے لے جانے کی بجائے حدیبیہ والی راہ پر چلنے کا حکم دیا اور حدیبیہ میں پہنچ کر ایک قلیل پانی والے کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا جس سے صحابہ تھوڑا تھوڑا پانی حاصل کرتے تھے بس تھوڑی دیر میں وہ پانی ختم ہو گیا۔

صحابہ نے بارگاہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء میں پیاس کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس کو کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب حسب الارشاد اس تیر کو کنوئیں میں پھینکا گیا تو نجد پانی کنوئیں کی تر سے جوش و خروش کے ساتھ چشمہ کی مانند ابھرنے لگا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وہاں پڑاؤ ڈالے رکھا وہ کنواں پانی کے ساتھ فوارہ صفت جاری رہا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہاں سے لوٹے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے ہم ایک کنوئیں پر پہنچے جس میں قلیل پانی تھا۔ چھ آدمی اس میں اترے جن میں ایک میں بھی تھا۔ ہماری طرف ایک ڈول اٹھایا گیا اور رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔



ہم نے اس سے جو پانی ڈول میں جمع کیا وہ نصف بلکہ تہائی ڈول ہو گا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلند کیا گیا۔ آپ نے دستِ اقدس اس میں ڈلوایا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پڑھا۔ پھر اس کو ہماری طرف لوٹا دیا گیا بعد اس پانی کے جو اس میں تھا۔ جوں ہی وہ پانی کنوئیں میں پہنچا تو وہ اس جوش و خروش سے فوارہ دار پانی کو اگلنے لگا کہ وہ ایک نہر جاری کی مانند معلوم ہونے لگا اور ہم سے ایک شخص کو کپڑے کے ذریعے باہر کھینچا گیا کہ کہیں پانی میں غرق ہی نہ ہو جائے۔

زیاد بن حارث سے منقول ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دستِ اقدس پر بیعت اسلام کی۔ پھر میری قوم کا وفد حاضر ہوا جو خود مسلمان ہوا اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے کی خوشخبری بھی لایا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا ایک کنواں ہے جب موسم سرما ہو تو اس کا پانی ہمیں کافی ہو رہتا ہے۔ ہم اس پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم ہو تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہم ادھر ادھر پانی کی تلاش میں منتشر ہو جاتے ہیں اور ہماری جماعت پر انگڑا ہو جاتی ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد ہم متفرق ہو کر گزارا نہیں کر سکتے کیونکہ اطراف اکناف کے تمام لوگ ہمارے دشمن ہیں لہذا بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں کہ اس کا پانی ہماری قوم کو کافی ہو جائے۔

آپ نے سات لنگریاں طلب فرمائیں پھر ان کو دستِ اقدس پر الگ الگ کر کے رکھا اور ان پر دُعا فرمائی اور حکم دیا کہ جب اس کنوئیں پر پہنچو تو (اللہ تعالیٰ کا نام لے کر) یہ لنگریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈالتے جانا چنانچہ انہوں نے حسب الارشاد عمل کیا تو اس کے بعد انہیں کبھی بھی کنوئیں کی تہ (پانی کی فراوانی کی وجہ سے) دیکھنے کا موقع نہ ملا۔

حضرت ابویاس سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوی میں چھوٹا سا مشکیزہ لایا جس میں پانی کی معمولی مقدار تھی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک پیالے میں ڈالا۔ ہم کوئی چودہ سو آدمی تھے سب نے اس سے دل کھول کر وضو کیا اور کشادہ دلی کے ساتھ اسے استعمال کیا۔ جب ہم اپنی ضرورت پوری کر چکے تو بعد ازاں اٹھ آدمی حاضر ہوئے۔ انہوں نے دریافت کیا کیا وضو کے لیے پانی ہو گا تو آپ نے فرمایا اب پانی ختم ہو گیا ہے اس روا کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا کہ تم پچھلے پیر اور پھر ساری رات چلو گے تو کل انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ فرمانِ سنن کر تیزی سے چلنے لگے اور صرف اسی خیال میں مستغرق ہو کر چل رہے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف کوئی التفات اور دھیان نہیں تھا۔ آپ رات کے وقت سفر فرما رہے تھے کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی رہی آپ کے پہلو میں تھا۔ آپ کو اذگھ آگئی اور آپ

سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے اور جھک گئے میں قریب آگیا اور سہارا دے کر جگائے بغیر آپ کو سیدھا کر دیا آپ اسی طرح سفر میں رہے حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا تو پھر آپ سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے۔ میں نے پھر سہارا دیا تو آپ سنبھل گئے اور بیدار ہوئے بغیر حالت اعتدال پر ہو گئے۔ آپ نے اسی حالت میں سفر کو جاری رکھا حتیٰ کہ وقت سحر آپنا تو آپ اتنے نیچے کی طرف مائل ہوئے کہ پہلے دو موقعوں پر بھی اتنے مائل نہ ہوئے تھے اور نہ جھکے تھے حتیٰ کہ قریب تھا کہ زین سے باہر آجائیں۔ میں قریب آیا اور آپ کو سہارا دیا۔

(آپ اس وقت بیدار ہوئے) سر اقدس اٹھایا اور دریا منت فرمایا یہ سہارا دینے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا اب وقت وہ۔ آپ نے پوچھا تمہارا میرے ساتھ اس طرح کا چلنا کب سے ہے۔ میں نے عرض کیا میرا انداز سیر و سفر آپ کی معیت میں آج ساری رات اسی طرح رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حفاظت کی ہے۔

پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے خیال میں ہم لوگوں سے منفی اور پوشیدہ ہیں۔ کیا تمہیں کوئی شخص اپنے رخصاء سفر میں سے نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سواریہ ہے (پھر دوسرا نظر آیا) تو عرض کیا یہ دوسرا سواریہ ہے حتیٰ کہ ہم سات سواریہ جمع ہو گئے۔ پھر آپ راستہ سے ایک طرف ہٹے اور سناں خواب استراحت کے لیے رکھا۔ اور میں حکم فرمایا کہ نماز کا خیال رکھنا (اور وقت پر بیدار کر دینا) مگر ہم سب سو گئے حتیٰ کہ جب سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو سب سے پہلے آپ بیدار ہوئے اور بعد ازاں ہم گھبرا کر اٹھے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ سے نکلو اور سواریوں پر سوار ہو جاؤ ہم حسب الارشاد سوار ہو کر چلے جب سورج بلند ہو گیا تو اترے آپ نے وضو کا برتن طلب فرمایا جو کہ میرے پاس تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا (مگر معمول سے کم پانی استعمال فرمایا) اور مجھے حکم دیا کہ اس برتن کو اچھی طرح محفوظ رکھنا (اور اس کا پانی ضائع نہ ہونے دینا) غریب اس کی عظیم شان ظاہر ہوگی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے دو رکعت راقبہ ادا فرمائیں اور پھر نماز فجر ادا فرمائی اور جو نماز فجر کے معمولات تھے وہ ادا فرمائے اور بعد ازاں آپ سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ سوار ہوئے ہم ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشی کرنے لگے اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے کہ جو فرقہ گذشت نماز کے معاملہ میں ہم سے ہوئی ہے اس کا کیا کفارہ ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میرے عمل میں رہنمائی اور سامان اتباع و تقلید نہیں ہے؟ پھر فرمایا سوئے رہنے میں اور اس طرح غیر امتیازی اور غیر ارادی طور پر نماز کے قضا ہو جانے میں تفریط و تقصیر نہیں ہے۔ تفریط و تقصیر اور قابل مواخذہ جرم یہ ہے کہ بیدار ہو کر گزاری ہوئی اور فوت شدہ نماز کو ادا نہ کیا جائے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ اگر کسی سے حالت نیند میں نماز نہ جائے تو جوں ہی بیدار ہو (اور وقت کراہت

نہ ہو) تو فوراً ادا کرے۔

ہم چلتے چلتے جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس جا پہنچے تو انہوں نے فریاد کی یا رسول اللہ ہلکنا عطشا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم شدت پیاس سے جاں بلب اور قریب المرگ ہیں آپ نے فرمایا لا ھدک علیکم اب تمہارے لیے ہلاکت نہیں ہے (اب میں پہنچ گیا ہوں اور تمہاری سیرابی کا بندوبست کر دوں گا) پھر آپ نے فرمایا میرا چھوٹا پیالا (جو پالان کے ساتھ باندھا ہوا ہے) کھول کر لاؤ اور وضو والا برتن بھی طلب فرمایا۔ آپ پانی پیلے میں پلٹے اور انڈیلتے جا رہے تھے اور حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ پلاتے جا رہے تھے۔ جوں ہی لوگوں نے وضو والے برتن میں پانی دیکھا تو جھرمٹ کر کے اکٹھے ہو گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا الملاء کدکھ سیرودی۔ اچھی طرح جماعت بندی کر لو اور ترتیب وار کھڑے ہو جاؤ تم سارے سیراب ہو جاؤ گے (فکر مند ہونے کی اور جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے) سرورِ عالم رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے جا رہے تھے اور میں لوگوں کو پلاتا جا رہا تھا حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور صرف میں رہ گیا تھا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب آپ نے پانی پیالہ میں پلٹ کر مجھے پینے کا حکم دیا میں نے عرض کیا جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانی نہیں پئیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ان ساقی القوم اخرج شرباً۔ قوم کا ساقی اور سیراب کرنے والا آخر میں پیتا ہے اور ادب و اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بعد میں پئے۔ چنانچہ پہلے میں نے پیا۔ پھر رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ نے پیابعد میں لوگ پانی والی جگہ پر پہنچے درانحالیکہ وہ خوش و خرم اور سیراب و سرشار تھے۔

فائدہ جلیلہ۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث پاک کے تحت فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات ظاہر ہوئے ایک تو مختوڑے پانی کو بہت بڑی جماعت پر پورا فرما دینا جو کوئی سنی امور میں اختیار مصطفویٰ پر واضح دلیل ہے۔ دوسرا معجزہ اخبار الغیب کے لحاظ سے ہے کہ آپؐ فرمایا وضو کے ان برتن سے جب شانِ ظاہر ہوگی اور جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا تیرا اور چوتھا معجزہ بھی علم غیب سے متعلق ہے یعنی یہ فرمایا کہ بتیرے دن اور ساری رات چلو گے تب کل پانی پر پہنچو گے یہ علم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور کسی نبی کو نہ تھا اور یہ ارشاد کہ اچھی طرح جماعت بندی کرو۔ وسعت اطلاق اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کر دو تم بھی سیراب ہو جاؤ گے یہ بھی علم غیب سے متعلق ہے اور آپؐ نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک۔ شرح مسلم للامام نووی جلد اول صفحہ ۲۴



## ساتواں باب

سر عالم مختار کائنات علیہ افضل الصلوات کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمون کا جاری ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام زور پر تشریف فرما تھے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں پانی کا برتن لایا گیا جس میں (پانی اتنا قلیل تھا کہ اس میں) آپ کی انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں۔ آپ نے کف دست اس میں رکھا اور فرمایا اے صحابہ آؤ اور وضو کرو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے اور ان کے اطراف سے پانی فوارہ کی صورت میں ابل رہا تھا حتیٰ کہ ساری قوم نے وضو کر لیا۔ آپ سے عرض کیا گیا وضو کرنے والوں کی تعداد کتنی تھی تو آپ نے فرمایا تین صد۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم نے ساتھ پانی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا ایسا شخص تلاش کرو جس کے ساتھ پانی ہو۔ ہم نے تلاش کیا اور پانی لا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے اس پانی کو ایک برتن میں انڈیل کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں رکھا۔ پانی پانچ چشموں کی صورت میں انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔

حتیٰ علی الطہور المبارک والبرکۃ من اللہ۔ آؤ بابرکت پانی پیو اور اللہ تعالیٰ کی برکت کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ واستفادہ کرو۔ میں نے اس سے پیٹ بھر کر پیا، اور لوگ بھی اچھی طرح سیراب ہوئے اور پانی کو حتی المقدور حاصل کر کے ذخیرہ کیا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھے اور آپ کے شکریوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ایک صحابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل شکر کے پاس پانی نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس قدرے پانی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آ۔ وہ ایک برتن لایا جس میں بالکل قلیل مقدار میں پانی تھا آپ نے اپنی مقدس انگلیاں اکٹھی کر کے برتن کے منہ سے اندر داخل فرمائیں اور اس کے اندر ان کو بھیلادیا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے بابرکت پانی لینا ہے، وہ فوراً آئے اور لے جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو پانی نہ مل سکا۔ رسول خدا علیہ التحیۃ والتبارک کی خدمت اقدس میں ایک نگار اور وسیع طرف لایا گیا (جس میں تھوڑا

ساپانی تھا، آپ نے دستِ اقدس اس میں رکھا اور انگلیوں کو پھیلا دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ وار بہتا ہوا دیکھا اور آپ نے فرمایا۔

حتى على الوضوء والبركة من الله - وضوء کے پانی اور برکت خداوندی کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ واستفاضہ کرو۔

اعمش کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن ابی الجعد نے بتلایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس دن کتنے آدمی تھے (جنہوں نے اس پانی سے استفادہ کیا) انہوں نے فرمایا کہ ہم ڈیڑھ ہزار آدمی تھے۔ افہم البخاری۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس لگی اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے پانی کا پیالہ تھا آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ سبھی لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے آپ نے فرمایا کیا بات ہے کیوں اکٹھے ہو کر آ گئے ہو؟ عرض کیا ہمارے پاس نہ وضو کے لیے پانی ہے اور نہ پینے کے لیے۔ پورے لشکر میں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا تو پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی مانند پھوٹ پڑا۔ فرماتے ہیں ہم نے پیابھی اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تم کتنے افراد تھے جنہوں نے اس پانی سے وضو کیا اور پیابھی؟ آپ نے فرمایا اگر لاکھ افراد ہوتے تو بھی وہ پانی لغایت کر جاتا مگر اس وقت پندرہ سو آدمی تھے (رواہ البخاری والمسلم)۔

حضرت جابر بن عبداللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لشکر میں تھے سرورِ انبیاء علیہ التیمۃ والثناء نے ارشاد فرمایا اے جابر لوگوں میں اعلان کرو کہ وضو کر لیں (اور پانی ادھر بھی لائیں) انہوں نے اعلان فرمایا کہ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس جماعت کے ہاں مجھے پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہیں ہوا۔ ایک انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی (کے مشکیزوں کو ٹکڑیوں پر لٹکا کر اس کو) آنحضرت کے لیے ٹھکانا تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر پانی کا پتہ کرو۔ میں گیا تو اس کے ہاں بھی مشکیزہ کے نچلے (پانی حاصل کرنے والے) دہانے میں اتنا قلیل پانی تھا کہ اگر اوپر دالے دہانے سے اس کو اٹھایا جاتا تو وہ پانی مشکیزہ کے خشک حصہ میں جذب ہو کر رہ جاتا اور ایک بوند بھی باہر نہ نکل سکتی (صورت حال رسالتاً علیہ افضل الصلوٰۃ سے عرض کی) تو آپ نے فرمایا جاؤ اور وہی پانی لے آؤ۔ میں جب لے آیا تو آپ نے اس پانی کو دستِ اقدس پر لیا اور کچھ پرٹھنا شروع فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا کچھ اور پھر پانی کو مشکیزہ میں ڈال کر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اسے جابر بڑا پیالہ (تھال) منگاؤ میں نے آواز دی شکر کے لیے جو بڑا پیالہ یا تھال ہے وہ جہاں ہے فوراً لاؤ۔ وہ اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے



رکھا اور دست اقدس کو اس میں گھری جگر رکھ کر انگلیاں مبارک پھیلا دیں اور مجھے حکم دیا اے جابر پانی ڈالو اور بسم اللہ پڑھو میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی اندھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نوارہ کی طرح ابل رہا تھا۔ پانی کی تہ سے بندھنے لگا اور چکر باندھ لیا حتیٰ کہ وہ بھر گیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہے وہ آکر لے جائے۔

میں نے اعلان کیا تو لوگ دوڑے آئے اور پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گئے۔ تب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تغار سے ہاتھ مبارک باہر نکالا۔

## آٹھواں باب

### دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے قلب و جگر کے بل زمین پر لیٹا ہوا تھا (اور قبل ازیں میں صحابہ رضی اللہ عنہم) کے راستہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے اُن کا گزرتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا اور اس سوال کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گزرتا ہوا اُن سے بھی دریافت کیا کہ قولِ باری تعالیٰ یطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً۔ الایہ کا کیا مطلب ہے اور مقصد وہی تھا کہ یہ مجھے مسکین کو کھانا کھلائیں مگر انہوں نے بھی ایسا نہ کیا۔ پھر حضور اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میرے چہرے کو دیکھ کر جو کچھ میرے دل میں تھا اس کو بھانپ لیا اور جان لیا۔ فرمایا اے ابوہریرہ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ تمیرے پیچھے آؤ۔ میں نے آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیا آپ دو ننگے پر تشریف لائے تو میں نے داخل ہونے کا اذن طلب کیا۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی مگر میں آپ کو دودھ کا پیالہ نظر آیا۔ دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا فلاں شخص یا آل فلاں نے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا اب اتہر میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے ہمان تھے اُن کی نہ بیوی بچے تھے اور نہ ہی مکان اور مال و منال۔ جب بھی بارگاہ رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ہدیہ و نذرانہ آتا آپ بقدر حاجت اس کو استعمال فرماتے اور پھر اُن کے پاس بھیج دیتے



اور جب صدقہ آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ استعمال نہ فرماتے بلکہ سارے کا سارا انہیں کی طرف بھیج دیتے فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا تو عمالین سا ہو گیا (کیونکہ) میں یہ امید رکھتا تھا کہ مجھے اتنا دودھ مل جائے گا کہ بقایا شب و روز کفایت کر جائے گا (اور اس وقت میرے سامنے یہ صورت حال تھی) کہ میں آپ کا ایچی تھا اور جب اصحاب صفہ آئے تو لامحالہ میں ہی ان کو پلانے والا ہوں گا تو (ستروہ ہیں اور دودھ کا صرف ایک پیالہ) میرے لیے کیا بچے گا۔

اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو بارگاہ مصطفیٰ علیہ التہیۃ والتناذیر کی طرف بلایا۔ وہ دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اذن طلب کیا آپ نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ آپ کے دولنگہ میں اپنی اپنی جگہ سنبھال کر بیٹھ گئے۔ مختار کو نبین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابوہریرہ پیالہ لو اور اُن کو باری باری دیتے جاؤ اور پلاتے جاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے پیالہ ہاتھ میں لیا اور یکے بعد دیگرے ان کو دنیا شروع کیا جو بھی لیتا وہ اتنا پیتا کہ سیراب ہو جاتا پھر پیالہ لوٹا دیتا میں دوسرے کے حوالے کر دیتا وہ بھی پی کر سیراب ہو لیتا تب واپس کرتا حتیٰ کہ (آخری فرد تک) سبھی سیراب ہو گئے۔ میں نے وہ پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ راہی اس میں دودھ بچا ہوا تھا، آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا پھر سر اقدس میری طرف اٹھایا اور بسم فرمایا اور فرمایا اے ابا ہریرہ میں نے عرض کیا البیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اور تو (باقی تو سبھی سیراب ہو لیے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بجا فرمایا آپ نے فرمایا تو اب تم بیٹھ جاؤ اور پیو۔ فرماتے ہیں میں بیٹھ گیا اور پیالہ کو منہ لگا کر جتنا پی سکتا تھا پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو میں نے پھر یہی کہ آپ اسی طرح فرماتے رہے اور پیو اور پیو اور میں پتیا رہا۔ یہاں تک میں مجبور ہو گیا اور عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اب میرے اندر کوئی گنجائش نہیں رہی اور نہ دودھ کے اندر جانے کا کوئی راستہ۔ تو آپ نے فرمایا اچھا تو پیالہ مجھے دو میں نے وہ پیالہ بارگاہ اقدس میں پیش کیا تو آپ نے بقایا کو پیاتب پیالہ خالی ہوا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ صحابی ہیں۔ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے اور تقریباً چار سو افراد تھے۔ ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نام کو نہیں تھا یہ امر اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم پر سخت گراں گذر

عہ فائدہ جلیلہ۔ اس روایت سے جہاں امور کو نبی میں اختیار مصطفیٰ علیہ التہیۃ والتناذیر ہے وہیں علم غیب کا تحقیق بھی واضح ہے اگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ پیالہ بھر دودھ اصحاب صفہ کو اور ابوہریرہ کو کفایت کر جائے گا تو ان سب کے بلانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اہم اہل سنت نے فرمایا کیوں جناب ابوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

اور پیاس کی وجہ سے جب سخت پریشان ہوئے تو آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر التجا کی۔ فوراً ایک چھوٹی سی سنگ دار بکری آموجد ہوئی اور سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اُس کا دودھ دوہا۔ خود بھی پیسا اور صحابہ کرام کو بھی پلایا حتیٰ کہ سبھی سیراب ہو گئے پھر فرمایا اے نافع یہ بکری آج رات تمہاری ملکیت میں ہے اس کو قابو رکھنا۔ مگر مجھے یقین ہے تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔ فرماتے ہیں میں نے اسکو کھڑا ایک چوبیس میخ زمین میں گاڑ کر رسی کیا تھ اس بکری کو وہاں باندھ دیا۔ جب رات کے کسی حصہ میں آنکھ کھلی اور بکری کی طرف دیکھا تو وہ غائب تھی یا میخ کھڑی تھی اور یاری پڑی تھی لکھوئی تھی نظر نہ آتی تھی۔ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ صورتحال عرض کیا قبل اس کے کہ آپ دریافت فرمائیں تو آپ نے فرمایا یا نافع ذہب بھا الذی جاء بھا۔ اے نافع جو اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔ راسی لیے میں نے کہہ دیا تھا تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔

## نواں باب

### درختوں کے بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا معجزہ

حضرت یسلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوئے۔ ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہوا حتیٰ کہ آپ پر جھک کر آپ کو چھپایا۔ پھر اپنی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔

جب رسالتا بعلیہ افضل الصلوٰۃ کی حیثیت اقدس بیدار ہوئی تو آپ سے درخت کی حاضری کے متعلق عرض کیا گیا آپ نے فرمایا اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے حاضری کی امانت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت فرمائی تاکہ حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کر سکے۔

(ف) یہو حالت نیند میں بھی میں اور درخت کے بارگاہ خلد نندی میں حاضری کی درخواست پیش کرنے پر بھی مطلع ہیں اور اذن ملنے پر بھی اور کیوں نہ ہوں کہ حضور کی صرف آنکھیں مجھ خواب ہوتی ہیں، دل اقدس بیدار ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ۔ بکری کا غیب سے آموجد ہونا بھی معجزہ ہے اور پھر چھوٹی سی بکری کے تھوڑے سے دودھ کا چار سو افراد کو سیراب کر دینا درمیر معجزہ۔ یہ فرمانا کہ اس کو قابو نہیں رکھ سکو گے اور ایسے ہی ہوا یہ علم غیب سے متعلق تیسرا معجزہ ہو گیا۔ واللہ شہد علی ذلک۔

حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ صحرا اور بیابان کی طرف نکلا حتیٰ کہ ہم کھلی جگہ میں جا نکلے۔ آپ نے فرمایا وحدثک (زبان زد کلمہ ہے لفظی معنی تیرے لیے افسوس ہے مگر مراد نہیں ہوتا) دیکھ تو سہی کوئی چیز ایسی نظر آتی ہے جو مجھے چھپائے اور پردہ وستر کا کام دے۔ میں نے عرض کیا اور تو کوئی شے نظر نہیں آتی صرف ایک چھوٹا درخت ہے وہ بھی ستر اور پردہ کا فائدہ نہیں دے سکے گا۔ فرمایا اس کے قریب کوئی اور شے نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا ایک اور درخت ہے مگر وہ ہر لحاظ سے اتنا ہی بڑا ہے جتنا پہلا ہے۔ آپ نے فرمایا درختوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے امر سے اکٹھے ہو جاؤ چنانچہ (آپ کا پیغام میں نے ان کو دیا تو وہ فوراً اکٹھے ہو گئے) آپ نے قضائے حاجت فرمائی رجب واپس ہوئے تو فرمایا ان کے پاس جا کر کہو اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ چنانچہ حسب الارشاد وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایک کشادہ وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے ادھر ادھر نگاہ اقدس اٹھائی مگر ستر اور پردہ کے لیے کوئی شے نظر نہ آئی ناگاہ وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی اور شاخ کو پکڑ کر سرمایا۔ انقادی علی باذن اللہ تعالیٰ۔ میرے ساتھ میری اطاعت میں چل اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ۔ وہ درخت آپ کے ساتھ سر جھکا کر یوں چلا جیسے کہ نکیل والا اونٹ اپنے قائد کے ساتھ سر جھکا کر چلتا ہے حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے امر سے میری اتباع کرو اور میرے پیچھے چل۔ انقادی علی بامر اللہ تعالیٰ۔ وہ درخت بھی پہلے کی مانند آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ دونوں قریب ہو گئے اور آپ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور حکم دیا۔ التما باذن اللہ علی۔ اللہ تعالیٰ کے امر سے مجھ پر مل کر (پردہ بناؤ) چنانچہ وہ دونوں جڑ گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دوڑتا ہوا وہاں سے نکلتا تاکہ کہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قرب کا احساس فرماتے ہوئے مزید دور جانے کی تکلیف نہ فرمائیں میں دور جا کر بیٹھ گیا (اور کسی خیال میں مستغرق ہو گیا) ابابک دیکھا تو محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ تشریف لارہے ہیں اور دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو چکے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا، جہاں کوئی درخت نہیں تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اے جابر بانی لاؤ اور میرے ہمراہ چلو چنانچہ میں پیچھے پیچھے چلنے لگا حتیٰ کہ ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں دو درخت ذرا ایک دوسرے سے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا



اے جابر ان کے پاس جا کر ان سے کہو کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ تو وہ زمین کو بھاڑتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ آئے آپ نے تضاد حاجت فرمائی اور استنجا کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان کے پاس جا کر کہو کہ اپنی اپنی جگہ پر چلے جائیں (چنانچہ میرے پیغام دینے پر وہ اپنی اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے)

حضرت ابن بربیدہ اپنے والد بربیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حلقہ اہل اسلام و ایمان میں داخل ہو چکا ہوں۔ ایسا معجزہ دکھلائیں جس سے میرا ایمان و یقین بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا تو کیا چاہتا ہے؟ (جو معجزہ تو کہے گا میں وہی دکھلا دوں گا۔ یہاں تو سائل کی مرضی دیکھی جاتی ہے، اس نے عرض کیا اس درخت کو بلائیں تاکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے آپ نے فرمایا تو جا کر اسے بلا (وہ تو پیغام ملنے پر بھی حاضر ہو جائے گا۔ خود میرے بلانے کی کیا ضرورت ہے) اعرابی گیا اور درخت سے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دے (جو نبی یہ پیغام سنا، ایک طرف جھکا اور دوسری جانب کی جڑوں کو زمین سے اکھیر لیا۔ پھر دوسری جانب جھک کر دوسری سمت کی جڑوں کو اکھیر لیا۔ پھر جڑوں پر چلتا ہوا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ اعرابی نے کہا مجھے یہ معجزہ کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو لوٹنے کا حکم دیا تو وہ لوٹ گیا اور اپنی سابقہ جگہ پر جا کر نصیب ہو گیا اور ہر جڑ کو اپنی اپنی جگہ قائم کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک اعرابی سامنے سے آیا جب آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کیا اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے خیر اور سلامتی کی طرف رغبت و میلان نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو شہادت دے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ و رسولہ کی۔ اس نے عرض کیا آپ کے اس دعویٰ پر اور کون شہادت دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت۔ درخت وادی کے کنارے کھڑا تھا آپ نے اس کو بلایا وہ حاضر ہو گیا در انما لیکہ وہ زمین کو چیرتا ہوا آ رہا تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ توحید و رسالت کی شہادت دینے کو کہا تو اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر درخت اپنی جگہ پر لوٹ گیا اور اعرابی اپنی قوم کی طرف گیا اور حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ سے عرض کیا اگر انہوں نے میری اتباع کی تو میں ان کو بھی آپ کی خدمت میں لاؤں گا ورنہ خود حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں کس دلیل اور علامت سے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ میں اس

آپ نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور سے نیچے اترنے لگا حتیٰ کہ زمین پر گر پڑا پھر اچھلتا ہوا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تو وہ اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ اعرابی نے یہ ایمان افروز منظر کو دیکھا تو عرض کیا۔ اَشْهَدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَوْر شَرَفَ اِيْمَانٍ سَے مُشْرِفٌ ہُوْگِیَا۔

ابو عبیدہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مجھے مسروق نے بتلایا کہ تیرے والد گرامی حضرت عبد اللہ نے مجھے بتایا کہ ایک درخت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کی موجودگی کی خبر دی تھی۔

فائدہ جلد

اگر محمد اور بے دین لوگ کہیں یہ تو سحر کاری اور جادو گر می ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سحر محض خیال اور شعبہ ہوتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰخیل الیہا من سحر ہما انہما تسعیٰ حضرت موسیٰ کو سحر کے سحر سے اس امر کا خیال گذرتا تھا کہ یہ رستیاں اور چھڑیاں دوڑ رہی ہیں حالانکہ درحقیقت ان میں کوئی محسوس حرکت نہیں تھی۔ ابن عقیل فرماتے ہیں اگر سحر میں بھی اعیان کو تبدیل کیا جاسکے جیسا کہ معجزہ میں تھا سحر اور معجزہ برابر ہو جائیں گے اور صدق صادق کا علم متعذر و ناممکن ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے علم و اعتقاد کا ذریعہ صرف یہی بنایا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ایسا معجزہ ظاہر ہو جس کا مقابلہ نہ کیا جاسکے ، وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے۔

اور جب یہ مان لیں کہ ساحر بھی اپنے سحر اور جادو سے اعیان میں قلب ماہیت کر دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نشانِ اعجازی سے اعیان میں تغیر و تبدیلی اور قلب ماہیت فرمائی، تو نبی اور ساحر میں کوئی وجہ امتیاز نہیں رہے گی اور فداغ تحقیق مسدود ہو کر رہ جائیں گے۔

ایک سوال کا ازالہ کرتے ہوئے علامہ ابن عقیل نے فرمایا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد و ماقتلوہ و ما صلبوہ و لکن مشبہ لہم کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے مشاہدات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے ادراک اور مشاہدہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی سولی پر لٹکایا اور ان کو شہید کیا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'نہیں وہ ان کی شبیہ تھی نہ کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام۔'

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس وقت ذرائع اوداک کو ان سے سلب فرمالیا اور جھم۔ لٹا کر رکھا۔ حکم یہ تھا کہ یہ مصلحت نہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو ادا کر کے

عصمت کا اور کفار و منافقین کو اپنے برے عزائم میں ناکام اور عاجز کرنے کا تقاضا کر رہی تھی (نہ یہ کہ سرے سے جو اس د  
مدارک پر اعتماد ہی نہیں اور وہ ہمیشہ غلطی کھا جاتے ہیں) اگر حقیقت حال یہ ہو تو یہیں شہد کی مٹھاس کا کیا اعتماد ہو سکتا ہے  
کیونکہ بعض اوقات مختلف طعام کھانے یا مزاجوں میں تغیر و تبدل پیدا ہونے سے وہ کڑوا بھی محسوس ہونے لگتا ہے۔  
اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ پھر معجزہ کے مجانس و مماثل امور سحر اور کمانت وغیرہ کے ذریعے کیونکر وقوع پذیر ہو جاتے  
ہیں (سرے سے یہ امور وقوع پذیر نہ ہوتے تو نظر ظاہر میں بھی التباس و اشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی)۔  
اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ لوگوں کو اس امر کا مکلف ٹھہرایا جائے کہ وہ معجزہ اور شعبہ  
میں خداداد عقل و فراست اور فہم و کیاست کو بروئے کار لا کر امتیاز کریں تاکہ ثواب اجتہاد سے بہرہ ور ہوں نیز شعبہ سحر  
اور سحر کار ہمیشہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں۔ مگر رسول کریم علیہم السلام ایک دوسرے کی تائید  
تصدیق فرماتے ہیں۔

## دسواں باب

فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم منیت لزوم سے پہاڑ کا رقص و جہاد آپ کے فرمان پر کون اتر کر کاٹھا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے کوہ  
حرہ پر قدم رنجہ فرمایا اور کوہ حرہ لرزہ بر اندام ہو گیا تو آپ نے پائے ناز سے اس کو ٹھوکر ماری اور فرمایا۔  
اسکن حرہ فانہ لیس علیک الانبی او صدیق او شہید  
اے حرہ سکون و قرار میں آ اور اس اضطراب اور سحجان کا مظاہرہ نہ کر کیونکہ تجھ پر انبی اکرم کی ذات جلوہ فرما ہے  
اور یا صدیق ہیں اور یا شہید۔

اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت  
زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم تھے اور اگر میں چاہوں تو نواں آدمی جو آپ کے ساتھ تھا اس کا نام  
بھی بیان کر دوں جب سامعین نے زمرہ سے عرض کیا کہ اس آدمی کا نام بھی بتایا جائے تو فرمایا وہ میں (سعید بن زید)  
ہوں۔



## گیارہواں باب

چوپایوں کا بارگاہ نبوی میں حالت زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کیلئے راکھ ہونا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء ایک دن انصار کے باغات میں سے ایک چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ ناگاہ ایک اونٹ کھڑا نظر آیا جس نے حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کو دیکھا تو محبت و عقیدت سے بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ اور گدھی پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون و قرار آگیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے، انصار میں سے ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ سے ان جانوروں کے معاملہ میں نہیں ڈرتا جس نے تجھے ان کا مالک بنا دیا ہے۔ تیرے اس اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور تھکا دیتا ہے اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ ناگاہ ایک اونٹ آگیا اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ اپنے حلقوم کو آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تہیاں بہنے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے یحییٰ تم پر افسوس ہے۔ دیکھو تو اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ اس کو کوئی سخت امر و پریش ہے۔ میں اس کے مالک کو تلاش کرنے نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک انصاری کا اونٹ ہے۔ میں نے اس کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے اس اونٹ کا معاملہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ اس کا معاملہ کیا ہے۔ ہم نے اس سے کام لیا حتیٰ کہ اب وہ کنوئیں سے پانی کھینچنے کے قابل نہیں رہا تھا تو گزشتہ رات ہم نے صلاح و مشورہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں۔

آپ نے فرمایا (اس اونٹ نے میری پناہ لی ہے) لہذا اب اس کو ذبح نہ کرو بلکہ مجھے ہبہ کر دو یا بیع دو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کا مال ہے۔ آپ نے اس پر صدقہ کے اموال والی نشانی لگائی اور پھر اسے اس طرف رکھنے کے لیے بھیج دیا۔

حضرت النضر بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک گھرانہ کا اونٹ تھا جس کے ذریعے وہ کنوئیں



سے پانی کیھتے تھے۔ اونٹ نے سرکشی شروع کر دی اور اُن کو پیٹھ پر سوار نہ ہونے دیا۔ وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اونٹ کی سرکشی کا شکوہ کیا اور کہتی کے خشک ہونے کی شکایت بھی کی۔

آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا اٹھو (چل کر دیکھیں اونٹ اپنے مالکوں سے یہ سلوک کیوں کر رہا ہے اصحابہ کرام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اُٹھے۔ انصار کے چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ اونٹ اس کے ایک گوشہ میں کھڑا تھا۔ آپ اس کی طرف چل پڑے تو انصاری عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ تو کتے کی مانند باؤلا سا ہو چکا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جب اس اونٹ نے نبی الانبیاء علیہ وسلم التیمۃ والتناء کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپ کی طرف چلنے لگا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ اتنا مطیع اور رام معلوم ہوتا تھا کہ اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا (تو اس نے حسب سابق کام کرنا شروع کر دیا)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ چرپایہ ہے اور عقل و دانش سے محروم وہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے۔ ہم عقلمند ہیں (آپ کے منصب خدا داد کو سمجھتے ہیں) ہم کیوں نہ سجدہ کریں بلکہ ہم اس اظہار عظمت کے اور تعظیم و تحکیم بجالانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب خدا علیہ التیمۃ والتناء نے ارشاد فرمایا کسی بشر کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ بشر اور مخلوق کو سجدہ کرے۔ اگر بشر کا بشر کے لیے اور مخلوق کا مخلوق کے لیے سر بسجود ہونا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ خداوند کے حق عظمت کو ادا کرنے کے لیے اسے سجدہ کرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک سفر سے لوٹے۔ انصار کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک سرکش اونٹ ہے جو شخص بھی اندر داخل ہوتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ معاملہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ اس باغ میں تشریف لائے۔ جوں ہی اونٹ کی نظر آپ پر پڑی تو بڑبڑایا اور حاضر خدمت ہوا۔ درانحالیکہ اپنے ہونٹ زمین پر رکھے ہوئے تھا۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارے آؤ چنانچہ ہمارے پیش کی گئی۔ آپ نے اس کو ہمارے ساتھ باندھ کر مالک کے حوالے کر دیا۔ تب فرمایا کہ زمین و آسمان کے درمیان کوئی شے ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول اور نائب نہ سمجھتی ہو یا سوا سرکش جنوں اور انسانوں کے جو وادعی ضلالت و گمراہی میں بھٹکنے والے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں نکلا تو سامنے جنگل میں ایک اونٹ کھڑا تھا (جب آپ کو دیکھا تو راستہ کی طرف چلنے لگا، حتیٰ کہ جب آپ کے سامنے راستہ کے درمیان پہنچ گیا تو سجدہ میں گر پڑا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ناگاہ انصار کے چند جوان حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اونٹ ہمارا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا کیا معاملہ ہے اور تمہارے متعلق کیا شکایت ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نے بیس سال اس کے ذریعہ پانی لا کر کھیتیاں سیراب کی ہیں اب یہ اس کام کے نوجواب نہیں رہا اور اس پر چسپربی بھی لٹا رہا ہے۔ ارادہ کیا کہ اس کو ذبح کر دیں اور اس کا گوشت اپنے بال بچوں میں تقسیم کر دیں مگر یہ بھاگ نکلا۔

آپ نے دریافت فرمایا کیا تم اس کو بچو گے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ یہ آپ کا مال ہے۔ آپ کے ہاتھوں بچنے کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا اگر اس کو بچتے نہیں ہو تو اس کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آؤ تا آنکہ قدرتی موت اس پر آئے اور یہ خود بخود مرنے لگے پھر ذبح کر لینا۔ اس روح پر در منظر کو دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہم چوپایوں کی نسبت زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے سامنے جبین نیاز کو زمین پر رکھیں اور عظمت خدا واد کا اس طرح عملی طور پر اظہار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارے سجدوں کا اور کوئی حقدار نہیں ہے اور اگر یہ غایت تنظیم غیر اللہ کے لیے جائز ہوتی تو اس کی حقدار سب سے پہلے عورتیں ہوتیں جو اپنے خاوندوں کے لیے سجدہ نیاز بجالاتیں۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا یہ اونٹ میرے پاس تمہاری شکایت لے کر حاضر ہوا ہے کہ تم نے جوانی کے اندر تو اس سے کام لیا ہے اور جب بوڑھا ہو گیا ہے تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

## بارہواں باب

مختار کوئین باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات اہل مدینہ سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اس طرف تشریف لے گئے جدھر سے خوفناک آواز سنائی دی تھی۔ لوگ نکلے تو آپ واپس آ رہے تھے اور فرما رہے تھے ہرگز خوفزدہ نہ ہو۔ کوئی خوفناک امر نہ ہے، حضرت انس فرماتے ہیں اس گھوڑے کو بہت ہی سست رفتار سمجھا جاتا تھا لیکن آپ کے سواری



فرمانے کے بعد کوئی گھوڑا اس سے سبقت نہ لے جاسکا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک اونٹ پر سوار تھا جو کہ تھک چکا تھا۔ میں نے اس سے تنگ اگر ارادہ کیا کہ اس کو یہیں چھوڑ دوں اور خود پاسبانہ گھر کو چل دوں۔ اسی اثناء میں حبیب خدا علیہ التیمتہ و الشاہدین سے پہنچ گئے۔ آپ نے اس کو اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری اور اس کے لیے دعا فرمائی پھر وہ اس طرح تیز چلنے لگا کہ اتنا تیز کبھی نہیں چلا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

## تیرھواں باب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی بھری کفار کی طرف پھینکنا  
اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں وقتی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور وہ ذرا پیچھے ہٹے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو دلدل کے نام سے آپ پکارتے تھے آپ نے اس کو حکم دیا کہ دلدل الپکائی۔ اسے دلدل زمین کے ساتھ چمٹ جا۔ تو اس نے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ چمٹا دیا۔ فوراً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے ایک مٹی مٹی کی اٹھائی اور ان کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا۔

خولا ینصرون۔ حمر۔ (کی برکت سے) وہ نفرت و مدد نہیں دیے جائیں گے اور اہل اسلام پر غالب نہیں آسکیں گے۔ جو نہی کف اقدس سے نکلنے والی مٹی ان پر پڑی تو وہ شکست خوردگی کے عالم میں پیچھے ہٹنے لگے۔ ہم نے تیر پھینکا نہ ہی نیزہ مارا اور میدان ہمارے ہاتھ میں رہا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جتنے کفار موجود تھے ہر ایک کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں۔ اس حدیث کی مختلف سندیں ہم انشاء اللہ غزوہ حنین کے تذکرہ میں ذکر کریں گے۔

عہ امام اہل سنت نے فرمایا۔

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی لکیر پاؤں تئیں وہ جن سے اتنے کامنوں کا دفعتہ منہ پھر گیا

## چودھواں باب

سید کائنات علیہ افضل الصلوات کا اصرام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا

منہ کے بل زمین پر گر پڑنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے آپ اُن کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے گئے اور جاد الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا پڑھتے رہے یعنی حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ بیشک باطل زائل ہونے والا ہے۔ اور نیست و نابود ہو جانے والا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مبارکہ میں داخل ہوئے جبکہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی۔ آپ اُن کی طرف اس چھڑی سے اشارہ فرماتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے۔ جاد الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا اور فرماتے جاد الحق وما یبدی الباطل وما یعید۔ حق آگیا باطل نہ شروع ہو سکتا ہے اور نہ ہی لوٹ کر آ سکتا ہے بلکہ وہ بالکل بے نام و نشان ہو گیا۔ حضورؐ یں یہ فرماتے اور بُت اوندھے منہ گر پڑتے۔

عہ دست اقدس اصرام کو نہ لگانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اصرام کو بیچ ان کے عبادت گزاروں کے جہنم میں پھینکا ہے جیسا کہ فرمایا۔ انکم اما تعبدون من دون الله حصص جہنم۔ اور اگر صیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک ان کو لگ جاتا تو آگ ان پر اثر انداز نہ ہوتی اس لیے آپ نے صرف چھڑی کے ساتھ اشارہ کر کے گرانے پر اکتفا فرمایا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۹۱

## پندھواں باب

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غیبی خبریں دینا اور انکا آپ کے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا مصنف فرماتے ہیں آپ کی غیبی خبریں دینے کے چند دلائل اور واقعات پہلے گزر چکے ہیں جنہیں سے ایک یہ خبر بھی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بتلادیا کہ دیکھ نے اس صحیفہ کے وہ جتنے کھالیے ہیں جن میں ظلم و جور، تعدی اور زیادتی تھی اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے برات تھی جس کو لکھ کر کفار و مشرکین نے بیت اللہ شریف میں رکھ دیا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا علیہ القیۃ والتناور کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام کی ایک جماعت کسریٰ کا وہ خزانہ بذریعہ جنگ حاصل کرے گی جو کہ قیصر ابیض میں ہے۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا (بلکہ وہ ملک دار اسلام میں شامل ہو جائے گا) اور جب قیصر روم ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ (یعنی علاقہ شام و فلسطین وغیرہ میں اس کی سلطنت نہیں رہے گی اگرچہ آپ کے دعوت نامہ اسلام کی قدر و منزلت اور تنظیم و مکرم کی بدولت قدر سے علاقہ اُن کے قبضہ میں رہے گا)

— قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ضرور بالفرد قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بانٹ دیے جائیں گے (اور ایسے ہی ہوں)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ اور بخدا اُن کے خزانے (اہل اسلام کے ہاتھوں) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

مصنف (علامہ ابن الجوزی) فرماتے ہیں ہاں اوقات اس حدیث پاک میں یہ اشکال سوچتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے بعد اُن کے ملک پر یکے بعد دیگرے ملوک و سلاطین کی ایک جماعت حکمران رہی جو انہی القاب کے ساتھ پکارے جاتے رہے اور قیصر و کسریٰ کہلاتے رہے کیونکہ جو ملک فارس کا بادشاہ بنا وہ کسریٰ کہلاتا تھا اور جو ملک روم کا بادشاہ بنتا تھا وہ قیصر کہلاتا تھا۔



تو جواب اشکال یہ ہے کہ کوئی ایسا بادشاہ ان میں سے نہ ہوا جس کے عہد میں ملک کو کوئی معتبر فائدہ ہوتا اور نہ ہی ان کے ملک و سلطنت کو استحکام و دوام حاصل رہ سکا بلکہ ان کا ملک ہمیشہ متزلزل رہا حتیٰ کہ بے نام و نشان ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے مگر مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہم نے چاند دیکھا میں تیز نگاہ کا مالک تھا میں نے فوراً اس کو دیکھ لیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا شروع کیا (وہ سامنے ہی تو ہے) آپ اسے نہیں دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا میں عنقریب اس کو برسرِ پلٹے ہوئے دیکھ لوں گا۔

پھر انہوں نے ہمیں اہل بدر (کفار و مشرکین) سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بیان کرنی شروع فرمائی کہ رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے ایک دن قبل کفار و مشرکین کے مقامات ہلاکت اور قطعہ ہائے قتل دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے ہذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ۔ ہذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ یہ جگہ کل کو فلان شخص کی جائے ہلاکت ہوگی اور یہ جگہ فلان کا قتل ہوگا (دوسرے دن حسب ارشاد وہ ہلاک ہو رہے تھے) اور ان مقامات پر ہی ہلاک ہو رہے تھے جن کے متعلق نبی خدا علیہ التیمۃ والثناء نے خبر دے دی تھی۔

فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ السلام سے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ کفار بالکل ان مقامات سے متجاوز نہیں ہوئے (جن کی آپ نے نشاندہی فرمائی تھی) بلکہ انہیں جگہوں پر گر کر ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم جنگ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ نے ایک شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا، کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل نارسے ہے اور دوزخی ہے۔

جب ہم جنگ میں مصروف و مشغول ہوتے تو اس شخص نے بے جگری کے ساتھ حرب و قتال میں حصہ لیا اور زخمی ہوا اور مر گیا۔ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء میں عرض کیا گیا جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے اس نے آج بہت سخت لڑائی لڑی اور اسی دوران زخمی ہو کر مر گیا (تو وہ ہمارے خیال میں (اور بنظر ظاہر) تو شہداء کے اندر داخل ہو گیا ہے) آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ آگ میں داخل ہو گیا ہے۔

قریب تھا کہ بعض لوگ ریب و تردید میں پڑیں کہ آواز آئی وہ ابھی مرا نہیں ہے بلکہ اس کو شدید زخم لگے ہیں جب رات آئی تو وہ شخص زخموں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی خدمت میں اس کی حالت وفات اور خودکشی کا قصہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! شہدا فی عبادہ و رسولہ۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے اور کوئی شخص نہیں جاسکتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد و نصرت فاسق و فاجر آدمی کے ساتھ بھی فرمادیتا ہے واللہ

کسی کی تائید دین اور نصرت اسلام اس کے متقی و پیار سا ہونے اور جنتی ہونے کی دلیل نہیں ہے جب دوسرے اعمال صالحہ موجود نہ ہوں اور خاتمہ بالخیر نہ ہو۔

امام بخاری و مسلم نے اس روایت کو سہل و سہل کی سند سے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ ساعدی سے مروی ہے کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے فرمایا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی لہذا اس وقت کوئی شخص اٹھ کر باہر نہ جائے اور جن کے اونٹ وغیرہ ہیں، وہ ان کو مضبوطی کے ساتھ باندھیں۔

حضرت ابو حنیفہ فرماتے ہیں ہم نے سواریوں کو بڑی مضبوطی کے ساتھ باندھا جب رات آئی تو سخت آندھی چلی۔ ایک آدمی اس وقت اٹھا تو آندھی نے اس کو اٹھا کر قبیلہ طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله زوى لي الارض فزيت مشارقها ومغاربها۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ میں نے اس کے مغربی اور مشرقی کناروں تک کو دیکھ لیا ہے اور میری اُمت کی سلطنت (بالآخر) وہاں تک جا پہنچے گی جہاں تک سمیٹ کر اسے میرے سامنے کیا گیا ہے اور یقین جانیے مجھے سرخ و سفید دونوں خزانے عطا کر دیے گئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جبکہ آپ بمظفر ظاہر بے اختیار تھے اور علاقہ پر آپ کی حکومت و سلطنت نہیں تھی۔ لیکن جو خبر دی وہ بالکل درست نکلی اور آپ کی اُمت کی سلطنت و حکومت مشرق میں ترکستان تک پھیلی اور مغرب میں برابر بحر اندلس تک۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے پاؤں مبارک کے ساتھ مجھے ٹھوکر ماری تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو کیا کرے گا جب کہ تجھے مدینہ منورہ سے نکل جانے کو کہا جائے گا؟ میں نے عرض کیا میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے گھر کی طرف رجوع کروں گا۔ آپ نے فرمایا جب وہاں سے نکلا جائے گا تو پھر رد عمل کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ ملوارے کر اس شخص کو ٹھکانے لگا دوں گا جو مجھے وہاں سے بھی نکالنا چاہے گا۔ آپ نے فرمایا۔ عقلاً (ہاتھ پاؤں کٹیں اس شخص کے جو ایسے عزائم ادا ارادے رکھے یہ زبان زد کلمہ ہے۔



محاورات میں بوقت استعمال لفظی معانی میں ادا نہیں لیے جاتے) ایسے نہ کرنا بلکہ وہ جہدہر تجھے کھینچیں اور ہر ہی کھینچنا اور جہدہر چلائیں اور دھکیلیں اور ہر ہی چل دینا۔ اگرچہ یہ اقدام کرنے والا سیاہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو وہاں نماز ادا کی۔ ایک سیاہ غلام جو صدقہ کے جانوروں کو چرانے پر مامور تھا وہاں آیا۔ جب مجھے دیکھا تو واپس لے جانے اور مدینہ منورہ پہنچانے کے متعلق عرض کیا میں نے کہا نہیں تم اپنے حال پر رہو (اور مجھے اپنے حال پر رہنے دو) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں گا (اور اسی جگہ پر رہوں گا جہاں مجھے حاکم وقت نے رہنے کو کہا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسالتا ب علیہ افضل الصلوٰۃ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو اس وقت تک بچھائے رکھے گا جب تک میرا وعظ ختم نہیں ہو جاتا اور پھر اس کو اپنے سینہ سے لگائے گا تو وہ جو کچھ مجھ سے سنے گا اسے کبھی نہیں بھولے گا۔

میں نے اپنے کپڑے کو یا اپنے کمر کو بچھا دیا۔ آپ کا سلسلہ کلام ختم ہوا تو اس کو اپنے سینہ کے ساتھ لگایا۔ بخدا اس دن کے بعد میں نے جو کچھ بھی حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ سے سنا ہرگز نہیں بھولا یہ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن رافع سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جاؤ فاختہ والے باغیچہ کے پاس ایک عورت جا رہی ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے (جس میں ہماری مخبری اور جاسوسی کی گئی ہے) وہ اس سے لے لو۔ ہم حسب الارشاد گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے حتیٰ کہ اس باغیچہ میں پہنچے۔ ناگاہ ایک عورت وہاں مل گئی۔

ہم نے کہا تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا خط نکال کر دے دے۔ یا پھر کپڑوں کی تلاشی دینی پڑے گی۔ تو اس نے خط نکال کر دیدیا۔ ہم وہ خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر

ہے جس ذات اقدس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر حافظہ عطا فرمادیا۔ خود ان کے حافظے کا عالم کیا ہوگا۔ جہر و گہ بات بات پر



ہوئے (وہاں کھول کر پڑھا گیا تو خطیوں شروع ہوتا تھا)

”حاطب بن ابی بلاتہ کی طرف سے۔ اہل مکہ کے فلاں فلاں افراد کی طرف (جو کہ مشرک تھے) اور خط میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہونا بیان کیا گیا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اسے حاطب تو نے یہ کیا کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ذرا اٹھیں میری عرض سماعت فرمائیں۔ میں قریش میں رہتا تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ جتنے دوسرے مہاجرین صحابہ میں سب کی وہاں رشتہ داریاں ہیں اور ان کے قریبی اُن کے بال بچوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ قرابت اور رشتہ داری نہیں تو ان پر یہ احسان کروں تاکہ اس کی بدولت وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت و نگرانی کریں۔ میں نے جو قدم اٹھایا ہے نہ کفر و ارتداد کے پیش نظر ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر پر رضامندی کی بنا پر (نعمت باللہ) جبکہ یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد آپ کے شامل حال ہے وہ آپ کا کیا لگاڑ سکتے ہیں خواہ جتنے چور کئے اور چور کس ہو جائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غور سے سن لو۔ انہوں نے صحیح صحیح بات بیان کی ہے اور سچ سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس شخص کی گردن اڑا دو جس نے عملی طور پر نفاق کا مظاہر کیا ہے اور منافقین کا طور طریقہ اختیار کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حاطب غازیان بدر سے ہیں اور آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ اور مجاہدین اولین کے دلوں میں جھانک کر اعلان فرمایا ہے۔

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ جو بھی چاہو کام کرو میں مواخذہ نہیں کروں گا۔ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حالت سجود میں آپ کی پشت اقدس پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان النبی هذا سید و سیلح اللہ بہ بین فتین من المسلمین۔  
بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور غنقریب ان کی بدولت اللہ رب العزت مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی سخت آندھی چلی کہ سوار کو سواری سے گرا دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے

تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر تھا کہ ایک آدمی نے حاضر ہو کر تفر و فاقہ کی شکایت کی۔ پھر دوسرے نے حاضر ہو کر راستہ کے خطرات اور ڈاکہ زنی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اے عدی کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے دیکھا تو نہیں البتہ اس کے متعلق لوگوں سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی طویل ہوگی تو ضرور دیکھو گے کہ عورت تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ کے گرد طواف کرے گی اور اُسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوگا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اس وقت قبیلہ طے کے ادباز اور آوارہ لوگ کہاں ہوں گے جنہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ سے علاقوں میں فساد برپا کر رکھا ہے اور گویا آگ لگا رکھی ہے۔

آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی (تو دیکھو گے کہ) کسریٰ کے خزانے فتح کر لیے جائیں گے اور اہل اسلام قبضہ میں کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز! اور اگر زندگی نے تمہارے ساتھ وفا کی تو دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا اور چاندی لے کر ایسے لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا جو اس کو قبول کر لیں (حاجتمند اور فقراء ہوں اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کو لے لیں) مگر اس کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔

حضرت عدی فرماتے ہیں۔ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورتوں کو تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ مبارکہ کے گرد طواف کرتے دیکھا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا تھا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو برفہ شمشیر حاصل کیا اور اگر تمہاری زندگی دراز ہو تو تم اس امر کا مشاہدہ بھی کر لو گے جس کی حضور اکرم الباقی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایک آدمی سونا چاندی ہاتھ میں لے کر ضرورت مند لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے (جس کی چار دیواری تھی) ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا تقاضا کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دیدو۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر دوسرے شخص نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا اس کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو میں دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت بھی دی۔ پھر تیسرے آدمی نے اذن طلب کیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اوٹ لگا کر بیٹھے تھے۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا: دروازہ کھول دو اور اذن لینے والے کو جنت کی بشارت دیدو مگر اس امتحان و آزمائش کے بعد جس میں ان کو مبتلا ہونا پڑے گا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور جنت کی بشارت دی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے کہا اللہ المستعان۔ اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلبگار ہوں وہ ہی مدد طلب کرنے والوں کا ملجا و مادی ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوئے ہوں گے اور قیامت نہ ہوگی جب تک تم ترکوں کے ساتھ جنگ نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی چہرے سرخ ناک چھپے اور چپکے ہوئے اور ان کے منہ چوڑائی اور گوشت کی مٹائی کے لحاظ سے یوں معلوم ہوں گے جیسے کہ کوٹ کر پھیلانی ہوئی ڈھال۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالحاجہ آپسپا جو کہ بنو تمیم میں سے تھا۔ اور اگر عرض کیا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو! کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا اگر میں عادل نہیں ہوں تو پھر تو بہت بڑے خسارے میں ہے اور غائب و خاسر! کہ مجھ جیسے شخص کو نبی و رسول اور اپنا مقتدا و پیشوا بنا رکھا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمادیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑو! (ابھی اس کے اور بھی ساتھی پیدا ہوں گے) جن کی نمازوں کے مقابل تم اپنی نمازوں کو حقیر جانوں گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابل ناقابل اعتبار سمجھو گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا (لہذا اس میں تدبر و تفکر سے محروم رہیں گے) وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح کہ تیر شکار سے پار نکلتا ہے۔ شکاری تیر اٹھا کر اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اسے اس پر کوئی اثر اور نشان نظر نہیں آتا۔ قبضہ کو دیکھتا ہے تو وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے دستہ کو بغور دیکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی علامت شکار کو لگنے کی نظر نہیں آتی۔ پھر دستہ پر گئے ہوئے پروں کو دیکھتا ہے (جو تیر کو نشانے پر گرانے کے لیے لگائے جاتے ہیں) وہاں بھی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ وہ اس تیزی سے پار نکلا کہ گوبر اور خون وغیرہ سے سبقت لے گیا (اور یہ لوگ بھی دین سے اس تیزی کے ساتھ پار نکلے کہ دل و دماغ پر تو اس کا اثر کیا ہوتا ظاہری وجود پر بھی دین و ایمان نام کی کوئی شے دیکھنے والے کو نظر نہیں آسکتی) ان



کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ ان کا پیشوا اور رہبر ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک عضو (کھنی اور کندھے کا درمیانی حصہ) عورت کے پستان کی مانند ہوگا یا گوشت کے ٹوٹنے کی مانند جو مضطرب و متحرک ہوگا اور وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب مسلمانوں میں باہم افتراق و انتشار پیدا ہو چکا ہوگا۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنی اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے ساتھ قتال کیا اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور قتل ہو چکا تھا اور سب مقتولین کے نیچے پڑا تھا اسے وہاں سے نکال کر آپ کے سامنے لایا گیا تو میں نے اس کو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق پایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے دن حضرت صفیہ بنت حی کو لایا گیا اور ان کے بھائی اور خاوند کو جن کو آپ نے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ کوئی امر (جس کے متعلق ان سے دریافت کیا جائے گا) نہیں چھپائیں گے اور کوئی چیز چھپائیں گے تو ان کا خون حلال ہوگا۔ ان میں سے ایک تو سچ بولا اور کوئی چیز نہ چھپائی لیکن جو حضرت صفیہ کا خاوند تھا اس نے اونٹ کے چمڑے کو جس میں بہت سے زیورات تھے، چھپایا۔ آپ نے فرمایا اے کنانہ تو نے تو عہد کیا تھا کہ ہم سے کوئی چیز نہیں چھپائے گا تو وہ اونٹ کے چمڑے سے بنا ہوا زیورات سے بھرا ہوا مشکیزہ کدھر ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے کوئی چیز نہیں چھپائی حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے اس مکان کی نشاندہی فرمائی جہاں وہ مدفون تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وہ فلاں جگہ مدفون ہے۔ جب اس کو نکال کر لایا گیا تو آپ نے ان دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا ہاتھ پکڑو۔ وہ جب آپ کا ہاتھ پکڑ کر دونوں قبیلوں کے درمیان سے گزرے تو سرور عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو پسند نہ فرمایا اور یہ اظہار ناپسندیدگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں تھا۔

آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہو تو تمہیں آزاد کر دیتے ہیں اور تم اپنے بقایا افراد قبیلہ کے پاس چلی جاؤ اور چاہو تو اسلام لے آؤ اور میں تمہیں اپنی زوجہ بنالوں گا انہوں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ آپ نے ان لوگوں کو جو وہاں جمع ہو چکے تھے، فرمایا اپنی ماں (حضرت صفیہ ام المؤمنین) سے دور بٹ جاؤ۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سواری پر سوار فرمایا، حتیٰ کہ جب خیبر سے چھ میل دور نکلے تو راہ سے ایک طرف ہٹے تاکہ ان کے ساتھ مباشرت نہ فرمائیں لیکن انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا بہت احساس ہوا مگر آپ نے اس

کا اظہار نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ جب مقام صہبا پر پہنچے تو آپ ایک ٹیلے کی طرف مائل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے زناپ پر آمادگی ظاہر کی آپ نے دریافت فرمایا کہ قبل ازیں آمادگی ظاہر نہیں کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا مجھے وہاں حالت عروسی سے قرب یہود مانع تھا اور اب وہ بہت دور رہ گئے ہیں لہذا مانع باقی نہیں رہا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ خیمہ کے گرد پہرہ دیتے رہے جب آپ نے قدموں کی آواز سنی تو دریافت فرمایا کون ہے؟ آیتوالے نے عرض کیا میں ابو ایوب خالد بن زید ہوں۔ فرمایا تجھے کیا ہے اور خیمہ کے ارد گرد کیوں پھر رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں آج ساری رات نہیں سویا کیونکہ مجھے آپ پر اس عورت سے خطرہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ جا کر آرام کریں (مجھے اُن سے کوئی خطرہ نہیں ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو سفیان کے ساتھ طواف میں آمنا سامنا ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابو سفیان کیا تیرے اور ہندہ کے درمیان ایسا ایسا معاملہ نہیں ہوا تو جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ دل ہی میں غمگین ہوئے کہ ہندہ نے واقعی راز افشا کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا اور اس کو یوں سزا دوں گا کہ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو ابو سفیان سے ملنا فرمائی اور فرمایا کہ ہندہ پر کوئی سختی اور تشدد نہ کرنا اس نے تیرے راز کو فاش نہیں کیا۔ جناب ابو سفیان نے عرض کیا اے رسول اللہ آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہندہ پر ظلم و زیادتی اور تشدد و سختی کا سوچ رہا تھا؟ (یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راز کا اعلام بھی ہے اور دل میں جوابی کارروائی کے متعلق خیال لانے کا اعلام بھی ہے۔ فصلی اللہ علی حبیبہ قدر احسنہ و جمالہ۔)

عاصم بن کلیب کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے ایک انصاری کی زبانی بتلایا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت میں نکلا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا۔ ہمیں ایک شخص سامنے سے آتا ہوا ملا جس نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت کی ہے اور کھانا تیار کیا ہے آپ مع اپنے ہمراہیوں کے تشریف لے گئے اور ہم چھوٹی عمر والے بھی وہاں بیٹھے جیسے کہ بیٹے اپنے آباء کے ساتھ ادب و احترام سے بیٹھے ہیں۔

کھانا لایا گیا جب آپ نے اور آپ کے صحابہ نے ہاتھ کھانے پر رکھا اور کھانے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لقمہ منہ میں ڈال کر اس کو منہ میں ہی پھیر رہے ہیں اور سپٹ کی طرف جانے نہیں دیتے تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ آپ نے اس لقمہ کو باہر پھینک دیا اور فرمایا۔  
لحم شاة اخذت بغیر اذن اہلہا۔ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔

وہ عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو کھانے پر جمع کروں۔ میں نے نفع (موشیوں کی منڈی کا نام) کی طرف آدمی بھیجا مگر کہنے فرود ختنی و خریدنی جانور دستیاب نہ ہوا۔ پھر میں نے اپنے بھائی کی طرف آدمی بھیجا کہ اپنی بکری مجھے دید و گردہ گھر پر نہیں تھے تو گھر والوں نے بکری بھیج دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور جنگ موتہ میں شہید ہونے والے سپہ سالاروں کی خبر شہادت دیتے جا رہے تھے۔ پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت دی۔ پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اور بعد ازاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی۔ پھر فرمایا۔ اب علم جہاد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک عظیم تلوار ہیں (اور اللہ تعالیٰ کی تلوار کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے لہذا ان کو فتح حاصل ہو گئی ہے)۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التبیۃ والتناء نے مجھے ایک عورت کی طرف (اس کے حسن و جمال کا اندازہ لگانے کے لیے) بھیجا تو میں نے آپ سے عرض کیا۔ میں نے تو اس کو کسی اہمیت کی حامل نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار پر سیاہ تل دیکھا جس سے تیرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے (آنا حسن دیکھ کر اور اس قدر متاثر ہو کر مجھے یہ جواب دے رہی ہوں) تو آپ نے عرض کیا۔

ہا ددنک سر و من یستطیع ان یکتف۔ آپ سے کوئی سارا زپوشیدہ ہے اور کس میں طاقت ہے کہ آپ سے کوئی چیز چھپا سکے۔

حضرت سلیمان بن ضرور رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد ہم ان پر حملہ آور ہو کر جائیں گے اور وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے فرمان کو سچا کر دکھایا اور بعد ازاں آپ ہی حملہ آور ہوئے وہ حملہ کی جرأت نہ کر سکے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دین غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ سمندرؤں سے پار جا پہنچے گا اور مجاہدین اسلام اپنے گھوڑے سمندرؤں میں سے پار لے کر نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم



علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ تبتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بد بخت شخص کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اڈٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے (اور خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی عظیم علامت اور نشانی سے محروم کیا، آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ تبتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے سب سے بد بخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو گنپٹی پر دار کر کے شہید کر دے گا (یوں لوگوں کو سر حشمہ ولایت کے فیوض و برکات سے محروم کرے گا اور وہ بھی لذت نفس اور خواہش نفسانی کے پیش نظر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بد بخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ یعنی دارھی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب کو خون آلود کرتا اور میں درجہ شہادت کو پالیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ہم طائف سے نکلے اور ایک قبر کے قریب سے گذرے کہ یہ قبر البورغال کی ہے جو کہ قبیلہ ثقیف کا مورث اعلیٰ تھا اور قوم ثمود سے تھا جب تک حرم میں تھا، قبر خداوندی اور عذاب سادی سے محفوظ رہا۔ جب حرم مکرم سے نکلا تو جو عذاب اس کی قوم پر نازل ہوا تھا وہ اس کو بھی آپہنچا۔ اور اس کو یہیں دفن کر دیا گیا (اس امر کی تصدیق کرنی ہو کہ واقعی یہ البورغال کی قبر ہے، تو اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ قبر میں سونے کی چھڑی اور سلخ بھی مدفون ہے اگر تم قبر کو کھودو تو اس کو پالو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے فوراً قبر اکھیر دی اور وہاں سے حسب فرمان وہ چھڑی اور سلخ نکال لی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود غنی (مدعی نبوت) قتل ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے خبر اور وحی نازل ہوئی تاکہ ہمیں بشارت دیں تو آپ نے فرمایا آج رات اسود غنی قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو بابرکت جوان نے قتل کیا ہے۔ عرض کیا گیا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا فیروز کیونکہ وہ فیروز اور کامیاب ہے یعنی نام جیسا تھا کام بھی دلیا ہی کیا۔

ام ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو میں رونے لگی آپ نے فرمایا رونا نہیں بلکہ بشارت سنو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت کے متعلق فرماتے سنا جن میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہوگا جس کے جنازہ اور کفن و دفن میں مومنین کی ایک عظیم جماعت شامل ہوگی۔ اس جماعت میں سے ہر شخص یا اپنے دیہات اور آبادی میں فوت ہوا اور یا جماعت رفقار کے اندر اور صرف میں ہی وہ شخص ہوں جو چٹیل میدان اور جنگل میں تنہائی کے عالم میں فوت ہو رہا ہوں۔ بخدا میں نے

جھوٹ بولا ہے اور میری مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے لہذا راہ کی طرف دیکھو۔

میں نے کہا حجاج کرام حج سے فارغ ہو کر جا چکے اور راستے گزرنے والوں سے خالی اور منقطع ہو چکے، اب کون نظر آئے گا مگر ان کے کہنے پر ٹیلے پر دوڑ کر چڑھتی، ادھر ادھر دیکھتی پھر ان کی تیمارداری اور خدمت کے لیے لوٹ آتی۔ ناگاہ کیا دیکھتی ہوں کہ چند آدمی اونٹوں پر سوار گزر رہے ہیں۔ میں نے کپڑا ہوا میں لہراتے ہوئے ان کو اشارہ کیلئے جلدی آپہنچے اور دریافت کیا کیا بات ہے؟ میں نے کہا مسلمانوں میں سے عظیم مسلمان سیاق موت میں ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ میں نے کہا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔

انہوں نے کہا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔ میں نے جواب میں کہا ہاں! تو انہوں نے اُن کو دعائیں دیتے ہوئے کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کفن دیا اور پھر (نماز جنازہ پڑھ کر) دفن کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گروہ اہل نار کے ہیں (جو بعد میں پیدا ہوں گے) میں نے اُن کو (چشم ظاہر سے) نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گاؤم کی طرح چابک ہوں گے اور وہ لوگوں کو اُن کے ساتھ ماریں گے۔ اور دوسری جماعت غیور توں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی (کپڑوں کی باریکی کی وجہ سے یا بدن کے اکثر حصے ننگے ہونے کی وجہ سے) خود لوگوں کی طرف برائی کے لیے مائل ہوں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سر سختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوں گے نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت (تسارہ) سے سونگھی جاسکے گی۔

حضرت ابو نوفل سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے تو حجاج بن یوسف نے آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا (تاکہ ان کو اپنے ہاں بلائے اُن کے انکار پر اس نے کہلا بھیجا خود بخود آجاؤ ورنہ میں ایسے شخص بھیجوں گا جو تمہیں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹے ہوئے یہاں لائیں گے آپ نے کہا ہاں بھیجئے ایسے لوگ میں خود نہیں آؤں گی وہ خود اٹھا اور ناز و نحر سے پھدکتا ہوا چلا اور جا کر کہا دیکھا میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے کہا تو نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری عاقبت تباہ کر دی)

— میں نے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک مفند کذاب تو ہم نے دیکھا یعنی مختار بن عبیدہ ہاں مفند تو میرے خیال میں وہ تو ہی ہے (تو حجاج وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور اُن کو کوئی جواب

نہ دیا۔

ابو ہارون عبدی کہتے ہیں ہم جب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے: مرجأ بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش آمدید ہو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے لیے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یقیناً لوگ تمہارے پاس زمین کے اطراف و اکناف سے علم دین حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوں گے۔ جب وہ حاضر ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا اور میری اس وصیت خیر کو قبول کر لو اور اسے ذہن میں بلکہ دل میں جگہ دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے (دین و مذہب) کے مسائل غور سے سنو اور آنے والے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر آنے والے ان سے سنیں گے جو تم سے سنیں گے۔

حضرت ام درقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ ان کے ہاں تشریف لاتے تھے۔ جب جنگ بدر کا دن تھا تو انہوں نے آپ سے عرض کیا مجھے اجازت فرمائی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلوں۔ رفیقوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کی مرہم پٹی کر دوں گی۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمادے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ہی ٹھہرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں یہیں شہادت عطا فرمادے گا۔ انہوں نے ایک لونڈی اور غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد کر رکھا تھا یعنی مدیر بنا دیا تھا۔ آپ جب زیادہ عرصہ رہیں تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں یہ کب فوت ہوں اور میں مزید کتنا عرصہ غلامی میں گزارا پاؤں آپ کو کب میں باندھ دیا اور آپ کا سانس بند کر دیا حتیٰ کہ وصال ہو گیا۔ پھر وہ دونوں بھاگ گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا آپ کو صورتحال عرض کی گئی۔ آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثنا دام درقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور میں بھی فرماتے تھے چلو شہید عورت کی زیارت کریں۔ پھر اس غلام اور لونڈی کو پکڑ لیا گیا اور (ثبوت جرم) کے بعد ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس بھی قید ہو گئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مذہب طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت اُم فضل کے پاس رکھا اور



اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تمیر کوئی فروتمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لیے ہے، اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے پاس بدر والے واقعہ کے بعد بیٹھا جب کہ وہ حلیم کعبہ میں تھا اور عمیر قریش میں شرارتی اور مضد لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایذا اور تکلیف پہنچایا کرتا تھا اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔ عمیر نے بدر کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے کفار کے روسا کا اور ان پر آنے والی مصیبت کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندہ رہنے کا کوئی مزہ نہیں ہے اور نہ ایسی زندگی میں کوئی خیر و برکت ہے۔

عمیر بولا تو نے ٹھیک کہا ہے خدا کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس مال نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے جس کا کوئی سرپرست نہیں ہے اور ان کے ضائع ہونے کا مجھے سخت اندیشہ ہے تو میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سوار ہو کر پہلی فرصت میں پہنچتا اور (خاکم بدین) ان کو ٹھکانے لگا دیتا کیونکہ مجھے بھی ان سے دکھ پہنچا ہے اور میرا بیٹا ان کے ہاں قیدی بنا ہوا ہے۔

صفوان نے کہا تیرا قرض میرے ذمہ آگیا، میں اس کو ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے لیے بمنزلہ میرے اہل و عیال کے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور خدمت و خاطر اسی طرح کی جائے گی جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی اور ان سے وہی سلوک کیا جائے گا جو اپنے اہل و عیال سے کر دوں گا۔ عمیر نے کہا پھر اس معاملہ کو جو تیرے اور میرے درمیان ہے پوشیدہ رکھنا۔ صفوان نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اس راز کو فاش نہیں ہونے دوں گا۔

پھر عمیر نے اپنی تموار کے متعلق حکم دیا کہ اسے اچھی طرح تیز اور زہرا لود کیا جائے پھر گھر سے نکلا اور بدر منورہ پہنچ کر اپنی سواری مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھائی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب اس کو دیکھا کہ اس نے تموار حائل کی ہوئی ہے جس نے ہمارے اور قوم قریش کے درمیان جنگ بھڑکانی اور ان کو جنگ و جدال پر آمادہ کیا۔

پھر وہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا دشمن عمیر تلوار جمائل کیے ہوئے آپہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ انہوں نے اگر اس کی تلوار والے میان اور پٹے سمیت اس کو گریبان سے پکڑا اور انصار کو کہا کہ سبھی بارگاہ نبوی میں پہنچ جاؤ اور جا کر بیٹھو اور اس خبیث کے شر و فساد کا خیال رکھنا کہیں سرور انبیاء علیہ التیۃ والثنا دو کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ اسکا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر آپ اس کو بارگاہ نبوی میں لائے۔ جب آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو حمالہ سیف اور گریبان سے پکڑے ہوئے ہیں تو فرمایا اسے عمر اس کو چھوڑ دیجئے پھر عمیر کو فرمایا قریب آجا۔

جب وہ نزدیک آگیا تو اس نے عرض کیا انعم صباحاً۔ صبح بخیر! اور یہ اہل جاہلیت کا سلام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے تحفہ سلام کی نسبت بہتر تحفہ و تحیہ میں عطا فرمایا ہے اے عمیر السلام علیکم اہل جنت کا تحیہ اور تحفہ ہے۔ اچھا تو یہ بتا تو کیسے آیا ہے اور آنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا بیٹا جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی اور اسیر ہے اس کا فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تلوار کو گردن میں جمائل کرنے کا باعث کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا بڑا کرے۔ انہوں نے ہمیں کیا فائدہ دیا۔

آپ نے منسوب یا سچی بات بتلا کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ اس نے کہا میں صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں (جو بتلا چکا ہوں) آپ نے منسوب یا جھوٹ بول رہا ہے تو اور صفوان حلیم کعبہ میں بیٹھے تھے اور تم نے قریش کے ہلاک شدگان کا تذکرہ کیا اور کنوئیں میں پھینکے جانے والے مرداروں کا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی فی الحال ممکن نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ پھر صفوان نے تیرا بوجھ اٹھانے کا عہد کیا۔ قرضہ ادا کرنے اور اہل و عیال کا نفقہ برداشت کرنے کا ذمہ اٹھایا۔ اس شرط پر کہ تو مجھے قتل کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ میرے درمیان اور تیرے اس برے ارادے کے درمیان حائل ہے اور میرا محافظ و نگران ہے۔

عمیر نے کہا اشہد انک رسول اللہ۔ ہم قبل ازیں آپ کی رسالت سے انکار کرتے تھے مگر یہ الیسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی حاضر و شاہد نہیں تھا۔ بخدا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کو اس کی اطلاع صرف اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے اس راہ پر چلایا۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اس بھائی کو دین اسلام کی تعلیم دو اور قرآن پڑھاؤ اور اس کا

قیدی بیٹا آزاد کرو اور چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد نبوی کی تعمیل کی۔

پھر عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نور خداوندی کے بچانے میں کوشاں تھا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرتا اس کو سخت ایذا اور تکلیف دینا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی دعوت دوں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انگوہدایت نصیب فرمائے ورنہ میں اُن کو اسی طرح زک پہنچاؤں گا جس طرح آپ کے اصحاب کرام علیہم الرضوان کے لیے موجب اضطراب اور پریشانی بنا رہا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر کو رخصت عطا فرمائی۔ وہ مکہ مبارکہ میں پہنچے اور جب عمیر مدینہ منورہ کی طرف غلط ارادہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے تو صفوان بن امیہ قریش کو کہا کرتا تھا تمہیں ایک عقیقہ کی بشارت ملے گی جو تمہیں بدر والی مصیبت بھلا دے گی۔

صفوان آنے جانے والے سواروں سے حضرت عمیر کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک سوار نے اس کو حضرت عمیر کے اسلام کی خبر دی تو اُس نے قسم کھالی کہ میں خود عمیر سے کلام کروں گا اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔ جب عمیر مکہ مکرمہ میں پہنچے تو لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے اور مخالفین کو طرح طرح ایذا پہنچاتے رہے چنانچہ بہت سے لوگ اُن کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علامہ ابو الوفاء ابن عقیل نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبی امور اور آنے والے واقعات سے متعلق خبریں دینا انتہائی پرخطر امر تھا کیونکہ اسود غسانی اور مسلمہ کذاب کو ان کی ہشکونچوں نے رسوا و ذلیل کیا جن کی مدار محض تخمین اور ظن و گمان پر ہوتی تھی لہذا وہ خلافت واقعہ نکلتیں اور وہ لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔

اور ہمارے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مثلاً) ابولہب کے متعلق اعلان فرمایا سیصلی ناراً ذات لہب۔ وہ عقیقہ دہکتی آگ میں داخل ہو گا۔ (اور حالت کفر میں مرے گا) اگر وہ اسلام لے آتا تو اس میں نئی خدا علیہ التیجۃ والنار کی کتنی سبکی اور جگ ہنسائی ہوتی۔ لہذا آپ نے انجام و عواقب کا پوری طرح جائزہ لے کر اعلان فرمایا آپ کے اس قسم کے اعلانات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے دعاوی میں کتنا اعتماد اور وثوق تھا۔ اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور آپ نے ایسی مضبوطی رکھی جسکے موجب تمت امور سے گرنے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ درحقیقت اس ذات اقدس سے صادر ہونے والی اساس و بنیاد تھی جو تمام و اکمال پر پوری طرح قادر ہے۔ واللہ متبعہ نورہ و لو کرہ الکافرون



## سوالوں کا باب

پتھروں کا نبی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کی طرح نرم ہو جانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان تین دن تک مسلسل خندق کھودتے رہے اور کھانا چکھا بھی نہیں تھا۔ بعض صحابہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ہمارے حصے میں خندق کے اندر ایک ایسی چٹان نمودار ہوئی ہے جو ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ذرا پانی چھڑکو۔ پھر آپ نے کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریت کی طرح بہنے لگ گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جب جنیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھائی اور غور سے دیکھا تو آپ نے پیٹ مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق میں ایک جگہ ایک سخت چٹان سی رونما ہو گئی جس پر کدالیں وغیرہ اتر رہی نہ کرنی تھیں۔ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس کی شکایت کی، آپ تشریف لائے، کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے اس چٹان کا ایک تہائی حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپ نے نعرۃ اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں اس کے سرخ عملات کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری بار ضرب لگائی اور دوسری تہائی کو توڑ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ بخدا میں (اپنے اس مقام سے) مدائن کو اور اس کے سفید عملات کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر میری بار بسم اللہ پڑھ کر اس پر ضرب لگائی اور تیسری حصہ کو ریت کی طرح کر کے رکھ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں صنعا کے ایوان کو اپنے اس مقام پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہوں۔

## سترھواں باب

### کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ دیتے تھے۔ ایک انصار عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے کیا میں اس کو یہ حکم نہ دے دوں کہ وہ آپ کے لیے منبر تیار کرے جس پر تشریف فرما ہو کر آپ خطبہ دیں آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ اس غلام نے منبر تیار کیا جب جمعہ کا دن آیا تو حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر تشریف ارزانی فرمائی اور خطبہ دیا تو وہ ستون جس کے ساتھ سہارا لگا کر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے وہ اس طرح رویا جس طرح بچہ (ماں کی جڈائی پر) رہتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستون اس لیے ردی ہے کہ وہ ذکر جو میرے منہ (مبارک) سے قریب ہو کر سنتا تھا اس سے محروم ہو گیا ہے اور اس قریب کو گنوا بیٹھا ہے۔

حضرت ابی بن کعب کے بیٹے طقیل نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اس امر کو پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کے لیے منبر تیار کروں جس پر جمعہ کے دن آپ خطبہ دیں تاکہ سبھی حاضرین جناب کے دیدار سے مشرف ہو سکیں اور آپ ان کو اپنا خطبہ سنا سکیں آپ نے فرمایا ہاں۔

انہوں نے منبر بنایا جس کے تین درجے تھے اور اسے اٹھا کر مسجد شریف میں اپنی جگہ پر نصب کیا گیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر کھڑے ہونے کا ارادہ فرمایا۔ جوں ہی آپ اس کی طرف چلے تو اس ستون نے اس زور سے چلانا اور رونا شروع کیا کہ قریب تھا کہ فطر غم و اندوہ سے پھٹ جائے۔ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ستون پر دست رحمت و شفقت پھیرا حتیٰ کہ اس کو قرار و سکون حاصل ہو گیا۔

جب مسجد نبوی کو شہید کیا گیا اور اس میں تبدیلی کی گئی تو اس ستون کو ابی بن کعب نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور وہ ان کے گھر پٹار ہا حتیٰ کہ بوسیدہ ہو گیا اور دیکھنے اس کو کھالیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ محبوب خدا علیہ التبیۃ والثناء جمعہ کے دن ایک خشک لکڑی کے ساتھ پیٹھ مبارک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے حکم دیا میرے لیے منبر بنا دو صحابہ رضی اللہ عنہم نے منبر تیار کیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ خطبہ دیں تو اس خشک ستون نے آہ وزاری کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے شوق اور قلبی لگاؤ کا مظاہرہ کیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں میں خود مسجد میں موجود تھا میں نے لکڑی سے ایسی آہ وزاری سنی جیسے کوئی محبت میں والدہ اور شیدا ہو اور فراق محبوب کی وجہ سے درد و غم کا اظہار کر رہا ہو۔ وہ ستون اسی طرح آہ و بکا میں مصروف رہا حتیٰ کہ محبوب خدا و خلق صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنی بٹل میں بیاباں تب اس کو سکون قرار نصیب ہوا۔

حضرت حسن بھری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو رو دیتے اور پھر فرماتے اے اللہ کے بندو خشک لکڑی اپنے شوق و ذوق اور محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تسبیح اور دلی رغبت کا اس انداز میں اظہار کرے اور اُن کے قرب خداوندی اور منصب محبوبیت کی قدر کرے تو تم اس امر کے زیادہ حقدار ہو کہ اُن کی ملاقات سے مشرف ہونے اور اُن کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کی تمنا کرو اور قیمت یاد رہی نہ کرے اور بخت مدد نہ کرے تو اس حسرت میں آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے جب منبر بنایا گیا تو آپ اس کی طرف منتقل ہو گئے۔ ستون نے آہ وزاری شروع کی آپ نے اس کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے اس کے پاس آکر اس پر دست شفقت و رحمت پھیرا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرماتے ایک روزی شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو فرمایا میرے لیے منبر تیار کر دو اس نے یہ منبر تیار کیا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے جب آپ اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو وہ ستون اس طرح دھاڑنے لگا جیسے اڑھنی اپنے بچوں کے لیے۔ آپ اتر کر اس کے پاس تشریف لائے۔ اُس کو سینہ اقدس سے لگایا تب وہ چپ ہوا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا جائے۔

حضرت بریدہ کے بیٹے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو خطبہ طویل ہو جاتا اور آپ کو زیادہ دیر قیام کرنا پڑا جو کہ آپ پر گراں گذرتا۔ کھجور کا ایک تنہا لایا گیا اور گڑھا کھود کر اس کو زمین میں گاڑ دیا گیا اور آپ کے پہلو میں اس کو نصب کر دیا گیا جب آپ خطبہ دیتے اور زیادہ دیر کھڑا ہونا دشوار ہوتا تو اس کے ساتھ سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور اس پر تکیہ لگا لیتے۔

مدینہ منورہ میں ایک آدمی وارد ہوا اس نے آپ کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے قریب بیٹھ کر اس کے لیے سہارا بن گیا۔ اس کے بعد کما کر اگر م، الم، ح، ت، ا، ک، ر، و، آ، ب کے لیے موجب راحت اور باعث سکون



ہوا اور حضور اسے پسند فرمائیں تو میں آپ کے لیے بیٹھنے کی ایسی جگہ بنا دوں کہ جس پر جب تک چاہیں بیٹھ کر خطاب فرمائیں اور جب چاہیں کھڑے ہو کر خطاب فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اسے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بناؤ تاکہ اُن پر بیٹھ کر خطبہ دوں جب وہ بن گئیں اور آپ اُن پر رونق افروز ہوئے، تو آپ نے راحت محسوس فرمائی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستون سے الگ ہوئے اور منبر کا قصد فرمایا تو اس نے جبرع اور بقراری کا مظاہر کیا اور اس طرح تہ ذاری کی جیسے اونٹنی اپنی اولاد کے لیے کرتی ہے۔

ابن بریدہ نے اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ستون کے رونے اور چیخنے چلانے کی آواز سنی تو اس کی طرف رجوع فرمایا اور اس پر دست کرم رکھا اور حکم دیا کہ دو باتوں میں سے جو چاہے اختیار کرے۔ یا تو میں سمجھوں کہ اس جگہ لگا دوں جہاں تو پہلے تھا اور تو اسی طرح سرسبز و شاداب ہو جائے جیسے کہ پہلے تھا یا چاہے تو میں تجھے جنت میں گاڑ دوں تو اس کی نہروں سے سیراب ہو اور اس کے جانفزا چشموں سے تیری نشو و نما عمدہ ہو جائے اور تو پھل دار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے لوگ تیرا پھل کھائیں الغرض جو چاہے میں وہی کر دوں گا۔

حضرت بریدہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا نعم قد فعلت ہر تین ہاں میں نے کر دیا۔ ہاں میں نے کر دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کے ارشاد کا اس نے کیا جواب دیا اور کونسا امر اختیار کیا آپ نے فرمایا کہ اس نے جنت میں کاشت کیے جانے کو پسند کیا اور میں نے اسے کہا کہ میں نے تیری استدعا کو شرف قبولیت بخشا اور تجھے جنت میں لگا دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز ادا فرماتے تو وہ ایک چھپر کی صورت میں تھتی نیچے کھجور کے ستون تھے اور اوپر سایہ کے لیے کھجور کی شاخیں ڈال دی گئی تھیں آپ کی سجدہ گاہ میں ستون تھا جس کی طرف آپ منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور بوقت خطبہ اس کے ساتھ اوٹ لگاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند حضرات نے آپ سے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے لیے ایسی قیام گاہ نہ بنا دیں جس پر آپ کھڑے ہوں تو سب لوگ آپ کے دیدار سے آنکھوں کو منور کر سکیں اور آپ کا خطبہ بھی سن سکیں۔

آپ نے فرمایا ہاں۔ تو آپ کے لیے تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا گیا۔ آپ اس پر قیام فرما ہوئے (جس طرح بوقت خطبہ قیام فرماتے تھے تو وہ ستون آپ کی طرف مائل ہوا اور اضطراب اور تفراب کا مظاہرہ کلمات نے

فرمایا۔ آرام اور سکون سے کام لے۔ وہ دوبارہ آپ کی طرف مائل ہوا اور اپنا درد و غم ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔  
— اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں لگا دوں تاکہ نیک لوگ تیرا پھل کھائیں اور اگر چاہے تو میں تجھے اپنی جگہ لوٹا دوں اور ترقی تازہ کر دوں جیسے کہ پہلے تھا۔ اس نے دینیوی زندگی اور سرسبزی و شادابی پر اخروی زندگی کو ترجیح دی۔  
جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو وہ ستون حضرت ابی کے حوالے کر دیا گیا اور ہمیشہ ان کے پاس رہا حتیٰ کہ اس کو دیکھ کھا گئی۔

ابن عقیل فرماتے ہیں ستون کے آپ کے لیے آہ و بکا اور اظہار رنج و الم کرنے میں تعجب کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ درختوں کے جڑوں پر چل کر حاضر بارگاہ ہونے پر حیرانی کا اظہار موزوں ہے کیونکہ جس ذات اقدس نے مقناطیس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ لوہے کو اپنی طرف جذب کرے اور کھینچ لے وہ ذات اقدس اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی خاصیت رکھے جو ان چیزوں کو اپنی طرف کھینچ لے تو کیا بعید ہے۔

## اٹھا رھواں باب

### کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح رب العالمین ادا کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں دست اقدس میں لیں تو انہوں نے تسبیح کہی اور سبحان اللہ ان کا ورد بن گیا حتیٰ کہ انہیں نے ذکر خدا کے ساتھ ان کا زمزمہ اس طرح محسوس کیا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ پھر آپ نے ان کو رکھ دیا تو (گویا) وہ گونگی ہو گئیں اور ان کی تسبیح کی آواز سنائی نہ دی۔

آپ نے پھر ان کو اٹھا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا حتیٰ کہ شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی دلنواز آواز سنائی دینے لگی۔ جب آپ نے ان کو رکھ دیا تو پھر ان کی زبان قال بند ہو گئی۔ پھر آپ نے ان کو اٹھایا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے تسبیح شروع کر دی اور ان کی آواز میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ جب آپ نے ان کو زمین پر رکھا تو انہوں نے چپ سا دھلی۔

بعد ازاں آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں دیں تب بھی انہوں نے تسبیح اقدس الابی اور غل غل کی مانند سیلانغہ سناٹی دینے لگا۔ پھر انہوں نے اُن کو زمین پر رکھا تو وہ گونگی بن گئیں۔

## انیسواں باب

ایذارسانی کا قصدِ فاسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپ کا پوشیدہ ہو جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ تہت ید الی لب تازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جہیل بنت حرب جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے جب حضرت صدیق نے اس کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ بدکلام اور بد زبان عورت ہے۔ اگر آپ یہاں سے اٹھ کر تشریف لے جائیں تو بہتر ہوگا تاکہ وہ آپ کو تکلیف نہ پہنچائے آپ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔

جب وہ اس مجلس شریف تک پہنچی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر تیرے صاحب (نبی) نے اپنے شعر (قرآن) سے میری ہجو کی ہے۔ آپ نے کہا نہیں وہ تو شعر کہتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگی تم میرے نزدیک بچے ہو۔ اور اتنا کہہ کر واپس ہو گئی۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ واقعی اس نے آپ کو نہیں دیکھا؛ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اپنے نورانی پر اور بازو کے ذریعے مجھے اس سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھا تا آنکہ وہ واپس لوٹ گئی۔

## بیسواں باب

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی ایذاؤں اور ایذارسانیوں کو دُور کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معنت مہر نجد کا طوفِ حصاد



کے لیے نکلے۔ واپسی پر بھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ قیلولہ کا وقت آیا تو ہم ایک کثیر التعداد درختوں والی جگہ میں پہنچ چکے تھے۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر ادھر درختوں کے نیچے آرام فرما ہو گئے اور حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء بھی ایک خاردار درخت کے نیچے محو استراحت ہو گئے اور اپنی تلوار مبارک کو اس درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم تھوڑی دیر سوئے ناگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کی آواز آئی۔ ہم حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت کر حملہ کرنا چاہا جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں بیدار ہوا تو وہ تلوار بے نیام حالت میں اس کے ہاتھ میں تھی اور یہ مجھ سے کہنے لگا۔ تجھے اب میرے حملہ اور ضرب کاری سے کون بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ (تو یہ لرزنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی) اور اب وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمائی اور اس کو عقاب و عتاب نہ فرمایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی محارب کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد مراجعت فرما ہوئے تو غوث بن المارث نامی ایک شخص آپ کے پاس آہنچا اور تلوار سونت کر آپ کے سر اقدس پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ رب العزت۔ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے اس تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا۔

اب تو بتلا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ تو اُس نے عرض کیا اپنے ہاتھوں مقنور اور مغلوب شخص کے ساتھ حسن سلوک فرماؤ اور مواخذہ میں نرمی اور رحم و کرم کا مظاہرہ فرماؤ۔ آپ نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ لیکن یہ عہد کرتا ہوں کہ نہ خود تمہارے ساتھ قتال کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو تمہارے ساتھ جنگ و جدال کریں گے تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے درمیان رہتے ہوئے تمہاری آنکھوں کے سامنے اپنے چہرہ کو سجود باری تعالیٰ کی حالت میں خاک آلود کرتے ہیں؛ لوگوں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا مجھے لات و عزی کی قسم اگر میں اُن کو اس طرح کرتے دیکھوں گا تو (نمود بالشد ان کی گردن پامال اور اُن کا چہرہ خاک آلود کر دوں گا۔

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز ادا کر رہے تھے وہ آیا تاکہ اپنے زعم باطل کے مطابق آپ کی گردن اقدس پر اپنے ناپاک قدم رکھے مگر اس کی قوم نے اچانک دیکھا کہ وہ لٹے پاؤں ایڑیوں کے بل چل رہا ہے اور دونوں ہاتھ آگے پھیلا کر کسی سے بچاؤ کر رہا ہے۔

لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا میرے اور اُن کے درمیان ایک خندق ہے جو آگ سے

بھری ہے اور ہول و دہشت ہے اور کچھ غیبی ہاتھ اور بازو نظر آتے ہیں۔  
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو ملائکہ اس کو اچک لیتے اور اس کا جوڑہ بڑا لگ  
لگ کر دیتے۔ رواہ مسلم۔

واقعی نے اپنے شیوخ کی سند سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نماز ظہر کا وقت آیا تو رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ نماز ظہر کی اذان کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دیں۔ اس وقت قریش  
پہاڑوں پر جا چکے تھے اور ان کے روبرو وہاں سے بھاگ گئے تھے اور روپوش ہو چکے تھے۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہا تو عمر بن ابی جہل کہنے لگا مجھے  
زندگی بخشے والے کی قسم۔ یقیناً تمہارا ذکر بلند کر دیا گیا ہے۔ نماز تو ہم ادا کرتے ہیں مگر بعد اہم اس شخص کو پسند نہیں  
کرتے جس نے ہمارے احباب کو قتل کیا۔

خالد بن اسید کہنے لگا اس خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے باپ کو یہ کرامت اور عزت دی کہ اُس  
نے یہ دن نہ دیکھا اور نہ سنا (بلکہ اس سے قبل دار البوار میں پہنچ گیا ہمارے بن ہشام نے کہا۔ اے کاش مجھے میری ماں  
روتی اور میں مرجھا ہوتا قبل اس کے کہ بلال کو کعبہ کی چھت پر (نعوذ باللہ) بیٹھتے ہوئے سنتا۔

حکم بن ابی العاص نے کہا مجھے لات کی قسم یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ بنی جحج کا غلام چلا رہا ہے اور ابو طلحہ کی  
بنیاد پر کھڑے ہو کر (نعوذ باللہ) بیٹھ رہا ہے۔

سہیل بن عمرو نے کہا اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوا بلکہ اس کے نزدیک موجب سخط ہوا تو  
لامحالہ اس کو تبدیل فرما دے گا۔

ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ کچھ کہوں گا تو انہیں اگر اور کوئی شخص نہیں بتلائے گا تو اس وادی  
کی کنکریاں ان کو ہمارے مقالات یہودہ سے آگاہ کر دیں گی۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے اور ان کے مکالمہ کی خبر دی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم  
ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ ابوسفیان  
فوراً بولے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ تو آپ ہنس پڑے۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان نے کہا جب نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ لڑی  
تو مجھے اپنا باپ اور چچا یاد آئے جن کو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حمزہؓ سید الشہداء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔  
میں نے دل میں سوچا آج کے دن میں ان کا بدلہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے سکتا ہوں۔ میں آپ کے پاس  
پھیلی طرف سے چھپ کر آیا اور اتنا نزدیک آگیا کہ تموار کا وار کر کے باسانی ان کو شہید کر سکتا تھا، فوراً لگ کا ایک شعلہ

بجلی کی تیزی کے ساتھ میری طرف بڑھا تو میں اسٹے پاؤں واپس ہونے لگا۔ فوراً نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے شیبہ ادھر آؤ۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے دستِ اقدس میرے سینہ پر رکھا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو میرے سینہ سے نکال دیا۔

جب میں نے نگاہ اٹھائی اور چہرہ اقدس کو دیکھا تو آپ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب نظر آنے لگے (اور دستِ مصطفویٰ نے بغض کو محبت میں تبدیل فرمادیا اور دل کی دنیا بدل کر رکھ دی) معمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مخدوم کا ایک آدمی ہاتھ میں پتھر لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھا تا کہ آپ پر وار کرے۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے (موقعہ نصیبت جانا) اور پتھر والا ہاتھ اٹھا کر حملہ کرنے لگا تو ہاتھ فوراً خشک ہو گیا۔ واپس اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا تو بزدل ہو گیا اور ہم سر کیے بغیر واپس آ گیا۔ اس نے کہا، یہ بات نہیں لیکن یہ پتھر میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس کو پھینکنے کی استطاعت اور طاقت نہیں رکھتا۔ وہ حیران ہوئے اور دیکھا تو اس کی انگلیاں اس پتھر پر خشک ہو چکی تھیں۔ انہوں نے بڑا زور لگایا اور جیلہ گری اور چارہ سازی کی تباہ انگلیوں سے پتھر کو نکالا اور کہنے لگے یہ تو قدرت کے ارادے سے رونما ہونے والا واقعہ ہے (عالم ظاہر اور اسباب عاریہ میں تو ایسی صورت حال دیکھنے میں نہیں آتی)۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے حدیثِ حکم میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ کفار نے اس شخص کو کہا ہم نے تجھ سے زیادہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ میں عاجز کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے کہا ہمیں ملامت نہ کرو ہم نے ان کے لیے باہم وعدہ و عہد کیے۔ جب ان کے قریب ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے آواز سے سُننے آواز سے کیا تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وادیِ تہامہ کے جتنے پہاڑ تھے وہ سبھی یکدم گرا دیے گئے ہیں۔ پھر دوسری رات باہم عہد و پیمان باندھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صفا و مردہ دونو پہاڑیاں مل کر ہمارے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گئی ہیں۔

## اکیسواں باب

جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی انکی کیفیتِ ہلاکت و انجامِ بد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی شخص حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔ وہ سورہ بقرہ سورہ آل عمران



پڑھتا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت وحی کرتا تھا۔ وہ نوح بالشر متذہب ہو گیا اور نصرانی بن گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف وہی جانتے ہیں جو میں اُن کے لیے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک فرمایا۔

لوگوں نے اس کو دفن کیا صبح ہوئی تو زمین اس کو باہر پھینک چکی تھی۔ انہوں نے گمان کیا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کا اقام ہے کیونکہ یہ اُن سے بھاگ آیا تھا، انہوں نے اگر اس کی قبر کھود کر اس کی نش کو باہر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھایا اور اچھی طرح گہری قبر کھودی جتنی کہ وہ کھود سکتے تھے اور اُس کو دفن کیا مگر صبح آکر دیکھا تو اس کا مردار جسم قبر سے باہر پڑا تھا۔

انہوں نے پھر یہی گمان کیا کہ یہ محمد عربی اور اُن کے صحابہ کا فعل ہے انہوں نے پہلے اس آدمی کی قبر کھیل کر اس کا جسم باہر نکال پھینکا ہے۔ پھر قبر کھودی اور مقدور بھر اس کو گہرا کیا اور اس کو دفن کیا۔ صبح آکر دیکھا تو زمین اس مردار کو باہر پھینک چکی تھی اس وقت ان کو تسلی ہو گئی کہ یہ لوگوں کا فعل نہیں ہے بلکہ (خود زمین اس کو قبول نہیں کر رہی ہے)۔

مفسرین کرام نے قول باری تعالیٰ اِنَّا كَفَيْتَنَا الْمُسْتَهْزِئِينَ کے تحت وضاحت فرمائی ہے کہ ایک جماعت کفار و معاندین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق اُڑا کر استہزاء کرتی تھی ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور وہ لوگ بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ اُن کے پاس سے گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس شخص کو کیسے پاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بہت برا شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا آپ کو اس سے کفایت کر دی گئی ہے اور ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔

ولید ایک شخص کے پاس سے گذرا جو تیروں کو پرہیزگار ہاتھ (تاکہ سیدھے نشانہ پر جا کر گریں) تو اس کے تیروں میں سے ایک تیر کے پھل کا تیز دھاڑ کھڑا اس کی چادر سے اُٹک گیا اور تکبر و غرور نے اس کو اس سے باز رکھا کہ سر جھکا کر اس کو کھینچ ڈالے چنانچہ وہ اس تکلیف سے بیمار ہو گیا اور اسی مرض میں ہلاک ہو گیا۔

عاص بن وائل گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس کو کیسا پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بہت خراب آدمی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُس کے قدم کی درمیانی خمیدہ جگہ کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

اسود بن عبد یغوث وہاں سے گذرا تو عرض کیا یہ کیسا شخص ہے آپ نے فرمایا یہ بہت ذلیل اور کمینہ اور انتہائی بُرا آدمی ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیٹ کی بیماری سے واصل جہنم

ہوا۔ حارث بن قیس گذرا تو انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ بھی بہت برا ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ فرمایا تو اس کا سر پھول گیا اور وہ اس حال میں ہلاک ہو گیا۔  
عکرمہ فرماتے ہیں کہ استہزار اور ٹھٹھا کرنے والے جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے اور ابن سائب کتے ہیں کہ وہ بھی صرف ایک دن رات (چوبیس گھنٹے کے) اندر ہلاک اور اصل جہنم ہو گئے۔

## بائیسواں باب

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار شیاطین کو آپ سے دور رکھتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ایک سرکش جن گزشتہ رات قید و بند توڑ کر بھاگ نکلا اور میرے پاس گیا تاکہ میری نماز توڑ ڈالے اور مجھے ایذا و آزار پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت اور غلبہ عطا فرمایا۔ میں نے اس کو گلے سے پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ تم بھی اس کو صبح دیکھو پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی رب ہب لی مدکا لا ینبغی لاحد من بعدی اے اللہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد وہ سلطنت کسی کے شایان شان نہ ہو تو میں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو لوٹا دیا۔

ابو القیاح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن حبیش رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صیب

عہ شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اس حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں غواست کہ اللہ تعریف کند و سے و شکستگی در کار خانہ ملک سلیمان افکند و الابقوت و تعریف و قدرت و سلطنت زیادہ برآں بود و ملک و ملکوت جن و انس و تمامہ عوالم بتقدیر و تعریف الہی در جیلہ قدرت و تعریف و سے بود۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۷۱ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اس شیطان میں تعریف ظاہر فرمادیں اور کار خانہ ملک سلیمان علیہ السلام میں شکست و ریخت کا عملی نمونہ دکھلائیں ورنہ قوت و تعریف اور قدرت و سلطنت کے لحاظ سے آپ ان پر فائز و برتر تھے جن و انس اور جیسے عوالم کا ملک و ملکوت باذن اللہ آپ کے احاطہ قدرت اور تعریف میں تھا ایک جن کی کیا حیثیت تھی۔

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کیا کیا جب شیاطین نے آپ کے ساتھ کید و مکر کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اس رات پہاڑوں اور وادیوں میں جتنے جن اور شیاطین موجود تھے وہ سبھی آپ کی طرف اترے جن میں خود شیطان بھی تھا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جس سے وہ لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو جلانا چاہتا تھا۔ جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمود خدا و خلق آپ کیسے آپ نے فرمایا میں کیا کہوں تو انہوں نے یہ کلمات عرض کیے کہ انہیں پڑھیے۔

اعوذ بکلمات اللہ اتھامات کلھا من شر ما خلق وذرا و برؤ ومن شر ما یبغزل من السماء ومن شر ما یعرج فیہا ومن شر فتن اللیل والنہار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے وسیلہ سے ہر اس شے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے وجود عطا کیا جس کو پھیلایا اور عام کیا اور جس کو مکمل خلقت سے نوازا اور ان امور کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اور شب و روز کے فتنوں کے شر و فساد سے اور رات کو آنے والے ہر شخص کے شر سے ماسوا اس کے جو خیر کے ساتھ وارد ہوں اے رحمن۔ جوں ہی سرور عالم و عالمیاں، سید دانش و جان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے تو وہ شیطان بھاگ گئے۔ ان کی وہ آگ بجھ گئی اور وہ شکست عزائم و مقاصد سے دوچار ہوئے۔

## تیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرین کا ہونا اور اطاعت گزاری سے پیش آنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو باہر تشریف لے گئے مجھے غیرت آئی کہ باری میری تھی اور میرا محبوب مجھے تنہا چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ تشریف فرما ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو میرے کرب و اضطراب کو ملاحظہ فرمایا اور بے چینی و بقراری سے کروٹیں بدلنے کا مشاہدہ کیا تو فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے کیا غیرت لاحق ہو گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھ جیسے محب و مشتاق کو آپ جیسے محبوب پر غیرت نہیں ہونی چاہیے۔

آپ نے فرمایا تجھے تیرے قرین (شیطان) نے دوسے ڈالے ہیں، میں نے عرض کیا تو کیا میرے ساتھ شیطان



ہے؛ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو کیا آپ (جسی عظیم المرتبت ہستی کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ میں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں موجود تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی اور مجھے اس پر غلبہ عطا فرمادیا ہے لہذا میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ میری اطاعت کرتا ہے اور وسوسوں و خواطر سے باز رہتا ہے یا وہ اسلام سے مشرف ہو گیا ہے اور میرے شرف قرب کی بدولت اس کی شیطنیت ختم ہو گئی ہے۔ رواہ البخاری

اکثر محدثین نے دلکن ربی اعانتی علیہ فاسلم میں فاسلم کو فتح میم کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے دو معنی ہوئے (وہ شرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہے یا اس نے میری اطاعت گزاری کو اپنا لیا ہے) اور سفیان بن عیینہ نے ضم میم کے ساتھ روایت کیا ہے (جس کا معنی یہ ہوا کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں) مگر یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں لحدیث مبارکہ کے الفاظ ایوں ہیں۔ فلایا ہرنی الابخییر کہ وہ مجھے صرف خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حضرت آدم علیہ السلام پر دو وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ میرا شیطان کا فر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج مطہرات میرے لیے معاون و مددگار ثابت ہوئیں بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے۔ ان کا شیطان کا فر تھا (اور کافر ہی رہا) اور ان کی بیوی ان کی لغزش کا سبب بن گئیں۔

۱ قول۔ عدم صحت کے حکم کی کوئی وجہ وجیہ نہیں ہے بلکہ جب وہ شیطانیت سے باز آگیا تو وہ بجائے وسوسوں ڈالنے کے خیر کا مشورہ دیتا ہے لہذا آپ محفوظ رہتے ہیں تو گویا فلایا ہرنی الابخییر فاسلم والی شق کے یہ دلیل اور بیان علت ہے لہذا اس کو وجہ عدم صحت قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

## چوبیسواں باب

رب کریم جل و علی کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں موزے طلب فرمائے تاکہ ان کو پہنیں آپ نے ایک کو پہن لیا مگر دوسرے کو عقاب نے اٹھالیا اور دور جا پھینکا تو اس سے سانپ نمودار ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے وہ موزے (اور جوتے) اتنے وقت تک نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑنے لے رف

## پچیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لوٹا کر

درست فرما دینا اور اسکی بینائی کو بحال فرما دینا

ہیشم بن عدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ بن نمان ظفیری رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگ احد میں زخمی ہوئی اور ڈھیللا باہر نکل آیا۔ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور ڈھیلے کو ہاتھ پر اٹھائے ہوئے تھے آپ نے دریافت فرمایا۔ اے ابوقتادہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ سببہ کی حالت آپ کے سامنے ہے (یہ آنکھ کا ڈھیللا ہے جو باہر نکل آیا ہے)

ف حضرت رومی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ صحابہ کو تعب ہوا کہ نفاؤں میں اڑنے والے جانور کو موزہ میں موجود سانپ کیسے نظر آگیا مگر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو بلالیا اور اس کو خدا بزرگ دہر تر نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے عرض کیا سہ مارہ موزہ بہ بنیم در ہوا نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ یعنی میں سراقہس کے قریب سے گذرا تو انوار حبیب سے پورا جہاں مجھ پر روشن ہو گیا اور اس وقت سانپ بھی موزہ میں موجود پایا تو یہ خدمت سر انجام دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس تکلیف پر صبر کے بدلے جنت عطا فرمائے گا اور اگر چاہو تو میں اس کو اپنی جگہ پر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا (بلکہ حسب سابق آنکھ کا کام دین جائے گی) عہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت جزا رحیم اور عطا جلیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں جو عورتوں اور بیویوں میں مبتلا ہوں۔ جب وہ مجھے کانہ دیکھیں گی اور لوگوں کی زبان پر میرا یہی لقب بن جائے گا تو وہ مجھے قطعاً پسند نہیں کریں گی اور مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گی۔ لہذا آپ مجھے آنکھ بھی ٹوٹا دیں اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا فرمائیں (مجھے آپ کی دعا سے انشاء اللہ ضرور جنت حاصل ہو جائیگی) آنکھ و شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے درخواست کو شرف قبولیت بخشا ہوں اور آنکھ ٹوٹا دیتا ہوں اور حصول جنت کی دعا بھی کر دیتا ہوں۔ آپ نے اُن کے ہاتھ سے آنکھ کا ڈھیلا لیا اور اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور تازہ لست وہ آنکھ کام دیتی رہی۔ حضور نے جنت کی دعا بھی فرمادی۔

ہیشتم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ کا بیٹا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے استفسار فرمایا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے اپنا تعارف اُن اشعار میں کرایا ہے

۱۔ انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ . فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد  
میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر رشک آئی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست کے ساتھ بہتر طریقہ پر اس کو اپنی جگہ پر ٹوٹا دیا گیا۔

۲۔ فعاتت کما کانت لا حسن حالها . فیا حسن ما عین دیا طیب ما یتد  
وہ پہلے کی مانند بڑی اچھی حالت پر لوٹ آئی پس کتنی حسین آنکھ ہے ٹوٹنے والی اور کتنا پاکیزہ ہاتھ ہے اس کو ٹوٹانے والا۔

عہ۔ اس حدیث پاک سے معجزات کا صدور بالافتقار واضح ہو گیا اور ان لوگوں کے توہم کا ازالہ ہو گیا جو کہتے ہیں معجزہ میں نبی کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق یہ اعتماد تھا کہ میری دعا بارگاہ خداوندی میں لامحالہ مقبول ہوگی۔ اس لیے صبر کرنے اور جنت حاصل کرنے کے مقابل آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ رکھنے اور دعا کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی اعلان فرمادیا۔ فلم تغتد منها شیئاً تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا۔



حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری طرف توسل کرنے والوں کو اس قسم کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیے پھر فرمایا۔

تَدُلُّ الْمَكَامَ لَا تَقْبَلُانِ مِنْ لَبَنٍ شَيْبًا بَعْدَ فَعْدَا بَعْدَ الْوَالَا

یہ ہی حقیقی کرامات اور خصال محمودہ ہیں نہ کہ دودھ کے دوپائے جن میں پانی ملا کر ٹھنڈا کیا گیا ہو (وقتاً طور پر تو وہ بہت موجب لذت بھی ہیں اور باعث فرحت بھی) مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ پیشاب بن جانے والے ہیں۔

## پھیسوال باب

### دیوار کا بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں کلام کرنا

حضرت ابواسید ساعدی بدری سے منقول ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے ابوالفضل کل تم اور تمہاری اولاد اپنے گھر میں ہی رہنا باہر کہیں نہیں جانا مجھے تمہارے ساتھ کام ہے وہ اپنے گھر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ کی تشریف آوری کے منتظر ہے آپ قدیم رنجہ فرما ہوئے اور فرمایا السلام علیکم۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صبح کس حال میں کی ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا خیر وعافیت کے ساتھ۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صبح کس حال میں کی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ خیر وعافیت کے ساتھ۔

پھر آپ نے فرمایا ذرا قریب قریب ہو جاؤ اور ایک دوسرے کی طرف کھسک کر نزدیک ہو جاؤ تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات دہرائے جب وہ اس قدر اکٹھے ہو گئے کہ آپ کا ان کو ایک کپڑے کی لپیٹ میں لینا ممکن ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی چادر ان کے ارد گرد پھیلا دی اور اس کے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی۔ ہذا العباس عتی وصنوا بی وھولاد اھل بیتی۔ اللہو استرھم من النار کستری ایاھم بعلانی ھذا۔ یہ عباس ہیں جو کہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے ساتھ والی شاخ جو ایک تنے سے نمودار ہونے والی ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان کو آگ سے پوشیدہ رکھ (اور دور جیسے کہ میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپایا ہوا ہے اور نگاہِ اغیار سے پوشیدہ اور دور کر رکھا ہے عیہ

آپ کے منہ مبارک سے یہ کلمات نکلنے تھے کہ دروازے کی دہلیز اور اس منزل کے سبھی در و دیوار نے تین مرتبہ آمین کہی۔

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کو بھی اپنے اہل بیت قرار دیا ہے اور جس طرح حسین کریمین اور سیدنا طاہر زہراء اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر دعا فرمائی اسی طرح ان کے لیے بھی دعا فرمائی لہذا اہل بیت کا صرف پانچ تن میں حصہ درست نہیں ہے بلکہ اہل بیت عام ہیں جن میں نبی لحاظ سے نبوہاشم ونبو عبد المطلب داخل ہیں ولادت کے لحاظ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صلی بیٹے اور بیٹیاں اور حضراتِ حسین اور ان کی بہنیں داخل ہیں اور سکونت کے لحاظ سے جملہ نزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ کذا حققتہ الشیخ المحقق المحدث الامام فی اشعة اللمعات حذر الہ

## تسائیسواں باب

ہرنبی کابنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کلام کرنا اور آپکا اسکی عرض کو شرف قبولیت بخشنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنبی کے پاس سے گذرے جو ایک خیمے میں بندھی ہوئی تھی۔ آپ کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کھول دیں تاکہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں پھر لوٹ آؤں گی، مجھے اسی جگہ باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا تو کسی کا شکار ہے۔ کسی نے تجھے باندھا ہے میں کیونکر کھولوں کیا ضمانت ہے کہ تو کھل جانے کے بعد لوٹ آئے گی چنانچہ آپ نے اس سے عہد پیمان لیا اُس نے قسم کھائی میں ضرور لوٹ آؤں گی۔

آپ نے اس کو کھول دیا (وہ چوڑیاں بھرتی ہوئی وہاں سے نکلی) اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئی اور اُس نے اپنے پستانوں کو خالی کیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو باندھ دیا۔ پھر اس کے خیمہ کے مالکوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ ہرنبی مجھے ہمہ کردہ انہوں نے وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہربہ و ہدیہ کر دی۔ آپ نے اس کو آزاد فرمادیا اور اس کی رسی کھول دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ہرنبی پر نظر پڑی جو ایک قوم کی قیامگاہ میں بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پکارا یا رسول اللہ! آپ ٹھہر گئے اور دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے مجھے کیوں پکارا ہے۔

اس نے عرض کیا میرے دو شیر خوار بچے ہیں جو کہ بھوکے ہیں۔ آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلاؤں اور پھر حاضر ہو جاؤں گی لہذا مجھے اسی طرح یہاں باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی تو لوٹ کر آجائے گی اس نے عرض کیا ضرور لوٹ آؤں گی اور اگر نہ لوٹوں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب میں مبتلا کرے جس میں عشار یعنی جبراً لوگوں سے عشاء وصول کرنے والے کو مبتلا کرے گا۔

نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو کھول دیا اور آپ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ لوٹ کر آگئی اور اس کے پستان دودھ سے خالی تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس اس کے لیے پیچ گیا اور آپ کو اس پر ترس آیا۔ آپ نے اس شخص سے اس کو مہربہ کر دینے کا مطالبہ فرمایا جس نے اس کو باندھ رکھا تھا۔ اُس نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ اُسے پیش کر دیا تو آپ نے اس کو آزاد فرمادیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحراء میں تھے کہ اچانک ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یا رسول اللہ! آپ ادھر متوجہ ہوئے تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر توجہ فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے قریب تشریف لائیے۔ آپ اس کے قریب گئے اور دریافت فرمایا کوئی حاجت ہے تو بتلا۔ اس نے عرض کیا اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچے ہیں آپ انرا جو کرم مجھے کھول دیں میں جا کر ان کو دودھ پلاؤں پھر میں لوٹ آؤں گی آپ نے دریافت فرمایا واقعی تو اس عہد کو نبھائے گی اور اس وعدہ پر قائم رہے گی اس نے عرض کیا۔ اگر میں اس عہد کو نہ نبھاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار (جو بلا اذن حاکم لوگوں سے جبراً عشر وصول کرے) والے عذاب سے دوچار کرے۔ آپ نے اس کو کھول دیا۔ وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی اپنے بچوں کو دودھ پلایا پھر لوٹ آئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سابقہ جگہ پر باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی جس نے اس کو قید کر رکھا تھا بیدار ہو گیا۔ آپ کو وہاں تشریف فرما دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کوئی کام ہو تو حکم فرمادیں۔ فرمایا ہاں کام یہ ہے کہ اس ہرنی کو آزاد کر دے۔ اس نے رسی کھول دی اور وہ دوڑتی جا رہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھتی جا رہی تھی۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ

## اٹھائیسواں باب

ضنب (سوسمار) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اعرابی نے ضنب (گودھ) کو شکار کیا اور اسے اپنی ہاتھن میں ڈالے اپنے اہل خانہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس کو ذبح کرے اور بھون کر کھائے۔ ناگاہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے۔ اس نے پوچھا یہ کیسا مجمع لگا ہے؛ لوگوں نے بتلایا کہ ایک شخص محمد بن عبداللہ پر لوگ جمع ہیں جو کہ نبی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

وہ آدمیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا مجھے لات دعویٰ کی قسم میں نے کسی ذی روح کو سلام نہیں دیا (اور اس سے ملاقات نہیں کی) جو آپ سے زیادہ مجھے مبغوض ہو (نمود باللہ) اور اگر مجھے میری قوم جلد باز اور بسکسا ہونیکا علم نہ دیتی اور مجھے اس الزام کا ڈر نہ ہوتا تو میں فوری حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے



قتل کے ذریعے سپاہ و سفید کو خوش کرتا اور بنو ہاشم اور دیگر قبائل عرب کو راحت پہنچاتا کیونکہ تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو پہچان لیا اور فرمایا اے بنی سلیم قبیلہ کے فرد تجھے اس قول اور بیوہ گوئی پر کس اسرے پر اٹھنے کیا اور تو نے میری مجلس میں میری تعظیم و تکریم کیوں نہیں کی۔ اس نے کہا مجھے لات و عنزی ابھی روئیں میں اتنے وقت تک تم پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ سو سار تم پر ایمان نہ لائے اور اس کو آپ کے سامنے پھینک دیا۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا (علم و حوصلہ اور عمل و بردباری سے کام لو تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صاحب علم اور بردبار منصب نبوت کے قریب ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گوہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے پکارا اے گوہ۔ اس نے عرض کیا لبیک و سعیدیک (میں آپ کی خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں اور آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار) واضح عربی زبان میں جواب دیا جس کو ساری قوم نے سمجھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ عرض کیا اس ذات اقدس کی جس کا عرش عظمت و کبریائی آسمانوں میں ہے اور جس کی حکومت و سلطنت زمین میں ہے اور جس کے دلائل قدرت اور علامات عظمت سمندر میں ہیں ہے اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور نار جہنم میں جس کی عقوبت ہے۔

میں کون ہوں؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے تکذیب کی وہ خائب و خاسر ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا میں مشاہدہ کے بعد حکایت و روایت کا طلبگار نہیں ہو سکتا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے بدن کا ہر بال، جلد اور میرا ظاہر و باطن یہ گواہی دیتا ہے۔

اشھدان لا اله الا الله وحده لا شریک له وان محمد عبده ورسوله۔

بغداد میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا تو روسے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص مجھے مغرض اور ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب یقیناً آپ مجھے میرے سمیع و بصر اور باپ بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں آپ نے فرمایا اس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے میری بدولت تجھے ہدایت عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو سلیم میں سے ایک اعرابی جنگل کی طرف نکلا تو ناگاہ اسے صنب (گوہ) نظر پڑی۔ اسے شکار کیا اور اپنی آستین میں ڈال لیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور ہیکار کرکھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ساحر ہو اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے میری قوم عجل اور جلد باز کے گی تو میں

اس تلوار سے تمہارا کام تمام کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بیباکانہ اور گستاخانہ کلام سنا تو تیزی سے اٹھ کر اس کو سزا دیں اور گرفت کریں۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوحنضہ بیٹے جاو صاحب علم شخص منصب نبوت کے قریب ہے (لہذا تم علم و حوصلہ سے کام لو) پھر آپ اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو فرمایا اَسْلِمْتُ تَسْلِمُ مَنِ النَّارِ۔ احلام لے آؤ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس نے کہا مجھے لات دعویٰ کی قسم جب تک یہ تم پر ایمان نہ لائے میں ایمان نہیں لاؤں گا اور گوہ کو آستین سے باہر پھینک دیا۔ اس نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا تو آپ نے اس کو فرمایا۔

اے غیب اوہرا۔ وہ حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ بتلایں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا۔ آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

۱۔ اے رسول اللہ! انک صادق  
فبوركك مهديا وبوركك هاديا  
اے رسول خدا بیشک آپ دعویٰ رسالت میں صادق ہیں پس آپ برکت دیے ہوئے ہیں در انحالیکہ  
مہدی ہیں اور برکت دے گئے ہیں در انحالیکہ آپ ہادی ہیں۔

۲۔ شہرت لنا دین الحنیفة بعدما  
عبدنا کا مثال الحمیر الطواغیا  
آپ نے ہمارے لیے دین حنیف کو ظاہر فرمایا بعد اس کے کہ ہم نے گدھوں جیسے طواغیت اور  
اصنام کی عبادت کی۔

۳۔ فیا خیر مدعو دیا خیر مرسل  
اے ان لوگوں میں سے بہترین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلایا اور سب رسولوں سے افضل  
جو جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

۴۔ ایتب برهان من اللہ واضح  
نا صحبت فینا صادق القول داعیا  
آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح برہان و دلیل لائے اور ہمارے درمیان بچے قول ملے  
اور احکام خداوندی کو محفوظ رکھنے والے ہو گئے۔

۵۔ فبوركك فی الاحوال حیا و میتا  
دبورکت مولوداً و دبوركك ناشئاً  
آپ سب حالات میں بابرکت ہیں حالت حیات ظاہر ہو یا حالت ممات حالت بچپن ہو یا حالت جوانی۔  
اتنا عرض کر کے گوہ نے سکوت اختیار کیا تو اعرابی نے کہا تعجب کی بات ہے گوہ ہے جس کو جنگل  
سے میں نے شکار کیا ہے اور اسنی آستین پر ہم ڈالا کہ اس کو سدا اللہ اس کی مدد دے گا اور اسنی آستین پر ہم ڈالا کہ اس کو سدا اللہ اس کی مدد دے گا۔

یہ کلام کر رہا ہے اور اس طرح شہادت رسالت و حقانیت دے رہا ہے۔  
 میں آنکھوں کے ساتھ ان کی شان رسالت دیکھنے کے بعد کسی نقل یا روایت و اثر کو کیا طلب کروں۔  
 اشہد ان لا الہ الا اللہ، واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ۔ پس وہ اسلام لایا اور مخلص مسلمان بن  
 گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو کلام  
 مجید کی چند سورتیں سکھلاؤ اور یاد کراؤ۔

## فصل

اگر کوئی شخص کہے کہ جو معجزات تم نے روایت کیے ہیں وہ تو اتر کے ساتھ منقول نہیں ہیں۔ تو ہم جواب میں  
 کہتے ہیں کہ ان واقعات و معجزات کا مجموعی طور پر لحاظ کیا جائے تو ان کی قدر و ثمرہ اسی طرح قطعی اور حتمی معلوم ہوتی  
 ہے جس طرح کہ شجاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جو د عالم۔  
 علاوہ ازیں ہمارے پاس قرآن مجید ہے جس میں شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس کا اعجاز ہمیشہ  
 ہمیشہ کے لیے برقرار رہے۔ جو تحدی و مقابلہ کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر اعلان بلکہ مطالبہ فرما رہا ہے۔ فاقوا  
 بسورة من مثله۔ میری سورتوں میں سے چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا کر لاؤ۔  
 نیز ملوک و سلاطین کا بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنا اور ان کا گردیدہ ہونا باوجود آپ کے  
 فقر و زہد اختیاری کے (حالانکہ امراء و ملوک اپنے نشہ امارت و ملکیت کے پیش نظر فقر و وضعفاد سے نفرت  
 کرتے ہیں) اور اہل کتاب کا آپ کے متعلق اقرار و اعتراف کرنا کہ واقعی انہی کے اوصاف و کمالات ہماری  
 کتابوں میں مرقوم و مسطور ہیں بنی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت اور حقانیت و صداقت پر  
 بہت بڑی دلیل اور عظیم براہین میں ایک عظیم برہان ہے۔

## اتیسواں باب

نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا یہود کے ایسے سوالات کا جواب دینا جن کو سوائے نبی صادق  
 اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا اور نہ جان سکتا تھا  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی



۱۔ قیامت کے علامات میں سے پہلی علامت کون سی ہے۔

۲۔ یہ لاکھانا جو اہل جنت کھائیں گے، وہ کیا ہوگا۔

۳۔ لڑاکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے اس اختلاف کی وجہ کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ابھی ابھی مجھے یتیموں اور یتلا کر گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے (باعتبار یہود کے زعم فاسد کے) الغرض آپ نے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ (۱) علامات قیامت میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو مغرب سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو مشرق یعنی میدانِ عشر کی طرف دھکیلے گی۔

۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔

۳۔ اور لڑکے کے کنبھی باپ اور کنبھی ماں کے مشابہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مرد کا مادہ منویہ جب عورت کے

مادہ پر سبقت لے جائے تو وہ جنین کی شکل و صورت میں اثر انداز ہو کر باپ کی شکل و صورت کی طرف لے جاتا ہے اور عورت کا مادہ منغویہ سبقت لے جائے تو وہ بچے کو ماں کی شکل و صورت کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ جوابات سن کر پکار اٹھے۔ اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! رسول اللہ۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہودی انتہائی کم عقل اور سوچ و فکر سے محروم قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے۔ الزامات کا نشانہ بنائیں گے، لہذا آپ ان کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمائیں کہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ آپ نے آدمی بھیجا اور دریافت فرمایا۔ عبداللہ بن سلام تم میں کس پایہ کا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہم سب سے بہتر ہے اور اس کا باپ ہمارے آباؤ سے بہتر تھا وہ ہمارا عالم ہے اور ہمارے عالم کا فرزند ہے۔ وہ ہم سب سے زیادہ فقیہ اور دانا ہے اور ہم سے بڑے فقیہ اور دانا کا لغت جگر ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے یہ تبادلو اگر وہ اسلام لے آئے تو تم اسلام لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اسے اس سے محفوظ رکھے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اس دین میں داخل ہو۔ اسی آئندہ میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔ سب

جاہل ہے اور ایک بہت بڑے جاہل کا بیٹا ہے حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہی خطرہ تھا (جس کے تحت میں نے عرض کیا کہ پہلے ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ اب انہوں نے دو متعارض اور متناقض باتیں کر کے اپنے آپ کو خود جھوٹا ثابت کر دیا ہے) رواہ البخاری

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اگر آپ ہمیں ان کا جواب دے دیں تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا کہ آپ نبی ہیں اور ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا جب کہ انہوں نے کہا۔ واللہ علیٰ ما نقول وکیل۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر وکیل ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہی اس کے اتمام میں اعتماد و بھروسہ ہے۔

۱۔ انہوں نے کہا ہمیں نبی کی علامت کے متعلق خبر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

۲۔ اولاد کبھی مذکر ہوتی ہے اور کبھی مؤنث اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اولاد کا تولد و تکون دو مادوں سے ہوتا ہے اگر عورت کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مؤنث بن جاتا ہے اور اگر مرد کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مذکر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔

۳۔ رعد کیا ہے اور یہ چمک کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ انہوں نے پوچھا؟ آپ نے فرمایا ملائکہ میں سے ایک ملک صحاب پر موکل ہے جس کے ہاتھ میں چابک ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانکتا ہے اور جدھر اللہ تعالیٰ کا امر ہوتا ہے ادھر ان کو چلاتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تو پھر آواز کیوں سنائی دیتی ہے اور یہ کیسی آواز ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اسی فرشتہ کی آواز ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کونسی شے حرام فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا ان کو عرق النساء کا عارضہ لاحق ہوا تو انہوں نے اپنے لیے کوئی شے ملائم طبع اور موافق مزاج نہ پائی ماسوا اوٹھنیوں کے دودھ کے لہذا انہوں نے ان کا گوشت اپنے آپ پر حرام کر لیا۔ یعنی اس سے عملی طور پر اجتناب کا التزام کر لیا نہ کہ اعتقادی طور پر۔ انہوں نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔

۵۔ انہوں نے کہا اب احسنی سوال رہ گیا ہے اگر آپ اس کا جواب دے دیں تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ہر نبی پر آسمان سے فرشتہ وحی لے کر نازل ہوتا ہے تو جو فرشتہ آپ پر وحی لاتا ہے وہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میرے حامل وحی حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں۔

وہ بولے جبریل! وہ تو حرب اور قتال کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور ملائکہ میں سے صرف وہی ہمارا دشمن ہے۔ اگر آپ کہتے کہ مجھ پر وحی لانے والا فرشتہ میکائیل ہے جو کہ رحمت نازل کرتا ہے، بارشیں برساتا ہے اور سبزے اور انواع و اقسام کے غلہ جات اور پھل اگاتا ہے (تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔

من كان عداؤا لجبريل فانه نزل على قلبك الآية

جبریل علیہ السلام کے لیے دشمن مقرر ہوتا ہے تو وہ صرف اُن کا دشمن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے کیونکہ انہوں نے کلام مجید کو آپ کے دل اقدس پر اذن خداوندی سے نازل کیا ہے۔ الخ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محو گفتگو تھے۔ قریش نے اس کو کہا اے یہودی! یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ (اُن سے کوئی ایسا سوال کرو جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ واقعی نبی ہیں؟) اس نے کہا میں ایسا سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے۔ تب وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان کس سے پیدا کیا جاتا ہے؟

آپ نے فرمایا دونوں سے پیدا ہوتا ہے مرد کے نطفہ سے اور عورت کے نطفہ سے۔ مرد کا مادہ تولید غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں اور اعصاب پیدا ہوتے ہیں اور عورت کا مادہ تولید رقیق ہوتا ہے اس سے خون اور گوشت پیدا ہوتا ہے۔

یہودی کھڑا ہو کر کہنے لگا آپ سے پہلے پیغمبر کرام بھی یوں ہی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ثوبان خادم رسول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں بھی اس وقت آپ کے پاس کھڑا تھا۔ تو اس نے کہا السلام علیک یا محمد۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا قریب تھا کہ گر پڑے تو اس نے پوچھا تو مجھے کیوں دھکے دیتا ہے؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتا۔ اس نے کہا میں ان کو اسی نام سے پکارتا ہوں جس نام کے ساتھ اُن کے گھروالوں نے اُن کو موسوم کیا آپ نے منبر یا ٹھیک ہے میرا نام محمد ہے جس کے ساتھ میرے گھروالوں نے موسوم کیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تیرے سوالات کا صحیح جواب دے دوں تو اس سے تجھے کچھ نفع بھی ہوگا اور میری اطاعت قبول کرے گا؟ اُس نے کہا میں غور سے سنوں گا (ایمان لانے نہ لانے کا کچھ نہیں کہہ سکتا)

آپ کے پاس ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ زمین کو کھرچنا شروع کر دیا اور فرمایا پوچھ جو پوچھنا ہے۔



۱۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان کو تبدیل کر دیا جائے گا (اور قیامت قائم ہو جائے گی) تو لوگ کہاں ہونگے؟  
آپ نے فرمایا کہ وہ پل صراط کے قریب ظلمت میں ہوں گے۔

۲۔ تو سب سے پہلے کون لوگ اس پل کو عبور کریں گے اور جنت کی طرف جائیں گے؟

آپ نے فرمایا فقراء، مہاجرین، رضی اللہ عنہ۔

۳۔ تو جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے کونسا تحفہ دہریہ اور کیسی مہمانی پیش کی جائیگی۔

آپ نے فرمایا جنتی مچھلی کے جگر کے ساتھ جوزائید نکلا ہوگا وہ انہیں کھلایا جائے۔

۴۔ اس نے کہا تو اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟

آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو ان اطراف و جوانب میں ہر طرف آزادی کے ساتھ چرتا پھرتا ہوگا۔

۵۔ تو اس کے ساتھ ان کا مشروب کونسا ہوگا؟

آپ نے فرمایا جنت کے اس چشمہ کا پانی جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

۶۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں تم سے ایک ایسا سوال کرتا ہوں جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے یا

ایک دو اور آدمیوں کو عام مخلوق اس کو قطعاً نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا اگر جواب صحیح دیدوں تو کیا تجھے

نفع دے گا؟ اس نے کہا کان لگا کر سنوں گا! میں آپ سے اولاد انسانی کے متعلق پوچھنے آیا ہوں! آپ

نے فرمایا مرد کا مادہ تولید سفید ہوتا ہے اور عورت کا زرد جب دو نو مواد اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کا مادہ عورت

کے مادہ پر غالب آجاتا ہے تو ان سے اللہ کے امر سے مذکر تولد ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے

مادہ پر غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ کے امر سے مؤنث کا تولد ہوتا ہے۔

یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول ہیں پھر وہ چلا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص نے جس وقت مجھ سے سوال کیا تو اس سے پہلے مجھے ان امور میں سے کسی کا علم نہیں

تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان امور کی اطلاع دی۔ اس روایت کو امام مسلم نے ذکر فرمایا ہے۔

## تیسواں باب

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشیاء کو مشاہدہ فرمانا  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریر فرمانے سے قبل ہماری طرف  
متوجہ ہو کر فرماتے تَرَاَصُّوْا دَاعْتَدُوا فَاَنْتَی اَرَاکُمْ مِنْ دَرَاءِ ظَهْرِیْ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر  
کھڑے ہو کر دو اور صفوں میں اعتدال اور مہواری کو ملحوظ رکھا کرو کیونکہ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

فوائد جلیلا = (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت اقدس کے پیچھے سے دیکھنا آیا حالت نماز کے ساتھ خاص ہے  
یا جمیع احوال میں یہ شان اعجاز ثابت ہے۔ حضرت مجاہد عجم کے قائل ہیں اور الفاظ حدیث سے بھی عموم ہی معلوم ہوتا ہے۔ علی الخصوص جن  
روایات میں اس روایت کو سامنے والی جہت سے دیکھنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہا اَرَاکُمْ مِنْ بَیْنِ یَدَیْ۔ اور خصوصاً مودینی رکوع  
و سجود میں احتیاط برتنے کے ضمن میں اس حکم کے درود کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ مسلم قاعدہ ہے۔ علامہ عینی  
فرماتے ہیں اللفظ يقتضی العموم السباق يقتضی الخصوص قلت نقل من مجاهد انه كان في جمیع احواله -  
عمدة القاری جلد رابع ص ۱۵۸ و فتح الباری جلد اول ص ۲۳۱۔

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملاحظہ و مشاہدہ اپنے ظاہری معنی و مضمون پر محمول ہے یا وحی و الہام کے معنی میں ہے۔ صورت اولیٰ میں آیا۔  
انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے یا اُن سے علاوہ آپ کو آنکھیں عطا کی گئی تھیں اور انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے تو غازیوں کی صورتیں سامنے والی  
دیواریں متشکل ہو جاتی تھیں اور ان کو دیکھ لیا جاتا تھا یا غازیوں کو پس پشت ہونے کے باوجود مشاہدہ فرمایا جاتا تھا۔ ان سب اقوال میں جمہور علماء  
و محدثین کے نزدیک مختار اور راجح یہی ہے کہ یہ مشاہدہ اور روایت حقیقی معنی پر محمول ہے اور آپ صحابہ کرام کی ذات کو مشاہدہ فرماتے تھے  
کیونکہ عقلاً سامنے والی آنکھ سے پچھلی سمت میں دیکھنا ممکن ہے اور شرعاً ثابت ہے۔ لہذا اہل ایمان کا اس پر ایمان رکھنا واجب و لازم  
ہے۔ عمدة القاری ص ۲۵۲ جلد خاص و جلد رابع ص ۱۵۸۔ فتح الباری۔ جلد ثانی ص ۱۸۱ پر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں مختاری یہ ہے کہ یہ حدیث  
پاک اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ زین بن المنیر فرماتے ہیں کہ خلافت ظاہر پر محمول کرنا گویا انفاذ حدیث کو بلا وجہ معطل کرنا ہے اور قرطبی فرماتے ہیں  
کہ ظاہری معنوم سر اولینا ہی اولیٰ اور انسب ہے کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعجاز و کرامت ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔  
شیخ محقق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ گفتہ اند صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
را احاطہ و دوستی و درک و علم معقولات و اندحواس لطیف اور نیز احاطہ و درک عموسات بنشیدند و جہات ستر را در حکم یک جہت  
دقیقہ الیٰ صوفیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 هل ترون قبلتي ههنا فوالله ما يخفى علي خشوعكم ولا ركوعكم اني لاراكم من وراء ظهري۔  
 کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میری توجہ قبلہ کی طرف ہے (لہذا مجھے پیچھے کا علم نہیں ہے) بخدا مجھ پر نہ تمہارا  
 خشوع و خضوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع یقیناً مجھے میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔  
 یہ دونوں روایات بخاری و مسلم میں ہیں۔

(بقیہ) گردانیدند مدارج النبوت جلد اول ص ۷۔

محدثین و علماء متحققین فرماتے ہیں صحیح اور صواب یہی ہے کہ جس طرح قلب مصطفویٰ کو معقولات کے علم و ادراک میں وسعت اور احاطہ  
 کی قدرت بخشی گئی ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ کو محسوسات کے شعور و ادراک میں احاطہ بخشا گیا ہے اور جہات سترہ نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لیے بمنزل جہت مقابل کر دی گئی ہے۔  
 امام اہل السنۃ فرماتے ہیں ۷۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال و صوم و نجس میں ہے آفاتیری بینائی کی  
 ۳۔ ما یخفی علی خشوعکم سے آیا سجود والا معنی مراد ہے یا قلبی کیفیت ظاہر یہی ہے کہ مراد قلبی کیفیت ہے اور سجود اس کی ظاہری  
 علامت ہے لہذا لفظ کو عام معنی پر محمول کرنا ہی مناسب ہے اور سجود بھی اس میں داخل ہو جائے گا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 باعلام اللہ تعالیٰ امت کے احوال قلوب پر بھی مطلع ہیں لہذا جب محض موجود نہیں اور لفظ عام ہے تو تحقیق درست  
 نہیں ہوگی۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رکوع و سجود اور حضور قلب کا حکم دیتے وقت اپنے دیکھنے کا ذکر فرمایا حالانکہ اللہ رب العزت  
 بھی دیکھتا ہے اور اس سے خوف و خشیت بھی زیادہ ہونی چاہیے تو مقام تعلیل میں اپنی رویت کے ذکر کی کیا وجہ ہے؟ علامہ ابن  
 حجر نے فرمایا رویت مصطفویٰ سے بطریق اولیٰ رویت باری تعالیٰ ثابت ہو جائیگی لہذا اس میں مقام احسان کی طرف بھی رہنمائی  
 پائی گئی ہے فانہ راک۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن امت کے لیے شاہد اور مقرر ہوں گے جب ان کو معلوم ہو گیا  
 کہ آپ اس حال میں ہمیں دیکھ رہے ہیں تو وہ عبادت کے حقوق و آداب کا پورا پورا خیال رکھیں گے تاکہ آپ بروز قیامت ان کے  
 حسن عبادت اور اخلاص عمل کی گواہی دیں۔ فتح الباری جلد ثانی ص ۱۸۸۔

اقول ۵: اس تحقیق سے فائدہ نالشیہ میں درج تحقیق کی تائید و تصدیق ہوگی کیونکہ محض ظاہری آداب کا بجالانا کافی نہیں بلکہ اخلاص  
 بھی واجب و لازم ہے اور مدار تزکیہ و تعدیل اس پر بھی ہے لہذا ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عین نماز کی حالت میں معتقوں کی  
 ظاہری و باطنی کیفیات پر مطلع ہیں۔ فضلی اللہ علی جمیعہ و محبوبہ قدر حسنہ و جلالہ و رفعتہ و کمالہ۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ اقیموا الصنوف خانی  
اساکو من خلف ظہری۔ اپنی صفیں درست رکھا کرو کیونکہ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

## اکیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے کہ روز روشن میں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "کان یرى فی الظلمۃ کما کان یرى فی النور" رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے

## بیسواں باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا۔ علی کہاں ہیں؟

عہد نگاہ خلق دیکھنے میں سورج کے نور کی محتاج ہے اور رات اگر تاریک ہو تو معمولی طور پر دکھائی دیتا ہے مگر حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز یکساں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا وہ نور آفتاب کے محتاج نہیں ہیں ایسا کیوں ہو جبکہ وہ استفادہ نور میں ان کی طرف محتاج ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی تجلی دیکھنے کے بعد میں میل تک رات کی تاریکی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھتی ہوئی چوٹی دیکھ لیتے تھے تو کیا بعید ہے کہ نبی انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج عین ذات کا دیدار کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ دور تک اور تاریکیوں میں دیکھنے پر قادر ہوں۔ شفا جلد اول ص ۳۳ نیز عیسیٰ روح اللہ لوگوں کو جو کچھ وہ کھا کر یا گھروں میں رکھ کھاتے تھے وہ بھی تبتلا دیتے تھے خواہ رات ہوتی یا دن۔ نہ رات کی تاریکی مانع ہوتی اور نہ عجاب جسم اور نہ ہی چار دیواریوں کا عجاب لہذا ایساں استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے نیز یہ روایت تقی بن غلد کے واسطے سے عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۵۴ فتح الباری جلد اول ص ۳۳ شفا جلد اول ص ۳۳ عینی جلد رابع ص ۱۵۸ پر موجود ہے اور مدارج جلد اول ص ۱ پر بروایت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔

عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں (آنسو کی شکایت ہے اور اپنے پاؤں کی پشت دیکھنے سے بھی تھامیں) آپ نے فرمایا آدمی بھیج کر بلاؤ چنانچہ ان کو لایا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ اتنا جلد صحت یاب ہو گئے کہ گویا ان کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ میرا باپ رات گئے تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت میں مصروف رہتا تھا اور خیر خدا رضی اللہ عنہ گرمیوں میں سردیوں والے موٹے اور گرم کپڑے استعمال کرتے تھے اور سردیوں میں گرمیوں والے پتلے اور ٹھنڈے کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ تو ابویلی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب تو دریافت کریں۔

انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف خیبر کے موقع پر آدمی بھیجا اور میری آنکھوں سے پانی بہتا تھا میں نے آپ سے اپنی تکلیف کے متعلق عرض کیا تو آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا۔

اللہم اذهب عنه الحر والبرد۔ اے اللہ تعالیٰ ان سے گرمی اور سردی کی کلفت دور فرما دے۔ تو اس دن سے میں گرمیوں میں گرمی کی تکلیف محسوس نہیں کرتا اور سردیوں میں مجھے سردی محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت یلیٰ ابن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا کچھ فاصلہ ہی طے کر پائے تھے کہ ہمارا گدڑ راستے میں بیٹھی ہوئی ایک عورت پر سوار جس کے ساتھ چھوٹا سا بچہ تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بچے کو بیماری ہے۔ پتہ نہیں کتنی بار حالت نیند میں اس پر غشی سی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا بچہ مجھے دے۔ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا تو آپ نے اس کو اپنے اور پالان کے اگلے حصے کے درمیان رکھ کر اس کا منہ کھولا اور اس میں تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا۔ اور فرمایا۔

بسم اللہ یا عبد اللہ۔ احضار یا عدد اللہ۔ اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کی برکت سے بابرکت رہ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن ذلیل و رسوا ہو کر دور ہو جا۔

بچہ اس عورت کے حوالے فرما کر ارشاد فرمایا کہ جب ہم واپس ہوں گے تو ہمیں اسی جگہ پر ملنا اور بچے کی حالت بتلانا۔ فرماتے ہیں ہم چلے اور مقصد پورا کرنے کے بعد واپس ہوئے تو وہ عورت اسی جگہ موجود تھی اور اس کے ساتھ تین بکریاں تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہم نے اس میں وہ تکلیف اب تک نہیں دیکھی (اور یہ بکریاں آپ کے لیے نذرانہ دہریہ ہیں) لہذا ان کو آپ قبول فرما کر لے جائیں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ سواری سے اتر دو اور صرف ایک بکری لے لو اور باقی واپس کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئی اور عرض کیا کہ اس کو آسیب ہے اور حجب کھانا کھانے لگتا ہے تو اس کو اثر ہو جاتا ہے۔ رسول خدا علیہ التہیۃ والتناذ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو اسے کھانسی آئی اور قہقہہ ہوئی پھر اس کے منہ سے کتے کے پلے کی مانند سیاہ جانور باہر آگیا اور زمین پر دوڑنے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو سخت قحط سالی درپیش ہوئی، آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاکت ہو گئے ہیں اور اہل و عیال بھوکے تڑپ رہے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم پر باران رحمت نازل فرمائے اور ہماری پیاس بجھائے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں دست رحمت بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے اٹھائے۔ جس وقت آپ نے ہاتھ اٹھائے تھے اس وقت آسمان پر کوئی ٹھونسا بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ فوراً بادل اُڑ آئے اور گٹھائیں چھا گئیں جیسے کہ پہاڑ ہوں۔ اور آپ ابھی منبر شریف سے اترے نہیں تھے کہ بارش برسنے لگ گئی حتیٰ کہ بارش کا پانی آپ کے چہرہ اقدس اور داڑھی مبارک پر پھرت سے ٹپکنے لگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم پر اس دن، دوسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش برتی رہی۔ تب وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص اٹھا اور حبیب کبریٰ علیہ التہیۃ والتناذ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اب تو مکان گرنے لگے ہیں اور مال غرق ہونے لگا ہے، دعا فرمائیں بارش رک جائے۔

محبوب خدا و خلق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کیا اللھم حوالینا ولا علینا۔ اے اللہ ہمارے اطراف و جوانب میں بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے اور دست اقدس سے بادل کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور جدھر بھی اشارہ ہوتا بادل چھٹ جاتا حتیٰ کہ مدینہ منورہ پر سے بادل ہٹ گئے، بارش رک گئی، دھوپ نکل آئی اور ادھر ادھر اسی طرح موسلا دھار بارش برس رہی تھی۔ مدینہ منورہ درمیان میں یوں چمک رہا تھا جیسے دھوپ میں پانی کا تالاب (یا تاج کی سنری پٹی جو اس کے گرد محیط ہوتی ہے) وادی قناتہ ایک میسے تک پانی سے باللب ہو کر بہتی رہی اور جو شخص بھی باہر سے آیا اس نے بہت بارش برسنے کی خبر دی۔

رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں اپنے ہاتھ مبارک اٹھایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ جب آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو آپ سے عرض کیا گیا، بارش رک گئی ہے اور زمین اور ویران ہو چکی ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

آپ نے دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے بلند فرمائے اور اتنے بلند فرمائے کہ ہم نے آپ کے مبارک بنوں کی سفید دیکھی، جب آپ نے بارش رک دینا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آسمان رک کر ادا ہوا۔



موجود نہیں تھا (مگر دعا کرتے ہی فوراً گٹھائیں چھا گئیں اور اس زور کا مینہ برسا) کھودہ جو ان آدمی جن کا گھر مسجد کے قریب تھا، ان کو بھی گھر جانے کی ہمت نہیں بڑھتی تھی اور وہ بارش پورا ہفتہ جاری رہی جب دوسرا جمعہ آیا تو صحابہ نے عرض کیا۔ اب تو گھروں کے مکان گرنے کو ہیں اور مسافروں کے راستے رک گئے ہیں اور اموال غرق ہونے لگے ہیں۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم فرمایا اور دست اقدس سے اشادہ فرمایا اور اس کو اپنے سامنے والی ہمت میں پھیلا کر (فضا میں گھمایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا) اللھم حوالینا ولا عینناک العرش ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بارش اور بادل مدینہ طیبہ پر سے چھٹ گئے اور ادھر ادھر مدینہ برستار ہمارے عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ بدر) کے موقع پر بے آب گیاہ وادی میں اترے اور مشرک آپ سے قبل وہاں پہنچے تھے لہذا پانی کے کنوؤں پر اترے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو سخت پیاس لگی تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں اپنی حالت زار عرض کی۔ ادھر منافقین کا اتفاق سراٹھانے لگا اور ان میں سے بعض نے کہا اگر یہ واقعی نبی ہوتے جیسے کہ ان کا گمان ہے تو اپنی قوم کے لیے پانی کا بندوبست کرتے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے کیا تھا۔ جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات بلکہ منافقانہ تنقید و تنقیص کا علم ہوا تو فرمایا۔ واقعی انہوں نے ایسے کہا ہے؟ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں پانی عطا فرمائے گا۔

پھر آپ نے دونوں پھیلیاں بارگاہ خدا کے کریم میں پھیلائیں اور یوں عرض کیا۔ اے اللہ میں ڈھانچے ایسے کثیف اور پر آب بادل کے ساتھ جو زور سے برسنے والا ہو اور اطراف ان کا اس سے چمک اٹھیں اس سے ہمیں ہمیشہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی بارش عطا فرما جس کی انتہاء اور اتمام موسلا دھار بارش اور گھن گرج پر نہ ہو۔ اے جلال و اکرام کے مالک و مستحق خدا کریم۔ آپ نے اپنے ہاتھ ابھی واپس اپنی چادر میں نہیں ڈھانچے تھے کہ ہم پر ایسا لمبول سایہ نکلن ہو گیا جو ان تمام اوصاف اور کیفیات کا حامل تھا جن کا نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعائیں ذکر فرمایا تھا۔

پھر تمام انواع و اقسام کی بارشیں عطا کی گئی جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی اور سیلاب اور طغیانی نے وادی کو بھر دیا۔ لوگوں نے پانی پیا اور اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن کفار قریش میں سے اسی آدمی مسلح ہو کر جبل تنعیم کی طرف سے نیچے اتر کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر حملہ آور ہوئے وہ اہل

عہ امام الحسن نے فرمایا

صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دیے

اسلام کی پیغمبری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے (اور انہوں نے عفان کا مال لوٹا) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے خلاف دُعا فرمائی (اور وہ مرعوب ہو کر اس طرح ہو گئے جیسے بھیڑ بکریاں جن کو نزدیک ہانک کر جبر سے چاہے جائے) اور انہیں کھتی میں یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

هو الذی کفّ ایدیہم عنکم وایدیکم عنہم بطن مکة من بعد ان اظفرکم علیہم۔  
 اللہ ہی وہ عظیم قدرت والا ہے جس نے کفار کے دست ظلم و تعدی کو تم سے دور رکھا اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے روک رکھا، وادی مکہ میں جبکہ تم کو ان پر فتح مند اور غالب و کامران کر دیا تھا۔  
 حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا میں پانی کا پیالہ لے کر حاضر ہوا۔ اس میں ایک بال تھا میں نے اس کو نکال دیا تو حبیب پاک علیہ السلام نے دُعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو جمال عطا فرما۔ اُن کی عمر شریف چورانوے سال کی ہو چکی تھی اور دیکھنے والوں کو اُن کی وارثی شریف میں کوئی سفید بال نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والتشاد نے میرے لیے دُعا فرمائی اے اللہ اُن کے مال اور اولاد میں کثرت (اور برکت) عطا فرما اور اُن کو عمر دراز عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے مال کو اتنا زیادہ فرمایا کہ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے اور دو مرتبہ میں اس کی آمدنی کو حاصل کرتا ہوں۔ اور اولاد میں اس قدر کثرت ہوئی کہ میری صلیبی (اور بلا واسطہ) اولاد ایک سو چھ تک پہنچ چکی ہے (بوقت تحدیث و روایت - فوت ہو جانے والے سو کے قریب اس کے علاوہ ہیں)۔

حضرت نوفل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا عقبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا۔ آپ نے دُعا فرمائی اللہ سلط علیہ کلباً من کلابہ۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں (اور دُندوں) میں سے ایک کتا اور دُندہ مسلط فرما۔

وہ اپنے قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف نکلا۔ ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا تو اس نے کہا بخدا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دُعا سے ہلاکت سے ڈر لگتا ہے اور اندیشہ ہے کہ مجھے کوئی جنگلی جانور چیر بھاڑ نہ جائے۔ انہوں نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا رہم اتنے افراد تیرے ساتھ ہیں۔ رات کو تیری حفاظت اور گرائی کریں گے، اپنے ساز و سامان کو اونٹوں سے اتارا (اور بغرض آرام و استراحت پڑاؤ ڈالا) اور اس کی حفاظت کے لیے ارد گرد بیٹھ گئے۔ رات کو دُندہ (شیر) آیا اور عقبہ کو اُن کے ہاتھوں سے چھین کر لے گیا (اور چیر بھاڑ کر ہلاک کر دیا)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سخت سرد صبح کو اذان دی مگر نماز کی طرف کوئی صحابی نہ آیا۔ پھر نماز کے وقت کا اعلان کیا اور اطلاع دی مگر کوئی شخص نہ حاضر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا انہیں کیا ہے نماز کے لیے کیوں نہیں آتے۔ میں نے عرض کیا۔ سرودی سخت ہے۔ اس نے اُن کو شدت و محنت میں مبتلا کر رکھا ہے اور وہ باہر نکلنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللھم اکر عتھم البودا۔ اے اللہ اُن سے سرودی کی شدت کم کر اور اس کی تیزی کو دور فرما جو نہی یہ دعائیہ کلمات زبانِ نبوی سے نکلے سرودی بالکل کافور ہو گئی، اور حضرت بلال فرماتے ہیں میں نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ گرمی کو دور کرنے کے لیے ٹپکے ہلاتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا اے جیٹھے اپنے اس معبود سے دعا کرو جس کی ہر وقت عبادت کرتے ہو کہ مجھے شفا اور صحت و عافیت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو فوراً صحتیاب ہو گئے جیسے اونٹ رستے میں جکڑا ہوا ہو اور اسے کھول دیا جائے اسی طرح یہ بھی مرض کی شدت و محنت سے فوری طور پر رہائی اور چھٹکارا پا گئے۔ انہوں نے کہا اے میرے جیٹھے میں یقین رکھتا ہوں کہ تمہارا معبود تمہارا کہنا مانتا ہے اور جو کہتے ہو کرتا ہے اور تمہاری اعانت فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا اگر تو بھی اس کی اطاعت کرتا تو وہ تیری اعانت فرماتا اور تمہاری عرض کو شرف قبولیت بخشتا۔

## فصل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزاتِ ظاہر ہوئے تو اہل ایمان نے آپ کی اتباع محض تقلید کے طور پر نہیں کی بلکہ دلیل اور برہان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ کی اطاعت اور اتباع کی۔ اسی لیے جس امر کی حکمت سمجھ نہیں آتی تھی تو اس میں استفسار و استکشاف کی سہی فرماتے تاکہ سبب واضح ہو جائے کبھی عرض کیا آپ صوم وصال رکھتے ہیں مگر ہمیں منع فرمایا ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اور یہ کام کیا ہے تو اس میں حکمت کیا ہے۔ تب نید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسباب و علل بیان فرماتے۔

جب اہل اسلام و ایمان کے قلوب اُن کے گرویدہ ہو گئے اور اسلام شائع اور عام ہو گیا تو مکذبین اور حاسدین کے دلوں میں تنگی پیدا ہوئی اور بغل و حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ یہود تو وحد و عناد کے سبب نارحیم میں ہمیشہ رہنے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا یقین و اذغان اضطراری تھا اور بعض لوگوں نے اپنے زعم فاسد اور خیال باطل کے مطابق یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی مانند (العیاذ باللہ) کلام تو مسیحا کذاب جیسے آدمی نے بنالیا ہے جس نے کہا یا ضفدع نفی کعد تنقین اے مینڈک پانی میں تنقیہ و طہارت حاصل کر جیسے کہ ہمیشہ حاصل کیا کرتا تھا۔



(اسی طرح بزرگم خویش دوسرے معجزات میں مماثلت کے خیال محال میں مبتلا ہو کر اپنی ذلت و رسوائی کا سامان اس طرح کیا کہ) لوگوں سے سرور انبیاء علیہ وسلم الخیر والثناء کے متعلق سنا کہ آپ نے گنجه بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال اُگ آئے لہذا اس نے بھی ہاتھ پھیرا مگر جو چند بال تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور جب یہ خبر پہنچی کہ صیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کنوئیں میں لعاب دسین ڈالا تو وہ پانی سے ابلنے لگا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ تو اس نے بھی ایک کنوئیں میں ٹھوکا مگر پانی جو موجود تھا وہ بھی خشک ہو گیا (اور اس طرح خرق عادت تو ظاہر ہوا مگر اس کی مرضی کے برعکس اور اس طرح اس کی الٹی تکذیب و اہانت ہو گئی)

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دصال شریف کے بعد اسلام رو بہ ترقی رہا اور عام ہوتا چلا گیا اور مختلف بلاد اور علاقہ جات فتح ہو کر دار اسلام میں شامل ہو گئے تو محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہم اہل اسلام کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں اور ان کے سامنے مجبور اور بے بس ہیں لہذا آؤ اور ایک دوسری چال چلیں اور دوسرا محاذ کھولیں (ہو سکتا ہے اس کے ذریعے کامیاب ہو جائیں) اور وہ یہ ہے کہ ہم اسلام کا لبادہ اڑھ کر اسلام میں رخنہ اندازی کریں اور مختلف آفات و حوادث میں اہل اسلام کو مبتلا کریں۔

یہ بد بخت اور بد طینت فرقہ باطنیہ کا تھا جو اسلام ظاہر کرتے تھے اور عبادت و طاعت بھی بظاہر بجالاتے تھے اور ان کا مقصود جہال ہوتے تھے اور انہیں کو شکار کرتے اور اپنی زندقیت اور الحاد کا نشانہ بناتے پہلے پہل اپنی بے دینی اور الحاد کو مخفی رکھتے جب پوری طرح ان کو اپنے چنگل میں لے لیتے تو ان پر الحاد اور بے دینی کا انکشاف کرتے اور دام اعتقاد و عہدیت میں گرفتار ہونے کے بعد وہ ان سے نہ منہ موڑ سکتے اور نہ ان کے اعتقادات و نظریات کو غلط کہہ سکتے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں اگر میں رئیس باطنیہ کو مل سکتا اور اس سے گفتگو کا مجھے موقع ملتا تو میں اوّل اول اسکی عقل و دانش پر تنقید و اعتراض کرتا اور اس کے عقل و فہم اور اس کے اتباع کے عقول و فہوم کو ہدف طعن و تشنیع بناتا۔

میں آغاز کلام یوں کرتا کہ آرزوؤں اور تمناؤں کے مختلف انداز اور طریقے ہوتے ہیں مگر آرزو و امید کو ناامیدی اور یاس کی طرف پھیرنا اور ناکامی و نامرادی کی سمت لے جانا سخت حماقت اور کم عقلی ہے۔ شریعت اسلام پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور بحمد اللہ اس کو ممکن اور رسوخ حاصل ہو چکا ہے۔

ہر سال اس کا عرفات میں مجمع لگتا ہے اور پوری دنیا سے اہل اسلام وہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن اجتماع میں اور ہر وقت کی جماعت میں مساجد کے اندر شریعت

سارے سال میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہاں پر اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہاں پر اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔

دلاتے ہو کہ ہم ناپاک چالوں سے اس بحر زلفر کو گدلا کر لیں گے اور اس نور اسلام کو ختم کر دیں گے جو کہ تمام آفاق میں ظہور پذیر ہو چکا ہے بلکہ پورا جہاں جس کے انوار سے مستفید ہو چکا ہے۔ اور ہر دین و دلاکھ میناروں (بلکہ کروڑوں میناروں) پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی اذان میں لیا جاتا ہے۔

تمہارے نظریہ فاسدہ اور عقیدہ باطلہ کا منہائے غایت یہی ہے کہ خلوت میں ان وساوس کا ذکر کیا اور اگر یہ خرافات منصفہ شہود و ظہور پر آئیں تو ان کے قائل کا قتل ہو جانا عین ممکن ہے اور خود قائل کو امن و تحفظ کا احساس نہیں ہو سکتا لہذا میرے علم و عقل کے مطابق تم سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں ہے۔

(لہذا جب خفیہ طور پر اس عقیدہ کی ترویج کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، تو وہ مناظرہ کی صورت میں اور علانیہ اس الحاد و بے دینی کا پرچار کرنے پر آمادہ ہو گا) (تو دیلے ہی اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا)

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں محدثین کی ایک جماعت اہل اسلام میں گھس گئی جیسے کہ ابوالعلا معری اور ابن الراوندی اور ان دونوں کا برا حشر ہوا اور بہت خراب حالت میں ہلاک ہوئے۔

ایک گروہ محدثین میں گھس گیا اور چند احادیث کو گھڑا تاکہ اس وسیعہ کاری سے شریعت مطہرہ پر عیب لگائیں اور اس کے اندر باہمی مخالفت و تضاد ثابت کریں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے علماء ربانیین پیدا فرمادیے جنہوں نے ان کی فضیحت و رسوائی فرمائی اور غلط و صحیح اور خطا و صواب میں باہم امتیاز فرمادیا۔

ان کا ایک طائفہ کاہن بن بیٹھا اور بزرگم خوش غیبی خبریں دینا شروع کیں اور دوسرے گروہ نے قلبی کیفیات و حالات پر کلام کرنا شروع کیا اور لوگوں کے خیالات کا اندازہ لگا کر دلوں کی حالت پر اطلاع کا دعویٰ کرنا شروع کیا اور اسی طرح نجومی لوگ ظاہر ہو گئے جنہوں نے آنے والے حالات کے متعلق خبریں دینی شروع کیں۔

اور ان تمام ترفریب کاریوں اور مکاریوں سے مقصود صرف یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ وساوس پیدا کر سکیں کہ دین اسلام نے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کیا بلکہ جو کچھ کمالات اس میں اور اس کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں وہ تو دوسرے لوگوں میں بھی موجود ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں اپنے اس نور کو تمام اور مکمل کرنا تھا لہذا اسے حسب وعدہ غالب کر کے دکھا دیا جیسے کہ ارشاد فرمایا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفَؤْا نُورَ اللَّهِ بِأَنَّهُمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ -

علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و دعویٰ اور حقانیت رسالت پر سب سے بڑی دلیل اور برہان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بڑے دعویٰ کو بہت کم مہلت دیتا ہے پھر اس کو غلبہ میں مبتلا کر کے بیخ و بن سے اکھیر پھینکتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسی ذات کو جو اس پر بہتان باندھے اور افراتفر کرے سالہا سال تک مہلت دے اور ان کے وصال کے بعد بھی ان کی شریعت و ملت کو دائم و برقرار رکھے



حالانکہ وہ پہلی دو عظیم موسوی اور عیسوی شرائع کے نسخ کی جڑات کریں اور سبت کو حلال قرار دیدیں بایں ہمہ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے اتباع کی جلد اجم و اقوام پر مدد فرمائے اور معجزات کے ساتھ ان کی حکمت کی تائید و تقویت فرمادے۔ حاشا وکلا اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے۔ اگر وہ اس طرح کرے تو حق و باطل اور صداقت و فریب کاری میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا اور سرے سے سلسلہ نبوت ہی بے مقصد اور بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔

کیا تم نے سنا نہیں اللہ تعالیٰ کیسے اعلان فرما رہا ہے۔

ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين اذینہ اگر وہ ہم پر مقام اقوال تو کجا صرف بعض میں ہی افتراء سے کام لیتے اور اپنی طرف سے باتیں ہمارے ذمہ لگاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچا سکتا۔

لہذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت پر اعتراض کرتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی حکمت و عدالت کو طعن و تشنیع کا ہدف بنا رہا ہے کیونکہ کسی شخص پر اعتراض دراصل اس کے معاونین و انصار پر اعتراض ہوتا ہے۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار معجزات کی شاعیں آپ کے صحابہ کرام عظیم الرضوان پر بھی منعکس ہوئیں (اور ان سے بھی وہی انوار بصورت کرامات نمودار ہوئے) حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نیل مصر کی طرف پروانہ روانہ فرما کر اس کو جاری ہونے کا حکم دیا تو وہ اُس دن سے آج تک جاری و ساری رواں دواں ہے۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ہانپ دیا ہونے کے باوجود دیکھ لیا اور ان کے دشمن کے نرغہ میں آجانے کا خطرہ بھانپ لیا اور منبر نبوی پر کھڑے ہونے کی حالت میں ندا دے کر اور یا ساریہ الجبل کہہ کر رہنمائی فرمادی اور ان کو اپنی آواز سنا دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان کو دشمن کے شر سے بچا لیا بلکہ فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا حتیٰ کہ کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں لائے گئے اور وہاں ان کو تقسیم کیا گیا۔



## درج ذیل موضوعات سے متعلق

### الباب

- ۱۔ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیاء امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
- ۲۔ شریعت مصطفوی کی تمثیل و تشبیہ عجیب
- ۳۔ امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی تمثیل و تشبیہ
- ۴۔ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتسبیح کی طاعت کا وجوب
- ۵۔ حبیب اکرم رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوب محبت

### باب اول

انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری

تمہید:- اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے نفوس و ارواح کو اصل خلقت میں مختلف پیدا فرمایا ہے بعض اپنے جوہر حقیقت میں انتہائی لطافت و جودت پر ہیں اور بعض میں کدورت و کثافت موجود ہے اور ہر مرتبہ والے نفوس باہم بھی درجات جودت و لطافت کے اعتبار سے اور درجات کدورت و کثافت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

حضرت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام غایت لطافت و طہارت کے مالک ہیں ان کے ابدان و جہاد عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا پیدا کیے گئے ہیں لہذا ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ ارواح طیبہ اور نفوس کاملہ کا محل و متعلق بنیں پھر ان میں بھی باہم تفاوت و مراتب و مقامات ہے ہمارے نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ ان تمام سے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے کمال اعتدال پر ہیں اور بدن و جسد کے لحاظ سے بھی کامل و اکمل اور روح و نفس کی رو سے سب سے زیادہ مصطفیٰ و منزہ (یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ ہم ان کے جن اخلاق و عادات کریمہ اور صفات کمال اور اوصاف جمال کا تذکرہ کریں گے ان کی معرفت و واقفیت حاصل ہو جانے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح مدلل اور مبرہن ہو کر سامنے آجائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں

سب پر مقدم فرمایا۔

۱۔ تخلیق کے لحاظ سے کہ سب ارواح و نفوس سے قبل ان کی حقیقت اور ذات گرامی کو پیدا فرمایا۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث۔ میں سب انبیاء کرام علیہم السلام سے تخلیق و ایجاد میں مقدم تھا اور بعثت و رسالت میں اور ظهور و وجود عنقریب کے اعتبار سے سب سے آخری ہوں۔ رواہ ابویعلیٰ ابو نعیم۔ ابن ابی حاتم مرفوعاً۔  
۲۔ اخذ میثاق و عہد کی رو سے بھی آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر مقدم فرمایا اور تمام پیغمبر ان کرام سے آپ کی اتباع و اطاعت کا عہد لیا جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا آتٰیْکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَ حِکْمَةٍ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ  
مِّمَّ ذٰلِکَ لَتَوَّعَّکُمْ لَہٗ وَ لَتَنْصُرُنَّہُ (الایہ)

اے حبیب اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ میں جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول معظم تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت و امداد کرو گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء و مرسلین کو نبی کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ و التسلیم کے لیے بمنزلہ اتباع و خدام کے بنا دیا ہے اور انہیں آپ کی طاعت کا الہام فرمایا۔ اگر وہ اپنے اجداد عنقریب کے ساتھ اور ظاہری حیات دنیوی میں آپ کا شرف صحبت حاصل کرتے اور اس وقت تک موجود ہوتے تو لا محالہ ان کی اتباع کرتے اور ان کے لیے خدمتگاری اور غلامی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ اکرم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: "وکان موسیٰ حیالاً واسعاً لا اتباعی" اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کے لیے اتباع و اطاعت کے علاوہ اور کسی امر کی گنجائش اور وسعت نہ ہوتی۔

۳۔ تیسری وجہ تقدیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذکر میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم پر تقدیم و فوقیت بخشی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: "انا ادحینا الیث کما ادحینا الی نوح و النبیین من بعدہ" ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کی جس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لائے والے انبیاء کرام کی طرف وحی نازل فرمائی (پہلے آپ پر وحی نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور بعد ازاں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر)۔

۴۔ چوتھی وجہ تقدیم و فوقیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کا ذکر نداء و خطاب کی صورت میں ان کے ذاتی نام کے ساتھ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة۔ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو نداء کرتے

ہوئے فرمایا۔ یا نوح اھبط بسلام منا وبرکات۔ اے نوح علیہ السلام ہماری برکات و سلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اترو۔ (۳) حضرت خلیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا۔ یا ابراہیم اعرض عن هذا۔ اے ابراہیم قوم لوط علیہ السلام کے لیے دعا و نجات کرنے سے باز رہیں۔ (۴) حضرت کلیم اللہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی“ اے موسیٰ ہم نے آپ کو لوگوں پر رسالت و نبوت کی خاطر چن لیا ہے اور ان پر فوقیت و برتری عطا فرمائی ہے۔ (۵) حضرت داؤد علیہ کو حکم دیا۔ ”یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض“ اے داؤد ہم نے آپ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ (۶) حضرت عیسیٰ کو فرمایا عیسیٰ بن مریم ان نعمتوں کو یاد کرو جن کے ساتھ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو بہرہ ور فرمایا۔ (۷) حضرت زکریا علیہ السلام کو نداؤی تو فرمایا ”یا زکریا فبشرک بغلام اسمہ یحییٰ“ اے زکریا ہم آپ کو ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جن کا نام نامی یحییٰ ہے۔ (۸) اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ”یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة“ اے یحییٰ ہماری عطا کردہ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامو۔

(الفرض ہر نبی و رسول کو ندا و خطاب کے وقت ذاتی نام کے ساتھ ندا کی گئی، مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا گیا بلکہ وصف نبوت و رسالت کے ساتھ اور لقب و صف کے ساتھ ندا و خطاب سے مشرف فرماتے ہوئے یا ایہا النبی یا ایہا الرسول کہہ کر پکارا گیا۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب۔ یا ایہا النبی خطاب محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم)۔  
۵۔ پانچویں وجہ تقدیم و تشریف یہ ہے کہ جہاں تعریف و تعین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کا ذکر ناگزیر تھا تو وہاں نام نامی کی تصریح کے ساتھ وصف رسالت کا ذکر اور نزول وحی اور کلام مجید کا بیان لازماً فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل“ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر محض رسول اور نائب خداوند جل و علی اور جسم رسالت و نبوت (نہ خدا اور لا) ان سے قبل بھی رسل گذرے ہیں۔ آمنوا بما نزل علی محمد“ وہ ایمان لائے اس کتاب مجید پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ لیکن جب خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو محض اُن کے نام اقدس پر اکتفا فرمایا اور انہیں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا تو لقب نبوت سے موصوف فرما کر ذکر کیا۔

ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوه وهذا النبی“ سب لوگوں سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔  
۶۔ چھٹی وجہ تقدیم و تشریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہم سابقہ کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو ذاتی اسماء کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔



۱۔ حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے کہا "یا ہود ما جننا بمینة" اے ہود تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کو پکارا تو کہا "یا صالح قد كنت فينا مرجوا قبل هذا" اے صالح تم ہمارے درمیان قبل ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز تھے مگر آپ نے اس دین کا اظہار کر کے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا!

۳۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے قوم ان سے خطاب کے دوران کہا "یا موسیٰ اجعل لنا االها كما لهم آلهة" اے موسیٰ ہمارے لیے معبود بناؤ جیسے کہ ان لوگوں کے لیے معبود (اصنام و اوثان کے صورت میں) ہیں۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم نے ندا دی تو یہ انداز اختیار کیا۔ "یا عیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدة من السماء؟ اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارا رب اس امر کی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے انواع و اقسام کے کھانوں پر مشتمل دسترخوان نازل فرمائے۔

انفرض ہر نبی کو ان کی قوم نے بوقت ندا و خطاب ذاتی نام سے پکارا مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو آپ کی امت کو وہ انداز تمنا طلب و ندا ترک کر کے پیارے پیارے القابات اور اوصاف کمال کے ساتھ خطاب و ندا کا حکم دیا اور فرمایا۔

ولا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔

رسول خدا علیہ التہیتہ و التناذہ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح کہ ایک دوسرے کو ذاتی نام لے کر پکارتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔

(ف) گویا اللہ تعالیٰ نے خود بھی انداز ندا و خطاب کو بدل دیا اور امت کو بھی اس امر کا پابند کیا کہ اپنے نبی و رسول کو پکارتے وقت میری سنت پر عمل کرو اور یہود و نصاریٰ یا دوسری امتوں کی اتباع ہرگز نہ کرنا۔

۵۔ ساتویں وجہ تقدیم و تشریف اور فوقیت و فضیلت یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اہم کافزہ کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کا جواب خود دیتے تھے (لیکن نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود اللہ رب العزت نے دفاع کیا اور جوانی کا روائی فرمائی)

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا "اننا لنراک فی ضلال مبین" بے شک ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا "ایوم یس بی ضلالۃ و لکنی رسول من رب العالمین" اے

میری قوم میرے ساتھ تو گمراہی کا ذرا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا ”إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۔“ ”یقیناً ہم آپ کو سفاہت اور کم عقلی میں مستغرق دیکھتے اور اعتقاد کرتے ہیں اور کاذبین میں سے ایک کاذب گمان کرتے ہیں۔ آپ نے خود جواب دیتے ہوئے فرمایا ”یا قوم لیس بی سفاہۃ و لکنی رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ“ اے میری قوم سفاہت و کم عقلی کا میرے دامن علم و حکمت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے لیکن میں تو رب العالمین کی طرف سے برحق رسول ہوں۔

۳۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر زبان طعن دراز کرتے ہوئے کہا۔ ”إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا“ میں البتہ یہ گمان رکھتا ہوں کہ اے موسیٰ تم پر سحر اور جادو کیا گیا ہے۔ آپ نے اپنا دفاع کرتے ہوئے فرمایا۔ ”إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا“ اے فرعون میں تجھے ہلاکت اور تباہی میں مبتلا گمان کرتا ہوں۔ الغرض جس نبی پر بھی زبان طعن دراز کی گئی خود انہوں نے جواب دیا اور اپنا دامن عصمت ان غلاظتوں سے صاف رکھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تنقید کی گئی خود اللہ تعالیٰ اس کے جواب اور دفاع کا متولی اور ذمہ دار بن گیا۔ عہ

۱۔ جب انہوں نے کہا کہ یہ شاعر ہیں بل ہوشاعر تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ دھا علمناہ الشعر وما يتبعی لہ؟ ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان اور منصب

عہ کفار و مشرکین نے قرآن مجید کو کلام شعری اور مقدمات غیلہ و ہمیر سے مولف و مرکب کہا لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وضاحت فرمائی کہ یہ وصف شعر سے موصوف نہیں بلکہ یہ کلام صداقت نشان حقیقت بیان ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے لہذا اس سے علم شرعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ البتہ شعر گوئی کا ملکہ اور بالقصد کلام موزون کو بنانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے مگر علم اور چیز ہے اس کے ایجاد و اختراع کا ملکہ اودھنے ہے۔

ف اور یہی سنت اچھا ہے کیونکہ حبیب جب کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ میرے حبیب کو گالی دے رہا ہے تو وہ صرف اپنے حبیب اور قلبی دوست کو بتلانے پر اکتفا نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا دوستی نہیں بلکہ بقول سعدی دشمنی ہے کہ دشمن نے تیرا راجہ راہ میں گر پڑا اگر اس نے اٹھایا اور اگر پہلو میں چھو دیا۔ بلکہ حقیقی دوستی یہی ہے کہ خود جوابی کاروائی کرے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ ہکذا سنة الاحباب نان الحبيب اذا سمع احداً يشتم حبيبه تولى بنفسه جوابه۔

تفسیر کنیر جلد ثانی زیر آیت ان شاتک ہو الا بتر۔



جلیل کے لائق بلکہ جو کچھ اُن کو پڑھایا سکھایا ہے اور ان کی زبان اقدس پر جاری ہے وہ ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے۔ ان ہوالاؤ کو قرآن مبین۔

۲۔ انہوں نے زبان طعن و تشنیع استعمال کرتے ہوئے کاہن کما اور قرآن مجید کو کاہنین کا کلام بتایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”ولا بقول کاہن“ یہ کلام کاہن نہیں ہے۔

۳۔ انہوں نے ضال اور گمراہ ہونے کا الزام عائد کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ما ضل صاحبکم وما غوی۔ تمہارے نبی نہ بے راہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔

۴۔ جب انہوں نے آپ کے عقل و فہم پر اعتراض کیا تو اللہ رب العالمین نے فرمایا: ما انت بنعمة ربك بمجنون۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور نظر عنایت کی بدولت مجنون نہیں ہیں۔ (بلکہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں اور آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر عظیم ہے اور محنون کے لیے یہ ممکن نہیں ہے)

۸۔ آٹھویں وجہ تقدیم و تعظیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی ہے اور قسم عظمت والی چیزوں کی ہی کھائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نفس تخلیق نہیں فرمایا اور نہ دنیا میں ظاہر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معظم و مکرم ہو اور میں نے نہیں سنا کہ اب کائنات نے بجز زندگی حبیب کے کسی پیغمبر کی زندگی مقدس کی ساتھ قسم کھائی ہو صرف انہی کے متعلق فرمایا: نمرک انھو لفی سکر تھو یعمھون۔ مجھے تمہاری حیات مقدسہ اور زندگی مبارکہ کی قسم تمہارے مخالفین اپنی بدستی میں بھٹک رہے ہیں اور تمہیں جان پہچان نہیں سکے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز بخشا و اصطفتک لنفسی۔ میں نے تمہیں اپنے لیے بنایا ہے اور اپنا ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ مگر اس سے عظیم ترین اعزاز و اکرام حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ کو بخشا کہ ان کے بیعت لینے کو اپنا بیعت لینا اور اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیدیا۔

ان الذین یمایعونک انما یمایعون اللہ یمیدا اللہ فوق ایدہم۔

نیز جس شہر میں اُن کے مقدس پاؤں لگ گئے اور اس خطہ کی خاک پاک کو ٹٹکے پائے ناز پر لبو سے دینے کا موقع مل گیا تو اس شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا۔

لا اقسو بهذا البلد وانت حل بهذا البلد۔ معنی یہ ہے کہ میں قسم اٹھاتا ہوں مگر بلد اور شہر کی قسم نہیں اٹھاتا ہاں اس وقت اس شہر کی بھی قسم اٹھاتا ہوں کیونکہ تم اس میں موجود ہو۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

عہ حضرت بریوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا جو کسی کو ملے نہ کسی کو ملا کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر کلام و بقا کی قسم



اے موسیٰ جوتے امار دو اور وادی مقدس میں چل کر میری بارگاہ تک  
المقدس طوئی۔ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اے حبیب براق پر سوار ہو کر آؤ اور سواری کی حالت میں آؤ  
کہاں پیدل اور جوتے امار کر چلنا اوگہاں احکم الماکمین کی بھیجی ہوئی براق برق رفتار حبیب سواری پر سوار ہو کر آنا یعنی محبوبانہ  
اور شاپانہ شان اور آن: بان سے آنا فصلی اللہ علی حبیبہ و محبوبہ رحمہ  
۹۔ نویں وجہ تعظیم و تشریف۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے افعال و احوال اور لغزشات و زلات ذکر کرنے  
کے بعد اُن سے درگزر فرمانے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت  
بخشش اور ان سے اپنی معفو و درگزر کا ذکر فرمایا بغیر اس کے کہ اُن کی کسی لغزش کا ذکر یا کسی زلیلت کی نشاندہی کی  
جائے۔

- ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ وعصى آدم ربه فغوى۔ آدم علیہ السلام نے رب تبارک و  
تعالیٰ کی فرمان کی پابندی نہ کی اور راہ راست پر ثابت قدم نہ رہے۔ ثمر اجتناب ربه فتاب علیہ وهدی  
پھر ان کے رب نے اُن کو چُن لیا اور اُن پر نظر رحمت فرمائی اور استقامت عطا فرمائی۔
- ۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صلوات و التسليم کے متعلق بطور حکایت فرمایا۔ "انی قتلت منهم نفسا" میں نے ان میں سے  
ایک قبیل آدمی کو خطہ قتل کر دیا تھا۔ پھر ان کی عرضداشت نقل فرمائی۔ رَبِّ اغفر لی "اے میرے رب میرے  
لیے مغفرت و بخشش فرما" تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت فرمائی۔
- ۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے بطور نقل و حکایت فرمایا۔ لقد ظلمك يسوٰل نعبتك اِلٰى فاجة وان كثيرًا  
من الخطاء ليسبني بعضهم على بعض "تنانوں نے بھیڑوں والے نے تجھ سے صرف ایک بھیڑ کا مالک ہونے  
کے باوجود یہ مطالبہ کر کے کہ یہ بھی مجھے دیدے تاکہ میں اس کو ساتھ ملا کر سو پوری کر لوں اور مجھے عزت و  
عظمت حاصل ہو جائے" تجھ پر ظلم اور تعدی کی ہے اور بہت سے مال میں اشتراک و اختلاط کرنے والے  
ایک دوسرے پر ظلم و تعدی سے کام لیتے ہیں۔
- جب انہوں نے سامعین کے اس سوال میں غمزدہ و تدبر کیا تو سمجھ گئے کہ یہ سائل فرشتے ہیں اور یہ اُن کو میری

ف علامہ نہانی جابر الہامی فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو طوطے کے قریب جوتے امار نے کا حکم دیا گیا جبکہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو  
سرعرش بھی یہ رخصت نہ ملی۔ لدی الطور موسیٰ نودی اخلع واحمد۔ علی العرش لعلو ذن بخلع نعالہ۔ علی راس هذا لکون  
نعل محمدی۔ علت فجميع الخلق تحت ظلالہ۔ حبیب پاک کے نعلین پاک ساری مخلوق کے سروں پر بلند ہو گئے اور بھی اُن  
کے سایہ میں آرام کرنے والے ہیں۔

نصیحت کے لیے اللہ رب العزت نے میرے پاس بھیجا ہے تو بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے اور رجوع الی اللہ کیا اور اپنی لغزش پر معذرت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے درگزر فرمایا و فرمایا لا ذلک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور اُن کے اس دعویٰ پر کہ میں تمام بیویوں سے آج رات مباشرت کروں گا اور ان میں سے ہر ایک شاہسوار کو جنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا مگر وہ انشاء اللہ کتنا مجبور گئے۔ ہم نے ان کو قہر فرمایا اور سوائے ایک نام تمام حمل کے جو ساقط ہو گیا کسی کو بھی حمل نہ ٹھہرا۔ تب انہوں نے بارگاہ خداوندی میں انابت کی اور ہماری طرف رجوع کیا۔

الغرض ہر پیغمبر کے متعلق یہی انداز اختیار فرمایا گیا لیکن حبیب پاک علیہ افضل الصلوات کے غفران ذنوب کی خبر دی تو کسی لغزش اور زلت کا تذکرہ نہ فرمایا بلکہ محض اظہار فضل و کرم کے انداز میں فرمایا ہم نے آپ کے پہلے پچھلے گناہ (بالغرض ہیں یا ہوں) بھی معاف کر دیے ہیں اور آپ سے روز قیامت قطعاً باز پرس نہیں ہوگی۔ لیغرض لك الله ما تقدم عن ذنبك وما تاخر۔ لہذا آپ کو اپنی ذات کے متعلق کسی قسم کا خوف و حزن نہیں کرنا چاہیے۔ ۱۰۔ دسویں وجہ تعظیم و تکریم اسباب فقیہ دہتری ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوند قدوس میں اپنی خطا و اجتہادی اور لغزش و زلت کی معافی مانگنے کے لیے آپ کی حرمت و عزت کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت فرمائی اور اس کا تفصیلی بیان قبل ازیں ابواب ہدایت میں گندہ چکا ہے۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے عذاب طلب کیا اور طوفان بلا میں گھر کر ہلاک ہو گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان اُحد میں اُن کے ہاتھوں تکلیف شدیدہ پہنچنے کے باوجود اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دعا و ہلاکت کے متعلق عرض کرنے کے باوجود یہ دعا فرمائی۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ اسے اللہ میری قوم کو مغفرت عطا فرما اور ان سے درگزر فرما کیونکہ وہ بے خبر ہیں اور میرے مقام اور منصب کو نہیں جانتے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب خلت عطا فرمایا وقد اتخذ الله ابراهيم خلیلاً تو حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کو بھی یہ منصب عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے لیکن صاحبکم خلیل اللہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ان صاحبکم خلیل اللہ، تمہارا نبی و رسول اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

مزید برآں آپ کو منصب محبوبیت بھی عطا فرمایا جو اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں

نہ قریب اپنا خلیل بنایا ہے۔ تورات میں آپ کے متعلق لکھا ہے محمد حبیب الرحمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب رحمن کے حبیب ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھ ہم کلام اور سرگوشی کرنے والا بنایا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا وعزتی لا دشمن حبیبی علی خلیلی ونجبی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل و کلیم پر ترجیح اور فوقیت و فضیلت لوں گا۔ اللہ الحمد

۱۱۔ گیارہویں وجہ تحکیم۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع کمالات انبیاء علیہم السلام ہونا۔

۱۔ ابراہیم علیہ السلام کو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ انہوں نے اصنام و اوثان کو توڑ ڈالا تو ہمارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ شرف بخشا کہ آپ نے ہبل بت کو کعبہ کی بلندی سے نیچے اتار پھینکا اور فتح مکہ کے دن تین سو ساٹھ بچوں کو چھڑی کا اشارہ فرما کر سرنگوں کر دیا اور اندر سے منہ گرا دیا۔

۲۔ اگر ہود علیہ السلام کو یہ فضیلت و فوقیت بخشی کہ باد و بور کے ذریعے ان کی نصرت و امداد فرمائی اور ان کی قوم کو مغلوب و مغتور بلکہ نیست و نابود فرمایا تو نبی الانبیاء فخر المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ فضیلت عطا فرمائی خندق کے موقع پر باد صبا کے ذریعے آپ کی نصرت و امداد کا سامان فرمایا اور سبھی احراب اور جنود اعداء بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔

۳۔ اگر صالح علیہ السلام کو اوثنی کا معجزہ عطا فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونٹ سر بسجود ہوئے اور ان کی عظمت خدا واد کو لوگوں پر ظاہر کرنے کا سبب بنے۔

۴۔ اگر یوسف علیہ السلام میں حسن صورت اور صباحت و رخسار تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور چودہویں کے چاند کی طرح چمکیلا تھا۔

۵۔ اگو موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے چٹھے پھوٹے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چٹھے اُبلے۔ پتھروں سے پانی کا نکلتا اتنا عجیب اور انوکھا امر نہیں کیونکہ ہمیشہ پانی پتھروں اور پہاڑوں سے ہی نکلتا ہے۔ گوشت پوست اور خون کے درمیان سے پانی کا نکلتا عجیب ترین اور حیرت انگیز ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑوھا کا روپ دھار لینا اور اس میں زندگی کا آجانا عظیم معجزہ اور عجیب ہے مگر اس سے بھی عجیب ترین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے خشک ستون کا آواز حزیں نکالنا۔ اپنے ذوق و شوق کا مظاہرہ کرنا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آہ و بکا کرنا پھر ان کا



عصا کو حیات بخشنا بالارادہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون کو حیات بخشی۔ درد و ذوق تو یہاں

محض آپ کے جدِ اطہر سے مس ہو جانے کی وجہ سے اور بلا ارادہ ہے  
نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا  
گو یا صرف عصا نہیں پورا درخت آپ کی توجہ سے جاندار بھی بن گیا اور عقلمند بھی اور زمین کو چیرتے ہوئے چل  
کر حاضر ہونے پر قادر بھی۔

۶۔ پہاڑوں نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہ کئے نغمے الاپے تو کنگریوں نے  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تسبیح باری کہہ سائی (بلکہ حضرت صدیق و فاروق اور فی النورین  
رضی اللہ عنہم کے مقدس ہاتھوں میں بھی)

حضرت داؤد علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں میں بوماموم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ نرم رہیں  
تیار فرماتے تو نبی الانبیاء قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا۔

ابونعیم اصبہانی نے فرمایا کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور اعدا دین غار  
کے اوپر آپہنچے تو آپ نے اپنے سر اقدس کو ایک طرف جھکایا تاکہ اپنے آپ کو ان کی نظروں سے چھپائیں  
جب سر اقدس غار کی دیوار سے ٹکرایا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گئی اور آپ نے اپنا سر اقدس اس  
کے اندر چھپا لیا۔

اور ایک مرتبہ آپ نے راحت حاصل کرنے کے لیے اور تھکان دور کرنے کے لیے اپنی کلائی  
اور کہنی مبارک کو سخت ترین پہاڑ کے ایک پتھر پر رکھا تو وہ اس قدر نرم ہو گیا کہ دست اقدس کے  
نشانات اس پر ثبت ہو گئے۔ وہ پتھر مشہور و معروف ہے اہل اسلام حج کے موقعہ پر اس کی زیارت  
کو جاتے ہیں اور دیدار کرتے ہیں۔

شب معراج بیت المقدس کے صخرہ کے ساتھ براق کو باندھنا تھا تو وہ آٹے کی مانند نرم اور ملائم  
ہو گیا آپ نے اس کے ساتھ اپنی سواری کو باندھ دیا (تو وہ پھر سابقہ حالت پر آگیا) لوگ اب تک اس  
پتھر کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو روئے زمین کی حکومت و سلطنت عطا کی گئی تھی تو نبی مکرم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کو خزانہ ارضی کی چابیاں دے دی گئیں اگرچہ آپ نے زہد اور فقر کو اختیار فرمایا اور ان خزانوں کو  
استعمال نہ فرمایا (مگر حصول خزانہ الگ چیز ہے اور ان کا استعمال الگ امر اور استعمال نہ کرنے سے  
ملکیت کی نفی لازم نہیں آتی جنت اور اس کے جملہ نعم کا مالک اللہ رب العزت ہے لیکن انکو استعمال

فقط اہل جنت مومنین کریں گے،

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اس ہوا کو منحرف کر دیا گیا تھا جس کی صبح کی سیر ایک مہینہ کی راہ تھی اور پچھلے وقت کی سیر بھی ایک مہینہ کا راستہ۔ تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شب اسرار بیت المقدس تک کا ایک ماہ کا راستہ، رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمایا اور عرش علی تک پچاس ہزار سال کی مسافت (اور لامکان تک کی مسافت کی تعیین و تحدید ممکن ہی نہیں) بھی رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمائی۔

اور آپ کا رعب و دبہہ ایک مہینہ کی مسافت پر پھیلا ہوا تھا (اور اتنی دور بیٹھے ہوئے امراد و سلاطین آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے)

حضرت سلیمان کو پرندوں کا کلام سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی گئی تھی علمنا منطق الطیر۔ تو یہ وصف ہمارے حبیب کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علی الوجہ الاتم حاصل تھا۔ آپ نے اونٹ، بھیڑیے اور شجر و حجر کے کلام کو سمجھا۔ اگر سلیمان علیہ السلام کے لیے سرکش جنوں اور شیاطین کو منحرف کر دیا گیا تھا تو ہمارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنوں کے ایک طائفہ کو مطیع و غلام بنا دیا گیا اور ان کو دولت اسلام و ایمان سے مالا مال کر دیا گیا (اور جبر و قہر کے ساتھ تعمیل حکم کر لینا اور بات ہے اور خوشی سے اور تحصیل سعادت کی خاطر خدمت بجا لانا دوسرا امر ہے)

حضرت سلیمان علیہ السلام اگر سرکش جنوں اور شیاطین کو قید کر سکتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ قدرت و طاقت عطا فرمائی گئی جب ایک سرکش جن آپ کی نماز قطع کرنے کے لیے آیا تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور قید فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاون و مددگار جن تھے جو آپ کی خدمت بجالاتے تھے مگر نبی عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار اور لشکری طاغوت تھے جو آپ کے سامنے آپ کے اعداد سے قتال کرتے اور آپ کے دشمنوں کو آپ سے دور رکھتے۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابو جہل لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تاکہ جب آپ سجدہ میں سر اقدس رکھیں تو وہ غیبت آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے اور پامال کرے مگر فوراً اٹھ پاؤں واپس ہونے لگا اور کہا کہ میرے اور اُن کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہول و دہشت بھی ہے اور پروں کے پھر پھرانے کی آوازیں بھی ہیں۔

۸۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز اور اعجاز بخشا کہ وہ غیبی خبریں دیتے تھے۔



اور جو کچھ لوگ کھا کر آتے اسے بیان فرما دیتے اور جو کچھ گھروں میں رکھ کر آتے اسے بھی بیان فرما دیتے، بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ہاتھ اس وصف کمال میں شریک ہیں (بلکہ ان پر فائق کہ آپ کے علوم غیبیہ سب پیغمبران کرام کے علوم پر محیط ہیں اور وہ اسرار و رموز بھی حاصل ہیں جو اوروں سے مخفی اور پوشیدہ تھے) ۱۲۔ بارہویں وجہ تعظیم و توقیر اور باعث تفضیل و تکریم۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا نام نامی اور اسم گرامی ذکر فرمایا ساتھ ہی اپنے حبیب کے نام اقدس کا ذکر فرمایا۔ خواہ طاعت و اتباع کا مقام ہو یا استکبار و عصیان کا۔ ارشاد باری ہے: اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول یطیعوا اللہ و رسولہ۔ اور فرمان خداوندی ہے۔ ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضلّ ضللاً مبہیناً۔

فیصلہ و تحکیم کے متعلق فرمایا: فرد وہ الی اللہ والی الرسول۔ وہ اس امر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں۔ مال کی تقسیم کے موقع پر فرمایا: فَإِنَّ لِلّٰہِ خَمْسَہٗ و لِلرَّسُولِ نَالَ نَعِیمَتِہٖ کَاخْمَسِ اللّٰہِ تَعَالٰی کے لیے ہے اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ منافقین کی ناشکر گزاری بیان کرتے وقت فرمایا: و مَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ۔ انہوں نے میوب نہیں سمجھا مگر اس امر کو کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غنی کر دیا۔ مقام ایدارسانی اور اسادت ادب میں فرمایا: الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے دیا ہے اور ان کے لیے ذلیل و رسوا کرے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اَللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّہٗ مِنْ یَّحَادِثِ اللّٰہِ وَّرَسُولِہٗ۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و دشمنی کی۔

بیان احکام کے ضمن میں فرمایا: لَا یَحْرُمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ۔ وہ اس چیز کو حرام نہیں سمجھتے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ اور ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: لَا ذِکْرَ وَلَا ذِکْرَ مَعِی۔ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا تمہارا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔

فخر الانبیاء والمرسلین علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیم کی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت و

فوقیت پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ



- ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو اور کسی نبی و رسول کو عطا نہیں گئیں۔
- (۱) مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدر عطا فرما کر منصور و غالب کیا گیا ہے۔
- (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے قابل نماز اور قابل طہارت بنا دیا گیا ہے۔ میرے امتی کو جہاں بھی وقت نماز آ پہنچے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور پانی دستیاب نہ ہو تو تمیم کرے۔
- (۳) میرے لیے اور میری خاطر میری امت کے لیے اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کے پیغمبر اموال غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا۔
- (۴) مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے (اور تمام انبیاء و علیہم السلام کی شفاعات اسی میں مندرج ہیں جب تک آپ باب شفاعت نہیں کھولیں گے کوئی نبی و رسول شفاعت نہیں کر سکے گا)۔
- (۵) ہر نبی مخصوص قوم و قبیلہ اور علاقہ کی طرف مبعوث ہوا اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
- (۱) مجھے کلمات جامدہ کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے (جن میں نفعی طور پر استہانی اختصار ہے مگر معانی کے لحاظ سے ہر ایک کلمہ معانی و مطالب کے ایک جہاں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے)۔
- (۲) اور رعب و دبدر عطا فرما کر میری امداد و نصرت فرمائی گئی ہے۔
- (۳) اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔
- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے پانچ خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی گئیں۔
- (۱) مجھے بھی سیاہ و سفید کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی تمام نوع انسانی کی طرف بنیر تخصیص رنگ و نسل کے۔
- (۲) میرے لیے تمام روئے زمین کو حکم مسجد میں کر دیا گیا ہے اور بطریق تیم طہارت و نزاہت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔
- (۳) میری خاطر اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے حالانکہ قبل ازیں کسی پیغمبر پر ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔
- (۴) مجھے رعب و دبدر عطا فرما کر امداد دی گئی ہے۔ میرے اعداء مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت پر دور ہونے کے باوجود مرعوب و خوفزدہ ہیں۔
- (۵) اور مجھے کہا گیا ہے سل تعطہ جو بھی مجھ سے طلب کرو تمہیں عطا کر دیا جائے گا تو میں نے اپنی دعا کو دوز قیامت کے لیے محفوظ رکھ لیا گیا ہے تاکہ اپنی امت کے لیے شفاعت کروں اور ان کی نجات و فلاح کے لیے اس دعا کو استعمال کروں اور وہ دعا انشاء اللہ میری امت کے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو

شرک سے محفوظ ہو کر مرا اور توحید و رسالت کا اقرار و اعتراف کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔  
حضرت ابو امام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چار وجوہ سے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت و برتری عطا کی گئی ہے (جن میں سے دو یہ ہیں) میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور قابل طہارت بنایا گیا ہے اور اموال غنیمت میرے لیے حلال کیے گئے ہیں۔  
حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا مجھے وہ خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو انبیاء کرام علیہ السلام میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

- ۱۔ رعب و دبدبہ کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔
  - ۲۔ مجھے خزانہ ارضی کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔
  - ۳۔ مجھے احمد کے مقدس نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔ یعنی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے یا سب سے زیادہ تعریف کیے ہوئے۔
  - ۴۔ ساری زمین اور اس کی گرد و غبار میرے لیے موجب طہارت بنادی گئی ہے۔
  - ۵۔ میری امت سب اہم و اقوام سے افضل و اعلیٰ بنادی گئی ہے۔
- عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سال رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ کے پیچھے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چند حضرات جمع ہو کر حراست و حفاظت کرنے لگے جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آج رات پانچ ایسے انعامات دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی شخص کو نہیں دیے گئے۔
- ۱۔ میں سب انسانوں کی طرف بغیر تخصیص علاقہ و قوم و بلا امتیاز رنگ و نسل رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھ سے قبل جتنے رسول کرام تھے وہ صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔
  - ۲۔ میں اپنے اعداء و مخالفین پر رعب و دبدبہ اور شان و شکوہ کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہی کیوں نہ ہو وہ میرے رعب و دبدبہ سے مرعوب و خوفزدہ اور دہشت و ہیبت سے لرزہ بر اندام ہوں گے۔
  - ۳۔ میرے لیے سب غنائم کو حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ان کے تناول اور استعمال کو امر عظیم اور گناہ سمجھتے تھے اور ان کو جلا دیتے تھے۔

۴۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور طہارت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔ مجھے جہاں بھی نماز کا وقت آجائے گا زمین پر مسج کر کے نماز ادا کر سکوں گا (اور اسی طرح میری امت بھی) اور مجھ سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام تھے وہ اس امر کو عظیم سمجھتے تھے اور وہ صرف اپنی عبادت کا ہوں میں ہی نماز ادا کرتے تھے۔

۵۔ پانچویں خصوصیت اتنی عظیم ہے کہ اس کا بیان ہی ممکن نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ جو چاہو طلب کرو (تمہیں دیا جائے گا) بہرہی کو بھی اسی طرح کا حق دیا گیا مگر انہوں نے دنیا میں ہی اپنے اس حق کو استعمال کر لیا۔ لیکن میں نے اپنے سوال کو قیامت کے دن کے لیے موخر کر دیا ہے لہذا یہ تمہارے لیے ہے اور ہر اس شخص کے لیے جس نے توحید باری تعالیٰ اور میری رسالت کی گواہی دی اور اسی پر فوت ہوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک صحیفہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان کو بعض اہل کتاب سے ہاتھ لگا تھا اور اُسے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پڑھا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں میری شریعت میں کوئی خوف اور ڈر ہے! مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس شریعت غراء اس حالت میں لایا ہوں کہ وہ واضح اور صاف ستھری ہے جس میں باطل کی ذرا بھر ملاوٹ نہیں ہے۔ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو کہیں وہ تمہیں حق بیان کریں اور تم اس کی تکذیب نہ کر بیٹھو، کبھی باطل و ناحق بیان کریں اور تم ان کی تصدیق نہ کر بیٹھو۔

مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ لو کان موسیٰ سیما عادہ الا ان یتبعنی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ ہوتے تو اُن کے لیے سوائے میری اتباع کے کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو بدالکو موسیٰ فا تتبعہ ثم ترکتمونی لضللتکم عن سواد السبیل ولو کان موسیٰ حیاً ثم ادرك نبوتی لا تبعنی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے نمودار ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کر لو پھر مجھے نظر انداز کر دو اور میری اطاعت و اتباع سے منہ موڑ لو تو تم بھی سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات ظاہرہ کے ساتھ دنیا میں موجود ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پالیتے تو ضرور بالضرور اتباع و اطاعت کرتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں لوگوں پر تین وجوہ



سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مانند بنائی گئی ہیں اور ہمارے لیے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے اور اس کی خاک اور غبار ہمارے لیے موجب طہارت بنا دی گئی ہے جب کہ ہمیں پانی میر نہ آئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ امور کے ساتھ فضیلت و فوقیت عطا فرمائی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ رعب و دبیر کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے۔

۳۔ اموال غنیمت ہمارے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

۴۔ تمام روٹے زمین کو میرے لیے مسجد اور سبب طہارت و تمہینا دیا گیا ہے۔

۵۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور ملت الی الملق کا نفع

۶۔ مجھ پر سلسلہ نبوت اور سلسلہ انبیاء علیہم السلام ختم کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لیے اندر آیا۔ اُس نے قرات ایسی کی جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ پھر ایک اور شخص داخل ہوا اُس نے اس شخص سے مختلف قرات کی۔ جب ہم سب نے نماز ادا کر لی اور فارغ ہو گئے تو مل کر بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

میں نے عرض کیا اس شخص نے ایسی قرات کی ہے جس پر میں نے انکار کیا اور دوسرا شخص داخل ہوا تو اُس نے اس سے بھی مختلف قرات کی (گویا سورت ایک ہے مگر ہم تینوں کی قرات مختلف)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قرات کرائی۔ انہوں نے وہ سورہ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ان کی قرات کو درست اور صحیح قرار دیا۔ تو میرے دل میں شیطانی وساوس پیدا ہوئے کہ اس طرح کے وساوس اس وقت بھی پیدا ہوئے تھے جب کہ میں جاہلیت کی حالت پر تھا اور یہ محض وساوس و خواطر تھے نہ کہ نعوذ باللہ

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف جنوں اور انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں تک ربوبیت باری تعالیٰ کی وسعت ہے وہیں تک رسالت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ اور اصل رحمت نبوت و رسالت ہے اسی لیے شیخ محقق عبدالمق علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ وے صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث است بجمیع اجزاء عالم والتفصیل مقام آخر۔

آپ کی نبوت و رسالت کا بالفعل انکار اور کذب البتم مشرف اسلام ہونے کی وجہ سے وہ معمولی تھے تو بھی عظیم معلوم ہو رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے مجھے اپنے گھرے میں لینے والے وساوس و خواطر کو ملاحظہ فرمایا اور ان کا خدا و فرستادہ نور نبوت سے مشاہدہ فرمایا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں خوف و دہشت سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور مجھے خوف و خشیت کی حالت میں یوں معلوم ہو رہا تھا کہ میں اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوں اور اس کا دیدار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابی مجھ پر قرآن مقدس نازل کیا گیا کہ ایک قرأت پر پڑھو میں نے اس کو اللہ کی طرف لٹا دیا اور عرض کیا۔ ہون علی اہتی۔ میری امت پر آسانی فرما۔ دوبارہ قرآن مقدس مجھ پر نازل کیا گیا اور دو قراءتوں پر پڑھنے کی رخصت دی گئی تو میں نے پھر لٹا دیا اور عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔

سبارہ نازل ہوا اور سات قرأت پر پڑھنے کی اجازت ملی اور ساتھ ہی یہ انعام و احسان بھی فرمایا گیا۔ دلت بکل ردہ رد تکھامسلہ تسالنیہا۔ تمہارے لیے ہر بار ٹھانے کے بدلے ایک دعا کا حق ہے جو تم مجھ سے طلب کرو گے اور میں ضرور اس کو قبول کروں گا تو میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کے صغیرہ گناہ معاف فرما۔ اے اللہ میری امت کے کبیرہ گناہ معاف فرما۔

واخرت الثالثہ لیوم یغنیہ الی الخلق کلہم وحق ابراہیم وادریس ویمامی ویمامی نے اس دن کے لیے بچا کے رکھا ہے جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام بھی میری پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ اور میرے در اقدس کے علاوہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔ یہ روایت اور اس سے پہلی دو روایات مسلم کے منقولات میں سے ہیں۔

حضرت ابوالاسمہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجھے اللہ رب العزت نے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میری امت کو تمام امم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور درعب و دبیرہ کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے جو ایک ماہ کی مسافت میرے آگے آگے چلتا ہے جس کو میرے اعداء کے قلوب میں ڈال دیا ہے۔ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور موجب طہارت بنا دیا گیا لہذا جس عہد کو جہاں کہیں نماز پائے تو اس کے لیے اس کے پاس ہی مسجد ہے اور موجب طہارت اور میرے لیے اموال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے پانچ امتیازی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

۱۔ میرے لیے تمام روئے زمین کو محل سجود و عبادت اور وجہ طہارت و نزاہت بنا دیا گیا ہے اور پہلے انبیاء



بھی مساجد سے باہر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔

۲۔ میری نصرت و امداد خدا وادار عیب و دبدبہ کے ذریعہ کی گئی ہے۔ میرے اور میرے امداد کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں رعب اور خوف و دہشت پیدا فرما دیتا ہے۔

۳۔ پہلے ہر نبی کو خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا لیکن میں سب جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۴۔ پہلے انبیاء علیہم السلام اموال غنیمت سے خمس الگ کرتے تھے جس کو آسمانی آگ آکر کھا جاتی تھی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کو اپنی امت میں تقسیم کر دوں۔

۵۔ ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا گیا تھا انہوں نے وہ دعا دنیا میں ہی مانگ لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مطلوب مسئلہ ان کو دے دیا اور میں نے اپنا حق شفاعت اور دعا اپنی امت کے لیے بچا کر رکھی ہے (جو ہر روز قیامت اُن کے کام آئے گی)۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس نوٹدیاں تھیں اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ نوٹدیاں اور غلام مال غنیمت میں ہی ممکن ہیں اور غلامی آثار غنیمت سے ہی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب کیا ہوگا کہ اموال غنیمت صرف میرے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

جواب :- انبیاء علیہم السلام جب جہاد فرماتے اور مال غنیمت جو کہ ساز و سامان اور مطعومات و ماکولات کے قبیلہ سے ہوتا اس کو آگے رکھتے تو آگ آتی اور ان کو کھا جاتی خواہ اس میں خمس نبی علیہ السلام کا ہونا یا اُمت کے حصص ہوتے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ جو کچھ بطور مال غنیمت ہاتھ لگا اس کو جمع کیا۔ آگ آئی تاکہ اس کو کھائے مگر قریب آکر اس کو کھانے اور جلانے سے رک گئی اس نبی کرم نے فرمایا اے میری امت تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے گائے کے سر جتنا سونے کا عظیم ٹکڑا نکالا اور اس کو مال غنیمت میں رکھا تب آگ آئی اور اس سب مال کو جلا کر بھسم کر گئی۔

تو اموال غنیمت ہم سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہوئے اور ہم پر حلال اس لیے کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز اور صنف کو ملاحظہ فرمایا تو ان کو ہمارے لیے طیب اور پاکیزہ قرار دے دیا۔

یہ تو ہے حکم ساز و سامان اور ماکولات و مطعومات کا رہا معاملہ حیوانات کا اور عورتوں، بچوں وغیرہ کا تو وہ مجاہدین کی ملکیت ہو جاتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے ان میں سے کوئی شے بطور مال غنیمت لینے کی رخصت اور



سیمان علیہ السلام کا ان نوڈیوں کو حاصل کرنا اور اُن کے ساتھ ازدواجی برتاؤ کرنا اسی امر پر مبنی تھا اور نبی الانبیلہ صلی اللہ علیہ وسلم مالِ خمس اور اموالِ فے حاصل فرماتے اور ان میں حسبِ مشا تفرق فرماتے اور یہ دونوں قسم کے اموال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھے بخلاف دوسرے انبیاء کرام کے۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ نوڈیاں اور غلام بھی تو اموالِ غنیمت سے ہیں اور وہ پہلی امتوں کے لیے حلال تھے تو خصوصیتِ نبوی اس سلسلے میں باقی نہیں رہے گی۔

جواب :- ٹھیک ہے کہ نوڈیاں اور غلام اموالِ غنیمت میں سے تھے اور اہم سابقہ کے لیے حلال بھی مگر خصوصیتِ نبوی دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لحاظ سے ہے کہ پہلے انبیاء کرام پر ان کو حرام قرار دیا گیا اور صرف نبی اکرم علیہ السلام کے لیے ان کو حلال ٹھہرایا گیا۔ لہذا آپ دوسرے انبیاء کرام سے اس معاملہ میں منفرد اور ممتاز ہو گئے۔

## خصائصِ نبویہ اور اوصافِ امتیازی کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انا سید الناس یوم القیامۃ" میں بروز قیامت سب لوگوں کا سردار اور ملجا و مادی اور مرکز حاجات ہوں گا کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو (ایک میدان میں) جمع فرمائے گا سورج لوگوں کے بہت قریب آجائے گا اور ان کو اس قدر رنج و الم اور کرب و غم لاحق ہوگا جس کی ان میں قوت برداشت نہیں ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ کیا ایسے مقدس شخص کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہِ خداوندی میں تمہاری سفارش و شفاعت کرے۔ تب وہ آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے (اور مختلف انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن کے معذوری ظاہر فرمانے کے بعد بالآخر نبی الانبیاء علیہم السلام و التمام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر حالتِ زار عرض کریں گے اور شفاعت کا سوال کریں گے) اور آپ شفاعت فرما کر ان کو اس کرب و الم سے نجات دلائیں گے۔

لہذا صرف وہی سیدِ الناس اور سبھی اہلِ محشر کا ملجا و مادی اور آسرا و سہارا ہوں گے۔

یہ حدیث تفصیلاً بابِ شفاعت میں نقل کی جائے گی اور وہاں احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ثابت کیا جائے گا کہ اس دن ساری مخلوق ان کی نگاہِ لطف و کرم کی محتاج ہوگی اور سب انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقدم اور سبقت حاصل ہوگی اور سب کی سیادت و قیادت کا سہرا آپ کے سر اقدس اور جبینِ نور پر ہوگا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہی سب لوگوں سے پہلے اپنی قبرِ نور سے نکلنے والا ہوں گا۔ جب اُن کو اپنی اپنی قبروں سے اٹھایا جائے گا اور جب وہ بارگاہِ

خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ہی ان کی طرف سے اللہ رب العزت کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کی ترجیحی کرنے والا ہوں گا اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ ناامید ہونے لگیں گے اور میں ہی اللہ رب العزت کے ہاں سب اولاد آدم علیہ السلام سے مکرم و معظم ہوں گا اور میں نے جو کچھ اپنا خدا و منصب و مقام بیان کیا ہے تو یہ بطور فخر و ناز نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت ہے تاکہ تم میرے مقام کو صحیح طور پر سمجھو اور اس کے مطابق عقیدہ رکھو۔

اور ایک روایت میں ہے انا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔ میں اللہ رب العالمین کے ہاں سب پہلوں اور پچھلوں سے زیادہ عزت و کرامت کا حقدار ہوں اور یہ بات محض فخر کے لیے نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں سب لوگوں سے اقل ہوں قبر سے نکلنے میں جبکہ لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اور میں ان کا وافر و ترجیحی ہوں گا جب کہ وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور میں ہی ان کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوں گا جب کہ وہ مرید ہو جائیں گے اور میں ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب کہ انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا۔ اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ خلاص و نجات سے ناامید ہو جائیں گے۔ بھی خزانہ کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں ہی اللہ رب العزت پر تمام اولاد آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معظم ہوں میری بارگاہ میں سزا خدام خدمتگذار کے لیے دوڑے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ سفید چمکدار موتی ہیں جن کو پردوں میں چھپا کر رکھا گیا ہے یا نوٹو آبدار جرابھی کان سے باہر آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ آپ باہر تشریف لے آئے حتیٰ کہ ان کے قریب ہو گئے تو آپ نے انہیں باہم مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہوئے سنا بعض کہہ رہے تھے۔

عہ پچھلی روایات سے خزانہ ارضی کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو چکا اور عنقریب ایک روایت میں مقالید دنیا کا آپ کے حوالے کیا جانا مذکور ہوگا اور اس روایت سے خزانہ جنت کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو گیا و ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم مالک کونین ہیں اور دنیا و آخرت ان کے قبضہ اقتدار و اختیار میں ہے۔ مالک کونین ہیں گویا اس کچھ رکھتے نہیں  
 دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں  
 میں تو مالک ہی کموں کا کہ ہوا مالک کے حبیب  
 یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

عجب بات ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ دوسرے نے کہا اس سے تعجب والی بات کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلام بنایا۔

تیسرا سبب، بولا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ میں اور روح اللہ چرختے نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت و نیابت کے لیے اپن لیا اور ساری مخلوق میں سے منتخب فرمایا۔

آپ تشریف لائے انہیں سلام فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا میں نے تمہارے کلام کو بھی سنا اور تمہارے تعجب کا ملاحظہ و مشاہدہ بھی کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں واقعی ان کا منصب خدا و الہی ہے حضرت موسیٰ کلیم اللہ میں واقعی ان کا مقام رفیع نہیں ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی شان کے مالک ہیں (اب میری زبان میری قلم و اعلیٰ شان مغنی الادنا حبیب

اللہ دلا فخر غور سے سنو میں اللہ تعالیٰ کا مصیب ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔ وانا حامل لواء الحمد یوم القیامہ دلا فخر۔ اور میں ہی قیامت کے دن لواء حمد کو اٹھانے والا ہوں گا اور یہ اعلان بھی بطور فخر نہیں اور میں ہی پہلانی ہوں گا جو جنت کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اُسے کھولے گا جب کہ میرے ساتھ فقر و مہاجرین ہوں گے اور یہ دعویٰ میں بطور فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس کے حکم کے مطابق اس کی نعمتوں کا اظہار کرنے کے لیے۔

وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ دلا فخر۔ اور میں ہی سب اولین و آخرین میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت و کرامت والا ہوں اور میں اس امر کا بطور فخر اظہار نہیں کر رہا ہوں بلکہ بیان واقعہ کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے کسی ایسی مخلوق کو خلعت و جود عطا نہیں کیا اور اسے کمال حسن سے نہیں نوازا جو اسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہو یعنی ہر وہ چیز جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ فصلی اللہ علیہ قدر حسنہ و جمالہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ میں تو آپ فرمائیں آپ کو کیا منصب و مرتبہ خصوصی عطا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا۔



ولد آدم کلہم تحت لوائی دانا اقل من یفتح لہ باب الجنة۔ ساری اولاد آدم علیہ السلام بروز قیامت میرے لوا و سیادت اور علم قیادت کے نیچے لشکریوں اور سپاہیوں کی مانند جمع ہوگی اور میں وہ پہلا نبی و رسول ہوں گا جس کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ تو نے ہر ایک نبی کو مخصوص عزت و کرامت اور مرتبہ و مقام دے کر سرفراز فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر فرمائے اور حضرت سلیمان کے لیے ہوا اور شیاطین مسخر فرمائے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ فرمائے۔ یہ تو فرما کہ مجھے کونسا خصوصی مرتبہ و مقام اور امتیازی اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا کیا میں نے تمہیں ان سب سے افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا نہیں کیا ہے۔ لا اذکر الا ذکر معی میں جہاں بھی یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ اور میں نے آپ کی اُمت کے سینوں کو مجسم قرآن بنا دیا ہے اور وہ اُسے شب و روز یاد پڑھ سکیں گے اور پہلی کسی اُمت کو یہ مرتبہ عطا نہیں کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے مزین و اسرارے مشرف کیا گیا اور آسمانوں تک پہنچایا گیا تو میں نے عرض کیا اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان بلند اور بام رفیع (جنت) تک پہنچایا، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عطا فرمایا جو ان کے بعد ان کی دعا کے پیش نظر کسی دوسرے شخص کے شایان شان نہیں ہے تو اے میرے رب میرے لیے کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد خدا و خلق و محمود خالق و مخلوق میں نے تمہیں بھی اپنا خلیل بنایا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور تمہیں شرف ہمکلامی بخشا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں تمہیں فاتحہ الکتاب (سورۃ فاتحہ) عطا فرمائی ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات جو میں نے اور کسی نبی کو عطا نہیں کیں اور میں نے تمہاری نبوت و رسالت کو اتنا عام کیا ہے کہ وہ سبھی اہل ارض کو شامل ہے گورے ہوں یا کالے اور جن ہوں یا انسان! اور تم سے پہلے کسی نبی کو اس قدر عام نبوت و رسالت عطا نہیں فرمائی۔ نیز میں نے تمہارے لیے تمام روئے زمین کو جائے نماز و سجود اور قابل طہارت و تیمم بنایا ہے۔ تمہاری اُمت کو مال فخر و مال غنیمت کھانے کی اجازت و رخصت مرحمت فرمائی ہے حالانکہ پہلے کسی اُمت کو یہ رخصت نہیں دی۔ مزید برآں قدرتی رعب و دبدبہ عطا فرما کر تمہاری نصرت و امداد فرمائی ہے حتیٰ کہ تمہارا دشمن (سیکڑو)

میل تم سے دور ہونے کے باوجود تم سے غور فرم رہتا ہے۔ میں نے تمہیں وہ کتاب عطا کی ہے جو سب کتابوں کی سردار ہے یعنی قرآن عربی۔ در فعت لک ذکر کث حتی لا اذکر الا ذکرک معی۔ میں نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر اتنا بند کر دیا ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ ہی تمہارا ذکر ہوگا۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی عطا فرمایا اور مجھے (اس سے مزید اور افضل و اعلیٰ درجہ) دیدار ذات عطا فرمایا نیز مجھے مقام محمود کے ساتھ فیضیت و برتری عطا فرمائی اور اس حوض کے ساتھ جس پر پیاسی امت وارد ہوگی اور ایک جام جاں فزا پینے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پیاس بجھ جائے گی۔

حضرت جابر سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل جہاں بالخصوص انبیاء و مرسلین میں سے چن لیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو امتیازی خصوصیات اور خوبیوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام پر فیضیت دیا گیا ہوں۔

۱۔ میرا قرین شیطان کا فر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مشرف باسلام فرمادیا اور اس طرح میری معادنت و نصرت فرمائی (وہ مجھے و سادس و خواطر ڈالنے کے بجائے مجھے خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے)

۲۔ میری ازواج مطہرات میرے لیے طاعت باری میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ان کی لغزش اور خطا اجتہادی کا موجب بن گئیں اور ان کا شیطان کا فر تھا اور کافر ہی رہا۔

## فصل دفع اشکال و دفع اغضال

سوال :- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس وقت اگر دوسری قوم اور قبیلہ سے اور دوسرے بلاد و علاقہ جات سے کوئی شخص حاضر ہو کر آپ سے تبلیغ احکام کا مطالبہ کرتا، جن کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا تو ظاہر ہے ان احکام کا چھپا لینا اور تبلیغ نہ کرنا آپ کے لیے قطعاً جائز نہیں تھا بلکہ ان کا اظہار اور تعلیم و تلقین آپ پر واجب لازم تھی لہذا عموم نبوت و رسالت ثابت ہو گیا تو سرور انبیاء علیہم السلام کا یہ ارشاد کہ صرف مجھے سب مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، کیسے درست ہوگا؟

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سب لوگوں کو ہلاک فرمادیا جو ان کے حلقہ غلامی

اور دائرہ اطاعت و انقیاد میں داخل نہ ہوئے اور یہ ہلاکت اور تباہی بھی فقط اسی وجہ سے ہے کہ ان کی نبوت و رسالت عام تھی تو دعویٰ خصوصیت کا عمل کیا ہوگا؟

جواب :- علامہ ابن عقیل نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے نبی پاک علیہ افضل الصلوات کی شریعت سب پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے بخلاف پہلے ادوار و ازمان کے کہ ایک ہی زمانہ میں دو دو بلکہ تین تین انبیاء مختلف علاقوں میں موجود ہوتے جن میں سے ہر ایک لوگوں کو اپنی شریعت و ملت کی طرف دعوت دیتا اور دوسرا پیغمبر نہ اس شریعت کی طرف دعوت دیتا اور نہ ہی اس کو منسوخ اور ناقابل عمل قرار دیتا لیکن نبی الانبیاء امام رسل قائد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اقوام و امم کو اپنی شریعت و ملت کی طرف دعوت دی اور دوسری شریعتوں اور ملتوں کو منسوخ فرما دیا اور اعلان فرمایا کہ لو کان موسیٰ حیثا ماسعه الا اتباعی ؟ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع و اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ یہ دعویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمادیں کہ وہ میرے زمانہ میں بقید حیات ظاہر ہوتے تو لا محالہ میری اتباع کرتے۔

ربانوح علیہ السلام کا عموم نبوت والاخذشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عموم لازم آگیا کیونکہ اور کوئی نبی اس وقت موجود نہیں تھا جو اپنی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ورنہ درحقیقت ان کو سبھی لوگوں کی طرف مبعوث نہیں فرمایا گیا تھا۔

ہفت رسالت نام ہے فریضہ تبلیغ احکام کا۔ لہذا جس قوم اور جس علاقہ کی طرف کوئی نبی ہوگا اس علاقہ اور قوم کے لوگوں کو احکام خداوندی پہنچانا فرض ہے ویسے کسی کا استفادہ کر لینا یا زمانہ دراز تک تبلیغ ہوتی رہے اور دوسرے لوگوں کو حقیقت توحید و رسالت کی اطلاع ہو جائے اور وہ نہ مانیں تو ان پر مواخذہ وغیرہ یہ دوسرا امر ہے لہذا نہ موسیٰ علیہ السلام سے استفادہ پر جواب دینے سے عموم نبوت و رسالت ثابت ہو سکتا ہے اور نہ نوح علیہ السلام کے طوفان سے سبھی لوگوں کے غرق ہونے سے۔

نیز بعثت انسانوں کی طرف علی سبیل العموم ثابت ہو بھی جائے تو اس سے ساری مخلوق کی طرف رسول ہونا کیسے ثابت ہو گیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اس عموم کے لحاظ سے ہے کہ وہ جن و انس بلکہ ملائکہ اور ہر ذرہ کائنات کی طرف رسول بن کر تشریف لائے۔ لیکن العالمین نذیراً۔ اور دھا ارسلناک الا رحمة للعالمین اور ارسلناک الی الخلق كافة اس عموم کی واضح دلیل میں نیز آپ کی نبوت و رسالت کا عموم ازمان کے لحاظ سے بھی ہے یعنی ابدیت اور دوام کے لحاظ سے بخلاف انبیاء سابقین علیہم السلام کے۔

امام اہلسنت نے فرمایا ہے

ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

ان کی اہرت انکی نبوت ہے سب کو عام



## دوسرا باب

### سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام

نبی اکرم رسول مہتمم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند واجبات، منہیات، مباحات اور مکرمات کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے۔

۱۔ واجبات میں مسواک، وتر، قربانی، فجر کی دو رکعت راقبہ میں داخل ہیں اور بعض کے نزدیک قیام میل اور نماز تہجد بھی آپ پر واجب تھی۔

۲۔ محظورات و منوعات میں آنکھ کے ساتھ خفیہ اشارہ کرنا، صدقہ مفروضہ کا تناول فرمانا، نوٹڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا (بغیر اس کے کہ ان کو آزاد کیا جائے اور وہ آپ کی ملکیت میں آئیں) اور دشمن پر حملہ آور ہونے بغیر اوزار حرب پہن کر تار دینا داخل ہیں۔

شعروائی اور کمانت بھی محظورات و منوعات میں داخل ہیں لیکن ان سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا مگر آپ پر ان کو حرام نہیں کیا گیا یعنی یہ ممنوعیت عظمت شان اور رفعت مقام کے تحفظ کے لیے ہے اور نہ ہی تنزیہ کے قبیلہ سے ہے۔

۳۔ مباحات، صوم وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباحات میں سے ہے اور امت کے حق میں ممنوع۔ جو شخص خود پیا سا ہو اور پانی کا محتاج ہو اس سے پانی کا لے لینا۔ جنس کا پانچواں حصہ محض اپنی ذات پر صرف کرنا۔ مال غنیمت میں سے جو چیز چاہیں اپنے لیے مخصوص فرمالیں۔ جتنی عورتوں کے ساتھ نکاح فرمانا چاہیں بغیر تحدید و تعیین عدد کے (بخلاف امت کے کہ چار سے تجاوز ان کے حق میں حرام ہے) نیز بغیر مہر کے اور شہود اولیک کے انعقاد نکاح اور لفظ مبہم کے ساتھ نکاح کا تحقق و انعقاد یہ سب امور آپ کے لیے مباحات کے زمرہ میں داخل ہیں۔

۴۔ مکرمات۔ آپ کی ازواج مطہرات کا غیروں پر حرام ہونا اور ان کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً) اور آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کے ساتھ جنت میں داخل فرمانا۔ آپ کا تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمانا اور آپ کے بعد نبی کی بعثت کا امتنع ہونا آپ کی شریعت مطہرہ کا ابدی اور ناقابل نسخ ہونا۔ آپ کی کتاب معجز نشان کو قیامت تک باقی رکھنا جس کی تحقیق معانی اور استنباط مطالب کا سلسلہ تا قیامت جاری ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے مخالفین کو چیلنج اور تحدی بھی باقی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں پر چار

وجہ سے فضیلت دی گئی ہے جو دو سخا بسات و شجاعت بکثرت جماع اور شدت لبش و باس کے ساتھ علیہ

## تیسرا باب

رب العالمین کی طرف سے انگوڑوں کا گچھا سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بیشک اللہ رب العزت آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ گچھا انگوڑوں کا دے کر مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گچھے کو جبرئیل امین علیہ السلام سے حاصل فرمایا کہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ علیہ

علیہ محشی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس کو ذہبی، حافظہ ابن الجوزی نے سید بن بشر کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ضعف سند اور راوی سے ضعف متن و معنوم لازم نہیں آتا۔ علی الخصوص جبکہ دوسرے دلائل مشکاۃ ان امور میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی مقام پر وال ہوں جو دو سخا کا یہ عالم کہ نہیں کا لفظ زبان مبارک پر جاری نہ ہوا۔ شجاعت کا یہ عالم کہ جہاں شیر دل صحابہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتے آپ آگے بڑھتے اور انا النبی لا کذاب۔ انا ابن عبد المطلب کا جبر زبان اقدس پر ہوا کہ جس کی شدت سے پیٹ پر تھوڑے ہوتے اور باہمی ہم تمام ازواج مطہرات سے ایک ہی رات میں مباشرت بھی فرماتے۔ چار ہزار آدمی کی قوت پر بھی آپ کی قوت و طاقت زائد تھی لہذا شدت لبش و باس کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے مدارج جلد اول صفحہ ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹

## چوتھا باب

تمام خزان دنیا کی چابیوں کا تید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا جانا  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے  
سنا۔ اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق علیہ قطیفة من سندس "میرے پاس تمام دنیا کے  
خزائن کی چابیاں ابلق (چترے) گھوڑے پر لاد کر لائی گئیں جس پر جنبی ریشم کی چادر ڈالی ہوئی تھی اور وہ میرے  
حوالے کر دی گئیں۔

## پانچواں باب

ذکر مصطفوی کا بلند کیا جانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے۔  
جانتے ہو میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے اور عام کیا ہے؟ اذا ذکرک ذکرک معی۔  
جب بھی میں یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ ضرور یاد کیا جائے گا۔

## چھٹا باب

امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثل و صفت کا بیان  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ السلام نے فرمایا میری صفت و حالت اور



پہلے انبیاء علیہم السلام کی حالت و کیفیت ایسے ہے جیسے کہ ایک شخص مکان بنانے اور اس کی تحسین و تکمیل اور آرائش و زیبائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ صرف اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ سے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ لوگ اگر اس کے گرد گھومیں پھریں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب و حیرانی کا اظہار کریں اور مالک مکان کو کہیں کہ اس جگہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی تاکہ تیرے مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ مکان قصر رسالت ہے بہرہی اس میں بمنزلہ ایک ایک اینٹ کے ہے اور وہ آخری اینٹ جس پر اس قصر اور مکان کی تکمیل موقوف ہے) وہ اینٹ میں ہوں۔

طفیل ابن ابی اپنے باپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انبیاء اکرام علیہم السلام میں میری حالت و کیفیت یوں ہے جیسے کہ ایک شخص مکان تیار کرے اور اس کی ہر ممکن آرائش و زیبائش کرے اور در تکمیل و تحسین میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے اور اس میں ایک جگہ چھوڑ دے جہاں اینٹ نہ رکھے۔ لوگ اس کے ارد گرد گھوم پھر کر اس کا نظارہ کریں اور اس کے حسن و جمال پر تعجب کریں اور کہیں یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ پس میں انبیاء علیہم السلام میں وہ اینٹ ہوں (جس سے قصر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی ہے) عہ

## ساتواں باب

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت اور آپ کی شریعت و ملت کی صفت و کیفیت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حالت عہ معلم حکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت والی شان کو کس قدر عام فہم زبان میں جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کے بعد ادنیٰ سمجھ والا آدمی بھی کسی نئے نبی کی گنجائش کا تصور نہیں کر سکتا۔ اگر ایک اینٹ کی کمی اس مکان کے حسن میں کمی کا موجب تھی تو بلا وجہ بغیر موزوں جگہ کے ویسے ہی کہیں اینٹ کا اضافہ بھی قبح کا موجب ہوگا۔ لہذا نئے نبی کی گنجائش کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے خاتمہ فرما دیا۔ نیز دوسری روایت میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جس نے پہلی روایت کی وضاحت کر دی کہ وہاں پہلے انبیاء کا جو ذکر ہے وہ بیان واقعہ کے لیے ہے نہ کہ وہ قید احترازی ہے اور بعد والوں کے لیے جواز کا موجب بلکہ فی الواقع چونکہ سبھی پہلے مبعوث ہو چکے تھے لہذا قبل کا لفظ فرما دیا۔

اور جس دین و ملت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص اپنی قوم کے پاس آئے اور اس سے کہے اے میری قوم میں نے تم پر حملہ آور دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے لہذا میں تمہارے لیے نذیر بن گیا ہوں کہ اپنے بچاؤ کے لیے دوڑو اور بھاگو۔ ایک جماعت نے اس شخص کا کہنا مانا اور رات کی تاریکی میں ہی گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور مہلت پا کر چل دیے اور بچ نکلے اور دوسرے طاغوت نے تکذیب کی اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر موجود رہے لشکر اعداء نے صبح کے وقت اچانک حملہ کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور بے نام و نشان۔

یہ ہے مثل و کیفیت اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور میری ملت و شریعت کی اتباع کی اور اس شخص کی حالت و کیفیت جس نے میری نافرمانی کی اور میری دعوت کو جھٹلایا اور حق کی تکذیب کی۔  
(رواہ البخاری والمسلم)

## آٹھواں باب

### اُمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اہم انبیاء پر شرف و فضل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ افضل الصلوات نے فرمایا: ہم آخری ہیں بعثت و ظہور کے لحاظ سے اور سابق و اول ہیں قیامت کے دن شرف و فضیلت کے اعتبار سے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب عطا کی گئی اور ہمیں بعد میں عطا کی گئی۔

یہ جمعہ کا دن ہی تھا جس کے متعلق انہوں نے اختلاف کیا اور اس کی طرف انہیں رہنمائی نصیب نہ ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کا دن (عبادت کے لیے) منتخب کر لیا اور نصاریٰ نے اتوار کا لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ لہذا دوسرے بھی لوگ اس میں ہمارے تابع اور ہم سے مؤخر ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا میں امید

عہ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: وہ جنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا۔ ہے حلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

رکھتا ہوں کہ تم تمام اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو گئے۔ بخدا مجھے فضل خداوندی سے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے۔ بخدا میں رحمت خداوندی سے پر امید ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔ یہ دو روایات بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء نے فرمایا تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص لوگوں کو کام پر لگائے اور کہے جو شخص صبح سے ظہر تک کام کرے گا اس کے لیے ایک قیراط اجرت ہوگی۔ تو یہود نے اس شرط پر کام کیا۔

پھر اس نے کہا کون ہے جو ظہر سے لے کر عصر تک کام کرے تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر اس نے اعلان کیا اور کہا کون ہے جو عصر سے لے کر مغرب تک کام کرے اور دو قیراط اجرت حاصل کرے۔ غور سے سنو تم ہی ہو وہ لوگ جنہوں نے اس شرط پر کام کیا۔

تو یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے ہمارا کام زیادہ ہے اور عطا و اجرت کم ہے تو وہ مالک کہتا ہے کیا میں نے تمہارے حق میں کمی کی ہے اور تمہارا حق نہیں دیا جو مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ مقرر اجرت میں کمی تو نہیں کی۔ وہ کہنے لگے میری عنایت ہے اور فضل و کرم جس کو جتنا دے دوں عطا رواہ البخاری۔

بہز بن حکیم بن مومنہ نے اپنے باپ حکیم سے انہوں نے اپنے باپ مومنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے میری امت تم ستر امتوں کی تکمیل کرنے والے ہو جن میں سب سے افضل و اعلیٰ تم ہی ہو اور سب سے زیادہ منظم و مکرم اللہ تعالیٰ کے ہاں تم ہی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب معراج

عطیٰ تین مختلف امیدیں ایک دن کے اندر اور ایک امت کے متعلق کہ وہ اہل جنت کا چوتھائی ہو اور ایک تہائی بھی ہو اور نصف بھی ہو بظاہر متعارض اور متضاد امور کا اجتماع ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے آپ نے سب اہم و اقوام میں سے محمدیوں کا ایک چوتھائی ہونا بیان فرمایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے ایک تہائی کی خبر دی تو آپ نے اس کا اعلان فرما دیا۔ پھر فضل و کرم میں زیادہ وسعت ہوئی تو نصف کا اعلام فرمایا گیا آپ نے اس کا اعلان فرما دیا۔

نیز مسلم قاعدہ ہے کہ عدد اقل زائد کے لیے قاضی نہیں ہوتا لہذا نصف اہل جنت ہونے کے اعلان کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زیادہ نہیں ہونگے بلکہ بحمد اللہ محمدی اہل جنت سے دو تہائی زیادہ ہوں گے کل ایک سو میں صفیں ہونگی جن میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہونگی اور چالیس صفیں باقی امت کی۔ مشکوٰۃ شریف شرح مسلم جلد اول ص ۱۱۱۔

عہ ہمارے عمر میں مقوڑی رکام یعنی عبادات و ریاضات کم مگر اجر و ثواب زیادہ بخلاف یہود و نصاریٰ کے۔



آسمان کی طرف لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ جب میرے اور اُس کے درمیان دو کمانون کے درمیانی وتر کی مقدار یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تو فرمایا اے حبیب۔ اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے رب تبارک و تعالیٰ لبیک میں حاضر بارگاہ ہوں۔

فرمایا کہیں تمہیں یہ خیال غم میں مبتلا تو نہیں کرتا کہ میں نے تمہیں آخری نبی بنایا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں اے میرے رب کریم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام پہنچانا اور انہیں یہ بتلانا کہ میں نے اُن کو آخری امت اس لیے بنایا ہے کہ دوسری اہم کے احوال و افعال اُن کے سامنے آئیں اور ان کی تباہی و بربادی کے قصے پڑھیں اور ان کی فضیلت و رسوائی اُن کے سامنے آئے مگر اُن کی بد عملی وغیرہ کی بنا پر دوسری اہم واقوام کے سامنے ان کی فضیلت و رسوائی نہ ہو۔

## نواں باب

سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل و صفت اور امت کی حالت و کیفیت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میری حالت و کیفیت یوں سمجھو جیسے ایک شخص نے آگ جلائی جب آگ نے اُس کے ارد گرد کو منور کر دیا تو پتنگے اور حشرات الارض آگ میں گرنے لگے۔ وہ شخص ان کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا کہ اس میں گر کر جل نہ جائیں مگر وہ اس پر غالب آنے لگے اور زبردستی آگ میں کودنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا سر کی جانب جو پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ اُن کی اور اُن کی امت کی باہمی حالت و کیفیت بیان کر دو۔ وہ فرشتہ کہنے لگا۔ ان کی حالت اور اُن کی امت کی حالت ایسی ہے جیسے ایک مسافر قوم جنگل کے کنارے جا پہنچے۔ نہ تو اُن کے پاس اتنا زاد و راہ ہو جس سے وہ جنگل کو عبور کر سکیں اور نہ ہی اتنا خرچ کہ واپس جا سکیں۔ وہ اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر بیٹھے تھے کہ اُن کے پاس ایک حلقہ پوش سوار آ پہنچا اور اس نے کہا مجھے بتاؤ اگر میں اپنے اونٹ کو سبزہ زاروں میں اور سیراب کرنے والے حوضوں پر داخل کروں تو کیا تم میری اتباع

کر دو گے۔ سب نے کہا ہاں کیوں نہیں!

اس نے کہا تمہارے آگے اُن سے زیادہ سیر کرنے والے سبزہ زار اور اُن حوضوں سے زیادہ سیر کرنے والے حوض ہیں لہذا میرے پیچھے پیچھے چلو۔ ایک جماعت نے کہا بخدا اس نے سچ کہا ہے ہم ضرور اس کی اتباع کریں گے اور دوسری جماعت نے کہا ہم اسی جگہ بیٹھ رہنے پر راضی ہیں، اس کی اتباع نہیں کرتے۔

## دسواں باب

### حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل و صفت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے موسلا دھار بارش زمین پر برے۔ اس زمین کا ایک قطعہ تو ویسا صاف سُتھرا اور پاکیزہ تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا اور سبزہ اگایا۔ ایک حصہ نشیبی اور سخت تھا اس میں گڑھے وغیرہ تھے اس نے پانی کو جذب کرنے کے بجائے اپنی سختی اور نشیب کی وجہ سے روک رکھا۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا انہوں نے خود پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتوں میں استعمال کیا اور زمین کا ایک حصہ ویسا تھا جو چٹیل میدان اور سخت تھا نہ جذب کیا کہ سبزہ اور گھاس وغیرہ اُگے اور نہ روک رکھا کہ انسان اور حیوان فائدہ اٹھائیں۔

یہ ہے کیفیت اس شخص کی جس نے دین خداوندی میں تقاہت اور مہارت حاصل کی اور اسے اس دین نے نفع دیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا۔ اُس نے خود اُسے پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا اور وہ خود بھی سیر سبز و شاداب ہوا اور لوگوں کو بھی سیر سبز و شاداب کیا اور نفع پہنچایا۔ اگر علم کے مطابق عمل بھی کیا تو زمین کے



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو ایک جگہ بٹھا دیا اور ان کے گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا۔ اسی خطہ اور دائرہ کے اندر بیٹھے رہنا۔ عنقریب تمہاری طرف کچھ لوگ آئیں گے ان کے ساتھ کلام نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے ساتھ کلام نہیں کریں گے۔

ان کو بٹھا کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدھر جانا تھا تشریف لے گئے۔ حسب ارشاد ان کے پاس کچھ لوگ آئے مگر اس دائرہ پر آکر رک جاتے اور اس سے آگے نہ گزرتے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاتے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ تشریف لائے اور میری ران کو تکیہ بنا کر محرابِ راحت ہو گئے اور جب آپ سو جاتے تو خراٹوں کی آواز سنائی دیتی۔

اسی دور ان کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری ران کو تکیہ بنائے محراب تھے، میرے پاس چند آدمی آئے جو اتنے بلند قامت تھے جیسے اونٹ اور ان پر سفید کپڑے تھے اور وہ اتنے حسین و جمیل تھے کہ ان کے حسن کا صحیح علم صرف اللہ رب العزت کو ہی ہے۔ ان میں سے ایک گروہ میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا گروہ پاؤں کی جانب۔

انہوں نے آپس میں سلسلہ کلام کا آغاز اس طرح کیا۔ ہم نے کسی بندہ خدا کو نہیں دیکھا کہ اس کو وہ خصوصیت عطا کی گئی ہو جو ان کو عطا کی گئی ہے۔

ان عینیہ لتنامان وان قلبہ لیقظان۔ ان کی دونوں آنکھیں تو محراب ہیں مگر ان کا دل اقدس بیدار ہے۔ ان کی حالت و کیفیت دعوت ان کے سامنے بیان کرو (کیونکہ نیند کے باوجود بیدار ہیں اور سُن رہے ہیں)۔ (پھر انہوں نے کیفیت دعوت یوں بیان کی) ایک سردار اور رئیس آدمی ہے جس نے محل تیار کر لیا پھر اس میں دسترخوان لگایا اور ایک شخص کو بیچ کر لوگوں کو مطعمات اور ماکولات کی طرف بلایا اور کھانے پینے کی دعوت دی۔ اُنکا کہا اور وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت بیدار ہوئے اور مجھ سے دریافت فرمایا۔ کیا جانتے ہو یہ لوگ کون تھے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں! آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔

پھر دریافت فرمایا کیا جانتے ہو جو صفت و کیفیت انہوں نے بیان فرمائی ہے وہ کیا ہے یعنی اس کا مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا رحمن تبارک و تعالیٰ نے جنت بنائی اس میں انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا فرمائیں اور اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا۔ جس نے اس کی دعوت قبول کی، جنت خداوندی میں داخل ہوا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب کا نشانہ بن گیا۔



## گیارھواں باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوب طاعت و اتباع کا بیان

الشرب العزت نے ارشاد فرمایا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ قبیلۃ انصار کے ایک آدمی نے مخالفت و منازعت کی جس نے میدان بدر میں غازیان اسلام کی طرف سے حصّہ لیا تھا اور وجہ مخالفت حرہ اور بیتھری زمین سے نکلنے والی پانی کی نالی اور گندہ گاہ تھی جس سے وہ دونوں اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کیا کرتے تھے اور کھجوروں کو پانی دیتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر تو اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دیا کر۔

وہ انصاری غضبناک ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (اس لیے گویا آپ نے ان کی اعانت فرمائی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر سخت غضبناک ہو گئے اور چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا تم اپنی کھجوروں اور کھیتوں کو پانی دو۔ پھر اس کو روکے رکھو۔ جب تک پانی نہ پہنچ جائے۔

پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ایسا مشورہ دیا تھا جس میں انصاری کی بھی بھلائی تھی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی فائدہ تھا۔ مگر جب انصاری نے آپ کو غصہ دلانے والی بات کی تو آپ نے حضرت زبیر کو پورا پورا حق عطا فرمایا اور ان کے لیے صریح حکم فرما دیا۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر فرمایا کرتے تھے مجھے یہی گمان بلکہ یقین ہے کہ یہ آیت مقدسہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يعطوك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً مجھے قسم ہے اے حبیب تیرے رب کی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں اپنے تمام جھگڑوں میں حاکم اور فیصلہ نہ بنائیں۔ پھر آپ کے فیصلہ کے بعد اپنے دلوں میں کسی قسم کی ننگی اور اضطراب نہ پائیں اور اس فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کریں۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

## بارہواں باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناہ کا محبت میں والد، ولد اور سب لوگوں پر مقدم ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یومن احد کوحقی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے والد سے اور اولاد سے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں یا سوا میری جان کے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (تم کامل مومن نہیں ہو سکتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آلان یا عمر۔ اب تمہارا ایمان کامل بلکہ اکمل ہو گیا ہے عہ

**فائدہ جلیلہ۔**۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم کیوں ہے اور آپ کی محبت والد مولود اور سب لوگوں سے مقدم کیوں محبت اور میل قلب کی طرف یا اس کے حسن ظاہر کے وجہ سے ہوتا ہے یا حسن باطن اور بلند کرداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن ظاہر میں اور حسن باطن میں، حسن صورت میں اور حسن سیرت میں سب مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالائیں۔ اور یا محبت کسی سے اس لیے ہوتی ہے کہ وہ بہت بڑا محسن اور تکالیف و شدائد کو دور کرنے والا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عہ حضرت عمر بن الخطاب نے طبیب حنفی کے سامنے اپنا مرض بیان کیا اور محبت غیر امتیازی میں اپنے نفس کے تقدم کی شکایت کی۔ جہاں تک اختیار و قدرت کا تعلق تھا تو ہر وقت اپنی جان بھری پر کہ کر صیب پاک پر نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ نے نگاہ کرم فرمائی اور توجہ قلبی سے اُن کے دل کی کیفیت کو بدل دیا۔ جیسے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سینہ پر رکھا اور پھر حضرت عمر نے یہ تبدیلی محسوس کی اور یہی منصب کلام مجید نے بیان فرمایا ہے دیکھم آپ صحابہ کا تزکیہ بھی فرماتے ہیں والحمد للہ۔



میں یہ سبب بھی علی الوجہ الاتم موجود ہے۔ ہمارا بلکہ پوری کائنات کا وجود اور ہم پر اور ساری مخلوق پر پلے در پلے ہونے والے انعامات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں اور دین و ایمان جو اصل انعامات ہے وہ بھی آپ کا صدقہ اور اخروی وابدی راحتیں بھی آپ کا صدقہ لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب و لازم ہے کیونکہ جملہ اسباب محبت نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں علی الوجہ الاتم والاكمل موجود ہیں۔

رہی وجہ تقدیم تو محبت تین قسم کی ہے۔ محبت اجلال و اعظام جیسے باپ کی محبت۔ محبت شفقت و رحمت جیسے بیٹے کی محبت۔ اور محبت مجاہست و استحسان جیسے عام لوگوں سے محبت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تینوں امر موجود ہیں اور اتم واکمل طریقہ پر کیونکہ والد کا اعظام و اجلال سبب تولد ہونے کے لحاظ سے ہے اور اگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسود نہ ہوتا تو نہ اجرام علویہ ہوتے جو کائنات کے لیے بمنزلہ آباؤ کے ہیں اور نہ عناصر جو کائنات کے لیے بمنزلہ اموات ہیں۔ نہ آدم و حوا علیہما السلام ہوتے اور نہ باقی سلسلہ آباد۔ نیز کوئی اولاد اپنے آباؤ و اجداد کے لیے نہ اتنا دکھ اٹھاتی ہے اور نہ تکلیف برداشت کرتی ہے اور نہ ہی اس قدر رنج و الم جھیلتی ہے جتنا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے اٹھایا۔ لہذا محبت شفقت و رحمت میں بھی آپ سب سے مقدم ہیں اور جو فوائد و فیوض آپ سے پہنچے دنیا میں اور آخرت میں پہنچیں گے وہ کسی دوسرے سے ممکن ہی نہیں۔ نیز مجاہست بھی متحقق ہے اور باقی وجوہ استحسان بھی لہذا آپ محبت میں سب سے مقدم ہیں۔

نیز چونکہ امتی کا نفس اور جان بھی اُن کے ہی مرمون منت و احسان ہیں وجود و تحقق میں بقا و حیات میں، اسلام و ایمان میں، اخروی راحت و سکون اور انعامات و اکرامات میں سورنہ وہ نہ دنیا میں کسی قدر قیمت کا مالک ہوتا نہ آخرت میں کسی وقعت و عزت کا حقدار، لہذا جن کی بدولت اس کو یہ نعمتیں ملیں اے انہیں کا بے دام غلام اور انہیں کا گرفتار محنت ہونا چاہیے ورنہ اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے نوادی شرح مسلم جلد اول ص ۴۹ فتح الباری جلد اول ص ۵۶ ملاحظہ ہو۔

## تیرھواں باب

ذکر میں نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مقدم رکھنے کا وجوب



کے پیالہ کی مانند نہ بنا کر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا آدمی حالت سفر میں اپنا سامان سواری پر لاتا ہے (اور پیاس لگے) تو مشکیزہ سے پانی پیالہ میں ڈال کر پیتا ہے۔ جب بچ جاتا ہے تو وہ پھر واپس اسی مشکیزہ میں ڈال دیتا ہے تم مجھے سلسلہ گفتگو کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں بھی یاد کرو۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں: ”مجھے سوار کے پیالے کی مانند نہ بناؤ گا ایک معنی تو اسی روایت میں مذکور ہے۔ دوسرا قول اس کے معنی میں یہ ہے کہ سوار جب اپنے سامان کی تیاری اور ترتیب سے فارغ ہوتا ہے تو سب سے آخر میں پیالہ کو سمیٹتا ہے اور اسے سامان کے ساتھ رکھتا ہے۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مجھے ذکر میں مؤخر نہ کرو اور یہ معنی اول کی طرف راجح ہے۔

# ابواب

## صفات و کیفیتِ جدِ اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

### پہلا باب

#### سراقدس

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے مامول حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر نازِ عظیم تھا۔  
حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ اطہر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سر نازِ عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیف میں اور معنوی عظمت میں عہ

عہ سراقدس کا عظیم ہونا قوتِ دماغ، ذوقِ عقل اور جودتِ فکر کی علامت ہوتا ہے اور یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ سراقدس چھوٹا نہیں تھا نہ یہ کہ مقدار میں اعتدال نہیں تھا۔ الیاذ باللہ مکہ جلد اعضاء مبارکہ میں کمال اعتدال اور انتہائی موزونیت تھی۔ شیخ محقق فرماتے ہیں وجود اعتدال مرعیت در ہمہ اعضاء و جوارح شریف و ایں قاعدہ کلیہ است ہمہ جا باید نگاہداشت۔ (مدارج النبوت جلد اول ص ۱۲)۔

## دوسرا باب

### جبین مقدس

حضرت امام حسن بن الامام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

## تیسرا باب

### ابرو مبارک اور بھوئی

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ابرو مبارک مقدار میں طویل تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور بالکم طے ہوئے نہیں تھے اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم طے ہوئے معلوم ہوتے دو نو ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب و جلال میں تر پڑتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

## چوتھا باب

### چشمان اقدس اور مرگان مبارک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا



علیہ السلام کی مقدس آنکھوں کی تپلی بہت سیاہ رنجویں مبارک طویل اور باریک بالوں والی اور مکمل طور پر مٹی ہوئی نہیں تھیں (اگرچہ قریب تھا کہ مل جائیں) اور پلکیں مبارک دراز۔  
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھیں سفید سرخی مائل تھیں یعنی سفیدی میں سرخ باریک دھاریاں تھیں اور ابو داؤد نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں اشکل العینین کی بجائے اشمل العینین وارد ہے اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ آنکھوں کی تیلیاں سیاہ سرخی مائل تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے۔  
لسان سرمہ سیاہ کردہ خانہ مردم دو چشم تو کہ سیاہ سرمہ ناکردہ

## پانچواں باب

### رخسارِ اقدس

حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے راوی ہیں کہ سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ڈھلوان تھے اور زیادہ ابھرے ہوئے نہیں تھے (نہ جڑوں سے چپکے ہوئے بلکہ پر گوشت تھے اور چہرہ اقدس کو چودھوی کے چاند کی مانند گول اور مدور بنائے ہوئے تھے)۔

## چھٹا باب

### نبی اقدس

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتقی العینین

لہ نور یعلوہ بحسبہ من لہ یتا ملہ اشہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک درمیان سے ذرا خمیدہ تھی اور بلند۔ اس پر نور نمایاں نظر آتا۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو اس کو گمان گزرتا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ بلندی فی الواقع نہیں تھی بلکہ کمال موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض علوہ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-  
بینی پرنور پر رخشاں ہے جگہ نور کا  
ہے لوار الحمد پر اترتا پھر ریا نور کا)

## ساتواں باب

### دہن مبارک اور دندان مقدسہ

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔  
حضرت جیح سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا فاصلہ تھا اور کشادگی۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دلے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔  
حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ہونٹ مبارک اگر دانتوں سے بستم اور ٹھک کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارک یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پردہ میں تھے) اور اب ظاہر ہو گئے ہیں، ان کی سفیدی اور چمک، صفائی اور رطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان اقدس کا مسور ہول اور جڑوں کے اندر جڑاؤ انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حسن محسوس ہوتا۔

ولنعوم اقال البوصیری

من معد فی منطق منہ ومتبسم

کانہا اللولؤ المکنون فی صدف

گویا کہ صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی محبوب کریم علیہ السلام کے معدن نطق اور عہد سے ہے

## اٹھواں باب

### نکبت اقدس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال تک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ہر قسم کے عطر سونگھنے اور ان کی خوشبوؤں کا اچھی طرح اندازہ لگایا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نکبت اقدس اور طیب ریح اور جسد اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو اور مشک بالکل نرالی تھی کہ دنیا کے مشک و عنبر وغیرہ کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔  
در ان زمیں کہ نیسے وزوز طرہ یار  
چہ جائے دم زدن ناقہائے تانار لیت

## نواں باب

### چہرہ انور کی تابانی اور صباحت و ملاحت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ان

منہ مبارک کی چوڑائی عروہوں کے نزدیک محمود اور پسندیدہ وصف ہے لیکن مردوں میں البتہ عورتوں کے اندر لگی دہاں کو وصف محمود سمجھا جاتا ہے لیکن مردوں میں اس کو وصف مرغوب نہیں سمجھا جاتا اور فراخی دہاں گویا کمال فصاحت و بلاغت کی علامت ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک ضلیع النہم کا معنی بجائے کشادگی دہاں اقدس کے منہ مبارک کی گولائی اور ہونٹوں کا طولانی میں باہم قرب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

عہ الخضر بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان کی ہنک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں۔ جس راہ چلے گئے ہیں کو چے بسا دیے ہیں  
گزرے جس راہ سے وہ بیدر والا ہو کر  
رہ گئی ساری زمین عنبر سا ہو کر



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غماً غماً یبتلا لا وجہہ کتلا لئلا القمر یلثا البدر۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اور بزرگ تھے اور خدا اور عب و جلال کے مالک آپ کا چہرہ اقدس ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس میں تدویر اور گولائی تھی (جیسے چودھویں کے چاند میں)

عہ فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو نورانیت اور تابانی کے لحاظ سے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔ سورج کے ساتھ نہیں دی تو اس کی وجہ محمدین حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ چاند کو دیکھا جاسکتا ہے اور سورج کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ نیز چودھویں کے چاند سے آنکھوں کو جلدت حاصل ہوتی ہے اور دل کو جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ سورج سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی فرق کو واضح کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اھلج داخی یوسف اصبح۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ اقدس آثار و شہنشاہی تھا کہ اس پر نظر جمائی نہیں جاسکتی تھی اور ادھر نظر لگیوں کو وہ ذوق اور سرور حاصل ہوتا کہ جو ایک نظر دیکھ لیتے ہیں تو پھر چہرہ اقدس سے نظر ہٹائی نہیں جاسکتی اور آنکھوں کے واسطے سے وہ صورت و لذت و دل میں یوں نقش ہو جاتی ہے کہ پھر وہاں غیر کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ان کی زبان ان نعمات کے ساتھ مترنم ہوتی ہے۔

آئینہ نیست دل کہ دہد جاہر کسے  
ابن پارہ عقیق بنام نوکندہ شد  
اور اسی معنی کو شعرار نے بیان کرتے ہوئے اور فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے

شاہد آں نیست کہ موٹے میانے دارد  
بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

البتہ آپ کی ذات اقدس کو سلوت و جلال کے لحاظ سے اور جہاں کو انوار ذات نے منور و مستیر کرنے کے لحاظ اور ادراک حقیقت اور احاطہ کبر ذات کے ناممکن ہونے کے اعتبار سے سورج کے ساتھ تشبیہ دینا درست اور صحیح ہے کیونکہ اس آفتاب آسمانی کے ادراک میں جہاں آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں اس آفتاب رحمانی کے ادراک کتنی حقیقت سے عقل و خلق عاجز و قاصر ہیں۔ امام بومیری نے کیا خوب فرمایا: اعیی الدوری فہم معناه فلیس یرئی۔ بالقرب والبعده منہ غیر منعم۔ کالشمس تظہر للعینین من بعدہ۔ صغیرۃ ذنک الطرف من امام۔ ان کے ہم حقیقت نے مخلوق کو عاجز کر دیا ہے اور قرب و بعد ہر دو حال میں اپنے عجز و غم کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ جیسے کہ سورج دور سے چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے مگر دیکھنے سے آنکھ عاجز ہو جاتی ہے۔ مواہب لدنی میں نہایت سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیرش ہوتے تو چہرہ اقدس آئینہ کی مانند ہوتا اور جو چیز بھی سامنے ہوتی صحابہ رضی اللہ عنہم یا در و دیوار یا درخت وغیرہ ان کے عکس اور تشال کو چہرہ انور میں دیکھا جاسکتا تھا۔

حرج مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ نہیں ہے دوسرا آئینہ  
نہ ہمارے چشم خیال میں نہ دکان آئینہ سازی میں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناء کا چہرہ نور مستدیر اور گول تھا۔

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں نے ایسی ہستی کو دیکھا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرہ نور انتہائی نورانی تھا اور تاباں

## دسواں باب

### ریش مبارک

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک (داڑھی شریف) گھنی تھی۔  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ریش مبارک عظیم اور مقدار میں بڑی معلوم ہوتی۔

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔  
عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناء اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول و عرض میں برابر رکھتے۔ ف

ف بعض روایات میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک جلعاً چار انگشت کی مقدار پر رک گئی تھی اور اس سے متجاوز نہیں ہوتی تھی مگر مؤلف نے جو روایت نقل کی ہے (ادریہ ترمذی شریف میں موجود ہے) اس سے ظاہر ہے کہ آپ اس کو کاٹتے تھے اور صحیح بھی یہی روایت ہے۔ مشہور مذہب احناف یہ ہے کہ چار انگشت کی مقدار واجب ہے اور علماء مشائخ کے لیے اس سے ذرا زیادہ طویل رکھنا مستحب ہے البتہ عوام کو چار انگشت سے زائد نہیں رکھنی چاہیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ یعنی مشیت بھر سے زائد کو کاٹ دیتے تھے۔

کذا فی المدرج وفی رد المحتار علی الدر المختار وغیرہ۔

## گیارہواں باب

### موئے مبارک

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک عظیم تھے اور اپنی درازی اور طولانی کی وجہ سے کان مبارک کے نرمہ تک ہوتے۔  
حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ آپ کے سر اقدس کے بال مبارک آپ کے کندھوں کو چھوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک درمیان گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ انتہائی سخت گھنے۔  
حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی بalthہ واصفت مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء سے راوی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے بال مبارک درمیان گھنگریالے تھے جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے۔ اور کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے ہو جاتے اور حلقہ دار پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمہ اور وافرہ کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان۔

وافرہ ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو کانوں کے نرموں تک پہنچیں اور جمدہ جو کندھوں تک پہنچیں اور لمبہ جو ان کے درمیان ہوں۔ کانوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر۔

گویا تازہ گنگھی فرماتے تو دوش اقدس تک پہنچ جاتے اور بعد ازاں گھنگریالے ہونے کی وجہ سے سڑ کر کانوں تک پہنچ جاتے۔ یا تازہ حجامت بنوانے پر کانوں کے قریب ہوتے اور چند دن کے بعد کندھوں تک پہنچ جاتے۔

(واللہ در سولہ العلم کذا فی المدرج والمواہب)



حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے۔  
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ مکہ مبارکہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ کی چار مینڈھیاں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو وہ یوں معلوم ہوتی جیسے ریت میں آگے ہوئے کانٹے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناصیہ اقدس اور سامنے والے بال مبارک بغیر ہانگ نکالے پیچھے بٹھا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے تھے اور بعد ازاں آپ نے ہانگ نکالی جیسے کہ اہل عرب ہانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ سدل فرمایا اور اس کے بعد ہانگ نکالی۔

## بارہواں باب

### گردن مبارک

حضرت ام مہدیہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں فرمایا کہ آپ کی گردن مبارک بلند تھی یعنی اس میں قدرے درازی تھی جو موجب سرفرازی تھی۔  
حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے ناقل ہیں کہ محبوب خدا علیہ التیمۃ والثناء کی گردن مبارک طولانی اور درازی میں تشال اور صورت مصورہ کی گردن کی مانند تھی اور اس میں چاندی کی مانند صفائی تھی اور سفیدی۔

عہ جن امور کا وحی کے ذریعے حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے اور اہل کتاب سدل کرتے اور بال بغیر ہانگ نکالے پیچھے بٹھا دیتے تھے تو آپ نے بھی ان کی موافقت فرمائی بعد ازاں وحی نازل ہوئی اور فرق کا حکم دیا گیا یعنی ہانگ نکالنے کا تو آپ نے اس پر عمل فرمایا اور یہی حکم امت کے لیے ہے نہ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح سدل کرنا یا ایک پہلو سے ہانگ نکالنا۔ (رزقنا اللہ اتباع جمعہ در رسولہ علیہ السلام)

عثمان بن عبد الملک روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک صفائی اور سفیدی کے لحاظ سے چاندی کے کوزہ کی مانند تھی۔

## تیرھواں باب

کنڈھوں کا درمیانی فاصلہ

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کنڈھوں میں مناسب فاصلہ تھا۔ (ذرا بعد اور دوری مٹی یہاں لفظ منکب وارد ہے جس سے مراد بازو اور شانہ کا محل اجتماع ہے۔)

## چودھواں باب

شانہ اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کنڈھوں اور گردن مبارک کی درمیانی جگہ یعنی شانہ نے فریب تھے اور جلالت و ہیبت کا مظہر اتم اور قوت و توانائی کی عظیم نشانی یہاں لفظ کندہ وارد ہے اور اس سے دو کنڈھوں کا باہمی مقام اتصال و اجتماع مراد ہے۔

## پندرھواں باب

سینہ اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان

فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ نیز سینہ اور پیٹ برابر اور متوازی تھے۔

## سوالوں کا باب

### بطن اقدس

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا۔

حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری نظر جب بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اقدس پر پڑی تو مجھے تہ بہ تہ رکھے ہوئے اور اقی یاد آئے (ملائمت اور سفیدی کے لحاظ سے) خورش کبھی سے مروی ہے کہ سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ فرمایا (اور احرام باندھا) تو میں نے آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا گو یا کہ وہ چاندی (بگھلا کر ڈھالی گئی ہے) اور جب پشت اقدس کی سفیدی اور دلربائی کا عالم یہ ہے تو لا محالہ پیٹ مبارک کی کیفیت بھی یہی ہوگی،

## ستر ہواں کا باب

### ناف مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن اقدس بالوں سے خالی تھا۔ صرف سینہ اقدس اور ناف مبارک کے درمیان بال تھے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر چمکدار اور شفاف اور بالوں سے خالی تھا البتہ سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کا ایک



باریک ساختھا یا سینہ اقدس کے اوپر والے حصہ۔ کلائیوں اور کندھوں پر بال تھے۔ اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

## اٹھارھواں باب

### باکرامت انگلیاں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باکرامت انگلیاں تھیں اور قدموں کی جانب سے موٹی اور طویل ہیں۔

## ایسواں باب

### کف دست اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صاحبِ جود عطاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں کشادہ اور فرخ تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نازنین خلیق صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں کو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کا شرف حاصل ہوا وہ اس قدر ملائم تھیں اور مجسم لطافت کہ میں نے کوئی خزا اور ریشم ان سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے اتنا ملائم کسی ریشم کو بھی نہیں پایا جتنا کہ اس محبوب کریم کا دست اقدس ملائم تھا۔

عون بن ابی حمیفہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء وادی البطح کی طرف نکلے۔ ایک نیزہ بطور سترہ آپ کے سامنے گاڑا گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دست اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو میں بھی حاضر خدمت ہوا اور دست اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملا تو کیا محسوس کرتا ہوں کہ وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار۔

## بیسواں باب

### مبارک کلاٹیاں

حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاٹیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور ہڈیوں کے جوڑے ضخیم تھے (جو کہ قوت و توانائی کی علامت تھے) صالح مولیٰ التوامہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ کی کلاٹیوں میں طولانی اور درازی تھی۔

ف۔ اصحاب کرام علیہم الرضوان کے عمل سے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے یعنی منع نہ کرنے سے دست بوسی کا جواز اور مقدس ہستیوں کے ہاتھوں کو آنکھوں پر لگانے کا استحباب واضح ہو گیا۔

نیز نماز کے بعد مصافحہ بلکہ اکابرین کی دست بوسی کا حکم بھی معلوم ہو گیا اگرچہ اس کا اعظام اولیٰ و انسب نہیں ہے مگر فی الجملہ جواز واضح ہے۔

سوال۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اقدس انتہائی معتدل تھا اور اعتدال مزاج اس امر کا تقاضا ہے کہ ہاتھوں میں درمیانی حرارت ہو تو پھر آپ کے ہاتھوں کا برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہونا کیونکر ممکن ہے۔

جواب۔ یہ برودت اور ٹھنڈک برودت مزاج و طبیعت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض حاسہ ذوق و محبت سے محسوس ہونے والی تھی جو اہل ذوق ہیں اس معنی کو سمجھتے ہیں دوسرے کیا سمجھیں۔

# اکیسواں باب

## مبارک پنڈلیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں قدموں کی طرف سے (انتہائی موزوں انداز میں) تپتی تھیں (اور زیادہ موٹی نہیں تھیں)۔  
عبدالرحمن بن مالک بن جشم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں اُن کے بھائی حضرت سراقہ نے بتلایا کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھا جب کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غرز (رکاب) میں تھے۔ تو آپ کی پنڈلیاں (اپنی سفیدی اور چمک و دمک کی رو سے) لوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردہ سے ابھی باہر نکلا ہو۔

بعض علماء نے ان مقدس قدموں کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے اور اُن سے توسل کرتے ہوئے کہا۔  
یا رب بالقدم التي اوطأتها  
من قباب قوسین المحل الاعظما  
اے رب کریم صدقہ اس قدم اقدس کا جس سے تو نے پامال کرایا قباب قوسین کے محل اعظم اور مقام ارفع کو۔

وبحرمۃ القدم التي جعلت بها  
اور اس قدم اقدس کی حرمت و کرامت کا صدقہ جس کے طفیل مخلوق کے کندھے کو رسالت کے لیے زینہ بنایا گیا۔

ثبت علی متن الصراط تکبراً  
ازراہ کرم میرے قدموں کو صراط کی پشت پر ثابت رکھ اور عذاب جہنم سے بچانے والا اور  
صیح و سالم رکھنے والا بنا۔

واجعلهما ذخری ومن كانا لئ  
آمین العذاب ولا یخاف جہنماً

ع غرز بھڑے کے تسم سے بنی ہوئی پاؤں رکھنے کی دو جگہیں جیسے گھوڑے کی زین کے لیے رکابیں ہوتی ہیں۔



اور ان دونوں کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا اور جس کو یہ دونوں سیلے میسر آ گئے وہ عذاب سے بے خوف ہو گیا اور جہنم کے در سے محفوظ رہا۔

## بائیسواں باب

مقدس ایڑیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیاں مبارک زیادہ بھاری اور پُر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم اور ذرا پتلی تھیں۔ (رواہ مسلم)

## تیسواں باب

پائے اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کے باطنی حصہ اور پچلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پُر گوشت بھی نہیں تھے۔ تروتازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتے کہ ابھی ان سے پانی بہ کر الگ ہوا ہے۔

عثمان بن عبد الملک کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ آپ کے حاشیہ نشین اور حاضر بارگاہ تھے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست اقدس اور قدم مبارک ضخیم تھے۔

## چوبیسواں باب

### رؤس عظام کا ضخیم ہونا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیوں کے مٹھا ضخیم و عظیم تھے (جو کہ خدا واد قوت و طاقت کے منظر تھے) حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں) روایت فرماتے ہیں کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلیل المشاش تھے یعنی آپ کے اعضاء مبارکہ کے آخری حصے عظیم و ضخیم تھے مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے۔

## پچیسواں باب

### اعتدال خلقت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جسد اطہر میں کمال اعتدال تھا۔ آپ کا بدن اقدس نہ بالکل ڈبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی بدن اقدس میں ڈھیلپن اور استرخاء لحم پیدا نہیں ہوا تھا۔

## چھبیسواں باب

### قامتِ رعنا

حضرت ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نعت رسول مقبول اور وصف حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے نہ استغائی

طویل اور نہ بالکل مختصر۔

حضرت برادر بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قامت رعنا نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بلکہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔

حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قامت کے مالک تھے حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے جد اکرم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ نہ طویل معط تھے اور نہ قصیر متر و یعنی نہ انتہائی بلند قامت اور نہ بالکل کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قدر عنا تھا اور موزوں قامت زیبا۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عام درمیانہ قد لوگوں سے دراز قامت تھے اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قدر رکھتے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد زیبا کا اعجاز یہ تھا کہ جس طویل آدمی کے ساتھ مل کر آپ چلتے تو آپ اس سے بلند نظر آتے اور بسا اوقات دو بلند بالا قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ ان سے بالا بلند نظر آتے اور وہ جب آپ سے الگ ہوتے تو وہ دراز قد اور طویل قامت معلوم ہوتے مگر آپ میانہ قد ہی دکھائی دیتے۔

## ستائیسواں باب

### جسد اقدس

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کف دست اقدس کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے میں نے ہر قسم کے خرد و دیباچ اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت و نفاست اور نرمی و ملائمت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

عثمان بن عبد الملک اپنے ناموں سے مائل ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ



صغین میں شریک تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ استہانی ملائم اور رقیق و نفیس تھا۔

## اٹھائیسواں باب زنگت مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک میں بہت ہی آب و تاب اور چمک و دمک تھی نہ بالکل گندم گول اور نہ بالکل سفید۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نبی خدا علیہ التیمۃ والتناء کا زنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک سفید تھا۔ جس پر سرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک گندمی تھا۔ ابن جوزی فرماتے ہیں یہ حدیث درست نہیں ہے اور دوسری تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے جو کہ پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں لہذا ناقابل اعتبار ہے اور علی تقدیر الصحة گندم گول ہونے سے مراد سرخی مائل ہونا ہے نہ کہ سیاہی مائل ہونا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زنگت مبارک کی رُسے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے (اور مجازب نظر و دلکش)

## انہیسواں باب حُسن و جمال

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہا رہ بیت شیخا قط احسن من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی بھی کوئی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین و جمیل صرف نبی اکرم جنیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پایا ہے۔ (اخر جہ البخاری والمسلم)

ابو اسحق سے مروی ہے کہ حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؛ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا۔ یعنی تلوار میں بھی چمک تو ہوتی ہے لیکن پھر بھی سیاہی کلیتہً زائل نہیں ہوتی لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سیاہی کی طرف ذرہ بھر میلان سے بھی منزہ و مبرا تھا۔ نیز تلوار کے ساتھ تشبیہ میں چہرہ انور کی طولانی کا بھی تو ہم پیدا ہو سکتا تھا حالانکہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہار دیت شیٹا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجہہ میں نے حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں پایا چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ روایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلة حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلهو احسن فی عینی من القمر میں نے نازنین خلق صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ وھارمی دار لباس میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند اپنی پورمی آب و تاب سے چمک رہا تھا میں کبھی ماہ تاب آسمانی کو دیکھتا تھا اور کبھی حبیب رحمانی کو دیکھتا تھا بالآخر میری نگاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ وہ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہار دیت احداً فی حلة حمراء مرجلا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان لہ شعر قریب من المنکبہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ وھاریدار حلتہ زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ گنگھی کیے ہوئے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے۔ (اخر جہ البخاری والمسلم)

سعید جبربری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں

عہ یہ صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ سبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اعتقاد و نظریہ ہی ہے مگر حبیب پاک کا ذکر کرتے وقت فرحت و سرور اور لذت و کیف کے حصول پر تشبیہ کرتے ہوئے کہا فلهو عندی الخ اور احسن ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ چاند کی چاندنی عالم محسوس میں اثر انداز ہے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پر تو جمال عالم ظاہر و باطن دو نومور کرنا والا ہے پھر چاند کبھی روشنی دیتا ہے کہ کبھی نہیں دیتا۔

نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ کا شرف دیدار حاصل کیا اور اب روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہو یعنی صحابہ کرام میں سے میں نے عرض کیا آپ کا حلیہ مبارک تو مجھے بتائیے، تو انہوں نے فرمایا۔ کان ابیض ملیحاً مقصداً۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید چمکیلی زنگت والے تھے اور جاذب و دلکش اور درمیانہ قد اور جہد اطہر بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور بالکل چھریا۔

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب و دلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں معلوم ہوتے تھے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجہاً و انورہم دوناً۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین جمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔

محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت مویز رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے دریدۃ دریت الشمس طالعة۔ اگر تو آپ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لو لیکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل و لویق مع شمس قط الاغلب ضوء الشمس و لویق مع سراج قط الاغلب ضوء علی ضوء السراج۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے چہرہ انور کی چمک و دمک اور ضیاء و نورانیت سورج کی ضیاء و نورانیت پر غالب آجاتی اور جب کبھی چسراغ کے ساتھ کھڑے ہوتے تو آپ کی ضیائیں چسراغ کے نور پر غالب آجاتیں۔



## تیسواں باب

### پسینہ مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بستر پر آرام فرماتے۔ ایک دفعہ آپ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ ان کو اگر کسی نے بتلایا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر تشریف لا کر محو استراحت ہیں۔ وہ جب حاضر ہوئیں تو آپ کے پسینہ مبارک سے ان کا بستر چمڑے کا بنا ہوا بھوننا تر ہو چکا تھا اور عرق آلود۔ انہوں نے اپنے قیمتی بازو سامان والا تھیلہ کھولا اور اس میں سے خوشبوداری شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ پسینہ مبارک کو کپڑے کے ذریعے بچھونے سے اٹھاتیں اور ان شیشیوں میں پھوڑیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ درجہ درکتہ نصیباً بنا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بابرکت فرمایا گا۔

دقیقہ حضرت ذکوان کی روایت درج فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا اور نہ چاند کی چاندنی میں لہریں لہریں لہ ظل فی شمس ولا قمر اور فرمایا کہ ابن ربیع نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصال میں ذکر فرمایا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے لہذا جب دن کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں پڑتے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا اور بعض نے اس پر دعاء فرمائی "واجعلنی نوراً"۔ اے اللہ مجھے مجسم نور بنا دے۔ اسے استدلال کیا ہے۔ حضرت عثمان کا بارگاہ نبوی میں ایک کے متعلق مشورہ کے موقع پر عرض کرنا اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا۔ علامہ غفری نے اپنی مہر میں ص ۳۵ جلد ۲ پر نقل فرمایا اور شیخ محقق نے مدارج جلد ثانی ص ۱۶ پر فرمایا کہ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے سورج اور چاند کے اندر سایہ نہ ہونے کی روایت نقل کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سایہ چراغ کی روشنی میں بھی نظر نہیں آتا تھا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما طیبہ میں سے نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ نور محض ایسا نام نہیں جس کے تحت کوئی معنی اور حقیقت جلوہ گر نہ ہو مولوی رشید احمد دہلوی نے مدار السلوک میں نقل کیا ہے کہ آپ کا سایہ نہ ہونا نواز اور شہرت کے ساتھ ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو مگر نور کا سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

آپ نے فرمایا تم نے صحیح سوچا ہے اور درست کہا ہے۔ رواہ مسلم۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زنگت مبارک چمکیلی اور آپ کا  
 پسینہ مبارک ٹوٹو آبدار کی مانند تھا جبکہ قطرات کی صورت میں ڈھل جاتا تھا،  
 حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک  
 چہرہ انور پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ٹوٹو آبدار اور خوشبو کے لحاظ سے وہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ  
 اور مہک والا ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التجۃ والثناء کے پسینہ مبارک کے قطرات  
 چمک دمک ہیں موتیوں کی مانند تھے اور خوشبو مہک کے لحاظ سے کستوری کی مانند۔  
 حبیب بن ابی حردہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو جرم کرنے کا حکم فرمایا جب انہیں پتھر لگے (تو وہ حالت دیکھ کر) میں خوفزدہ ہو گیا تو  
 حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نبل مبارک میں لے لیا۔ آپ کی  
 نبل مبارک سے پسینہ بہا تو وہ کستوری کی مانند خوشبودار تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس  
 میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میری عداوت  
 فرمادیں۔ آپ نے فرمایا مالی تعاون تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ فی الحال میرے پاس کوئی شے موجود نہیں ہے۔ البتہ کل  
 میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے  
 ہیں کہ آپ نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور شیشی میں جمع فرمانے لگے حتیٰ کہ  
 وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور گھروالوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس  
 لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں (ان کے لیے یہ عظیم خوشبو ثابت ہوگی) جب اس گھر والے اس  
 خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور اس گھر والوں کا نام ہی مطہین دے دیا یعنی  
 خوشبودار لوگ۔



## اکتیسواں باب

### مہر نبوت

جد بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے میری خالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئی اور عرض کیا کہ میرا یہ بھانجا دردمند ہے اور مبتلا دردمند الم۔ آپ نے اپنا دست اقدس میرے سر پر پھیرا اور میرے لیے دعائے برکت فرمائی۔ آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو والے پانی سے قدرے پانی پیا اور آپ کی پشت اقدس کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی اور جملہ عروس کی گھنڈی کی مانند تھی اس ولایت کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے محمد بن عبد اللہ اور حاتم کے واسطہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور جملہ سے مراد وہ چھوٹا سا گھر ہے جو قبہ کی مانند ہوتا ہے اور اس کو پردوں سے مستور کر دیا جاتا ہے اور اس کا دروازہ اس کا بھینس ہوتا ہے اور اس پر گھنٹیاں لگائی جاتی ہیں اور اسی معنی پر محمول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اعز و النساء یلزم الحجال۔ عورتوں کو اس طرح عزت و وقار عطا کرو کہ وہ جملہ جات کو لائے کمپریں اور ابراہیم نے حمزہ اور حاتم کے واسطہ سے جو روایت کی ہے اس میں رزا المجلہ کا لفظ موجود ہے اس تقدیر پر جملہ ایک قسم کا پرندہ ہے اور رزا اس کے انڈے کو کہتے ہیں لہذا خاتم نبوت کو جملہ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ابوسلیمان خطابی نے بعض سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔

حضرت جابر بن سمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا جیسے کہ شتر مرغ کا انڈا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے ابوزید میرے قریب ہو اور میری پیٹھ کو ہاتھوں سے ملو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی پیٹھ مبارک کو ملا تو میری انگلیاں خاتم نبوت پر جا لگیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ خاتم نبوت کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا چند بالوں کا گچھا تھا۔

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی پشت اقدس پر ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کی بارگاہ اقدس میں حاضر



ہوا۔ آپ اس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہم نشین تھے رہیں پھر کرپھلی طرف ہو گیا تو آپ میرے مقصد اور ارادہ کو بجانب گئے تو آپ نے چادر مبارک پیٹھ پر سے ذرا نیچے سر کا دی۔ تو میں نے خاتم نبوت کی جگہ کندھے مبارک کے قریب مٹھی کی مانند ابھرا ہوا گوشت دیکھا جس کے ارد گرد سیاہ بال تھے۔

حضرت عبداللہ بن سرحس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا شرف دیدار حاصل کیا اور آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت تناول کیا۔ یا شریک کھانے کا تذکرہ کیا۔ فرماتے ہیں میں بعد ازاں حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پشت اقدس کی طرف پھرا حتیٰ کہ میں نے خاتم نبوت کو دیکھا جو کندھوں کے درمیان تھی مگر بائیں کندھے کے منتہا پر موجود ملائم حصہ کے قریب جو کہ مٹھی کی مانند ابھرے ہوئے گوشت سے تھی اور اس پر سیاہ بال تھے۔

ابو معویہ بن قرظہ کہتے ہیں کہ میں بارگاہ مصطفویٰ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور میں نے اذن طلب کیا کہ مجھے گریبان کے اندر ہاتھ ڈال کر خاتم نبوت کو مس کرنے کی رخصت مرحمت فرمائی جائے جب کہ آپ مجھے دعا و خیر و برکت سے بھی نواز رہے تھے رہیں نے اپنا ہاتھ گریبان کے اندر داخل کیا اور آپ نے دعا اسی طرح جاری رکھی اور اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تو میں نے خاتم نبوت کو بائیں کندھے کے منتہا پر ابھرے ہوئے گوشت پارہ کی شکل میں محسوس کیا۔

# ابواب صفات معنویہ صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

### اخلاق حمیدہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ انس سمجھدار اور عقلمند بچہ ہے آپ اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرما دیں۔ فرماتے ہیں میں نے آپ کی سفر و حضر میں (مقدور بھر) خدمت کی سعادت حاصل کی بخدا آپ نے مجھے کسی کام کے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔

رواہ البخاری والمسلم

ابو عبد اللہ جدلی سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کیسے تھا؟ آپ نے فرمایا آپ سب لوگوں سے احسن اخلاق کے مالک تھے۔ نہ طبعاً نہ بتکلف فحش گوئی کی طرف میلان تھا نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لعن و طعن اور سب و شتم کبھی نہ فرماتے اور نہ ہی فحش کلام زبان اقدس پر کبھی آتا۔ کبھی ناراضگی پیدا ہوتی تو فرماتے ترب جبینہ اس کی جبین خاک آلود ہو یعنی وہ بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہو اور عبادت کا عادی بن جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اسی آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے جو سارے کے سارے قریش سے تھے۔ بعد ا میں نے کبھی کسی شخص کا چہرہ آتنا حسین نہیں دیکھا جس قدر کہ اس دن قریش کے ان نو نہالوں کا حسن و جمال تھا۔ عورتوں کا ذکر چل نکلا تو انہوں نے اس کے متعلق بڑی طویل گفتگو کی۔ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء نے بھی ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے ساتھ

کا مظاہرہ نہ فرماتے۔

سماک سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن سمرو رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کیا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! آپ اکثر سکوت اور خاموشی اختیار فرماتے رکھتے اور بہت کم ہنستے۔ آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے پاس اشعار کا اور دوسرے امور کا ذکر کرتے اور ہنستے مگر آپ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کے پاس دو بیچیاں بیٹھی دف بج رہی تھیں اور یہ عید قربان کا موقع تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے آرام فرماتے تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان بچیوں کو زجر و توبیخ فرمائی تو صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کپڑا منہ مبارک سے ہٹایا اور فرمایا اے ابو بکر ان کو اپنے حال پر رہنے دیجئے کیونکہ یہ عید اور خوشی کے دن ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا مظاہرہ اس طرح دیکھا کہ حبشی لوگ مسجد کے سامنے کھلی جگہ پر (جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں نیزوں کیساتھ) کھیلے تھے۔ آپ مجھے اپنی رواد اقدس (چادر مبارک) سے ڈھانچے رہتے اور میں ان کا کھیل دیکھتی رہتی اور جب تک میں خود بیٹھ نہ جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کھڑے رہتے۔ (امام بخاری و مسلم) خارجہ بن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اہل اسلام کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ہمیں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی احادیث مبارکہ سناؤ۔

انہوں نے فرمایا جب ہم آپ کی مجلس پاک میں موجود ہوتے ہوئے دین کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہماری تطبیق قلوب کے لیے اس کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس ذکر میں شریک ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسن خلق میں فائق تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن خلق میں برابری نہیں کر سکتا۔ آپ سب سے زیادہ اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔

جب کبھی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ کو بلایا یا ازواج مطہرات میں سے کسی نے پکارا تو آپ نے جواب میں لبیک فرمایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ انک لعلی خلق عظیم۔



یقیناً اسے حبیب آپ خلق عظیم پر حاوی وغالب ہیں اور مقتدر و مختار۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں (سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلسلہ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد گھر میں گڑلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی اور میری پہیلیاں میرے ساتھ کھیلا کرتیں جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو کھیل چھوڑ کر چھپ جاتیں۔ آپ ان کو چھپی ہوئی جگہوں سے نکال کر باہر لاتے (اور میرے ساتھ کھیلنے کا حکم دیتے) تو وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کو (راہ چلتے مل جاتے تو) ان کے ساتھ کھڑے رہتے اور جب تک وہ صحابی الگ نہ ہوتے (اور رخصت نہ لیتے) آپ اس سے الگ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو سلام سے مشرف فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گدہ ہوا اور ہم سبھی بچے تھے آپ نے فرمایا اسے بچو تم پر سلام ہو۔

## دوسرا باب

### شان علم و عفو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ کے کفار و مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونا بن جائے اور مکہ مکرمہ کے سارے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں یہ علاقہ میدانی اور ہموار ہو جائے تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔

(آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا) تو حکم ہوا اگرچہ تو ان کو مہلت دو اور آہستگی سے کام لو اور اگرچہ تو ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیں گے لیکن اس کے بعد اگر کفر کریں گے تو ان کو پہلی امتوں کی طرح

فنا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ۷

تیری خلق کو حق نے جیل کیا تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق من دادا کی قسم

فن  
علیہ  
بتر

بیولہ

دعا  
کے

نماز

غیت  
برو  
سے

نی

بب

نت

ن گیا

۴۲

مانیں

پڑاوی

ہلاک کر دیا جائے گا۔ آپ نے عرض کیا نہیں میں ان کے ساتھ نرمی اور بردباری سے کام لیتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (میں نے قبیلہ دوس کو دعوتِ اسلام دی ہے) مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے اور خدا و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے لہذا ان کے لیے تباہی کی دعا فرمادیں آپ قبلہ رو ہوئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا دوسی ہلاک ہو گئے مگر سرایا عفو و کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کی دعا کی بجائے دعائے رشد و ہدایت سے نوازتے ہوئے فرمایا اللہم اھد دوسا دلت بھو۔ اسے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس لے آ (آپ کی دعائے مبارک قبول ہوئی اور قبیلہ دوس کے سرگھرانے بدینہ طیبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ سید عالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دراز گوش پر سواری فرمائی جس پر اکاف یعنی لکڑی سے بنی زین ڈالی گئی تھی (جیسے کہ اونٹ کے لیے پالان) اور اس پر فدی کی کبل تھا اور آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار فرمایا جبکہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مزاج پر سی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ دوران سفر آپ کا گدہ ایک ایسی مجلس پر سوا جس میں اعلیٰ جملے لوگ بیٹھے تھے چند مسلمان، کچھ مشرکین اور یہود بھی تھے اور ان میں عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی موجود تھا اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی جب اہل مجلس کو سواری کے قدموں سے اڑنے والی غبار نے ڈھانپ لیا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک کو ڈھانپتے ہوئے نیچے کی طرف جھکایا پھر کہا ہم پر گرد و غبار نہ اڑاؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا۔ دراز کے اور پھر سواری سے اتر پڑے۔ ان کو دعوتِ اسلام دی اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی نے کہنا جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری مجالس میں اگر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو اپنی قیامگاہ کی طرف تشریف لے جائیں جو ہم میں سے وہاں آجائے اس کو بیان کر دینا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور آپ ہماری مجلس میں تشریف لادیں اور ہمیں تلاوتِ قرآن سے محفوظ فرمادیں کیونکہ ہم اس امر کو پسند کرتے ہیں اور محبوب رکھتے ہیں۔

اس اختلاف رائے کے اظہار پر یہود و مشرکین اور اہل اسلام کے درمیان باہم تلخ کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیں مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے اور خاموش کرتے رہے حتیٰ کہ وہ چپ ہو گئے۔



پھر آپ سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو فرمایا اے سعد کیا تم نے سنا نہیں جو کچھ ابوجہاب یعنی عبداللہ بن ابی نے کہا ہے۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے درگزر فرمادیں اور اس کو معذور رکھیں بخدا اللہ تعالیٰ نے جو مقام رفیع اور مرتبہ بلند آپ کو عطا کر رکھا ہے وہ ہمارے وہم و گمان اور فکر و قیاس سے بھی بالاتر ہے (اس قماش کے کمینہ لوگوں کی بدزبانی سے آپ کے منصب خدا داد میں کیا فرق پڑتا ہے) اس شخص کے غیظ و غضب کیوجہ یہ ہے کہ اس آبادی والوں نے آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ صلاح بنا رکھی تھی کہ اس کو اپنا سردار بنائیں اور اس کے سر پر تاج سیادت رکھیں اور اکلیل قیادت اس کے سر پر باندھیں مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اس منصوبہ کو اس حق و صداقت کے ذریعے ختم کر دیا جو آپ کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس پر غیظ و غضب سے بھر گیا اور حسد کی آگ میں جل رہا ہے چنانچہ آپ نے اس سے درگزر فرمادیا۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی مرثد حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور جب نماز پڑھنے کے ارادہ سے اس کی نعش پر کھڑے ہوئے تو میں آگے آکر سینہ اقدس کے مقابل کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات دل آزار کہے اور گستاخی و بے ادبی کی انتہا کر دی میں اس کی بدزبانی و بدکلامی اور اسادت و بے ادبی کے ایام شمار کرتا جا رہا تھا اور آپ بسم فرما رہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اس کے لیے واقعات ایدارسانی بیان کر ڈالے مگر آپ نے فرمایا اے عمر آگے سے ہٹ جائیے اور نماز جنازہ پڑھنے دیجئے کیونکہ مجھے ابھی اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس معاملہ کو میری مرضی و اختیار پر چھوڑا گیا ہے اور میں نے استغفار کو ہی اختیار کیا ہے اور نماز جنازہ ادا کرنے کو ہی ترجیح دی ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ استغفر لہو اولا تستغفر لہو وان تستغفر لہو سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہو۔ ان منافقین کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو اور خواہ ستر مرتبہ بھی استغفار کرو ان کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اور ہرگز نہیں بخشنے گا۔

اگر بالفرض مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے پر ان کو بخش دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کے لیے تیار ہوتا۔ (لیکن چونکہ مغفرت تو بہر حال نہیں ہونی لہذا میں اس مشقت



بہر حال آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے مگر اس کے دفن سے فارغ ہوئے (تب واپس ہوئے) فرماتے ہیں تعجب ہے میرے لیے اور میری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس جسارت و جسارت پر حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے والے ہیں۔

بخدا آپ تھوڑی دیر ہی چلے تھے کہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَمَا تَوَدَّ هُمْ نَاسِقُونَ - (التوبہ ۸۴)

ترجمہ: ان منافقین میں سے جو شخص بھی فوت ہو جائے اس پر ہرگز نماز نہ پڑھیں نہ اس کے لیے دعا رحمت کریں اور نہ ہی اس کی قبر پر پائے رحمت رکھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ اسی فسق اور ناسرمانی کی حالت میں مرے۔  
جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو پھر آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ دنیویہ میں کسی منافق پر نہ نماز پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور بعد میں منع کا حکم نازل ہوا پہلے اس کی ممنوعیت وار نہ تھی لہذا آپ کا یہ فعل البیاض باللہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہیں تھی کہ اس پر کسی قسم کی زجر و توبیخ یا تنبیہ و تہدید کی نوبت آتی جیسا کہ بعض اذہان فاسدہ میں اس قسم کا توہم پیدا ہوتا ہے حرمت خمر سے قبل شراب پینے والے کیا نگاہ شرع میں مجرم تھے؟ علیٰ ہذا القیاس لہذا یہ توہم لغو و باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا فرمانے کے بعد منع فرمایا کہ آئندہ ان میں سے کوئی سرے تو یہ سلوک ان کے ساتھ نہ فرمادیں پہلے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا اس میں کوئی خاص حکمت و مصلحت تھی جب تک وہ پوری نہیں ہوئی اس تاخیر کو ختم نہیں کیا گیا اور وہ حکمت یہ تھی کہ ابن ابی کی بدترین دشمنی کے باوجود رحمت عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چہانہ و کریمانہ سلوک دیکھ کر ایک ہزار منافق عبد اللہ بن ابی کی قوم کا مخلص مومن بن گیا اور نفاق سے توبہ کر گیا جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۵۵۵ - اشعۃ المعات جلد اول ص ۲۷ پر تصریح موجود ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ میں ستر سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کروں تو بھی یہ بخشائیں



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمرہ خدیبیہ کے موقع پر جبکہ آپ حدیبیہ میں قیام فرما تھے اصل مکہ کے استی آدمی مسلح ہو کر پہاڑ سے نیچے اترے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے خبری اور بے اتفاقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک حملہ کریں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ و جدال کے ان کو پکڑ لیا اور ان کے خلاف کارروائی نہ فرمائی (عفو و درگزر سے کام لیا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ بہت کریمہ نازل فرمائی۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ دَائِدًا يَكُونُ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرُوا عَلَيْهِمْ۔

اور ظاہری طور پر ایسی مروت و غیرہ کا اظہار بھی منسوخ فرما دیا گیا لہذا اس کو آپ کے غیر مستجاب الدعوات ہونے پر دلیل بنانا لغو ہے کیونکہ اعلان خداوندی کے بعد کہ میں ہرگز ان کو نہیں بخشوں گا۔ اس قسم کی امید رکھ کر استغفار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی علی الخصوص جبکہ آپ خود فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کرتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی امید نہیں تھی۔

۵۴ الشرب العزت نے آپ کو ایسے لوگوں کے حق میں دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی اگر آپ کی دعائیں کوئی اہمیت نہ ہوتی اور قدم اقدس میں یمن و برکت غایت درجہ کی نہ ہوتی تو منع نہ کیا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی دعائیں رد کرنا اور جہاں ان کا قدم کرامت و رحمت پڑے وہاں رحمت عذاب و عقاب بھیجنا بھی مناسب نہیں ہے اور حتمی و قطعی تقدیر کا خلاف بھی ممکن نہیں اسی لیے ایسے مواقع پر دعائیں کرنے اور قدم رنجہ فرما ہونے سے منع فرما دیا گیا امر خداوندی یہ ہے کہ حبیب تمہاری رحمت عامہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایسے بدترین دشمنوں کو بھی محرم کرم نہ رکھو مگر ہماری آپ سے جو محبت ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ ایسے مجرموں کو قطعاً معاف نہ کریں جو محبوب خدا کی عظمت و توقیر کا بھی خیال نہ رکھیں اور ہر وقت یاد رسانی کے درپے رہیں۔

۵۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان میں سے جو مر جائے اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر قدم نہ رکھیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو منافقین کا علم تھا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کون کون شخص منافق ہے تو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے گریز اور قبر پر قدم رکھنے سے اجتناب ممکن نہیں ہے اور یہی مضمون و مفہوم دوسری آیت کریمہ سے واضح ہے۔

لَتَعْرِىَنَّهُمْ لَبِيمًا هُوَ وَلَتَعْرِىَنَّهُمْ كُنِ الْقَوْلِ۔ آپ ضرور بالضرور ان کی پشیمانیاں دیکھ کر انہیں جان لیں گے اور ان کے انداز گفتگو سے ان کو سمجھان لو گے۔



ترجمہ: یہ صرف الشرب الغرث کی قدرت کاملہ کا کرشمہ تھا کہ اُس نے بطن مکہ میں تم پر سے اُن کے دستِ ظلم و تعدی کو دور رکھا اور تمہارے دستِ مکافات کو اُن سے دور رکھا بعد اس کے کہ تمہیں ان پر ظفر مند اور کامیاب فرادیا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا نہ ہی کسی عورت کو اور نہ ہی اپنے ہاتھ مبارک کو مارنے اور زرد کو ب کرنے میں کسی جگہ استعمال فرمایا نہ ہی آپ نے ایذا اور تکلیف دینے پر انتقامی کارروائی فرمائی ہاں جب کبھی اللہ تعالیٰ کے محرمات کی ہتک کی گئی تو پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیا اور اس جرمیہ کے مرتکب کو بہر حال کیفر کردار تک پہنچایا اور جب کبھی آپ کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے امت پر سہولت پیدا کرنے کے لیے اور ان کو مشقت سے بچانے کے لیے آسان ترین امر کو ہی اختیار فرمایا لیکن جہاں تک گناہ کا تعلق ہے تو آپ اس سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ اجتناب اور تقویٰ سے کام لینے والے تھے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور دنیاوی اشیاء ناراض نہیں کرتی تھیں جب حق پر تعدی کی جاتی تو پھر آپ کے عیظ و غضب کے آگے کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی تھی جب تک کہ اس کا بدلہ نہ لے لیتے۔ نہ آپ اپنی ذات کے لیے ناراض ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

حضرت محبوبہ محبوبہ خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کیا آپ پر اُحد کے دن سے بھی کوئی سخت ترین دن آیا ہے جس میں آپ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو تو آپ نے فرمایا میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے طائف میں جا کر اپنے آپ کو عبد کلال کے بیٹوں پر پیش کیا (اور ان سے دین اسلام قبول کرنے کو کہا اور تبلیغ اسلام میں معاونت و نصرت کے لیے کہا) مگر انہوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ ادبائش اور آوارہ لوگوں کو میری ایذا رسانی پر مامور کر دیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا میں انتہائی غمگینی کی حالت میں جدھر منہ آیا چل دیا۔ اور جب قرن ثعالب میں پہنچا تو طبیعت میں افاقہ ہوا۔ اور رنج و الم اور درد و غم سے طاری ہونے والی مدہوشی ختم ہوئی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک بادل سامنے پر سایہ لگن ہے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھ کو پکار کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سنا اور دیکھا ہے اور آپ کی طرف یہاں دوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے



بعد کہا ہے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ کی طرف مہیا  
کیا ہے تاکہ جو چاہیں مجھے حکم فرمادیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس  
میں ملا دوں اور اہل طائف کو ان کے درمیان پیس کر اور مسل کر رکھ دوں۔

سرور عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے  
ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں  
گے (لہذا میں تجھے یہ حکم نہیں دیتا)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ نجرانی چادر  
جس کا کنارہ موٹا اور سخت تھا اوڑھے ہوئے تھے پیچھے سے ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کی چادر مبارک بچکا  
کر زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ چادر کا کنارہ گردن مبارک پر لگنے سے خراش آگئی اور اس پر نشان نظر  
آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا مَوْلٰی من مال اللہ الذی عندک۔ اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ودیعت  
ہے اس میں سے میرے لیے (دیے جانے کا) حکم فرمادیں۔

رحیم و کریم نبی اس کی طرف متوجہ ہوئے (اور اس کی اس جرات و جسارت کے باوجود) ہنس دیے اور اس  
کے لیے مال عطا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب حنین کا دن تھا اور آپ اس جنگ میں ہاتھ آنے والے مال غنیمت کو  
تقسیم فرمانے لگے تو آپ نے بعض افراد کو دوسروں پر ترجیح اور فوقیت دی۔ اقرع بن حابس کو سوا دنٹ عطا فرمائے  
اور عیینہ بن حصن کو بھی اتنا ہی مال عطا فرمایا۔ علی ہذا القیاس اشراف عرب میں سے چند لوگوں کو دوسروں پر عطا  
اور قیمت میں فوقیت دی۔

تو ایک آدمی نے کہا بخدا یہ ایسی تقسیم ہے جس میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی

عہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اہل طائف کا اتنی بڑی گنتی و بے ادبی اور تکلیف دہانہ دینے کے باوجود رخ رہنا آپ کے  
بے اختیار ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ عفو و درگزر اور رحم و کرم کی وجہ سے ان کے حق میں عذاب کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اس قسم کے  
واقعات سے عجز ثابت کرنے والوں اور بے بسی و مجبوری کا توہم کرنے والوں کے لیے مقام عبرت ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں

غدر، امر کرنے کو مصلحت دی کہ اس دنیا میں ہے کافر و مرتد یہ بھی رحمت رسول اللہ کی!۔



رغنا مندی مد نظر رکھی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا تو کہا کہ میں ضرور بالضرور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع دوں گا۔ چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا (کہ فلاں شخص یوں کہہ رہا تھا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر سے کام لیا (لہذا میں بھی صبر سے کام لیتا ہوں اور ان اخلاق عالیہ میں ان پیغمبر ان کرام کی موافقت کرتا ہوں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، مشرکین اور اعداؤ دین پر اللہ تعالیٰ سے ہلاکت کی دعا فرمائی تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

انی لہم البعث لعانا وانا بعثت رحمة۔ مجھے لعنت بھیجنے والا عذاب میں مبتلا کرانے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ سزا پا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو سرتہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر کعبہ مبارکہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے اہل مکہ تم کیا کہتے ہو اور تمہارا میرے متعلق کیا گمان ہے؟ کہ میں اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ تو انہوں نے متفقہ طور پر کہا ہم یہی کہتے اور سمجھتے ہیں کہ آپ کریم و رحیم بھائی ہو اور چچا زاد سوائے رحم و کرم کے اور کیا سلوک کرو گے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو آپ نے فرمایا میں آج اسی طرح اعلان عفو و درگزر کرتا ہوں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے متعلق کیا تھا۔

لا تزیب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم دھوارحمہ الراحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی سختی و تشدد نہیں اور نہ زبردستی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے وہ سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

پھر وہ گمراہیوں نکلے جیسے کہ ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو (ان میں نئی زندگی آگئی) اور پھر زمرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن ابی امیہ بن ابوسفیان اور عاتق بن ہشام کی طرف آدمی بھیجا۔ میں نے سوچا آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دشمنان خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کارروائی کا موقع عطا فرمایا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی قدرت دی ہے۔



حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا، لا تشریب علیکم الیوم یغض اللہ لکم۔ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا و لحاظ کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آگیا اور اپنے عزم میں ناکام ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قاسم کنز رحمت حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد وہ چاندی لوگوں میں تقسیم کرنی شروع کی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں تھی تو ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے، آپ نے فرمایا۔ تیرے لیے افسوس ہے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون شخص دنیا میں عدل کرنے والا ہوگا۔ اگر بالفرض میں عدل انصاف سے کام نہ لوں تو میں (العیاذ باللہ) سخت رسوائی اور خسران سے دوچار ہوں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں کیونکہ یہ منافق ہے۔ سر ایا غنود مغفرت اور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ اللہ کیسے لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہوں (اور جو لوگ خلوص دل سے حلقہ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ دشمنان دین کے اس نہریلے پر پیگندہ سے متاثر ہو کر دین سے محروم نہ رہ جائیں۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں بھوڑا سا سونا اور چاندی لائے گئے تو آپ نے انہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کرنا شروع فرمایا، ایک بدوی آدمی اٹھا اور کہنے لگا بخدا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ (نوذ باللہ) تم عدل نہیں کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اور کون تیرے ساتھ میرے سوا عدل کرے گا۔ جب وہ لوٹا تو اپنے فرمایا اس کو نرمی اور حسن سلوک کے ساتھ میری طرف لاؤ۔

بنزین حکم اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے بھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پڑوسیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھ پر لازم ہے اور میں ضامن ہوں لہذا انہیں چھوڑ دو۔ آپ نے چہرہ مبارک ان سے پھیر لیا۔ اس نے غصہ کی حالت میں اور جفاء طبع کے پیش نظر کہا، لوگ تو کہتے ہیں تم یعنی فساد سے منع کرتے ہو۔ پھر تم اس پر رضامندی کیسے ظاہر کر رہے ہو اور اس کو برداشت کیسے کر رہے ہو، آپ نے فرمایا اگر میں اس طرح کرتا ہوں (العیاذ باللہ) تو اس کا بوجھ مجھ پر ہے تم پر تو نہیں ہے۔ پھر فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹ خرید فرمایا اور اس کے عوض ذخیرہ کی گھوڑوں میں سے ایک دست یعنی چھ من ادا فرمانے کا عہد کیا۔ جب گھر لٹ



لائے تو کھجوریں کو دیکھا تو وہ ختم ہو چکی تھیں اور گھر میں کوئی ایسی جنس موجود نہیں تھی۔ آپ اعرابی کی طرف تشریف لے گئے اور اُسے فرمایا اے بندہ خدا ہم نے تجھ سے اونٹ خریدا اور اس کے عوض ذخیرہ کردہ کھجوریں میں سے ایک وستن ادا کرنے کا عہد کیا اور ہمارا خیال یہ تھا کہ کھجوریں ہمارے پاس ہیں مگر کھجوریں تو ختم ہو چکی تھیں تو اعرابی نے کہا اس عہد شکنی اور غدر پر افسوس ہے۔  
لوگوں نے اس کو تھپڑ مارے اور کہا کہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑو۔ اسے بالکل کچھ نہ کہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ بیکس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے کسی امر میں امداد و تعاون حاصل کرے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو کچھ عطا فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں اور آپ نے کسی خوبی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اہل اسلام ناراض ہوئے اور اس کو اس جبارت پر سزا دینے کے لیے اُٹھے۔  
آپ نے اشارہ فرمایا کہ رُک جاؤ اور اپنے آپ پر کنٹرول کرو پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور اس اعرابی کی طرف آدمی بھیج کر اس کو اپنے دولت کدہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا اور مزید عطیہ دیا تو وہ راضی ہو گیا اور اس نے تعریف و توصیف پر مشتمل کلمات عرض کیے، آپ نے فرمایا تم نے ہم سے سوال کیا ہم نے جو کچھ مناسب سمجھا دیا اور پھر تو نے اس کے بدلے میں جو کچھ کہا وہ مجھے معلوم ہی ہے اور اہل اسلام تیرے ان کلمات کو سن کر سخت غضبناک ہو چکے ہیں اگر تو مناسب سمجھے اور پسند کرے تو جو کلمات یہاں کہہ رہا ہے وہ ان کے سامنے بھی کہہ دے تاکہ ان کے دلوں میں تیرے خلاف جو غیظ و غضب ہے وہ دور ہو جائے تو اُس نے عرض کیا ہاں میں ان کے سامنے یہ کلمات کہوں گا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی یا اسی دن پچھلے وقت وہ شخص حاضر ہوا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی بھوکا تھا ہمارے پاس آیا اور سوال کیا ہم نے اس کو عطا کیا مگر اُس نے جو کہا وہ تمہارے علم میں ہے۔ پھر اس کو ہم نے گھر پر بلایا اور مزید عطا کیا۔ اس نے کہا کہ میں راضی ہو گیا ہوں۔ پھر اس کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا کیا معاملہ ایسے ہی ہے؟ اعرابی نے کہا جی حضور! اللہ تعالیٰ آپ کو اہل اور شریعت قبیلہ کی طرف سے احسن جزا عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثل و کیفیت اس طرح ہے جیسے کہ ایک آدمی کی اونٹنی جو اس سے بھاگ نکلی۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو وہ اور زور سے بھاگی اور بہت دور نکل گئی تو اونٹنی



ہوں (لہذا اس کو اپنے احسان اور نرمی سے قابو کر لوں گا) تو وہ اونٹنی کے آگے سے آیا۔ زمین سے چند تھکے گھاس پھوس کے اُس کے سامنے کیے وہ آئی اور بیٹھ گئی۔ اُس نے پالان اس پر رکھا اور اس پر اچھی طرح جم کر بیٹھ گیا اور علیہ پالیا۔ میں بھی اگر تمہیں نہ روکتا اور اس کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیتا جب اس نے وہ کلمات کہے تھے تو تم اس کو قتل کر دیتے اور یہ العیاذ باللہ آگ میں داخل ہو جاتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا آپ نے چند دن اسی وجہ سے تکلیف محسوس فرمائی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور ایک دھاگے پر چند گرہیں لگائی ہیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے وہ اشیاء جادو میں استعمال کی گئی تھیں ان کو نکالا اور آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے ان گرہوں کو کھولنا شروع کیا تو جو نہی ایک گرہ کھولتے تو آپ کو ہلکا سا سکون محسوس ہوتا۔ جب سارا گرہیں کھل گئیں تو آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور اتنے جلدی کہ گویا دوڑ کے ذریعے بندھن تھی جو کھولنے پر فوراً ختم ہو گئی۔ نہ آپ نے کبھی اس یہودی کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا اور نہ ہی کبھی اس کے چہرے کو قہر و غضب کے ساتھ دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی نہ تو آپ نے کبھی مجھ پر غصہ فرمایا اور نہ دُکوب کیا نہ زجر و توبیخ فرمائی اور نہ ہی چہرہ اقدس پر ایسے آثار نمودار ہوئے اور نہ چہرے پر غصہ ہوئے۔ نہ ہی کبھی یہ اتفاق ہوا کہ آپ نے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میرے کسی کام مظاہر کرنے پر عتاب فرمایا ہو۔ اگر کبھی اہل خانہ میں سے کوئی عتاب فرماتا تو آپ فرماتے انہیں کچھ نہ کہو۔ اگر اس امر کی تصدیق ازل میں ہو چکا ہو تو ہو جاتا جب یہ مقدمہ ہی نہیں تھا تو کیونکر ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید بن سبیہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ میں نے تمام علامات نبوت کو چہرہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء میں جان پہچان لیا ہے۔ صرف دو علامتیں ہیں جو میں نے ابھی تک نہیں آزمائیں اور ان کا جائزہ نہیں لیا۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم جہل جاہل پر سبقت لے جاتا ہے اور غالب آجاتا ہے۔ دوسری یہ کہ شدت جہل آپ کے حلم اور بردباری میں اضافہ کرتی ہے آپ غیظ و غضب میں نہیں آتے۔

فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تا کہ آپ سے میل جول رکھوں اور آپ کے حلم اور تحمل کا اندازہ لگاؤں۔ آپ ایک دن باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو آپ کے پاس ایک بدوی سا آدمی حاضر ہوا جس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ بنی فلان کا قبیلہ اہل اسلام کا قبیلہ بن چکا ہے۔ اور میں



اب ان کو سخت قحط سالی اور شدت محنت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں (العیاذ باللہ اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ اگر مناسب سمجھو تو ان کے پاس امداد و اعانت کے طور پر کوئی نئے ارسال فرما دو۔

زید بن سعید کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں تم سے اتنے درہم و دینار کے بدلے ایک دست خرید لوں گا اور اسی دینار میں نے پیکی آپ کو دے دیے جو آپ نے اس شخص کے حوالے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ دینار جلدی ان کے پاس لے جا اور ان کو فائدہ پہنچا اور فقر و فاقہ سے مستثنیٰ کر دے۔

ابھی آپ کے ایفاء و عہد کا وقت نہیں پہنچا تھا کہ میں دو تین دن پہلے ہی آپ کے پاس پہنچ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کے جنازہ کے لیے جماعت صحابہ میں نکلے تو میں نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا حتیٰ کہ چادر آپ کے کندھے سے گر گئی اور ساتھ ہی میں نے ترشہ منیٰ اور تشد و آمیز لب و لہجے میں کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم میرا قرض ادا نہیں کرو گے؟ بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم بنی عبد المطلب سارے ہی ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے میرا یہ سلوک دیکھا تو غیظ و غضب سے ان کے کندھوں کا گوشت رزنے لگا وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکے تھے اور فلک مستدیر کی مانند لرزہ بر اندام تھے مجھے کہنے لگے۔ اے دشمن خدا کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام کر رہا ہے اور ایسی بدکلامی اور ادب و نیاز سے دور بلکہ بے حیائی اور غیاضت سے بھرپور کلام کر رہا ہے جس کو میں اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر وہ امر مانع نہ ہوتا جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو تیرا سر مجھ سے سبقت لے جا چکا ہوتا یعنی میں کب کا تجھے ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سکون کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے

پھر آپ مسکرائے اور فرمایا ابے عمر میں اور یہ شخص ایک دوسرے امر کے زیادہ حق دار تھے اور ضرور تمہارا حق تو یہ تھا کہ مجھے حسن لیاہی کا مشورہ دیتے اور اس کو حسن طلب کا (تم نے اس پر اللہ سختی شروع کر لی ہے) جاؤ اور اس کو اس کا قرض ادا کرو اور میں صاع یعنی دو من کھجوریں مزید دے دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا قرضہ ادا کر دیا تو دو من کھجوریں تراندیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اکرم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ میں نے جو منازعت اور سخت کلامی کی تھی اس کے عوض مزید اتنی کھجوریں دوں۔

میں نے ان سے کہا مجھے حانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا نہیں تم کون ہو اور کیا تعریف ہے؟ میں نے کہا۔



میں زید بن سعید ہوں۔ علماء یہودیوں سے عظیم عالم؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے کہا وہی بالکل وہی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تجھ جیسے صاحب عقل و علم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سلوک پر اور اس انداز کلام پر کس امر نے برا نگیختہ کیا۔ میں نے کہا بات دراصل یہ تھی کہ علامات نبوت میں سے کوئی ایسی علامت نہیں رہ گئی تھی جو کہ میں نے آپ کے چہرہ اقدس اور ذات مبارکہ میں دیکھ نہ لیا ہو اور یقیناً کل اور معرفت تامہ حاصل نہ کر لی ہو۔ جب سے میں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ صرف دو علامات رہ گئی تھیں جن کو میں ابھی تک آزما نہیں سکا تھا۔ اول یہ کہ آپ کا علم و تحمل جہل جاہل پر غالب و ساقی ہے ثانی یہ کہ آپ کو لوگوں کی شدت جہل غیظ و غضب کی بجائے زیادہ علم و تحمل اور حوصلہ بردباری پر آمادہ کرتی ہے تو میں نے یہ دو علامتیں آزمائی ہیں۔

اے عمر بن الخطاب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں اور اسلام پر بطور دین کے خوش ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور ان کا امتی ہونے پر خوش ہوں اور میں تمہیں اس امر پر بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اللہ تعالیٰ کے لیے (صدقہ) ہے جو امت محمدیہ پر صرف ہوگا کیونکہ میں ساری امت سے زیادہ مال رکھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ساری امت کا نام نہ لو بلکہ بعض کا کیونکہ تم ساری امت پر خرچ کرنے سے قاصر ہو تو میں نے کہا بلکہ بعض پر خرچ کروں گا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں واپس پہنچے اور حضرت زید نے عرض کیا۔ اے اللہ! ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ۔ آپ پر ایمان لائے اور آپ کے دعویٰ رسالت و نبوت کی تصدیق کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بہت سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے کہا کہ میں تو رات میں بیان کردہ صفات نبویہ میں سبھی دیکھ چکا صرف آپ کے علم و بردباری کا مشاہدہ اور تجربہ نہیں کر سکا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کو ایک مدت معینہ کے لیے تیس دینار بطور قرض دیے ابھی مدت مقررہ میں ایک دن باقی تھا کہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا حق پورا پورا ادا کریں کیونکہ تم بنی عبدالمطلب ٹال مٹول اور پس و پیش سے کام لینے والے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے یہودی کیا پاگل تو نہیں ہو گیا؟ بخدا اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے اے اباحض ہمیں تمہاری طرف سے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں سیکھ سکتے اور تمہارا حق ضرور تمہارے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری طرف سے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں سیکھ سکتے اور تمہارا حق ضرور تمہارے پاس ہے۔



اور اس کو حق لے کر دلانے میں مددگار ثابت ہویتے کیونکہ وہ اس امر کا زیادہ حاجتمند تھا۔ وہ یہودی کتسہ ہے کہ میرے جہل اور احمقانہ سلوک نے آپ کے علم و بحل میں اضافہ کیا نہ کہ غیظ و غضب میں۔

پھر آپ نے فرمایا اے یہودی تیری مقرر کردہ مدت کل پوری ہوگی اور تیرا قرض واجب الادا ہوگا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے اباحفص فلاں باغ کی طرف کل جانا جس کا مطالبہ اس نے پہلے دن کیا تھا اور اس سے اس کا قرض ادا کرنا۔ اگر راضی ہو جائے تو بہترین اسے مزید اتنے اتنے صاع دے دینا اور اگر وہاں سے اپنے قرض کا عوض وصول کرنے پر رضامند نہ ہو تو پھر فلاں باغ سے اس کا قرض ادا کرنا اور اتنے اتنے صاع مزید بھی دینا تاکہ جو تغلیظ و تشدید تم نے اس سے کی ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کو حسب الارشاد اس باغ میں لائے جس کا پہلے دن اس کی طرف سے مطالبہ ہوا تھا وہ وہیں سے اپنا حق وصول کرنے پر رضامند ہو گیا تو آپ نے حسب فرمان نبوی اس کا قرض وہاں سے ادا کر دیا اور جتنے اضافے کا آپ نے حکم دیا وہ بھی ادا کر دیا۔

جب یہودی نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا تو کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانہ رسول اللہ۔ بخدا اے عمر مجھے اس سلوک پر جو تم نے دیکھا اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا صرف اور صرف اس چیز نے برکت بخشے کہ میں آپ کی جملہ علامات نبوت کو پرکھوں جو کہ تورات میں مذکور تھیں اور صرف یہی علامت پرکھنی باقی تھی۔ تو میں نے آج کے دن ان کے حکم و حوصلہ اور بحل و برزباری کو آزمایا۔ اس وصف کمال کو بھی علامات تورات کے بالکل مطابق پایا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرے تمام مال کا نصف سب فقراء مساکین کے لیے صدقہ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض فقراء کو (کیونکہ سب فقراء پر خرچ کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے) چنانچہ اس نے بعض فقراء پر خرچ کرنے کا عہد کیا۔ اور اس یہودی کا سارا گھرانہ مشرت باسلام ہو گیا ماسوا ایک بوڑھے کھوسٹ کے جس کی عمر سو سال تھی وہ کفر پر اڑا رہا۔ (نور بالشہ من سورۃ الحاتمت)

## تفسیر باب

نامناسب امور کی اطلاع

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے



کرنے کا موجب بنے، کیونکہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں تو میرے دل میں کسی کے خلاف کوئی بات نہ ہو بلکہ میرا سینہ اور دل غیظ و غضب وغیرہ سے محفوظ ہو۔

فرماتے ہیں آپ کی بارگاہ اقدس میں مال آیا۔ آپ نے اس کو تقسیم فرمایا۔ اس دوران میں دو آدمیوں کے آجا جو باہم گفتگو کر رہے تھے اور ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دار آخرت کو مد نظر نہیں رکھا۔

فرماتے ہیں میں تیزی کے ساتھ آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور صورت واقعہ آپ سے عرض کی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے کوئی صحابی دوسرے صحابی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے اور میں نے فلاں فلاں شخص کو ایسے ایسے کتے سنا ہے۔ آپ کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا مجھے ایسے امور میں معاف رکھو (میں کوئی استقامی کارروائی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچانی گئی مگر آپ نے صبر سے کام لیا۔

## چوتھا باب

### شفقت و مدارات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں گا مگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے۔ تو یہ جانتے ہوئے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوگی۔ میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو اس کو طویل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ اس امر کو نا پسند اور مکروہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو شفقت میں نہ ڈالوں اور زیادہ پریشان نہ کروں۔

یہ روایت امام بخاری کے مفردات میں سے ہے اور پہلی پر بخاری و مسلم متفق ہیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرد چٹائی لگا کر نماز کی۔ اے بھائی! میں نے جہنم میں آگ کے اندر نماز



تراویح ادا فرمائی حتیٰ کہ آپ کی آواز سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے (جو کہ آپ کی اقتدار میں نماز ادا کرتے تھے) پھر ایک رات آپ کی آواز نہ سنائی دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے گمان کیا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کھنگھارنا شروع کیا تاکہ آپ ان کی طرف نکلیں تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری کاروائی کو مسلسل دیکھا سنا اور محسوس کیا (مگر میں باہر نہ نکلا اور تمہیں نماز ادا نہ کرائی) کیونکہ مجھے خطہ تھا کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر فرض کر دی جاتی تو تم اس کی ادائیگی کی ہمت نہ کر سکتے۔ لہذا اپنے اپنے گھر میں نماز ادا کرو۔ کیونکہ بہتر نماز وہی ہے جو کہ گھر کے اندر ادا کی جائے ماسوا فریضہ کے کہ اس کا مسجد میں ادا کرنا بلکہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا باپ کہاں ہے جنت میں یا جہنم میں۔ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ جب اس کی پریشانی کو دیکھا تو فرمایا ان ابی داباک فی النار۔ میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔ اس روایت کے ساتھ امام مسلم مفرد میں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفار قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کا ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا ان کے لیے سونا بن جائے گا لیکن اس کے بعد اگر کوئی کفر کرے گا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جیسا کہ جہاں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں تو آپ نے عرض کیا بلکہ توبہ و رحمت کا دروازہ ہی کھولا جائے۔

حضرت ابوالوامرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جوان آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ف پہلے اس امر پر تنبیہ گذر چکی ہے کہ اسلام الہدیین و متاخرین میں مختلف فیہ ہے اور اس میں فتنہ مذہب متاخرین کا ہے کہ جلد آباد ابدال بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام و توحید پر تھے۔ لہذا اس روایت میں توجہ لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ علی تقدیر اسحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی داباک فی النار میں ابی سے چچا والا معنی مراد لیا ہے اور فقط اب کا اطلاق چچا پر مجاز آتا رہتا ہے جیسے کہ کلام مجید میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے اسماعیل علیہ السلام کو ان کے آباؤ میں شہ



میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی رحمت دی جائے۔ حاضرین مجلس اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو سخت زحسرت و توبیخ کی اور کہا ایسی یہودہ گوئی سے باز آ۔ (ورنہ تجھے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔) آپ نے اس کو فرمایا میرے قریب آ۔ وہ قریب ہوا تو فرمایا کیا تو مان کے لیے بھی زنا کار ہونا پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں بخدا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا سبھی لوگ اس امر کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس برائی کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہرگز نہیں پسند کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا اور قربان کرے۔ آپ نے فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ امر قبیح اپنی بہن کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو بخدا میں ہرگز اس امر کو بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بہنوں میں یہ قباحت پائی جائے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو اس برائی کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں بخدا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا فرمائے۔ آپ نے فرمایا سبھی لوگ اپنی پھوپھیوں کے حق میں اس کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا تو یہ خرابی اپنی خالہ کے اندر پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا یا رسول اللہ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی خالائوں کے لیے اس قبیح امر کا ارتکاب پسند نہیں کرتے پھر آپ نے اپنا دست شفقت دھو اس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اللہم اغض ذنبہ و طہر قلبہ و حصن فرجہ۔ اے اللہ اس کا گناہ معاف فرما۔ اس کے دل کو پاک صاف فرما اور اس کی شرمگاہ کو ارتکاب سیئات سے محفوظ فرما۔ اس کے بعد وہ جوان کسی بھی برائی کی طرف مائل نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو کہ ابراہیم علیہ السلام سے حکایت ہے تلاوت فرمایا۔ رَبِّ انْصُرْنِیْ وَ انْصُرْ لِّیْ اَصْحٰبَ الدِّیْنِ مَنْ تَبِعَنِیْ فَاَنْتَ اَعْمٰی اَنْتَ اَعْمٰی فَاَنْتَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اے میرے رب تبارک و تعالیٰ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو ان میں سے جو شخص میری اتباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے اور احکام کی خلاف ورزی تو بیشک تو غفور رحیم ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی التباؤ آرزو کیا کہ ان تعذبہم فانہم عبادک و انت تغفر لہم فانت انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو بیشک تو عزیز و غالب ہے اور صاحب حکمت ہے۔



میں اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما۔ میری امت کی مغفرت فرما اور آپ بہت روئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا اے جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرو تمہارے رونے کا موجب و باعث کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بہتر جاننے والا ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سبب دریافت کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ مجھے امت عاصی کا غم کھائے جا رہا ہے اور ان کے لیے رو رہا ہوں حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا جواب عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل جا کر ان سے عرض کرو کہ ہم تمہیں امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کسی طرح کی پریشانی اور مشقت میں نہیں ڈالیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگ گیا۔ تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہرنش کی اور اس حرکت سے باز آنے کو کہا۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قطع بول اور پیشاب رکھنے کی مشقت میں نہ ڈالو۔ اصحابہ نے اس سے تعرض ترک فرمادیا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور غلاطت کے لائق نہیں ہوتیں بلکہ یہ مقدس مقامات اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت کلام مجید کے لیے ہوتے ہیں اور آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول بھر کر لایا تو اُسے پیشاب والی جگہ پر پلٹنے کا حکم دیا (تاکہ اس جگہ سے بو وغیرہ زائل ہو جائے اور لوگوں کو اس جگہ سے نفرت نہ ہو) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا اذن طلب کیا اور آپ نے اذن دینے کا حکم بھی فرمایا اور ساتھ ہی اس شخص کی حقیقت حال واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ اپنی برادری اور قبیلہ کا بدترین آدمی ہے۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس کے ساتھ کلام میں بڑی نرمی کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اس کے اندر آنے سے قبل تو آپ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ مگر بعد ازاں اس کے ساتھ نرم سلوک فرمایا اور نرم لب و لہجہ میں کلام فرمایا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بروز قیامت سب سے بدتر وہ شخص ہے جس کو لوگ اس کی بخش گوئی اور بدکلامی کی وجہ سے ترک کر دیں (جو میں نے قبل ازیں کہا وہ بیان حقیقت تھا تاکہ لوگ اس سے مغالطہ میں نہ پڑیں اور جو بعد ازاں تھا یہ میرا مقتضائے طبیعت تھا۔ تاکہ کوئی شخص بھی استفادہ سے محروم نہ رہے)۔



مسعود بن الحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب منظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز ادا کی ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے دوران نماز رجحک الشکرہ دیا۔ لوگوں نے مجھے قہراً لوندنگاہوں سے دیکھا اور اپنی رائوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے چپ رہنے کو کہہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں نے آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی مسلم نہیں دیکھا۔ آپ نے نہ مجھے مارا اور نہ ماراٹھکی کی بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ عام لوگوں کے ساتھ عام حالت میں جو کلام کی جاتی ہے وہ حالت نماز میں کرنی درست نہیں ہوتی۔ نماز صرف تحمید اور تحمید کا نام ہے۔ ع

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی رحم اور نرم دل تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رات بٹھڑے۔ آپ نے ہمارے چہرے دیکھ کر اندازہ فرمایا کہ ہم گھروں کے لیے ادا ہو گئے اور سخت شائق۔ آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ ہم نے اپنے پیچھے گھروں میں کون کون لوگ چھوڑے ہیں۔ ہم نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے اندر نماز کو اور دین کو قائم کرنا اور اس کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام یا قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی شخص یقیناً دن تک حاضر بارگاہ نہ ہوتا تو آپ اس کے متعلق دریافت کرتے اگر غائب ہوتا تو اس کو دعائے خیر سے نوازتے اور اگر موجود ہوتا تو اس کے ہاں دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

## پانچواں باب

### شان حیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پرودہ نشین عورتوں

عہ نہ امر ذہن نشین رہے کہ نماز کے آداب بھی تدبیری طور پر آہستہ آہستہ سکھائے گئے اسی لیے اعرابی کو کلام کرنے کے باوجود اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا اور صحابہ کرام نے اشاروں سے جو کچھ سمجھایا یہ بھی بعد میں منسوخ کر دیا گیا ان فی الصلوٰۃ شغلاً لهذا کسی کو اشاروں و کنایوں سے کچھ سمجھنا بھی نماز کے لیے مضبوطی مطلق ہے۔



سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ اور جب آپ کسی چیز کو پسند نہ فرماتے تو ہم آپ کے چہرہ اقدس سے معلوم کر لیتے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجسم حیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر زردی دیکھی یعنی  
زرد رنگ شوخ کپڑے دیکھے تو اس امر کو پسند نہ فرمایا اور فرمایا تم نے اس شخص کو کیوں نہ کہا کہ اس زردی کو  
دھو ڈالے اور یہ رنگ دور کر دے اور آپ براہ راست کسی شخص کے سامنے ایسی بات نہ فرماتے جس کو آپ  
پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ دوسروں کے ذریعے سے ارشاد فرماتے۔  
حبیبہ حبیب خدا علیہ وعلیہا التیمۃ والثناء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی  
طرف سے کوئی بات پہنچتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ اس کو نہ جلاتے کہ تو نے ایسے ایسے کہا ہے۔  
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بہت شرمیلے تھے۔ آپ  
سے جس چیز کا سوال کیا جاتا وہ ضرور عطا فرمادیتے۔

## چھٹا باب

### تواضع و انکساری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی باہم گالی گلوچ پر اتر آئے مسلمان  
نے قسم کھاتے ہوئے کہا والذی اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العالمین۔ اس خدا کے بزرگ  
دبر تر کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب اہل جہان پر فوقیت دی اور ان کو اپنی محبوبیت کے لیے  
چن لیا تو یہودی نے اس کے مقابلے میں والذی اصطفیٰ موسیٰ علی العالمین کہہ دیا۔ مسلمان  
یہودی پر سخت ناراض ہوا اور اس کو تھپڑ دے مارا یہودی رسول خدا علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا حقیقت  
حال عرض کی۔ آپ نے مسلمان شخص کو بلایا اور واقعہ دریافت کیا تو اس نے زرد کو ب کا اقرار و اعتراف کر  
لیا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آپ پر فضیلت دی اور ان کو عالمین سے فائق و برتر کہا۔ جن میں آپ  
بھی داخل ہیں تو مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کو مارا۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیونکہ لوگ قیامت کے دن  
بیہوش ہو جائیں گے تو میں سب پہلے ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا میں

یا وہ ان لوگوں میں داخل ہوں گے جو اس غشی اور مدہوشی سے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرما دیے ہیں علیہ  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو  
یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ میرے متعلق کہے میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں یا اپنے  
متعلق کہے کہ میں ان سے بہتر ہوں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری مدح و  
ثناء میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے کہ نصاریٰ نے اپنے نبی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا (اور ان کو منصب  
نبوت سے منصب الوہیت تک اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے تک جا پہنچایا) (البیاض باللہ) میں صرف اللہ تعالیٰ  
کا عبد ہوں۔ لہذا یہ کہو۔ عبد اللہ و رسولہ یعنی نہ خدا کہو نہ خدا کی صفات سے موصوف و  
متصف تسلیم کرو۔

علہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کو مستلزم نہیں ہوتی لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدہوشی اور بیہوشی سے محفوظ رہنا سرور انبیاء  
علیہ السلام پر افضل ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام پر آپ کو فوقیت دینے سے منع فرما دیا ہے تو یہ  
تراضع اور انکاری کے پیش نظر ہے۔ یا آپ کو افضل المخلوق ہونے کا علم بعد میں عطا کیا گیا اور آپ نے اس کا اعلان بعد میں فرمایا  
مقصد ایسی تفصیل سے منع فرمانا ہے جو موجب نزاع و اختلاف ہے۔ یا ایسے انداز سے افضلیت بیان کرنا جن سے دوسرے  
انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان لازم آتی ہو اور یا اصل نبوت و رسالت میں افضلیت بیان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ نبی ہونے  
میں سبھی انبیاء علیہم السلام برابر ہیں اگرچہ لوازمات اور خصائص نبوت میں تفاوت موجود ہے الغرض افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
کلام مجید اور احادیث صحیحہ صریحہ سے مبرہن ہے اور یہ اجماعی مسلک ہے اس کے مخالف اگر روایت آئے تو اس کی تاویل واجب و لازم  
ہے خاتم النبیین ہونا، رحمۃ للعالمین اور مبعوث الی الملقن کافہ ہونا، شیخ محترم اور صاحب مقام محمود ہونا ایسے کمالات ہیں جن میں کوئی  
آپ کے ساتھ شریک اور شاہد و مثال نہیں ہے لہذا آپ کی جگہ انبیاء علیہم السلام پر افضلیت ٹنک و شبر سے بالاتر ہے ۱۲۔  
علہ و لنعمہ ما قال البوصیری ۵

دع ما ادعتہ المضاری فی بیہرہ واحکو بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ حد فیرب عنہ نا طلق بفسر

یعنی جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہ نہ کہہ اور اس کے علاوہ جو شرف و فضل اور عزت و  
عظمت ثابت کر سکتا ہے ثابت کر کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا واد فضل و شرف کی کوئی حد نہیں ہے کہ کوئی صاحب زبان  
اپنی زبان و کلام سے اس کو ظاہر کر سکے۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ **نَسْتَلْهُ مَا بَالُ النُّسُوَةِ** اتنی قطعاً ایسا دیکھن تلاوت فرمایا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی حکایت ہے (شاہ معر کو کہا کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے (میرے دیدار کے موقع پر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ آیا وہ میری برادرت دیا کہ امی کی گواہی دیتی ہیں یا نہیں؟) تو بطریق تواضع ارشاد فرمایا اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح قید خانہ میں آنا عرصہ رہ چکا ہوتا اور پھر مجھے اس طرح بلایا جاتا تو میں فوراً بادشاہ کا حکم مان کر باہر آجاتا اور عذرتا خیر تلاش نہ کرتا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے آپ نے فرمایا آپ گھر والوں کے ضروری امور سرانجام دیتے اور جو نبی نماز کا وقت ہوتا مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ کو نذرانہ دیتے ہوئے کہا یا محمد یا سیدنا و ابن سیدنا و خیرنا و ابن خیرنا تو آپ نے فرمایا اے لوگو ایسے انداز خطاب و نذرانہ اور ایسے القاب استعمال نہ کیا اور دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

ان من معجزاتك العجز عن وصفك اذ لا يحده الاحصاء  
وكيف يستوعب الكلام ثنایاك وهل تنزع البحار الدلاء

توجہ: آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ خلق خدا آپ کی کما حقہ تعریف و توصیف سے عاجز ہے کیونکہ وہ اوصاف و کمالات گنتی و شمار میں آسکتے ہی نہیں اور کلام خلق کیسے آپ کی ثناء کا احاطہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی ڈول سمندر کو خالی کر سکے ہیں؟ تو پھر آپ کے اوصاف و کمالات جو سب سمندروں سے زائد ہیں وہ زبان سے کیسے بیان کر کے ختم کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

تیرے تو وصف عجب تنہا ہی سے ہیں بری  
لیکن رضائے حسم سخن اس پہ کر دیا  
حضرت یوسف علیہ السلام کو تبلیغ حق کا موقع مل رہا تھا لہذا انہیں بھی جلد از جلد باہر آجانا چاہیے تھا مگر جب تک آپ کی برادرت ظاہر نہ ہوتی تبلیغ صحیح ممنون میں موثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے تحقیق مال کی طرف ان کو توجہ دلائی جب مقصد پورا ہو گیا تو باہر تشریف لائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اظہار حق اور دعوت الی اللہ کی اہمیت تھی۔ لہذا آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کو مد نظر رکھے بغیر اس موقع سے جلد از جلد فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور تبلیغ حق میں ذرہ بھر توقف روانہ رکھنا کذا قال المحدثون۔



کر داور شیطان تمہیں ہوائے نفس اور گمراہی میں نہ ڈالے میں محمد بن عبد اللہ بن علیؑ کا عبد ہوں اور اس کا رسول۔ بخدا میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مقام سے بلند مقام تک لے جاؤ (اس میں عاجزی و انکساری کی تعلیم ہے)۔

حبیبہ حبیبہ خدا علیہ وعلیہا التیمۃ والثناء سے عرض کیا گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے فرمایا آپ (گھر میں تشریف لاتے) کان بش من البشر یعنی عام لوگوں کی طرح اپنے کام میں مصروف ہوتے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کرتے۔ ان کی صفائی پاکیزگی اور نظافت کو ملاحظہ فرماتے۔ بکریوں کا دودھ خود نکالتے اور اپنے کام خود انجام دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں ایسے ہی کام کاج کرتے جیسے کہ تم میں سے کوئی ایک کرتا ہے۔ اپنے جوتے خود سیٹے اور اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔

حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی کھدائی کے دوران دیکھا کہ آپ خود خندق کھود رہے ہیں اور مٹی کو خندق سے باہر منتقل فرما رہے ہیں مٹی سے آپ کا جہد اطہر ٹھک چکا ہے حتیٰ کہ پیٹ مبارک کی سفیدی مٹی کی تہ میں پوشیدہ ہو چکی ہے اور دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں بنفس نفیس شمولیت فرماتے۔ مریضوں کی عیادت اور علاموں کی دعوت بھی قبول فرماتے، دراز گوش پر سواری سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بھی یہ اعزاز بخشتے۔ میں نے ایک دن آپ کو ایک دراز گوش پر سوار دیکھا جس کی لگام بھوری کچال سے تیار کی گئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا کیا تو اس امر کی گواہی دیتا ہے۔ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ اس لڑکے نے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا جو کچھ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ کہہ دے اور اعتراف توحید و رسالت کرے، چنانچہ اُس نے کلمہ شہادت

ف۔ کان بشر من البشر کا مقصد نہ نفس بشریت کا اثبات ہے کیونکہ اس سے سوال ہی نہیں تھا اور نہ عام لوگوں کی مانند عامی شخص ہونے کا بیان مطلوب و مقصود ہے بلکہ اللہ کے رسول بننے کا انکار لازم آئے گا بلکہ آپ کا مقصد صریح یہ ہے کہ گھر کے اندر بھی آپ کسی طرح اپنی بڑائی اور خدا و عظمتوں کا اظہار نہیں فرماتے تھے اور چھوٹے موٹے کام خود کرتے حتیٰ کہ ازواج مطہرات کے ہوتے ہوئے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال اور ان کو ٹانگے لگانے میں بھی غار نہیں سمجھی اور یہی دوسروں کو اس کام کا حکم دیتے اور کان بشر من البشر کی جگہ دوسری روایت میں یصنع کما یصنع احد کھنی بیستہ سے اس معنی کی طور پر وضاحت فرماتے ہیں۔



پڑھ لیا اور فوت ہو گیا تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھو اور اس کو اپنے قبرستان میں دفن کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا اگر مجھے کراخ یعنی جانور کے گھٹنوں سے نچلے حصے والے گوشت کے کھانے کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس کو قبول کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور اس دعوت کو منظر استحقار نہیں ٹھکراؤں گا اور اگر مجھے بھیڑ بکری کا بازو بھی بطور ہدیہ پیش کیا جائے تو میں اس کے قبول کرنے میں عار نہیں سمجھوں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور جب آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی شان تواضع اور انکساری کے پیش نظر) اس کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا بخدا آپ کے دو لشکر کے دروازے لوگوں پر بند نہیں کیے جاتے تھے اور نہ آپ کے آگے دربان کھڑے ہوتے تھے (جس طرح ملوک و سلاطین کے درباروں میں کھڑے ہوتے ہیں) اور نہ ہی صبح کے کھانے کے وقت اور نہ ہی شام کے کھانے کے وقت برتن یکے بعد دیگرے رکھے اور اٹھائے جاتے یعنی آپ بیک وقت متعدد انواع و اقسام کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔

آپ کھلی جگہ تشریف رکھتے جہاں ہر ایک بہ ہولت حاضری دے سکتا تھا۔ زمین پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کا کھانا بھی زمین پر (دستر خوان لگا کر) رکھا جاتا۔ موٹے اور کھردرے کپڑے زیب تن فرماتے اور دلاز گوشت پر بھی سواری فرما لیتے اور اپنے پیچھے غلاموں اور نیاز مندوں کو بھی سوار فرما لیتے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور بخدا آپ اس کو اپنی عظمت کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کے سامنے کھڑا ہوا (اور خدا وادشاں و شوکت اور رعب و دبہہ ملاحظہ فرمایا) تو لرز لے لگ گیا بنی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہون علیک فانی لست ملکا انما انا ابن امرءة من قریش کانت تاكل القديدا۔ آرام و سکون سے کام لے اور گھبراہٹ میں نہ پڑ۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ یعنی اُن کے عادات و اطوار تکلف و تصنع اور بطش و مواخذہ جیسے امور مجھ میں نہیں ہیں میں تو ایک قریشی عورت کا



ہمیت خدا داد سے لرزہ بر اندام ہیں)۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کی عقل میں ذرا فتور سا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میں نے کچھ گذارشات پیش کرنی ہیں (وقت عطا فرمادیں) آپ نے منہ فرمایا اے ام فلاں جس راہ پر چاہے کھڑی ہو جانا اور جو کہتا ہو کہہ لینا میں کھڑا رہوں گا اور تیری باتیں سنتا رہوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ وقت عطا فرمایا اور علیحدگی میں اس سے سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ اس نے اپنا مدعا بیان کیا اور رخصت ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ کی بچیوں میں سے کوئی بچی بھی آکر اگر عرش نشین بنی کا دست اقدس پکڑ لیتی تو آپ اس کا ہاتھ نہیں جھٹکتے تھے حتیٰ کہ وہ جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔

حضرت ابن ابی ادنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مساکین اور یتیموں کے ساتھ چلنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے سے نفرت کرتے اور نہ ہی اسے اپنی خدا داد بڑائی کے منافی سمجھتے۔ حضرت قدامہ ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفیدی مائل اونٹنی پر سوار ہو کر حجرہ کو نکلیاں مارتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے آگے سے لوگوں کو نہاڑا جا رہا تھا اور نہ ان کو مارا بیٹھا جا رہا تھا اور نہ ہی ہٹو ہٹو کا اعلان کیا جا رہا تھا۔

حضرت نصر بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کو دراز گوش پر سواری فرماتے ہوئے دیکھا جس کو رسا ڈالا ہوا تھا اور زین و اکاف اس پر نہیں تھی صرف قصبہ جوڑ میں تیار شدہ چادر اس پر تھی۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنے پیچھے سوار فرمایا۔

حضرت اسامہ بنت یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چند عورتوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ بچوں کو سلام فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما ہوتے (بغیر اس کے کہ آپ کے لیے کوئی امتیازی سند ہو تو) بالباس میں کوئی قائدانہ اور شاہانہ انداز ہوتا اگر کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو وہ پوچھے بغیر معلوم نہ کر سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کون ہیں (اگرچہ چہرہ اقدس کی تابانیاں اور انوار سب سے نمایاں ہوتے تھے) ہم نے آپ سے



البتہ کی آپ ایسی سند اور نشہ گاہ بنانے کی اجازت دیں کہ اجنبی آدمی آئے تو اس کو بغیر سوال کیے معلوم ہو جائے تو آپ کی اجازت اور رضامندی سے ہم نے مٹی کا اونچا چبوترہ سا بنایا آپ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے ارد گرد نیچے بیٹھتے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے آپ اورٹ لگا کر کھانا تناول فرماویں۔ اس میں آپ کے لیے زیادہ آسانی رہے گی تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں تو ایسے کھاؤں گا جیسے کہ عبید اور غلام کھاتے ہیں اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عبید اور غلام بیٹھتے ہیں (شاہوں اور ناز پروردہ لوگوں کی طرح نہ بیٹھوں گا اور نہ ان کی طرح کھاؤں گا)۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اُس نے کہا بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔ ان شئت نبیاء عبدان شئت نبیاء ملکاً۔ اگرچہ ہو تو نبی عبید بنو اور چاہو تو بادشاہ نبی رہیں نے بطور مشورہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تو اضع سے کام لیں۔ تو میں نے کہا میں نبی عبد بننا پسند کرتا ہوں۔ ف

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ذکر خدا فرماتے اور بے مقصد بات بہت کم کرتے (بلکہ اس کے قریب ہی نہ جاتے) نماز کو لمبا فرماتے اور خطبہ میں اختصار فرماتے اور اس امر سے نفرت اور تکبر کا اظہار نہ کرتے کہ مساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ چلیں اور ان کی ضرورت کو پورا فرماویں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مہاجرین کی ایک جماعت (اہل صفہ) میں بیٹھا تھا اور وہ کپڑے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ذریعے ستر اور پردہ حاصل کر رہے تھے اور ایک

ف۔ من تواضع لائہ دفعہ اماناً جوا اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مقامات اور رتبہ عالیہ پر فائز فرماتا ہے آپ نے عبدیت اختیار فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ حکومت و سلطنت عطا فرمائی کہ ملک سلیمان علیہ السلام بھی اس کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا اور آخرت میں مقام محمود پر فائز ہونا اور جلد اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین کا آپ کے زیر سایہ ہونا اور آپ کی شفاعت اور نظر عنایت کا محتاج ہونا ہر اہل ایمان کو معلوم ہے

ہر نفعیہ کہ داشت خدا شد برو تمام

ہر مرنشہ کہ بود در امکان برو دست ختم

۲۔ ہر مرنشہ کہ بود در امکان برو دست ختم ہر نفعیہ کہ داشت خدا شد برو تمام

شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم بھی غور سے اس کی تلاوت و قرأت کو سن رہے تھے۔ سید کل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اس خدا نے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے (عابد و زاہد) لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تاکہ اپنے آپ کو ہمارے ساتھ برابر کریں اور ہم گداؤں کو شہنشاہ کونین کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہو۔

(گدایاں را ازین معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں با ما ست امروز)

پھر آپ نے فرمایا اے فقرا و محتسبین تمہارے لیے قیامت کے دن نور تمام اور ضیاء کامل کی بشارت ہے ہم ان غنیاء و صحابہ رضی اللہ عنہم سے آدھا دن یعنی پانچ سو سال قبل جنت میں پہنچو گے۔

## ساتواں باب

### رحمت مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ میں نے آپ کی ہلاکت کی دعا فرمادیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں لعنت کرنے اور ہلاکت آفرینی کے لیے مبعوث نہیں ہوا بلکہ سرِ پا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں سرِ پا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں جو بطور ہدیہ و کرامت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا صفت رحمت میں انھار (یعنی یہ اعلان کہ میں مجسم رحمت ہوں اور سرِ پا رحمت ہی ہوں) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے تائید و تقویت حاصل کیے ہوئے ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین



## آکھواں باب

### جلالیت بصورت رحمت و نعمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ میں تیرے کرم و فضل پر امید رکھتا ہوں جس میں تو ہرگز خلاف نہیں فرمائے گا۔ میں شان بشریت اور اس کے لوازمات و مقتضیات سے بھی موصوف ہوں۔ لہذا اگر جلال میں کسی مسلمان کو مجھ سے ایذا پہنچے۔ خفگی یا سختی ہو جائے تو اس کی تکلیف کو اس شخص کے حق میں حرج و کرم سے تبدیل فرما اور سبب تطہیر و تزکیہ اور بروز قیامت موجب ترقی درجات اور باعث قربت بنا تاکہ اس وجہ سے تو اس کو اپنے قرب سے مشرف فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم بچی تھی۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا ارے تو وہی ہے اتنی بڑی ہو گئی ہے۔ تیری عمر بڑی نہ ہو اور پیام عمر و از نہ ہوں۔ جوں ہی بنی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ کلمات اس بچی نے سنے تو روتی ہوئی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹی۔ انہوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے یہ دعا کی ہے کہ تیری عمر و از نہ ہو اب میں تو زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی اور یقیناً جلد ہی مر جاؤں گی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بڑی غفلت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں حتیٰ کہ اپنا دوپٹہ بھی پوری طرح سر اور بدن پر لپیٹ نہیں پائی تھیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ام سلیم کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ نے میری یتیم بچی کے متعلق یہ دعا کی ہے کہ اس کی عمر و از نہ ہو اور وہ جلد ہی مر جائے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے اور فرمایا۔ اے ام سلیم تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عہد و پیمان ہے؟ میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں باقی لوگوں کی طرح کبھی راضی اور خوش ہوتا ہوں اور کبھی ناراض اور غضبناک ہو جاتا ہوں۔ لہذا جس شخص کے خلاف میری زبان سے دعا نکلے اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس کو اپنے فضل و کرم سے اس شخص کے حق میں بروز قیامت موجب



ترکیہ و طہارت بنانا اور ذریعہ ترقی درجات اور باعث تقرب بارگاہ قدس۔

ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب خوری کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعلقہ افراد پر لعنت فرمانا زبردستی کے لیے ہے (اور اگر لعنت فرما کر جو زبردستی کے لیے موضوع و متعین ہے) یہ واضح کیا جائے کہ وہ متعلقہ افراد کے لیے رحمت ہے تو لعنت کرنے کا مقصد بھی ختم ہو جائے گا بلکہ الٹا معصیت کی ترغیب لازم آئے گی اور شارح علیہ السلام کے حق میں ایسی ترغیب دینا ناممکن ہے بلکہ محال۔ ہاں اگر اس معنی میں اس کو رحمت تصور کر لیا جائے کہ جس امتی کو معلوم ہو جائے کہ اس فعل پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تو وہ شخص اس موجب لعنت فعل سے انتہائی درجہ گریزا ہوگا اور متغیر و بیزار اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تہدید سرزنش اس کے لیے تاثر ہونے اور طالب عفو و مغفرت ہونے کا باعث بنے گی تو اس لحاظ سے لعنت کو رحمت کہا جاسکتا ہے کیونکہ لعنت فرمانا اس کے لیے باعث اور موجب رحمت بن گیا اور سبب مذامت و توبہ بنا جو کہ مستجاب و مستوجب رحمت ہے تو یہ مجازی اطلاق تسمیۃ الشی باسم یا اولی الیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔ عہ

فہ۔ اقول اس توجیہ کا ایک تو سیاق کلام یعنی انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر و اغضب کما یغضب المرءل سے کوئی تعلق نہیں غیر شرعی امور کے تعلق سے۔ نہ ناراض ہونا ہر اہل ایمان کے لیے لازم و فرض ہے چہ جائیکہ خود صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم اور یہاں عام بشری تقاضاؤں اور بشری لوازمات کا ذکر ہو رہا ہے نہ کہ بالخصوص اہل ایمان کے ایمانی تقاضوں کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں حالت غضب میں اس شخص کے لیے ایسے کلمات کہہ جاؤں جو اس کا اہل نہیں ہے تو ایما احد دعوت علیہ من امتی لیس لہا باہل۔ تو ان کو رحمت و قربت سے تبدیل فرمانا اور جو لوگ محرمات کے مرتکب ہیں اور وہ یہود و النستہ احکام خدا و رسول صلی علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرنے والے تو لا محالہ ایسی تغلیظ و تشدید اور زبردستی کے اہل میں لہذا اس توہم کی یہاں گنجائش ہی نہیں تاکہ اس کے ازالہ کے لیے سیاق و سباق سے صرف نظر کر کے ایسی توجیہ بارہ کی جائے۔

علاوہ ازیں جو لوگ ایسے امور کے مرتکب نہیں ہوئے اور ان کے حق میں ایسے کلمات زبان نبوت سے سرزد ہو گئے ہیں ان کے حق میں یہ مجازی معنی تو تحقیق نہیں ہے اور جمع بین الحقیقۃ والمجاز خلاف تحقیق ہے تو اس عہد کے تحت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا اور جن کو پہنچا وہ محض توبہ و استغفار کی وجہ سے پہنچا تو اس عہد و پیمان کا مقصد ہی فرت ہو کر رہ جائے گا قائل حق التامل حتی یظہر لك ان الحق فی عکس ما قال ابن عقیل و اقا ابن الجوزی۔ (محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

نہایت سادہ و سلیس انداز میں یہ کلمات صادر ہونے کے بعد اس کا پریشان ہونا اور یہ کہنا نا لائن



## نواں باب

### شانِ جود و کرم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی شئی طلب کی گئی ہو (اور موجود ہونے کے باوجود آپ نے جواب نفی میں دیا ہو)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد و کریم تھے اور آپ جملہ اوقات کی نسبت رمضان المبارک میں جود و کرم کا اظہار بہت زیادہ فرماتے جبکہ جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور حامل وحی ہر رات رمضان المبارک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن مجید کا دور اور ذکر افرماتے فرماتے ہیں نبی خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارانِ رحمت کے ساتھ بھی ہوئی ہواؤں کی نسبت بھی زیادہ جواد و کریم تھے عیہ

لا یکبر سخی ابداً۔ اب تو میری عمر قطعاً بڑی نہیں ہو سکتی اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ اور صحابیات تو درکنار ان کی اولاد صغار اور ان کے زیر کفالت یتیم بچوں بچیوں کا بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان و اعتقاد تھا کہ آپ کی زبان اقدس سے جو بات نکلتی ہے وہ تیرقضا دین کر اور نزع جان کلمہ کہی بن کر نکلتی ہے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یتیمہ کی زبانی یہ کلمات سن کر اتنی شدید گھبراہٹ کے عالم میں حاضر ہونا اور اظہار اضطراب کرنا ان کے عقیدہ کی بھی وضاحت کر رہا ہے اگرچہ آپ نے واضح فرمادیا کہ زبانِ نوح محاورات کے متعلق یہ بات نہیں ہے بلکہ وہاں میں نے اللہ تعالیٰ سے دوسرا عہد لے رکھا ہے ہاں البتہ جو اہل ہوں گے ان کلمات کے یا بالارادہ صادر ہوں تو واقعی اس طرح ہیں تیرقضا بھی ہیں اور کن کی کنجی بھی رہاں سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو شب و روز حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مستجاب الدعوات ثابت کرنے کے درپے ہیں اور آپ کی دعاؤں کو بارگاہ خداوندی میں انتہائی غیر اہم سمجھتے ہیں (اللیاذ بالشا) اور آپ کو مستجاب الدعوات ماننے والوں پر زبان طعن دراز کرتے رہتے ہیں۔

عہ ان ہواؤں کا جود و سخا صرف عالم ظاہر سے متعلق ہوتا ہے اور وہ بھی وقتی طور پر فائدہ پہنچاتی ہیں اس میں دوام نہیں ہوتا۔ مگر رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و کرم ظاہر و باطن اور جساد و ارواح اور جمیع عوالم پر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آغاز بھی انہیں کی بدولت اور تربیت و پرورش اور حیات و بقا بھی انہیں کی بدولت ہے لہذا ریاہِ سرمد کے ساتھ تنبیہ نطق بیان کی نگلی کے



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اسلام کے زمانہ میں جس شے کا سوال کیا جاتا آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک شخص آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس کو صدقہ کی بھیڑ بکریوں سے بھری وادی عطا کر دی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہنا لے پیری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا بخشنے ہیں اور عطا کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے فقر و فاقہ کا سرے سے اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جنین سے واپسی کے موقع پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اعراب اور بدوی لوگ آپ کو چمٹ گئے۔ ہر ایک ان میں سے عطا کا سائل و طلبگار تھا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے ایک خاردار درخت تک جا پہنچایا جس سے آپ کی چادر مبارک اٹک گئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر میری طرف لاؤ اور فرمایا کیا تم مجھ پر بغل کا اندیشہ کرتے ہو اگر ان جھاڑیوں کی گنتی و شمار کے مطابق بھی سونا میرے پاس ہوتا تو میں لامحالہ اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ بغل پاؤ گے نہ غلط بیانی اور کذب سے کام لینے والا اور نہ ہی جبان و بزدل۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر سا تھا تو فرمایا۔ اے بلال یہ کیا ہے۔ عرض کیا کھجوریں ذخیرہ کر رکھیں ہیں تا کہ بوقت ضرورت کام آئیں، تو فرمایا تجھے اس امر کا خوف نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے آگ بھڑکے اور دوزخ گرم کیا جائے۔ انہیں حشر کر دو اور مالک عرش کی طرف سے نفوذ فاقہ اور قلت کا خوف ہرگز نہ کر دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ہارون بن رباب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم میں ستر ہزار درہم پہنچے اور یہ مال تمام اموال سے زیادہ تھا جو کسی وقت بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں لائے گئے۔ آپ نے ان کو چٹائی پر رکھا۔ پھر تقسیم فرمانے لگے اور جو سائل بھی آیا اس کو عطا فرمایا حتیٰ کہ سبھی تقسیم فرمایا اور ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔

## دسوال باب

### کمال شجاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسین تھے اور سب سے شجاع و دلیر اور سب سے زیادہ جواد و کریم۔ مدینہ منورہ کے اندر (خونناک آوازہ سن کر) گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لوگ اس طرف نکلے جدھر سے آواز آتی تھی مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے آرہے ہیں اور حضرت ابو طلحہ کے ننگی پیٹھے گھوڑے پر سوار ہیں اور تلوار مبارک گردن اقدس میں جمائل کی ہوئی ہے اور اس خونناک آواز کی تحقیق و تسلی کر کے آرہے ہیں اور لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی بات نہیں گھبراؤ نہیں اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا ہم نے اس کو روانی میں دریا کی مانند پایا ہے اور یہ درحقیقت دریا کی مانند ہے (حالانکہ قبل ازیں مسست رفتار تھا اور تکلیف دہ چال چلتا تھا مگر آپ کی سواری فرمانے کی برکت سے چال ہموار ہو گئی اور رفتار تیز ہو گئی)۔

ردباہ خویش خواں و شیریں میں

تو مرادل وہ و دلیری میں

حضرت برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے بنی قیس کے ایک آدمی نے سوال کیا تم حنین کے دن میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے تو انہوں نے فرمایا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے بلکہ آگے بڑھ کر او شجاعت دیتے رہے (پھر پیچھے ہٹنے والوں کا عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا) قبیلہ ہوازن کے لوگ سخت تیر انداز تھے اور جو تیر پھینکتے وہ نشانے پر گرتا لیکن بایں ہمہ ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ میدان چھوڑ گئے ہم اموال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے پھر پیٹ کر تیر برسانے شروع کر دیے (اس لیے وقتی طور پر اہل اسلام ذرا پیچھے ہٹے) میں نے اس موقع پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ اور ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر یہ رجز ہے۔

انا ابن عبد المطلب

انا النبی لا کذب

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور میں عبد المطلب جیسے شجاع و بہادر کا لخت جگر ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو میدان بدر میں دیکھا



دشمن کے قریب تھے اور اس دن آپ سب لوگوں سے جرأت و دلیری ہیں اور بسالت و شجاعت میں بڑھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جنگ کی آگ زوروں پر ہوتی اور خوب بھڑک رہی ہوتی اور دونوں جنگجو فرق ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوتے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے اور ان کے دامن میں آکر اپنا بچاؤ کرتے۔ آپ سے زیادہ دشمن کے قریب کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بخدا جب جنگ کی آگ بھڑکتی تو ہم دامن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ ڈھونڈتے اور ہم میں سے بڑا بہادر وہی ہوتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ صفِ قتال میں رہتا۔

## گیارہواں باب

### مزاح اور خوش طبعی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بادیہ میں سے زاہر نامی ایک شخص بادیہ میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو چیزیں وہاں دستیاب ہوتی تھیں، ہدیہ پیش کرنے حاضر ہوتا تو وہاپسی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے تحائف سے نوازتے، آپ فرماتے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری۔ ایک دن وہ بازار میں اپنا مال فروخت کر رہا تھا تو آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور اس کی بخبری میں پیچھے سے آکر اس کو سینہ اقدس سے لگایا تو اس نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دے۔

جب ذرا توجہ دی اور دھیان سے کام لیا تو سمجھ گیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جب جان لیا تو پھر مقدور بھر جدوجہد اور سعی و کوشش کرنے لگا تا کہ جہاں تک ہو سکے اپنی پشت کو رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے ساتھ چٹائے رکھے اور زیادہ سے زیادہ برکت و فیض حاصل کرے۔

ظاہری طور پر اس کی شکل و صورت کوئی اتنی خوب نہیں تھی بلکہ غلاموں کی طرح لگتا تھا تو آپ فرمانے لگے یہ عبد اور غلام مجھ سے خریدنے والا کوئی ہے؟ وہ عرض کرنے لگے جب تم اس غلام کو بیچ دو اور اپنے لیے قبول نہ کرو تو پھر یہ غلام کھوٹے سکے کی مانند بے قدر و قیمت ہو گا اس کو کون لے گا؟ اس وقت بیکس نواز اور غریب پرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوٹا نہیں اور نہ بے قدر و قیمت



یایوں فرمایا۔ لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا قیمتی ہے اور کیوں نہ ہو نگاہ نبوت میں جو قیمتی پٹھرا ہے وہی ہے طور جہاں پر لگی نگاہ تیری وہی چین ہے جہاں مسکرا دیا تو نے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور اس وقت میں کم عمر لڑکی تھی نہ بدن بھاری تھا اور نہ کوئی زیادہ گوشت ہی بدن پر تھا۔ آپ نے لوگوں کو فرمایا تم آگے نکل جاؤ۔ جب وہ دوڑ جا چکے تو فرمایا آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑوں، میں ساتھ دوڑی اور آپ سے دوڑ میں سبقت لے گئی۔ آپ خاموش رہے کافی دن گزرے مجھے وہ واقعہ بھول گیا اور میرا بدن بھاری ہو گیا اور گوشت چڑھ گیا۔ پھر ایک سفر میں ہمراہی کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے لوگوں کو فرمایا آگے نکل جاؤ۔ وہ آگے نکل گئے تو فرمایا آؤ مل کر دوڑیں۔ ہم مل کر دوڑے تو آپ مجھ سے سبقت لے گئے اور پھر ہنستے ہوئے فرمایا یہ اس دن کا بدل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور مزاح فرمایا۔ یاذا الاذنین۔ اے دو کانوں والے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بہلانے کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکالتے جب وہ زبان مبارک کی سُرخ دیکھتے تو ادھر راغب ہوتے اور اُسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مزاح اور خوش طبعی کرنے والا نہیں دیکھا۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مزاح کرتا ہوں مگر اس دوران بھی میری زبان حقیقت ترجمان سے حق ہی نکلتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ مجھے سواری کے لیے اونٹ عطا فرماؤ۔ آپ نے اس کو فرمایا ہم اونٹنی کے بچے پر تجھے سوار کریں گے اور وہ سواری کے لیے منیا کریں گے تو وہ چلانے لگا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کوئی ایسا اونٹ ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو جو بھی دیں گے وہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک بڑھیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور کسی چیز کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا اور ساتھ ہی بطور مزاح فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور

اس عورت نے زار و قطار رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ واپس ہوئے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ عورت اس وقت سے رو رہی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا ہاں ہاں کوئی بڑھیا بڑھا پے کی حالت میں جنت کے اندر داخل نہیں ہوگی بلکہ ان کو جوان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اِنَّا اَنشَاْ لَہُمْ اَنۡشَاً جَعَلْنٰہُنَّ اَبۡکَارًا عِزًّا اَتَرَبَاۤءُ اَدِیۡۃٌ ہِمۡ اَنۡ کُوۡزِ سُرُوۡبٍ اِذَا کَرِیۡسَ کَے اور اٹھائیں گے خوب اٹھاناپس کریں گے ان کو یا کرہ اور نوخیز ناز و انداز والی اور اصحاب یمن کے لیے ہم عمر اور حالانکہ وہ بوڑھی تھیں جن کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا اور مواد غلیظ آنکھوں میں مجتمع ہو جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ابوعمیرہ کو غناک پایا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا ابوعمیرہ علیین و حنین کیوں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا اس کا پرندہ بغیر (جس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا) مر گیا ہے تو آپ نے روئے سخن اس کی طرف پھرتے ہوئے فرمایا۔ یا ابا عمیرہ ما فعل النغیر، اے ابوعمیرہ بغیر کا کیا ہوا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش گفتار اور خوش طبعی فرمانے والے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو مزاجیہ ہوتا تھا۔ عہ

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافی مزاج اور خوش طبعی فرماتے اور فرماتے کہ اللہ رب العزت صحیح اور درست مزاج کرنے والے پر مواخذہ نہیں فرماتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں میں جو کچھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُننا تھا اس کو پیر و قلم کر لیتا اور صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتا تاکہ محفوظ رہے مجھے قریش نے اس سے منع کیا اور کہا تو جو کچھ سنتا ہے لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حالت غضب اور ناراضگی میں ہوتے ہیں (اور کبھی مزاج و خوش طبعی فرماتے ہیں) میں نے اُن کے کہنے پر لکھنا ترک کر دیا اور سید الانبیاء صلی اللہ

عہ اگر اس طرح — خوش طبعی مزاج اقدس میں نہ ہوتی تو خدا و جہیت اور رعب و دہبہ اور شان و شکوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل ہر وقت لرزتے رہتے اور زہرہ گداز رہتے لہذا یہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ان پر خصوص کرم تھا کہ آپ اس انداز سے ان کے ساتھ پیش آتے تاکہ ان پر ہر وقت مرحوبیت کا عالم طاری نہ رہے۔

علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا لکھو اور ضرور لکھو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے منہ مبارک سے ہر وقت حق ہی صادر ہوتا ہے خواہ جمالی حالت ہو یا جلالی۔

خوات بن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انظران میں قیام پذیر ہوا خیمہ سے باہر نکلا تو چند عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں میں ان کی گفتگو وغیرہ سے بہت متاثر ہوا۔ واپس خیمہ میں آیا میں چادروں کا جوڑا نکالا ایک کو تہ بند بنایا۔ دوسری کو اوپر اوڑھا اور پھر ان کے پاس باتوں کے چمکائیں جا بیٹھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو مجھے ان کے پاس بیٹھا دیکھ کر فرمایا اے ابو عبد اللہ تو ان کے پاس کیوں بیٹھا ہے؟ میں آپ سے خوفزدہ ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا اونٹ وحشی ہے اور بھاگ جانے والا ہے اس کے لیے قید و بند یعنی رستائلاش کر رہا ہوں تاکہ باندھنے کی صورت نکل سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور میں آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے اوپر والی چادر اتار کر رکھی اور پیلو کے درختوں میں قضاے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ استنجا اور وضو فرمایا پھر واپس تشریف لائے تو فرمایا۔

اے ابو عبد اللہ تیرے اونٹ کی وحشت و نفرت اور بھاگ نکلنے والی خصلت بد کا کیا ہوا؟ خوات کہتے ہیں میں جلد از جلد مدینہ منورہ پہنچا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری (مشرندگی کی وجہ سے) ترک کر دی رجب کا فی دن گذر گئے تو میں نے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے خلوت تنہائی کی ایک ساعت مقرر کر لی تاکہ میں اکیلا نماز ادا کر سکوں۔ ایک دن میں مسجد میں نماز ادا کرنے حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے گھروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے اگر نماز پڑھنی شروع فرمائی اور دو رکعت ادا فرمائیں مگر مختصر انداز میں اور میں نے دیدہ و دانستہ نماز کو طویل کر دیا تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ نے بھی میرے ارادہ کو بھانپ لیا اور فرمایا اے ابو عبد اللہ نماز جتنی بھی کرنی ہے کر لے اٹھ کر جانے والا میں بھی نہیں ہوں جب تک تیری نماز ختم نہ ہو لے اور سلام نہ پھر لے۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ بخدا آج میں ضرور بالفرد آپ کی بارگاہ میں معذرت کروں گا اور آپ کا دل ٹھنڈا کر دوں گا۔ نماز سے فارغ ہوا سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا السلام علیک یا ابا عبد اللہ تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا تو میں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کی سرکشی اور وحشت اس دن سے ختم ہو گئی ہے جس دن سے تمہارے دامن میں پناہ لے لی ہے اور شرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں۔ تو آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا رحمک اللہ پھر اس کے بعد آپ نے کبھی بھی مجھے وہ بات یاد نہ دلائی۔



# ابواب آداب وسیرت مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

## باب اول

طہارت کے لیے ہاتھوں کا استعمال

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ مبارک طہارت اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ مبارک بیت الجلاء میں جانے کے وقت اور استنجا کے وقت استعمال فرماتے۔

## دوسرا باب

چھینکنے کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز مبارک پست رکھتے اور چھینک آنے سے پہلے ہی جب اس کی آمد کا احساس ہوتا تو کپڑے سے اپنے منہ مبارک کو ڈھانپ لیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو چہرہ اور ڈھانپ لیتے اور اس کی آواز کو مقدور بھر کم رکھنے کی سعی فرماتے۔

## تیسرا باب

آغیز کا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

جب کوئی شئی لیتے تو دائیں ہاتھ سے اور عطا فرماتے تو دائیں ہاتھ سے اور ہر عزت و عظمت والے کام اور فعل خیر کا آغاز دائیں جانب سے فرماتے۔

## چوتھا باب بیٹھنے کی کیفیت

قیلہ بنت مخمر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا جیسے قرضاء یعنی سیٹ مبارک رانوں سے چٹا کر سر اقدس کو جھکائے ہوئے۔ فرماتی ہیں میں نے جب آپ کو اس حالت خشوع و خضوع میں دیکھا تو میں خوف و خشیت سے لرزہ بر اندام ہو گئی اور کانپنے لگ گئی۔

## پانچواں باب بیٹھنے کے انداز

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تو تھکان دور کرنے کے لیے احتیاء والی صورت اختیار فرما لیتے یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے دونوں ہاتھ مبارک پنڈلیوں پر جمع کر کے ان کا سہارا لے کر بیٹھے جس طرح بعض لوگ دستار یا اور کوئی کپڑا کمر اور پنڈلیوں کے گرد لپیٹ کر اس کا سہارا لے کر بیٹھتے ہیں۔

## چھٹا باب سہارے سے بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب

کہ آپ ایک تکیہ کو بائیں جانب رکھ کر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

## ساتواں باب

### گدی اور پیٹھ کے بل لیٹنا

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے راوی ہیں کہ انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد شریف میں پیٹھ مبارک اور گدی کے بل لیٹے دیکھا اور آپ نے ایک پاؤں مبارک کو دوسرے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا تھا یعنی ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے کو گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔ ف

## آٹھواں باب

### کیفیت تکلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطاب و کلام عموماً ہر جملہ تین مرتبہ دہرائے (تاکہ سامعین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے)۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو ہر کلمہ کو تین مرتبہ بیان فرماتے اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے یعنی طلب اذن کے لیے۔ داخل ہونے کے بعد اور رخصت ہوتے وقت مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سلام فرمانے پر اندر آنے کی اجازت نہ ملتی تو دوبارہ سلام فرماتے پھر بھی اجازت نہ پاتے تو تیسری بار سلام فرماتے اور اس کے بعد اذن نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے۔  
ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مانند تیزی اور

ف۔ اس طرح لیٹنے سے آپ نے منع بھی فرمایا ہے جب کہ کشف ستراؤں شرم گاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہوا اور بیان جواز کے لیے خود اس پر



روانی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ اس طرح کلام فرماتے کہ ہر کلمہ الگ الگ ہوتا اور سننے والا اس کو اچھی طرح ضبط اور یاد رکھ سکتا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ سید بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامعین میں سے کوئی شخص اگر آپ کی جملہ باتوں اور کلمات طیبات کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حبیب خدا علیہ التقیۃ والثناء کے طریقہ گفتار اور انداز کلام کی خبر دو تو انہوں نے فرمایا آپ بلا مقصد ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا سکوت اور خاموشی طویل ہوتی۔ آپ کا آغاز کلام اور اس کا اختتام منہ مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی اور مخارج پر زبان کا اعتماد پوری طرح ہوتا اور آپ کا کلام مبارک جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کے سمندر ایک ایک کلمہ میں سمٹے ہوئے۔ نیز کلمات میں باہمی مناسبت فاصلہ ہوتا تھا کہ سامعین اچھی طرح سن سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں، نہ الفاظ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگی مقصد میں قاصر (بلکہ حق بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔

حضرت ام مہد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرہ اقدس سے وقار و عظمت اور جلال و ہیبت جھلکتی اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پروئے ہوئے موتیوں کا ہار سے جو نیچے ڈھلک رہا ہے اور کلام و گفتگو میں شہد کا سامٹھاس نہ کلام اتنا قلیل اور مختصر کہ مطلب کی ادائیگی مشکل ہو اور فہم مقصود میں غل اور نہ اتنا طویل کہ غنیر ضروری کلمات پر مشتمل ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو سامنے کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔

ف اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ  
میں تیار تیرے کلام پر لیوں تو کس کو زبان نہیں  
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تكلم رقى كالنور يخرج من بين ثناياه ع

## نوال باب

### دورانِ تکلم دستِ اقدس کی کیفیت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اشارہ فرماتے تو ساری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے اور جب تعجب کا اظہار فرماتے تو کف دست کو اٹھاتے اور باطنی حصہ اپنے منہ مبارک کی جانب پھرتے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا باطنی حصہ مارتے اور جب حالتِ جلال میں ہوتے تو منہ مبارک پھیر لیتے۔

## دسوال باب

### منبر شریف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف کس لکڑی سے بنا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا غور سے سنو بخدا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کس کا بنایا ہوا ہے اور کس دن بنایا گیا اور جس دن سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم نور ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ وہاں اقدس سے نکلتا ہوا نورِ امر محسوس تھا جو آنکھوں سے دیکھا جاتا تھا اور بشریت کا حجاب و نقاب حالتِ تکلم میں الگ ہوتا تو اس کا مشاہدہ ہو جاتا اس سے بشریت کا اس نورِ مجسم پر محض حجاب و نقاب ہونا بھی واضح ہو گیا اور یہی اکابرینِ ملت کا عقیدہ ہے شیخ اجل محدث دہلوی فرماتے ہیں۔  
وہ صلی اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بود سے پہلے کس را مجال نظر و ادراک حق دے ممکن نہ بود سے۔ مدارج النبوت جلد اول ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲۔ ہمیشہ جو ہر سے نوری بود کہ انتقال کرد در اصلاہ آباد و ارجام امہات تا انتقال بصلب عبد اللہ و آمنہ سلام اللہ علیہم اجمعین۔



اس پر تشریف فرما ہوئے تھے میں نے اُس دن آپ کا شرف دیدار بھی حاصل کیا تھا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ عورت کی طرف آدمی بھیجا جس کا ایک غلام بڑھئی تھا وہ لکڑی  
کا کام کرتا تھا اور فرمایا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے چند لکڑیوں کو جوڑ کر منبر بنا دے تاکہ بوقت خطاب  
اور تبلیغ اس پر بیٹھوں۔

اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غابہ (جگہ کا نام ہے جہاں درخت عام تھے) کی طرف گیا اور اُس  
درخت کو کاٹا جس کو طرفاد کہا جاتا ہے اور تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا۔ چنانچہ اس انصاریہ عورت نے تیار  
ہونے کے بعد وہ منبر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُس کو اس جگہ رکھوایا جس میں اب تم دیکھ رہے  
ہو اور وہ پہلا دن تھا جس دن آپ اس پر تشریف فرما ہوئے (اور خطاب فرمایا جب نماز ادا کرنے کا وقت آیا  
تو آپ نے منبر تشریف پر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ فرمائی پھر رکوع بھی وہیں فرمایا اور سجدہ کرنے کے لیے آپ لٹے  
پاؤں چل کر منبر سے اترے اور زمین پر سجدہ فرمایا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ منبر پر قیام  
فرما ہوئے اور تمام رکعات میں یہی طریقہ اختیار فرمایا حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا اے لوگو! میں  
نے آج یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ تم عملی طور پر بھی مجھ سے نماز کا طریقہ سیکھ لو میری نماز کی حالت و  
کیفیت عین حالت نماز میں دیکھو اور میری اقتدا کرو (کیونکہ زبانی اور عملی دونوں طرح پر تعلیم دینا زیادہ موثر  
ہوتا ہے اور موجب ضبط و حفظ)

## گیارہواں باب

### فصاحت و بلاغت

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ  
میری تادیب و تربیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور خوب تادیب و تربیت فرمائی ہے۔  
میں نے بنی سعد جیسے فصیح و بلیغ قبیلہ میں پُرورش پائی اور میں جوامع الکلم معبوث ہوا۔  
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ  
ہم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں حالانکہ آپ تعلیم و تربیت کے لیے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے آپ  
نے فرمایا کہ بنی اسماعیل کی زبان اور لغت مٹ چکی تھی حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس وہی زبان اور



نعت لے آئے اور میں نے اس کو محفوظ کر لیا اور ضبط کر لیا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فصیح ترین لوگوں میں سے تھے۔ آپ کلام فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل زبان کو پتہ نہ چلتا کہ اس کا مقصد کیا ہے جب تک کہ آپ خود اس کی خبر نہ دیتے اور وضاحت نہ فرماتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرب کے فصحاء و ملنا سے کوئی ایسا انوکھا اور نیا حکم نہیں سنا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہ سنا ہو۔ اور میں نے آپ کو طبعی موت مرنے کی ترجمانی ان الفاظ (مات حتف الفدا) کے ساتھ کرتے ہوئے سنا حالانکہ کسی اور فصیح و بلیغ سے اس مفہوم کی ادائیگی ایسے حین انداز سے سننے میں نہیں آئی۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کلام سر اسر حکمت ہے اور عین فصاحت آپ کے کلمات جامع کے بحر تپید کنار سے چند نادرجہ اسر ملاحظہ ہوں۔

- ۱۔ ایا کد و خضراء الدمن۔ اپنے آپ کو کوڑا کرکٹ اور غلاظتوں کے ڈھیروں پر اگنے والے پودوں سے دور رکھو جن کا ظاہر تو دلفریب ہے مگر اصل اور ضمیر انتہائی رومی اور باطن قابل نفرت۔
- ۲۔ ان مما ینبت الربیع لما یقتل حبطاً او یسلم۔ موسم بہار جن چیزوں کو ختم دیتا ہے ان میں بعض ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کھانے والے کو (بطاہر لذیذ اور دلکش معلوم ہوتی ہیں) اور وہ کم میں مبتلا کر کے ہلاکت کر دیتی ہیں اور یا ہلاکت کے کنارے پہنچا دیتی ہیں۔

۳۔ لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین۔ کامل ایماندار ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔

۴۔ الناس کاسنان المشط۔ لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں۔

۵۔ والمرء کثیر یاخیه۔ تنہا آدمی اپنے بھائی سے مل کر جماعت بن جاتا ہے۔

سرور انبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انصار کے حرص و آرزو سے دور ہونے سے فرشتی

اوجان نشاری کے خدایات سے بھرپور ہونے پر داد دینے کے انداز میں فرمایا۔

۶۔ انکم لتقلون عند الطمع وتکثرون عند الفزع۔ تم طمع کے وقت گنتی و شمار میں کم ہوتے ہو۔

اور میدان حرب و قتال میں بہت کثیر التعداد۔

خیر المال مہرۃ ما ذرۃ ادسکۃ ما ذرۃ۔ بہترین مال نفیس ترین بکھیرا ہے اور یا تا میر اور پیوند کاری

کیے ہوئے کھجور کے خوشوں میں سے ایک خوشہ۔

- غفلت آنکھوں کو دیکھنے والی (اور عبرت پکڑنے والی ہے)
- ۹۔ من بظاہر عملہ لہو لیسر ع بنہ نسبہ۔ جس کے عمل نے اس کو سست رو بنا دیا ہے اس کا نسب اسے تیز رو اور گامزن نہیں بناسکتا۔
- ۱۰۔ جبکہ الشیئی یعنی دلیلو۔ تیرا کسی شئی سے غایت درجہ محبت کرنا تجھے اس کے عیوب دیکھنے سے اندھا کر دے گا اور نقائص سننے سے بہرہ۔
- ۱۱۔ کل الصيد فی جوت الفراء۔ جملہ صید اور شکار حمار وحش کے پیٹ میں ہیں یعنی یہ اکیلا سب شکار ول پر بھاری ہے۔
- ۱۲۔ القناعة مال لا ینفد۔ قناعت غیر فانی دولت ہے اور ناقابل نقاد و زوال۔
- اور اس قسم کے جو اہر پارے حد و شمار سے باہر ہیں اور کتب احادیث و سیران سے بھر لو پر ہیں۔

## بارہواں باب

### فارسی کلمات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو غزوہ خندق کے موقع پر فرمایا۔ اٹھو جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ فقد صنع لکم جابر سوراً۔

ابو العباس ثعلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کلمہ زبان اقدس پر جاری فرمایا کیونکہ سور فارسی میں دعوت کے کھانے پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

مجاہد علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور میرے پیٹ میں درد تھا۔ تو فرمایا۔ اشتکیت درد اشتکیت درد۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ نماز ادا کرو کیونکہ وہ ہر مرض کی دوا ہے اور ہر تکلیف میں موجب شفا ہے۔

علامہ ابن الجوزی مؤلف کتاب فرماتے ہیں یہ حدیث علما نقل کے نزدیک پایہ صحت تک نہیں پہنچی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فارس سے تعلق نہیں رکھتے تھے (کہ ان کے ساتھ فارسی

کلمات استعمال کیے جاتے البتہ حضرت مجاہد فارس سے تعلق رکھتے تھے لہذا یہ کلمات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کلام کرتے وقت استعمال کیے تھے اور جس نے اس کو مرفوع کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کی ہے تو وہ وہم کا شکار ہوا ہے۔ اس روایت کو ابراہیم بن البراء نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ارشاد فرمایا۔ لیکن ابراہیم ثقات کی طرف نسبت کر کے موضوع روایات نقل کرتا ہے لہذا اس کا اعتبار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

## تیرھواں باب

### استعمال شعر

حضرت برادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کے موقع پر مٹی خندق سے منتقل کرتے ہوئے دیکھا۔ گرد و غبار نے آپ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو ڈھانپ لیا تھا اور آپ کی زبان اقدس پر حضرت عامر بن کوثر رضی اللہ عنہ کے ایہ اشعار تھے ع

اللہم لا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر تیری ہدایت اور رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو ہم نہ کبھی راہِ راست پاسکتے اور نہ صدقات اور نماز ادا کرتے۔

فانزلن مسکینۃ علینا وثبتت الاقدام ان لا قینا

پس ہم پر مسکینت نازل فرما جو ہمارے لیے موجب تسکین بنے اور دشمنوں سے ٹھہیر ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

والمشرکون قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

مشرکین نے ہم پر بغاوت و سرکشی کی۔ ہے اور جب وہ ہمیں فتنوں میں ڈال کر دینِ حق سے برگشتہ کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہیں تو ہم ان کی خواہشات فاسدہ پوری کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خنین کے موقع پر فرمایا (جب کہ آپ آگے بڑھ کر حملہ فرما رہے تھے)۔



انا النبی لا کذب - انا ابن عبد المطلب  
میں برحق نبی ہوں اور میرا دعویٰ نبوت کذب و غلط بیانی پر مبنی نہیں ہے اور میں عبد المطلب  
جیسے نامور اور بہادر اور دلیر کا نحت جگر اور نور نظر ہوں۔  
حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک پر  
پتھر لگا اور خون آلود ہو گئی تو آپ نے فرمایا ہے

هل انت الا اصبع دمیت و فی سبیل اللہ ما لقیئت

تو فقط ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی ہے (اور میں تو ساری جان بمع جسم قربان کرنے کو  
تیار ہوں اور گھبراہٹ و پریشانی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ) تجھے جو تکلیف پہنچی ہے۔ وہ  
اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی تو پہنچی ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موقع کی  
مناسبت سے اشعار بطور ضرب المثل زبان اقدس پر جاری فرماتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں عبد اللہ بن  
رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار زبان اقدس پر جاری فرماتے اور ان کے قول سے یا تبت بالانخبار من لہ  
تزدید کو بالعموم پڑھتے یعنی تجھے خبریں وہ شخص لا کر دے گا جس کو تو نے یہ زاد اور ذخیرہ مہیا نہیں کیا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کلمات کسی بھی  
شاعر کی زبان پر کسی بھی وقت جاری ہوئے ان تمام سے زیادہ سچا اور واقع کے مطابق بید کا یہ قول ہے  
الاکل شئی ما خلا اللہ باطل (دکل نذیر لا محالة زائل)

غور سے سنو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا پذیر ہے (اور تمام تر نعمتیں بہر حال زائل ہونے والی  
ہیں) اور امیر بن ابی الصلت اگرچہ خود مشرف باسلام نہیں ہوا مگر اس کے شعر قریب ہے کہ شرف اسلام سے  
مشرف ہوں یعنی مطالب و مفاہیم کے لحاظ سے وہ نظریہ اسلام کے قریب تر ہیں۔

## چودھواں باب

### سماعت اشعار

عمر بن شریک اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

پیچھے سواری پر بٹھایا اور دریافت فرمایا کہ تجھے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کوئی شعر یاد ہے تو میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا سنائیے تو میں نے سو شعر آپ کو سنائے۔  
حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے۔

بلغنا السماء مجدنا وجدودنا  
وانا لنرجو فوق ذالك مظهر  
ہم اپنی مجد اور بزرگی کے لحاظ سے آسمان تک جا پہنچے اور ہم اس سے اوپر جائے ظہور کی امید رکھتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابولہیٰ وہ منظر اور جائے ظہور کون سی ہے اور کہاں ہے؟ تو میں نے عرض کیا جنت! فرمایا ہاں انشاء اللہ پھر میں نے کہا اے  
ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ  
اور نہیں ہے کوئی بھلائی علم و حوصلہ میں جبکہ اس کے ساتھ ایسی تیز و ہارتلواریں نہ ہوں جو اس کے زلال کو ٹپھٹ اور مکدر ہونے سے نہ بچائیں۔

حلم اذا ادراد الامر اصدا  
اور جہل اور حماقت میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے جبکہ ایسا علم اور حوصلہ مند موجود نہ ہو جو شر و فساد کا رخ خیر اور صلاح کی طرف نہ موڑ دے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اور اس کو شکست و ریخت سے محفوظ فرمائے۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ کعب بن زہیر نہایت تبدیل کر کے اور اپنے آپ کو چھپا کر حاضر ہوا۔ جب کہ اس کو اطلاع ملی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں وعید اور تنہید فرمائی ہے۔ پہلے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کعب بن زہیر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور انہوں نے اپنی دستار سے اپنے منہ کو ڈھانپا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یہ شخص آپ کے ساتھ بیعت اسلام و ایمان کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا اور اس کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ تب کعب نے دستار کو منہ سے ہٹایا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ تمہارے دامن عفو و کرم میں پناہ پکڑنے والوں کی جگہ ہے میں کعب بن زہیر ہوں (سابقہ



علیوں سے تائب ہو کر شرف اسلام حاصل کر چکا ہوں اور سایہ کرم میں پناہ حاصل کر چکا ہوں، انصار ہجوم کر کے آگئے اور اس کو سخت سخت کہا کیونکہ وہ قبل از اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتا تھا مگر قریش (مہاجرین) نے اس کے ساتھ نرم گفتار اور حسن سلوک سے کام لیا اور اس کے اسلام لانے کو پسند کیا اور نگاہِ عزت و قدر کے ساتھ دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان دے دی تو انہوں نے آپ کو اپنے مدحیہ اشعار سنائے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی تھی اور یہ مجموعہ قصیدہ بانٹ سعاد کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس کا مطلع اس تشبیب سے شروع ہوتا ہے۔

بانٹ سعاد فقلبی الیوم متبول متیم عندھا لم یثیف مکبول  
میری محبوبہ سعاد جدا ہو گئی ہے لہذا میرا دل آج کے دن فساد اور اک و علم میں مبتلا ہے وہ اسی کے ہاں مرضِ عشق کا شکار ہے اور اس کے ہاں قیدی جس کو نہ مرضِ عشق سے شفا ملی ہے اور نہ قیدی ہی سے رہائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے زرخیز صرت کر کے حاصل کیا اور بقول ابان یہ وہی چادر مبارک تھی جس کو بعد میں خلفاء عیدین کے موقع پر اوڑھتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لوگوں نے اشعار سنائے جن میں حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت حسانؓ، حضرت عمارؓ اور اسد بن زہیمؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے حضرات شامل ہیں جن کو میں نے کتاب الاشعار میں ذکر کیا ہے۔

## پندرہواں باب

### طرز اور کیفیتِ رفتار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی شے پر ٹیک لگا کر اور سہارے کر چل رہے ہوں یعنی آگے کی طرف میلان دیکھ کر۔



لقیط بن صبرہ اپنے باپ حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتے تھے مگر ہم نے آپ کو حضرت صدیقہ کے ہاں موجود نہ پایا۔ بھوڑی دیر گزری تو آپ تشریف لے آئے اور چلنے کا انداز یوں تھا کہ پاؤں زمین پر سے پوری قوت کے ساتھ اٹھاتے اور اوپر والا حصہ بدن آگے کی طرف مائل محسوس ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدل چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں اور میں نے حسن رفتار کے ساتھ حسن جسامت اقدس اور جمال سراپا کا مشاہدہ کیا تو یقین ہوا کہ آپ جیسا حسین پہلے کبھی دیکھا ہے اور نہ پھر کبھی دیکھا جاسکتا ہے۔ لہذا قبلہ ولا بعدہ مثله صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں اور جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورا بدن اقدس ہی ادھر پھیر لیتے (محض منہ مبارک اور آنکھوں کو ادھر ادھر نہیں پھیرتے تھے) آپ کی نظرس بالعموم نیچی رہتیں اور آسمان کی طرف اٹھنے کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں آپ کے دیکھنے کا انداز بالعموم ملاحظہ ہوتا یعنی کنکھیوں سے دیکھنا۔

خود پیچھے چلتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوتا اور جو شخص بھی آپ سے ملاقات کرتا تو آپ اس کو پہلے سلام دیتے اور اس کے سلام کا انتظار نہ فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا۔ آپ کے ساتھ پیدل چلتا تو آپ مجھ سے نبقت لے جاتے اور جب دوڑتا تو بھی آگے بڑھ جاتے (گویا کہ نہ چلتے بنتی اور نہ دوڑتے) میں نے دل میں سوچا اور اندازہ لگایا کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور مسافروں کی طولانی سکرط جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفتار میں تیز کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو ساتھ رکھنے کے لیے

عہ جس کو صوفیہ کرام طئی مکان سے تعبیر فرماتے ہیں، یہ رفتار تو عادت کے مطابق تھی اور خرقا عادت کے طور پر چلے تو جبریل و رفوف بھی ساتھ نہ دے سکے اور نہ ارواح انبیاء

مشقت میں ڈالتے اور سخت جدوجہد کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قسم کی مشقت نہ اٹھاتے اور نہ طبیعت اقدس پر کوئی گرائی اور کلفت محسوس ہوتی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں پر پاؤں رکھے جارہے ہوں یعنی کوئی آپ کے آنا قریب چل رہا ہو سبھی لوگ ساتھ دینے سے قاصر رہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر نکلتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے آگے چلتے اور آپ کی پشت مبارک کو ملائحک کے لیے چھوڑ دیتے تاکہ وہ بلا روک ٹوک آپ کے پیچھے چل سکیں اور ازدحام خلق سے انہیں تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک موقع پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا اور اپنے طور پر یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ آپ اسے پسند یا ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ نے مجھے ہاتھ مبارک سے پکڑا اور اپنے برابر کر لیا تو میں نے جان لیا کہ آپ پیچھے چلنے کو پسند نہیں فرماتے۔

## سولہواں باب

### شان تبسم

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قوت سے ہنستے نہیں دیکھا تاکہ میں آپ کے لموات (حلق میں ٹکے ہوئے گوشت پارہ) کو دیکھ سکوں آپ کا ہنسنا بالعموم تبسم کی صورت میں ہوتا۔ (افزہ البخاری والمسلم)

حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے تھے تاکہ ہیبت خدا واد سے ہر وقت صحابہ مرعوب ہی نہ رہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈاڑھیں مبارکہ نمایاں ہو گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحک فرمایا حتیٰ کہ اگلی

ڈاڑھیں مبارکہ نمودار ہو گئیں عہ

حضرت حصین بن زید کلبی فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی زور سے ہنستے نہیں دیکھا بلکہ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا آپ کا سارا منہ تبسم ہی ہوتا تھا۔ اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار اور تروتازہ اور انتہائی سفید اور شفاف نظر آتے۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے آیا اس نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں بیٹھے تھے جن میں نیمان بھی موجود تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نیمان کو فرمایا تیرے لیے افسوس ہے (تو کس طرح آرام سے بیٹھا ہے) اس اعرابی کی اونٹنی کتنی فریختی اور ہمیں گوشت کھانے کا بہت ہی اشتیاق ہے اگر تو اسے ذبح کر دیتا (تو کتنا اچھا ہوتا) اور اگر تو اس کو ذبح کر دے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نادان ادا کر دیں گے اور گوشت بھی کھالیں گے۔ حضرت نیمان نے کہا اگر میں ذبح کر دوں تو تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو گے اور آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔

حضرت نیمان اٹھے نیزہ اس کے سینہ کے قریب حلقوم میں مارا اور وہاں سے چل دیے۔ راستہ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے گڑھا کھود رکھا ہے اور اس سے کچھ مٹی باہر نکال دی ہے تو انہوں نے کہا اے مقداد مجھے اس گڑھے میں چھپا دے اور اوپر کوئی شئی دے دے اور کسی کو میرے متعلق ہرگز نہ بتلانا کیونکہ میں نے ایک سنگین غلطی کی ہے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

اعرابی نے اپنی اونٹنی کو دیکھا تو وہ ذبح ہو چکی تھی وہ چلایا اور شور و غل مچایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ حاضرین مجلس نے عرض کیا نیمان نے! آپ نے دریافت فرمایا وہ کدھر ہے؟ انہوں نے کہا اس سمت گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف چلے اور

عہ بالعموم تبسم فرماتے اور بعض اوقات ہنسی بھی نیز بعض نے صرف حالت تبسم کا مشاہدہ فرمایا اور بعض نے حالت ضحک کا بھی لہذا روایات میں باہم کوئی منافات اور اختلاف نہیں ہے۔



آپ کے ساتھ حضرت حمزہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت مقداد تک پہنچے تو استفسار فرمایا کہ کیا تم نے نیمان کو دیکھا ہے؟ وہ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا ضرور بالضرور بتلاؤ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا میرے علم میں نہیں! اور ساتھ ہی گڑھے کی طرف اشارہ کر دیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدھر سے پر وہ ہٹایا اور فرمایا۔ اے عہد شکن اور غدیر پیشہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برا نگیختہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے یہ مشورہ حضرت حمزہ اور اُن کے ساتھیوں نے دیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو راضی فرمایا (اور اس کو اپنی طرف سے بدلہ عطا فرمایا) اور ان کو حکم دیا کہ اس مذبحہ اوثنی کو اپنے کام میں لاؤ تو انہوں نے اس کو کھالیا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیمان کے اس فعل و عمل کو یاد فرماتے تو منہں دیتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈالھیں آخر تک نمودار ہو جاتیں۔

حضرت جبریل بن عبد اللہ بخلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں جب سے مشرف بہ اسلام ہوا ہوں مجھے کبھی بھی آپ نے مجلس اقدس میں حاضری سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا تو بسم اور ضحک فرمایا۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس شخص کی حکایت بیان فرمائی جو سب سے آخر میں آگ سے نکالا جائے گا اور اس کو جنت میں داخل کر کے کہا جائے گا جنتی تجھے درکار ہے اتنی طلب کر لے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق جب مانگ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جنتی تو نے مانگی ہے وہ بھی تجھے دی جائے گی اور پوری دنیا کی وسعت سے میں دس گنا زاد بھی۔ تو وہ عرض کرے گا تسخر بی وانت الملك۔ اے اللہ تعالیٰ تو بادشاہ ہو کر اور احکم المامکین ہو کر میرے ساتھ تخر اور استخراد فرماتا ہے۔ (کہاں میں گنگار اور سب سے کمتر و کمتر اور کہاں اتنی عظیم عطا و بخشش) تو آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈالھیں مبارکہ بھی حاضرین مجلس پر نمایاں ہو گئیں۔

ان جملہ احادیث سے اور اُن کے علاوہ بہت سی احادیث سے بالعموم آپ کا بستم پر اکتفا فرمانا ثابت ہوتا ہے اور بہت کم ضحک فرمانا اور ہنسنا لیکن قہقہہ کے ساتھ ہنسنا قطعاً ثابت نہیں البتہ ایک روایت جو

سے باہم عہد و پیمان کے باوجود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بتلادیا اور حضرت مقداد نے بھی اشارہ کر کے ان کی بخاری کو ہی حالانکہ عہد شکنی تو درست نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایفاد عہد حق نیمان تھا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر صحیح صورت حال بتلانا حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جب حق رسول اور حق غیر میں تصادم لازم آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مقدم ہوتا ہے لہذا ان پر حقیقت حال عرض کرنا فرض واجب تھا اور نقاد و کتمان حرام و ناجائز فافہم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ان سب کے خلاف ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میرے پاس تین آدمی آئے جو ایک عورت سے پیدا ہونے والے لڑکے میں جھگڑا کرنے والے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس کے متعلق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میرا لڑکا ہے کیونکہ انہوں نے دور جاہلیت کی قبیاحت اور عادت فحیمہ کے مطابق اس کے ساتھ طہر واحد میں زنا کیا تھا تو میں نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جس کے نام قرعہ نکلا میں نے لڑکا اُس کے حوالے کیا اور اُسی کا بیٹا قرار دیا اور دوسرے دو آدمیوں کو دیت و خوشبہا کی دو تہائی عطا کر دی رجب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ صورت حال آپ سے عرض کی۔ آپ اس زور سے ہنسنے لگے کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک زور سے زمین پر مارا اور پھر فرمایا تم نے اُن کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمایا یا یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس فیصلہ کو پسند فرمایا ہے۔

لیکن یہ حدیث پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی اور اس میں راویوں کی جو جماعت ہے وہ بھی مجروح ہے اور قابل اعتراض اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپ بتم سے تجاوز فرماتے تھے (اؤ آپ کا ضحک اور ہنسنا بھی تبسم کے قریب ہوتا تھا کیونکہ اس میں کوئی خاص آواز نہ لگتی تھی)

## ستر ہواں باب

### پسندیدہ کلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بیماریوں میں تعدی ہے اور نہ بدنالی (موثر حقیقی مٹھن اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب اس کے قبضہ قدرت میں مغلوب و مقہور ہیں چہ جائیکہ جو اسباب بھی نہ ہوں ان کو موثر مستقل تسلیم کر لیا جائے جیسے کہ اہل جاہلیت کا زعم فاسد تھا) اور فرمایا کہ مجھے نیک فال اچھی لگتی ہے اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا فال کیا ہے؟ تو فرمایا اچھا کلمہ۔ یعنی سفر پر نکلتے وقت مثلاً کسی سے سالم و غانم کا لفظ سنا تو یہ نیک فال ہو گئی (آخر جہ الجہاد و المسلم)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقصد کے لیے گھر سے نکلتے تو آپ کو یہ بات پسند ہوتی کہ کسی کی زبانی یا دانش یا نیجیح سماعت فرمائیں یعنی اسے مقصود تک راہ پانے والے۔ اے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے والے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال اختیار فرماتے اور بُری فال نہ لیتے اور اچھے نام پسند فرماتے۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا اور پسندیدہ کلمہ میری زبان سے سنا جو آپ کو بھلا معلوم ہوا تو اس پر اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا۔ اخذنا نالک من نیک ہم نے تیری نیک فالی تیرے منہ اور تیری زبان سے وصول کر لی ہے۔

## اکٹھارھواں باب

### نا پسندیدہ نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام اپنا اور حسین ناموں سے تبدیل فرمادیتے۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

## انیسواں باب

### تحفے اور ہدیے

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کو شرف قبولیت بخشے اور اس پر جوابی طور پر انعام بھی عطا فرماتے اور اس سے بہتر تحفہ عطا فرماتے۔  
 ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں بخدا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مہینہ مہینہ اس حال میں گذرنا کہ ان کے ہاں روٹی نہیں کمپتی تھی۔ عرض کیا گیا اے ام المؤمنین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تناول فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پڑوسی انصار تھے اور ان کا کچھ دودھ ہوتا تھا وہ اس سے بارگاہِ نبوی میں ہدیہ بھیجا کرتے۔



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری طرف بھڑک کر بکری کے پاؤں کا گھٹنے سے نچلا حصّہ بھی ہدیہ کیا جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا اور اگر میری ایسے ہی گوشت کے ساتھ دعوت کی جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا یعنی اس ہدیہ اور دعوت کو اس کے معمولی ہونے کی بنا پر رد کر کے ہدیہ پیش کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کی دل شکنی نہیں کروں گا۔

## بیسواں باب

### مشاورت

ام المؤمنین حبیبہ حبیبہ خداحضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ مشورہ فرمانے والے تھے۔

## اکیسواں باب

### بوقت بارش آپ کا معمول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر بارش برسی اور ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

ف۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی تھا و شاوہم فی الامر ان کے ساتھ ہر معاملہ میں مشورہ کرو اور جب آپ کسی امر کا حکم کر لو تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کر گزرو۔ فاذا عنزمت فتوکل علی اللہ آپ کا مقصود اس مشاورت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمانا تھا اور مشورہ کی اہمیت بتانا کہ جس ذات اقدس کا براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور ہر وقت وحی نازل ہو رہی ہے وہ مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو دوسروں کے لیے بطریق اولیٰ مشورہ کرنا ضروری ہے۔ نیز جو لوگ اپنے آپ کو عقل کل سمجھ بیٹھے ہیں ان کے لیے سامان عبرت و نصیحت بھی مہیا کرنا مقصود تھا۔



آپ نے اپنے سر مبارک سے کپڑا ہٹا دیا حتیٰ کہ بارش کے قطرات سر اقدس پر پڑے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا تازہ شاہکار ہے اور اس کا تعلق رب کریم جل و علی کے ساتھ تازہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بارش نازل ہونے لگتی تو اپنے سروں سے کپڑے ہٹا دیتے (اور بارش کے قطرات اپنے سروں پر لیتے) اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ تازہ تازہ ہمارے رب تبارک و تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی ہے اور عظیم برکت کی مالک ہے۔

## بائیسواں باب

### مشکوٰۃ مجالس سے بچنا

حضرت صفیہ بنت جہی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب اقدس و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف فرماتے رہیں رات کے وقت زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئی ربات چیت کرنے کے بعد اٹھی اور گھر کو لوٹی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ اٹھے تاکہ مجھے مسجد کے دروازے تک پہنچائیں اور الوداع کریں۔ ان کا مسکن ان دنوں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے دار میں تھا (ہم دونوں مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے) کہ اس دوران دو انصاری جوان وہاں سے گزرے جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گزرے آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر پئے۔ یہ عورت جو میرے ساتھ کھڑی ہے یہ میری زوجہ صفیہ بنت جہی ہے۔ انہوں نے آپ کے اظہار برادرت پر ازراہ تعجب سبحان اللہ کہا یعنی کیا ہم آپ کے متعلق یہ گمان کر سکتے تھے کہ آپ نے نفی تممت اور اظہار برادرت کے لیے اس طرح فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا وشیئاً۔  
 بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور وسوسوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی اس طرح کی کوئی شے نہ ڈال دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی کا دیاں سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا اے غلام! یہ میری



بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کسی اور کے متعلق تو اس طرح کا خیال دل میں لاسکتا تھا مگر آپ کے متعلق تو قطعاً اس قسم کا خیال نہیں کر سکتا تھا (لہذا اظہارِ برادرت کے لیے یہ طریقہ اختیار فرماتے کی کیا ضرورت تھی) تو آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے (اور دوساوس میں مبتلا کر دیتا ہے) پہلی روایت بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے اور یہ آخری روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے۔

## تیسواں باب

### رضا اور نجفا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ انور یوں چمکتا دکھائی دیتا گویا وہ محیطِ قمر ہے اور اس کا دائرہ۔  
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے تو آپ کا چہرہ انور سرخ دکھائی دیتا۔  
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کا چہرہ اقدس بتا دیتا کہ یہ امر آپ کو پسند نہیں ہے۔  
حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور غم و غصہ نہت ہوتا تو آپ اپنی داڑھی مبارک کو زیادہ مس فرماتے۔

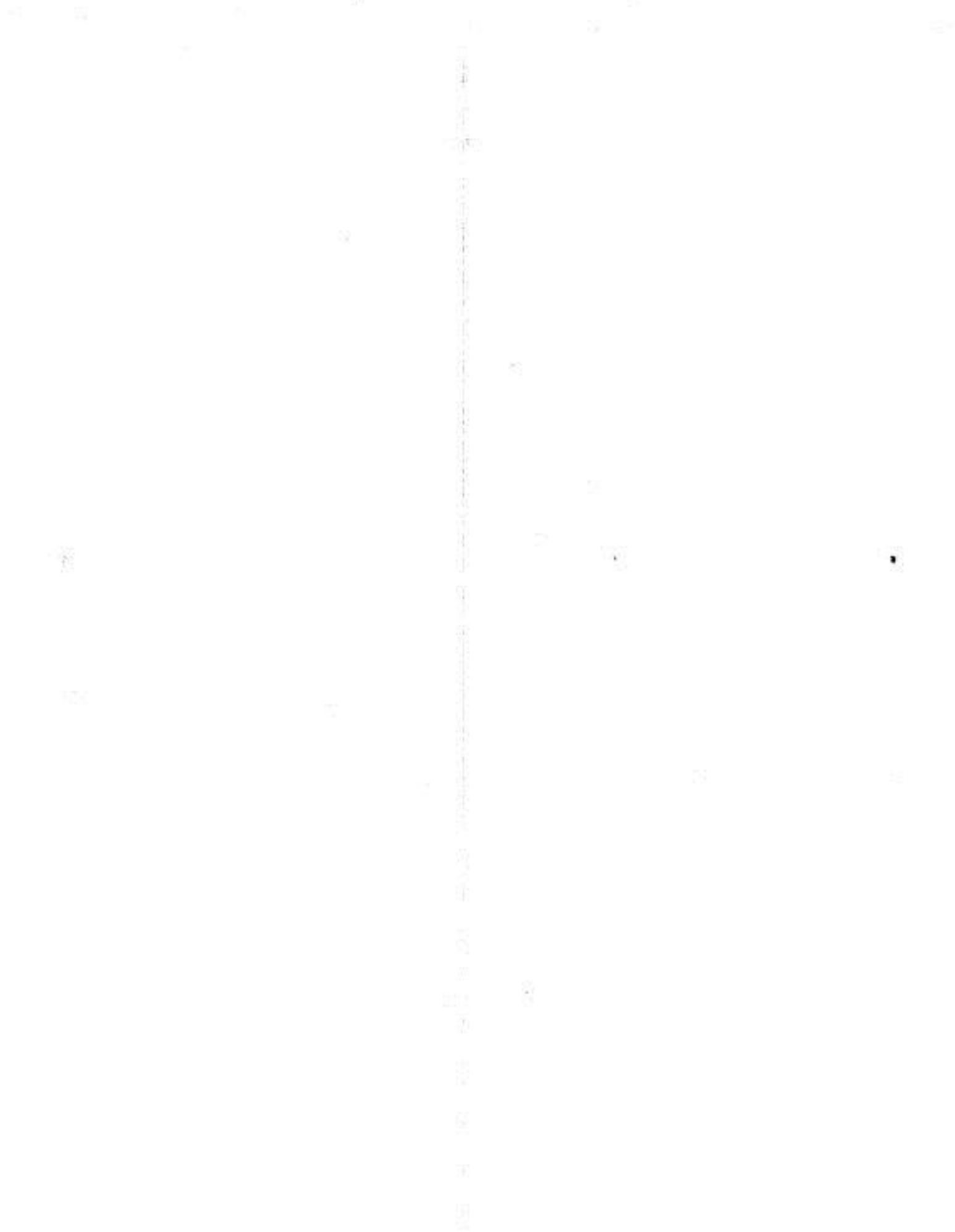
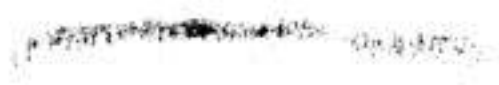
## چوبیسواں باب

### میل جول

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے دریافت

ف۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن ایک تھا اور چہرہ اقدس قلبی کیفیات کا مینہ دار تھا اور یہی صحیح قبح کی علامت ہے اور کامل ایمان دار کی اور جس میں حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصلت مبارک کی جھلک نظر نہیں آتی۔ اندر کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ تو گویا وہ عملی نفاق کا شکار ہے۔





کیا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف نکلتے اور ان سے ملتے تو آپ کا طرز عمل کیا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان اقدس کو صرف مقصد کی بات اور ضروری کلام میں استعمال فرماتے ورنہ خاموشی اختیار فرماتے رکھتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے الفت و محبت فرماتے اور ان کو متفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سردار اور رئیس کی عزت فرماتے اور اسی کو اس قوم پر بعد از اسلام امیر اور والی بناتے۔ عام لوگوں سے پر حذر رہتے اور الگ تھلگ مگر کسی کو اپنی خوش گفتاری اور خوش اخلاقی سے محروم نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے اور اپنے صحابہ کی خبر گیری فرماتے اور پریش اخوال۔ لوگوں سے ان کے درمیان دائرہ معاملات کے متعلق دریافت فرماتے۔ خوب اور درست امر کو درست قرار دیتے اور اس کی تائید و تقویت فرماتے اور غلط و قبیح امر کی قباحیت بیان فرماتے اور اس کا ابطال و ازالہ اور اس کے وہی و منصف واضح فرماتے۔ آپ کے معاملات میں اعتدال اور میانہ روی ہوتی اور افراط و تفریط والا اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ آپ تغافل شعاری کو اپنے قریب نہیں پھکنے دیتے تھے تاکہ کہیں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی غفلت کا شکار نہ ہو جائیں اور اس طرف میلان پیدا کر لیں۔

ہر قسم کی صورت حال سے نیٹنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ نہ حق میں کوتاہی اور تقصیر سے کام لیتے اور نہ ہی حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ آپ کے قریب رہتے تھے وہ سب سے افضل اور بہتر تھے اور ان میں سب سے افضل آپ کے نزدیک وہی تھا جس کی ہمدردی اور خلوص ہر ایک کے لیے عام تھا۔ ان سب میں سے آپ کے نزدیک عظیم مرتبت و منزلت کا مالک وہی تھا جو سب سے زیادہ ہمدردی و غمخواری اور لوگوں کے بوجھ اٹھانے میں حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا تھا۔ جب بھی آپ اٹھتے تو زبان اقدس پر ذکر خدا جاری ہوتا اور جب بھی کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو زبان اقدس ذکر باری تعالیٰ سے تروتازہ ہوتی اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس کی انتہا ہوتی وہاں ہی آخر میں بیٹھ جاتے اور میر مجلس بنتے اور صدر نشین ہونے کی کوشش نہ فرماتے اور اسی کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیتے۔ ہر ہمنشین کو اس کا حصہ و نصیب مرحمت فرماتے اور آپ کا ہمنشین کبھی یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ مجھ سے زیادہ بھی آپ کے ہاں کوئی عزت و کرامت والا ہے جو شخص آپ کی مجلس اقدس میں بیٹھتا یا کسی حاجت و مقصد کے لیے آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تو آپ اپنے آپ کو اس کی خاطر پابند بنائے رکھتے تا وقتیکہ وہ خود نہ لڑتا آپ اس کو چھوڑ کر نہیں جاتے تھے۔ جو شخص آپ سے سوال کرتا اور کوئی چیز مانگتا تو آپ سوال پورا فرماتے اور پھر لڑتے۔ یا انتہائی نرم انداز میں معذرت کے ساتھ رخصت فرماتے آپ کی فراخ دلی اور حسن خلق سب کو ذامن کرم و عنایت میں لیے ہوئے تھا حتیٰ کہ آپ سب کے باپ بن چکے تھے اور حق و انصاف میں سبھی اعلیٰ و ادنیٰ آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس مبارک علم و حیا اور صبر و امانت -



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جب کسی بھی ضرورت مند کو دیکھو تو اُسے یہاں لایا کرو۔ آپ کسی کے کلام کو قطع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ وہ حق سے تجاوز نہ کرتا اگر تجاوز کرتا تو اس کی بات کاٹتے اور اُسے ٹوکتے یا اٹھ کر چلے جاتے تاکہ خود بخود اس کو اپنے کلام کی قباحت و ناپسندیدگی معلوم ہو جائے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث اور روایت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عمر تک مخفی رکھا جب میں نے بیان کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہی حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے اس کو دریافت کر لیا تھا اور میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے جانے اور حرم سرا سے باہر قدم رنجہ فرما ہونے کی کیفیات کے متعلق بھی دریافت کر رکھا تھا۔

حضرت حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سرا اور دولنگہ میں تشریف فرما ہونے کے بعد اعمال و اشغال کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اوقات کے مین حصے فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے لیے، دوسرا حصہ اہل خانہ کے لیے اور تیسرا حصہ اپنے آرام و سکون اور ضروری امور کے لیے۔ پھر اپنے مخصوص حصہ کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان مشترک فرما دیتے لیکن صرف خواص اس وقت حاضری دیتے اور آپ خواص پر یہ اعتماد اور بھروسہ رکھتے کہ وہ میرے علوم اور تعلیمات کو عوام تک پہنچائیں گے اور آپ ان سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھتے تھے (جس کے بیان کرنے میں اُن کے لیے کسی طرح کا کوئی فائدہ ہوتا) جو دقت آپ نے اُمت کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ اس میں آپ کی سیرت مبارکہ اور عادت کریمہ یہ تھی کہ اہل فضل کو اُن کے فضل اور برتری کے مطابق ترجیح دیتے اور فوقیت دیتے کسی کی ایک ضرورت ہوتی۔ کسی کی دو حاجتیں ہوتیں اور کوئی بہت زیادہ حوائج لے کر حاضر ہوتا۔ آپ اُن کے ساتھ مشغول و مصروف رہتے اور انہیں بھی اُن امور میں مشغول و مصروف رکھتے جو اُن کے لیے موجب اصلاح و فلاح ہوتے۔ ان سے ضروریات و حاجات دریافت فرماتے پھر انہیں مناسب اور موزوں طریق کار کی اطلاع و خبر دیتے اور آپ فرماتے۔ یبلغ الشاهد الغائب۔ حاضرین کو چاہیے کہ جو غائب ہیں انہیں بھی ان احکام اور اُمر کی تبلیغ کریں۔ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک پیش کرنے سے قاصر ہے تم اس کی حاجت و غرض مجھے بتلاؤ کیونکہ جو شخص کسی بادشاہ اور حاکم وقت کو ایسے آدمی کی حاجت و ضرورت سے آگاہ کرتا ہے جو خود اپنی حاجت اور غرض پیش کرنے سے قاصر ہے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ ایسے لوگ ہماری مجلس میں داخل ہوتے ہیں۔ درانحالیکہ وہ قوم کے لیے حاجات و ضروریات کا انتظام و انصرام کرنے والے ہوتے ہیں اور جب تک علوم اسرار سے فیضیاب نہیں ہو لیتے اور ان کی اپنی ضروریات



رہنما بن کر نکلتے ہیں۔  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد و کریم  
تھے اور وسیع القلب اور حجت و دلیل میں سب سے زیادہ صادق۔ نرم پہلو اور نرم دل اور سب سے زیادہ اکرم  
باعتبار عشرت و قبیلہ کے۔ جو آپ کو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا اور جو شخص آپ کے ساتھ میل جول رکھتا اور جان  
پیمان پیدا کر لیتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا۔ جو شخص بھی ان کی تعریف و توصیف کرنے لگتا وہ اس اقرار و اعتراف  
کے بغیر مدح و ثنا کو ختم نہیں کرتا تھا۔

میں نے آپ سے قبل آپ کی مثل و نظیر دیکھی اور نہ ہی آپ کے بعد ۔

پچیسواں باب  
میدین و قسم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قسم یہ تھی۔  
لا وقلوب القلوب۔ صورت حال یوں نہیں ہے۔ مجھے دل میں انقلاب اور تبدیلی پیدا فرمانے والی  
ذات اقدس کی قسم ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الذی نفسی بیدہ  
لائمۃ الحوض اکثر من عدد نجوم السماء کواکبہا فی اللیلۃ المصطفیۃ۔ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے  
قبضہ قدرت میں میری جان ہے حوض کوثر کے جام اور پیالے آسمان کے ان نجوم و کواکب سے بھی زائد ہیں  
جو آندھی اور باد و باران وغیرہ سے خالی رات میں نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والشہادۃ کی قسم لاواستغفر اللہ تھی یعنی جو اندھی اور باد و باران وغیرہ سے حالی راتیں صغیراے ہیں۔  
 معاملہ ایسے نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

## چھبیسواں باب

### کلام بربرخواست مجلس

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان جمع ہوتے اور آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ مقدس کلمات جاری فرماتے۔  
سبحانک اللہم و بجمداک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حیات طیبہ ظاہرہ کے آخری ایام میں مجلس برخواست ہونے لگتی اور اٹھنے لگتے تو فرماتے۔ سبحانک اللہم و بجمداک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اب آپ ایسے کلمات و روزبان بناتے ہیں جو قبل ازیں نہیں سنتے تھے؛ آپ نے فرمایا یہ کلمات طیبات مجلس میں جو فرو گذاشت ہو جائے اس کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔

# ابواب زہد رسول ﷺ

## باب اول

### دنیا سے اعراض اور بے اتفاقی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوتے تو اس کے اثرات اور نشانات جسد اطہر پر نمایاں نظر آتے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ہمیں اطلاع دیتے تو ہم نرم ترین بھینسا آپ کے لیے بچھاتے تاکہ یہ تکلیف نہ ہوتی اور جسد اطہر چٹائی سے اس طرح متاثر نہ ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا تعلق اور اُسے مجھ سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی حالت یوں ہے جیسے ایک سوار نے سخت گرم دن کے اندر سفر کیا اور دوران سفر ایک درخت کے نیچے قیلوہ کیا پھر کوچ کر گیا اور درخت کو چھوڑ گیا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی وادی بظلم کو سونا بنا کر مجھ پر پیش کیا۔ میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب کریم! مجھے یہ سونا درکار نہیں ہے بلکہ میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور دوسرے دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ جب کھاؤں گا تو نند و نکر بجالاؤں گا اور جب خالی پیٹ ہوں گا تو تیری بارگاہ بے نیاز میں سرعجز و نیاز جھکاؤں گا۔ تفرع و ہزاری کروں گا۔ اور دعا کروں گا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے دو گدے اور بچھونے بنائے جن کے اندر کھجور کا جالی والا جھکا تھا اور خوشبو دار گھاس جو سر کنڈ لکی مانند ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا غرض اور دنیا کو مجھ سے کیا واسطہ و تعلق۔ میری اور دنیا کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے راہرو مسافر دوپہر کو آرام و سکون حاصل کرنے کے لیے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے لیٹتا ہے اور قیلوہ کرتا ہے جب سایہ

ف۔ یہ حالت و کیفیت صرف آپ کی نہیں بلکہ سبھی کی ہے مگر امام الانبیاء والا م صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو کے اور اپنا عمل ہمارے سامنے رکھ کر ہمیں سبق دیا ہے کہ اس سہرا کو منزل نہ سمجھ بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔



ڈھلتا ہے تو اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر اس طرف نہیں آتا۔

## دوسرا باب

### شانِ قناعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے۔ اللھم اجعل رزق آل محمد قوتاً۔ اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق محض قوت کی حد تک ہو جس سے رشتہ حیات برقرار رہے (یعنی ناز و نعم میں پروردہ لوگوں جیسے انواع و اقسام کے کھانوں سے دور رکھ، اخراج البخاری والمسلم۔  
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی رات کا کھانا صبح کے لیے بچا کر نہ رکھا اور نہ صبح کا رات کے لیے اور نہ ہی کوئی شے جوڑا جوڑا بناتے نہ دو کرتے نہ دو تھرا اور نہ ہی دو اوڑھنے والی چادریں اور نہ ہی دو جوتے اور نہ ہی کبھی گھر میں فارغ دیکھے گئے یا تو کسی مسکین کو جو تاسی کر دے رہے ہوتے یا بیوہ اور بے آسرا عورتوں کو کپڑے سی کر دے رہے ہوتے۔

## تیسرا باب

### اشیاء کا ذخیرہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آنے والے اوقات دایام کے لیے ذخیرہ نہیں کیا کرتے تھے (بلکہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت و رب العالمین پر مکمل اعتماد اور بھروسہ فرماتے اور یہ یقین رکھتے کہ جو کل کا دن لائے گا وہ کل کی روزی بھی ساتھ ہی لائے گا۔

## چوتھا باب

### روایات ذخیرہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو النضیر کے اموال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مال غنمی تھے جن پر اہل اسلام نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ یعنی بغیر جنگ و جدال اور حرب و قتال کے ہاتھ آئے تھے اور وہ اموال نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ ان میں سے اہل بیت اور اہل خانہ کا ایک سال کا خرچہ نکال کر جو باقی بچتا اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیار اور سواریاں حاصل کرنے میں خرچ فرماتے۔

حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کیا تم نے اس شخص کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال یا اس سے کم و بیش کا نفقہ ذخیرہ کر رکھے۔ اس وقت فوراً تو مجھے کوئی حدیث یاد نہ آئی مگر بعد میں وہ حدیث یاد آئی جو زہری رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کچھ روٹوں کا پھل فروخت فرماتے اور اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا نفقہ بچا لیتے۔

یہ روایت اور پہلی حدیث ایک ہی ہے اور معنی و مفہوم میں پوری طرح یکسانیت موجود ہے اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں (لہذا اس کی صحت میں بھی کلام نہیں)۔

لہذا یہاں سائل کو سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ پہلے باب میں مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور اس سے ذخیرہ کرنا ثابت ہو رہا ہے تو ان میں تطبیق و موافقت کیسے پیدا کی جائے گی؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی ذات کے لیے ذخیرہ نہیں فرماتے تھے۔

# پانچواں باب

## نققات و اخراجات

زید بن سلام کہتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ ہوا زنی یعنی ابو عامر نے بیان کیا کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤمن رسول خدا سے ملا اور ان سے عرض کیا اے بلال مجھے بتلائیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی صورت کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شئی ذخیرہ نہیں کر رکھی تھی بلکہ زمانہ بعثت سے لے کر آخر وقت تک میں ہی جملہ اخراجات اور نققات کا انتظام و انصرام کیا کرتا تھا۔

جب کوئی مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ ننگے بدن ہوتا تو آپ مجھے حکم فرماتے میں اس کے لیے کوئی شئی قرض لیتا اور چادر وغیرہ خسرتا اس کو پہناتا اور کھلاتا حتیٰ کہ ایک دن ایک مشرک مجھ سے ملا اور کہا میرے پاس بہتیرا مال ہے لہذا اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ درکار ہو مجھ سے قرض لے لیا کرو۔ میں نے ایسے ہی کیا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں وضو کر کے اذان کے لیے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ آپہنچا اور مجھے دیکھ کر کہا اے حبشی! میں نے کہا بلیک۔ اس نے سخت کلامی اور تغلیظ و تشدید سے کام لیا اور کہا جانتا ہے مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا۔ قریب الاختتام ہی ہے۔ اس نے کہا صرف چار دن باقی ہیں اور اگر قرض ادا نہ کیا تو میں اس کے بدلے تجھے پکڑ لوں گا۔ کیونکہ میں نے جو کچھ تجھے دیا ہے وہ نہ تیری کرامت و عزت کے پیش نظر دیا ہے اور نہ ہی تیرے نبی و رسول کی خاطر بلکہ میرا صرف اور صرف یہ مقصد تھا کہ تو قرض لے کر واپس تو کر نہیں سکے گا لہذا تجھے اپنا عباد اور غلام بنالوں گا اور جیسے کہ پہلے تو بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا پھر تجھے اسی کام پر لگا دوں۔

مجھے اس کی حقارت آمیز گفتگو سے سخت قلق و اضطراب دامنگیر ہوا جیسے کہ ہر شخص کو ایسے کلمات سن کر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب عشاء کی نماز پڑھ لی گئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حرم سرا میں تشریف لے گئے میں در دولت پر حاضر ہوا اور اندر حاضر ہونے کی اجازت کا طلبگار۔ اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یا رسول اللہ وہ کافر و مشرک جس کے متعلق میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا ہوں۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے اور نہ آپ کے پاس قرض لوا کرنے کے لیے کوئی شئی موجود ہے اور نہ ہی میرے پاس۔ لہذا وہ شخص مجھے رسوا کرے گا اور شرمسار مجھے اجازت دلاؤں



تاکہ میں ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں چلا جاؤں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مال نہ عطا فرمادے جو میرے اٹھائے ہوئے قرضے کی ادائیگی میں کفایت کر سکے میں ان کے ہاں ٹھہرا ہوں۔

میں رسول معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اٹھ کر اپنے گھر پہنچا۔ اپنے نیزے اور تلوار کو اپنے پاس اٹھا کر رکھا اور جوتے سر کے قریب رکھ کر مشرق کی جانب منہ کر کے لیٹ گیا تاکہ جوں ہی صبح صادق ہو گھر سے نکل جاؤں جب بھی آنکھ لگتی فوراً جاگ اٹھتا۔ جب دیکھتا ابھی رات باقی ہے تو پھر سو رہتا۔ حتیٰ کہ صبح کا سفید منور ہوا تو میں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ ناگاہ ایک شخص یا بلال! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا ہوا بھاگا آ رہا تھا یعنی اسے بلال بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دو۔

میں گھر سے چلا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹنیاں ساز و سامان سے لدی ہوئی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضے کی ادائیگی کے لیے ساز و سامان بھیج دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرا گزراں چار اونٹیوں پر نہیں ہوا۔ (جو باہر دروازہ پر بٹھائی ہوئی ہیں) میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں؟ ارشاد ہوا وہ اور جو کچھ ان پر ہے وہ سب تیرے لیے ہے۔ میں نے دیکھا تو ان پر پہننے کے کپڑے نئے اور خور و نوش کا سامان تھا جو فدک کے رئیس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا اٹھو اور اپنا قرض فوراً ادا کر دو۔

میں نے حسب الارشاد ان سے کچھ سامان اتارا اور پھر ان کو باندھ کر صبح کی اذان کا ارادہ کیا جب نماز ہو گئی تو بیعت کی طرف نکلا اور اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر بلند آواز سے اعلان کرنے لگا جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہے وہ اپنا قرض وصول کر لے۔ میں اس ساز و سامان کو بیچ کر آپ کا قرضہ ادا کرتا رہا حتیٰ کہ اہل مدینہ کا آپ پر کوئی قرض باقی نہ رہا اور میرے پاس اتنی یا ساٹھ درہم باقی بچ گئے۔

میں مسجد شریف میں حاضر ہوا دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے جواب سلام کے بعد دریافت فرمایا جو کچھ تیرے حوالے کیا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا جس شخص کا قرض واجب الادا تھا سب ادا ہو چکا۔ کیا کچھ بچا بھی؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور تقریباً دو دینار کی مالیت بچ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی خرچ کر کے مجھے ان سے راحت و سکون دیتا کہ درجب تک ان کو خرچ کر کے میرے لیے اطمینان و سکون کا سامان دیتا نہیں کرو گے۔ میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی کے ہاں بھی نہیں جاؤں گا (بلکہ یہیں بیٹھا رہوں گا) کوئی شخص ایسا نہ آیا جس کو وہ درہم دو دینار دیتا۔ چنانچہ آپ اس دن گھر شریف نہ لے گئے۔ رات مسجد میں ہی گزاری اور اگلا دن بھی۔ حتیٰ کہ

جب دن ڈھل گیا تو دو سوار آئے میں نے اُن کے لیے لباس اور خوراک کا انتظام کر کے اس بقایا رقم کو ختم کر دیا جب عشا کی نماز ادا فرمائی تو مجھے پکار کر فرمایا جو کچھ تیرے پاس بقایا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے چھٹکارا اور راحت عطا فرمادی ہے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور حمد باری تعالیٰ بجالائے کہ مبادا مجھے موت اور وفات اس حال میں آجائے کہ میرے ہاں یہ درہم و دینار موجود ہوں۔ پھر آپ اپنے دولنگہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے ہاں تشریف لے گئے انہیں سلام فرماتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفقات اور اخراجات کا حال جس کے متعلق تو نے دریافت کیا تھا۔

## چھٹا باب

### معیشت نبویؐ

ابوحازم فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیکھا کہ وہ اپنی انگلیوں سے تین کے ساتھ اشارہ فرما کر کہتے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل و عیال پوری دنیوی زندگی میں تین دن مسلسل گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے دنیا فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔

سماک بن حرب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ لوگوں کو دنیوی مال و متاع اور اسباب راحت و عیش میسر آنے کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ افقر اور زہد اختیار می کے باعث سارا دن بھوک سے گزار دیتے بسا اوقات کم قیمت کھجوریں بھی بظاہر دستیاب نہیں ہوتی تھیں جن سے آپ پیٹ مبارک پُر فرمائیں۔

حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا ہے کہ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے (زمانہ بخت سے وصال تک) نہ چھاننی کو دیکھا اور نہ ہی چھانے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی۔ میں نے عرض کیا تو پھر اس جوہر کے آٹے کے ساتھ کیا کرتے تھے جس سے روٹیاں پکاتے تھے (اس کے ان چھنے آٹے کی روٹی

کیسے کھائی جاسکتی تھی، تو فرمایا بس پھونک مار دیتے جو چھان اڑ گیا اڑ گیا باقی آٹے کے ساتھ ہی پک جاتا۔ اور کھالیا جاتا۔ ف

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم السلام پر خندق کھودنے کے دوران تین دن اس حال میں گزر گئے کہ انہوں نے بالکل کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں خندق میں ایک سخت پتھر چٹان کی طرح کا نمودار ہو گیا ہے (جو ہماری تمام تر جدوجہد اور سعی و کوشش کے باوجود ٹوٹنے کا نام نہیں لیتا لہذا اب آپ ہی اس کو توڑیں، آپ نے فرمایا اس پر پانی چھڑکو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی چھڑکا آپ تشریف لائے۔ بیچے یا گینتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ اس پر لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ٹیلے کی مانند نیچے بہنے لگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے آپ کی طرف عجز سے دیکھا تو آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر ہتھ باندھا ہوا تھا۔ اخرجہ البخاری والمسلم حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا دیکھتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی چولہا نہیں جلتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے خالہ جان! تو پھر تم کس چیز پر گزارا کرتے؟ آپ نے فرمایا پانی اور کھجوروں پر۔

محبوبہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ کو فرمایا اے بھانجے! تم مجھ سے بعد دیگرے تین چاند دیکھتے مگر اس دوران سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اتنا عرصہ تم زندہ کیسے رہتے تھے؟ اور کس چیز پر گزارا کرتی تھی؟ آپ نے فرمایا۔ ہماری زندگی کا دار و مدار پانی اور کھجوروں پر تھا۔ البتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی انصار تھے۔ اور کہتے ہی اچھے پڑوسی تھے وہ! ان کے شیردار جانور ہوتے۔ وہ ان میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا کرتے تھے۔

نوفل بن ایاس ہذلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بڑا سیالہ

ف ہ قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بھونا ایک چٹائی  
نظروں میں کتنی سیج ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم  
کھانا جو دیکھو جو کی روٹی ان چھٹا آٹا روٹی موٹی  
وہ بھی شکم بھر روزہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم



جس میں گوشت اور روٹی تھی لے کر حاضر ہوئے۔ جب وہ آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ رو دیے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ نے اور آپ کے اہل نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی (اور ہمارے خد و نوش کا حال اب یہ ہے تو) میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی بہتری کے لیے باقی نہیں رکھا گیا (بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اپنی اخروی نعمتیں دنیا میں ہی نہ کھا رہے ہوں) اور وہاں پہنچیں تو کھد دیا جائے تم اپنے حصہ کی نعمتیں دنیا میں ہی کھا چکے ہو یہاں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔

ہفان بن کاہل فرماتے ہیں مجھے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ ہمیں ایک رات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے بکری کا بازو بطور ہدیہ بھیجا گیا۔ بخدا میں اس کو کپڑا رکھتی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کاٹتے اور آپ میرے لیے روک رکھتے اور میں کاٹتی۔

میں نے عرض کیا اے ام المومنین کیا چراغ کے بغیر ہی اس کو کاٹ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر چراغ جلانے کے لیے زیتون دستیاب ہوتا تو اسے لکھا ہی لیتے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ماہ کامل گذر جاتا جس میں نہ وہ روٹی پکاتے اور نہ ہی ہنڈیا چولھے پر چڑھاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں جو کی روٹی اور پرانی چربی لے کر حاضر ہوا جس کا ذائقہ بدل چکا تھا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح و شام کے لیے صرف ایک صاع (تقریباً چار سیر) طعام موجود ہے اور آپ کے اہل خانہ نو گھروں پر مشتمل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ آپ نے فرمایا بھوک کی شدت ہے (جو کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کرنے دیتی) میں رو دیا آپ نے فرمایا ابوہریرہ رو کی بات نہیں روئیے مت۔ جب بھوک میں مبتلا شخص رضا الہی اور قضا رباری پر صابر و شاکر ہو اور اس کو ثواب آخرت کی خاطر طبیب خاطر برداشت کرے تو ہر روز قیامت اسے بھوک کی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روٹی کا ٹکڑا لے کر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسا ٹکڑا ہے؟ اے فاطمہ؟ آپ نے عرض کیا۔ میں نے روٹی پکائی تھی (اور بغیر آپ کی خدمت میں پیش کئے) ساری روٹی خود کھانا طبیعت نے گوارا نہیں کیا لہذا یہ حصہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ! تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تیرے باپ کے منہ تک پہنچا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ النبیۃ والصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو آپ کی زہرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے بدلے گروہی پڑی تھی جو کہ آپ نے اپنے اہل و عیال کے کھانے کے لیے خرید فرمائے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی زہرہ مبارک ابو شعمہ یہودی کے ہاں گروہی پڑی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک یہودی کی طرف بھیجا جو گندم بیچ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے کہنا ہمیں دو کپڑے دے۔ جب بھی کچھ مال آگیا ہم قیمت ادا کر دیں گے۔ یہودی نے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت جاری رکھی اور میری طرف توجہ نہ دی۔ جب ادھر سے فارغ ہوا اور وہ مشغولیت ختم ہوئی تو مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے نہ کھیتی باڑی ہے اور نہ مال مویشی وہ ہمیں قرض کہاں سے دیں گے اور کس طرح ادا کریں گے؟۔

میں واپس آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہودی کا جواب آپ کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ کپڑے ہمیں دے دیتا تو میں اس کی قیمت ادا کرتا اور دوسرے لوگوں سے بہتر طریقہ پر ادا کرتا۔ پھر فرمایا۔ اگر آدمی پیوند لگا کپڑا استعمال کر لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ امانت میں خیانت کرے اور اسے کھائے۔



# ابواب طہارت و عبادت

## باب اول

### بیت الخلا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو فرماتے -

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْحَبَثِ وَالْحَبَاثَتِ -  
اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ ذکر و اناث نجیث جاث سے یتا

## دوسرا باب

### بیت الخلا سے نکلنا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے: اشعر اندک۔ اے اللہ میں تیری مغفرت و بخشش کا طلبگار ہوں

فتا۔ اگرچہ قضاء حاجت بشری تقاضا کے تحت لابدی امر ہے اور اس سے چارہ نہیں لیکن اس دوران ذکر خدا تعالیٰ سے رکھنا ضروری ہے تو اس غیر ارادی اور بلا عمد صادر ہونے والی تعبیر اور کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے ذکر خداوندی پر تاکید اکید ہے کہ کسی بھی موزوں وقت میں اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور غفلت میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔

فتا۔ اس دعا سے معذور اظہار عبودیت اور تواضع ہے ورنہ آپ کو جلیہ عوام پر باذن اللہ تصرف و تسلط حاصل تھا۔ نیز تعلیم امت بھی مقصود ہے کہ جب سرور عالم و عالمیان علیہ السلام ان سے تقوٰہ و تحفظ کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو ہمیں بھی لامحالہ دعا کرنی چاہیے۔



## تیسرا باب

### زمین کا احترام

حبیبہ حبیبہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیت الخلا میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتی ہوں اور پھر آپ کے بعد جو بھی داخل ہوتا ہے تو وہ آپ کے بطن اقدس سے نکلنے والی کسی شے کا نام و نشان نہیں دیکھتا (اس کی وجہ ہے) آپ نے فرمایا اسے عائشہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات مبارکہ کو نگل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاے حاجت سے فارغ ہو کر غائط (بیت الخلا) سے باہر نکلتے تو میں بعد میں اندر داخل ہوتی مگر کوئی چیز نظر نہ آتی میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارے اجساد اور ابدان اہل جنت کے ارواح کی صفات و کیفیات پر پیدا کیے گئے ہیں ہم سے جو کچھ باہر آتا ہے اسے زمین نگل جاتی ہے اور نگاہ خلق سے پوشیدہ کر لیتی ہے۔

۱۔ (اما علمت) کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ایسے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں وضاحت امر کا بیان مقصود ہو اور اس کا سوال و استفسار سے مستغنی ہو تا اگرچہ مخاطب کو معلوم نہ بھی ہو اور اس کے مقابل ایک لاتدری (مجھے معلوم نہیں) استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک امر کے فی نفسہ معنی ہونے کا اور غیر ظاہر ہونے کا بیان مقصود ہو خواہ مخاطب کو معلوم ہی کیوں نہ ہو جیسے وما یدرنا لعلنا یزکیٰ اذینا لو فتنناہ الذکوٰۃ حالانکہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا صاحب ایمان و ایقان ہونا معلوم تھا اور اس کا نصیحت حاصل کرنے کے لیے متاہل و مستعد ہونا آپ کے علم میں تھا۔

۲۔ محشی نے ان روایات کو ببیدار صحت اور کتاب و سنت کے حقائق سے تصادم و مناقض اور بدیہات عقل کے منافی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم اسے کوئی آیت یا حدیث نظر آئی جس میں زمین کو برازا نبیاء نہ نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسکو کس نے بتایا کہ مقام انبیاء وہی ہے جو تم بدست عقل سے جان لو اور اس کو نظر و فکر کی تکلیف دیے بغیر حالانکہ نظر عقل اور فکر و دہم اور خیال و گمان خلق سے مقام انبیاء علیہم السلام علی الخصوص مقام سید الرسل امام الکمل صلی اللہ علیہ وسلم ارفع و اعلیٰ ہے تو محشی صاحب اپنے آپ کو پتا نہیں کسی ارفع و اعلیٰ معیار پر فائز سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں نظر عقل میں تو اس کی حکمت واضح ہے کہ برازا ظاہر زمین پر موجود ہو تو کوئی شخص بھی دیکھ کر نفرت کا اظہار کر سکتا ہے اور اس طرح جناب نبوت میں اسادت و بلے ادبی کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بھی قضاے حاجت فرمائی زمین نے اس کو اپنے اندر جگہ دی اور نگل لیا۔

از کتاب لازم آئے گا نیز ایسے فضلات کا رنگہ خلق سے مخفی رہنا مردت کے تبدیل سے ہونے کی وجہ سے مناسب بلکہ لازم ہے شباب ۲۵۳  
لہذا اس مبارک کو ہی ختم کر دیا گیا اور پیشاب میں یہ صورت حال نہیں ہوتی فوراً زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور بوجہ غیرہ تر نہ پاخانہ سے آتی تھی اور نہ ہی پیشاب سے بلکہ اس جگہ سوائے کستوری وغیرہ جیسی خوشبو کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

شیخ محقق مدارج جلد اول صفحہ ۲۵۳ پر فرماتے ہیں۔ فاعلم انہذا ان بوسے خوش۔ اور بعض صحابہ سے روایت نقل فرما کر آخر میں فرمایا  
ویدم در انجا کلوخ پس گرفتہ آنہا را و با فتم آنہا را را کھ طیبہ الغرض بول اور براز میں جسم و جرم کے ظہور و عدم ظہور کے لحاظ سے فرق واضح ہے لہذا احکام میں بھی فرق پیدا فرما دیا ایک کے متعلق زمین کو نگل جانے کا حکم دیا اور دوسرے کے متعلق مہنیں دیا اور بعض روایات میں دونوں کا حکم ایک جیسا معلوم ہوتا ہے یعنی زمین با مر خداوندی دونوں کے نگلنے کی پابند ہے اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیشاب مبارک کو پیالہ میں لکڑی کے پیالہ میں کیا گیا تھا نہ کہ زمین پر نیز آپ نے کمال منزہ کے پیش نظر حجرہ مبارک میں پیشاب سے اجتناب فرمایا کیونکہ وہ محل نزول ملائکہ اور مقام نزول وحی ہے اور جائے عبادت خداوندی لہذا اس کا ظاہر و باطن فضلات سے منزہ ہونا چاہیے اگرچہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہوں کذا قال الشہاب اقول جیسے کہ عاب وہیں پاک ہے مگر مسجد کو اس سے پاک رکھنا ضروری ہے لہذا پیالہ میں پیشاب فرمانا نہ طہارت فضلات کے منافی ہے اور نہ زمین کے فضلات کو نگلنے کے نیز مستند و محدثین کرام نے ان روایات کو نقل فرمایا ہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ان کو ثلثہ فرمایا اور متقی الامتہ بالقبول صحت روایت کی دلیل ہوتی ہے لہذا اس قسم کی

روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارج جلد اول صفحہ ۲۵۳ شفا شریف صفحہ ۲۵۳۔ نسیم الریاض جلد اول صفحہ ۲۵۳۔ شرح شفا علی القاری جلد اول صفحہ ۲۵۳۔ علامہ علی قاری کا اور علامہ خفاجی نے ابن وحیہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس کو امام ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ فرمایا۔ سندہ ثابت دھوا قوی ما فی هذا الباب یعنی اس کی سند ثابت ہے اور اس باب میں مروی روایات میں سب سے قوی روایت یہ ہے اور جب صحت متن ثابت ہو جائے تو بعض طرق کا صنف مضر نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں محدثین کی بحث صحت روایات کے متعلق محض تحقیق و تصحیح اسناد سے متعلق ہوتی ہے اور یہ ایک صناعتی اور اصطلاحی امر ہے اس سے انکا مقصود استبعاد متن یا اس کا استحالة بیان کرنا نہیں ہوتا۔ شیخ اجل فرماتے ہیں صاحب مواہب لدینیہ نے ابو الفرج نہروانی سے نقل کیا ہے آپچہ دریں احادیث آمدہ قطرہ البیت از وریائے فضل نبی مختار و اندک بیت از لبیر آپچہ کرم گردانیدہ پڑگا حبیب خود را و رفیع گردانیدہ است بدان مرتبت و منزلت اورا۔ و سخنان محدثان بر حکم صناعتی است کہ در تحقیق و تصحیح اسناد وارد نہ بجہت استبعاد و استحالة آن حاشا لہذا بالغرض کسی محدث نے ان روایات اور کسی قسم کی دوسری روایات کے متعلق بحث کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ براءت عقل ان کو محال سمجھتی ہے اور باطل محض نعوذ باللہ من هذا الجرۃ۔



## چوتھا باب وضو اور غسل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوتے اور وضو کا برتن ایسا ہوتا تھا جس میں دو رطل یعنی ایک سیر پانی سما سکتا تھا اور ایک صاع پانی کے ساتھ آپ غسل فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ السلام ایک صاع پانی سے غسل فرماتے اور ایک مدہ (سیر) پانی سے وضو فرماتے۔

## پانچواں باب ہر نماز کیلئے وضو

عمر بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو جدید فرماتے ہیں نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا عمل کیسے ہوتا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک ہی وضو سے نمازیں ادا کرتے رہتے جب تک وضو قائم رہتا اور حدیث طاری نہ ہوتا۔

(الفرد با خراجہ البخاری)

## چھٹا باب

### ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں

سیمان بن بربدہ اپنے باپ حضرت بربدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے الگ وضو فرمایا کرتے جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نذرین پر مسح فرمایا اور چند نمازیں



ایک ہی وضو کے ساتھ ادا فرمائیں۔  
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ آپ نے آج ایسا عمل فرمایا ہے جو پہلے نہیں فرماتے تھے آپ نے فرمایا اے عمر میں نے عہدِ اُردو دیدہ دانستہ ایسا کیا ہے۔ (تاکہ علی طور پر بھی تمہیں تعلیم دوں کہ وضو واحد سے متعدد نمازیں ادا کرنا درست ہے)

## ساتواں باب

### مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ کیا گیا کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے متعلق مجھ پر قرآن مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔  
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو مسواک سے اچھی طرح مزین فرماتے۔

## آٹھواں باب

### خفین پر مسح

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا اور ایک سفر میں رفاقت کے شرف سے مشرف۔ آپ نے قضاء حاجت فرمائی اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے اس طرح وضو فرمایا اور خفین پر مسح فرمایا۔ (اخر جہ البخاری والمسلم۔)

# نواں باب

## کیفیت غسل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہانے کا پانی حاضر کیا اور غسل والے برتن میں ڈالا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر بائیں پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر زیر ناف حصہ کو دھویا۔ پھر بایں ہاتھ مٹی پر ملا اور اسے دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر چہرہ اقدس کو دھویا بعد ازاں سر اقدس پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے سرک کر اپنے پاؤں کو دھویا۔

# ابواب صلوٰۃ رسول اکرم صلی علیہ وسلم

## باب اول کیفیت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کا افتتاح سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جلالک ولا الہ الا انت سے فرماتے۔  
حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے یا ہم گفتگو کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر آگیا تو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت نماز یاد اور محفوظ ہے میں نے آپ کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا کہ بحیرہ تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اچھی طرح جھکتے پھر اپنی پیٹھ مبارک کو ہموار فرماتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے حتیٰ کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر حصہ اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتا اور جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو زمین پر اس انداز سے رکھتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بالکل بچھا کر فرش کی مانند بناتے اور نہ بالکل ہی اوپر اٹھائے رکھتے اور دونوں پاؤں مبارک کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب منوجہ کرتے اور جب دو رکعت ادا کرنے کے بعد تشہد میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں مبارک کو بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں مبارک کھڑا رکھتے۔  
(خرج البخاری والمسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرماتے دقراوت کے اعتبار سے اور تمام و مکمل فرماتے (رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ کے لحاظ سے یا طویل سانی کے پیش نظر طویل قراوت بھی مختصر معلوم ہوتی تھی لہذا مجموعی طور پر تمام و مکمل بھی ہوتی تھی اور دوسروں کی نسبت انتہائی مختصر بھی۔  
حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کا آغاز فرماتے تو بحیرہ تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور یوں ہی جب رکوع فرمانے لگتے یا رکوع سے سر اقدس اٹھاتے وقت البتہ دونوں سجدوں کے



درمیان ہاتھ مبارک نہیں اٹھاتے تھے (اور نہ ہی سجدہ پر جاتے وقت اور نہ سجدہ سے اٹھتے وقت) عہد  
 عبداللہ بن قاسم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن ابی بنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ  
 نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت عملی طور پر سنا نہ دکھلاؤں۔ ہم نے عرض کیا  
 ہاں کیوں نہیں؟ انہوں نے یکسر کسی پھر قرائت فرمائی بعد ازاں رکوع فرمایا۔ دونوں ہاتھوں کو حالت رکوع میں  
 گھٹنوں پر رکھا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہو گئی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہو گیا۔ پھر  
 سجدہ فرمایا حتیٰ کہ ہر عضو اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہو گئی۔ پھر سر اٹھایا اور دوسرا سجدہ بھی پہلے کی طرح ادا کیا دوسری  
 رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں عمل کیا تھا۔ پھر فرمایا ایسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

## دوسرا باب

### فرض نمازوں میں مقدار قرائت

حضرت ابوہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیات

عہد۔ رفع یدین کے متعلق بھی روایات وارد ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کے متعلق بھی اور دونوں طرح کا عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین  
 سے بھی مروی و منقول ہے۔ روایات دونوں طرف صحیح ہیں لہذا محض ترجیح والی صورت باقی رہ جاتی ہے علامہ ابن اہمام نے  
 فتح القدیر میں اور حضرت فتح اہل نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یا تو ترک رفع کی روایات ناسخ ہیں اور رفع یدین والی منسوخ چونکہ  
 نماز کے سبب واجبات و فرائض اور سنن و آداب یکبارگی بیان نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ تدریجاً ان کو پابند کیا گیا حتیٰ کہ پہلے نماز  
 میں کلام بھی کر لی جاتی تھی۔ سلام کا جواب بھی دے دیا جاتا تھا مگر بعد میں اس کو منوع قرار دیا گیا اسی طرح ظاہر یہی ہے کہ ابتدا میں  
 رفع یدین کا حکم تھا اور بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم  
 کا رفع یدین نہ کرنا اطلاقِ وہ ہر وقت حاضر بارگاہ ہوتے تھے اور احوالِ مصطفوی پران کی نظر رہتی۔ اور ان کے حفظ و ضبط میں  
 کوشاں رہتے تھے، فتح مگر واضح دلیل ہے اور یا پھر ان روایات میں جب باہم تعارض ہے اور عمل صحابہ و تابعین بھی مختلف ہے۔  
 تو اس طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل نماز میں سکون ہے نہ کہ بار بار ہاتھوں کو حرکت دینا لہذا ترک رفع یدین والی روایات راجح  
 ہیں اور مطابق اصل۔ مزید شریح کے لیے ترمذی شریف، عمدۃ القاری، شرح البغاری، للعلامة العینی، موطا امام محمد، طحاوی شریف  
 فتح القدیر وغیرہ ملاحظہ فرمادیں۔

سے سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سہم طہر وعصر (یعنی سری نمازوں) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ ہم نے پہلی دو رکعت میں آپ کے قیام کا اندازہ تیس آیات کی قرأت و تلاوت کے برابر اور پھر پچھلی دو رکعت میں اس سے نصف قرأت کے برابر اندازہ لگایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان کو سورہ مبارکہ والمرسلات عرفاً پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا تو نے مجھے یہ سورۃ یاد دلادی۔ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں تلاوت کرتے سنا۔

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے اس میں والتین والزینون کی تلاوت فرمائی۔

## تیسرا باب استغفار

وَرَادِجُكَ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کی طرف لکھا کہ مجھے تحریری طور پر اس امر کی اطلاع دو جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنا ہوا اور دیکھا ہوا۔ تو انہوں نے یہ لکھا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ - (اخرجه البخاری والمسلم)

حضرت ثوبان جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں فرماتے ہیں کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر منہ مبارک قبلہ سے پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے۔ پھر فرماتے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكَتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ -

## چوتھا باب

### دن میں نفل

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی محافظت اور پابندی کسی نفلی نماز پر نہیں فرماتے تھے جتنی کہ فجر کی دو رکعت پر محافظت و مداومت فرماتے تھے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں ایک مہینہ قیام فرما رہے ہیں نے آپ کو دیکھا کہ جوں ہی سورج ڈھلتا آپ کے ہاتھ میں اگر پوری دنیا کا کام و انتظام ہی کیوں نہ ہوتا آپ اس کو ترک فرما دیتے اور اگر آپ سوئے ہوئے ہوتے (تو یوں معلوم ہوتا) کہ آپ کو کسی نے پکڑ کر اٹھا دیا ہے اور بیدار کر دیا ہے۔ آپ غسل فرماتے یا وضو فرماتے۔ پھر چار رکعت نماز نفل ادا فرماتے جن کو پوری طرح تمام و مکمل فرماتے اور حُسن و ادائگی کا اہتمام فرماتے اور ہر رکن میں پوری طرح تمکن اور سکون و اعتدال سے کام لیتے۔

میں نے اُن کے متعلق دریافت کیا کہ ان پر مداومت اور اُن کے لیے اتنا اہتمام آپ کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا آسمان اور جنتوں کے دروازے اُس وقت کھولے جاتے ہیں اور وہ دروازے اس وقت تک بند نہیں کیے جاتے جب تک یہ نماز پڑھی جاتی ہے تو میں اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری طرف سے اس ساعت میں میرے رب کریم کی بارگاہ میں یہ خیر اور نیکی صعود کرے اور اس کی بارگاہ قبولیت تک پہنچے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور نماز فجر سے قبل دو رکعت ادا فرماتے اور کسی بھی حال میں ترک نہ فرماتے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے پھر پھر گھر مراجعت فرما ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ نماز مغرب مسجد میں ادا فرماتے پھر میرے گھر قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت ادا فرماتے جب عشا کی نماز پڑھا کر واپس تشریف فرما ہوتے تب بھی دو رکعت ادا فرماتے۔

(بخاری المصنوع)



## پانچواں باب

### بروز جمعہ نماز فجر کی قرات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں  
الم تنزیل اور هل اُتیٰ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

## چھٹا باب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام نماز فجر ادا فرما کر طلوع آفتاب تک  
مسجد میں ہی اپنی جائے نماز پر جلوہ فرما رہتے (اور بعد از طلوع دارقاع آفتاب دو رکعت ادا فرما کر باہر تشریف  
لاتے) (انفوابخیر المسلم)

## ساتواں باب

### نماز چاشت

حضرت ابویہیٰ سے مروی ہے کہ مجھے کسی نے نہیں بتلایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز  
چاشت ادا فرماتے دیکھا ہے۔ صرف حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع  
پر ان کے ہاں تشریف لائے غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔ میں نے آپ کو اس قدر خفیف  
اور مختصر نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ البتہ آپ رکوع و سجود مکمل طور پر ادا فرماتے تھے یعنی صرف قرات میں  
اختصار تھا اور تسبیحات رکوع و سجود میں۔ (اخرہ البخاری و المسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعت

ادا فرماتے اور جس قدر اس میں اضافہ شدت کے کو منظور ہوتا اضافہ بھی فرما لیتے۔ (انفرد بہ المسلم)  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک کے ہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ سے عرض کیا گیا کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز چاشت ادا فرمایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے آپ کو صرف اسی دن ادا کرتے دیکھا ہے  
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ صبح یعنی نماز چاشت اس تسلسل کے ساتھ ادا فرماتے کہ ہم خیال کرتے آپ اس کو اب ترک نہیں فرمائیں گے اور آپ ترک فرماتے تو کسی کوئی دن گزر جاتے ہم یہ سمجھتے اب آپ ادا ہی نہیں فرمائیں گے۔

## آٹھواں باب

### نوافل شبانہ اور قیام لیل

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا؟ تو آپ نے فرمایا عمل دائم اور تسلسل میں نے عرض کیا آپ کس وقت صلوٰۃ لیل کے لیے اٹھتے؟ تو انہوں نے فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے (اور وہ آدھی رات کے وقت اذان دیتا تھا)

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو اچھی طرح مسواک سے منہ مبارک کو اندر سے ملتے اور رگڑتے۔ (الخروج البخاری والمسلم)

حضرت صدیقہ عقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا علیہ السلام رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دو خفیف اور مختصر رکعت کے ساتھ آغاز و افتتاح فرماتے۔ (انفرد بخارجہ مسلم)  
 (ایک قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت شکرانہ وضوء التیمۃ الوضوء ہوتی تھیں اور دوسرا یہ کہ منارتہ میں سے ہوتی تھیں)

ف۔ آپ نے صرف اپنے دیکھنے کی نفی فرمائی ہے لہذا دوسرے حضرات کی روایات اور اس روایت میں کوئی منافات نہیں نیز تعداد

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ مجھے ربیعہ جرشہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو کیا پڑھتے اور افتتاح و آغاز کس چیز سے کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ الشہد اکبر دس مرتبہ الحمد للہ پڑھتے دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ لا الہ الا اللہ و زبان فرماتے اور دس مرتبہ استغفار فرماتے اور اللھم اغفر لی و اھدنی و ارزقنی دس مرتبہ پڑھتے اور دس مرتبہ فرماتے اللھم انی اعوذ بک من الضیق یوم الحساب۔ (اسے اللہ میں تجھ سے روز حساب کی تنگی سے پناہ مانگتا ہوں)۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دن عبادت کے لیے مخصوص فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی اور مسلسل ہوتا اور تم میں سے کون ان اعمال کی طاقت رکھتا ہے جن کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت و قدرت تھی۔

ابو سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ رمضان المبارک اور دوسرے مہینوں میں رات کے وقت گیارہ رکعت سے زیادہ نفل ادا نہیں فرماتے تھے۔ پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور ان کی ادائیگی میں وہ جسن ہوتا اور قرارت و تسبیحات اس قدر طویل کہ بس کیا پوچھتے ہو؟ پھر چار رکعت ادا فرماتے پس ان کے حسن و طولانی کے متعلق مت پوچھئے پھر تین رکعت (وتر) ادا فرماتے ملے

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر ادا کرنے سے قبل سو جاتے ہیں پھر اٹھتے پر نماز ادا فرمانے لگتے ہیں حالانکہ ہمیں آپ کے خراٹوں کی آواز سناؤ دیتی ہے) تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ میں اپنے متعلق یقین رکھنا ہوں اور جزم و یقین کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا (لہذا مجھے نیند نہ تو ادائیگی وتر سے مانع ہو سکتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹنے سے بے خبر کر سکتی ہے)۔

علیہ السلام اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات تین ہیں اور ایک سلام سے ادا کی جائیں اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اخرھن۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعت ہیں اور صرف آخر میں سلام پھیرا جائے۔ امام طحاوی نے مدینہ منورہ کے فقہاء سید سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمن، خارج بن زید، عبد اللہ بن عبد اللہ و سلیمان بن یسار سے یہی نقل کیا ہے اور وتر کے تین رکعت ہونے کی روایت نسائی شریف میں موجود ہے اور متذکرہ حاکم میں اور جے علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے وہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ ہذا اللہ و رسولہ اعلم۔



عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کتنی اور کیسے ادا فرماتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا۔ آپ رات کو (بعض اوقات) جمع وتر نو رکعت ادا فرماتے اور آپ رات کا بہت بڑا حصہ نماز ادا کرنے میں صرف فرماتے کبھی بجاالت قیام اور کبھی بیٹھ کر قنوت فرماتے جب قنوت حالت قیام میں فرماتے تو رکوع وسجود بھی اس حالت میں فرماتے یعنی قیام سے رکوع وسجود کی طرف انتقال فرماتے اور اگر قنوت بجاالت جلوس و قنود فرماتے تو (بعض اوقات) رکوع وسجود بھی اسی حالت میں فرماتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں ضعف اور ثقل طاری ہو گیا تو آپ نوافل شب میں بیٹھ کر قنوت فرماتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قنوت کرانا چاہتا۔ جب سورہ میں سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور بقیہ آیات کی تلاوت قنوت فرماتے پھر (رکوع وسجود) فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے قیام فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

اللھم لك الحمد انت ذور السموات والارض ومن فيهن - ولك الحمد انت قيم السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انت الحق ودعدك حق ولقاؤك حق والجنة حق والنار حق والساعة حق والنيبون حق ومحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق اللھم لك اسلمت وعيك توكلت وبك امنت واليك انبت وبك خاضعت واليك خاكت فاغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت ولا اله غيرك۔

ترجمہ۔ اے اللہ تیرے لیے حمد و ثنا ہے تو آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان جملہ اشیاء کو اور فضا کو منور فرمانے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اسے برپا اور قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے لیے حمد ہے تو حق ہے اور قائم و دائم۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیری بقا حق ہے جنت و دوزخ اور قیامت حق ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام بالعموم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالخصوص برحق ہیں۔ اے اللہ میں نے صرف تیری اطاعت کی ہے اور تجھ پر اعتماد و بھروسہ اور فقط تیری الوہیت پر ایمان لایا ہوں۔ میرا رجوع اور بازگشت صرف تیری طرف ہے اور تیری توفیق و اعانت سے اعدا دین کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں اور جملہ تصفیہ طلب امور کا فیصلہ بھی پرچھوڑتا ہوں۔ لہذا میرے لیے پہلے اور پچھلے خفیہ و علانیہ امور کی مغفرت فرما



(جو تیری نگاہ اقدس میں موزوں و مناسب نہ ہوں) تو یہی سبقت عطا فرمانے والا ہے اور مقام قرب سے پیچھے ہٹا دینے والا۔ لا الہ الا انت ولا الہ غیرک۔

حضرت کریم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گزاری۔ میں گدے کی چوڑائی (عرض) والی جانب لیٹا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی (طول) والی جانب آرام فرما ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب رات آدھی ہوئی یا اس سے ذرا پہلے یا پیچھے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور چہرہ اقدس کو مل کر نیند کے اثرات کو دور فرمانے لگے۔ پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے مشکیزہ کی طرف بڑھے اور اس سے وضو فرمایا اور خوب وضو فرمایا۔ پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اٹھا اور میں نے بھی وہی طرز عمل اپنایا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر میں آپ کے ساتھ (بائیں جانب) کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے دایں کان کو پکڑ کر ذرا ملا (اور مجھے پیچھے سے کھینچ کر اپنی دایں جانب کھڑا کر دیا) پھر آپ نے دو دو رکعت ادا فرمائی شروع کیں۔ جب دس رکعت ہو گئیں تو پھر وتر ادا فرمائے اور بعد ازاں گدے پر لیٹ گئے جب مؤذن نے حاضر ہو کر نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے دو خفیف سی رکعتیں (سنت فجر) ادا فرمائیں۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز فجر ادا فرمائی۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی۔

اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و عن یمنی نوراً و عن شمالی نوراً و اما می نوراً و خلفی نوراً و اجعل لی نوراً۔

تو جب اللہ تعالیٰ نور میرے دل میں نور پیدا فرما اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما میری آنکھوں میں نور پیدا فرما اور

ف۔ دعا حبیب بارگاہ محیب میں خضبت پذیر تو جو نہیں سکتی لہذا لامحالہ ان اعضاء مبارکہ اور ذات مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے نورانی بنا دیا اور آپ کی ہر جانب کو بھی لہذا سمع و بصر کے ادراک میں سب امت بلکہ سب انبیاء و رسل سے ممتاز ہو گئے اور ذات اسقدر نورانی ہو گئی کہ سایہ ہی باقی نہ رہا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کرنے پر مجبور کرنے والے حضرات کو یہاں غور کرنا چاہیے اور اپنی مذہب و جوحی حرکات سے باز آنا چاہیے۔ نیز یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جن میں آپ کے نور کا سب سے اعلیٰ مخلوق ہونا ثابت ہے کیونکہ آپ نے نور علی نور کیے جانے کی دعا فرمائی اور حقیقت کے نوری ہونے کے ساتھ ساتھ لباس بشری اور عجاب بدنی کے بھی نورانی بنائے جانے کی دعا فرمائی۔



میرے دائیں بائیں آگے اور پیچھے نوپیدا فرما اور میرے لیے نوپیدا فرما۔ (اور بعض روایات میں واجعلنی نوراً ہے یعنی مجھے نور بنا)۔

حضرت صفوان بن مہطل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا۔ میں نے آپ کی نماز شب اور نماز تہجد کا مشاہدہ کرنے کے لیے تاک لگا رکھی تھی۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر سو گئے جب آدھی رات ہو گئی تو بیدار ہوئے اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ بعد ازاں مسواک فرمائی اور وضو کیا اور دو رکعت ادا فرمائیں۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان کا قیام طویل تھا یا رکوع و سجود پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہوئے پھر وہی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ مسواک فرمائی اور وضو فرما کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہو کر حسب سابق عمل فرمایا اور آپ کا یہ عمل اسی طرح وقفہ وقفہ سے جاری رہا حتیٰ کہ آپ نے گیارہ رکعت مکمل فرمائیں۔

زید بن خالد حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے دل سے یہ عہد کیا کہ میں آج) رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ یل کا حضور بالضرور مشاہدہ کروں گا۔ میں نے آپ کی دہلیز کو یا آپ کے خیمہ کو سادہ و نکیہ بنایا (اور لیٹ گیا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی مگر مختصر۔ پھر دو رکعت جو انتہائی طویل تھیں۔ پھر دو رکعت ادا فرمائیں جو ان سے مختصر تھیں۔ پھر دو رکعت جو ان سے بھی مختصر تھیں اور بعد ازاں دو رکعت ادا فرمائیں جو پہلی دو سے بھی مختصر تھیں۔ پھر نماز وتر ادا فرمائی اور اس طرح سے تیرہ رکعت نماز ادا فرمائی۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں بعض میں سات رکعت۔ بعض میں نو رکعت اور بعض روایات میں گیارہ رکعت اور تیرہ رکعت کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں کوئی مخالف و تعارض نہیں ہے۔ بعض اوقات آپ تعداد رکعت کم فرماتے (اور قرأت میں طوالت فرمادیتے) اور بعض اوقات قرأت میں اختصار فرماتے اور تعداد رکعات بڑھا دیتے (یا تھکان وغیرہ نہ ہوتی اور وقت وسیع ہوتا تو رکعات زیادہ ادا فرماتے اور اگر وقت میں کمی ہوتی یا بدن اقدس میں تھکان وغیرہ کے اثرات محسوس ہوتے تو تعداد رکعات میں کمی فرمادیتے) آپ کی تھکان کو بھی امت پر رحمت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

## نواں باب

### تہجد میں طوالت قیام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد



ادا کی۔ آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمائی میں نے سوچا آپ سوایات تلاوت فرما کر رکوع فرمادیں گے مگر آپ قرأت فرماتے رہے۔ میں نے خیال کیا سورہ بقرہ تک تلاوت فرمادیں گے اور پھر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورہ نساء شروع فرمادی حتیٰ کہ اس کو ختم فرمایا۔ پھر آل عمران تلاوت فرمائی اور آپ ترسیل و تریل کے ساتھ قرأت فرماتے رہے اور جب ایسی آیت مقدسہ پر پہنچے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو تسبیح بھی ادا فرماتے اور جب ایسی آیت مقدسہ تلاوت فرماتے جس میں سوال اور طلب حاجت کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اور حاجت طلب فرماتے اور جہاں تعوذ اور پناہ خداوند تبارک و تعالیٰ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو پناہ طلب فرماتے۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا اور سبحان ربی العظیم پڑھنا شروع فرمایا اور آپ کا رکوع بھی قیام کے قریب تھا۔ پھر رکوع سے سر اقدس بلند فرمایا۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور قومیہ میں تقریباً اتنی دیر قیام فرمایا جتنی دیر رکوع میں مصروف رہے پھر سجدہ فرمایا اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ کا سجدہ بھی قیام کے قریب قریب تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ آپ نماز میں قیام فرما رہے (اور قرأت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے کیا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے جس بڑے امر کا ارادہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ میں بیٹھ جاؤں (اور بیٹھ کر نماز ادا کروں) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں۔

ف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرنے سے جب عاجز آگیا تو میں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر یہ بہت بڑا ارادہ تھا لہذا اس کو عملی جامہ نہ پہنایا حالانکہ نقلی نماز بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے اگرچہ اس پر نصف اجر و ثواب ملتا ہے مگر جو ان میں کلام نہیں تو اس امر کو جو شرعاً جائز ہے بڑا کیوں کہا اور اس پر عمل کیوں نہیں کیا تو وہ صرف اور صرف اس لیے کہ اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں تو محبوب خدا سرانہیب علیہ التیمۃ والثناء کی جناب عزت مآب میں بے ادبی اور انساعت بنے گی۔ لہذا قیام کو ہی ترجیح دی اور بیٹھنے کا ارادہ ترک فرمادیا۔ کذا فی حاشیہ البخاری جلد اول ص ۱۵۳۔ و عمدة القاری شرح البخاری جلد ۱ ص ۱۸۴ و کذا فی فتح الباری و المستطانی۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قیام فقط سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے کیا اور اللہ تعالیٰ کی رخصت سے فائدہ اس لیے نہ اٹھایا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی شان اقدس میں گناہی و بے ادبی نہ لازم آئے اور دوسری طرف نام نہاد توحید کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ نماز میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ مبذول کرنا گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بدرجہا بڑا جانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

(ملاحظہ ہو صراطِ مستقیم، مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب صلوٰۃ لیل ادا فرماتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو کر پھٹ جاتے۔ فرمائی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت و بخشش کا اعلان فرما چکا ہے اور آپ کے صدقہ میں تو آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے ذنوب و آثام اور لغزشات و زلات کی معافی کا اعلان فرما دیا ہے اور مغفرت کا مژدہ سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں (اس کا کرم قننا بڑھتا جائے گا میرا سر نیاز اسی قدر خم ہوتا چلا جائے گا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کرم و عنایت کا اظہار کرے اور میں اس کی عبادت میں کمی و کوتاہی شروع کر دوں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے اندر ایک خواہش پیدا فرمائی ہے اور میری خواہش قیام لیل اور نماز تہجد ہے۔ حضرت منیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور سوزش معلوم ہوتی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ قیام لیل میں اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ عنایت آپ کے لیے اعلان مغفرت اور مژدہ بخشش سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ اخلا اکون عبداً مشکوراً کیا میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتنا نے درو کی تکلیف محسوس فرمائی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم آپ پر درو کا اثر دیکھتے ہیں۔ (اس کا موجب اور باعث کیا ہے) تو آپ نے فرمایا جو کچھ درو و تکلیف دیکھ رہے ہو اس کے باوجود میں نے گزشتہ رات میں ابتدائی سات طویل ترین سویر میں نماز میں تلامد فرمائی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی اور مجاہدہ و ریاضت فرمائی کہ آپ پرانے ٹکیزہ کی مانند ہو گئے (ریاضت و مشقت نے بدن اقدس کو ضعیف اور کمزور کر دیا اور بدن کا تماسک اور گوشت کا ہڈیوں سے ربط و تعلق نرم پڑ گیا اور بڑھاپے کے اثرات نظر آنے لگے)۔

## دسواں باب

### تمام رات ایک ہی آیت کی تلاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک ہی آیت کریمہ تمام رکعات نوافل میں تلاوت فرمائی۔  
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک رات نماز ادا فرمائی اور صبح صادق ہونے تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے اور رکوع و سجود فرماتے رہے اور وہ آیت مقدسہ یہ تھی۔  
 ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور تیرے ہاتھوں مغلوب و مقہور اور اگر معاف فرما دے اور بخشش سے نواز دے تو اس کا اہل ہے کیونکہ تو غالب اور حکمت والا ہے، جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ساری رات صبح تک یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ رکوع و سجود فرما کر رکعات مکمل فرماتے رہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے حق شفاعت طلب کیا اور اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ حق عطا فرما دیا ہے اور یہ شفاعت انشاء اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جو شرک و کفر سے مجتنب رہا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

## گیارہواں باب

### صفت قراءت اور کیفیت تلاوت

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رات کو اپنے مکان کی چھت پر ہوتی اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت و قراءت کی آواز سنا کرتی۔  
 ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کلمات کو الگ الگ کر کے ادا فرماتے تھے الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر وقف فرماتے پھر الرحمن الرحیم پڑھ کر وقف فرماتے۔



حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نفلی نماز میں بیٹھ کر قرات فرماتے اور ایک چھوٹی سورت پڑھتے مگر ترتیل و ترسیل کے ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ وہ لمبی سورتوں سے بھی لمبی ہو جاتی۔

یعلیٰ بن ملک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات اور نماز کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا آپ لوگوں کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کرنے سے کیا غرض؟ (یہ سوال تب کروا کر آپ کی کیفیت صلوٰۃ معلوم کر کے اس کی مانند نماز ادا کر سکو اور جب تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے تو پھر پوچھنے سے کیا مطلب آپ نماز ادا فرماتے پھر سو جاتے اور جبنا وقت نماز میں صرف ہوتا تھا اتنی دیر سوتے رہتے پھر جتنی دیر آرام فرماتے اتنا وقت نماز میں استعمال فرماتے پھر اتنی دیر آرام فرماتے جتنی دیر نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی پھر انہوں نے آپ کی قرات کی حکایت نقل فرمائی تو وہ ہر کلمہ الگ الگ ادا فرما رہی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات اتنی بلند ہوتی کہ اس کو جو لوگ حجرہ مبارکہ اندر گھر میں ہوتے وہ سماعت فرما لیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کبھی بلند آواز سے ہوتی تھی اور کبھی آہستہ آواز کے ساتھ۔

## بارہواں باب

### حسن صوت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا۔ اس کو حسن صوت سے بھی مشرف فرمایا اور تمہارے نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوب رو تھے اور حسن صوت کے مالک۔

## تیرھواں باب اوقات ختم قرآن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن سے کم وقت میں قرآن مجید ختم نہیں فرماتے تھے۔

## چودھواں باب

### دعا بعد از ختم قرآن کریم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید ختم فرماتے تو کھڑے ہو کر دعا مانگتے۔

## پندرھواں باب

### اوقات وتر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں نماز وتر ادا فرمائی اکبھی اقل حصہ میں کبھی وسط میں لیکن زندگی مبارک کے آخری ایام میں اپنے وقت سحر کے قریب وتر ادا فرماتے۔ (اخرہ البخاری والمسلم)

ابو عبد الرحمن ابن ابی نعیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں تین سورتیں سبح اسم ربك الاعلیٰ، قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد تلاوت فرماتے اور جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس فرماتے اور تیسری دفعہ آواز مبارک کو بلند فرماتے اور ایک روایت میں انہی سے مروی ہے کہ تیسری مرتبہ اس کلمہ

میں تطویل فرماتے۔

ابو عبد الرحمن بن ابی ریحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سبوح اسم ربك الا على، قل یا یہا الکافرون، قل هو اللہ احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبوح اسم ربك الا على دوسری میں قل یا یہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد کی تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت ادا فرماتے رہتے اور آخر میں ایک رکعت کا اضافہ فرما کر حفت کو وتر بنا دیتے۔ (اخرجه البخاری والمسلم)

## سولھواں باب

### تہجد کے فوت ہونے پر طرز عمل

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اگر کسی عارضہ کے تحت یعنی نیند کے غلبہ یا درود الم اور مرض کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کو زوال سے قبل بارہ رکعت ادا فرماتے۔

## بسترھواں باب

### نماز تراویح

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے



رمضان المبارک میں بیس رکعت علاوہ وتر کے ادا فرمائیں۔ ملہ

## اٹھارھواں باب

### نماز تراویح کو خوف فرضیت کے تحت ترک فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں نماز ادا فرما رہے تھے میں اگر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے متعدد آدمی اگر آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے گئے حتیٰ کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب آپ نے ہماری موجودگی کا اور آپ کی اقتدار کرنے کا احساس فرمایا تو نماز میں اختصار فرمایا پھر اٹھ کر اپنی قیامگاہ میں تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی ہمارے ہاں نماز نہ پڑھی۔  
صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہماری اقتدار کو آج رات جان لیا تھا اور ہماری موجودگی کو محسوس فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اسی وجہ سے تو میں نے نماز میں اختصار کیا اور الگ جا کر نماز پڑھنے لگا۔

غلہ۔ بیس رکعت تراویح والی مذکورہ بالا روایت ابو ثیبہ راوی کی وجہ سے محدثین کے نزدیک ضعیف ہے مگر ضعف راوی اور ضعف سند علی الاطلاق ضعف ثمن کو مستلزم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ سند ضعیف ہو مگر متن صحیح اور درست ہو جیسا کہ ترمذی شریف میں متعدد روایات کے متعلق امام ترمذی ضعف کا حکم بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ سبھی علما اور ارباب علم کا مذہب مختار یہی ہے اور اس روایت کی بحسب المعنی صحت پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع واضح دلیل ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیس رکعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتیں تو ان کا انہیں اختیار کرنا اور صحابہ کرام میں سے کسی کا آپ پر اعتراض نہ کرنا مقصور نہیں ہو سکتا تھا۔ نیز جب ضعیف روایت متعدد ضعیف طرق و اسناد سے مروی ہو تو وہ قوی بن جاتی ہے اور درجہ جن تک پہنچ جاتی ہے تو جس کی تائید کوئی ضعیف روایت نہیں بلکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کر رہا ہو اور توارث اہل اسلام اور جمیع ازمان و اعصار میں اہل ایمان کا بیس رکعت پر اتفاق اور ان پر عمل پیرا ہونا اس کی تصدیق کر رہا ہو اسکی صحت کا انکار ممکن نہیں ہے لہذا اسی بہانے ایک متفق علیہ راستہ کو چھوڑ کر نیا راہ تلاش کرنا اور اہل اسلام میں تفریق و انتشار پیدا کرنا قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تُوَلِّيْ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمُ دَسَاتِ مَعِيْرًا** جو مومنین کی راہ سے الگ راہ اختیار کرتا ہے ہم اُسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور پھر جہنم کی وہی آگ میں اس کو ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (کنز انی الطوطاوی علی مرآتی الفلاح)۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے قریب مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ بعض صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں رات باجماعت نماز ادا کرنے کا تذکرہ ہونے لگا۔ تو دوسری رات پہلی کی نسبت زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ دوسری رات مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے باہم اس کا تذکرہ کیا تو تیسری رات اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے نماز ادا فرمائی۔ حاضرین نے بھی آپ کی معیت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے اور مسجد کی وسعت ان کے لیے تنگ ہو گئی مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ عرض کرنے لگے: الصلوٰۃ یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! نماز کے لیے باہر تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ مگر آپ ان کی طرف نہ نکلے حتیٰ کہ صبح ہوئی تو نماز فجر کے لیے تشریف لائے۔ نماز ادا کرنے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا: بعد از حمد و ثنائے باری! عذر سے سنو اور یقین رکھو آج رات تمہارا اعلیٰ اور حال مجھ پر غنی نہیں رہا لیکن میں اس لیے باہر نہیں نکلا اور تمہیں نماز ادا نہیں کرانی کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تم پر اس کو فرض و لازم نہ کر دیا جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ اور اس میں قصور و کوتاہی کر کے مجرم و گنہگار بن جاؤ۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز تراویح کی طرف ترغیب دیتے تھے اور قیام رمضان کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے۔ البتہ اس کے کہ ان کو اس کا پابند بنائیں اور ان کو لازمی امر فرماویں بلکہ فرماتے: من قام رمضان ایما نادا احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب باری تعالیٰ حاصل کرنے کی خاطر قیام کرے گا۔ اور نماز تراویح ادا کرے گا اس کے تمام پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

## انسوال باب

### سجود شکر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی آپ کوئی ایسی خبر سنتے یا الیا امر مشاہدہ فرماتے جو آپ کی مسرت اور خوشی کا موجب ہوتا تو آپ سجدہ شکر ادا فرماتے۔ ف

ف۔ امام الائمہ مراجع الامہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث میں نماز شکرانہ مراد ہے اور سجود چونکہ جزو نماز ہے لہذا کل نماز کو جزو الے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دراصل مسنون نماز شکرانہ ہے نہ فقط سجود۔

# ابوابِ روزہ

## بابِ اول

### ماہانہ روزے اور افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل روزے رکھتے تو اس طرح رکھتے کہ دیکھنے والا کہتا کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور آپ روزے رکھنا ترک فرماتے تو اس طرح ترک فرماتے کہ دیکھنے والے کہتے بجز اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے آپ افطار اور ترک کا ارادہ ہی نہیں رکھتے اور جب ترک فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور آپ کے رمضان المبارک کے علاوہ مسلسل پورا مہینہ روزے نہیں رکھے جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ہر ماہ میں آپ اس قدر روزے رکھتے کہ ہم دل ہی دل میں کہتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور جب آپ افطار فرماتے اور روزے رکھنا بند فرماتے تو ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور رات کے جس حصے میں بھی کوئی شخص آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا وہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا اور جو شخص آپ کو رات کے کسی حصے میں سوئے ہوئے دیکھنا چاہتا تو وہ آپ کو بخواب راحت دیکھ سکتا تھا یعنی آپ نہ ساری رات نیند فرماتے اور نہ ہی ساری رات بیدار رہتے۔

کیوں نہ اس مبارک عادت کو معجزہ سے تعبیر کیا جائے۔



## دوسرا باب

### ماہانہ تین روزے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ پہلے تین دن کے روزے رکھتے۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا کون سے ایام صیام کے لیے مخصوص فرماتے؟ تو انہوں نے فرمایا آپ اس امر کا اہتمام نہیں فرماتے تھے اور پروا دھیان نہیں رکھتے تھے کہ کن ایام کے روزے رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے۔ ہر ماہ کا پہلا سوموار پھر اس سے متصل جمعرات پھر اس سے متصل جمعرات۔

## تیسرا باب

### پیر اور جمعرات کا روزہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صیام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ صیام کے لیے سوموار اور جمعرات کے دن کی تحری فرماتے اور خصوصی دیکھ بھال اور اہتمام۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ متعدد ایام مسلسل صیام میں مصروف رہتے حتیٰ کہ گمان کیا جاتا کہ آپ مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور روزے ترک فرما دیتے حتیٰ کہ یوں گمان ہوتا کہ آپ سرے سے روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ ماسوا دو دنوں کے ہفتہ میں سے اگر صیام میں آجاتے تو فہما در نہ بالخصوص ان دنوں میں روزے ضرور رکھتے رہیں۔ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مسلسل روزے رکھتے ہیں حتیٰ کہ افطار اور ترک صیام بعید معلوم ہوتا تھا اور افطار و ترک پر آتے ہو تو روزے رکھنا بعید معلوم ہوتا ہے ماسوا دو دنوں کے اگر ان صیام میں آماں ہو تو ٹھک ورنہ آپ اللہ کے روزے سے استقامت رکھتے آئے۔

فرمایا کہ میں نے عرض کیا سو موار اور خمیس (جمعرات) تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو دن ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہ رب العالمین میں ایسے موقع پر پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال عباد ہر سو موار اور جمعرات (خمیس) کو بارگاہ رب العالمین میں پیش کیے جاتے ہیں اور میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ جب میرے اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جائیں تو میں روزہ دار ہوں۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء سو موار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

## چوتھا باب شعبان المعظم کے روزے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام سال کے مہینوں میں اتنے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ ماہ شعبان میں رکھتے۔ آپ تقریباً سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے۔ (اخرہ البخاری والمسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شعبان معظم میں روزے رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ شعبان میں رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کسی مہینے میں اس کثرت سے روزے نہیں رکھتے جتنے کہ شعبان میں رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جو جب درمضان کے درمیان ہے (اور قرب رمضان کی وجہ سے اس میں روزے رکھنے سے) عام لوگ غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال بارگاہ رب العباد میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جس وقت بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مسلسل دو ماہ روزے

رکھتے نہیں دیکھا ماسوا شعبان در رمضان کے آپ شعبان کو رمضان المبارک کے ساتھ ملا کر روزے رکھتے تھے  
امام ترمذی فرماتے ہیں یہ اسناد صحیح ہے۔

## پانچواں باب

### صوم وصال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال شروع فرمایا۔  
جس میں نہ شام کو افطار فرماتے اور نہ صبح سحری کھاتے (تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کا شرف اتباع  
حاصل کرنے کے لیے صوم وصال شروع کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو صوم وصال رکھتے ہیں  
(اور میری مماثلت و مشابہت اختیار کرتے ہیں) انکم لستم مثلی یقیناً تم میری مانند نہیں ہو بخدا اگر یہ مہینہ ابھی  
اختتام پذیر نہ ہوتا تو میں صوم وصال کو اتنا طویل فرماتا کہ متبع لوگ اپنے تعمق کو چھوڑ دیتے اور ہر معاملہ میں اتباع کی  
سعی کرنے والے اس سے گریز کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا تو لوگوں نے

عہ شعبان المنظم میں اکثر حصہ روزے رکھنا مراد ہے مگر بعض روایات میں بطور مبالغہ اس کو کل شعبان سے تعبیر کر دیا گیا ہے لہذا  
یہ روایات ان روایات کے منافی نہیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ رمضان المبارک کے علاوہ پورا مہینہ روزے نہیں  
رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عام روایات ان روایات کے پیش نظر مخصوص ہوں یعنی شعبان کے علاوہ دوسرے  
مہینوں کا حال یہ تھا کہ پورا مہینہ آپ ان میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

یعنی یہ روایات صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں جن کی  
صحمت میں کلام ممکن ہے اور ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت سے امتیازی مقام اور امتیازی حیثیت صاف ظاہر ہے



بھی شوق و اتباع میں صوم وصال شروع کر لیا۔ آپ نے فرمایا۔

اِنِّی لَسْتُ مُشَدِّکُمْ، اِنِّی اَظْهَلُ یَطْمَعْنِی رَبِّی وَیَسْقِیْنِی۔

بیشک میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میں دن کو رب تبارک و تعالیٰ کے ہاں ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (اور تمہیں یہ شرف و کرامت حاصل نہیں لہذا تم ایسے طویل ترین روزے رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے لہذا ایسے معاملات میں میرے ساتھ مماثلت کی کوشش نہ کیا کرو)

ہے تو اس تقدیر پر وصال صوم اور اس کا تسلسل ختم ہو گیا بلکہ عام متناوب معمود روزہ والی صورت بن گئی پھر مشیت کی نفی اور مماثلت کی منوعیت کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔

جواب۔ محدثین کرام نے اس سوال کے مختلف وجوہ سے جواب دیے ہیں۔ اولے۔ روزہ کو توڑنے کا موجب مستاد کھانا پینا ہے اور جو خرق عادت اور شان اعجازی کے طریقہ پر ہو وہ ناقض صوم نہیں ہے خواہ دن میں ہی کیوں نہ ہو۔ دوم۔ یہاں حقیقی کھانا پینا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا لازم یعنی قوت و طاقت کا عطا کیا جانا مراد ہے بغیر اس کے کہ آپ کوئی چیز تناول فرمادیں لہذا اب بھی روزہ کا تسلسل و وصال منقطع ہونا لازم نہیں آئے گا۔

صوم۔ اس کھلانے پلانے سے مقصود سیری اور سیرابی پیدا فرمانا ہے یعنی اللہ تعالیٰ میرے اندر کوئی چیز کھائے پئے بغیر سیری اور سیرابی پیدا فرمادیتا ہے اور مجھے بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی اور محض قوت و طاقت عطا فرمانے سے سیری و سیرابی لازم نہیں آتی۔ لہذا دوسرے اور تیسرے جواب میں فرق واضح ہو گیا۔

چہارم۔ یہاں محسوس کھانا پینا مراد ہے اور نہ ہی سیری و سیرابی کا عطا کرنا وغیرہ کیوں کہ روح صوم تشنگی ہے اور جوع اور نہ ہی قوت و طاقت مراد ہے کیونکہ صوم سے مقصود ریاضت بدن اور اس کی تفسیف ہے بلکہ مختاریہ ہے کہ طعام و شراب سے روحانی غذا مراد ہے یعنی حصول معارف، لذات مناجات اور فیضان لطائف الہی جو دل اقدس پر وارد ہوتے تھے اور انکی بدلت غذا اے جمائی اور اس کے لوازم سے استغنا حاصل ہو جاتا تھا اور اس امر کا مجازی محبتوں اور حسی مسرتوں میں تجربہ و مشاہدہ کیا جا چکا ہے تو پھر محبت حقیقی اور مسرت معنوی اور وہ بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور الشہرب العزت کے درمیان تو دہاں بھوک و پیاس کے احساں کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔ کذا قال الشیخ فی اشعۃ المعانی جلد دوم ص ۸۷۔

## چھٹا باب

### روزہ افطار کرنے کی اشیاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب ادا فرمانے سے پہلے چند تازہ کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار فرماتے اور اگر وہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ افطار فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی نوش فرماتے۔

## ساتواں باب

### دُعائے افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر میں روزہ افطار فرماتے تو فرماتے۔

افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ۔  
تمہارے ہاں روزہ دار لوگ روزہ افطار کریں۔ تمہارا کھانا ابرار اور متقی لوگ کھائیں اور تم پر ملائکہ صلوات  
درجہت بھیجیں۔

## آٹھواں باب

### رمضان المبارک کا عشرہ اخیرہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تمام رات جاگتے اور اہل خانہ کو بھی جگاتے اور مباشرت ازواج سے اجتناب فرماتے اور فصال شریف تک آپ کا عمل اسی طرح رہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ اپنی چادر (تہ بند) کو سخت کر کے باندھتے یعنی اپنی ازواج مطہرات سے الگ رہتے۔

## نواں باب

### اعتکافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے اور آپ کا یہ عمل مسلسل رہا حتیٰ کہ آپ نے دار فانی سے دارِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

## دسواں باب

### عید الفطر اور کھانا

عبداللہ بن زید اپنے باپ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک کچھ تناول نہ فرمالیتے۔ اور عید اضحیٰ کا دن ہوتا تو کوئی چیز کھائے بغیر عید گاہ تشریف نہ لے جاتے اور جانور ذبح فرماتے تو اس سے کھانے کا آغاز فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم جب تک عید الفطر کے دن چند دانے کھجور جو کہ طاق ہوتے تناول نہ فرمالیتے تو عید گاہ تشریف نہ لے جاتے۔

## گیارہواں باب

### نیزہ اٹھانا

نجاشی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹا نیزہ بطور تحفہ دہرہ پیش کیا تھا۔ وہ نیزہ عیدین کے



موقع پر آپ کے آگے آگے (خدام اٹھا کر) بے چلتے۔ (تاکہ بطور سترہ کام دے۔ موزی جانور سامنے آئے  
تو اسے قتل کیا جا سکے۔ ڈھیلے وغیرہ اکھیڑنے پڑیں تو اس ضرورت میں کفایت کرے۔ وغیرہ الک  
من الفوائد۔)

## بارہواں باب

### تکبیراتِ عیدین

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقعہ  
پر بارہ تکبیریں کہیں۔ سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور نہ نماز عید سے پہلے آپ  
نے نماز پڑھی اور نہ ہی اس کے بعد۔ علیہ

## تیسرہواں باب

### عید گاہ اور تبدیلیِ راہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید گاہ سے نکلتے تو

علیہ تکبیراتِ عیدین میں روایات مختلفہ وارد ہیں جو روایت ابن جوزیؒ نے نقل فرمائی ہے یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور  
امہ ثلاثہ کا فتویٰ یہی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں زائد تکبیرات تین تین ہیں اور یہی امام البیہقی  
رضی اللہ عنہ کا مختار ہے۔ ابو داؤد شریف میں سعید بن العاص سے منقول ہے کہ میں نے ابو موسیٰ اور خلیفہ رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے تکبیرات عید کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا چار تکبیریں مثل تکبیرات جنازہ کے اور فرماتے ہیں تکبیرات  
ذوالحجہ اور حضرت خلیفہ نے ان کی تصدیق فرمائی۔ نیز اختلاف روایات جب ثابت ہو گیا تو اقل مراتب کو ترجیح ہوگی کیونکہ تکبیرات زوائد  
اور رفع یدین خلافِ مسودہ ہے لہذا اقل مرتبہ پر اکتفا راجح ہوگا۔ کذا فی اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۶۴۴۔

اس راستہ کے علاوہ راستہ اختیار فرماتے۔ جس پر عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف ایک راہ  
سے تشریف لے جاتے اور دوسری راہ سے مراجعت فرماتے۔

معہ۔ راستہ تبدیل فرمانے کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بیان کی گئی ہیں۔

اول۔ ہر دو راستے اور اس کے ساکن بروز قیامت گواہ بن جائیں۔

دوم۔ اظہار شعار اسلام و اظہار ذکر خدا۔

سوم۔ کفار و منافقین کو غیظ و غضب میں ڈالنا۔

چہارم۔ ہر دو راہ کے ساکنین اہل اسلام کو جمال باکمال کے دیدار سے مشرف فرمانا اور ان کے سوالات کا جواب دینا اور ان  
کو تعلیم و ارشاد سے مشرف فرمانا وغیرہ وغیرہ لیکن شیخ اجل فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں جو ہر شخص نے اپنے فہم و  
فکر کے مطابق استنباط کیے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور عقول خلق انحال نبویہ کے اسرار و حکم اور مصالح و  
رموز کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۴۲

# ابواب حج و عمرہ

## پہلا باب

### احرام حج

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت سے قبل کئی حج ادا فرمائے مگر بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا۔ جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور جب آپ کی اونٹنی آپ کے سوار ہونے کے بعد کھڑی ہوئی تو آپ نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا۔

## دوسرا باب

### تلبیہ نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تلبیہ مبارک یہ تھا۔ لبیک اللہم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک۔ میں تیری بارگاہ اقدس میں بار بار حاضری دینے والا ہوں۔ اے اللہ میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ تیرے لیے کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ بے شک حمد و ثناء تیرے لیے ہے اور نعمت اور ملک صرف تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

ع۔ چونکہ سب حجاج اللہ تعالیٰ کی دعوت پر حج کے لیے حاضر ہوتے ہیں جس کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے کرایا۔ "اذن فی الناس بالحج الا یہ" اور جتنی بار کسی نے اس آواز کو سنا تھا اور لبیک کہا تھا اتنی ہی بار اس کو سعادت حج نصیب ہوگی۔ لہذا اس دعوت کی اجابت پر دلالت کے لیے دور بلائے ہوئے مہمان ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لبیک اللہم لبیک کے کلمات اختیار فرمائے گئے۔ کذا قال ابن المیزان۔ فتح الباری جلد ثالث ص ۳۲۵۔



## تیسرا باب

### دُعائے یومِ عرفہ

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دُعا عرفہ کے دن کی دُعا ہے اور جملہ کلاموں اور مجاہدوں سے پہلے تشریف لانے والے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اقوال سے بہترین کلام اور قول یہ ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ المملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئی قدیدر۔

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول معظم شیعہ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن پچھلے پھر امت کی مغفرت و بخشش کے لیے دُعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کی دُعا قبول کرتے ہوئے سب کو بخش دیا ہے ماسوا ظالم کے میں اس سے حق مظلوم بہر حال وصول کروں گا اور اس کو کفر کردار تک پہنچاؤں گا۔

آپ نے عرض کیا اے میرے رب کریم اگر تو چاہے تو مظلوم کو اس کی مظلومیت کے عوض اپنے خزان غیب سے بدلہ عطا فرما دے اور ظالم کو عفو و مغفرت سے نواز دے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت تو اس دُعا کی قبولیت کا اعلان نہ فرمایا۔ جب صبح آپ مزدلفہ پہنچے تو آپ نے پھر دُعا فرمائی۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کو بھی شرف قبولیت بخشے کا اعلان فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بہتم یا ضحک فرمایا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یہ وقت اور یہ مقام ایسا ہے جس میں آپ کی شان عجز و انکسار اور اظہار عبودیت تو اضع و سبب سرور و تکرار آپ سے بیدار ہوا اس کی صحت و صحت کیا ہے۔ اندر سے آپ کو جیسے جیسے کرتے رکھے آپ کو کس چیز نے ہنسنے اور مسکرانے پر برا لگنے کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول کر لیا ہے اور میری امت کے جملہ ذنوب و آثام سے درگزر فرما دیا ہے تو اس نے مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنی شروع کر دی اور اپنی دِل و ہلاکت کو پکارنا شروع کر دیا۔ میں اس کا یہ فعل اور حسرت دارمان دیکھ کر ہنس پڑا“

## چوتھا باب

### قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قربانی کو اپنے دست اقدس سے ذبح فرمایا اور اس پر بکیر کہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دو سینک دار سیاہ رنگ مینڈھے قربانی دیتے تھے میں نے دیکھا کہ ذبح کرتے وقت آپ ان کے پہلوؤں پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ اور بسم اللہ اکبر پڑھتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینک دار سیاہ فام خسی مینڈھے قربان کیے۔ ایک کو آگے لائے بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد کما اللہ منک والیک عن امتی و عن شہدائک بالتوحید و شہدائی بالبلاغ۔ اسے اللہ جانور اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور یہ صدقہ و ہدیہ تیری طرف ہے۔ میری امت کی طرف سے اور ان کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی شہادت دی اور میرے لیے ابلاغ احکام رسالت کی گواہی دی۔

پھر دوسرے جانور کو آگے لائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد فرمایا اللہ منک والیک عن محمد و آل محمد اسے اللہ جانور کی عطا اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور تیرا ہی عطا کردہ مال تیری بارگاہ میں ہدیہ کے طور پر حاضر ہے۔ میری طرف سے اور میری آل کی طرف سے۔

## پانچواں باب

### طواف اور استلام حجر اسود

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا اور حجر اسود کا ٹیڑھے سرے والی چھڑی کے ساتھ استلام کیا یعنی تعظیم و تکریم کی اور چھڑی کو اس سے لگا کر اس کا بوسہ لیا۔

پھر آپ چاہ زمزم کی طرف تشریف لائے جہاں آپ کے چہرے بھائی پانی کھینچ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی پانی دو۔ پانی کا ڈول آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ اور فرمایا۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ خود پانی کھینچ عبادت سمجھ لیں گے اور تمہارے ہاتھ سے یہ منصب سقایتہ چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ڈول کھینچتا اور چاہ زمزم سے پانی نکالتا پھر آپ نے وہاں سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

## چھٹا باب

### استلامِ رکنِ میمانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ میمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار اس پر رکھتے۔

## ساتواں باب

### سعی صفا و مروہ

حبیبہ بنت ابی حجرۃ فرماتی ہیں کہ میں نے بندہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھانکا جبکہ آپ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے کہ معاً آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی یہ حکم فرمایا: سعی کرو اور دوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو لازم فرمایا ہے اور میں نے دیکھا کہ تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنے کی وجہ سے آپ کی چادر مبارک جسد اطہر کے گرد گردش کر رہی تھی اور بل مبارک کی سفیدی نظر آرہی تھی نیز بیڈلیوں سے اوپر کے حصہ کی سفیدی بھی صاف دکھائی دیتی تھی۔

## آٹھواں باب

### رمی جمار

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی الانبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ عقبہ کو



کنکریاں مارتے وقت بلیہ کہا۔ اسے سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرمایا۔

## نواں باب

### اندرونِ کعبہ داخل ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے جمیع اطراف و جوانب میں دُعا مانگی اور اندرونِ نماز پر پڑھے بغیر باہر تشریف لائے اور کعبہ مبارکہ کے سامنے دو رکعت ادا فرمائی اور فرمایا یہی قبلہ ہے اور ہمیشہ کے لیے قبلہ رہے گا۔ (الخروج البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان بن ابولطیف رضی اللہ عنہ تھے۔ بڑی دیر تک آپ کے رفقاء نے آپ پر دروازہ بند کیے رکھا۔ جب دروازہ کھولا گیا تو پہلا اندر جانے والا شخص میں تھا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملا اور دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز ادا فرمائی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ صحنِ اول کے تین ستونوں میں سے دو کو ایک طرف اور ایک ستون کو دوسری طرف رکھتے ہوئے درمیان میں نماز ادا فرمائی۔ مگر میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز ادا فرمائی۔

## دسواں باب

### خطبہ حجۃ الوداع

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ف حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے لہذا ان کی روایت راجح ہے اور آپ کا بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ نیز حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے مگر انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تو انہوں نے پڑھتے نہ دیکھا۔ لہذا انہوں نے اپنی دانست کے مطابق نفی فرمائی مگر حضرت بلال کو صرف ادھر ہی توجہ تھی اور احوال و افعال مصطفویٰ پر پوری نظر تھی۔ لہذا ان کا قول راجح ہوگا جیسا کہ مسلم قانون ہے کہ نافی وثبت میں سے مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا راجح یہی روایت ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا سنت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کونسا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والا دن ہے یعنی دس ذوالحجہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؛ انہوں نے عرض کیا بلد حرام مکہ مکرمہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا مینہ ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ ذوالحجۃ المبارکہ۔

آپ نے فرمایا یقین رکھیے کہ تمہارے اموال، خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت و عزت اس حرمت والے مہینہ اور عزت و کرامت والے شہر میں ان طبقات کو بار بار دہرایا پھر سراقہ کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے؟ تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ یبلغ الشاهد الغائب۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دین اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے تاکہ اسلام پر ثابت قدم اور راسخ العقیدہ لوگ ان کو قتل کر دیں اور ارتداد کی سزا دیں یا میرے بعد نعمت اسلام اور اخوت اسلامیہ کی ناشکر گزاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا باہم جنگ و جدال پر نہ اتر آنا۔

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا یقین رکھیے کہ مکہ کو کرامت و حرمت اور عزت و عظمت صرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے نہ کہ لوگوں نے۔ لہذا کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے یہ حلال نہیں ہے کہ اس میں خوریزی کرے۔ یا یہاں کے خود رو و درختوں اور پودوں کو کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتال کو نہ دباتے ہوئے اپنے لیے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کتنا۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذن اور رخصت دی تھی اور تمہارے لیے رخصت نہیں فرمائی اور میرے لیے بھی ایک دن کی ایک ساعت میں رخصت قتال اور جنگ و جدال تھی۔ اب پھر اس شہر کی عزت و حرمت اسی طرح بحال ہو چکی ہے جیسے کہ کل تھی۔ فلیبلغ الشاهد الغائب۔ جو یہاں حاضر ہیں وہ میرا یہ فرمان غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ان حضرات صحابہ نے بیان فرمایا جنہوں نے میدان منیٰ میں آیام تشریق کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا۔ آپ اس وقت اونٹ پر سوار یوں ارشاد فرما رہے تھے۔ اے لوگو! گاہ رہو اور غور سے سنو تمہارا رب ایک ہے اور غور سے سنو کہ تمہارا باپ ایک ہے دل کے کان کھول کر سنو کہ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر دمخص نسب و نسل یا وطن اور علاقہ کے لحاظ سے کوئی فضیلت نہیں ہے اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں



کر دیا اور قرینہ رسالت سے سبکدوش بنیں ہو گیا ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ غائب لوگوں کو بھی میرا یہ پیغام اور فرمان پہنچادیں۔  
 حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حجتہ الوداع کے موقع پر رسول معظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا اور اپنے حکام و امراء کی اطاعت کرنا۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ گے اور ابدی راحت و سکون پا لو گے۔

## گیارہواں باب تذکرہ حج

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو سال کا عرصہ مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے اور آپ نے حج ادا نہیں فرمایا تھا دسویں سال آپ نے اعلان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں (لہذا جس نے آپ کی معیت میں شرف حج حاصل کرنا ہو وہ حج کے لیے نکلے یہ اعلان سنتے ہی مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ وہ افعال حج میں آپ کی اقتداء کرے اور آپ کی اتباع میں آپ جیسے افعال حج بجالائے۔

تم آپ کے ساتھ سفر حج میں نکلے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر ناقہ قصو پر سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام بیداء پر آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بلند ہوئی تو میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو آپ کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی سوار اور پیادہ حجاج ہی نظر پڑتے تھے۔ آپ نے توحید باری اور تمبیہ حج کے ساتھ آواز بلند فرمائی۔ اور لبیک لبیک: لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک۔ پڑھا اور تمام راہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمبیہ پڑھنے کا التزام کیے رکھا حتیٰ کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس پہنچے آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور میں چکر گرد کعبہ رمل کی صورت میں



کی تلاوت فرمائی۔ تب دو رکعت نفل ادا فرمائے پھر حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے چوما۔  
پھر صفا کی جانب جو دروازہ تھا اس سے صفا کی طرف نکلے جب اس کے قریب پہنچے قریہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الصَّفَاَ الْمَرْبُوعَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ بے شک صفا، و مروہ پہاڑیاں رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا طواف وسیعی میں آغاز وہاں سے کرو جس کے ساتھ کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی کوہ صفا ذکر میں مقدم ہے لہذا طواف اور سعی کی ابتداء بھی اس سے کرو۔  
پہلے آپ کوہ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا تو قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اِنْجَزَ وَعَدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَرَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

پھر آپ مروہ کی طرف اترے (حتیٰ کہ جب آپ کے قدم مبارک بطن وادی میں پہنچے (توسعی فرمائی) اور جب بلندی کی طرف چڑھنے لگے تو پھر آہستہ چلنا شروع فرمایا، اور اسی طرح عمل فرمایا جیسے کہ صفا پر عمل فرمایا تھا حتیٰ کہ جب مروہ پر آخری طواف تھا تو آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس امر کا سامنا ہوتا (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کا نزول ہوتا) جس کا بعد میں سامنا کرنا پڑا اور اب اس کا نزول ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا۔ اور احرام حج کو افعال عمرہ ادا کر کے کھول دیتا (اور دوبارہ یوم ترویہ میں احرام حج باندھتا اور تمہارے ساتھ عملی طور پر موافقت کرتا لیکن ہدایہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے میں احرام کو نہیں کھول سکتا تم احرام کھول دو یہ تمہارا عمرہ بن گیا اور حج کے لینے پھر ترویہ کے دن احرام باندھنا)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا عمرہ حج کے ایام میں ادا کرنا صرف اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لیے ان دنوں عمرہ ادا کرنا جائز کر دیا گیا ہے (اور دور جاہلیت کے برعکس جس میں ان ایام کے اندر عمرہ ادا کرنا بہت بڑا گناہ تصور کیا جاتا تھا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتوں کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل فرما کر اور ان میں تشبیہ پیدا کر کے فرمایا کہ عمرہ حج کے ایام میں اس طرح داخل ہو چکا ہے۔ دومرتبہ اس طرح فرمایا اور پھر فرمایا صرف اس سال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ من سے تشریف لائے تھے اور ان کے ہمراہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی اور ہدیٰ بیت اللہ کے لیے جانور تھے۔ انہوں نے آکر دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا احرام کھول چکی تھیں اور زنگدار کپڑے زیب تن فرما چکی تھیں اور سر مرد وغیرہ لگایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس حالت کو خلاف شرع سمجھتے ہوئے اظہارِ ناپسندیدگی کیا تو آپ نے کہا مجھے میرے باپ نے اس فعل کا حکم دیا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا جب تم نے ارادہ حج کیا تھا تو کیا کہا تھا انہوں نے عرض کیا میں نے یوں کہا تھا۔ اللہم انی اہل بما اہل بہ رسولک۔ میں اسی امر کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا تو پھر میرے ساتھ قربانی کے جانور میں اور احرام کھولنا میرے لیے دوست نہیں ہے لہذا تم بھی حالت احرام پر رہو اور جو اونٹ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لائے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے لیے لائے تھے ان کی مجموعی تعداد سو تھی۔

الغرض سبھی لوگ ارشاد نبوی کے مطابق احرام سے باہر آگئے اور قصر کیا (سر کے بال چھوٹے کرائے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ صحابہ کرام جن کے ساتھ ہدی کے جانور تھے صرف وہی حالت احرام پر رہے پس جب یوم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) آگیا تو سب نے حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں پہنچ کر پانچ نمازیں طہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائیں۔ پھر تھوڑی دیر بٹھڑے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ آپ نے بالوں سے بنے ہوئے خیمہ کے متعلق حکم دیا تو وہ مقام غرہ پر نصب کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے غرہ کی طرف چلے تو قریش کو یہ یقین تھا کہ آپ بالوں سے بنے ہوئے مشر حرام کے پاس قیام فرمائیں گے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ مگر آپ وہاں سے آگے نکل گئے۔ حتیٰ کہ عرفہ میں تشریف لائے تو مقام غرہ پر قبہ نصب کیا جا چکا تھا آپ نے وہاں پڑاؤ ڈالا جب دن ڈھلا تو قصوا پر پالان رکھنے کا حکم دیا۔ سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے اور لوگوں کو خطا کیا بے شک تمہارے خون اور مال باہم ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے کہ اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں۔ غور سے سنو امور جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں سے پامال ہے۔ دور جاہلیت کے خون اور قتل معاف ہیں اور ان کا بدلہ لینا ناجائز اور پہلا قتل جسے میں معاف کرتا ہوں اور اپنے عزیزوں میں سے ربیعہ بن حارث کا قتل اور خون ہے جو کہ بنی سعد میں پرورش پا رہا ہے تھے اور ان کو ہذیل نے قتل کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے ربا اور سود معاف ہیں اور پہلا سود جس کو میں معاف کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے کیونکہ وہ بھی صاف ہے اور ساقط۔

عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ لیا اور کلمہ اللہ کے ساتھ ان کے فروج کو حلال سمجھا اور تمہارے حقوق جو ان پر لازم ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جس کو تم پسند نہ کرو اس کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں اور تمہارے بستروں پر قدم نہ رکھنے دیں۔ اور وہ اگر ایسا کریں تو ان کو سزا دو اور مارو مٹیو مگر ایسی ضرب نہ لگاؤ جس کے اثرات ظاہر ہوں یعنی اس سے زخم آئے یا ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے اور ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ واجب الادا ہیں وہ ان کی خوراک اور پوشاک ہے جو معروف طریقہ پر ادا کی جانی



چاہئے اور عدل و انصاف کے ساتھ۔

اور میں تمہارے اندر سرِ حقیقہ ہدایت چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر اس کے دامن سے وابستہ رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے اور کیا جواب دو گے۔

سب حاضرین نے عرض کیا ہم سب گواہی دیں گے کہ آپ نے فریضہ رسالت کو ادا کیا اور حق نصیحت اور ہمدردی پوری طرح ادا فرمایا اور جملہ احکام خداوندی ہم تک پہنچا دیے۔  
اس موقع پر آپ نے شہادت والی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔ اللھم اشھد۔ اللھم اشھد۔ اللھم اشھد۔ اے اللہ ملاحظہ فرمائے۔ دیکھ لے اور گواہ ہو جا کہ میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے اور میری امت اس کی گواہی دے رہی ہے۔

پھر آپ نے اذان کا حکم دیا تو اذان کہی گئی پھر اقامت ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر اقامت کہی گئی اور آپ نے (ظہر کے وقت میں) نماز عصر ادا فرمائی اور ان کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں فرمائی۔ بعد ازاں سوار ہو کر آپ موقف میں تشریف فرما ہوئے اور قصور کا بطن اور سینہ صحرات (پتھروں اور چٹانوں) کی طرف متوجہ کیا اور ریتیلوں کا سلسلہ جس کو جل شاہ کہا جاتا ہے آپ کے سامنے تھا اور قبلہ کی طرف متوجہ تھے اور غروب آفتاب تک آپ نے وہاں قیام فرمایا جب قرص آفتاب غائب ہو گیا اور اس کی زردی بھی تھوڑی بہت غائب ہو گئی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اور وہاں سے مزدلفہ کی راہ لی۔ آپ نے نائے قھول کی مہار کو اتنا کھینچ رکھا تھا کہ اس کا سر پالان کے لگے سرے سے ٹکرا رہا تھا۔ اور آپ دائیں ہاتھ مبارک سے اشارہ فرما کر لوگوں کو حکم دے رہے تھے۔ اے لوگو آہستہ چلو، آہستہ چلو۔ جب آپ کسی پہاڑی پر چڑھنے لگتے تو اونٹنی کی مہار کو ذرا اٹھیل چھوڑ دیتے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں (وقت عشا میں) نماز مغرب اور عشا کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمایا اور ان کے درمیان نوافل وغیرہ ادا نہیں فرمائے پھر آپ آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہوئی اور جب آپ پر صبح صادق واضح ہوئی اور عام صحابہ کو نمایاں طبع پر محسوس نہیں ہوتی تھی تو آپ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

پھر آپ قصور پر سوار ہوئے حتیٰ کہ شعر حرام کی طرف تشریف لائے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمائی اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھتے رہے اور وہیں قیام فرما رہے حتیٰ کہ صبح کا سفیدہ اچھی طرح نمودار ہو گیا۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا حتیٰ کہ بطن عسریں قدم رنج فرما ہوئے تو اپنی سواری کو ذرا تیز فرمایا۔ پھر وہ درمیانہ راستہ اختیار



فرمایا جو کہ حجرہ کبریٰ کی طرف جاتا ہے حتیٰ کہ اس حجرہ کے پاس تشریف لائے جو درخت کے پاس ہے۔ اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر ایک کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرماتے ان کنکریوں میں سے ہر ایک خدف ریزہ کی مانند تھی اور بطن وادی میں کھڑے ہو کر آپ نے انہیں مارا۔ پھر آپ منحر (قربا لگاہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور تریٹھ اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے اور بقایا (سینتیس) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائے اور انہوں نے انکو ذبح فرمایا (منحر فرمایا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے ہدایا میں شریک فرمایا۔ پھر ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ہنڈیا میں ڈالنے اور پکانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسب الارشاد پکائے جانے کے بعد دونوں مقدس ستیوں نے ان ٹکڑوں اور بوٹیوں کو تناول فرمایا اور شور بانوش فرمایا۔

پھر آپ وہاں سے سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لائے اور طواف افاصلہ فرمایا اور نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔ پھر آپ بنی عبد المطلب کے ہاں (چاہے زمزم) پر تشریف لائے۔ جبکہ وہ پانی کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو انہیں فرمایا اسے بنی عبد المطلب پانی کھینچو اور پلاؤ۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری سنت پر عمل کرنے کے خیال سے لوگ تم پر غالب نہ آجائیں اور ڈول تمہارے ہاتھوں سے چھین ہی نہ لیں تو میں خود تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ انہوں نے آپ کو ایک ڈول پانی کا پیش کیا تو آپ نے اس سے پانی نوش فرمایا (الفرد بہ المسلم)

## بارہواں باب

### عمرؤں کا تذکرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ایک حدیبیہ والا عمرہ (جس کا احرام وہیں کھولنا پڑا) دوسری بار مدینہ طیبہ سے ذوالحجہ میں ادا فرمایا۔ تیسرا عمرہ جعرانہ کے مقام پر غنائم حنین تقسیم کرنے کے موقع پر کیا۔ اور چوتھا وہ ہے جو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا گیا۔ عہ

عہ دوسرا عمرہ تضامی ذوالقعدہ میں ادا ہوا جس طرح کہ پہلا اور تیسرا ذوالقعدہ میں وقوع پذیر ہوئے اور صرف ایک عمرہ ذوالحجہ میں ادا کیا گیا جو کہ حج کے ساتھ ادا کیا گیا۔ لہذا روایت مندرجہ بالا میں دوسرے عمرہ کے بیان میں تحریف وقوع پذیر ہو گئی ہے۔

(بہذا واللہ ورسولہ اعلم)

# ابواب

خوف و خشیت نبوی تضرع و زاری اور حزن و بکا، فکر و مائل و ورع و تقویٰ  
استغفار و توبہ اور آمال اور آرزوؤں میں کمی و کوتاہی کے بیان میں

## باب اول

### خوف و تضرع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت و عنایت اور فضل و کرم کے ساتھ ڈھانپ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہو (مخلص) اس کا عمل نجات دلاوے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی (آسا پاکیزہ ہونے کے باوجود) آپ نے فرمایا ہاں میرا عمل بھی! مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان مغفرت و رحمت کے ذریعے دامن غفور کرم میں لے لے اور ساتھ ہی ہاتھ مبارک سر اقدس پر رکھ کر عمل نزول رحمت کی طرف اشارہ فرمایا۔

مطرف بن عبد اللہ اپنے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا اور آپ کے سینہ مبارک میں اس طرح ابال اور جوش محسوس ہوتا تھا جیسے کہ نڈی چولہے پر رکھی ہو!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے گھر تشریف لانے کی باری تھی مگر آپ گھر میں تشریف فرما نہیں تھے (میں آپ کی تلاش میں نکلی) کیا دیکھتی ہوں کہ آپ سجدہ کی حالت میں یوں پڑے ہیں جیسے زمین پر رکھا ہوا کپڑا اور یوں فرما رہے ہیں۔

سجدتک سواد می و خیالی و آمن بک فواد ی۔ رب ہذا یدای و ما جنبت بها علی نفسی یا عظیماً

میرجی لكل عظیم اعفر الذنب العظیم۔

تیری بارگاہ بے نیاز میں میرا شخص وجود اور وجود خیال سجدہ ریز ہے اور میرا قلب و جگر تجھ پر صدق و اخلاص سے ایمان لایا ہے۔ اے میرے رب کریم یہ میرے ہاتھ ہیں (جو تیری جناب میں سوال و طلب کے لیے دراز ہیں) اور یہ میرے بوجھ ہیں جن کو میں نے ان ہاتھوں سے اپنے اوپر ڈال رکھا ہے۔ اے وہ عظیم ذات جس کی عظیم مقاصد کے لیے پناہ ڈھونڈی جاتی ہے اور حصول مقاصد میں امید رکھی جاتی ہے۔ میرے عظیم بوجھوں کو ہلکا فرما۔ پھر آپ نے فرمایا بیشک جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں یہ کلمات کہوں جو تم نے مجھ سے سُنے ہیں لہذا تم بھی سجدہ میں ان کو کہا کرو کیونکہ جو شخص بھی سجدہ میں گر کر یہ کلمات کہتا ہے تو اس کے سر اٹھانے سے قبل اس کی مغفرت و بخشش ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اامت کی کلفت و مشقت کو نظر رکھتے ہوئے عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل فرمایا تو لوگوں میں سے بعض نے اس سے اجتناب کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات اور اجتناب و کراہت کا علم ہوا تو آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ چہرہ اقدس سے غضب کے آثار نظر آنے لگے پھر فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس امر سے اعراض کرتے ہیں اور بے رغبتی جس کی مجھے رخصت دی گئی ہے بخدا میں ان سب سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت میرے اندر ہے۔

## دوسرا باب

### بادل اور آندھی سے اضطراب

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل اور آندھی دیکھتے تو پریشانی کے اثرات آپ کے چہرہ النور پر محسوس ہوتے رہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوشی مناتے ہیں کہ بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ مجسمہ اضطراب اور بے چینی بنے ہوتے ہیں اور چہرہ النور سے ناپسندیدگی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اے عائشہ میرے لیے اس امر کا اطمینان رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہیں



ایک قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کیا یہ سامنے نظر آنے والا بادل ہے۔  
جو ہم پر برسے گا اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا لیکن وہ عذاب خداوندی تھا جس نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

## تیسرا باب گرج اور چمک کے موقع پر کلمات طیبہ

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رعد اور گرج کی آواز سنتے اور بجلی گرنے کی آواز سماعت فرماتے تو یوں فرمایا کرتے تھے۔  
اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا ببذاہک وعافنا قبل ذالک۔ اے اللہ ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ فرما اور نہ اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک فرما اور اس سے پہلے ہی ہمیں عفو و عافیت سے ہمکنار فرما۔

## چوتھا باب خوف و حزن اور فکر و خیال

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ سے ناقل ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و ملال میں مبتلا رہتے اور راحت و سکون آپ کو حاصل نہیں ہوتا تھا اور ہمیشہ فکر مند رہتے۔

عہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود ماحول ان اللہ یعدن بہم و انت فیہم (اللہ تعالیٰ کو یہ شایان نہیں کہ تمہارے ہوتے ان کو عذاب دے اس نے اضطراب کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ علامات عذاب دیکھ کر آپ پر وہ تصور غالب آجائے نیز اللہ تعالیٰ کی نشان لا باالی اور بے نیازی اور بعض غیر مہر ح فیود اور شرائط کے پیش نظر اس امر کا امکان باقی تھا لہذا آپ پر یہ اثرات ظاہر ہوتے علی الخصوص آپ رحمۃ للعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ بالمومنین روف رحیم کا منصب خداوندی رکھنے میں تو لامحالہ جہاں سے معمولی اندیشہ امت کے حق میں تکلیف و پریشانی کا ہوتا تو آپ سرایا اضطراب بن جاتے۔

## پانچواں باب

آہ و بکا

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت و رأفت کے تحت بیان کیا ہے کہ آپ نے اُمت کے حق میں اللہ تعالیٰ سے التجار کی اور روئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ضرور تمہیں اُمت کے معاملے میں راضی کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کی خدمت میں کیسے پڑھنے کی بیعت رکھتا ہوں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا اور جیسے قرأت و تجوید کا حق ہے وہ آپ ہی ادا فرما سکتے ہیں، آپ نے فرمایا ضرور پڑھیے کیونکہ یہ امر مجھے بہت پسند ہے کہ میں دوسروں کی زبانی (حدیث محبوب) اور تلاوت کلام پاک سنوں میں نے سورہ نساء تلاوت کی اور جب اس آیت مبارکہ پر پہنچا۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ لِبَشِيرٍ وَنَذِيرٍ عَلٰى أُولٰٓئِكَ شَهِيدٌ ۝۱۔ وہ کیسا منظر ہوگا اور وہ کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ (نبی اُمت) لائیں گے اور آپ کو ان سب پر شہید اور گواہ بنائیں گے تو آپ نے فرمایا بس کافی ہے تجھے۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ (آخرہ البخاری والمسلم)

مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے سینہ اقدس اور اندرون جسد میں رونے کی وجہ سے ایسا جوش اور ابال محسوس ہوتا تھا جیسے کہ دیگ جوشاں چرلے پر چڑھ رہی ہو۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر اور عبید بن عمر رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ام المؤمنین مجھے وہ عجیب ترین امر بتلاؤ جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہو۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا آپ کے جملہ امور و افعال اور اعمال و اخلاق عجیب تھے۔

آپ ایک رات میرے ہاں تشریف لائے حتیٰ کہ جب میرے ساتھ لحاف میں لیٹے اور آپ کا جسد اطہر میرے جسم سے مس ہوا تو فرمایا اے عائشہ کیا مجھے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو تو میں نے عرض کیا مجھے آپ کا قرب خداوندی پسند ہے اور جو تمہیں پسند ہے وہی مجھے پسند اور محبوب ہے۔

آپ گھر میں کھڑے ایک مشکیزہ کی طرف متوجہ ہوئے (اور وضو فرمایا) مگر زیادہ پانی استعمال نہ فرمایا پھر کھڑے ہو کر قرآن مجید تلاوت فرمانے لگے اور رونے لگے حتیٰ کہ آنسو مبارک اس فراوانی سے بہنے لگے کہ آپ کے بیٹے کو تر فرما دیا۔

پھر آپ نے دائیں پہلو اور جانب کا سہارا لیا اور دایاں ہاتھ مبارک دائیں رخسار کے نیچے رکھا اور روتے رہے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تاکہ نماز کے وقت اور جماعت کے متعلق عرض کریں۔ آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا آپ رو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب پہلوں اور کھوپڑیوں کے گناہ کی مغفرت کا دنیا میں اعلان فرما دیا ہے اور بخشش کا مشرور بنا دیا ہے؛ تو آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (اور جبنا اس کا کرم عظیم اور احسان عظیم مجھ پر ہے اس کے مطابق شکر ادا نہ کروں) پھر فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں نہ روؤں حالانکہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔ اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الایہ۔ بے شک آسمان و زمین کی تخلیق میں اور گردش لیل و نہار میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ پھر فرمایا اس شخص کے لیے آنسو ہے جس نے اس کو پڑھا مگر اس میں غور و فکر نہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے میدان بدر والی رات دیکھا کہ ہم میں سے کسی نے قیام نہیں کیا اور رات کو نوافل ادا نہیں کیے تھے۔ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز ادا فرما رہے تھے اور رو رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور روئے اور اس قدر روئے کہ روتے روتے زمین پر گر گئے۔ آپ نے بیس مرتبہ اس آیت مقدسہ کو پڑھا اور ہر بار اس کثرت سے روئے کہ زمین پر گر گئے اور آخری مرتبہ مجھے منہ پایا۔ (لَقَدْ خَابَ مَنْ لَّوِيحَهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) وہ بہت ہی غائب و غاسر ہوا۔ جس کو رحمن و رحیم نے اپنے رحم و کرم سے محروم رکھا۔

سلمہ مخزومی فرماتے ہیں جب حضرت زید بن عاصی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے (اور آپ کو ان کے شہید ہونے کا بذریعہ کشف علم ہو گیا اور میدان جنگ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے مدینہ منورہ میں ان کے شہید ہونے کی اطلاع دے دی) تو آپ راہ پر چل رہے تھے کہ حضرت زید کی صاحبزادی نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کے سامنے آکر زار و قطار رونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نحیف اور گلوگیر آواز دہرا بلند ہوئی بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا



ہے؛ آپ نے فرمایا ہذا شوق الحبیب الی حبیبہ یہ ایک حبیب کا دوسرے حبیب کی طرف شوق و اشتیاق ہے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہ جان جان آفریں کے سپرد کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے لخت جگر اور نور نظر کی یہ حالت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں آنسو برس رہی ہیں۔ دل غم و اندوہ اور حزن و ملال میں مبتلا ہے اور سحر زما، برصوف وہی کچھ لاسے ہیں جس پر سمار رب تبارک و تعالیٰ اراضی ہو اور ہم اسے ابراہیم یقیناً تیرے فراق کی وجہ سے غمزدہ ہیں اور انتہائی سعلین۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ میرا بیٹا حالت موت میں ہے۔ ہماری حالت رنج و الم پر رحم کھاتے ہوئے ہمارے ہاں قدم رنج فرمادیں تاکہ آپ کی موجودگی سے ہمیں سہارا ہو جائے اور غم و اندوہ میں کمی ہو جائے تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے آدمی کو واپس بھیجا۔

ان الله ما اخذ وله ما اعطى وكل شيء عنده باجل مستي۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا فرمایا اور ہر چیز اس کے ہاں ایک معین اجل اور مدت کے ساتھ ہے۔ انہوں نے دوبارہ قسمیں اور واسطے دے کر آدمی بھیجا کہ آپ ضرور بالفرض تشریف لائیں تو آپ اُٹھے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اُٹھ کر چلے جب وہاں پہنچے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں وہ بچہ پیش کیا گیا اور اس کی سانس اکٹری ہوئی تھی اور سینہ میں ہی گردش کر رہی تھا۔ سر در عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دوپٹے رواں ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (مض آنسوؤں کا بہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ رحمة جعلها الله في قلوب عباده و انما يرجو من عباده الرجماء۔ رحمت و رافت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رجم و کرم کرنے والوں کو اپنے رجم و کرم سے مشرف فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف لائے۔ اُن کے اہل و عیال اُن کے گرد احاطے کیے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا ان کی وفات ہو گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں (آپ نے ان کی تکلیف اور منظر موت اور وار دنیا سے کوچ کی حالت کا خیال فرمایا) تو آپ رو پڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ اُن کے جنازہ پر تشریف لائے اور ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کافی دیر تک روتے رہے پھر

ان کو چارپائی پر رکھ کر اٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ طوباک یا غنمان لعلت الدنيا دلت تبسها۔ اے عثمان تیرے لیے مبارک ہے نہ دنیا نے تمہیں استعمال کیا اور نہ تم نے دنیا کو اور دنیا میں رہ کر اس سے الگ تھلگ رہے۔

میرہ بن معبد کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم اہل جاہلیت تھے اور بت پرست اور اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں قتل کیا کرتے تھے، میری ایک بیٹی تھی میں جب بھی اسے بلاتا تو وہ میرے بلائے پر بہت خوش ہوتی رہی میں نے ایک دن اس کو بلایا تو وہ میرے پیچھے پیچھے چلی تو میں چلتا رہا حتیٰ کہ اپنے گھر سے ذرا فاصلہ پر ایک کنواں تھا اس پر پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کنوئیں میں پھینک دیا اور ہمیشہ کے لیے نگاہوں سے اوجھل کر دیا اور اس کے آخری کلمات جو میرے کانوں میں پہنچ کر سنائی دے رہے تھے وہ یہ تھے، یا ابتاہ یا ابتاہ۔ اے اباجان اے اباجان کہہ رہی تھی (مگر میرا پتھر سے بھی زیادہ سنگین دل ذرا بھر متاثر نہ ہوا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سن کر رو دیے حتیٰ کہ آپ کے آنسو مبارک اچھل پڑے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے اس کو کہا تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال میں ڈال دیا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا تم کوئی بات مت کرو آپ خود دریافت فرمائیں گے کہ کس چیز نے آپ کو غمگین کیا ہے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اپنی بات دوبارہ دہراؤ اور مجھے سناؤ۔ اس نے دوبارہ وہ قصہ سنایا تو آپ اس قدر آبدیدہ ہوئے کہ آنسوؤں نے آپ کی داڑھی مبارک کو تر کر دیا۔ پھر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت اور زمانہ جاہلیت اور زمانہ کفر کے اعمال سے درگزر فرما دیا ہے۔ اب نئے سرے سے نیک اعمال اور صالح افعال کرو۔

حضرت ثابت بن سرح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات مبارکہ میں سے ایک دعا مبارک یہ تھی۔

اللہم اجعل لی عینین ھطالتین تبکیان بذرؤف الدموع وتشفقان من خشیتک قبل ان یصیر الذم مع ذمّی والاضراس جراً۔ اے اللہ مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب و عتاب سے خوفزدہ ہوں پہلے اس کے کہ آنسو خون بن جائیں اور دماغ میں الگا رہے یعنی عذاب نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا دہراؤ اور خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھالیں اور اس کا ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔

## چھٹا باب

### درع و احتیاط، تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکبھی راہ پر اور کبھی بستر پر پڑی اکھجور کو ملاحظہ فرماتے اور فرماتے اگر یہ اندیشہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں ضرور اس کو کھا لیتا (اور محض اس لیے اس سے نفرت اور اجتناب نہ فرماتا کہ یہ ایک کھجور ہے اور گرمی پڑی ہے) آخر جب البخاری والمسلم عمرو بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتھے کہ اپنے نیچے بستر پر ایک کھجور پائی اسے اٹھا کر کھا لیا۔ پھر آپ رات کے آخری حصہ میں بستر پر لوٹنے لگے حتیٰ کہ بعض ازواج مطہرات جن کے ہاں آپ تشریف فرما تھے وہ اس صورت حال سے گھبرائیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی پس اسے کھا لیا تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔

## ساتواں باب

### آمال اور آرزوئیں میں کمی اور کوتاہی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی سودینار کے ساتھ ایک مہینہ کی مہلت پر خرید فرمائی تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کیا تعجب نہیں کرتے ہو۔ اسامہ سے جس نے ایک مہینہ کی میعاد اور مہلت پر لونڈی ادھاری خریدی ہے (گویا یہ ایک مہینہ تک زندہ رہنے کا امیدوار ہے) بیشک اسامہ بہت طویل آرزو رکھتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب بھی میں آنکھ چھکاتا ہوں تو مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں پلکیں اکٹھی ہونے سے پہلے ہی میری جان قبض کر لی جائے اور میں جب بھی کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے گمان گذرتا ہے کہ نگاہ نیچی کرنے سے پہلے میری جان قبض کر لی جائے گی اور میں جب بھی کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ اسے پیٹ تک نہیں پہنچا سکوں گا اور اس سے نفع اندوز نہیں ہو سکوں گا بلکہ عین ممکن ہے کہ یہی لقمہ گلے میں اٹک جائے اور موجب



ہوتے تھے اگرچہ آپ کو باذن اللہ اور باعلام اللہ وقت وصال معلوم تھا کہ جب تک دین اسلام مکمل نہیں ہو جاتا اور اچھی طرح رائج نہیں ہو جاتا میری وفات نہیں ہوگی۔  
 پھر فرمایا اے بنی آدم اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے کو اموات میں شمار کرو۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس (موت قیامت اور عذاب و ثواب) کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے وہ لا محالہ آنے والا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پشاپ فرماتے تو مٹی پر مسح فرما لیتے میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے بالکل قریب ہے (اور وہاں پہنچنے میں کوئی خاص وقت بھی نہیں لگے گا تو آپ فرماتے مجھے کیا پتا ہو سکتا ہے میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔

## آٹھواں باب

### توبہ و استغفار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے بنی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت و بخشش طلب کرو کیونکہ (اس کا محبوب ہونے کے باوجود) میں اس کی جناب میں ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مجلس نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور آپ وقفہ وقفہ سے دب (غض لی دتب علی انک انت التواب الرحیم) پڑھتے رہتے اور شمار کرتے تو مجموعی طور پر آپ کی استغفار سو بار تک جا پہنچتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت ادا فرمائی پھر سو مرتبہ اللھم اغفر لی دتب علی انک انت التواب الرحیم کہا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ اقدس میں توبہ کرتا ہوں۔

سعید بن ابی بردہ اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہمارے ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درانحالیکہ ہم بھی بیٹھے ہوئے اور موجود تھے تو آپ نے فرمایا کوئی صبح طلوع نہیں کرتی مگر میں اس میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں (اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں۔

# البواب

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوات کے بیان میں

## باب اول

دُعا کے وقت ہاتھ پھیلانا

ابنۃ الحسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارگاہِ خداوندی میں دُعا اور زاری فرماتے تو اپنے ہاتھ بلند فرماتے (اور آگے پھیلاتے) جیسے کہ مساکین کھانا طلب کرتے وقت ہاتھ پھیلاتے ہیں اور دستِ سوال و طلب دراز کرتے ہیں۔

## دوسرا باب

صبح و شام دُعا فرمانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام ان دعاؤں کو ضرور زبانِ اقدس پر جاری فرماتے اور کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَاوِیْ وَ اٰہْلِیْ وَ مَالِیْ ۙ اللّٰهُمَّ اسْتَرْعُوْا رِقَابِیْ وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِیْ ۙ اللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیْ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَ عَنْ یَمَیْنِیْ وَ عَنْ شَمَالِیْ وَ مِنْ نُّوْقِیْ وَ اَعُوْذُ بِقَظَمَتِكَ اِنْ اِغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ ۙ

ترجمہ :- اے اللہ میں تجھ سے عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین اور دنیا میں اور اہل و مال میں اے اللہ میرے عیوب پر پرودہ ڈال اور مجھے خوف زدہ کرنے والے امور سے امن و اطمینان عطا فرما۔ اے اللہ مجھے سامنے سے اور پیچھے سے پیش آنے والی بلیات سے محفوظ فرما اور دائیں بائیں سے اور اوپر سے بھی رخص



تیری عظمت کے وسیلہ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ نیچے سے کسی آفت اور ہلاکت میں مبتلا کیا جاؤں یعنی زمین میں دھنسے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابزئی اپنے باپ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اس طرح فرماتے تھے: ہم نے صبح کی بے فطرت اسلام پر اور کلمہ اخلاص پر اور دین نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو کہ فطرت سلیمہ کی بدولت روز اول سے ہی باطل سے دین حق کی طرف مائل ہونے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت فرماتے: اے اللہ تیرے فضل و کرم سے ہم نے صبح کی اور تیرے ہی فضل و کرم سے شام کی ہے اور تیری عنایت و مہربانی سے ہی زندہ ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے دُعا دیتے ہیں کہ اگر آخرت کی طرف رخت سفر باندھیں گے اور تیری طرف ہی بازگشت ہے اور رجوع۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شام ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

”اے یسنا و اے مسی الملک اللہ۔“

ہم نے شام کی اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے بھی شام کی یعنی وقتِ شام میں پہنچا اور اسے پالیا۔  
والحمد للہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملک لہ الحمد و هو علی کل شیء قدير  
رب اسألك خیر هذه اللیلۃ و خیر ما بعدہا و اعوذ بک من شر ما فی هذا اللیلۃ و شر ما بعدہا۔  
توجہ:- اے میرے رب کریم میں تجھ سے اس رات کی خیریت اور اس کے بعد آنے والے اوقات کی خیریت کا طلبگار ہوں اور میں تجھ سے اس رات کے اندر جو شر ہے اس سے اور اس کے بعد آنے والے شرور سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

رب اعوذ بک من الکسل و سوء الکبر، رب اعوذ بک من عذاب فی النار و عذاب فی القبر  
توجہ:- اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کسل اور سستی سے بڑھاپے کی مشقت سے اور آفت سے۔ اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذابِ نار سے اور عذابِ قبر سے۔

اور جب صبح ہوتی تو بھی اسی طرح فرماتے۔ اے یسنا و اے صبح الملک اللہ۔ ہم نے صبح کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے صبح کی ہے۔



## تیسرا باب

### کرب و بلا کے موقع پر دعا و مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرب و بلا اور رنج و الم کے موقع پر یوں دعا فرماتے۔

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم۔ لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب السموات و رب الارض۔ رب العرش اکبر۔

## چوتھا باب

### دعوات مبارکہ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم اغفر لی خطیاتی و جہلی و اسراف فی امری۔ و ما انت اعلم بہ منی اللھم اغفر لی جدی و ہزلی

و خطی و عمدای و کل ذلک عندی، اللھم اغفر لی ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت

و ما انت اعلم بہ منی، انت المقدم و انت المؤخر و انت علی کل شئی قدير۔

اے اللہ میرے لیے میری خطائیں اور لاعلمی میں صادر ہونے والے امور اور حدود سے تجاوز معاف فرما۔

اور ہر وہ امر جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ میرے بالا ارادہ صادر ہونے والے امور سے درگزر فرما۔

اور غیسر ارادی طور پر صادر ہونے والے امور سے بھی یا مزاح کی صورت میں اور ہر نوع کی تفصیلات

مجھ میں موجود ہیں۔ اے اللہ جو کچھ میں پہلے کر چکا ہوں وہ (اگر خطا و غیبرہ پر مشتمل ہے تو) معاف

فرما اور جو آئندہ سرزد ہوگا اسے بھی بخش دے۔ جو پوشیدہ طور پر کیا ہے یا علانیہ اسے بھی نظر انداز فرما۔

اور جو میرے خیال میں نہیں ہے مگر تیرے علم میں ہے اور تو اسے میری نسبت اچھی طرح جانتا ہے اس سے

بھی چشم پوشی فرما۔ تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے (اور لوگوں کو شرف و فضل میں مقدم فرمانے والا ہے اور

مؤخر فرمانے والا) اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من فتنة النار وعذاب النار وفتنة القبر وعذاب القبر ومن شر تنقہ الفقہ، واعوذ بک من المسيح الدجال، اللھم اغسل خطایا می بعماد النالج والبرد، ولقی قلبی من الخطایا کما نقیت الثوب الابيض من الدس وباعد بینی وبين خطایا کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم انی اعوذ بک من الکسل والهمم والمأثم والمغرم۔

اے اللہ میں تجھ سے فتنہ مجھم اور عذاب نار سے پناہ مانگتا ہوں۔ فتنہ قبر اور اس کے عذاب سے اور فتنہ فقر کے شر سے اور میں تجھ سے تیری ذات والا کے وسیلہ سے مسیح و جال کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اے اللہ میرے گناہوں کو برت اور اولوں جیسے بمنزہ اور پاکیزہ پانی اور کب رحمت سے صاف اور اجلا فرما اور میرا دل گناہوں کی میل کچیل سے اس طرح صاف ستھرا فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو دس اور میل سے پاک پیدا کیا اور بنیا میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان آنا بعد اور دوری پیدا فرما جتنی کہ مشرق و مغرب کے درمیان پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سستی اور انتہائی برطحا پا سے پناہ مانگتا ہوں اور گناہ و قرض سے پناہ کا طلبگار ہوں۔ یہ اور اس سے پہلی روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من العجز والكسل والجبن والهمم والخل وعذاب القبر، اللھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکھا وانت ولیھا ومولاھا، اللھم انی اعوذ بک من قلب لا ینخشع، ونفس لا تنشع وعلو لا ینفع، ودعوة لا یتجاب لھا۔

اے اللہ میں تیری ذات اقدس سے عجز و کسل اور جبن و ہم و خل سے پناہ طلب کرتا ہوں اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ میرے نفس کو اس کے لائق اور شایان شان تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ و تطہیر فرما تو ان سب سے افضل و برتر ہے جو اس کا تزکیہ کر سکتے ہیں تو اس کا ولی ہے اور مددگار و معاون۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں لیے دل سے جو خشوع سے خالی ہو اور لیے نفس سے جو سیر نہ ہو اور لیے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسی دعا ہے جو مستجاب و مقبول نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من البرص والجنون والجذام وشتی الاستقام۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برص و جنون اور جذام و دیگر استقام و امراض میں مبتلا ہونے سے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یوں فرماتے تھے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔

اے دلوں میں تبدیلی پیدا فرمانے والے اور دلوں پر تصرف و تسلط کے مالک میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ اور قائم رکھ۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تم آپ پر ایمان لایچکے ہیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس پر بھی تو کیا آپ اس پر خوف کھاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں! بے شک قلوب خلق اللہ رب العزت کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جیسے چاہے الٹ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیہ کلمات زبان اقدس سے ادا فرماتے۔ اللہم اغفر لنا ذنوبنا وظلمنا وحرنا ووجدنا واعدنا وکل ذلک عندنا، اللہم انی اعوذ بک من غلبة الذین وغلبة العدا وشماتۃ الاعداء۔

اے اللہ ہمارا ظلم اور تعدی معاف فرما اور جو کچھ سنجیدگی سے سرزد ہوا یا بطور مزاح جو عدا کیا اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم ہمارے اندر موجود ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ غلبہ دین، غلبہ اعداء اور دشمن کی شہادت اور خوشی سے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات طیبات کو بطور دعا زبان حق ترجمان پر جاری فرماتے۔

اللہم طهرنی بالثلج والبرد والماء البارد، اللہم طهر قلبی من الخطایا کما طهرت الثوب الابيض من الدنس وابعاد بینی و بین ذنوبی کما باعدت بین المشرق والمغرب، اللہم انی اعوذ بک من قلب لا یتخشع و نفس لا تشبع ودعا لا یسمع وعلو لا ینفع۔

اے اللہ مجھے آب رحمت کے ساتھ پاک صاف فرما جو کہ نزاہت و طہارت میں برت، اولوں اور گھٹے پانی کی مانند ہے۔ اے اللہ میرے دل کو ذنوب و آثام سے اس طرح پاک و صاف فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو میل کھیل سے پاک پیدا فرمایا۔ میرے درمیان اور گناہوں کے درمیان اس قدر دوری پیدا فرما جتنی کہ تو نے مشرق

عہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تو اپنے دل کو ثابت رکھنے کے لیے کی ہے مگر صحابہ عرض کرتے ہیں کیا آپ کو ہمارے متعلق اندیشہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دعا تعلیم امت کے لیے تھی تاکہ آپ کی اتباع میں وہ بھی اس طرح دعا کریں اور یہی آپ نے جواب میں صراحت فرمادی کہ ہاں مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے لہذا جملہ دعوات نبی کریم علیہ السلام جہاں انکار عبودیت کے لیے ہیں وہاں بنیادی عقیدہ تعلیم امت ہے بلکہ ان کے لیے تاکید اکیہ مقصود ہے کہ جب مجبور خدا ایسی دعائیں کرتے ہیں تو ہمیں بطریق اولیٰ کرنی چاہئیں۔



و مغرب کے درمیان دوری پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں ایسے دل سے جس میں خوف و خشیت اور خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہو نہ والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو شرف پذیرانی اور قبولیت سے مشرف نہ ہو اور ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو۔

حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان سات دعوات کو بارگاہ خداوندی میں پیش کیا کرتے تھے۔

اللهم انی اعوذ بک من الهم، واعوذ بک من التردی، واعوذ بک من العنوالطرق والحرق والهدم، واعوذ بک ان یتخططنی الشیطن عند الموت، واعوذ من ان اموت فی سبیلک مدبراً، واعوذ بک من ان اموت لیدیلاً۔

اے اللہ میں تیری ذات والا کی پناہ لیتا ہوں، بڑھاپے اور انتہائی لاغری سے اور بندگیوں سے پستیوں کی طرف گرنے سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں غم و اندوہ سے اور پامال ہونے اور روزے جانے سے اور دب کر مرنے سے اور اس امر سے بھی کہ شیطان بوقت موت مجھے بے راہ کر دے اور راہ حق سے دور میں اس سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیری راہ میں جہاد کرتے وقت پیٹھ پھیرے ہوئے مردوں اور اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ ڈسا ہو امروں۔

قیس بن عباد سے مروی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی اور انتہائی ایجاز و اختصار سے کام لیا لوگوں نے اس امر کو ناپسند کیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں نے رکوع و سجود مکمل طور پر ادا نہیں کئے۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ہا) قرأت کے لحاظ سے اختصار تو میں نے اس میں ایسی دعا مانگی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔

اللهم بعلمک الغیب وقدارتک علی الخلق احیی ما علمت الحیاة خیراً لی، وتوفنی اذا کانت الوفاة خیراً لی، اسألت خشیتک فی الغیب والشہادة، وکلمة الحق فی الغیب والرمی، والقصد فی الفقر والغنی، ولذات النظر الی وجهک وشوقاً الی لقائک، واسألت نعیماً لا ینفد، وقرۃ عین لا تنقطع، واعوذ بک من کل ضرار مضرة وفتنہ مضلہ، اللهم وزینا بزینة الایمان واجعلنا هداةً مهتدین۔

اے اللہ اپنے علم غیب اور قدرت علی الخلق کے وسیلہ سے مجھے اتنے وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ تیرے علم میں حیات میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب میرے حق میں وفات بہتر ہو۔ میں تجھ سے تیرا خوف اور خشیت طلب کرتا ہوں۔ غیب میں بھی اور حضور میں بھی اور حالت غضب و رضاء دونوں میں کلمہ حق ادا کرنے کی توفیق اور فقر و غنا میں درمیانہ رومی طلب کرتا ہوں۔ تیری ذات اقدس کو دیکھنے کی لذت آشنائی اور شوق تما سے مرد آشنائی میں تجھ سے ایسی نعمتیں طلب کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور ایسی آنکھ کی ٹھنڈک اور راحت جو منقطع نہ ہو۔ میں تیری پناہ

ڈھونڈتا ہوں۔ ہر نقصان وہ امر سے اور گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ سے، اسے اللہ ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ فرما اور ہمیں ہدایت یا فتنہ بنا اور ہدایت کرنے والے رہنما بنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔  
رب اعننی ولا تقن علی، وانصرنی ولا تنصر علی، وامکن لی ولا تمکن علی، واهدنی ویسر لی الہدی، وانصرنی علی من یغی علی، رب اجعلنی لک شاکراً، لک ذاکراً، لک رھاباً، لک مطوعاً، لک محبتاً، لک اداً، آمیناً، رب تقبل توبتی، واغسل حوبتی، ولجب دعوتی، وثبت حجتی، وشداد لسانی، واهد اقلبی، واسئل سخیمة قلبی۔

اے رب تبارک وتعالیٰ میری امداد فرما اور میرے خلاف اعانت نہ فرما۔ میری نصرت فرما اور میرے خلاف نصرت نہ عطا کر۔ میرے لیے تدبیر فرما اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما۔ مجھے ہدایت کاملہ سے سرفراز فرما اور میرے لیے ہدایت کو سہل اور آسان فرما۔ میری ان لوگوں پر مدد فرما جو مجھ سے بغاوت کرنے والے ہیں اور مجھ پر ظلم و ستم ڈھلنے والے۔ اے میرے رب کریم مجھے اپنا شکر گزار بندہ بنا اور صرف تیرا ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا اپنا اعانت گزار۔ اپنی جناب میں فروتنی اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرنے والا۔ اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والا اور رجوع پذیر۔ الٰہی میری توبہ قبول فرما۔ میرے گناہ کو دھو ڈال۔ میری دعاؤں کو شرف قبولیت سے مشرف فرما۔ میری دلیل نبوت کو ثابت و راسخ فرما۔ میری زبان کو سدا و اور پختگی نصیب فرما۔ میرے دل کو ہدایت پر ثابت و قائم فرما اور میرے دل کی شدت و سختی اور کینہ وری سلب فرما۔

حضرت عروہ بن نوفل سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ یہ دعا فرماتے۔  
اللہم انی اعوذ بک من شر ما عملت ومن شر ما لعلی، ومن شر ما لعلی۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اپنے اعمال کے شر سے اور جو عمل نہیں کیا اس کے شر سے۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔

اللہم اصلح لی دینی الذی ہو عصمة امری، واصلح لی دنیاى التى فیہا معاشی، واصلح لی آخرتی التى الیہا معادى، واجعل الحیاة زیادة لی فی کل خیر، واجعل السمات راحة لی من کل شر۔

اے اللہ میرے لیے دین کی اصلاح فرما جو کہ میرے جملہ امور و معاملات کا موجب انتظام ہے اور باعث انتظام اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح و درستگی فرما جس میں میری گذران ہے۔ میری آخرت کی اصلاح فرما جس کی طرف میری بازگشت ہے اور میری زندگی کو امور خیر میں زیادتی اور کثرت کا موجب بنا اور میری محنت کو میرے لیے امور شر سے حصول راحت کا ذریعہ بنا۔



حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دعا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک ہے۔

اللھم انی اعوذ بک من زوال نعمتک، وتحول عافیتک، وفجأة نقبتک، وجبیع سخطک۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری نعمت کے زوال پذیر ہونے اور منقطع ہونے کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت کے برگشتہ ہو جانے کی اور اچانک تیری گرفت اور اتقامی کاروائی کے نزول سے۔ اور جملہ ناراضگی والے اسباب سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن والعجز والکسل والجن والبلخ وضلع الذین وغلبة الرجال۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں غم و حزن سے اور عجز و کسل سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض کے غلبہ اور لوگوں کے غلبہ سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اللھم اغفر لی ما قدّمت وما اخرت، وما اسررت وما اعلنت، وما انت اعلم بہ منی، انت المقدم

وانت المؤخر لا الہ الا انت۔

اے اللہ میرے لیے مغفرت فرما ان ذنوب کی جو میں نے زمانہ ماضی میں کئے یا آئندہ ہوں جو خفیہ طور پر سرزد ہو گئے یا اعلانیہ صادر ہوئے اور جو میرے علم میں نہیں ہیں اور تو ان کا میری نسبت زیادہ علم رکھنے والا ہے تو ہی شرف و فضل عطا کر کے کسی کو مقدم فرمانے والا ہے اور کسی کو مؤخر کرنے والا ہے نہیں ہے محمود برحق مگر صرف تو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من الفقر والعلة والذلة، واعوذ بک ان اُظلم او اُظلمو۔

اے اللہ میں تجھ سے فقر اور احتیاج خلق سے پناہ طلب کرتا ہوں اور بیماری و ذلت سے اور میں اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ کسی کو نشانہ ظلم بناؤں یا ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بالعموم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے۔

اللھم آتانی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة، وقنا عذاب النار۔

اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھی نیکی اور حفاظت عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں عذابِ نار سے محفوظ فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پناہ مانگتے تھے تعلیمات و شدائد



کی مشقت سے اور شقاوت و بدبختی کے لاحق ہونے سے اور قضا خداوندی کے قہر و جبر اور مشقت و شدت میں ڈالنے سے اور اعداد و بدکیش لوگوں کی خوشی سے یعنی ایسی حالت کے درپیش ہونے سے جو ان لوگوں کی خوشی کا موجب بنے۔

تنبیہ:۔ قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات طیبات تعلیم امت کے لیے ہیں اور ان میں مکمل عبودیت اور غایت تواضع کا اظہار مطلوب و مقصود ہے۔ علی الخصوص مغفرت ذنوب کی دعاؤں میں کیونکہ بالاجماع سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تعدد صغائر سے بھی محفوظ ہیں چہ جائیکہ کبائر۔ لہذا ان میں خلاف اولیٰ و انسب امور مراد ہیں جو کہ منصب مصطفویٰ کے لحاظ سے ذنوب کے ضمن میں شمار کر لیے گئے کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ایک مسلم قانون ہے۔ نیز قول باری تعالیٰ لیغفر لک اللہ الایۃ میں بھی یہی تاویل ہے یا یہ مقصد ہے کہ جن کو تم ذنوب سمجھتے ہو یا آئندہ سرزد ہونے پر ذنوب سمجھو ہم کسی کے متعلق بھی آپ سے باز پرس نہیں کریں گے لہذا یہاں محض اپنے فضل و کرم کا اظہار مقصود ہے۔ اور یا یہ مقصد ہے کہ اصل نبی تم ہو اور سب اولیٰ و آخرین تمہارے امتی اور ذنوب امت کے متعلق نبی جوابدہ تو ہے لیکن تمہاری خاطر ہم پہلوں اور پچھلوں بھی کے گناہ معاف کر دیں گے لہذا تمہاری طبع اقدس پر کوئی گرتی نہیں ہونی چاہیے اسی لیے لیغفر لک فرمایا گیا۔ ورنہ اگر آپ کے ذنوب کی مغفرت بیان کرنی مقصود ہوتی تو یغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فرمایا جاتا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔ کذا قال المحدثون ارباب السیر و المفسرون۔

# ابواب

گھریلو سامان

## باب اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار پائی پر آرام فرماتے تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ٹکڑہ تھا۔ جو کھجور کی جالی سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا پہلو بدلا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی کچھونا وغیرہ حائل نہیں ہے اور کھجور کی پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں طور پر نظر آرہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کونسا امر رلا رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا بخدا میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسریٰ و قیصر سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت صرف ہمارے لیے۔ عرض کیا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا یقیناً حقیقت اسی طرح ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متاع بیت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک کمرے میں رکھا ہوا تھا جس کی وہ ہر دن زیارت کیا کرتے تھے اور جب قریش ان کے ہاں جمع ہوتے تو انہیں اس مکان میں لے جاتے اور اس ساز و سامان کی طرف منہ کر کے فرماتے یہ میراث ہے اس ہستی مقدس کی جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں کرامت و عزت سے مشرف فرمایا ہے۔

عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ اس سامان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک چار پائی تھی جو کھجور کی پٹی سے بنی ہوئی تھی اور ایک چمڑے کا ٹکڑہ تھا جس کا اندرون کھجور کی جالی تھی۔ ایک پیالہ اور کپڑا۔ چکی ترکش جس میں چند تیر تھے اور کبیل مبارک تھا جس میں الطیب الطیبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے پسینہ اقدس کے قطرات لگے تھے جن کی بدولت وہ

کستوری کو بھی شرمندہ کرتا تھا۔

ایک شخص بیمار ہوا اور قریب المرگ ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ پسینہ اقدس والی جگہ کو تھوڑا سا بھگو کر نچوڑنے اور اس کی ناک میں ڈالنے کی اجازت دیں انہوں نے اجازت دے دی اور اس کی ناک میں وہ قطرات ڈالے گئے تو وہ فوراً تندرست ہو گیا۔

## دوسرا باب

### چٹائی مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی جس کو رات کے وقت دوران اعتکاف حجرہ کی صورت میں ارد گرد کھڑا فرما لیتے اور پر وہ بنا لیتے اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے۔ دن میں اس کو بچھا دیا جاتا جس پر آپ تشریف فرما رہتے اور حاضرین کو شرف زیارت و دیدار سے مشرف فرماتے۔

## تیسرا باب

### کرسی مبارک

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ ابو رفاعہ عذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا ایک غریب الوطن اجنبی آدمی اپنے دین کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے خطبہ ترک فرما دیا اور میرے قریب تشریف لائے۔ پھر ایک کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر اُن سے بہرہ ور فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دیے تھے۔ ابو عبد الرحمن نے اپنی حدیث میں حمید کا قول نقل



کیا ہے کہ میرے خیال میں اس شخص نے کرسی کے جو پائے دیکھے وہ سیاہ لکڑی کے تھے اور لکڑی نئی تھی جو چمک کی وجہ سے لوہا معلوم ہوتی تھی۔ ابن قتیبہ نے اس روایت کو ذکر فرمایا۔ اتی بکرسی من خلب۔ والخلب اللیف یعنی کھجور کی جالی سے بنی ہوئی کرسی لائی گئی۔ ابن الجندی فرماتے ہیں اگر حمید راوی سے یہ منقول نہ ہوتا کہ اس کے پائے خشب جدید یعنی سیاہ نئی لکڑی کے تھے تو زیادہ مناسب یوں تھا من لیف قوائمه من جريد لبنی ایسی کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے کھجور کی شاخوں سے تھے۔

## چوتھا باب

### بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر رات کو آرام فرماتے چمڑے کا گدا تھا جس میں کھجور کی شاخیں بھری ہوئی تھیں۔

حبیبہ حبیبہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک انصاری عورت میرے ہاں آئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا دیکھا جو ایک کبیل تھا جس کو دوہرا کیا ہوا تھا۔ گھر گئی اور وہاں سے ایک گدا بھیجا جس کو اُون سے بھرا ہوا تھا۔ حبیبہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اس گدے کو دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں انصاری عورت آئی تھی اس نے حضور والا بچھونا دیکھا تو اسے میرے پاس بھیج دیا تاکہ آپ اسے نیچے بچھائیں۔ آپ نے فرمایا اسے واپس کر دو۔ میں نے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے محض ادولبت کے لیے ہے) اسے واپس نہ کیا اور اس کا میرے گھر میں ہونا مجھے پسند تھا۔ آپ نے اُس کے واپس کرنے کا دوبارہ پھر سہ بارہ حکم دیا اور فرمایا اے عائشہ اسے واپس کر دو بخدا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ پیدا دیتا۔ تب میں نے اس کو لوٹا۔ یا۔

بیچ زیادہ عارفی کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عراقی وفد میں حاضر ہوا۔

تو آپ نے ہم میں سے ہر فرد کے لیے ایک کبل مہیا کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس پر سوئیں، آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اہل عراق کا خیال کرو جو کہ لوگوں کے سردار ہیں ان کی پوری پوری عزت و توقیر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا میں انہیں ایک ایک کبل سے زیادہ قطعاً نہیں دوں گا۔ اے حفصہ مجھے یہ تو بتلائیے تم نے کونسا نرم ترین بھپونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھا کر دیا تھا۔ آپ نے کہا ایک کبل مبلند (اونی جس کو بنے بغیر منہ کر کے تیار کیا جاتا ہے) ہر رات آپ کے لیے بچھایا کرتی تھی جو ہمیں خیر سے ہاتھ لگا تھا۔ ایک رات میں نے اس کے چارتہ کر دیے۔ تو آپ نے دوسری رات فرمایا۔ اے حفصہ اسے پہلے کی طرح بچھاؤ کیونکہ گذشتہ رات اس کی ملائمت اور نرمی نے سونے کے بعد مجھے نماز سے روک دیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہا دیے۔ پھر فرمایا بخدا میں انہیں ایک کبل سے زیادہ نہیں دوں گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بابل سے بنا ہوا کبل تھا جس کے ہم دو تہ بناتے تھے اور آپ اس پر آرام فرماتے، ایک رات میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر اس کے چارتہ کر دیے جائیں تو زیادہ ملائم ہو جائے گا اور آپ زیادہ آرام سے سو سکیں گے۔ لہذا اس کے چارتہ کر دیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ رات میرے لیے کیا بچھایا تھا۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کا پہلا بچھونا ہی تھا مگر ہم نے اس کے چارتہ کر دیے تاکہ آپ کے لیے دراز زیادہ ملائم ہو جائے آپ نے فرمایا اسے اپنی پہلی حالت پر ڈالو کیونکہ اس کی نرمی اور ملائمت کے آج رات میری نماز میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

## پانچواں باب

### لحاف مبارک

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور لحاف کا ایک کنارہ آپ پر تھا اور دوسرا کنارہ ان پر تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ہمان ٹھہرا (اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے) آپ ایک کبل لے آئیں جو زمین پر ڈالا اور اسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم



کے لیے بچھا یا۔ پھر آپ ایک چھوٹا سا کپڑا لائیں جس کو بچھونے کے سر ہانے رکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا فرما کر تشریف لائے۔ بچھونے پر پہنچے تو اس کپڑے کو اٹھایا جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہاں رکھا تھا۔ اس کو باندھا اور دونوں کپڑے اتار کر لٹکا دیے۔ پھر اس بچھونے پر حضرت میمونہ کے ساتھ لحاف میں آرام فرما ہو گئے۔

## چھٹا باب تکیہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چڑے کا ایک تکیہ تھا جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بکس پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چٹائی پر آرام فرماتے تھے جس نے آپ کے پہلوئے اقدس میں نشان ڈال دیے تھے اور آپ کے سر اقدس کے نیچے چڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

## ساتواں باب

### تکیہ پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں تشریف فرما دیکھا کہ آپ تکیہ پر سہارا لگائے ہوئے تھے جو آپ کی بائیں جانب پڑا تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مصوڑ تکیہ پر اوٹ لگائے ہوئے دیکھا۔



## آٹھواں باب

### چادر مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوسیدہ پالان پر چ  
فرمایا جس پر ایک سوتی چادر تھی جس کے کناروں پر بٹے ہوئے دھاگے تھے جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہیں تھی

## نواں باب

### خیمہ اقدس

عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ اپنے چمڑے کے قبہ اور خیمہ میں تشریف فرما تھے۔

# ابواب لباس شریف

## باب اول

قیص مبارکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں سے قیص زیادہ پسند تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سوتی قیص تھا جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور آستینیں بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا قیص زیب تن فرماتے تھے جو کمنوں سے اوپر ہوتا تھا اور اس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمنوں والا قیص نہیں بنایا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر دو کپڑے تھے جو موٹے اور کھر درے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے دو نو کپڑے موٹے ہیں اور کھر درے پسینہ آتا ہے تو دونو آپ پر بھاری اور گراں ہو جاتے ہیں۔

تتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس سے سوال کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس زیادہ مرغوب تھا۔ تو انہوں نے فرمایا جبرہ یعنی یمنی حاشیہ دار چادر۔ لاخرجہ البخاری والمسلم۔

## دوسرا باب

جیہ مبارک

حضرت میسر بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت اپنا منہ مبارک دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں سے شامی جیہ مبارک کی آستینیں الگ کرنے کی کوشش فرمائی اور اوپر چڑھانے

کی جو کہ تنگ سروں والی تھیں (جب وہ تنگی کی وجہ سے اُوپر نہ ہو سکیں تو) آپ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لیے اور ان کو دھویا۔

یزید بن ہارون کہتے ہیں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے جبہ مبارک نکالا تاکہ ہمیں زیارت کر سکیں جس کے بٹن اور کٹھے ریشم سے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اعداؤ سے ملاقات کیا کرتے تھے۔

حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شام سے ایک جبہ اور خفین کا جوڑا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ان دونوں کو زیب تن فرمایا حتیٰ کہ دونوں پھٹ گئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جبہ صوف انمار سے تیار کیا گیا تو آپ جتنے اس جبہ پر خوش ہوئے اتنے اور کسی کپڑے سے خوش نہیں ہوئے۔ آپ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔ جاضرین مجلس میں ایک اعرابی بیٹھا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے عطا فرمادیں تو آپ نے فوراً اُتار کر اس کو عطا فرمادیا۔

## تیسرا باب

### تہبند مبارک اور کبیل شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے ایک منقش کبیل میں نماز ادا فرمائی نماز کے دوران ان اعلام و نقوش پر نظر پڑی تو آپ نے نماز کے فوراً بعد فرمایا یہ کبیل ابو جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دو اور ان کا

ف۔ امجد لطیف ہر ذرا سا اثر بھی فوراً نمایاں ہو جاتا ہے جیسے آئینہ سانس سے بھی متاثر ہو جاتا ہے لہذا جو ہستی تمام خلق خدا سے لطیف تر اور پاکیزہ تر ہے انکا کبیل سے متاثر ہونا مستبعد نہیں ہے علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ اس میں امت کے لیے بھی تہبند ہے کہ وہ نماز کے اندر اس قسم کی حالت سے اجتناب و احتراز سے کام لیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام باذراع البصر واطنی ہے توجہ کو ان کی طرف التفات نہیں فرماتے وہ ان کبیل کے اعلام سے افشاں کا خوف کیونکر محسوس فرما سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی طبع بشری کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی بخود فراموش صورت مایہ میں مازع البصر واطنی کا مقام رفیع حاصل ہوتا ہے اور صورت الدلی میں اتنی قلیل چیز بھی اثر انداز ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور مقصود تعلیم امت ہے لہذا طبع بشری کا تقاضا ظاہر فرما کر ان کی ہدایت کا سامان فراہم فرمایا۔ (عمدة القاری جلد ۲ ص ۹۴)۔



سادہ کبل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ کبل نمازیں اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور خشوع و خضوع میں خفض کا موجب بن سکتا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ہمارے ملک میں آکر ایک موٹی چادر اور فرمایا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں میں سے ایک لے لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے بالوں سے بنا ہوا کبل زیب تن فرما رکھا تھا جس پر بالوں کی تصاویر تھیں۔ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی طرف کفار کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ ابان بن سعد نے ان کو اپنی پناہ اور امان میں لیا اور کہنے لگا اے چارو بھائی میں تمہیں خشوع و خضوع کی حالت میں دیکھ رہا ہوں اور چادر بہت اوپر چڑھ گئی ہو جیسے تمہاری قوم فرزند کے طور پر چادروں کو لٹکاتی ہے اور زمین پر گھسٹتی ہے تم اس طرح کیوں نہیں لٹکاتے تو آپ نے فرمایا ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی پنڈلیوں تک چادر باندھتے ہیں لہذا میں بھی ان کی اتباع کا پابند ہوں۔

اشعث ابن سلیم سے منقول ہے کہ میں نے اپنی بھوپھی سے سنا اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ میں پیدل چل رہا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے ایک انسان گویا ہوا اپنی چادر اُچھی رکھو کیونکہ اونچا رکھنا موجب طہارت ہے اور کپڑے کے زیادہ عرصہ تک باقی رہنے کا موجب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سیاہ رنگ سی چادر ہے (جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہیں۔ اس نے کیا مٹی ہوتا ہے اور میلا) آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے میری ذات میں صحیح اقتدار اور پیروی نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کی چادر مبارک پنڈلیوں کے نصف حصہ تک تھی۔

## چوتھا باب

### حکم مبارکہ

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلقہ اتہ بند اور اوپر اور ہٹنے کی چادر) تائیس اونٹنیوں کے عوض خریدا پھر اسے زیب تن فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاری دار

عطر زیب تن کیے ہوئے دیکھا اور کسی شخص کو ایسے حلیے میں ملبوس نہیں دیکھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطر سے حسین ہو۔

## پانچواں باب

### دھاری دار چادر مبارک

سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما تھے اور ایک چادر سے احتبا فرمایا ہوا تھا یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے چادر کو کمر اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ رکھا تھا اور اس کے سروں پر بٹے ہوئے دھاگے آپ کے قدموں پر لگ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چادر زیب تن فرمائی تو میں نے عرض کیا یہ آپ کے جدامہ پر کتنی خوب لگ رہی ہے آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی سے مل کر دیوں نظر آرہی ہیں جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سرخ چادر مبارک تھی جس کو عیدین کے موقع پر زیب تن فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو دیکھا جبکہ آپ دو سبز رنگ کی چادریں جسم النور پر اوڑھے ہوئے تھے۔

## چھٹا باب

### عمامہ مبارک

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ

مکر میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ دستا مبارک باندھی ہوئی تھی۔  
 خالد خدائے منقول ہے کہ مجھے ابو عبد السلام نے خبر دی کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے  
 دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستا مبارک کیسے باندھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ایک کنارہ دو کندھوں  
 کے درمیان لٹکاتے اور اس کو گولائی میں سر اقدس کے گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشت اقدس کی جانب اس میں  
 اٹھ دیتے۔

نافعؓ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دستا مبارک باندھتے  
 تو اس کے دونوں کناروں کو کندھوں کے درمیان پشت اقدس کی طرف لٹکاتے۔ نافعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ  
 بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

## ساتواں باب

### ٹوپی مبارک

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سفید رنگ شامی  
 ٹوپی دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر وہ ٹوپی استعمال فرماتے  
 جس کے کنارے لمبے ہوتے تھے (اور کانوں تک پہنچ جاتی تھی) اور گھر میں ہوتے ہوئے وہ ٹوپی استعمال فرماتے جو  
 اوپر چڑھی ہوئی ہوتی تھی یعنی شامی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں تھیں۔  
 ایک سفید رنگت مصری، دوسری بمینی چادروں کے کپڑے سے بنی ہوئی اور تیسری کانوں والی ٹوپی جس کو آپ  
 سفر میں زیب تن فرمایا کرتے۔

عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے کا شرف حاصل کیا  
 اور دیکھا کہ آپ کی تین ٹوپیاں ہیں۔ مصری، شامی اور ایک کانوں والی۔



ادپر اور ٹھنے والی یاد مبارک

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نجاشی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عریضہ لکھا کہ میں نے آپ کا نکاح آپ کی قوم میں سے ایک عورت کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ آپ کے دین پر ہے یعنی ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور میں نے آپ کی بارگاہ میں ایک جامع اور مکمل ہدیہ پیش کیا ہے۔ قمیض، شلوار، دوسادہ خفین اور ایک طیلسان۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین استعمال فرمائے و دربان وضوان پر مسح فرمایا۔

## نواں باب

### شلوار مبارک

قیس کہتے ہیں میں نے اور مخرمہ عبدی نے ہجر سے کپڑا لیا اور مکہ مکرمہ پہنچے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور شلوار خرید فرمائی اور ہاں ایک وزن کرنے والا تھا جو اجرت لے کر اسبیاء کا وزن کرتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جب تو وزن کرے تو ذرا زیادہ رائج اور وزنی رکھنا یعنی اجرت اور قیمت کو تاکہ فروخت کرنے والوں کا فائدہ ہو جائے۔

## دسواں باب

### صوف اور اون کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا لباس زیب تن کیا اور پیوند لگا ہوا جو استعمال فرمایا۔ کھر در لباس پہنا اور شیع کو تناول فرمایا۔ ہم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ شیع سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا ان چھنے جو کے آٹا سے تیار کردہ ردی جو پانی کا گھونٹ پئے بغیر حلق سے نیچے نہیں اترتی۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونی لباس اور کپڑے استعمال فرماتے۔ اپنے جوتے کو خود پیوند لگاتے اور قمیص وغیرہ کو بھی خود پیوند لگاتے۔ دراز گوش کو بھی اپنے مرکب ہونے کا شرف بخشے اور ارشاد فرماتے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی میرے ساتھ اس کا ربط و تعلق نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اون کا جبہ استعمال فرمایا جب پسینہ آتا تو اون کی بومحوس فرمائی لہذا اسے اتار پھینکا۔

## گیارھواں باب

### میسر لباس کا استعمال

جلیس بن الیوب سے منقول ہے کہ صلت بن راشد جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آتے اور انہوں نے اون کی تہ بند اور ادنیٰ جیبہ پہن رکھا تھا۔ ان کو دیکھ کر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے نفرت کا اظہار کیا اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ لوگ ادنیٰ پہنتے ہیں اور دلیل و ثبوت کے طور پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے ادنیٰ لباس استعمال فرمایا حالانکہ مجھے ایسے حضرات نے روایت کی ہے جن کو قطعاً متم نہیں کیا جاسکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتی لباس زیب تن فرمایا۔ یعنی چادریں اور بھیس اور ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی سنت اتباع و اطاعت کی زیادہ حق دار ہے بہ نسبت سنت عیسویہ کے۔

## بارھواں باب

### جدید لباس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نیا لباس استعمال فرمایا تو تہجد سے شروع فرماتے۔

## تیرھواں باب

### لباس اور دُعا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیا لباس پہننے لگتے تو پہلے اس کا نام لیتے یعنی تمیض۔ ازار، عمامہ یا رداء اور فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِحَمْدِكَ كَسُوْتُنِيْهِ اَسَانْكَ خَيْرٌ وَ خَيْرٌ مَا مَنَعَ لَكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَ شَرِّ مَا مَنَعَ لَكَ۔



اے اللہ تیرے لیے حمد و ثنا ہے جیسے کہ تو نے اپنے فضل و کرم سے یہ (قیص یا چادر وغیرہ) مجھے پہنائی ہے۔  
ایسے ہی اس کی خیر و برکت سے مشرف فرما اور جس مقصد کے لیے اُسے بنایا گیا ہے اس کی خیر و برکت سے نوازا اس  
کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور جس مقصد کے لیے اس کو بنایا گیا ہے اس کے شر سے۔

## چودھواں باب

### خفین کا استعمال

ابن بریدہ اپنے باپ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نجاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے  
بارگاہ مصطفویٰ میں دو سیاہ رنگ سادہ خفین کا ہر پیش کیا۔ آپ نے ان کو پہنا اور ان پر مسح فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔

## پندرھواں باب

### نعل مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے اگلے حصے میں  
انگیوں کے درمیان آکر تماسک اور مضبوطی سے پاؤں میں برقرار رکھنے کا فائدہ دینے کے لیے دو زمام اور تسمے تھے جو  
کہ قبالہ کہلاتے تھے۔

مطرف بن عبد اللہ شخیر فرماتے ہیں۔ مجھے ایک اعرابی نے بتلایا کہ میں نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے جوتے میں پونید لگے دیکھے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا مبارک میں  
اگلی جانب دو زمام اور قبالے تھے۔

عسید بن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ کو رنگے ہوئے چوڑے  
کی جوتی پہنے دیکھتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے استعمال فرماتے دیکھا

جو رنگے ہوئے چمڑے سے بنے ہوئے تھے اور آپ ان میں وضو فرماتے تھے۔  
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گائے کے چمڑے  
سے بنے ہوئے جوتے پہنے دیکھا جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جوہا مبارک  
پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب اتارتے تو بائیں جانب سے شروع فرماتے۔

---

# ابواب مبارک سواریاں

## باب اول

### گھوڑے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب بندوں سے زیادہ گھوڑے پسند تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب گھوڑوں سے زیادہ محبوب و مرغوب گھوڑا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ ہوتا جس کا دایاں پاؤں سفید ہوتا اور ناک پر سفیدی ہوتی۔ اٹھا کر کیا ہوا ہوتا اور زنگت نزد سرخی مائل ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کو مرتجز کہا جاتا۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں پہلا گھوڑا جو فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آیا اس کو سکب کہا جاتا تھا (یعنی انتہائی تیز رفتار گویا کہ اس کی رفتار تیز رفتار پانی کے بہاؤ کی طرح ہے) دوسرا گھوڑا وہ تھا جس کو حسن صوت یعنی خوش آواز کی وجہ سے مرتجز کہا جاتا (گویا وہ میدان جنگ میں مجاہدوں کی طرح رجز کہنے والا ہے) یہ وہ گھوڑا تھا جس کو آپ نے ایک اعرابی سے خرید فرمایا (اور ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ انکاری ہو گیا) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی خریداری کے متعلق آپ کے حق میں گواہی دی (حالانکہ وقت خرید میں موجود نہیں تھے اور عرض کیا آسمان اور آخرت کی خبروں میں ہم آپ کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں تو زمین کی خبر پر ایمان و یقین کیوں نہ رکھیں اور آپ نے اکیلے خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر قرار دیدی) تیسرا گھوڑا الزانامی تھا۔ چوتھا گھوڑا جو باپ اور ماں کی طرف سے عمدہ ہونے کی بنا پر طرف کہلاتا۔ پانچواں گھوڑا جو زنگت کی سرخی کی وجہ سے درد (گلاب کا پھول) کہلاتا۔ چھٹا گھوڑا وہ تھا جس کو نحیف کہا جاتا اور بعض اس کو لحیف کا نام دیتے ہیں یعنی اپنے دم سے زمین کو یا اپنے پچھلے حصہ کو پوشیدہ کر لینے والا اور بعض حضرات نے آپ کے ایک گھوڑے کا نام لیسوب بھی بتلایا ہے۔



## دوسرا باب

### اونٹ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو عصباء کہا جاتا تھا اور کوئی سواری اس سے آگے نہیں نکل سکتی تھی ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس کے ساتھ مقابلہ میں دوڑایا تو اس کا اونٹ سبقت لے گیا صحابہ کرام علیہم الرضوان پر یہ امر گراں گذرا ان کے چہروں پر پریشانی کے اثرات دیکھ کر آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کیا ہے؟ عرض کیا عصباء سے یہ اونٹ سبقت لے گیا ہے۔ (اس وجہ سے غمگین ہیں) آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ یہ امر لیا ہوا ہے کہ امور دنیا میں سے جس کو انتہائی عروج اور ترقی عطا فرماتا ہے اس کو پستی اور زوال میں مبتلا فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار کہ مکہ میں داخل ہوئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک سرخ اونٹ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ جب جنگ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر کی طرف نکلے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنی بیوی یعنی آپ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کی خدمت کے لیے چھوڑا جو کہ بیمار تھیں اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ منورہ میں چھوڑا تو وہ بیٹھے تھے کہ ناگاہ انہوں نے یکجہ کی گونج سنی دیکھا کہ حضرت زید بن عاص رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جد عار پر سوار ہیں اور وہ (اہل مدینہ کو خوشخبری دیتے ہوئے) کہہ رہے ہیں کہ فلاں فلاں کا فرقت ہو گئے اور فلاں فلاں قید کر لیے گئے۔

قصواء عصباء اور جد عادیہ تینوں نام ایک ہی ناقہ مبارکہ کے ہیں۔ ابن ناصر نے ثعلب سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص نام ہیں اور ان کا معنی لغوی موجود و متحقق نہیں تھا اور سعید بن مسیب لغوی مناسبت کے تحقق و ثبوت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کے کان پرے ہوئے تھے (لہذا عصباء کہتے تھے) اور جس کے کان کھٹے ہوئے تھے جد عادیہ کہلاتی تھی اور کانوں کے اوپر والے حصے کاٹ کر باریک کیے گئے تھے لہذا قصواء کہتے تھے ریا پیدائشی طور پر ایسے تھے اور تمثیل و تشبیہ کے طور پر یہ اسامہ اطلاق کیے گئے تھے۔

## تیسرا باب خمس

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں جنگ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا وقتی طور پر بعض مسلمان پیچھے ہٹے اور صفیں ٹوٹ گئیں اور مجاہدین مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم برسرِ پیکار تھے وہاں آپ کے ساتھ صرف میں تھا یا ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہم آپ سے جدا نہ ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو فروہ ابن نفاثہ نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

اصبح بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمرودان میں خوارج کے ساتھ جنگ کی اور انہیں قتل کیا تو آپ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار تھے۔ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے خچر کو شہا اور دلدل کہا جاتا۔

## چوتھا باب دراز گوش

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دراز گوش پر سوار ہوا جس کو عفیر (ٹیالی رنگت والا) کہا جاتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز گوش پر سوار دیکھا جس پر اکاف ڈالا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خیر کے دن اور نوا النصیر کے خلاف کاروائی کے دن دراز گوش پر سوار تھے جس پر اکاف تھا اور اس کی لگام کھجوری تھی۔ ف

ف۔ گدھوں اور دراز گوش پر ڈالی جانے والی زین (پالان) کہلاتی ہے جسے گھوڑوں پر ڈالی جانے والی زین کہلاتی ہے۔

# پانچواں باب

## زمین

ابو عبد الرحمن قمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں موسم گرما کے گرم ترین دن جنگ خنین میں حضور علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے بلال میرے گھوڑے پر زمین ڈالو تو انہوں نے ایک زمین نکالی جو باریک بدھ کی صورت میں تھی۔

## چھٹا باب

### سوار ہوتے وقت دعائیں

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت زیارت کی جبکہ آپ کی خدمت میں سواری لائی گئی۔ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا بسم اللہ۔ اور جب اس پر چم کر بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد للہ الذی سخر لنا هذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا المنقلبون۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر فرمایا اور ہم اپنی قوت سے اس کے قریب ہونے کے بھی قابل نہیں تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، پھر تین بار اللہ اکبر فرمایا اور تین بار الحمد للہ کہا۔ پھر فرمایا۔ سبحانک لا الہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفر لی۔ پھر آپ نے ضحک فرمایا اور منہ ہی آپ کے ہونٹوں پر کھیلنے لگی رہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضحک کا موجب و سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت اس وقت اپنے بندہ پر خوش ہوتا ہے جب وہ اغفر لی کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہو چکا ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔



# ساتواں باب

## سوار ہونے کی کیفیت

ہشام رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع کے موقع پر سیر اور رفتار کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رفتار سے سواری کو چلاتے تھے اور جب کشادہ جگہ آجاتی اور بھیڑ و ازدحام نہ ہوتا تو پوری قوت سے سواری دوڑاتے۔

---

# ابواب سلام اور خدم

## باب اول

### آزاد کردہ غلام

اسلم جن کی کنیت ابورافعؓ ہے۔ احمر جن کی کنیت ابو عبیدؓ ہے۔ اسامہ بن زیدؓ۔ افلحؓ۔ النہؓ۔ ایمنؓ۔ ثوبانؓ۔ ذکوانؓ جن کو مہران اور طہمان بھی کہا جاتا ہے۔ رافعؓ۔ رباعؓ۔ زید بن حارثہؓ۔ زید بن ابی اسلمؓ۔ سلمان الفارسیؓ۔ ابوبکثہ سلیم دوسیؓ۔ ابوکندیہ سعیدؓ۔ شقرانؓ جن کا نام صالح ہے۔ ضمیرہ بن ابی ضمیرہ۔ عبداللہ بن اسلم۔ عبید بن عبدالغفار۔ فضالہ میمانیؓ۔ کیسانؓ۔ مہرانؓ۔ ابو عبد الرحمن اور بقول ابراہیم حربیؓ یہی حضرت سفینہ ہیں۔ البتہ دوسروں کے نزدیک حضرت سفینہ کا نام رومان ہے۔ مدغمؓ۔ نافعؓ۔ ابوبکرہ نفعؓ۔ نبیہؓ۔ واقعہ۔ وردانؓ۔ ہشام۔ یسارؓ۔ ابوالثیلہ۔ ابوالحمر۔ ابورافع جو کہ بھی مکے والے ہیں۔ ابوالسمعؓ۔ ابو ضمیرہ سعد ابو عبید اور کہا گیا ہے کہ عبید ابو مویہ جو کہ خزیمہ سے ہیں (وہ بھی آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں) ابو داؤدؓ۔ کرکرہؓ۔ مبلورہؓ۔ ابولبابہؓ۔ ابولقیطؓ۔ ابو ہند مولدی۔

## دوسرا باب

### آزاد کردہ لونڈیاں

ام ایمن جن کا نام برکت ہے۔ ام مویہ خضرہ۔ رضوی۔ ریحانہ۔ سلمیٰ۔ ماریہ۔ میمونہ بنت سعد۔ میمونہ بنت ابی عبید۔ ام ضمیرہ۔ ام عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

## تیسرا باب

### خدام

سورہ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیداوار رضی اللہ عنہم نے بھی خداموں کی طرح بلکہ اُن سے بھی زیادہ خدمت کی جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خاص طور پر داخل ہیں۔

قاسم بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے پھر آپ کے آگے آگے چلتے جب آپ قیام گاہ اور مجلس شریف میں پہنچتے اور نعلین شریفین اتارتے تو آپ ان کو اٹھا کر اپنی آستینوں میں ڈال لیتے اور آپ کو چھتری پیش کرتے جب آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو پھر جوتے مبارک پاؤں میں پہناتے۔ آپ کا عصا لے کر آگے آگے چلتے حتیٰ کہ آپ حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے۔ علامہ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المال کے خازن و نگران تھے۔ حضرت مغیرہ نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی اور بے شمار لوگوں نے لیکن مخصوص ترین خدام میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض یہودیوں نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا ماہتاب نبوت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (اور اس کو اسلام لانے کی تلقین کی اُس نے باپ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا اس نے کہا اطع ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس کی اطاعت کر اور اس پر عمل پیرا ہو تو وہ مشرف باسلام ہو گیا اور اس طرح اس کریم نے اس کی حقیر خدمت کا عظیم و جلیل انعام عطا فرمایا)



# ابواب اشیا زینالش

## باب اول

### انگوٹھی مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں انگوٹھیاں بنوائیں اور پہن لیں۔ آپ نے اپنی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا تو صحابہؓ نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اسے استعمال فرمایا پھر ارشاد فرمایا اس نے مجھے آج کا دن تم سے غافل کر دیا ہے کبھی اس پر نظر پڑتی ہے اور کبھی تمہاری طرف اٹھتی ہے پھر اسے اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس کا نگینہ اندر کی طرف رکھتے تھے۔ آپ نے اسے اتار پھینکا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار پھینکا۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس کو بطور استعمال فرماتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا ہے۔ لہذا کوئی شخص انگوٹھی بنوا کر اس پر یہ کلمات مبارک کہ نہ کرائے تاکہ القباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور امور سلطنت میں خلل اندازی کا امکان نہ رہے) (اخر جہ البخاری والمسلم)

عہ اس روایت میں خاتما من ورق (چاندی کی انگوٹھی) وارد ہے مگر بعض راویوں کی طرف سے دہم ہے جو انگوٹھی آپ نے اتار کر پھینکی تھی وہ سونے کی تھی۔ پہلے سونا پہننا حرام نہیں تھا جب اس کی تحریم نازل ہوئی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور اگلی روایاں بھی چاندی کی انگوٹھی کا ہمیشہ کے لیے آپ کے دست اقدس میں ہونا بلکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں ہونا ثابت ہے لہذا یہ دہم راوی ہے اور مراد سونے کی انگوٹھی ہے۔

کذا قال الامام النووی وغیرہ من الشافعیین والحنبلین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی سے بنا ہوا تھا۔ انفرادیہ الامام البخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ جو آپ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی اسکا نقش محمد رسول اللہ تھا اور مسلم نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی پھر اریس والے کنوئیں میں گر گئی اور حضرت ذوالنورین کی ہرملکن کوشش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا اور اس میں وہی تاثیر تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھی جب تک وہ باقی رہی انتظام سلطنت درست رہا اور جوں ہی وہ غائب ہوئی تو نظام سلطنت میں شکست اور بے چنت کا عمل دخل شروع ہو گیا  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ جیشی پتھر تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش محمد رسول اللہ تھا (جو تین سطروں میں لکھا گیا تھا) محمد (پہلی سطر) رسول (دومیان سطر) اور فقط اللہ (اوپر والی سطر) میں کندہ تھا۔

## فصل

اس امر میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ یا بائیں میں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے مگر اس روایت کے راوی محمد بن عباد ہیں جو کہ ضعیف ہیں اور دوسرے راوی ابن مہیون ہیں جو قابل اعتماد شخص نہیں ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں وہ ذاہب الحدیث ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے گویا کہ میں آپ کے بائیں ہاتھ مبارک میں پہنی ہوئی انگوٹھی کی سفیدی اور چمک اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرات حنین رضی اللہ عنہم بھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے۔

## دوسرا باب

### خضاب

عثمان بن عبداللہ بن مویہب سے منقول ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بال دکھلائے جن پر ہندی اور دسم کا خضاب تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بال مبارک ہندی اور دسم سے رنگتے تھے اور آپ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حنا اور دسم سے خضاب لگاتے اور ارشاد فرماتے بالوں کی سفیدی تبدیل کر لیا کر دیکھو کہ یہودی بالوں کو سفید ہی رکھتے ہیں اور خضاب نہیں لگاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے صرف ہندی کو بطور خضاب استعمال فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی تو میں نے آپ کو دیکھا کہ داڑھی مبارک کو ہندی لگائی ہوئی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے زرد رنگ خضاب لگایا۔ عبید اللہ بن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ اے ابوہریرہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے ہیں؛ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے دیکھا ہے لہذا میں بھی یہی پسند کرتا ہوں کہ زرد رنگ ہی استعمال کروں۔

(اختصر البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو زعفران اور اس سے رنگا کرتے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بال مبارک سفید تھے وہ زیادہ تر کپٹیوں پر تھے اور ٹھوڑی مبارک کے ارد گرد گویا کہ سفید بال مبارک چاندی کی تاریں تھیں جو سیاہ بالوں کے درمیان چمکتی دکھائی دیتی تھیں اور جب آپ ان کو زرد رنگ دیتے اور اکثر ایسے ہی ہوتا تو وہ سونے کی تاروں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔



**سوال:** اگر یہ کہا جائے کہ روایات میں باہم اختلاف کیوں ہے (کسی میں ہندی سے خضاب لگانے اور کسی میں دسمہ دھوا اور کسی میں زرد رنگ کرنے کا ذکر ہے)۔

**جواب:** یہ اختلاف اختلاف احوال پر مبنی ہے کبھی ایک طرح کا خضاب استعمال فرمایا جاتا تو کبھی دوسری طرح کا

**سوال:** یہ بھی روایات میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہی نہیں۔ جیسے کہ۔  
حضرت ثابتؓ سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق

دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آپ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا۔

زیادہ مولائے سعد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا لہو بھی نہیں فرمایا آپ کے بالوں کی سفیدی صرف عنقہ (یعنی ٹھوڑی مبارک) بچلے ہونٹ کا درمیانی حصہ اور ناصیہ دسامنے والے بالوں) میں تھی اور اگر میں چاہتا تو سارے بال شمار کر سکتا تھا جو سفید تھے (لہذا اتنے قلیل بالوں پر خضاب لگانے کی کیا ضرورت تھی؟)

بشیر مولائے مازنین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں آپ کے مبارک بالوں کی سفیدی محتاج خضاب تھی ہی کب؟  
ٹھوڑی سی مقدار سفیدی کی عنقہ اور ناصیہ میں تھی جس کو لگنا جاسکتا تھا۔

**الجواب:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت سوال میں نقل کی گئی ہے اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔  
اول یہ کہ آپ سے مختلف روایات منقول ہیں ایک روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک رنگے ہوئے دیکھے۔ محمد بن عقیل بن ابی طالب فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا میرا یہ خیال نہیں ہے؛ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے جن پر زردی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ان کو زرد فرمایا کرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاں ان سے خضاب لگانے کی نفی ہے وہاں مارلی کا لفظ ہے یعنی میرا خیال اور ظن یہ نہیں ہے لہذا اس میں اظہار یقین نہیں ہے۔ نیز جہاں لم یغضب (آپ نے خضاب نہیں لگایا) کے الفاظ وارد ہیں تو یہ بھی نفی پر شادوت ہے اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عبد اللہ بن عمر۔ ابو مرثدہ عبد اللہ بن زید صاحب اذان رضی اللہ عنہم نے اس امر کے جزم و اذعان کا اعلان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے۔ اور جہاں اثبات و نفی میں تعارض و تماثل ہو تو اثبات کو تقدیم و ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی جواب امام احمد رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا۔ رہی روایت حضرت سعد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی تو اس کا راوی واقعی ہے جس کی امام احمد رحمہ اللہ نے مکذیب فرمائی۔

ہے اور یہی فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں ہے اور ابو زرہ فرماتے ہیں وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا علاوہ ازیں ان کی شہادت نفی پر ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

## تیسرا باب کنگھی کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سر اقدس اور وارثی مبارک کے بال ترفرا کر کنگھی فرماتے اور ان کو الگ الگ فرماتے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ کی مسواک پانی اور کنگھی آپ کے پاس رکھے جاتے جب بھی اللہ تعالیٰ آپ کو بیدار فرماتا تو آپ مسواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

## چوتھا باب ہلکے نکالنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل کتاب اپنے بالوں کی ہلکے نہیں نکالتے تھے اور ویسے ہی ہلکے رہتے تھے اور مشرکین مکہ ہلکے نکالا کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی حکم نہیں دیا جاتا تھا آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پہل ہلکے نکالے بغیر بال پیچھے ہٹا دیتے۔ بعد ازاں آپ نے ہلکے نکالی۔

## پانچواں باب تیل کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر اقدس پر تیل وغیرہ لگایا کرتے تھے اور اسے تر رکھتے اور دائرہ مبارک کو لنگھی فرما کر بال پھیلا کر رکھتے اور انہیں اکٹھا نہیں فرماتے تھے۔

## چھٹا باب آئینہ دیکھنا

حضرت انس سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں اپنے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے تو فرماتے: الحمد للہ الذی حسن خلقی وذلک منی ما شان من غیرہ۔ اس خدا کے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے میری تخلیق کو حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں موجب زینت و زیبائش امور کو پیدا فرمایا جب کہ دوسروں میں موجب شین اور عیب امور کو خلق فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ میں جب چہرہ انور کو دیکھتے تو فرماتے: الحمد للہ الذی سوتی خلقی فعدلہ وکرم صودۃ وجہی وحسنہا وجعلنی من المسلمین۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری تخلیق کو راست اور درست فرمایا اور حالت اعتدال پر پیدا فرمایا اور میرے چہرہ کو کرامت و عزت سے نوازا اور اسے حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور مجھے تابعداروں اور طاعت گزاروں سے بنایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نگاہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ کلمات طیبہ جاری فرماتے: اللہم کما احسنت خلقی فحسن خلقی۔ اے اللہ تو نے جس طرح میری خلق کو جمیل کیا ہے ایسے ہی میرے خلق کو حسین بنا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غزوات کے موقع پر سامان سفر تیار کرتی تھی اور آپ کے لیے تیل لگیکھی۔ آئینہ سرمہ دانی اور مسواک تینے اور کھلانے کا آلہ میا کرتی تھی۔

محبوب محبوب خدا علیہا التبیۃ والثناء سے مروی ہے کہ سات چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر



میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ بوقل۔ کنگھی۔ آئینہ۔ سرمہ دانی۔ مسواک۔ قینچی۔ جسم کھیلانے والا آلہ۔ جس کو مدد ری کہا جاتا ہے۔

## ساتواں باب

### ریش مبارک

عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول و عرض سے کاٹتے تھے۔

## آٹھواں باب

### مونچھیں کاٹنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شوارب (مونچھیں) کاٹتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور ناخن مبارک بھی تراشتے تھے قبل اس کے کہ خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لے جائیں۔

## نواں باب

### استعمال نورہ (پوڈر)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کی صفائی کے لیے پوڈر کو زیر ناف

ف۔ قطع شوارب میں سنت یہ ہے کہ مونچھ کا اوپر والا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بال اسے چھپانے سکیں۔ کناروں کا باقی رکھنا جائز ہے۔

(کذا فی النہایہ واجیاد العلوم وغیرہ)

حصہ پر اپنے دست اقدس سے ملتے۔

جیب ابن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بالوں کی صفائی کے لیے طلا استعمال فرماتے اور مرکب دوا بصورت پوڈر تو پر شیدہ حصہ پر خود اور دیگر جسم اقدس پر ازواج مطہرات مل دیتی تھیں۔  
ابو معشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے آپ کو نورہ لگایا اور زیناف حصہ پر خود آپ نے اسے ملا۔

زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورہ کے ساتھ طلا کیا جب نواف کے قریب پہنچا تو وہ رک گیا اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلا دفرمایا۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نورہ کے ساتھ طلا نہیں فرماتے تھے اور جب بال زیادہ ہو جاتے تو آپ حلق فرماتے یہ روایت پچھلی روایات سے متضاد ہے اور ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک نے جو دیکھا بیان کیا اور ہر ایک صورت مختلف مواقع پر وقوع پذیر ہوئی۔

## دسواں باب

### خوشبو کا استعمال اور پسندیدگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دل میں اللہ کی طرف سے عورتوں اور خوشبو کی محبت پیدا کی گئی ہے (نہ کہ محض میری طبیعت اس کی متقاضی ہے یا نفسانیت العیاذ باللہ) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک (اور دل کا سرور اور سکون و قرار) صرف نمازیں رکھا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کوئی کستوری وغیرہ لیا نہیں سونگھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور مغربہ و معطر ہو لہذا آپ خوشبو لگانے کے محتاج نہیں تھے محض اس کی سنیت واضح کرنے اور اکمل سے اکمل درجہ طیب و پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اسے استعمال فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ نکمت والے تھے میں نے کوئی خوشبو کستوری ہو یا غیر ایسی نہیں سونگھی جو آپ کی نکمت سے پاکیزہ ہو۔

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو مس کیا تو وہ ایسے لگا گویا وہ عطار کا عطر دان تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک عطر دان تھا جس سے خوشبو لگاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عود کی خوشبو سب خوشبودوں سے زیادہ محبوب اور پسند ترین تھی۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کستوری و عنبر کی درمیانی خوشبو استعمال فرماتے جس میں تیزی اور شوخی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں طیب اور خوشبو پیش کی گئی ہو اور آپ نے اس کو قبول نہ کیا ہو۔



# ابواب

طعام اور کیفیت تناول

## باب اول

دستر خوان

حسن بن مہران سے مروی ہے کہ میں نے حضرت فرقد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ کے دسترخوان پر کھانا کھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خوان (درا اوچی میز جس پر امیر لوگ کھانا لکھ کر کھاتے ہیں) استعمال فرمایا اور نہ سُکر حیمہ (ڈونگہ) اور نہ ہی آپ کے لیے میدہ کی ملائم روٹی تیار کی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت انس سے یہ روایت کی۔ سے پوچھا گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کس چیز پر تناول فرمایا کرتے تو انہوں نے فرمایا سفرہ پر یعنی چٹڑے کے دسترخوان پر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرماتے۔

## دوسرا باب

پسالہ

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پایا المثل تھا تھا جس کو چار حلقے (کنڈے) لگے ہوئے تھے۔

## تیسرا باب

### روٹی کی کیفیت و مہیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مالک بن خراش بن خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم کی راتیں مسلسل خالی پیٹ سو جاتے اور آپ کے اہل خانہ کے پاس بھی کھانے اور کھلانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی اور عام طور پر جو کی روٹی میسر آتی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جو کی روٹی بھی نہ پہنچتی یعنی پیٹ بھر میسر نہ ہوتی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدہ کی روٹی تناول فرمائی تو انہوں نے فرمایا (جہاں تک چشم ظاہر کا تعلق ہے اور اسباب عادیہ کا) تو آپ نے (اپنی حیات طیبہ میں) اسکو دیکھا ہی نہیں تناول فرمایا تو اور بات ہے۔ ان سے عرض کیا گیا کیا تمہارے ہاں آٹا چمانے کے لیے پھلنیاں ہوتی تھیں تو انہوں نے فرمایا نہیں ہمارے پاس یہ نہیں ہوا کرتی تھیں تو آپ سے عرض کیا گیا پھر جو کے آٹا کے ساتھ کیا کرتے تھے (چمانے بغیر تو اس کی روٹی کھانی بہت ہی مشکل ہوتی ہے) انہوں نے فرمایا پھونک مار دیا کرتے تھے جو چمان اڑ گیا اڑ گیا باقی گوئدہ کر پکالیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوان پر کھانا رکھ کر تناول نہیں فرمایا اور نہ ہی میدہ کی روٹی تناول فرمائی یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف منتقل ہوئے۔

## چوتھا باب

### پسندیدہ سبزیاں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب ترین کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سبزیاں اور ترکایاں تھیں۔

## پانچواں باب

سرکہ بطور سالن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سرکہ انتہائی پسندیدہ سالن تھا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا اور تو کچھ نہیں صرف سوکھی روٹی ہے اور سرکہ ہے تو آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ وہ گھرانہ فقر کا شکار نہیں ہوتا ہے اور نہ ادا م و سالن سے خالی جس میں سرکہ موجود ہو۔

## چھٹا باب

گلکڑی کا استعمال

ربیع بنت معوذ سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھے معاذ بن عمرو نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس کے اوپر چھوٹی چھوٹی بالوں والی گلکڑیاں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گلکڑی کو پسند فرماتے ہیں جب وہ کھجوریں اور گلکڑیاں تھال میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ کی بارگاہ میں سونے چاندی کے کھیلے پڑے تھے جو بحرین سے آپ کی خدمت میں پہنچے تھے آپ نے مٹھی بھر کر دیکر مجھے بھی مرحمت فرمایا۔

## ساتواں باب

کدو کا استعمال

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پکایا اور آپ کو دعوت دی میں آپ کے ساتھ اس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدو آؤ



نیشک گوشت تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں تو اس دن سے میں کدو پسند کرنے لگ گیا اور مجھے اس سے پیار سا ہو گیا۔  
الوطالوت سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کدو تناول فرما رہے تھے۔ اور کدو رہے تھے۔ اسے کدو کی سیل تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہونے کی وجہ سے مجھے کتنی ہی محبوب اور پیاری لگتی ہے۔

## آٹھواں باب

### گھی اور پنیر کا استعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں گھی پنیر اور سوسماں دگرہ ہمیشہ کی گئی۔ آپ نے گھی اور پنیر کو تناول فرمایا اور سوسماں کے متعلق فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے کبھی نہیں کھایا کوئی چاہے تو کھالے چنانچہ اسے آپ کے دسترخوان پر اور آپ کے سامنے کھایا گیا۔ (مگر خود آپ نے اسے نہیں کھایا۔)

## نواں باب

### حلوہ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک کھجور کی شرید بہت پسندیدہ تھی جس کو حلوہ کہا جاتا ہے۔

عہ بعض روایات میں گڑہ کے کھانے سے نبی دارود ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں مروی ہے لہذا اخاف کے نزدیک اس کا کھانا ممنوع ہے اور یہ روایت ضوخ ہے۔ محمد اشرف۔

## دسواں باب

### شرید سے محبت

عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا کہ آپ خود تشریف لائیں اور اپنے موالی (آزاد کردہ غلام خدام) میں سے بھی جن کو ہمراہ لانا چاہیں لے آویں چنانچہ وہ تشریف لائے اور ہم بھی اُن کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت سعید سے فرمایا: ہمارے پاس شرید بنا کر لاؤ۔ کیونکہ سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شرید ہی تھا گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور انہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا شرید کہلاتا ہے۔

## گیارہواں باب

### اکٹھے دو کھانے

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ترلوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ترلوز اور کھجور کو ملا کر تناول فرماتے دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ترلوز اور کھجوریں ملا کر کھانا پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام دائیں ہاتھ سے کھجوریں تناول فرما رہے تھے اور ترلوز آپ کے دوسرے ہاتھ میں تھا اور آپ دو ٹوکوں کو ملا کر تناول فرما رہے تھے اور سب پھلوں اور میوہ جات سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک یہی پھل تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول ثقلین بنی الطرین صلی اللہ علیہ وسلم ترلوز کو کھجوروں سے ملا کر کھاتے اور خیار یعنی لکڑی کو نمک کے ساتھ۔

## بارھواں باب

### گوشت اور پسندیدہ اعضاء

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت اقدس میں گوشت لایا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو (جو بوٹی اچھی نظر آتی) وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے اچھا گوشت بیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گوشت لایا گیا اور جانور کا بازو اٹھا کر آپ کو پیش کیا گیا کیونکہ وہ آپ کو بہت پسند تھا۔

ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہنڈیا پکائی اور آپ کو اگلے پاؤں کا گوشت بہت ہی پسند تھا لہذا میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: "اے سر! بازو مجھے اس میں لے وہ پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اور بازو مجھے دے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے اگلے پاؤں کتنے ہوتے ہیں؟ یعنی دو ہی تو تھے جو میں نے پیش کر دیے ہیں تو آپ نے مزید حکم کیسے دے دیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کرتا رہتا اور میرے طلب کرنے پر ہنڈیا سے نکالتا رہتا تو بازو اور اگلے پاؤں کا گوشت نکلتا ہی رہتا۔ جب تک میں طلب کرتا رہتا (مجھے یہ نہیں دیکھنا چاہیے تھا کہ بکری کے اگلے بازو کتنے ہوتے ہیں بلکہ یہ دیکھنا تھا کہ طلب فرمانے والا کون ہے اور ان کو دینے والا کون؟)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے ثنائی کا گوشت جتنا پسند تھا اتنا اور کوئی عضو پسند نہیں تھا۔

## تیرھواں باب

### خشک گوشت کا استعمال



## چودھواں باب

بُھنے ہوئے گوشت کو تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔

## پندرہواں باب

مرغ کے گوشت کو تناول فرمانا

زہد جرمی سے منقول ہے کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ان کا کھانا آگیا اور اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین مجلس میں بنی تمیم اللہ کا ایک فرد بھی موجود تھا وہ دسترخوان کے قریب نہ ہوا تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگے بڑھو اور کھاؤ کیونکہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

## سولہواں باب

لحم جباری کو تناول فرمانا

عمر بن شعیبؓ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ میرے دادا نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جباری (کوئچ) کا گوشت کھایا۔

## سترھواں باب

### نا پسندیدہ اشیاء کا تناول نہ فرمانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنی خالہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں سو سمار (گوہ) کا گوشت رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے جب تک یہ نہ عرض کیا جاتا کہ یہ کیسا کھانا ہے لہذا عورتوں میں سے بعض نے کہا کیا تم آپ سے عرض نہیں کرتیں کہ یہ کونسا کھانا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ سو سمار کا گوشت ہے تو آپ نے اس کو ترک فرمادیا اور نہ کھایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن یہ ایسا طعام ہے جو میرے آبائی وطن میں نہیں تھا لہذا اطمینان اس سے کراہت و نفرت محسوس کرتا ہوں۔ تو حضرت خالد فرماتے ہیں میں نے اس کو اپنی طرف کیسے بچھ لیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھایا (آپ نے مجھے کھانے سے منع نہیں فرمایا)۔

(اخرجہ البخاری والمسلم)

ابو الشیخ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا اے قوم محارب اللہ تعالیٰ تمہاری نفرت و امداد فرمائے۔ مجھے عورت کا دودھ ہوا دودھ مت پلانا بلکہ مردوں نے جو دودھ دہا ہو وہ پلانا۔

عسکری فرماتے ہیں کہ عورتوں کا جانوروں سے دودھ نکالنا عربوں کے نزدیک عیب سمجھا جاتا تھا اور وہ اس کو عار سمجھتے تھے اور مقام عجم میں اس عیب کو ذکر کرتے تھے اور انہوں نے اس قسم کے ہجویہ اشعار کہے ہیں۔

کَمْ عَمَّةٍ نَكَتْ يَاجَرِيْدٍ وَخَالَةٍ  
فَدَعَاؤُ قَدْ حَلَبْتُ عَلَى عَشْقَارِي

اے جریر تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جن کے ہاتھ دودھ نکالتے نکالتے ٹیڑھے ہو چکے ہیں وہ میری اونٹنیوں کا دودھ بھی دوہتی رہی ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کا نکالا ہوا دودھ اُن کے حیف و نفاس میں مبتلا رہنے کی وجہ سے نا پسند فرمایا ہو اور اس قول کی تائید حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے لطیف تر اور پاکیزہ تر تھے۔ آپ مشکیزہ کے دہانے سے پانی نوش نہیں فرماتے تھے اور کھلے پھرے والے مرغ و طیور کا گوشت تناول نہیں فرماتے تھے اگرچہ اس کو حرام بھی نہیں فرماتے تھے اور زہری فرماتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم قاذورات کو استعمال نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی مرغ کو جب تک اسے پابند رکھ کر دانہ نہ کھانا کھلایا جاتا۔  
 زہری فرماتے ہیں کہ قاذورہ سے مراد قابل نفرت اشیاء ہیں اور گویا مقصد یہ ہے کہ آپ نجاست وغیرہ کھانے والے  
 جانوروں سے پرہیز فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پاکیزہ اشیاء نہ کھلائی جائیں اور کبھی قاذورہ کا اطلاق فعل قبیح پر بھی  
 کیا جاتا ہے اور اسی پر مبنی ہے قول حضور علیہ السلام کا من اقل شیئا من هذا القاذورات یعنی جو شخص ان امور قبیحہ میں سے  
 کسی امر کا مرتکب ہوا۔

## اٹھارھواں باب

بدبودار اشیاء سے اجتناب

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تو بچا ہوا کھانا  
 حضرت ابوالیوب انصاری کے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آپ کی بارگاہ اقدس میں ایک پیالہ سالن کالایا گیا جس میں  
 لسن تھا آپ نے بغیر کھائے اس کو حضرت ابوالیوب کے پاس بھیج دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ  
 نے فرمایا حرام تو نہیں لیکن میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں (تم اس کو کھا لو) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیز آپ کو ناپسند  
 ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے (الفروہ الامام البخاری)۔

## انیسواں باب

جمار (کھجور کا نوخیز خوشہ) تناول فرمنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کا نوخیز خوشہ (جو ابھی  
 سفید اور انتہائی ملائم ہوتا ہے) تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔



## بیسواں باب

### حلوے اور شہد کو پسند فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حلوے اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

## اکیسواں باب

### خشک کھجوریں تناول فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین طعام عجوہ کھجوریں تھیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برتن کی قریب ترین اور سامنے والی جانب سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے مگر جب کھجوریں پیش کی جاتیں تو پھر آپ کا ہاتھ مبارک سارے برتن میں گردش کرتا۔  
حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے میرے باپ نے آپ کی خدمت میں خشک کھجوریں اور سوپ (سٹو) پیش کیا۔ آپ نے کھجوریں کھانا شروع فرمائیں اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں (شہادت والی اور درمیانی) پر رکھتے رہے اور پھر انہیں پھینک دیا۔

## بائیسواں باب

### انگور تناول فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوروں کا خوشہ بطور خزا

استعمال فرماتے دیکھا یعنی خوشہ کے دانے یکے بعد دیگرے منہ مبارک میں ڈالتے اور اس کی شاخ کو پیچھے کھینچ لیتے۔

## تیسواں باب

### تازہ کھجور کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوریں پیش کرتا تو آپ ان کو تناول فرماتے اور آخری حصہ کو ترک فرما دیتے (جس پر خشک چمکا ہوتا ہے اور شاخ سے وابستہ ہوتا ہے) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں کے موسم میں ان کے ساتھ افطاری کرنا پسند فرماتے اور اگر رطب نہ ہوتیں تو پھر تمرات یعنی خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری فرماتے اور طاق عدد استعمال فرماتے یعنی تین یا پانچ یا سات۔

## چوبیسواں باب

### تازہ پھل اور آپ کی کینیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تازہ کھجوریں پیش کی جاتیں تو دعا فرماتے اے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارے شہر مدینہ میں برکت عطا فرما اور ہمارے پیما نوں (مڈ کیلو) اور صاع (تقریباً چار کیلو) میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دو گنا فرما۔ پھر وہ پھل مجلس اقدس میں حاضر بچوں میں سب سے چھوٹے بچے کو عطا فرماتے۔

## پچیسواں باب

### خبثیص کا استعمال

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم مرید یعنی کھجوریں سکھانے

کے مقام کی طرف نکلے۔ ناگاہ دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اونٹنی کی مہار پکڑے آرہے ہیں جس پر آٹا لکھی اور شہد لدا ہوا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اونٹنی بٹھا دو۔ انہوں نے اسے بٹھا دیا۔ پھر ہنڈیا طلب فرمائی اور اس میں لکھی، شہد اور آٹا ڈال دیا۔ پھر اس کے نیچے آگ جلانے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ وہ آٹا بھن گیا اور حلوہ تیار ہو گیا۔ تو فرمایا اسے کھاؤ۔ اور خود بھی اس سے تناول فرمایا اور بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔

## چھبیسواں باب

### بوقت تناول تین انگلی کا استعمال

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں یعنی انگوٹھے، شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ درمیانی پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھے کو چاٹ رہے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مہتمم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ مبارک کو کسی رومال یا تولیہ وغیرہ کے ساتھ صاف نہیں فرماتے تھے۔ تا وقتیکہ چاٹ نہ لیتے۔ انفرادہ المسلم۔

## ستائیسواں باب

### اپنے آگے سے کھانا

عبداللہؓ سے منقول ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کھاتے ہوئے دیکھا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا میں کبھی برتن کے ایک حصہ سے کھاتا تو کبھی دوسرے حصہ سے تو آپ نے فرمایا۔ اے بچے! اس طرح مت کھائیے! کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تناول فرماتے تھے تو آپ کا ہاتھ مبارک سامنے والے حصہ سے ادھر ادھر تجاوہ نہیں کرتا تھا۔



## اٹھائیسواں باب

تناول کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں کھجوریں پیش کی گئیں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ اشدت جوع کی وجہ سے بعد از انتظار بیٹھ کر آپ ان کو تناول فرمانے لگے۔ یعنی سرین کے بل بیٹھ کر اور بندھائیاں مبارک اور ران مبارک کھڑے کر کے۔

## انیسواں باب

ٹیک اور سہارے سے پرہیز

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا میں تو ہرگز اوٹ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ (بخاری شریف)

## تیسواں باب

اظہار مذمت سے پرہیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا جب کھانا پیش کیا جاتا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (ازجہ الشیمان)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام کسی طعام کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی مدح فرماتے تھے۔

## اکیسواں باب

### اشیاء صدقہ سے پرہیز

بہترین حکیم اپنے والد گرامی کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا صدقہ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا تم اسے کھاؤ۔ اور خود اسے تناول نہ فرماؤ۔ وہ دوبارہ کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ اموال صدقہ کو تناول نہیں فرماتے۔ یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ آپ نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے بھی اُسے کھایا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آفتاب رسالت ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صدقہ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ اس نے حضرت ابو رافع کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل کے لیے حرام ہے اور قوم کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام قوم کے حکم میں ہوتا ہے (اور چونکہ تو میرا آزاد کردہ غلام ہے لہذا تیرے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اس لیے فراہمی زکوٰۃ کے لیے تم نہیں جا سکتے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے۔ تم اسے کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھاتے۔

ابو الوفا علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ صدقہ رسالتا علیہ افضل الصلوٰت پر اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ وہ مرحمت کے قبیل سے ہے جو کہ مسکنیت کا مقتضی ہے اور لوگوں کی دست نگرانی کا لہذا خاندان نبوت کو اس سے محفوظ کر دیا گیا۔ کہ اُن کے ہاتھوں پر کسی کا ہاتھ (بوقت عطا) بند ہو۔ اور ہدیہ آپ کے لیے مباح قرار دیا گیا کیونکہ

ہدیہ تحفہ اور تحفہ ہے اور تحائف دہایا میں حکم خداوندی یہ ہے کہ جو تمہاری خدمت میں ہدیہ لایا گیا ہے اس سے بہتر ہدیہ اور تحفہ دو اور گھرانہ نبوت مکرم اور اخلاق عالیہ کا گھر ہے اور طلب مزید کے لیے لوگوں کی رغبت اور امید دل کامرز (اور یہ عظمت شان کی دلیل ہے) اور اٹھا لوگوں کی دست نگرانی اور محتاجی کی دلیل ان خاندان نبوت کے معطی و قاسم ہونے کی

لہذا اس وقت اگر نامباح اور جائز کھا گیا۔

## بتیسواں باب

بعد از طعام حمد الہی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا کر فارغ ہوتے اور آپ کا دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے۔ الحمد للہ جدا کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکتفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ دبنا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار اور بابرکت تعریفیں جنہیں نہ تو کما حقہ ادا کیا جاسکتا ہے نہ چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ ان سے بے نیاز رہا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ حمد و ثنا ہے خدا کے بزرگ و برتر کے لیے جس نے ہمیں کھلایا۔ پلایا اور اپنا اطاعت گزار بنایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانے کے لیے بلایا، ہم آپ کے ساتھ دو لنگدہ پر حاضر ہوئے۔ جب آپ نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس دھو لیے تو فرمایا۔ الحمد للہ الذی یطعم ولا یطعم۔ من علینا نهدانا و اطعمنا وسقانا و کل بلاد حسن بلانا۔ الحمد للہ غیر مودع ولا مکافا ولا مکفوف ولا مستغنی عنہ دبنا۔ الحمد للہ الذی اطعم من الطعام وسقی من الشراب و کفی من العری و ہدای من الضلالة و ہبہ من العمی، الحمد للہ الذی فضلی علی اکثر من خلق تفصیلاً الحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ :- حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جو کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا۔ ہم پر احسان فرمایا پس ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہر آزمائش میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے درالحالیکہ وہ ترک کی جانے والی نہیں ہے۔ نہ اس کا پورا حق ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ کفران اور ناشکری اور نہ اس سے استغناء ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اے رب ہمارے۔ اس اللہ جل شانہ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں طعام کھلایا۔ پانی پلایا اور برہنگی کے بعد پوشاک پہنائی اور راہ راست دکھلائی۔ بینائی سے سرفراز فرمایا اور اندھا پن دور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے بہت سی مخلوق پر فضل و شرف اور سرفرازی و سرمدی کے ساتھ مشرف فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔



حضرت البالیب الفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے اور پیئے تو فرماتے۔  
الحمد لله الذی اطعمنا و سقانا و سوغد و جعل لہ مغربا۔ اس خدا تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور  
اسے ہمارے لیے خوشگوار بنایا اور اس کے فضلہ کے نکلنے کے لیے راستہ بنایا۔

---

# ابواب مشروب بات

## باب اول

### استعمال شربت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام سقیاء سے شربت لایا جاتا تھا (کیونکہ مدینہ منورہ کے عام کنوؤں کا پانی نمکین اور کھاری تھا۔ صرف چند کنوئیں شیریں پانی والے تھے)۔

## دوسرا باب

### رکھا ہوا پانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک قبیلہ کے ہاں ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے پانی طلب فرمایا اور پانی کی ایک نالی قریب ہی تھی تو آپ نے فرمایا اگر رات کا بھر کر رکھا ہوا باسی پانی ہے تو بہتر ورنہ ہم یہاں سے پی لیں گے۔ (بخاری شریف)

## تیسرا باب

### ٹھنڈا پانی

عبادہ بن ولید نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری خادم تھا جو پرانے مشکیزوں میں پانی بھر کر اور کھجور کی شاخوں کے ساتھ لٹکا کر آپ کے لیے ٹھنڈا کرتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا۔

## چوتھا باب

### مشروبات کے لیے برتن

عیسیٰ ابن طہمان نے ثابتؒ سے نقل میں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مکڑی کا موٹی اور چڑی تہ والا پیالہ ہمارے سامنے رکھا جس کو لوہے کی تاروں سے جوڑا گیا تھا اور فرمایا کہ اسے ثابتؒ یہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے (جس میں کہ آپ پانی وغیرہ نوش فرمایا کرتے تھے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس پیالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے مشروبات پلائے ہیں۔ پانی، نمینہ، شہد اور دودھ۔

محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے گھر لکڑی کا پیالہ دیکھا۔ انہوں نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ پیالہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی وغیرہ پیتے تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیشے کا ایک پیالہ بطور ہدیہ پیش کیا تھا آپ اس سے مشروبات پیا کرتے۔

## پانچواں باب

### دودھ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب مشروبات سے زیادہ پسندیدہ مشروب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دودھ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کھانے عطا فرمائے تو چاہیے کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجالائے۔ اللھم بارک لنا فیہ وابد لنا فیہ ما ہو خیر منہ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور اس کے بدلے ہمیں اس سے بہتر عطا فرما اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس طرح کہے۔ اللھم بارک لنا فیہ وابد لنا فیہ۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت



عطا فرما اور اس کی نسبت زائد عطا فرما یعنی یہاں اس کی نسبت بہتر طلب نہ کرے (کیونکہ ہمارے علم میں دودھ کے علاوہ کوئی ایسا مشروب نہیں ہے جو مکمل و مشروب دونوں کی طرف سے کفایت کرنے والا ہو) لہذا سب سے بہتر یہی ہے۔

## چھٹا باب

نمیز اور اس کی کیفیت

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم صبح کے وقت فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نمیز بناتے یعنی کھجوریں پانی میں بھگو رکھتے تو آپ اسے پچھلے وقت نوش فرماتے اور پچھلے وقت آپ کے لیے نمیز بناتے جس کو آپ صبح استعمال فرماتے۔

## ساتواں باب

ستو کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ میں دودھ شہد اور ستوپلایا کرتا۔ نیز نمیز اور کھٹا پانی۔

## آٹھواں باب

پینے کی کیفیت

ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دانتوں پر سواک چڑھائی والی سمت میں فرماتے تھے۔ یعنی دائیں بائیں نہ کہ اوپر نیچے اور پیٹے وقت یوں پیٹے گویا مشروب کو چوس رہے ہیں اور

فرماتے کہ اس طرح پینا خوشگوار ہے اور سودمند اور تیزی کے ساتھ بے دریغ دبے تماشاً پینا گرانی اور فساد  
مدہ کا موجب،

## نواں باب

### برتن میں تین بار سانس لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پیتے وقت تین مرتبہ سانس  
لیتے بقاہ ترجمہ الفاظ حدیث یتنفس فی الاناء کایول یبتا ہے کہ برتن میں سانس نکالتے تھے لیکن صحیح معنی وہی ہے  
جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے (اور سرور انبیاء علیہ السلام کی حدیث قولی اور عمل سے یہی امر ثابت ہے)۔  
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جب بھی کوئی شخص برتن کے  
ساتھ منہ لگا کر پیئے تو برتن کے اندر سانس نہ نکالے نیز ہمارے اس قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت انس سے  
منقول ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک گھونٹ بھرا اور برتن الگ کر دیا۔ پھر لیم اللہ  
پڑھی ایک گھونٹ بھرا پھر برتن منہ مبارک سے الگ فرمایا پھر لیم اللہ پڑھی۔ ایک گھونٹ بھرا اور برتن کو الگ فرما دیا۔ حتیٰ کہ  
پینے سے فارغ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کوئی مشروب استعمال فرماتے تو تین بار  
سانس لیتے اور ہر حمد باری تعالیٰ بجالاتے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

## دسواں باب

### (بیٹھے اور کھڑے مشروبات کو نوش فرمانا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر بھی پیا اور کھڑے ہو  
کر بھی جوتے اتار کر بھی نماز ادا فرمائی اور پہن کر بھی اور سلام پھیرنے کے بعد کبھی دائیں جانب پھرے تو کبھی بائیں جانب  
دنا کہ کسی ایک صورت کا التزام امت کے لیے موجب کلفت نہ بنے لہذا وسعت پیدا فرمادی۔

## گیارھواں باب

### صحابہ کرام اور تبرک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پلاتے وہ عرض کرتے یا رسول اللہ کاش آپ پہلے پی لیتے تو آپ فرماتے: ساقی القوم آخرہم شرباۃ قوم کو پلانے والے کا حق یہ ہے کہ وہ خود آخر میں پئے۔

## بارھواں باب

### تبرک تقسیم فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور انبیاء علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے گھر میں پالی پوسی ہوئی بکری کا دودھ نکالا اور گھر میں موجود کنوئیں سے ٹھنڈا پانی نکال کر اس کو دودھ میں ملا کر ٹھنڈا کیا۔ پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا تھا اور دوسری جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک سمت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب آپ نے نوش فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنا بچا ہوا تبرک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں تو آپ نے اعرابی کو عطا فرماتے ہوئے اس کی حکمت بیان فرمائی اور فرمایا: **عَمَّ يَتَسَوَّيْنَ** (دو ایساں پھر دایاں دعلیٰ ہذا یعنی عطاء و بخشش میں دائیں جانب سے آغاز و ابتداء کرنی چاہیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشروب لایا گیا آپ نے اس سے پیا۔ دائیں جانب ایک اعرابی لگا بیٹھا تھا اور بائیں جانب شیوخ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے آپ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اجازت دیتا ہے کہ میں یہ مشروب ان اکابر صحابہ کو دے دوں تو اس نے عرض کیا **واللہ لا اذکر فی سبب منک احداً**۔ بخدا میں آپ سے ملنے والے حصہ و نصیب پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن ذرا جھٹکے کے ساتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

(دونوں روایات بخاری و مسلم میں منقول ہیں)



## ابواب

## نہند اور استراحت

## باب اول

## رات کی کیفیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو (لوگوں کے قصص و واقعات جو افسانوی انداز میں یکے بعد دیگرے نقل ہوتے چلے آتے ہیں میں سے) ایک قصہ و حکایت بیان فرمائی تو اہل ایمان رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے کہا یہ واقعہ خرافات جاہلیت میں سے ہے۔

تو آپ نے فرمایا جانتے ہو حدیث خرافہ کیا ہے؟ قبیلہ مخزوم کا ایک آدمی تھا جس کو جن گرفتار کر کے لے گئے تھے وہ عرصہ دراز تک ان میں رہا۔ پھر انہوں نے اس کو وطن اور قبیلہ کی طرف لوٹا دیا۔ جو عجیب اور انوکھے امور اس نے وہاں دیکھے وہ لوگوں کو بیان کرتا تو لوگ کہتے یہ گفتگو اور حدیث، حدیث خرافہ ہے یعنی بیہودہ اور بے اصل۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی حکایات میں سے حدیث ام زرع بھی ہے جو کہ معروف و مشہور ہے اور کتب حدیث میں منقول جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔

## دوسرا باب

## تیسرا باب

سونے سے پہلے وضو

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حاجت ہوتی اور سونے کا ارادہ فرماتے تو استنجا فرماتے۔ بعد نماز کے وضو کی طرح وضو فرماتے اور پھر آرام فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

## چوتھا باب

نیند کے وقت سرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر رات آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگاتے تھے۔

## پانچواں باب

بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کا بستر استراحت جس پر رات کو آرام فرماتے تھے چمڑے کا بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی۔

## چھٹا باب

بستر پر آنے کی کیفیت

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو ہر رات

آپ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ دو نو تہیلیاں جمع فرما کر ان میں قل هو اللہ احد - قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس - پڑھ کر پھونک دیتے۔ پھر جہاں تک ہاتھ مبارک پہنچانے ممکن ہوتے آپ جہاں تک پہنچتے۔ آغاز سر اقدس اور چہرہ انور اور سامنے والے حصہ بدن سے فرماتے اور تین مرتبہ اسی طرح عمل فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر کی طرف متوجہ ہوتے اور اس پر سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

اللھو رب السموت السبع ورب الارضین قد ساء ورب کل شیء خالق الحب والنوی منزل التوراة والانجیل والفرقان، اعوذ بک من شر کل شیء انت اخذ بنا حیثہ، انت الاول فلیس قبلك شیء وانت الاخر فلیس بعدک شیء وانت الظاہر فلیس فوقک شیء، وانت الباطن فلیس دونک شیء اقض عنی الدین واغننی عن الفقر۔

ترجمہ: اے اللہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے مالک جو تقدس محض اور پاکیزگی مطلق ہے اور اے رب اور مالک ہر شے کے دانوں اور گٹھلیوں کو بچھا کر پودوں میں تبدیل فرمانے والے تورات وانجیل اور زبور و قرآن کو نازل فرمانے والے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ جملہ اشیاء کے شر و ایذا سے جو کہ تیرے قبضہ قدرت میں ہیں تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں ہے تو ہی آخر ہے۔ تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ ظاہر فقط تو ہے تجھ سے زیادہ ظاہر کوئی شے نہیں ہے اور باطن اور مخفی کتبہ ذات کے لحاظ سے بھی فقط تو ہی ہے۔ تجھ سے زیادہ کوئی مخفی نہیں ہے۔ میرے قرضے ادا فرما اور مجھے احتیاج خلق سے مستغنی فرما۔

## ساتواں باب

### نیند کی کیفیت

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر کی طرف رغبہ ہوتے تو دائیں پہلو لیٹتے۔ پھر فرماتے۔

اللھو انی اسلمت نفسی الیک ووجھت وجہی الیک والجات ظہری الیک، رغبۃ وراہبۃ الیک لا ملجأ ولا منجی منک الا الیک، امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت۔

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنی جان و تیرے پُر و کیا اور تیرے حوالے کر دیا ہے اور پھر



کو تیری طرف متوجہ کیا اور تیری ذات ہی میری پشت پناہ ہے۔ تیری عطا بخشش میں رغبت کرتے ہوئے اور تیری گرفت سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے علاوہ نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ کوئی محل نجات و خلاص۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ادا اس بنی اقدس کی ذات پر جس کو تو نے منصب رسالت سے سرفراز فرمایا۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ کلمات طیبات پڑھے اور پھر سو گیا اگر اس رات فوت ہو جائے تو دین فطرت پر وفات پائے گا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ پر تشریف لاتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے۔ جس نے ہمیں وصال کے بعد یعنی غنیمت میں قبض ارواح کے بعد حیات اور بیداری سے مشرف فرمایا اور سب مخلوق کی اسی کی طرف بعد از وفات بروز عشر اٹھ کر حاضری ہے۔ ۱۷

## آٹھواں باب

### بیداری کے بعد کی دعائیں

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے ہمیں غنیمت کے بعد بیداری سے بہرہ ور کیا اور سب مخلوق کا اسی کی طرف حشر نشر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری، سردی عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر استراحت فرما ہوئے حتیٰ کہ جب آدھی رات ہوئی یا انداز اس کے قریب تو آپ بیدار ہوئے، چہرہ اقدس اور مبارک آنکھیں دونوں باغوں سے مل کر غنیمت کے اثرات کو زائل فرمایا شروع کیا۔ پھر سورہ آل عمران کی دس آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر وضو کیا اور نماز شروع فرمائی۔

شمس بن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت سفر میں دیکھا تو دل میں یہ عند

نوٹ :- یہاں سہراوی ہے یا وہیم نسخ و کاتب دراصل روایت یوں ہے کہ جب چشم اقدس خواب نوشیں سے بیدار ہوتی تب یہ کلمات طیبات زبان اقدس پر جاری ہوتے اور معنون دعا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے اور خود ابن جری نے اگلے باب میں یوں ہی روایت درج کی ہے۔

کیا کہ آج رات میں ضرور بالفور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت اسرار کا ملاحظہ و مشاہدہ کر دوں گا۔ بس آپ نے نماز عشا ادا فرمائی تو خوابگاہ میں لیٹ گئے کافی دیر استراحت فرما رہے۔ پھر بیدار ہوئے تو نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی اور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سَعًى لَّا تَخْلِفَ الْمِيعَادَ تک تلاوت فرمائی۔

## نواں باب

### چشم مبارک اور قلب اطہر

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر ادا فرماتے سے قبل سو جاتے ہیں (میں خراٹوں کی آواز سنتی رہتی ہوں پھر اٹھ کر وتر ادا فرماتے ہیں اور دو رکعت فجر اور جماعت بھی کراتے ہیں مگر وضو نہیں فرماتے حالانکہ منہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) تو آپ نے فرمایا ”بأعاشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ اسے عائشہ بے شک میری دونوں آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا اور جو نیند وضو توڑتی ہے وہ ایسی نیند ہے جس میں دل بھی سو جائے اور مکمل غفلت طاری ہو جائے لہذا میرا وضو محض نیند کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا“

سوال: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ہماری نیند کے ساتھ آنکھوں کے انطباق اور بندش میں شریک و مساوی ہے اور عدم سماع میں بھی حتیٰ کہ آپ نماز فجر کے وقت میں الیلہ تفرس کے اندر سو رہے اور سورج کی دھوپ سے آپ بیدار ہوئے تو پھر ہماری اور آپ کی نیند میں کیا فرق ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل رحمہ اللہ تاملے نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند دو امر پر مشتمل ہے اول راحت جسد و بدن اور ثانی غفلت قلب و باطن۔ امر اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشارک ہیں لیکن امر ثانی میں ممتاز و مختلف آپ کا دل اقدس بیدار رہتا احلام فارغہ اور اضغاث سے محفوظ تھا اور نیند کی حالت میں بھی وحی کو اخذ و ضبط کرنے والا۔ امت کی مصلحتوں اور بہتریوں میں بیداری کی مانند متفکر۔ آپ کا دل اقدس حالت نیند میں بھی مقاصد تخلیق و بعثت سے غافل نہیں رہا لہذا آپ کا وضو نیند کے باوجود نہیں ٹوٹتا تھا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت وحی میں ایک استغراقِ کامل طاری ہو جاتی تھی اور آپ کا انفعاضِ حاضرین بلکہ عالم دنیا سے بھی منقطع ہو جاتا اور آپ ایک دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جاتے حالانکہ ایسی حالت کسی امتی پر طاری ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بھی اپنی محافظت فرمانے والے تھے۔ اور

امور طبعیہ کے غلبہ سے اور اعضا و مخارج کے استرخاء سے محفوظ لٹھے اور اس ولایت ہم سے غائب ہو کر ایک عظیم حالت کی طرف مائل ہوتے اور مستغرق اور اللہ تعالیٰ اس حالت میں جو اسرار و رموز چاہتا آپ پر منکشف فرماتا تو جیسے آپ کی یہ حالت بظاہر عوام الناس کی حالت غشی کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں کوئی نسبت ہی نہیں لہذا احکام جدا گانہ ہیں اسی طرح آپ کی منید بظاہر عوام الناس کی طرح ہے لیکن درحقیقت قطعاً کوئی مماثلت و مشارکت نہیں ہے لہذا احکام بھی جدا گانہ ہیں۔

الغرض سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منید اثرانی کے لحاظ سے عوام کی طرح نہیں ہے۔ رہا شبہ بلیۃ القریں میں سوتے رہنے کا تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔

وجہ اول :- اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تصرف فرما کر قلب بیدار پر منید کی حالت طاری فرمادی تاکہ حالت سو و غفلت اور غینہ وغیرہ میں رہ جانے والی نمازوں کو قضاء کرنے کا عملی نمونہ صحابہ کرام عظیم الرضوان کے سامنے آجائے اور یہ صورت حال ایسی ہے جیسے کہ پانی آپ کے لیے موجود نہیں تھا اور وضو کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرمایا زمین سے پیدا فرمانے کی بجائے حکم تنہم نازل فرمادیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا و باراں کے لیے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ نہ اٹھائے جیسے پانی کے فقدان سے مقصود تشریع حکم تنہم تھا اسی طرح یہاں بھی مقصود تشریح حکم تفصلاً تھا لہذا خرق عادت کے طور پر دل اقدس پر یہ حالت طاری کر دی گئی ورنہ اصلی حالت دل النور کی بیداری تھی نہ کہ منید وجہ دوم :- دل اقدس اس حالت میں بھی بیدار تھا مگر اس پر ایسے علوم و معارف منکشف کر دیے گئے جن میں منکب اور مستغرق ہو کر حقوق ظاہر سے تعطل لازم آگیا۔ کیونکہ باطن اخذ علوم و معارف میں مشغول تھا اور مجازی عشق و محبت میں بلکہ دیگر امور میں اس طرح ہوتا رہتا ہے کہ قلوب باطن ان میں پوری طرح مستغرق ہو کر اعمال و ارکان ظاہر سے معطل ہو جاتے ہیں جیسے کہ کسی مغلوب المال شخص کا قول ہے۔ نواللہ ما اداہی اذا ما ذکر تھا

اثنین صلیت العشار ام ثانیاً۔

بخدا جب میں محبوب کو یاد کرتا ہوں تو مجھے کوئی پتا نہیں چلتا کہ میں نے نماز عشاء اور رکعت ادا کی ہے یا اٹھ رکعت (توجہ یاد کرنے والے محب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہوں اور یاد کیے جانے والا محبوب الشرب الغریب ہو تو پھر طلوع آفتاب وغیرہ کی طرف التفات اور دھیان کیونکر ہو سکتا تھا)

م۔ تقریباً یہی مضمون و مفہوم علی قاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن العربی سے نقل کر کے ہوئے فرمایا۔ ان نسو عن الصلوۃ نباکد من المنسی اشتغل دان نام بقلبہ و نفسہ علی اللہ اقبل۔ مرقاة المفاتیح ص ۱۰۱ اگر آپ نماز کو بھولے تو نماز سے زیادہ اہم امر میں مشغول ہوئے اور اگر پڑھتے تو قلب و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی تجلیات



## دسواں باب

### روئے مصطفیٰ (خواب)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرمانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوتے اور دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو عرض کرتا اور آپ اس کی تعبیر میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ارشاد فرماتے۔

ایک دن آپ نے ہم سے دریافت کیا کہ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو آج رات دو آدمیوں کو خواب میں دیکھا جو میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کھلی فضا یا ہموار زمین کی طرف لے گئے۔ ہمارا ایک آدمی کے قریب سے گزر ہوا۔ اس کے سر پر ایک اور شخص اپنے ہاتھ میں ایک نوکدار خنجر لیے کھڑا ہے جس کو اس شخص کے ایک جبرے میں داخل کر کے گدی تک چیر دیتا پھر وہاں سے نکال کر دوسری جانب داخل کرتا اتنے میں پہلا جبرٹال جاتا اور اس کا رخ منہ بدل ہو جاتا تو وہ پھر اس کو اسی طرح چیر دیتا میں نے دریافت کیا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں میں ان کے ساتھ چلے گا تو ناگاہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور ایک دوسرا شخص اس کے سر پر گول مٹھی بھر پھرتے کر کھڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر اس پتھر کو مارتا ہے سر پھٹ جاتا ہے اور وہ پتھر ٹھٹھکتا ہوا آگے نکل جاتا

ذات میں مستغرق۔

اور یہی مضمون شیخ محقق نے ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ نعم دل بیدار است ولیکن تو اندکہ اور احالے شہودے دست و پد کہ دران مستغرق گردانما سوائے شہود وان جمیع صور و معانی زایل و غافل گرد و چنانچہ در بعض احیان در حالت وحی نیز مثل ایں حالت مدٹہ ہوا پس باعث انبیان و غلامتہ، نوم قلب نہا شد، کہہ طر ان حالت عظیم کہ فخر خدا رب العزت کہتہ آفرانہ اند۔  
(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۴۳)

ترجمہ: ہاں یہ امر مسلم ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس حالت نیند میں بیدار رہتا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس پر ایسی حالت شہود طاری ہو جائے کہ اس کی وجہ سے شاہ حقیقی کے علاوہ تمام محسوسات اور صور و معانی سے زہول اور بے التفاتی لاحق ہو جائے جیسے کہ بعض اوقات بیداری کے باوجود حالت وحی میں یہی کیفیت رونما ہو جاتی لہذا غفلت اور بے توجہی اور سہو نسیان کا باعث دل اقدس کی نیند نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم حالت کا طاری ہونا کہ جس کو اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔

ہے۔ جب وہ پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا ہے تو اسے میں وہ پٹا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے والا سر پھر درست ہو جاتا ہے وہ پھر اسے مارتا ہے اور سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور پتھر بڑھکتا ہوا دوسری طرف نکل جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ میں نے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہے اصلا اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں ان کے ساتھ آگے چلا تو ناگاہ ایک مکان نظر آیا جو نیور کی مانند تھا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچا کثادہ اس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں جب آگ لڑے جوش پر آتی تو وہ اوپر اٹھ جاتے حتیٰ کہ قریب ہوتا کہ وہ باہر نکل آئیں اور جب نرم پڑتی تو نیچے چلے جاتے۔ میں نے استفسار کیا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے جس میں بانی کی جگہ خون بہہ رہا ہے اس میں ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے جس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر ہے جو نہر میں ہے وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب کنارے کے قریب پہنچتا ہے کہ باہر نکلے تو کنارے پر موجود شخص ان پتھروں میں سے ایک پتھر اس کے منہ میں پھینک دیا گیا تو وہ اپنی سابقہ جگہ پر لوٹ جاتا ہے اور یہ سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔ میں وہاں سے آگے نکلا تو ایک سرسبز و شاداب باغ نظر پڑا جس میں ایک بہت ہی عظیم اور بلند و بالا درخت موجود ہے اس کے تنے کے ساتھ ایک بزرگ تشریف فرما ہیں اور ان کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اور دوسری جانب دیکھا تو ان کے قریب ہی ایک شخص موجود ہے جو آگ جلا رہا ہے اور اس کے گرد دوڑ رہا ہے۔ وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھنے لگے اور مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ پھر دوسرے گھر میں جو پہلے کی نسبت افضل و برتر تھا۔ اور انتہائی حسین و خوش منظر جس میں بوڑھے۔ ادھیڑ اور نوجوان ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔

میں نے ان ساتھیوں سے کہا تم نے آج ساری رات مجھے پھرایا گھمایا بتلایا تو سہی یہ جو کچھ دیکھا ہے یہ کیا ہے انہوں نے کہا ہاں ضرور بتلاتے ہیں۔

وہ پہلا شخص جو آپ نے دیکھا کہ اس کے جڑے چیرے جا رہے ہیں تو یہ جھوٹا شخص ہے جو صبح اٹھتے ہی ایک عظیم جھوٹ بولتا اور اس سے نقل ہوتے ہوئے پورے جہان میں پھیل جاتا۔ تو جو سلوک آپ نے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھا ہے قیامت تک اس کے ساتھ یونہی ہوتا رہے گا۔ پھر بروز محشر اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اس کے ساتھ سلوک فرمائے گا۔ مدرسہ شخص جہاں آپ نے لیٹا ہوا دیکھا تو یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا مگر وہ رات کو سو رہا اور قرأت کر کے اس کا حق ادا نہ کیا اور دن کو اس پر عمل پیرا نہ ہوا اس کے ساتھ بھی یہ سلوک قیامت تک کیا جائے گا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

وہ تنور جس میں آپ نے ننگے مرد اور عورتیں دیکھیں تو زنا کار مرد اور عورتیں ہیں (اور وہ تنور عذاب نار کا محل و مرکز ہے۔

(ابن ہریرہ دوزخ)

جو شخص آپ نے نہر میں غوطے کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ سود خواہ ہے (جو دنیا میں لوگوں کا خون پیتا تھا اسی

میں غرق ہو رہا ہے)

لیکن وہ شیخ اور بزرگ جو سبزہ زار میں موجود عظیم درخت کے نیچے آپ نے دیکھا تو وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو بچے ان کے ارد گرد بیٹھے تھے یہ لوگوں کی بچپن میں فوت ہو جانے والی اولاد ہے۔ اور وہ شخص جس کو آپ نے آگ جلاتے اور اسے بھڑکاتے ہوئے دیکھا تو وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور وہ آگ جہنم کی آگ ہے۔

وہ مکان جس میں آپ پہلے داخل ہوئے وہ عام مومنین کا دار ثواب ہے اور دوسرا مکان جس میں بعد ازاں داخل ہوئے وہ شبیدوں کا دار ثواب اور جنت ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

پھر مجھے کہا کہ ذرا اپنا سراقدس بلند فرمائیے تو ناگاہ مجھے بادلوں کی طرح ایک بلند منزل نظر آئی تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا اخروی ٹھکانا میں نے کہا پھر مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے مکان اور دار ثواب میں داخل ہو کر اسے اچھی طرح دیکھ لوں تو انہوں نے کہا ابھی آپ کے اعمال باقی ہیں جن کی تکمیل نہیں ہوئی جب ان کی تکمیل ہو جائے گی تو پھر آپ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں سو رہا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا ہے، میں نے اس سے پیا اور خوب سیر

(۱) اس حدیث پاک سے مذاہب برزخ کا تحقق و ثبوت واضح ہو گیا۔ نیز اس کا جسم درود دونوں پر دودھ بھی دفع ہو گیا۔ کیونکہ پھر دل سے سر کا پھٹا جانا یا خنجر سے جیروں کا چیرا جانا جسم سے ہی متعلق ہو سکتا ہے نہ کہ فقط روح سے (۲) انا قال الامام العلامة السیوطی فی شرح الصدور وغیرہ من المحدثین)

(۳) اہل علم عالم مثال میں دودھ کی صورت میں ہے اور مناسبتاً دفع ہے کہ علم خدا اسے روح ہے۔ اور دودھ خدا ہے علم کے بنیہ تربیت روح نامکن اور دودھ کے بنیہ مبدا ولادت میں جسم کی تربیت نامکن۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پیا اور وہ علم تھا تو گویا آپ نے علم کو پیا۔ لہذا علم کو تدبر کی طور پر پڑھنے والے اور آہستہ آہستہ ترقی کرنے والے اس ہستی کے ساتھ کیا ممانعت و مشاکرت کا دعویٰ کر سکتے ہیں جو یکدم علوم کو پینے والے ہیں اور لدنی علوم سے بہرہ ور ہونے والے ہیں۔

۵۔ علم شریعت تو بذریعہ وحی اور جبرئیل امین تدبر کی طور پر نازل ہو رہا تھا تو جو اس طرح عطا کیا گیا وہ لامحالہ علم و سرار و رموز ہے اور



ہو کر پیا جی کر میں دیکھ رہا تھا کہ سیرانی کے اثرات میرے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں سے باہر نکل رہے ہیں پھر میں نے باقی بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیدیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔ بخاری شریف

علم طریقت و حقیقت اور بطون الاشیاء کا علم لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریعت اور علم حقیقت و اسرار کا جامع ہونا اور دونوں علموں کے لیے بزرگ ہونا ثابت ہو گیا۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس علم سے تھوڑا سا حصہ ملا اور دسترخوان فیض و کرم سے اک نوالہ جو دودھ عطا سے نوازا گیا تو وہ محدث و مہم بن گئے اور ان کی زبان ترجمان حقیقت بن گئی اور سیکنے خداوندی ان کی زبان سے بولنے لگی اور سب صحابہ ادراہل عقول میں سے ان کو یہ فوقیت حاصل ہوئی کہ فہم و دانش اور علم و حکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے ان کو عطا ہو گئے تو جس نے وہ پیا لہ سیر ہو کر پیا تھا ان کے علوم و معارف کا اور حقائق اشیاء و بواطن خلق پر عبور و اطلاع کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اور ان کی زبان اقدس حقیقت ترجمان کیوں نہ ہوگی دہا اینطق عن الہوی و ہ ساری مخلوق پر علم و حکمت اور فہم و فراست میں فائق کیوں نہیں ہونگے۔ ۵۔ وہ دودھ جو در حقیقت علم تھا اس کی سیرانی صرف پیٹ مبارک اور بطن اقدس تک محدود نہ رہی بلکہ پورا جسد اطہر اور بدن اقدس سیراب ہوا حتیٰ کہ پاؤں کے ناخن اور ہاتھوں کے ناخن بھی اس سے بہہ رہے ہوئے بلکہ پردہ بشریت کے اندر علم کی فراوانی کا عالم یہ ہو گیا کہ وہ باہر جھلکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ عالم علوم ہی نہیں اور صرف عارف اسرار و رموز ہی نہیں ہیں بلکہ علم عرفان اور اسرار علم ہی اور علم ہی علم اور معرفت ہی معرفت ہیں۔

۶۔ علم تابع حیات ہے جہاں حیات ہے وہاں علم نہیں وہاں علم نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ مجسم حیات ہیں اور سراپا زندگی و زیست ہیں لہذا انتقال روح اقدس موجب موت جسد اطہر نہیں ہو سکتا بلکہ جسد اطہر بھی روح النور کی طرح سراپا حیات ہے بلکہ حیات بخش ہے کبھی خشک ستون سے لگ جائے تو اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے بلکہ عقل و شعور بھی فہم و فراست بھی اور درد و فراق بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ کبھی لکڑیاں ہاتھ میں آتی ہیں تو وہ تیسرے خوان بن جاتی ہیں اور کبھی صدیق کی جاتی ہوئی جان واپس کر دیتا ہے۔ اور کبھی لعاب دہن ابوقتادہ کی مردہ زخمی آنکھ کو حیات نو عطا فرماتا ہے۔

علامہ علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی خوب تشریح فرمائی ہے اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ص ۲۹۷ جلد ۱ میں خوب داد تحقیق دی ہے۔

و طیرہ اللہ من الدلائل والشواہد۔ ہذا واللہ و صلواتہ علیہ  
(محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سردی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک منبر میں نے خواب میں چند شخص مختلف سائز کی قمیصیں پہنے ہوئے دیکھے۔ ان میں بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی ذرا نیچے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حاضر کیے گئے تو ان پہاڑی قمیصیں دیکھی کہ وہ اُسے زمین پر گھسٹتے ہوئے چل رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی کیا تفسیر و تائید فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ دینِ اِفا  
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اجتماع کی صورت میں ایک کھلے میدان دیکھا جہاں ایک کنواں ہے اور وہ اس سے پانی پینے کے مستحق ہیں بالو کبر آگے بڑھے اور انہوں نے ایک ڈول بلکہ دو ڈول نکالے اور ان کے ڈول کھینچنے میں نرمی اور آہستگی تھی اور قوت و شدت کا مکمل مظاہرہ نہیں تھا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے۔ پھر وہ ڈول عمر بن الخطاب نے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ غریب (عظیم ڈول) بن گیا میں نے لوگوں میں سے کسی کو اس قدر حاذق اور ماہر کامل نہیں دیکھا جو ان کی مانند عمل کر کے دکھائے اور لوگوں کو اتنا عظیم ڈول کھینچ کر پلائے اور مظاہرہ قوت و قدرت بھی ہو اور پلانے میں جلدی اور سرعت بھی ہو حتیٰ کہ سبھی لوگ سیراب ہو گئے اور جس طرح سیر اور سیراب اونٹ اپنا حلقوم اور سر زمین پر رکھ کر مستی میں پڑا ہوتا ہے اسی طرح سبھی لوگ مستی میں غورام و استراحت ہو گئے۔ (بخاری و مسلم) ف

ف۔ قیص عبارت دین سے ہے جس طرح قیص انسان کو محیط ہوتی ہے اور سردی و گرمی کے عذاب سے بچاتی ہے اسی طرح دین بھی دیندار کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے اور اس کو عذابِ نامرد و زہریر سے بچاتا ہے اللہ ان کی قیص کا لہبا ہوتا اُن کے دین میں کامل و اکمل ہونے کی دلیل ہے اور اس کا گھسیٹنا اثرات و نشانات دین کے باقی رہنے کی علامت ہے۔ علاقوں کا فتح کرنا اور ان میں مساجد اور علمی مراکز کا قیام نیز تراویح کا باجماعت جاری کرنا وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان کے دھمال کے بعد لوگوں کے لیے نشانِ راہ ہیں اور موجبِ ہدایت اور احبہ ثواب۔

ف۔ کنواں عبارت ہے خلافت و حکومت سے اور ڈول بھر بھر کر پلانا لوگوں کی سیاست۔ دیکھ بھال اور اُن کے حوائج و ضروریات مہیا کرنا اور اس کا طرب بن جانا و سعادت سلطنت کی بنیاد پر انتظامی ذمہ داریوں کے بڑھ جانے سے عبارت ہے اور ان کا سیراب ہو کر لیٹ رہنا مکمل کفایت اور ہر خوف و خطر سے بے نگرانی کی علامت ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دو ڈول کھینچنا مدتِ خلافت کی قلت کی طرف اشارہ ہے اور کھینچنے میں ضعف سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھمال اقدس کے بعد امتدادِ عرب اور جوڑے مدعیانِ نبوت کے خروج اور باغینِ زکوٰۃ کے معاملہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جو انتظامی امور میں قدم قدم پر رکاوٹ بننے لگے مگر انہوں نے آہستہ آہستہ قابو پایا اور کشتیِ اسلام کو اس بھنور سے بحفاظت نکال کر داخلی استحکام بخش دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گویا اپنے آپ کو اس مال میں دیکھتا ہوں کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر خالص سیاہ بھیڑوں کو پلارباہوں اور کچھ ایسی بھیڑوں کو جو ٹیائے ننگ کی ہیں، ناگاہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول میرے ہاتھ سے لے لیا اور ایک بلکہ دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے۔ اتنے میں عمر بن الخطاب آگئے انہوں نے وہ ڈول ہاتھ میں لیا تو وہ غریب بن گیا۔ انہوں نے پوری قوت اور سرعت سے اس کو کھینچ کر لوگوں کو اور بھیڑوں کو سیراب کر دیا اور ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر جا کر آرام کرنے لگا۔ میں نے کسی حافظ کا دل اور ہر اکمل کو ایسا عمل کرتے نہیں دیکھا جو انہوں نے کر رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ سیاہ فام بھیڑیں اہل عرب ہیں اور ٹیالی تمہارے عجمی بھائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کیوں میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا (یعنی سویا ہوا تھا پھر میدان کر کے معراج کے لیے عالم بالا کی طرف بلایا گیا اور اس موقع پر جنت میں

بقیمہ: یہ حدیث پاک اور اس مضمون کی دوسری روایات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر نص ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں نہ کہ منس خیالات و ادھام۔

ڈول کھینچنے کی ترتیب میں وصال و وفات کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے اور حکومت اسلامیہ چلانے کی مثال پانی پانے کے ساتھ ہے کہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ پانی سے حیات اجساد و اجسام ہے اور اس نظام حکومت اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد صرف نفوس و ارواح ہے۔ اور صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی حیات ہے۔ ان الدار الآخرة لہی الحیوان۔

نیز پہلی روایت اور اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے بعد حضرت ابوہریرہ صلیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حق کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں لہذا یہ اللہ تعالیٰ کے اعلام وحی سے اُن کے خلیفہ برحق ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جس کنوئیں سے جن لوگوں کو جو پانی سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم پلا رہے تھے ان دونوں حضرات نے وہیں سے وہی پانی اسی ڈول کے ساتھ پلایا ہے لہذا ان کی خلافت کا خل نبوت و رسالت ہونا واضح ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

یہاں سے خلافت بلا فصل کے دعاوی کی نفویت اور بطلان واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ من کنت مولاه فعلی مولاه کا معنی خلافت و حکومت نہیں دینہ اور یہ وحی و الہام ہوا اور سب صحابہ کے سامنے اس کا بیان ہوا اور دوسری طرف وہ اعلان۔ لہذا اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوب ہونے کا بیان مطلوب ہے جس کا میں محبوب ہوں اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مصبت کرنی چاہیے اور یہ مطلوب ہے کہ جس کا میں محبوب ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے محبوب ہیں نہ کہ عدد اور دشمن لہذا جس طرح میرا تعلق مجاہدین و انصار سے ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی وہی تعلق ہے۔ ہذا واللہ فوسولہ اعلم۔



داخل ہوا اور ایک عورت کو دیکھا جس سے انوار پھوٹ رہے تھے اور ایک عمل کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ عمل کس کا ہے؟ تو ملائکہ نے کہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا۔ روئے سخن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے تمہاری غیرت کا خیال آیا تو خداں سے واپس ہو گیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اس خادمہ کے ہاں تشریف اذرائی سے میں کیسے غیرت کر سکتا تھا (میں خادم اور غلام بیدام اور میری یہاں کی بیوی بھی آپ کی لونڈی اور جنتی بیوی بھی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں دار عقبہ بن رافع میں ہوں اور میرے پاس ابن طاب کی کھجور دی میں سے کھجوریں لانی لگیں۔ میں نے اس کی تاویل و تعبیر یہ کی ہے کہ ہمارے لیے دنیا میں رغبت اور سر بلندی ہے اور دار آخرت میں حسن عاقبت ہے۔ جیسے کہ لفظ عقبہ اور رافع اس کی طرف مشعر ہے، اور یہ کہ ہمارا دین طیب و پاکیزہ ہو گیا اور منافقین کے نفاق سے معاندین کے عناد سے اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس کھجوروں کی ایک ٹوکری لانی گئی میں نے ایک کھجور منہ میں ڈال کر چبائی تو اس میں ایسی گٹھلی تھی جس نے مجھے تکلیف دی میں نے اسے پھینک دیا۔ پھر دوسری کو منہ میں ڈال کر چبایا تو اس میں بھی گٹھلی تھی جس نے مجھے ایذا اور تکلیف دی اسے بھی پھینک دیا۔ پھر تیسری منہ میں ڈالی تو چبانے پر اس کی گٹھلی سے بھی تکلیف اٹھانی پڑی اسے بھی پھینک دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ اس کی تعبیر بیان کروں۔ آپ نے اجازت بخشی تو انہوں نے کہا آپ نے جن لوگوں کو جہاد پر بھیجا ہے وہ صحیح و سالم رہیں گے اور مال غنیمت لے کر واپس ہوں گے۔ وہ ایک شخص سے ملیں گے اور اس کو قتل کرنا چاہیں گے تو وہ ان سے آپ کے ذمہ کا واسطہ دے گا تو اسے چھوڑ دیں گے۔ پھر دوسرے کو ملیں گے اور جب اس کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کریں گے تو وہ بھی ان کا آپ کا واسطہ دے گا لہذا اس کو چھوڑ دیں گے اور پھر تیسرے سے ملائی ہونے پر بھی یہی صورت حال پیش آئے گی آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے درست تعبیر کی ہے۔ مجھے فرماتے لے ابھی ابھی اس الشکر کا یہ حال بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک رات بارگاہ نبوی میں کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے اور سلسلہ کلام دراز کیا۔ پھر صبح آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ آج رات مجھ پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام مع ام پیش کیے گئے۔ کوئی نبی گذرنا جس کے ساتھ صرف تین امتی ہوتے کسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت عہد گرامی ملتی۔ روحانی اور جسمانی تسلیم کی جائے تو ہم اس ہدایت کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے ورنہ ظاہر یہ ہے کہ بیداری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کو دیکھا اور ان کی جنتی بیوی کو۔

ہوتی۔ بعض ایسے بھی نظر سے گذرے جن کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گذرے جن کے ساتھ بنی اسرائیل کی عظیم جماعت تھی جو ازہام کیے ہوئے تھے جو مجھے بہت عجیب اور بھلے معلوم ہوئے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔

میں نے دریافت کیا میری امت کہ دوسرے؟ تو مجھے کہا گیا دائیں طرف دیکھو میں نے دیکھا تو سبھی نیلے لوگوں سے بھرے نظر آئے اور مجھ سے پوچھا گیا کیا راضی ہو گئے؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں راضی ہوں مگر فرمایا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے مومن کامل ہیں جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

سرور عالم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اگر سمیت ہو سکے تو ستر ہزار میں شامل ہونے کی سعی کرو اور اگر اس سے قاصر رہو تو پھر اہل ظراب اور بلند ٹیلوں پر بیٹھنے کا شرف حاصل کرنے والوں سے بنو اور اگر اس سے بھی قاصر رہو تو پھر اہل آفاق سے بنو۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ میری امت نے جملہ آفاق کو بھر رکھا تھا اور جدھر نگاہ اٹھتی تھی امتیوں کا سمندر اٹھا ٹھیس مارتا نظر آتا تھا اور میں نے ان کو ایک دوسرے میں گھستے دیکھا۔ حضرت عکاشہ بن محسن اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ تمہارا میں اللہ تعالیٰ مجھے ان ستر ہزار میں داخل فرما دے جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے۔ آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی پھر سلسلہ گفتگو جاری رہا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے خیال میں یہ ستر ہزار کون لوگ ہیں؟ ہم نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور تا وقت وفات شرک کی آلائشوں سے ملوث نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو امراض و عوارض میں گھر جاتے ہیں تو علاج و معالجہ کے لیے نہ آگ کے داغ لگواتے ہیں نہ رقیہ اور دم کراتے ہیں اور نہ بدفالی پکڑتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ ساری زمین کے خزانے مجھے عطا کر دیے گئے۔ اسی دوران میرے ہاتھوں میں دو سولے کے کلنگ رکھے گئے وہ دونوں مجھ پر بہت ثقیل اور گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمگین کر دیا۔ فوراً مجھے وحی کی گئی ان کو پھونک مارو میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان کی تعبیر کی ہے کہ دو کذاب اور جھوٹے وعویدار نبوت پیدا ہوں گے اور وہ میری دو

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ان خاص کی توحید یہ ہے کہ اسباب مادیہ و روحانیہ بھی صرف نظر کر کے محض مسبب کی ذات پر نظر رکھیں اگرچہ عوام کیلئے ان اسباب کا اختیار کرنا جائز ہی کیوں نہ ہو لہذا خواص کا حکم عوام پر لگانا جس طرح غلط ہے اور عالم اسباب کے مصالح و حکم کے منافی اسی طرح اسباب میں فرق کرنا مادی کو جائز رکھنا اور روحانی کو شرک قرار دینا بھی غلط ثابت ہوا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں عالم حکیم داد و دادیں یہ کچھ نہیں۔ مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے۔ (محمد اشرف)

جانبوں پر ظاہر ہوں گے جن کا مصداق اسود غسی صاحب صنعا بنا اور مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ (اول الذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے پہلے ہلاک ہو گیا آپ نے شان اعجازی اور خداوند نور نظر سے اس کی حالت دیکھ کر تبلا دی اگرچہ اس کی اطلاع آپ کے وصال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر بننے پر مدینہ منورہ میں پہنچی اور مسیلمہ کذاب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے در خلافت میں ہلاک ہوا اور دونوں کی ہلاکت امتوں کے ہاتھوں سے لہذا یہ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اثر ہے اور آپ کی پھونک کا نتیجہ ہے۔

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت فرمائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال پر گندہ تھے وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مہینہ یعنی تحفہ میں جا کر قیام پذیر ہو گئی تو میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ مدینہ منورہ کی وادھجہ کی طرف منتقل ہو گئی (اور آپ نے جو دعا فرمائی تھی ”واللہ انقل حاماً الی الجحفۃ“ اے اللہ مدینہ منورہ کی وادھجہ کی طرف منتقل فرما دے اس کی اجابت و قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشاہدہ کرا دیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب استراحت میں تھا کہ مجھے خزان دنیا کی چابیاں عطا کی گئیں حتیٰ کہ انہیں میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ آپ کو کھانا پیش کرتی اور وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا اور پھر آپ کا سراقہ دیکھنے لگیں آپ وہیں سو گئے پھر بٹنے ہوئے بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے فمک کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے جو راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے سمندر کے وسط میں بیڑے پر سوار ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ بادشاہ ہیں جو تخت سلطنت و حکومت پر بیٹھے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں داخل فرما دے۔ آپ نے فرمایا ”انت منہم“ تو ان میں سے ہے۔ پھر سراقہ کی مکینہ استراحت پر رکھا اور محو خواب ہوئے۔ بخود ہی دیر کے بعد پھر حشیم بن ابی ہاشم نے خواب باز ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھ پر میری امت کی ایک جماعت پیش کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں جیسے کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں داخل فرمائے۔ آپ نے فرمایا تو پہلی جماعت



میں سے ہے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کمان و قیادت میں بحری جنگ پر روانہ ہونے والے لشکر کے ساتھ نکلیں اور سمندر سے نکلنے وقت سواری پر سوار ہوتے ہوئے گریں اور واصل رحمت خداوندی ہو گئیں (اس طرح سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان پورا ہو گیا اور ان کی خواہش و تمنا برآئی اور وہ جہنم سے نجات ہو گئیں ان کا مزار ساحل سمندر پر ہے اور لوگ وہاں جا کر استغفار کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں باران رحمت سے نوازنا ہے۔ کذا فی شروح البخاری۔ ف

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج رات بہت عجیب و غریب دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ شیاطین نے اس کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے تو اس کے اعمال میں سے ذکر الہی مجسم ہو کر اس کے پاس آگیا اور اس نے ان کے ہاتھوں سے اُسے نجات دلائی۔

ایک اور امتی کو دیکھا کہ ملائکہ عذاب اسے اپنے گھر میں لیے ہوئے ہیں۔ اس کی نماز مجسم صورت میں اس کے پاس پہنچ گئی اور ان کے ہاتھوں سے اس کو نجات دلائی۔

تیسرے شخص کو دیکھا کہ پاس سے اس کی زبان اہلکی ہوئی ہے اور جب کہیں کسی حوض کی طرف انی پہنچنے کے لیے جاتا ہے تو اس کو روک دیا جاتا ہے پھر اس کا روزہ مجسم شکل میں اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کو پانی پلایا اور سیراب کر دیا۔ چوتھے امتی کو دیکھا کہ وہ تنہا پھر رہا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی متعدد ٹولیاں بیٹھی ہوئی ہیں مگر وہ جس حلقے میں بیٹھنے کے لیے قریب ہوتا ہے اس کو دور ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کا غسل جنابت اور اس حکم خداوندی کی خلوص دل سے تعمیل مجسم ہو کر اس کے پاس آگئی اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر میرے حلقے میں میرے پہلو میں لا کر بیٹھ دیا۔

پانچویں شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے پیچھے، دائیں اور بائیں اوپر اور نیچے ظلمت ہی ظلمت ہے اور وہ اس میں متحیر و

ف۔ اس حدیث مبارک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے حالات کا علم باعلام اللہ تعالیٰ واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت ام حرام بالخصوص پہلی جماعت میں سے ہیں پچھلی سے نہیں۔ نیز حضرت عکاشہ اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہما والی روایات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد و عقیدہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی واضح ہو گیا کہ اگر آپ دُعا فرمادیں تو جہان میں داخل نہیں وہ بھی داخل کیا جاسکتا ہے اور آپ نے اس عقیدہ پر انکار اور رد نہ فرما کر اس کی حقانیت اور صحت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ واللہ تعالیٰ سہ

تیسرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی فقط ایک اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

سرگرداں ہے کہ اس کے حج و عمرہ نے آکر اسے ظلمت کے گھیرے اور اس سرگردانی و حیرانی کے بھنور سے نکال کر نور و ضیاء میں داخل کر دیا۔

چھٹے شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کلام کرتا بہت مگر لوگ اس سے کلام نہیں کرتے تو اس کی نصیحت مصلحہ رحمی مشکل ہو کر اصل ایمان کے پاس آئی اور کہا اے گروہ اہل ایمان اس سے کلام کرو اور قطع کلامی والے عذاب میں اس کو مبتلا نہ کرو کیونکہ وہ صلہ رحمی کرنے والا تھا چنانچہ انہوں نے کلام کرنا بھی شروع کیا اور اس سے مصافحہ بھی کیا رسالتوں میں شخص کو دیکھا کہ وہ آگ کے شعلوں اور شراروں سے بچنے اور اپنے منہ کو بچانے کے لیے اپنے ہاتھوں کا سہارا لے رہا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں کو منہ کے جلنے اور جھلنے کے لیے دھال بنائے ہوئے ہے تو اسی دوران اس کا صدقہ پہنچ گیا جو اس کے سر پر سایہ فگن ہو گیا اور اس کے چہرہ کے لیے حجاب و مائل ہو گیا۔

آٹھویں شخص کو دیکھا کہ دوزخ کے فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دوزخ میں پھینکنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں کہ فوراً اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہنچ گئے اور انہوں نے اس کو ملائکہ عذاب کے ہاتھوں سے رہائی دلائی اور ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیا۔ وہ اُن کے ساتھ مل کر امن و سکون میں آ گیا۔

میں نے اپنی امت میں سے نویں شخص کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب مائل ہے تو اس کا حسن خلق آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ خداوندی اور حریم قدس میں داخل کر دیا۔

دسویں فرد کو دیکھا کہ اس کا صحیفہ اعمال بائیں جانب مائل تھا اور صفِ اشقیاء میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ اس کا خوف خدا اس کی مدد کو پہنچ گیا اور صحیفہ بائیں جانب سے لے کر دائیں ہاتھ میں بٹھا دیا اور اصحابِ یمن اور سعادت مند لوگوں کے نمونہ میں شامل کر دیا۔

گیارہویں شخص کو دیکھا کہ اس کا اعمال صالحہ والا پلٹا ہٹکا ہو گیا ہے اور اعمالِ سیئہ والا پلٹا بھاری ہو رہا ہے کہ فوراً اس کی اولاد و صنار اس کی مدد کو پہنچی اور ترازو کے اس پلے کو بھاری کر دیا۔

بارہویں امتی کو دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پہنچا ہے تو فوراً اس کی اعانت و امداد کے لیے اس کا عذاب باری سے خوف کھانا متجم ہو کر پہنچ گیا اور جہنم کے کنارے سے ہٹا دیا اور دور کر دیا۔

تیرہویں آدمی کو دیکھا کہ جہنم کی پشت پر رکھی ہوئی پل پر کھڑا کمزور رہا ہے جیسے کہ کھجور کی شاخِ سمیت آمدھی میں کانپتی ہے۔ تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اس کی نجات اور خلاص کا موجب بن گیا اور اس کا دل کا سکون و قرار بن گیا اور وہ اطمینان کے ساتھ پل سے گزرنے لگا۔

چودھویں آدمی کو دیکھا کہ وہ پھر اُٹ سے بچوں کی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل رینگتا ہوا گذر رہا ہے اور کبھی

نیچے تک جاتا ہے۔ پھر سنبیل کر اسی طرح چلنے لگتا ہے۔ پھر تک جاتا ہے وہ اسی عالم کرب و بلا میں تھا کہ اس کا میری ذات  
اتقدس پر بھیجا ہوا اور وہ متعجب و متشکل ہو کر اس کی مدد کو بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹھہرا اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ پھر وہ پل کو نوراً  
عبور کر گیا۔

پندرہویں شخص کو دیکھا جو جنت کے دروازوں تک پہنچ چکا ہے مگر اس پر دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور داخل ہونے  
سے روک دیا گیا ہے کہ اچانک اس کی شہادت توحید و رسالت پہنچ گئی اور کلمہ لا الہ الا اللہ نے اس کی اعانت کی جنت  
کے دروازے کھول دیے اور اس کو اندر داخل کر دیا۔

---



# ابواب طب نبویؐ

## باب اول

### امراض وعوارض

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کرتا تھا اے آپ کی فقاہت پر تعجب نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لخت جگر اور نور نظر اور نہ ہی مجھے جناب کے علم شعر، علم تاریخ اور علم دقائل پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور یہ علموں کے گھر کے ہیں۔ اگر مجھے تعجب ہوتا ہے تو آپ کے علم طب پر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمر شریف کے آخری ایام میں بیمار تھے اور وفود عرب ہر طرف سے آتے اور بارگاہ نبویؐ میں حاضری دیتے اور مختلف دوائیں اور طریقے بتاتے۔ بیان کرتے اور میں ہی وہ علاج کیا کرتی تھی اسوجہ سے مجھے علم طب میں یہ مہارت حاصل ہو گئی ہے۔

## دوسرا باب

### سحر (جادو)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہودی ذلیل کے ایک آدمی نے جس کو سید بن عاصم کہا جاتا تھا جادو کیا اور اس کا اثر اس قدر ہوا کہ آپ کو خیال گذرنا کہ میں نے یہ کام کر لیا ہے۔ حالانکہ آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا (اور یہ محض خیال ہوتا تھا نہ کہ حرم و یقین)۔ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں پتا چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف اجابت بخشا ہے اور جو کچھ میں نے طلب کیا ہے وہ عطا فرما دیا ہے اور جو

دریافت کیا ہے وہ بتلادیا ہے۔

میرے پاس دو فرشتے بشری شکل میں آئے ایک میرے سر پر بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب، چوہاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا اس ہستی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے دوبارہ دریافت کیا کس نے جادو کیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا یسید بن اعصم نے! کس چیز پر یہ سحر کاری اور جادو گری کا عمل کیا ہے؟ تو جواب دیا کنگھی اور کنگھی کرنے سے نکلنے والے بالوں اور زرد کھجور کے خوشہ پر جو ٹول ہوتا ہے اس میں! چوہاؤں کی جانب تھا اس نے پھر دریافت کیا کہ یہ اشیاء کہاں ہیں جن پر جادو کا عمل کیا گیا ہے۔ تو دوسرے نے جواب دیا کہ ذروان والے کنوئیں میں۔ ف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں اس کنوئیں پر تشریف لائے (اس کو نکلوایا) پھر گھر واپس تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ! اس ویران کنوئیں کا پانی یوں تھا جیسے ہندی کا زلال اور اس کی وجہ سے سرخ ہو جانے والا پانی اور اس کے ارد گرد جو کھجوریں تھیں وہ بھی بیک اور ڈرونی شکل کی وجہ سے یوں معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کر دیں (جس نے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے) آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمادی ہے اور میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں پر شر و فساد مسلط کیا جائے (اور اُن اشیاء کو بھی ظاہر نہیں کیا جن پر سحر کاری کی گئی ہے تاکہ یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں میں اس قسم کا رجحان نہ پیدا ہو جائے اور انہیں سحر کاری اور جادو گری کا طریقہ نہ معلوم ہو جائے) لہذا آپ نے حکم فرمایا کہ ان اشیاء کو زمین میں دبا کر نگاہ عوام سے پوشیدہ

ف۔ سحر اور جادو کے فی الجملہ اثر انداز ہوجانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ المتقین عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا سحر کار اور جادو گروں کے نزدیک یہ امر مسلم اور محقق ہے کہ ساحر پر سحر کا اثر نہیں ہوتا اور چونکہ یہود بے بہود اور دیگر مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر ہونے کا طعن دیا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے جدا طہر میں تاثیر سحر ظاہر فرما کر اُن کے کذب و دعویٰ اور بطلان اتمام کو ظاہر فرمایا اور اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی ان عیوب سے نراہست و برأت کا اظہار فرمایا۔

شرح سفر السعادت ص ۴۷۷۔

نیز اس میں قیامت تک آنے والے اہل اسلام کی بھلائی اور بہتری بھی مقصود تھی کہ اگر کسی کو ایسا عارضہ لاحق ہو تو جن آیات مبارکہ کو قرآن نے حبیب پاک سے اثر سحر دور کرنے کے لیے نازل فرمایا۔ اُن سے توسل کرے اور اُن کے ساتھ دم کرے تو انشاء اللہ شفا یاب ہو جائے گا۔ آپ کی ذات سے اتہام سحر زائل ہوا اور اُمت کو سحر کاری اور جادو سے تحفظ اور امان کا سامان حاصل ہو گیا۔ ولنعمر ما قیل فذل الحکیو لا یغلو امن الملکۃ۔

چشم باندیش تو یہاں لاعلمی اور بے بسی کے اثبات کی نمک میں رہے گی اور نیاز مند اہل اخلاص ان کے حکم و مصالح پر نظر رکھیں گے۔

## تیسرا باب

### سنگیاں لگوانا اور خون نکلوانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ایسی تکلیف کے پیش نظر سراقہ میں سنگیاں لگوائیں جبکہ آپ حالت احرام میں تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عین مرتبہ سنگیاں لگواتے تھے۔ ایک مرتبہ کندھ پر اور دوسرے گردن کے دونوں جانب دو درگول پر جن کو اخذعان کہنا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ میں سنگیاں لگواتے اور اس عمل کو ام منیث کا نام دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوانے والے کی اجرت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوائیں اور اس کے لیے اپنے فانیان کو دو صاع طعام دینے کا ارشاد فرمایا اور ان کے موالی سے لنگو فرمائی اور سفارش کی کہ اس پر عائد خراج میں کمی کریں چنانچہ انہوں نے تکلیف کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سہ تم جتنی بھی دو ایسے استعمال کرتے ہو ان سب سے افضل جہامت ہے یعنی سنگیاں لگوانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے اور آپ نے قدم اٹک کی پشت پر سنگیاں لگوائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگیاں لگوائیں اور مجھے اجرت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی سترہ انیس اور اکیس کو سنگیاں لگواتے تھے۔



## چوتھا باب

ہندی سے علاج

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گیا کرتی تھی آپ کو کوئی زخم آتا یا دانے وغیرہ نکلتے تو آپ مجھے اس پر ہندی لگانے کا حکم دیتے۔

---

# ابواب النکاح

## باب اول

### محبت ازواج

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی اشیائیں سے خوشبو اور عورتیں میرے لیے پسندیدہ بنائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور قلب فقط نماز میں رکھا گیا ہے۔ علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو اور عورتوں سے محبت بیان کرتے وقت حبیب الہی فرمایا ہے اور حبیب نہیں فرمایا تو یہاں سے بیان غرض مقصود ہے اور اپنے اختیارات سے دنیوی امور کی طرف میلان و رغبت کی نفی کرنا مقصود ہے کہ یہ محبت میرے دل میں پیدا کی گئی ہے اور خالق عالم نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر اسے تخلیق فرمایا ہے نیز سرور قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک نمازیں کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آثار عبودیت جس قدر نماز میں ظاہر ہوتے ہیں دوسری عبادات میں ظاہر نہیں ہوتے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ابن عقیل کا کلام ان کا بیان فرمودہ سبب محبوب اور اس کا فلسفہ مجھ پر نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر وجہ اور موجود ہے لہذا اس کی تردید اور دوسرے سبب گے بیان لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صواب اور صحیح وجہ ازواج و نساء کی محبوبیت کی یہ ہے کہ جب موصدین اور خدا پرست لوگوں کی ایجاد و تخلیق کیلئے امر توالد و تناسل کو عظیم و جزیل قرار دیا گیا تو آپ کے دل میں عورتوں سے نکاح و ازواج کی محبت پیدا فرما کر ان لوگوں کے خیال و عقیدہ اور مصنوعی زہد و تقویٰ کا رد اور نسخ فرما دیا جو ازواج کو عبادت باری تعالیٰ میں نعل اور مقام قرب سے دوری اور بعد کا موجب سمجھتے ہوئے بتسل اور رہبانیت کو اختیار کرنا لازم اور ضروری سمجھتے تھے تاکہ آپ کی حالت و کیفیت جو سب اہل عالم حتیٰ کہ رسل و انبیاء کے احوال و کیفیات سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے دوسرے لوگوں کے احوال کے لیے ناسخ ہو جائے جو آپ کی حالت و کیفیت کے منافی و مخالفت ہیں۔

ربا خوشبو کے پسندیدہ ہونے کا معاملہ تو یہ عبادت حق اور ملاقات خلق کے آداب مستحسنہ میں سے ہے اور نماز کو امور دنیا میں سے شمار فرمایا حالانکہ وہ امور آخرت سے ہے کیونکہ وجود و تحقق اور کسب و ایجاد کے لحاظ سے امور دنیا میں سے ہے اگرچہ اجد و ثواب کے اعتبار سے امور آخرت میں سے ہے۔

## دوسرا باب

### اقمات المومنین

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ اُن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔ ان کا وصال نبوت کے ساتویں سال ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ دسویں سال معراج اور نمازوں کی فرضیت سے قبل اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں فرمائی۔ وہ اپنے خدو ادا اموال کثیرہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرماتی تھیں اور آپ وصال کے بعد بھی ان کی عزت و تکریم فرماتے تھے اور ان کی سہیلیوں کے پاس ہدایا اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ام ازفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دایہ اور ان کو لنگھی وغیرہ کرنے والی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اس کا اعزاز و اکرام کیا اور فرمایا یہ ہمارے پاس (حضرت) خدیجہ کے زمانہ حیات میں آیا کرتی تھی اور حسن عہد، ایمان کے شعبوں میں ایک عظیم شعبہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا اور کہا میرا بیٹا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ کو اپنی سواری کا شرف بخشے والا جن امور میں مجھ پر فضیلت دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی زوجہ اُن کے لیے امور دین میں مدد و معاون ثابت ہوئی اور میری زوجہ میری خطا اور لغزش کا موجب بن گئی۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بیوی کی ثناء اور منقبت حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی زبان اقدس پر جاری ہوئی وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور غریب یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین علیہم السلام پر خدا واد شرف و فضل کے بیان میں مرفوع طور پر ذکر کی جائے گی (اقول) بلکہ قبل ازیں مذکور ہو چکی ہے،

### ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں دونوں شرف اسلام سے شرف ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ان کے خاندان انتقال فرما گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں لے کر ام المومنین ہونے کا شرف بخشا نیز ان کو دار ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف بخشا۔ جب ان کی عمر شریف زیادہ ہو گئی تو آپ نے طلاق دینے



کا ارادہ فرمایا انہوں نے عرض کیا (مجھے عمر کے اس حصے میں اور کوئی خواہش نظیانی درپیش نہیں ہے میں صرف بروئے قیامت آپ کی ازواج میں شمار ہونے کی تمنا رکھتی ہوں اور آپ کی بیویوں میں اٹھائے جانے کی) لہذا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہربہ کر دی (چنانچہ آپ نے ان کی تمنا کو بر لاتے ہوئے اور ان کی آرزو کو شرمندہ تکمیل کئے ہوئے ارادہ طلاق ترک فرمادیا۔

### ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نکاح فرمایا تو آپ کی عمر شریف چھ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو عمر شریف نو سال تھی ان کے علاوہ کسی باکرہ اور کنواری عورت سے آپ نے شادی نہیں فرمائی۔ انہیں نو سال کا عرصہ آپ کی خدمت گفاری اور معیت کا شرف حاصل رہا (اور عمر شریف اٹھارہ سال تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دارغ مفارقت ظاہری دے گئے)

### ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ پہلے حضرت نجیس بن خداذہ کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی وہ فوت ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ایک موقع پر آپ نے انہیں ایک طلاق دے دی تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہیں یعنی نماز تہجد ادا کرنے والی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے صرف طلاق دینے کا ارادہ ہی فرمایا تھا طلاق نہیں دی تھی۔

### ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام مبارک ہند ہے باپ کا نام ابو امیہ سہل ہے یہ پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ ہجرت کے چوتھے سال انتقال فرما گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔

### ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اسم شریف رطل بنت ابی سفیان ہے عبد اللہ بن جحش، کما زوجت مرہم، انہوں نے حبشہ کی طرف

ہجرت کی آمد ہاں نصرانی مذہب اختیار کر لیا۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ صغریٰ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا تاکہ ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیں۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وکیل بنایا اور انہوں نے آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔

### ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ (عدت گزرنے کے بعد) نکاح فرمایا (اور متبنیٰ کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کے عقیدہ جاہلیت کو عملی طور پر باطل کر دیا)۔

### ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزيمة رضی اللہ عنہا

وہ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں اس نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ میدان بدر میں شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان کی عزت افزائی فرمائی۔

### ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

غزوہ بنی المصطلق میں قیدیوں کے زمرہ میں آئیں اور تقسیم کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آگئیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ عقد نکاح کیا (یعنی مقررہ رقم ادا کرنے کی صورت میں آزاد کر دینے کا عہد کیا) یہ بلکہ نبوی میں حاضر ہو کر امداد کی طلب گار ہوئیں۔ آپ نے ان کا بدل کتابت ادا فرمایا اور پھر ان کو شرف زوجیت سے مشرف

عہ۔ مولوی حسین علی ماں بھری دیوبند لکھنے بغیر المیران ۱۶۵، ۱۶۶ میں لکھا کہ آپ نے ان کے ساتھ عدت کے اندر نکاح فرمایا جو قطعاً غلط ہے اور غلط واقعہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو کہ مسلم شریف وغیرہ میں مروی ہیں کہ عدت گزرنے پر آپ نے ان سے نکاح فرمایا اور یہی تصریح معمر بن کریم نے فرمائی ہے۔ اور یہی حنفی مذہب کا معتق ہے کیونکہ خلوت صحیحہ ثابت ہو جائے تو عدت لازم آجاتی ہے چہ جائیکہ زنا اور مباشرت متحقق ہو۔ کلام مجید میں ہے فلما نفخا زیدنا منها وطرأنا فجاءا کما حبیب (حضرت) زید رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو ہم نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ لہذا یہ قول صرف باطل ہی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خلاف شرع کے ارتکاب کا الزام اور بہتان بھی ہے۔ نوذباللہ من ذالک۔

(محمد اشرف)

فرمایا۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا

ان کا خاندان کنانہ بن ربیع خبیہ کے موقع پر قتل ہو گیا اور انہیں قیدی بنا لیا گیا بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فوقیت و برتری اور ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کے ناطے ان کو اپنے لیے منتخب فرمایا اور ان کے مشرف بہ اسلام ہو جانے پر ان کو آزاد فرمایا اور ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان کا حق معمران کی آزادی قرار پایا۔

حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر سے قیدی بنایا۔ پھر ان کو آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لیا اور ایک قول یہ ہے کہ اُن کے ساتھ مباشرت و مجامعت مکہ یمن کے تحت فرماتے تھے اور ان کو آزاد نہیں فرمایا تھا۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مقام سرف پر ہوا اور وہیں پر زفاف بھی ہوا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ازلی فیصلہ یہی تھا کہ ان کا وصال بھی وہیں ہوا جہاں کہ زفاف ہوا تھا یعنی مقام سرف میں۔

یعنی مقام سرفرازیں۔  
ان کے علاوہ چند عورتوں کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی تھی جن میں ایک کلابیہ بھی  
جن کا نام بعض کے نزدیک فاطمہ ہے اور بعض عمرہ بتاتے ہیں اور بعض کے نزدیک عالیہ ہے۔  
اسی طرح اسماء بنت نعمان، قتیلہ بنت قیس، میکہ بنت کعب، ام شریک، خولہ، شراف، یسلی بنت حطیم اور غفار یہ  
رضی اللہ عنہن کے ساتھ نکاح ہوا مگر زفاف نہیں ہوا۔

اور بعض کے ساتھ خطبہ ہوا اور دعوت نکاح دی گئی مگر نکاح تک نوبت نہیں آئی تھی اور ان ناموں میں اور فقط نکاح یا فقط خطبہ پائے جانے میں اختلاف ہے جس کو پوری وضاحت کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب متعجی فہوم اہل الاثر میں بیان کیا ہے۔

اور بعض عورتیں آپ پر نکاح کے لیے پیش کی گئیں مگر آپ نے ان کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ فرمایا اور اس سے

انکار فرمایا۔



## تیسرا باب

### سرری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لونڈیوں کو آزاد کیے بنیر ان کے ساتھ مکہ یمن کے تحت مباشرت و بجا امت فرمائی یا ایسی لونڈیاں سرری کہلاتی ہیں ان میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں مقوقس نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ دوسری ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا ہیں جن کا ذکر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ضمن میں کیا جا چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سرری تھیں۔

ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ایسی لونڈیاں تھیں جہنم ماریہ رضی اللہ عنہا حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جلیلہ رضی اللہ عنہا جو قید ہو کر آئی تھیں اور چوتھی وہ لونڈی جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ کو سہیہ کی تھی۔

ابوالوفاء علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ عورتیں عقد میں لانا اور اُمت کی نسبت آپ کے لیے زیادہ تعداد میں بیویاں مباح کیا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے تجرد و تقویٰ کو اختیار نہیں فرمایا اور نہ ازواج مطہرات کی طرف قطعاً التفات نہ فرماتے اور صرف عبادت میں مصروف رہتے۔

## چوتھا باب

### قوت قوائے جسمانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کفایت عطا کیے گئے تھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل فرما رہے تھے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ جماع و مباشرت کی قدرت کاملہ۔

فہرچہ شمع تنقہ فرماتے ہیں کہ جن مواضع و مقامات کی حقیقت کما حقہ ادراک کرنے سے کوہ اندیشیوں کے عقول تادم و محجوب ہیں ان میں سے ایک مقام تعدد ازواج اور کثرت مباشرت ہے جس کو وہ نقصان اور منزل پر مشمول کرتے ہیں اور لہو و لعب کے قبیل سے شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ نقصان فہم کی دلیل ہے اور ہر بانیت کی طرف میلان کی بلکہ کثرت نکاح و جماع میں جہاں نقصان اور دوام نوع انسانی جیسے عظیم منافع ہیں وہاں حفظ صحت اور نعمت خداوندی سے تسبیح بھی اس میں ہے اور حقیقت حال کا بغور جائزہ لیا جائے تو فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کا مکمل ظہور و ظہور عالم کی علت غائیہ ہے جس قدر نکاح و جماع اور تولید و نسل میں ہے اور کہیں نہیں ہے اور تید الانبیاء کا عمل اس پر واضح دلیل ہے اور سند و حجت تامر کا سند ازواج ۲۶

## پانچواں باب

### بوقت خاص پردہ کا اختیار فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کسی بھی حالت میں میری نگاہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی زوجہ کے پاس مباشرت کے لیے جاتے اور قیربان و جماع فرماتے تو سراقہ میں پردہ ڈالے ہوئے ہوتے اور کپڑا سر اقدس پر لٹکائے ہوئے ہوتے یہی نگاہ اور نہ ہی آپ کی نگاہ پردہ خاص پر پڑتی۔

## چھٹا باب

### ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں سبھی ازواج مطہرات کو خلوت خاص سے نوازا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ساعت واحدہ میں جمیع ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں خلوت خاص سے مشرف فرماتے جو گیارہ کی تعداد میں تھیں آپ سے پوچھا گیا کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت اور قدرت تھی؟ تو آپ نے فرمایا ہم آپس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت و قدرت پر گفتگو کرتے تھے تو کہتے تھے کہ آپ تیس آدمی کی قوت و طاقت عطا کیے گئے ہیں۔

ف شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی مدارج النبوت جلد اول ص ۲۷ پر فرماتے ہیں بعض روایات میں چالیس مرد قوت کی تصریح موجود ہے اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ عدد اقل عددناہ کے لیے کافی نہیں ہوتا اور مردان سے چالیس مرد معنی ہیں جن میں سے ہر ایک کی قوت دنیا کے سوا آدمی جتنی ہوگی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہری جسمانی قوت چار ہزار آدمی جتنی ہے اور دھانی قوت کا تو اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے سورج کو الٹی حرکت دیتے وقت گردشِ سموات کو روک دیا بلکہ ان کو بھی الٹا پھیر دیا جیسے کہ فلاسفر کا نظریہ ہے کہ گردشِ آفتاب گردشِ سموات کے تابع ہے، اور ادھر عیش و تنم کی حالت یہ ہے کہ ہرگز سیر ہو کر نہیں کھایا اور بالعموم جو کی روٹی پر قیامت فرمائی اور اکثر اوقات پانی اور کھجوروں پر گزار لیا اور بایں ہمہ چہرہ اقدس پر رونقِ حسن و جمال اور رنگِ مبارک کی شفافیت اور نورانیت حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی تو معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اعجاز تھا اور آپ کی قوت و قدرت بعض قدرتِ الہی سے بھی اور دائرہ اسبابِ عادیہ سے خارج تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت امام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی زوجہ محترمہ سے مباشرت فرمانے لگتے تو اپنی آنکھیں بند فرمالیے۔ سر کو ڈھانپ لیتے اور اس زوجہ محترمہ کو فرماتے: سکون و تسرار اور عصمت و وقار کا دامن تھامے رہیے۔

## ساتواں باب ایک ہی غسل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سبھی ازواج مطہرات سے مقلدیت کے بعد ایک ہی غسل فرماتے۔

## آٹھواں باب ایک ایک غسل

حضرت البورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سبھی ازواج مطہرات کے ساتھ یکے بعد دیگرے مباشرت فرمائی۔ اور ہر بار غسل فرمایا۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایک ہی غسل پر کیوں اکتفا نہیں فرماتے ہر بار تکلف کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ زیادہ پاکیزہ اور اطمینان دہ ہے۔

## نواں باب حسن سلوک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جتنی لوگ آنے اور وہ عید کے دن مسجد کے ساتھ احاطہ میں خالی جگہ پر لوگ کھیل سے عید کی خوشی کا اظہار کرنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کا کھیل دیکھنے لگی حتیٰ کہ تھک کر وہاں سے لوٹی آپ نے مجھے ٹوٹ جانے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم علو الپہنہ فرماتے نیز شہد کو محبوب رکھتے اور جب نماز عصر ادا فرماتے تو سبھی ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے خیر و عافیت و ریاضت فرماتے اور ضروریات معلوم کر کے پورا فرماتے۔ ایک دفعہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو پہلے



پاس آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے تو فرمایا میرے اور ان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ کیجئے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں فیصلہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ تم ضرور فیصلہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میانہ روی اور اعتدال سے کام لیں! تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میرے ناک اور نچھنوں سے خون بہنے لگا اور کہنے لگے لا اباد! (موت ہو یا پتہ ہمارے) ایسے ہاں اور کون اعتدال اور میانہ روی سے کام لے گا اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کام نہیں لیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اس طرح کا فیصلہ تو تم سے طلب نہیں کیا تھا۔ پھر آپ اٹھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے میرے منہ اور کپڑوں سے خون دھویا اور صاف کیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مجھے غصہ آ جاتا اور غضبناک ہوتی تو آپ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا ذَنْبَهَا وَادْفِئْ غَيْظَ قَلْبِهَا وَارْحَمْ هَامِنَ الْغَيْظِ اے اللہ ان کی فروگزاشت سے درگزر فرما اور بخش دے اور اُن کے دل سے غیظ و غضب دور فرما اور ان کو ابتلا و آزارش سے محفوظ فرما۔

## دسواں باب

### تادیب ازواج

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و اولاد اور ازواج مطہرات سے علمدگی کے سبب میں تین قول ہیں۔  
۱۔ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کے نفقات اور اخراجات کا مطالبہ کیا تھا جو آپ کے ہاں ہوتا نہیں تھے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت فرمائی جبکہ آپ موجود نہیں تھیں۔ جب ان کو واپسی پر یہ صورت حال معلوم ہوئی تو انہیں رزون و ملال کرنے لگیں آپ نے ان کو خوش کرنے کے لیے فرمایا (میں آئندہ ان کے نزدیک نہیں جاؤں گا اور اُن سے الگ تھلگ رہوں گا) لیکن یہ بات اور کسی کو نہیں بتلانا مگر بشری کمزوری کے تحت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا بیٹھیں اور اس راز کو راز نہ رکھ سکیں۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ لایا گیا تو آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا انہوں نے واپس کر دیا۔ آپ نے اُن کے حصہ میں اضافہ فرما کر پھر ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے پھر اسکو واپس

کر دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ آپ نے عدل و انصاف کا تقاضا پورا کر دیا ہے اگرچہ میری طرف سے اس ہدیہ کو واپس کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مرتبہ کی مالک نہیں ہو بلکہ اس سے بہت کم تر ہو کہ میرے کسی عمل پر اظہارِ ناپسندیدگی کرو۔ میں ایک مائتہ ہزار روپے پاس نہیں آؤں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن اپنی بیوی پر سخت ناراض ہوا تو اس نے بھی جوابی طور پر کچھ بولنا شروع کیا میں نے اس کی جواب دہی کو اچھا محسوس نہ کیا۔ تو اس نے کہا میرا جواب تو تم نہیں سن سکتے۔ اور اس کو سخت برا مانتے ہو حالانکہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن (جن میں آپ کی بیٹی بھی شامل ہے)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح گفتگو کر لیتی ہیں اور صبح سے شام تک سلام و کلام بھی ترک کیے رہتی ہیں۔

میں یہ بات سنتے ہی حنفہ کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا کہ واقعی تم ایسا کرتی ہو۔ ان کے اثبات میں جواب دینے پر میں نے کہا تم صبح سے شام تک آپ کے ساتھ کلام وغیرہ ترک کیے رہتی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں! میں نے ان سے کہا۔ تَذَاخَبَ مَنْ فَعَلَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ وَخَسِرَ أَنتَا مِنْ أَحَدَا كُنَّ أَنْ يَنْصَبَ اللَّهُ مَصْنِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَهَى تَذَاخَبْتَ۔

تحقیق وہ شخص غائب و خاسر ہوا جس نے یہ جرأت کی کیا تم میں سے کسی کو اس امر کا اطمینان اور یقین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض نہیں ہوگا اگر ایسا ہوا تو وہ عورت ہلاک ہوگئی۔ پھر میں نے حضرت حنفہ سے دریافت کیا جبکہ وہ سو رہی تھیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے، آپ اس بالا خانہ پر تشریف فرما ہیں اور ازواجِ مطہرات سے علم کی اختیار کیے ہوئے ہیں اور آپ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے یہ قسم اٹھائی تھی کہ میں ایک مہینہ تک ان سے خلوت نہیں کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اجازت کے طلبگار ہوئے اور دوسرے لوگ آپ کے دروازے پر مجتمع تھے مگر انہیں اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرنے کے لیے درِ اقدس پر حاضر ہوئے مگر انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ بعد ازاں ان دونوں حضرات کو اندر آنے کی اجازت ملی تو آپ اندر گئے اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ارد گرد بیٹھی تھیں اور آپ بھی چپ چاپ بیٹھے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور ایسا کلام کروں گا جس سے امید ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑیں گے چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی نرمی، مہم نوازی اور بردباری نے ان کو یہ جرأت بخشی ہے، اگر میری بیوی دخترِ زید مجھ سے اس طرح کا مطالبہ کرتی اور نفقات و اخراجات طلب کرتی تو میں اٹھ کر دونوں ہاتھوں



سے اس کا گلابا دیتا اور پھر جان کے ڈر سے وہ کبھی ایسا مطالبہ نہ کرتی ایسا بات سنتے ہی آپ ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ وارطیں بہک چمکتی نظر آئیں اور فرمایا ان کو تو دیکھو میرے گرد بیٹھی ہیں اور مجھ سے خیرہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

فہرہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کی طرف اٹھے تاکہ ان کو سزا دیں اور سزاؤں کریں کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہیں جو کچھ درکار ہو تم سے لو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ایسی تکلیف نہ دینا، تو محبوب کریم علیہ السلام نے ان کو منع کر دیا کہ ان کو سزا نہ دو اور آپ کی ازواج مطہرات نے عرض کیا بخدا ہم آپ سے اس کے بعد کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہیں ہوگی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمادی یعنی آپ اپنی بیویوں سے فرما دو اگر تمہیں حیات دنیا اور اس کی زیب و زینت و کلبے تو آدمیں تمہیں مطلوبہ اشیاء دیتا کروں اور چھوڑ دوں اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کی ضرورت ہے اور ان سے تعلق ہے تو پھر صبر و رضاء کام لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہاں اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

آپ نے ابتدا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا میں تیرے سامنے ایک امر کا اظہار و انکشاف کرنے لگا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو جلدی سے کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اپنے والدین سے صلاح و مشورہ کر کے فیصلہ کرنا۔ انہوں نے عرض کیا وہ کیا امر ہے؟ آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ تَكَلِّ لَدَا وَاجِبٌ إِنَّ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا دَرَيْتُمْهَا فَتَعَالَيْنَ ائْتِمِعْكُمْ دَأْسَتُمْ كُنْتُمْ سَرَاجًا جَبِيلًا وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا۔

تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے متعلق میں والدین سے مشورہ کروں! (اور دنیا کی زیبائش اور آرام و سکون کی خاطر آپ جیسے محبوب کو چھوڑ دوں اور علم کی اختیار کروں یہ کیسے ممکن ہے) بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں اور انہیں ترجیح دیتی ہوں۔ البتہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے جواب کو دیگر ازواج مطہرات پر غنی رکھیں اور اس کا تذکرہ نہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے شفقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ مجھے سہولت پیدا کرنے والا اور خیر کی تعلیم دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ سے جو بھی بیوی تمہارے جواب کے متعلق دریافت کرے گی میں ضرور اس کو تباؤں کا (مسلم شریف) ف

ف۔ ازواج مطہرات کے عہد ہی اخراجات دینا کرنا آپ کا فرض ہے مگر منصب نبوت اور اہل بیت نبوت کا معاملہ الگ ہے۔ ان کو دنیا کی طرف میلان و رغبت نمایاں نہیں تھی لہذا ان کے ساتھ آپ نے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک فرمایا کہ دنیا اور اس کی سہولیات و کمار



## گیارہواں باب

### اولادِ مصطفیٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبوت کے اعلان سے قبل حضرت قاسم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے اور انہی کے ساتھ آپ نے اپنی کیفیت البواقاسم اختیار فرمائی پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعد ازاں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تولد ہوا۔ اعلان نبوت کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ عتہ کا تولد ہوا جن کو طیب و طاہر کہا گیا اور اس لقب سے لقب کیا گیا ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کی اولاد اجماع میں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو عاص بن داؤد سمی نے کہا (نعوذ باللہ) کہ ان کی اولاد زریہ فوت ہو گئی ہے لہذا یہ ابتر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: **إِنْ شِئْتُمْ هُوَ الْأَبْتَرُ**۔ اے محبوب تمہارا رد کر ختم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اولاد منقطع ہو سکتی ہے۔ نہ

ہی تو لوگوں میں پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت سے تمہارا تعلق نہیں ہوگا اور اگر ان سے تعلق پاتا ہی ہو تو پھر دنیا سے فانی اموال اور ساز و سامان کی طرف میلان طبع ہرگز نہیں ہونا چاہیے یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جب ازواجِ مطہرات کا نفقہ واجب ہونے کے باوجود ان کی تربیت و تہذیب اس انداز میں کی جا رہی ہے تو آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جن کا نفقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہے اس قدر اہتمام کیے فرما سکے ہیں کہ ہزاروں دینار سالانہ آمدنی والے علاقے فدک ان کو مہربہ کر دیں اور ان کے قبضہ میں دیدیں اور اللہ تعالیٰ بھی اسی حکم پر فوری عمل درآمد کا تقاضا کرتے ہوئے فرمائے: **آتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ**۔

اگر کوئی غیر مسلم اس تفریق اور امتیازی سلوک کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف کے متعلق کیا تصور قائم کرے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یحییٰ انسان ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یوں آپ محض گزارہ کے لیے اخراجات جملہ اہل قرابت کو دیتا فرماتے تھے جن میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حصہ بھی ہوتا تھا اور یہی عرض حضرت صدیق نے بھی کی تھی کہ آپ کے مال میں دراشت جاری نہیں ہوتی۔ انصافاً کل آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہذا الاموال۔ صرف ضروری اخراجات اس مال سے دیتا کیے جاتے تھے اور وہ اب بھی اسی طرح دیتا کیے جائیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فدک تقسیم نہ فرما کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نظریہ و عقیدہ اور عمل و کردار کی توثیق و تائید فرمادی۔

رضائی اولاد کا محدود حساب ہو گا نہ جہانی اولاد کی گنتی اور شمار ہو گا اگر نسل منقطع اور بے نام و نشان ہے تو صرف اس کی ہے جو آپ سے عداوت و دشمنی اور کینہ و بغض رکھنے والا ہے۔

حضرت جبریل مٹغم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو وہ دو سال کے تھے اور محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھی جن کا نام سلیمی تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے معاملہ میں کفالت کرتی تھیں اور خدمت کرتی تھیں آپ کے کیلے کھانا دیا کرتی تھیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کیا کرتی تھیں اور اولاد میں ایک ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا اور اولاد کی رضاعت کا انتظام و اہتمام ان کی ولادت سے قبل ہی فرما لیتی تھیں۔

ابو جبر بقی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک طیب و منطیب اکٹھے متولد ہوئے اور توام تھے اور طاهر و مطہر بھی بطن واحد میں پیدا ہوئے مگر یہ خیال درست نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی القاب ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ ف

ف۔ احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ثابت ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی رو سے بھی تین سے کم ہونا ممکن نہیں ہے کرجح کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جو کم از کم تین پر اطلاق کیا جاتا ہے یا ایہا النبی تل لا ذوات و نباتات و ذلک المومنین الایۃ لہذا صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسلیم کرنا اور دوسریوں کا انکار کرنا ظلم عظیم ہے امت کی بیٹیوں کو آپ کی بیٹیاں کہہ دینے میں کوئی خاص حرج نہیں کیونکہ وہ رضائی اولاد تو ہیں ہی مگر آپ کی اولاد کو غیر کی اولاد قرار دینا تو ذوالشہد اس اولاد کی بھی تحقیق ہے اور آپ کے حرم عشرم کی بھی اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی شدید ترین ایذا و رسانی ہے اور احادیث و اشارت کلام مجید کے ساتھ بھی مذاق ہے العیاذ باللہ یہ عقد کہ حضرت عثمان امتی ہیں ان کے عقد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں کیسے آسکتی ہیں تو جواب اس کا واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امتی ہیں ان کے عقد میں حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کیونکر آگئیں۔ علاوہ انہیں جن کی غلامی اور اطاعت کے (ایثار و سرسلیں) باند میں لڑتے ہیں بہ و ملتفتہ اور ان پر ایمان لائے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امت سے نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جس ہمدردی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر دشمنی کیا ہو سکتی ہے (العیاذ باللہ) حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے متعلق سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو کان موسیٰ حیثا لما وسعہ الا اتباعی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات طیبہ ظاہرہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو انہیں بھی صاحب قورات اور صاحب معجزات شکار ہوتے کے باوجود اور منصب کلیمی پر فائز ہونے کے باوجود نبی اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا جس محبوب کریم کی اتباع و غلامی سے موسیٰ کلیم علیہ السلام کو چارہ نہیں ہے اور کون ان سے روگردانی کر سکتا ہے۔

پھر جس نے قرآن مجید اور سرکار و دعوای کی شریعت کو اختیار کر لیا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل اور اخلص قلب پر پڑھ لیا ہی امتی ہے کیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلمہ نہیں تھا یا وہ اس قرآن کو یا اس شریعت کو تسلیم نہیں کرتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

# ابواب سفر

## باب اول

### یوم سفر

عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے تو خمیس (جمعرات) کے علاوہ کم ہی کسی دن سفر کا آغاز فرماتے۔  
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کے دن کو پسند فرماتے اور اس میں سفر کرنا مستحب سمجھتے۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور خمیس کو سفر کرنا پسند فرماتے اسے اولیٰ والنسب سمجھتے۔

## دوسرا باب

### دُعائے سفر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا آغاز فرماتے لگتے تو فرماتے۔

اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِى الْاَهْلِ، اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ فِى السَّفَرِ وَالْكَآبَةِ فِى الْمَنْقَلَبِ، اللّٰهُمَّ اَقْبِضْ لَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ۔

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی رفیق اور مصاحب ہے سفر میں اور قائم مقام ہے اہل اور مال میں۔ الٰہی میں سفر کی تکالیف میں سے مدد چاہتا ہوں اور وہابی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما۔



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا فرماتے۔

اللھم انی اعوذ بک من دعثار السفر، وکآبة المنقلب، والحرج بعد الکور، ودعوة المظلوم، وسوء المنظر فی الابل والبال۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سفر کی صعوبتوں اور واپسی پر غم و پریشانی سے نجات طلب کرتا ہوں اور ترقی کے بعد منزل اور اضافہ کے بعد نقصان سے پناہ طلب کرتا ہوں اور مظلوم کی بددعا سے اور اہل و مال میں ناپسندیدہ اور ناسابل برداشت منظر دیکھنے سے پہلے اہل کا ذکر فرماتے اور پھر مال کا۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سواری پر سوار ہوتے اور سفر کا آغاز فرماتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور پھر فرماتے: سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنتقون۔ پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے ہمارے لیے ایک سواری کو سخر فرمایا اگر اس کی تخیر نہ ہوتی تو ہم کبھی اُن کے قریب نہ آسکتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پھر فرماتے۔

اللھم انی اسألك فی سفری هذا البرّة التقویٰ ومن العمل ما تری، اللھم هون علینا السفر واطولنا البعید

اللھم انت الصاحب فی السفر والخليفة فی الابل، اللھم امحبنا فی سفرنا واخلقنا فی اهلنا۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں بر وقویٰ کا طلبگار ہوں اور ایسے اعمال کا جو تجھے پسند ہوں۔ اے اللہ ہم پر اس سفر کو آسان فرما اور اس کی مسافت اور دوری کو ہمارے لیے لپیٹ دے اور سمیٹ دے۔ اے اللہ تھی صاحب ہے سفر میں اور محافظ و نگران ہے اہل میں۔ اے اللہ سفر میں ہمیں اپنی مصاحبت سے مشرف فرما اور اہل میں قائم مقامی اور محافظت و نگرانی کے ساتھ۔

علی بن ربیعہ سے منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری لانی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں۔ جب اس کی رکاب میں پاؤں رکھا تو کہا بسم اللہ اور جب اس پر سوار ہو کر بیٹھی طرح بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد للہ سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین۔ انا الی ربنا لمنتقون پھر تین بار الحمد للہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر پھر فرمایا۔ سبحانک لا الہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفر لی۔ اے اللہ تو پاک ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے لہذا میرے لیے مغفرت فرما۔

پھر آپ ہنسنے تو میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کسی سبب سے ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح عمل فرمایا جس طرح میں نے کیا ہے۔ پھر آپ ہنسنے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسنے میں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس وقت راضی ہوتا ہے جبکہ

عرض کرتا ہے رب اغفر لی اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بخشے والا نہیں ہے

## تیسرا باب

### الوداعی طریقہ

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کو جو سفر کا ارادہ کرتا اُسے فرماتے میرے قریب آدمیں اس طرح تجھے وداع کہوں جیسے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وداع فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ اَسْتَودِعُ اللہَ دینکَ وَاَمَانَتکَ وَخَوَاتِیمَ عَمَلکَ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ودیعت رکھتا ہوں تیرے دین کو امانت و دیانت کو اور خاتمہ اعمال کو (اور اس سے بڑھ کر کوئی امانت کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ زودک اللہ التقویٰ و غفر ذنبک و لقاء الخیر حیث توجہت۔ اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ پر سیرگاری کا زار راہ عنایت فرمائے تیرے گناہ معاف فرمائے اور تو جہاں بھی جائے اور جدھر بھی توجہ کرے، تجھے خیر و عافیت سے ہمکنار کرے۔

## چوتھا باب

### کیفیت سفر

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمروہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ میری موجودگی میں اُن سے محبوب کریم علیہ السلام کی حجۃ الوداع کے موقع پر کیفیت سیر اور رفتار کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ کی کیفیت سیر جیسی کہ سواری کو درمیانہ دوڑاتے اور جب کھلی اور کشادہ جگہ میر جوتی تو پوری قوت سے دوڑاتے۔

## پانچواں باب

### پڑاؤ کے وقت دُعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر پر تشریف لے جاتے یا واپس سفر فرماتے اور کسی جگہ رات ہو جاتی تو فرماتے۔

ربی وربک اللہ، اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیہ وشر ما دبت علیک، اعوذ باللہ من شر کل اسد واسبود وحبیۃ وعتقب، ومن شر ساکنی البلد، ومن شر والدیہما ولدا۔

اے زمین تیرا اور میرا رب اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے تیرے اور جو کچھ تجھ میں ہے یا تجھ پر چلنے والا ہے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ہر شیر اور سیاہ سانپ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور ہر سانپ اور بکھو اور شہر و قصبہ کے ساکنین کے شر و فساد سے اور ہر جتنے والی شئی اور جنم لینے والی شئی کے شر و فساد سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ یعنی شیطان اور اس کی ذریت سے۔

## چھٹا باب

### دُعا سحر گاہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سحر کا وقت ہوتا تو فرماتے۔ سمع سامع بحمد اللہ وحسن بلائہ علینا ربنا صاحبنا وفضل علینا، عاوذ باللہ من النار

ترجمہ: سن سننے والے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کے حسن بلاؤ اور اچھی آزمائش کو اے رب ہمارے ہمیں اپنی رفاقت سے مشرف فرما اور ہم پر فضل فرما۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عذابِ نار سے پناہ طلب کرتے ہیں۔



## ساتواں باب

### سواری پر نماز نفل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو قبلہ کی طرف توجہ فرماتے اور منہ مبارک اُدھر پھیرتے اور نماز کے لیے تکبیر کہتے پھر سواری کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے، وہ جدھر بھی متوجہ ہوتی آپ نماز ادا فرماتے رہتے اور اسے جاری رکھتے۔

## آٹھواں باب

### سفر سے واپسی کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے لوٹے خواجہ وعمرہ کا ہوتا یا غزوہ و جہاد کا توجہ بندی پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور بعد ازاں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لا الہ الا اللہ الحمد وهو علی کل شیء قیوم۔ اے یوں تائبوں، عابدوں، لوہنا حامدوں، صدق اللہ وعدہ، ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ۔ صرف اللہ تعالیٰ معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر ممکن شے پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، رجوع کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے عبد خاص کی امداد فرمائی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے مراجعت کا ارادہ فرماتے تو فرماتے۔ اے یوں تائبوں، لوہنا حامدوں اور جب گھر میں داخل ہوئے تو فرماتے۔ اویا اویا لوہنا قویا لا ینادریعلینا حوہا۔ رجوع ہے رجوع اپنے رب کی طرف در انحالیکہ ہم اس کی جناب میں توبہ کرنے والے ہیں۔ وہ ہم پر کوئی گناہ نہیں چھوڑے گا (بلکہ سبھی معاف فرماوے گا۔ یہ تعلیم امت ہے)

## نواں باب

### سفر سے واپسی پر عمل

حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس مدینہ منورہ میں دن کو چاشت کے وقت تشریف لاتے تو آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھتے رہتے تاکہ عثمان ویدار جو فراق کے لحاظ گن گن کر گزارتے رہے اور بیتابی سے بخیریت واپسی کے منتظر رہے وہ جمال جہاں آرا سے اپنی نگاہوں کو بٹھنڈا کریں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تاکہ لوگوں کے احوال دریافت فرمادیں اور ان کے سوالات کا جواب عنایت فرمادیں اور ان کو سلام کرنے اور بارگاہ اقدس میں حاضری دینے کا موقعہ بخشیں۔

## دسواں باب

### سفر سے واپسی کا وقت

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اہل خانہ کے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ چاشت کے وقت یا پچھلے پھر مدینہ منورہ میں رہتی افروز ہوتے۔

# ابواب سامان جنگ

## باب اول

### تلوار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن بطور مال غنیمت حاصل فرمائی اور اسی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن خواب دیکھا (کہ میں نے اپنی تلوار کو لہرایا ہے تو وہ اگلی جانب سے ٹوٹ گئی ہے اور اس کی تعبیر اہل اسلام کا شہید ہونا اور تکلیف و شدت میں مبتلا ہونا تھا۔ پھر میں نے اس کو دوبارہ لہرایا تو وہ جڑ گئی اور پہلے کی نسبت بہتر ہو گئی اور اس کی تعبیر تھی فتح و سہولت ہونا اور اہل ایمان و اسلام کا مجتمع ہو جانا)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا (کیونکہ اس پر فدا لے تھے) ابن عاصم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار دکھائی جس کے قبضہ کا اوپر والا حصہ چاندی سے بنا ہوا تھا اور بن دو حلقوں میں جمالی تھا وہ بھی چاندی کے تھے۔ میں نے جمالی کو کھینچا تو وہ کمزور اور بوسیدہ ہو چکا تھا۔ یہ تلوار دراصل غیب بن الحجاج سمی کی تھی اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اپنے قبضہ میں لیا اور اپنے لیے پسند فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

## دوسرا باب

### زرہ مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک کا نام ذوالفضول تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ہمیں



محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ دکھلائی جو کہ میانی تھی اور باریک حلقہ دار جب اس کے حلقوں کو پکڑا جاتا اور ٹکائی جاتی تو  
سکڑ جاتی اور جب چھوڑ دی جاتی تو پھیل جاتی حتیٰ کہ زمین کو چھونے لگتی۔  
حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ میں دو حصے  
چاندی کے تھے۔  
حضرت ہائب بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دوزرہیں تھیں جن کو آپ  
نے باہم جوڑا ہوا تھا۔

## تیسرا باب

### خود مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب کہ مبارکہ میں تشریف  
لائے تو آپ کے سر اقدس پر لہے کا خود تھا۔

## چوتھا باب

### کمان مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمعہ کے  
دن اور سفر میں قوس و کمان پر اوٹ لگائے اور سہارا لیے کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔

## پانچواں باب

### نیزہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک نیزہ یا عصا تھا جس کے

سرے پر سلاخ تھی اس کو زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اور آپ کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے۔

## چھٹا باب

### نیزہ خورد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا نیزہ تھا جو زمین میں گاڑا جاتا تھا اور آپ اس کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے (اور ان کے آگے سترہ نہیں ہوتا تھا آپ کا سترہ ان کے پیلے بھی سترہ بن جاتا، اور آپ مالیت سفر میں اس طرح کرتے تھے اسی لیے بعد والے امراء و حکام نے بھی اس سنت کو اپنایا اور سفر میں ایسے نیزے ساتھ رکھے ابن یزید سے منقول ہے کہ مجھے نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھجواتا کہ آپ سے دریافت کروں کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حربہ یعنی چھوٹے نیزہ کو بطور سترہ نماز میں استعمال فرماتے تھے آپ نے فرمایا ہاں غیر بکے موقع پر آپ نے اسے استعمال فرمایا۔

## ساتواں باب

### پرچم مبارک

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم د علم سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا لوا یعنی چھوٹا جھنڈا سفید رنگ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سفید رنگ کا تھا اور آپ کا علم سیاہ رنگ کا تھا جس کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سیاہ رنگ پالانوں والے نقوش و صورتوں سے نقش اور صورتیں کیں سے تیار کیا گیا تھا۔

یونس بن عبید مولیٰ محمد بن القاسم سے منقول ہے کہ مجھے محمد بن قاسم نے حضرت براد بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق ان سے دریافت کروں کہ وہ کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ

سیاہ رنگ تھا اور اس کو سیاہ کمبل سے تیار کیا گیا تھا۔  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک سیاہ تھا اور آپ  
 کا پرچم سفید رنگت والا تھا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔  
 حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم فخرِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک عقاب کی طرح  
 تھا اور اُسے اس لقب سے پکارا جاتا تھا۔

## آنکھوں کا باب

### چھڑی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں کو پسند فرماتے تھے اور  
 کوئی نہ کوئی شاخ ضرور آپ کے ہاتھ مبارک میں ہوتی تھی۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ  
 مبارک میں ایک شاخ نخل تھی آپ نے مسجد کی دیوار پر قبلہ کی سمت میں لعابِ دہن دیکھا تو اُسے اسی چھڑی سے  
 کھرچ دیا۔  
 حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور آپ کے ہاتھ مبارک  
 میں چھڑی تھی (جس پر اوٹ لگائی جاتی ہے اور وہ تہی گاہ تک بلند ہوتی ہے اور خطبا اس کے ساتھ بوقت خطبہ اشارہ  
 کرتے ہیں)۔  
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقیعِ غرقہ میں یعنی قبرستان میں  
 تشریف فرما تھے اور آپ کے دستِ اقدس میں چھڑی تھی جس کو منحوس کہا جاتا ہے۔ آپ وہاں بیٹھے اور سرِ اقدس کو  
 جھکا لیا اور اس چھڑی کے ساتھ زمین کو کھرچنے لگے۔



## نواں باب

### عصا مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عصا پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا اخلاق انبیاء اور عبادات مسلمان  
علیم السلام سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا جس پر تکیہ لگاتے اور لوگوں کو بھی عصا رکھنے اور اس  
پر تکیہ و سہارا لینے کا حکم فرماتے۔ ف

ف۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

عصائے کلیم آزدھائے غضب تھا

گردن کا سہارا عصائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

# ابواب غزوات

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیس غزوات میں شمولیت فرمائی جن میں سے نو کے اندر قتال فرمایا۔ بدر، احد، مرسیع، خندق، قرظہ، خیبر، فتح مکہ اور حنین و طائف اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے بنو النضیر میں قتال فرمایا اور غزوہ وادی القریٰ اور غابہ میں بھی۔ اب ہم آپ کے جملہ غزوات کی طرف لطیف اشارات کرتے ہیں اور ان کا اہم لائق ذکر کرتے ہیں۔

## باب اول

### دعائے جہاد و غزوہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ غزوہ پر نکلے تو فرماتے۔ اللہم انت عضدی وانت نصیری و بک اقاتل۔ اے اللہ تو ہی میرا دوست و بازو ہے اور نصیر و مددگار اور تیری مدد سے ہی میں قتال کرتا ہوں اور تیرے اعداء سے جہاد کر کے ان کا قلع قمع کرتا ہوں۔

## دوسرا باب

### غزوۃ البواء و دان

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا آغاز فرمایا اور یہ ہجرت کے بارہویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ کا علم اور پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور اس غزوہ میں صرف مہاجرین کو آپ نے ساتھ لیا اور کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ تمام ابواب تک آپ تشریف لے گئے اور قریش کے قافلہ کار راستہ روکنا مقصود تھا مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی اور دشمنوں کے کید و مکر سے آپ محفوظ رہے اور البواء کے سردار غنثی بن عمرو صمری کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم عہد و پیمان کیا کہ میں بنی صمرہ کے خلاف جنگ نہیں لڑوں گا اور وہ ہمارے خلاف جنگ

میں حصہ نہیں لیں گے اور تحریری طور پر عہد کیا گیا۔ اس غزوہ کے دوران آپ پندرہ دن مدینہ طیبہ سے دور رہنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

## تیسرا باب

### غزوہ بواط

یہ غزوہ ربیع الاول شریف میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ کا لوا اور علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر قریش کے ایک قافلہ کار اسٹر وکنا چاہتے تھے جس میں سو قریشی شریک تھے۔ اور امیہ بن خلف بھی تھا اور اڑھائی ہزار اونٹ اس قافلہ کے ہمراہ تھے۔ آپ مقام بواط تک پہنچے جو کہ رضوی کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلہ پر مشتمل ہے اور بواط اور مدینہ منورہ میں چار منزل کا فاصلہ ہے اس دفعہ بھی دشمنوں سے ملاقات اور ٹھیکر نہ ہوئی اور مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## چوتھا باب

### کرز بن جابر کی طلب میں نکلنا

یہ غزوہ بھی ہجرت کے تیرھویں ماہ وقوع پذیر ہوا کرز بن جابر نے مدینہ منورہ کے مال مویشی لوٹ لیے جو باہر چرتے پھرتے تھے اور ان کو مانگ کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے اور قابو کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا حتیٰ کہ دای سفوان تک پہنچے جو کہ بدر کے ایک طرف ہے مگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور آپ واپس تشریف لائے۔



## پانچواں باب

### غزوہ ذی القیسر

یہ غزوہ ہجرت کے سولہویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ مع اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیس اونٹوں کو ساتھ لے کر جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اس غزوہ پر روانہ ہوئے۔ اس موقع پر بھی قریش کے ایک قافلہ تجارت کا راستہ روکنا مقصود تھا جس میں ابوسفیان تھا اور کافی مال و متاع لے کر شام سے واپس آ رہا تھا جب عسیرہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے مدینہ منورہ فوراً پریدے فاصلہ پر تھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اپنے قافلہ کو لے کر ساحلی راہ سے نکل گیا ہے (اور اس کو بھی معلوم ہو گیا کہ قافلہ پر حملہ ہونے والا ہے لہذا اس نے مکہ مکرمہ میں قریش کو اطلاع بھیج دی اچنانچہ قریش اپنے قافلہ کا دفاع کرنے کے لیے نکلے اور غزوہ بدر وقوع پذیر ہو گیا۔

## چھٹا باب

### غزوہ بدر

ابوسفیان کے ساتھ قریش کے اموال و اسباب تھے جن کے ساتھ وہ ان کے لیے تجارت کرتا تھا اور اس قافلہ میں آدمیوں کی تعداد کم تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور قریش کے یہ اموال اپنے قبضہ میں کر لینے کا حکم فرمایا جب ابوسفیان کو اس کا علم ہوا تو اس نے ضمنم بن عمرو کو مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا تاکہ قریش کو فوراً اپنے اموال کی حفاظت کرنے کے لیے نکلنے پر آمادہ کرے۔ وہ مکہ میں پہنچا تو اس نے اپنے اونٹ کے کٹنی وغیرہ کاٹ دیے اور اپنا کرتہ پھاڑ دیا اور چلا چلا کر کہہ رہا تھا، اے گروہ قریش! اپنے نافذ ہائے مشک کو قابو میں رکھو اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ۔ تمہارے اموال ابوسفیان کے ساتھ ہیں جن پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی حملہ آور ہو چکے ہیں میرے خیال میں تم ان کو پا نہیں سکو گے۔ الغوث الغوث فریاد کو پہنچو۔ فوراً امداد کو پہنچو۔ قریش نے فوراً تیاری کی اور تیزی سے ساتھ نکلے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمنم کی آمد سے تین رات قبل خواب دیکھا جس نے ان کو سخت گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

کیا اور ساتھ ہی کہا کہ مجھ اس خواب کی رو سے تمہاری قوم میں کسی شر اور فساد کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے۔  
میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ ایک اونٹ سوار آکر وادی البطح میں بٹھرا ہے اور اس نے بلند آواز کے ساتھ پکار کر کہا ہے۔ اے آلِ غدر تین دن کے اندر اپنے مقتل اور جائے ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ تو لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے۔ پھر وہ سوار مسجد میں داخل ہو گیا اور لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کعبہ پر چڑھ گیا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔ اے آلِ غدر تین دن کے اندر اپنے مقام ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کوہ البقیع پر چڑھا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔  
پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر نیچے لٹھکادیا۔ وہ نیچے لٹھکنے لگا حتیٰ کہ جب پہاڑ کے دامن میں پہنچنے والا تھا تو وہ زور سے پھٹ پڑا اور کہہ کے گھروں اور مکانوں میں سے کوئی مکان اور گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب سن کر فرمایا۔ واقعی یہ بہت ڈراؤنا اور بھیانک خواب ہے اس کو چھپائے رکھو اور عام لوگوں کو بیان نہ کرو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے ابو جہل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا اے بنی عبد المطلب یہ عورت تم میں کب سے نبی بن گئی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیسے اور کیوں؟ اس نے کہا یہ جو عالمکہ نے خواب بیان کیا ہے کیا تم اس پر خوش نہیں ہوئے تھے کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں پھر اس نے کہا اگر تین دن گزر گئے اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو ہم تمہارے متعلق مشہور کریں گے کہ تمہارا گھر اناہل عرب میں سب سے زیادہ جھوٹا گھر اناہل اور خالوادہ ہے (نور بالشد)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے انکار کیا کہ حضرت عالمکہ رضی اللہ عنہا نے کوئی خواب دیکھا ہے بنی عبد المطلب کی عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی عورت باقی نہ رہی جس نے میرے پاس آکر یہ شکوہ نہ کیا ہو کہ تم نے ابو جہل کو اپنے مردوں کے حق میں طعن و تشنیع کا موقع دیا اور اب یہ عورتوں کو بھی معاف نہیں کر رہا اور ان کی بھی جتک کر رہا ہے۔ میں نکلا کہ ابو جہل سے تعرض کروں اور اس کو کفر و داتک پہنچاؤں مگر جو نبی اس نے مجھے دیکھا تو بدپوش ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ اس سے خوفزدہ ہو گیا ہے کہ میں کہیں اس کے ساتھ گالی گلوچ نہ کروں اور اسی دن اس نے مصفم بن عمرو کا وہ آوازہ سنا۔

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے نکلنے اور میدان جنگ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور خوب کلام فرمایا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بہت اچھا خطاب فرمایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ جہاں بھی آپ کو جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے آپ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے

جس طرح حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل نے کہا تھا۔

اذھب انت وریک فقاتلا اناھنا قاعدون۔ تم جاؤ اور تمہارا رب جا کر قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو یوں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ برک النعماد (جو کہ حبشہ کے علاقہ میں شہر ہے) تک چلیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں گے اور وہاں تک کے لوگوں کے خلاف جہاد کریں گے اور قوت و طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی دعائے خیر سے نوازا اور پھر ارشاد فرمایا مجھے مشورہ دو اور آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا جہاں آپ چاہتے ہیں تشریف لے چلیں اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں لے کر سمندر کے کنارے پہنچ جائیں اور آپ سمندر میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی ضرور بالضرور آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے اور ہم جنگ کے وقت صبر و استقامت سے کام لیں گے اللہ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

تب آپ نے فرمایا چلو اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو اور تمہارے لیے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو ہیں سے ایک طائفہ اور جماعت کا وعدہ دیا ہے اور بخدا میں قوم قریش کے مقامات قتل و ہلاکت کو گویا ابھی اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ چلے حتیٰ کہ بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور وہاں آپ کے لیے ایک چھپر اور سایہ دار جگہ بنائی گئی جس میں آپ تشریف فرما ہوئے اور قیام پذیر رہے۔

الوسفیان بچ نکلتے ہیں کامیاب ہو گیا اور قریش جو جنگ کرنے کے لیے نکل چکے تھے ان کو بھی پیغام بھیجا کہ تمہارے اموال صحیح و سالم تمہارے گھر پہنچ چکے ہیں لہذا واپس آ جاؤ۔ لیکن ابوجہل نے کہا۔ بخدا جب تک ہم میدان بدر میں نہیں پہنچ لیں گے واپس نہیں ہوں گے اور میدان بدر میں ہر سال میلہ لگتا تھا اور بازار لگتے تھے۔ وہاں تین دن ٹھہریں گے۔ اونٹ فوج کریں گے اور انواع و اقسام کے کھانے کھائیں گے اور شراب پیئیں گے۔ ہماری لونڈیاں گائیں بجائیں گی۔ رقص اور ناچ کریں گی۔ اہل عرب ہماری جزا و شجاعت کے قصے سنیں گے اور ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ جب ابوسفیان کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا اے افسوس میری قوم پر یہ عمر و بن ہشام یعنی ابوجہل کی جہالت و حماقت ہے پھر وہ خود بھی ان کے ساتھ آلا اور جہل کر بدر میں آ پہنچا۔

عمیر بن وہب نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا میں (مدینہ منورہ) کے اونٹوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ سواروں کو نہیں بلکہ خالص موت کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کا سوائے تلواروں کے کوئی اڑھنا بکھوٹا نہیں ہے بخدا ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں ہو گا جب تک ہم میں سے کسی شخص کو قتل نہ کر لے اور اگر وہ تم میں سے اپنی گنتی کے مطابق قتل کر دیں تو اس کے بعد زندگی اور دنیا کس غیر اور بھلائی کا حامل ہو گا۔ عمیر کی یہ گفتگو سن کر غائبہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوجہل نے کہا کیا تو بزدل ہے اور تیرے پیچھے پڑوں میں ہوا بھر گئی ہے۔



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلام اور جھنڈے تیار فرمائے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اللھم ان تھلف هذه الدصابة لا تقبدا فی الارض - اے اللہ اگر یہ میرے غلصین کی جماعت ہلاک ہو گئی اور ان کی خصوص مدد فرمائی گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہو سکے گی اور اسی طرح آپ دعا کرتے رہے اور خدائے قدوس سے امداد و نصرت طلب فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں پر سے گر پڑی حضرت صدیق اکبرؓ حاضر ہوئے چادر مبارک اٹھا کر آپ کے مقدس کندھوں پر ڈالی اور پھلی طرف سے آکر آپ کو سینے سے لگا کر عرض کیا - اے نبی خدا - اے حبیب اللہ یہ دعائیں اور ندائیں اور واسطے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیے ہیں وہ کافی ہیں وہ یقیناً آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔

صفت مشرکین سے عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ نکلتے اور اس کا بیٹا ولید اور مبارزت طلب کی رانصار میں سے تین جوان مقابلہ پر نکلے انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی عرض نہیں ہے ہماری لڑائی اپنے قوتی بھائیوں سے ہے لہذا وہ میدان میں نکلیں پھر ان میں سے ایک نے پکار کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف ہمارے ہم کفو اور برادری کے آدمی بھجو۔ آپ نے حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو فوری طور پر میدان جنگ میں پہنچنے کا حکم دیا تو اس وقت اس ٹولی نے کہا اب برابر کے باعزت لوگوں سے مقابلہ ہے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو دعوت مبارزت و قتال دی حضرت حمزہ نے شیبہ کو جہنم واصل کیا۔ حضرت علی نے ولید کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے پر وار کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا تو وہ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ پر ملٹ کر حملہ فرمایا اور اس کو ٹھکانے لگا دیا۔ پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف چلے اور گھمسان کاران پڑنے لگا۔ سرور عالم فخر عرب و عجم محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹنگریوں کی مٹھی اٹھائی اور قریش کی طرف پھینکے ہوئے فرمایا۔ شاہت الوجہ - یہ چہرے قیح اور بد صورت ہو گئے۔

ف - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف و شہیت اور حضرت صدیق اکبر کی طمانیت سے بظاہر قوم ہو سکتا ہے کہ انہیں رات نامت علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ پر وثوق زیادہ تھا (السیاہ بالشد ترسیل اور ابن العربی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت صدیق مقام رجا میں تھے ادبہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں اور یہ آپ کے جلال خداوندی اور اس کی شان لا ابالی کے عرفان کامل کی دلیل و برهان کامل ہے۔ ۲۰ علامہ خطابی نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد تھا کہ آپ کی دعا اور وسیلہ بارگاہ خداوندی میں متجاوب ہے لہذا آپ نے ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس کے لیے اس قدر بہتال اور نزاری سے کام لیا کہ یہ جنگ کا پہلا موقع تھا لہذا ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس ضروری تھی اور جب حضرت صدیق تھے آپ کی دعا اور نزاری کو دیکھ کر عبادت دعا اور فتح و نصرت کا یقین ظاہر کیا تو آپ کو حصول مقصد کا یقین ہو گیا لہذا انتہال و نزاری کو ختم کر دیا بلکہ اعلان فرمایا ہزم الجمع و یوتون الدبر کفار کا یہ جتہ اور گردہ غریب شکست کھایا لگا اور پٹھ پھر کر بھاگ جائے گا کذا فی حاشیۃ البخاری جلد ثانی ص ۵۶ و شروع البخاری وغیرہ۔ محمد اشرف رضا رحمۃ اللہ علیہ

پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا حملہ پوری قوت سے کرو۔

اسی دوران آسمان سے ملائکہ اترنے لگے پہلے ایک آنکھ سی آنی اور پھر ختم ہو گئی۔ پھر دوسری آنکھ سی اور بعد ازاں تیسری آنکھ سی اور جبکہ سانس بھرا پہلی دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ نازل ہوئے۔ دوسری مرتبہ میکائیل علیہ السلام اور تیسری مرتبہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ایک ہزار جماعت لے کر پہنچے اور اس میدان میں ملائکہ کی علامات نورانی دستاریں تھیں جو سرخ، سبز اور زرد رنگ معلوم ہوتی تھیں اور وہ چتے گھوڑوں پر سوار تھے اور مشرک بھی ان گھوڑوں کا ہنہنا سنتے تھے۔ (اگرچہ کوئی چیز ان کو نظر نہیں آتی تھی) جب اہل ایمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے دوڑتے تو ان کے پیچھے سے پہلے ہی اس کا سر الگ ہو چکا ہوتا اور کافر زمین پر گر کر ڈھیر بن چکا ہوتا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عظیم فتح نصیب فرمائی اور کافروں کو بے تکان شکست سے دوچار فرمایا۔

قریش کے روساؤں میں سے ستر قتل ہو گئے اور ستر کو قیدی بنالیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ چیرے بھائی ہیں اور قریشی رشتہ دار۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے۔ ہمیں اس مال سے تقویت حاصل ہو جائے گی۔ اور ہو سکتا ہے یہ مشرف باسلام ہو جائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخدا میری رائے وہ نہیں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق نے دی ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ فلاں شخص جو میرا قریشی ہے وہ میرے حوالے کر دتا کہ میں خود اس کو قتل کروں اور عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دوتا کہ اسے قتل کر رہی اور حضرت حمزہؓ کو فلاں شخص جو ان کا بھائی ہے اس کے قتل کا حکم دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے اور ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کفار و مشرکین کے سرغنے ہیں اور ان کے رہبر و رہنما لہذا ان کا ٹھکانے لگانا بہت ضروری ہے۔ محبوب کریم علیہ السلام نے (ازلی فیصلہ اور تقدیر الہی کے مطابق) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو شرف پذیرائی بخشے ہوئے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمادیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے سردی ہے کہ میں یہاں بدر میں صفت قتال کے اندر کھڑا تھا جب دایمیں بائیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں تو دو نوخیز انصاری جوانوں کے درمیان ہوں۔ میرے دل میں یہ تمنا اور آرزو پیدا ہوئی کہ اے کاش میں ان کی بجائے اور مضبوط اور توانا آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے کہا اے چچا کیا الجو جہل کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں! تمہارا اس سے کیا کام ہے اور کیا غرض! اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول خدا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اس سے اتنے وقت تک الگ نہیں ہوں گا جب تک خود شہید نہ ہو جاؤں یا اس کو





جہنم واصل نہ کروں۔ دوسری جانب سے دوسرے جوان نے دریافت کیا کہ ابو جہل کو جانتے ہو اور پہلے کی مانند اپنے جذبات عشق مصطفوی کا مظاہرہ کیا اور دشمنان مصطفیٰ علیہ التہیۃ والتنار کے ساتھ قلبی غیظ و غضب اور شدت و سختی کا اظہار کیا۔ بخوٹی دیر ہی گزری تھی کہ ابو جہل لوگوں میں گردش کرتا اور چکر لگاتا ہوا نظر آیا تو میں نے ان دونوں شیعہ نبوت کے پروردانوں اور عظمت مصطفیٰ کے پاس انوں سے کہا۔ کیا اس شخص کو دیکھتے نہیں ہو۔ یہ ہے وہ بدبخت جس کا پتہ تم پوچھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ شامین کی طرح اس پر شکار پر چھٹے اور پکے چھپکنے کی دیر میں اس پر وار کر کے اس کو داصل جہنم کر دیا اور ٹھنڈا کر دیا۔ محبوب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور ان کو بدترین دشمن کے ٹھکانے لگا دینے کا مشورہ سنایا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے ان کی تمواروں کو دیکھ کر فرمایا۔ ہاں تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے کیونکہ ہر ایک نے اس کو کاری زخم لگایا ہے ایسی کن ابو جہل کے ساز و سامان کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن الجوح کے حق میں کیا اور معاذ بن عمرو کو اس میں شریک نہ فرمایا کیونکہ قتل میں درحقیقت موثر وار حضرت معاذ بن عمرو کا تھا (بخاری مسلم)

حضرت ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابو جہل کے پاس پہنچا وہ ہلاکت کے قریب تھا اور اس کا پاؤں شدید زخمی تھا اور وہ تموار ہاتھ میں لے کر اس وقت بھی اپنا دفاع کر رہا تھا اور لوگوں کو اپنے آپ سے دور رکھے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو پکڑا اور اس کا سر قلم کر دیا اور قتل سے پہلے اسے کہا۔ اے دشمن خدا الحمد للہ کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا اور ذلیل کیا۔ اس نے کہا (اپنی فخریت کا عجیب مظاہرہ کیا) کیا ہو ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا میں نے اس پر اپنی تموار سے وار کرنا شروع کیا مگر تموار کوئی خاص کار آمد نہیں تھی بمشکل اس کا ہاتھ زخمی ہوا اور تموار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ میں نے اس تموار کو ٹھکا کر اس کا سر قلم کر دیا پھر میں خوشی خوشی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور گویا میں زمین سے اوپر اٹھا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے میں نے آپ کو اس دشمن کی ہلاکت اور تباہی کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ الذی لا الہ الاہو؟ کیا اس خدا کی قسم کھا کر یہ خبر دے رہے ہو جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اس کلام مبارک کو تین مرتبہ دہرایا میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم کھاتے ہوئے عرض کر رہا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ اٹھے اور پیدل چلتے ہوئے اس کے اوپر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا الحمد للہ الذی اخذناک یا عبد اللہ۔ اس خدا نے قدس کے لیے حمد دینا ہے جس نے اے دشمن خدا تجھے ذلیل و رسوا کیا پھر ارشاد فرمایا یہ اس امت کا فخر و نعت تھا۔

حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قتال بدر سے فارغ ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے گھر پرے پر سوار تھے۔ زرہ جسم اقدس پر سبائے ہوئے تھے اور نیزہ ہاتھ میں تھا۔ اے ہوئے اور سر مبارک گرد و غبار سے آلود تھا۔ عرض کیا اے ستودہ صفات اور محمودہ خصال اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ آپ سے عداوت ہونا کیا آپ مجھ پر راضی ہیں اندہ ہماری اس خدمت سے خوش ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں میں راضی ہوں بالکل راضی ہوں تب وہ واپس تشریف لے گئے۔

## آٹھواں باب

### غزوہ بنی قینقاع

یہ غزوہ ہجرت کے بیسویں ماہ نصف شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ بنی قینقاع یہودی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت اور عہد و پیمان کر رکھا تھا مگر غدر سے کام لیا اور عہد کو توڑ دیا (تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کارروائی فرمائی۔ اور ان کی سرکوبی کے لیے لشکر لے کر چلے، آپ کا علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے ان کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ فرمایا تو وہ بے بس ہو کر آپ کے حکم پر قلعہ بندی توڑنے اور باہر آنے پر رضامند ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمہارے جملہ اموال میرے ملک میں ہیں (اور میرے مجاہدین کی ملکیت میں) اور تمہارے بیوی بچے تمہارے ملک میں ہیں مجاہدین ان کو لوٹیاں اور غلام نہیں بنائیں گے۔ اس غزوہ پر روایت کی کہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب سے سنہ دہر میں لہذا واضح ہو گیا کہ مشرکین و کفار جب سن اور سمجھ سکتے ہیں تو اہل اسلام و ایمان بطریق اولیٰ علی الخصوص صالحین و شہداء اور صدیقین و کامیابین خصوصاً انبیاء و مرسلین اور خصوصاً سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہذا انکار سماع اموات و اہل قبور نفوذ باطل ہے اور ان احادیث صحیحہ صریحہ اور متفق علیہ کے خلاف، شیخ محقق فرماتے ہیں: بالجلد کتاب و سنت ملوہ مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت می کنند بر وجود علم مرقی را بدنیہ و اہل آن پس منکر نشود آن را مگر جہاں باخبار و منکر دین۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۴۲۲۔ مختصر یہ ہے کہ کتاب و سنت ایسے دلائل سے بھرپور ہیں جو مرقی اور اہل قبور کے دنیا اور اہل دنیا سے متعلق علم و ادراک پر دلالت کرتے ہیں لہذا ان کے ادراک و علم کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو ان اخبار و روایات سے بے خبر ہو یا منکر دین ہو۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں بالجلد انکار شعور و ادراک اموات اگر کفرناشد در الحاد بودن اور بنیت قتادیٰ عزیزیہ جلد اول ص ۹۱، ۹۲ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اموات کے ادراک و شعور کا انکار باغرض کفر نہ بھی ہو تو اس کے الحاد اور سیدیٰ خلائت و مکر اسی میں ذرہ بھر شبہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت قتادہ کے قول میں اس تخصیص پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ صرف اہل قلب سن سکتے تھے اور کوئی نہیں سن سکتا یا یہ معنی بطریق اعجاز سن رہے تھے اور بغیر مجروحہ و کرامت کے نہیں سن سکتے بلکہ اس میں مدار سماع و ادراک بیان کی گئی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جملہ اموات کی طرف ان کے ادراک لوٹائے جاتے ہیں اور ایک مخصوص ربط و تعلق ادراک و اجازتیں پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے الم عذاب الذلت ثواب محسوس کرتے ہیں اور جب یہ مدار عام اموات میں متحقق ہے تو اس پر مدار سماع و ادراک بھی جملہ اموات میں متحقق ہوگا واللہ و رسولہ اعلم۔ اس موضوع پر ہم نے تفصیلی بحث جلالہ الصدوقی سماع اہل القبور میں کی ہے یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد اشرف)

وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ ف

## نواں باب

### غزوہ سویق

یہ غزوہ ہجرت کے بائیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔

اس غزوہ کا موجب یہ تھا کہ البسفیان نے میدان بدر میں ذلت آمیز اور عبرتناک شکست کھانے کے بعد اپنی قسم کھا رکھی تھی کہ میں کوئی چکنائی والی چیز استعمال نہیں کروں گا (گھی، زیتون وغیرہ) جب تک کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ نہ لے لوں چنانچہ وہ اس قسم کو پورا کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا۔ دو آدمیوں کو شہید کر ڈالا اور چند مکانوں کو آگ لگا دی اور اس طرح بڑے غم خویش اسنے اپنی قسم پوری کر لی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ اس کے تعاقب میں نکلے۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے اور اپنا بوجھ ہٹا کرنے کے لیے ساز و سامان پھینکنے لگے۔ حتیٰ کہ سویق (بچنے جوڑوں کے کٹے) کی بوریاں بھی پھینکتے جا رہے تھے چنانچہ اہل اسلام نے ان کو اٹھالیا اور واپس ہوئے جب کہ البسفیان بھاگ نکلنے میں کامیاب رہا۔

## دسواں باب

### غزوہ قرقرۃ الکد

یہ غزوہ ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ف بیہ خلافت، راقہ اور نیابت ماضی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر ختم ہو جاتی تھی۔ لہذا اس سے نہ حضرت ابولبابہ کی خلافت مطلقہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی دوسرے صحابہ کی خلافت مطلقہ پر جن کو وقتاً فوقتاً شرف نیابت بخشا گیا لہذا جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس ماضی نیابت و خلافت کو علی الاطلاق خلافت و حکومت کی دلیل بنا لیا ہے ان کا یہ استدلال قطعا بے بنیاد ہے۔ ناہم (محمد اشرف)



نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے۔ آپ کا لواحد مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس غزوہ میں اہل اسلام کامیاب رہے اور تقریباً پانچ صد اونٹ مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے۔

## گیارہواں باب

### غزوہ غطفان۔

یہ غزوہ ہجرت کے پچیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ غطفان کی بھاری جمیعت اہل اسلام کے خلاف کارروائی پر تلی ہوئی ہے۔ آپ جوابی کارروائی کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے تو وہ بھاگ گئے۔ واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے (اور دوسرے صحابہ بھی ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے قیلولہ کر رہے تھے) کہ غورث بن حارث آگیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (آپ نے اس صعب ترین اور انتہائی سنگین صورتحال میں رب تبارک و تعالیٰ کی نصرت و امداد پر توکل اور بھروسہ سے کام لیتے ہوئے فرمایا) میرا رب تبارک و تعالیٰ مجھے تیرے ہاتھ سے بچانے والا ہے (اتنا سنتا تھا کہ غورث کے ہاتھ کا پھینکے گئے۔ اور بدن لرز نے لگا تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا۔ اب بتلاؤ مجھے میرے ہاتھ سے بچانے والا کون ہے؟ تو اس نے کہا سوائے جناب والا کی کرم گزری اور عفو و درگزر کے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں ہے تو آپ نے اس سے درگزر فرمایا، اور وہ اسلام لے آیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔

## بارہواں باب

### غزوہ بنی سلیم

یہ غزوہ ہجرت نبویہ کے ستائیسویں ماہ ذی قعدہ میں واقع ہوئی۔ اور اس کا موجب یہ تھا کہ آپ کو اطلاع ملی

کہ نبی سلیم کی ایک جماعت وہاں موجود ہے جو برسے عزائم رکھتے ہیں۔ آپ ان کی سرکوبی کے لیے نکلے تو وہ منتشر ہو گئے۔

## تیرھواں باب

### غزوہ احد

جب میدان بدر سے شکست کھا کر بھاگ نکلنے والے مشرک مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ قافلہ سامان تجارت کا دارالندو کے دروازہ پروقوف پایا جو البوسفیان اپنے ہمراہ شام سے لایا تھا اور اہل اسلام کے حملہ سے بچا کر مکہ مکرمہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اشراف قریش البوسفیان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے دلوں کی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک اسی میں ہے کہ اس ساز و سامان کی منفعت سے ایک لشکر کی تیاری کریں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کارروائی کرے اور شکست کا بدلہ لے۔

البوسفیان بولایا میں پہلا شخص ہوں جو اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔ اور بھی بنو عبد مناف میرے ساتھ ہیں اس قافلہ میں ہزار اونٹ تھے جو کہ ساز و سامان سے لے ہوئے تھے اس کو بچا تو پچاس ہزار دینار جمع ہوئے جس شخص کا اس مال تجارت میں حصہ تھا اس کو اس کا سرمایہ ٹوٹا دیا گیا اور منافع کو الگ کر لیا گیا اور تمام اہل عرب کو جنگ کی تیاری اور میدان جنگ کی طرف نکلنے کے لیے دعوت دی گئی اور اس پر بھی اتفاق ہو گیا کہ عورتیں بھی ہمراہ ہونی چاہئیں تاکہ وہ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی گرفتاری اور ذلت کا واسطہ دے کر اور بدر کے مقتولین کا واسطہ دے کر شدید ترین جنگ لڑنے اور سخت ترین کارروائی کرنے پر برا بھلا کہیں۔

چنانچہ قریش تین ہزار کی تعداد میں نکلے۔ ان کے ساتھ ابو عامر اسبب تھا۔ سات سو زہ پوش۔ دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ یہ لشکر چلتا ہوا ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا۔

مدینہ منورہ میں صورتحال یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے اور دوسری جگہوں پر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ کی نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں ہی دشمن کا انتظار کیا جائے اور یہیں جوابی کارروائی کی جائے مگر بعض نوعمر حضرات جو بدر میں شمولیت نہیں کر سکے تھے۔ اور جذبہ شہادت سے سرشار تھے ان کی رائے یہی تھی کہ باہر نکل کر جنگ لڑ لی جائے تاکہ ہمیں مرتبہ شہادت مل سکے۔ آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور مقدمہ بھر سنی واجتماع کا اسر فرمایا۔ پھر نماز عصر ادا





فرمانی اور گھر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے آپ کو لباس جنگ پہنے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے دستار بند حوائی۔ لباس پہنایا چنانچہ لوگوں کی صفیں بندھ گئیں تو آپ باہر تشریف لائے جب کہ آلات حرب اور سامان قتال ہمراہ تھا۔ خود سر پہ رکھا ہوا تھا تلوار حائل کی ہوئی تھی اور ڈھال کو پس پشت لٹکایا ہوا تھا اور تین علم بندھے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے مکان کو گئے میں لٹکایا اور اس کا درمیان فی حصہ دست اقدس میں لیا اور مجموعی طور پر شخص زرہ پوش تھے۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سوا تھیوں کے ساتھ علمدہ ہو گیا اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف سات سو مجاہدین رہ گئے۔ آپ احد پہاڑ اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صفوں مجاہدین کو ترتیب دیا اور پچاس تیر انداز پہاڑ کے ایک درہ پر مقرر فرمائے۔

مشرکین نے اپنی صف بندی کرتے ہوئے خالد بن ولید کو ابوجہی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اور مشرکین کے ساتھ تھے ایمینہ پر مقرر کیا اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر اور گھوڑ سواروں کی قیادت صفوان بن امیہ کے سپرد کی اور ساتھ ہی ان کی عورتوں نے دف بجا کر گانا شروع کیا اور سپاہیوں کو جرأت دلانے لگیں اور کہنے لگیں سہ

«نحن بنات طارق - نغشی علی التارق + والمسلم فی المفاقر - ۲- ان تقبلوا الغنائق وان تدبروا الفارق۔

فراق غیر واقعی

ترجہ: ہم طارق کی بیٹیاں ہیں جو کہ نرم و نازک بچہ نون اور گدوں پر چلنے والی ہیں۔ کستوری سے ہماری ہانگیں مسکری ہیں۔ اگر آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تم سے معاف نہ کریں گی اور تمہیں پیادہ سے گلے لگائیں گی اور اگر پیٹھ پھیر دے گے تو تم سے جد ہو جائیں گی اور پھر تمہیں کبھی منہ نہیں لگائیں گی اور ایسی جدائی اختیار کریں گی کہ محبت و تعلق کا ادنیٰ رشتہ بھی برقرار نہیں رکھیں گی جب اہل اسلام نے بھرپور حملہ کیا تو مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے مسلمان مال غنیمت لوٹنے لگے اور تیر اندازوں کی جس جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درہ پر مقرر کیا تھا وہ بھی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے۔

جوں ہی خالد بن ولید نے درہ کو خالی دیکھا تو گھوڑ سوار جماعت کے ساتھ حملہ کر دیا اور عکرمہ نے بھی اس کا ساتھ دیا چنانچہ اہل اسلام کی صفیں ٹوٹ گئیں اور ابلیس لعین نے اعلان کیا کہ (نعموا بالشہداء) صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ ثابت قدمی سے جنگ لڑتے رہے اور آپ کے سامنے والے چار دانت مبارک میخ سے ایک پتھر دانت مبارک کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ ابن قیس نے پتھر مارا تھا جس سے دانت مبارک بھی ٹوٹا۔ ناک مبارک زخمی ہوا اور جبہ اقدس پر چوٹ آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف پر نیزہ کا وار فرمایا اور وہ اس زخم سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ البتہ تحقیق میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں

نے اس کو فرمایا (تو مجھے بالکل قتل نہیں کر سکتا، بلکہ انشاء اللہ العزیز میں تجھے قتل کروں گا۔

جب جنگ احد کا دن تھا اور مسلمان وقتی طور پر پسا ہو کر احد کی گھاٹی کی طرف پھر گئے۔ ابی بن خلف نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا تو شدید ترین حملہ کیا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ فرمایا اور آپ کے پاس ایک نیزہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دست اقدس میں لیا اور ابی بن خلف کو چنبر والی ہڈی کی جگہ مارا وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ مشرکین نے اس کو اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔ جب کہ وہ درخت سے گرا رہا تھا اور آواز ایسی مٹتی جیسے ذبح کے وقت جانور آواز نکالتا ہے۔ مشرکین کہنے لگے۔ تجھ پر کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا انہوں نے مجھے کہہ نہیں دیا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھالیا حتیٰ کہ سر الظہران میں کہہ سے چند میل کی مسافت پر جہنم واصل ہوا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ تجھے قتل کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کے قتل میں جو روایات وارد ہیں ان کے اندر تعارض و تناقض کا جواب یہ ہے کہ امیہ کو آپ نے میدان بدر میں قتل فرمایا اور ابی بن خلف کو میدان احد میں اور یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ امیہ کو دراصل آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتل فرمایا اور اسی کی آپ نے خبر دی لیکن سبب آمر ہونے کی بنا پر اس قتل کو اپنی طرف منسوب فرمادیا۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے احد کے دن جو کچھ پس تیر انداز درہ پر مقرر فرمائے تھے ان پر حضرت عبداللہ بن جبر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا جب تک میں تمہیں خود نہ بلاؤں اور اگر دیکھو کہ ہم غیب ہو چکے ہیں اور قوم کفار پر غالب آچکے ہیں تب بھی اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا تا وقتیکہ میں آدمی بھیج کر تم کو نہ بلاؤں جب اہل اسلام نے کفار کے لشکر کو پکڑا کر درہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے قسم بخدا کفار کی گانے بجانے والی اور ان کو جزارت دلانے والی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ پر چڑھنے کے لیے چادریں اوپر اٹھا کے بھاگ رہی تھیں اور ان کی پٹلیاں اور پازیبیں نظر آرہی تھیں تو حضرت عبداللہ بن جبر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا چلو مال غنیمت لوٹو اور اسے جمع کرو تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں۔ اب یہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے کا کیا مطلب تو حضرت ابن جبر نے فرمایا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ضرور اپنے ساتھیوں کے پاس چلیں گے اور اموال غنیمت جمع کریں گے اور ان کے حصول میں توقف نہیں کریں گے۔ جب نیچے اترے اور صحابہ کے ساتھ آئے تو کفار نے پلٹ کر حملہ کر دیا، اور اہل اسلام اچانک جوابی کائناتی سے حیران رہ گئے اور فوری طور پر صف بندی نہ کر سکے اور ادھر ادھر منتشر ہو کر رہ گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ شخص رہ گئے۔ یعنی دوسرے حضرات دوسری جگہوں پر لڑ رہے تھے جبکہ بعض میدان کو چھوڑ بھی گئے تھے۔ الغرض کفار نے سر صحابہ رضی اللہ عنہم کو

ضمید کر دیا اور بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو چالیس کفار کو زک پہنچائی تھی جن میں سے ستر قتل ہو گئے تھے۔ اور ستر قیدی بنا لیے گئے تھے۔

ابوسفیان نے وقتی کامیابی پر اترتے ہوئے بلند آواز سے پکار کر تین مرتبہ پوچھا کیا قوم مسلم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جواب دینے سے منع فرما دیا پھر اس نے پوچھا کیا قوم مومنین میں ابو بکر بن ابی قحافہ ہیں؟ تیس مرتبہ اس سوال کو بھی دہرایا پھر تین مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا جب جواب نہ ملا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ سبھی قتل ہو گئے ہیں اور اسے قوم قریش تمہاری آئندہ کے لیے کفایت کر دی گئی ہے یعنی یہ آخری جنگ ثابت ہوئی ہے۔ اب مسلمان العیاذ باللہ ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر ضبط نہ کر سکے اور فرمانے لگے۔ اے دشمن خدا بخدا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جن کا نام لے کر تو نے سوال کیا ہے وہ بھی زندہ ہیں اور تیری سرکوبی کے لیے باقی ہیں۔ اس نے کہا آج میری سرکوبی نہیں کی اور مجھے خداوند مشکلات میں مبتلا نہیں کر سکے (تو آئندہ کیا کریں گے) اور پھر اعلیٰ جبل اعلیٰ جبل کا رجز پڑھنے لگا۔ اے جبل بت تو سر بلند ہوا ہے جبل بت تو سر بلند ہو کر کہ تیرے پجاری اور عبادت گزار سر بلند ہو گئے اور کامیاب و کامران ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس طرح کو املہ، مولانا دلا مولیٰ لکو۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ناصر اور مددگار ہے اور تمہارے لیے کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔ ف

ع۔ ابوسفیان کے اس جملہ ہولاد قتلا وقتلا کفیتوہم سے یہ بات واضح ہے کہ کفار و مشرکین کی نگاہوں میں رسالت کا مقام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دو توہمات کا مقام کیا تھا یہی کہ وہ زندہ ہیں تو اسلام باقی ہے اسی لیے ان کے متعلق سوال کیا اور جواب نہ ملنے پر اس کو کفر کی دائمی فتح قرار دیا کفار و مشرکین کی رائے اور نظریہ خیالی تو یہ ہے۔ اگر اسلام کے وجود پر ان کی عظمت کو نہ جانیں اور نہ پہچانیں تو سب سے بڑا نقصان اس کا مقام ہے۔ محمد اشرف۔

ف۔ ابوسفیان نے قبل از اسلام اس قحند پر اترتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اپنے ہیل بت کی سر بلندی کا نعرہ بلند کیا اور اس کامیابی کو اس کی کامیابی دسر بلندی قرار دیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کا نام تو لے لیتے تھے مگر دراصل اپنا کار ساز و حاجت روا صرف اپنے مبودان باطلہ کو ہی قرار دیتے تھے نہ کہ ان کو واسیلہ مانتے تھے۔ لہذا اہل اسلام کے اعتقاد تو تسل و استعانت کا کفار کے ہاں قطعاً



## پچودھواں باب

### غزوہ خمرہ الاسد

یہ غزوہ ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بتیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل اسلام اُحد سے لوٹے تو رات کو زخمیوں کی سرسم پٹی کرتے رہے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ صبح ادا فرمائی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کریں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا امر فرما رہے ہیں اور جو لوگ کل جنگ میں شامل تھے صرف وہی ہمارے ساتھ کفار کے تعاقب میں نکلیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ پر اس حال میں نکلے کہ چہرہ اقدس زخمی تھا اور ہونٹ مبارک بھی زخمی خمرہ اسد کے مقام پر لشکر کو ہڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا جب ابوسفیان کو اہل اسلام کے تعاقب کا علم ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا اور مدینہ منورہ پر چڑھا فی کر کے ضرب کاری لگانے کا جو خیال فاسد کیا تھا اس کو علی جامہ پہنانا تو وہ کنار اپنی جان بچانے میں عافیت سمجھی اتب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## پندرھواں باب

### غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ہجرت کے سیتیسویں سال وقوع پذیر ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ان دو شخصوں کی دیت کے معاملہ میں امداد لینے کے لیے بات چیت کی جن کو آپ نے امان دی تھی اور عمر بن امیر نے ان کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے کہا ہم ضرور آپ کی اعانت کریں گے۔

عمر بن جحاش نے کہا میں مکان کی چھت پر چڑھ جاتا ہوں جس کی دیوار کے سایہ میں آپ بیٹھے ہیں اور اوپر سے پتھر گرا کر آپ کو امیاذ بالقتل کر دیتا ہوں رسول اکرم نے کہا ایسا ہرگز نہ کرو۔ ان کو تمہارے اس بُرے ارادہ سے آگاہ کر دیا جائے گا اور پھر تمہارے خلاف سخت کاروائی کریں گے اور تمہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا وہ باز نہ آیا اور اس بُرے ارادہ کی تکمیل کے لیے مکان پر چڑھا، ادھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع کر دیا گیا۔ آپ فدائے مدینہ طیبہ پہنچے اور ان کی طرف آدمی بھیجا کہ فوری طور پر میرے شہر سے نکل جاؤ۔ دس دن کی مہلت ہے۔ اس میں تیاری کر لو اور سازد مسلمان

ے جانے کا بندوبست کر لو۔

جب عبداللہ بن ابی منافق کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ جلد وطنی اختیار نہ کرنا کیونکہ میرے ساتھ وہ ہزار آدمی ہیں کچھ میری قوم سے اور کچھ دوسرے لوگوں میں سے جو تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔ علاوہ انہیں بنو قریظہ اور قبیلہ غطفان کے تمہارے حلفاء بھی ہیں جو امداد و تعاون میں کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ چنانچہ جی تھے اس طبع پر کہ اتنے لوگ ہماری مدد کرنے والے ہیں۔ یہیں کون اپنے گھروں سے نکال سکتا ہے، نکلنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے خلاف کارروائی کے لیے ان کے علاقہ کی طرف نکلے۔ آپ کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ بنو النضیر قلعہ بند ہو گئے اور اندر سے تیر اور پتھر پھینکے گئے۔ ان کی امیدوں کے برعکس بنو قریظہ نے مدد کی بلکہ الگ تھلگ رہے اور نہ ہی عبداللہ بن ابی امداد کو سپنا بلکہ انہیں دلیل رسوا کیا اور بنو غطفانی حلیف ہی کام آئے۔ آپ نے ان کا معاہدہ کیا۔ ان کے کھجوروں کے باغات کا ٹٹے شروع کر دیے گئے تو انہوں نے مصالحت کے لیے سلسلہ جہنمائی کی اور کہا ہم آپ کے علاقہ جات سے نکل جانے ہیں۔ چنانچہ چھ سو اونٹوں پر چٹنا سازو سامان لے جا سکتے تھے۔ کروہاں سے نکل گئے (اور خس کم جہاں پاک کے مصداق وہ علاقہ ان مجسمہ شرف و فساد لوگوں سے پاک ہو گیا) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر ریاء تم نکل جاؤ تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی اور جو کچھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں گے وہ سامان بھی ساتھ لے جانے کا اختیار ہو گا۔ البتہ سامان جنگ اور آلات حرب ساتھ نہیں لے جا سکتے چنانچہ آپ نے ان سے پچاس زبرہن، پچاس خود تین سو چالیس تھواریں اپنے قبضہ میں لے لیں جو خالص آپ کا حق تھیں یعنی ان کو مجاہدین میں بطور مال تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ان کو بیت المال میں مجاہدین کی جنگی ضروریات پوری کرنے کے لیے رکھوا دیا تاکہ ہر وقت ضرورت ضرورت مندوں کو ان سے استفادہ کا موقع مل سکے۔

## سولہواں باب

### غزوہ بدر الموعود

۱۔ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ ابوسفیان جب احد سے لڑتا تو اس نے کہا اس سال کے اخیر پر تمہارا اور ہمارا مقابلہ بدر صغریٰ کے مقام پر ہو گا۔ جب وقت موعود قریب آیا تو ابوسفیان نے جنگ کے لیے نکلنا پسند نہ کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پند سو صحابہ کی معیت میں مقام موعود پر پہنچ گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کا سامان تجارت بھی تھا اور بدر صغریٰ بازار تھا جو ذوالقعدہ کا چاند دیکھنے پر لگ جاتا اور اس میں خرید و فروخت ہوتی۔ الغرض صحابہ کو ساتھ لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے

جبکہ آپ کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ ذوالقعدہ کے ابتدائے میں وہاں حسب سابق بازار قائم ہوا اور اس میں خرید و فروخت ہوئی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نفع اٹھایا۔  
ادھر البوسفیان کہ کمر سے نکلا مر الظہران پہنچ کر واپس ہو گیا اور کیا یہ قحط اور خشکی والا سال ہے (لہذا ہم اس میں جنگ نہ جدال نہیں کر سکتے)

مجاہد رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ۔ الذین قال لھما الناس ان الناس قد جمعوا الیکم (جن کو لوگوں نے کہا کہ قریش کہہ رہے تھے کہ خلاف بڑی تیاری کر رکھی ہے) کی تفسیر میں کہا کہ تیاری کرنے والوں سے مراد البوسفیان ہے جس نے کہا تھا۔ ے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا اور ہمارا مقابلہ میدان بدر میں ہو گا جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کے وعدہ کے مطابق چلے حتیٰ کہ بدر میں پڑاؤ ڈالا اور بازار لگنے کا موقع بھی اتفاق سے وہی تھا (تو وہاں تجارت کی اور منافع حاصل کر کے مراجعت فرما ہوئے) اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لہم لم یحسبہم سوء پس رسول خدا علیہ السلام اور ان کے صحابہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل و احسان سے مالا مال ہو کر مراجعت فرما ہوئے جبکہ انہیں کوئی تکلیف اور پریشان کن صورت حال سے دوچار نہ ہوا پڑا۔ یہاں فضل سے مراد تجارت سے حاصل ہونے والے منافع ہیں۔ جہاں سے یہ منفعتیں حاصل کر کے لوٹے وہ مقام بدر صغر کا ہے۔

## سترھواں باب

### غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ ہجرت کے سترھویں مہینہ میں واقع ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ قبیلہ انمار نے آپ کے ساتھ حرب و قتال کے لیے متعدد جماعتیں جمع کر رکھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور صحابہ کرام کی سمیت میں انمار کے مقام ذات الرقاع میں آپ پہنچے۔ اس پہاڑ پر چڑھے مگر وہاں سو اچھند عورتوں کے اور کسی کو موجود نہ پایا دہاتی سب لوگ بھاگ گئے تھے لہذا انہیں قیدی بنا لیا گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس غزوہ کو اسی پہاڑ کی نسبت سے غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں سرخ سیاہ اور سفید قطعات تھے جو گلیم درویش کی مانند محکمات پیوندوں کا موقع تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ غورث بن الحارث اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا جبکہ آپ اکیلے درخت کے نیچے ٹیلو لہ فرما رہے تھے اور کہا نہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (تفصیلی واقعہ گزر چکا ہے)



## اٹھارھواں باب

### غزوہ دومۃ الجندل

یہ غزوہ ہجرت کے انچاسویں ماہ یعنی اپریل سال کے آغاز میں وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اس مقام پر ایک بڑی جمعیت موجود ہے جس پر گنڈر پر ظلم و ستم کرتی ہے تو آپ ہزار آدمی کی بھاری جمعیت کے ساتھ اس طرف نکلے اور مدینہ منورہ میں سابع بن عرفلہ کو نائب بنایا۔ ان کے پیشوں اور چرواہوں پر اچانک حملہ فرمایا جو بھاگ گئے بھاگ گئے باقی قید کر لیے اور جانور بھی اپنے قبضہ میں فرما لیے اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

## انیسواں باب

### غزوہ مریع

یہ بنی مصطلق کے ایک کنواں کا نام ہے اور ان کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوات کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے لشکر تیار کر رکھا تھا لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی سرکوبی اور دفاعی کارروائی کیلئے نکلے تھوڑی دیر کے لیے صرف تیروں کا تبادلہ ہوتا رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم السلام کو کبارگی سے بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تو دشمن کے دس آدمی قتل ہو گئے اور دوسرے قیدی بنائے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص نے حجام شہادت نوش کیا۔ آپ نے ان کے مردوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور ساتھ ہی ان کی اولاد و عیال کو جو کہ دوسرے گھروں پر منتقل ہوا اور ان کے چار پاسے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے۔ یہ مجموعی طور پر دہزار آدمی۔ پانچ ہزار بکریاں تھیں۔

بنی المصطلق کے انہی قیدیوں میں جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ اور ایک قول کے مطابق خالص ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے حکایت بنا دیا۔ یعنی رقم مقررہ ادا کر دیا اور میری طرف سے آزاد ہو جاؤ۔ انہوں نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر بدل کتابت میں تعاون کی اپیل کی۔ آپ نے ان کی طرف سے وہ رقم ادا کر دی اور ان کو آزاد فرما کر ان کو شرف زوجیت سے مشرف فرمایا اور ام المؤمنین ہونے کا اعزاز بخشا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ صوبت حال دیکھی تو سبھی قیدی اس قبیلہ کے آزاد کر دیے اور

کہنے لگے اب یہ لوگ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسرال خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ہم ان کو کس طرح قیدی بنائے رکھیں ان کو لونڈیاں اور غلام بنائیں؟ انہذا ان میں سے جس کے پاس کوئی فرد تھا بھی کو آزاد کر دیا گیا۔ (اس لحاظ سے اپنے قبیلہ کے حق میں ان سے بڑھ کر کوئی عورت خیر و برکت اور عزت و عظمت کا موجب نہیں بن سکی)

## میسواں باب

### غزوہ خندق

اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کو بلاد طین کر دیا تو ان کے اشراف و درو سادگی ایک جماعت مکہ مکرمہ پہنچی۔ قریش کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو اہل اسلام کے خلاف جنگ کے لیے نکلنے کا مشورہ دیا اور اپنی طرف سے بھی ان کے ساتھ مل کر جنگ لڑنے کا یقین دلایا پھر وہاں سے چل کر قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور بنو سلیم سے بھی ملاقات کی جنگ کے عزم اور عہد و پیمان کے بعد وہاں سے نکلے۔

قریش نے جنگ کے لیے تیاری کی اور ہر مرد کی ساز و سامان مہیا کیا جو افراد جمع ہوئے ان کی تعداد چار ہزار تھی جن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ۔ دار بندہ میں علم باندھا گیا اور پھر وہاں سے ابو سفیان کی قیادت میں یہ لشکر اہل حق کے ساتھ محاذ آرائی کے ارادہ فاسدہ کے ساتھ نکلا۔

مصر الظہران کے مقام پر بنو سلیم میں سے سات سو کی جمعیت ان کے ساتھ آئی اور بنو اسد بھی ان کے ہمراہ نکلے اور قبیلہ فزارہ کے لوگ بھی جو کہ ہزار کی تعداد میں تھے اور قبیلہ اشجع میں سے چار صد افراد اور بنو مرہ میں سے چار سو افراد نکلے۔ العرض مجموعی طور پر غزوہ خندق میں شامل ہونے والے کفار و مشرکین کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی اور مختلف قبائل کے اجتماع کی وجہ سے اس کو غزوہ احزاب بھی کہا گیا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے کہ مبارکہ سے چلنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور ان سے مشورہ لیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے لشکر کے ہمراہ جو کہ تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا دامن سنغ میں پڑاؤ ڈالا۔ خندق کھودنے کا کام چھ دن میں مکمل ہو گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے اور مٹی کو باہر منتقل کرنے میں مصروف رہے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہمیں رسالت اب علیہ افضل الصلوٰۃ نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو خندق کے ایک حصے میں ایک سخت پتھر نما ہوا جو انما سخت تھا کہ اس میں کھدائی کے آلات اثر انداز نہیں ہو سکتے



تھے ہم نے بارگاہ نبوی میں اس کے متعلق عرض کیا تو آپ تشریف لائے۔ جب اس کو دیکھا تو چادر مبارک اتار کر رکھی اور گنتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی جس سے میسر اچھترہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام واللہ انی لا بصیر تصورہا الحجر الساعة۔ اللہ اکبر مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں بجز امیں شام کے سُرخ محلات کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔  
پھر دوبارہ ضرب لگائی اور دوسری تنہائی کو ریزہ ریزہ فرما دیا اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لا بصیر انقصو الابيض من المدائن۔ اللہ اکبر مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں بجز امیں مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔  
پھر تیسری مرتبہ ضرب لگائی۔ نعرۃ کبیر بلند فرمایا اور فرمایا۔

اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لا بصیر ابواب صنعاء من مکانی هذه الساعة۔ مجھے یمن کی چابیاں سنپ دی گئی ہیں اور بجز امیں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ پر کھڑے ہو کر اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

سیرت نگار فرماتے ہیں کہ خندق کی جنگ کے موقع پر اہل اسلام پر سخت خوف طاری تھا۔ بعض لوگ جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ بال بول اور اہل وعیال کے متعلق خطرہ درپیش تھا اور اموال و امتہ اور مال و منال بھی معرض خطر میں تھے اور مشرکین نے خندق کی تنگ جگہ کو عبور کرنے کی کوشش شروع کر دی تاکہ گھوڑوں سمیت اس میں کود جائیں۔ چنانچہ ایک جماعت خندق عبور کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی جن میں عمر و بن عبدود بھی تھا۔ اس نے مقابلہ و مبارزت کے لیے لٹکارا حالانکہ ستر سالہ بوڑھا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور اسے ہلاک کر کے جہنم واصل کر دیا۔

صبح کو عظیم لشکر ترتیب دیا جس میں خالد بن ولید بھی تھے اور رات تک جنگ و جدال کو جاری رکھا اور اس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر اور عصر ادا نہ فرما سکے اور کفار کے متعلق فرمایا۔ انہوں نے یہیں صلوٰۃ دسٹلی یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو یا یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔

اس غزوہ کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا تیرہ چودہ شب دروز محاصرہ کیا گیا اور ایک روایت یہ ہے کہ چوبیس دن رات محاصرہ برقرار رہا۔ نعیم بن مسعود اسلام لاکے تھے وہ قریش اور قرظیہ کے درمیان پر لگے اور ان کے عہد و پیمان کو ختم کر دیا اور باہمی اختلاف پیدا کر دیا اور ساتھ ہی سخت زور و آندھی چلنے لگی جس سے سردی ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی۔ خیمے اڑ گئے اور ساز و سامان کا نام و نشان نہیں ملتا تھا۔ الغرض بدحواسی کے عالم میں قائد احزاب ابوسفیان نے کہا تمہارے لیے یہ کوئی ٹھہرنے کے قابل جگہ نہیں ہے۔ اونٹ اور گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں۔ بنو قرظیہ نے عہد و پیمان نبھانے سے انکار کر دیا ہے اور ہم جس آندھی اور سخت ہوا کا شکار ہیں وہ تم خود دیکھ رہے ہو۔ لہذا کوچ کر دیکھو کہ میں تو کوچ کرنے والا



ہوں۔ چنانچہ نصرت خداوندی شامل حال ہوئی اور استقامت اہل اسلام کام آئی اور دشمنی ناکام و نامراد ہو کر واپس ہوئے اور اس کے بعد کبھی انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی، اس غزوہ میں تین کافر و مشرک جہنم واصل ہوئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

## ایک سوال باب

### غزوہ بنو قریظہ

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے بھاگ نکلنے کے بعد گھر واپس ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلو میں ان کی طرف جا رہا ہوں اور ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سرکار ابد قرار علیہ السلام غزوہ احزاب سے فراغت پا چکے تو غسل فرمانے کے لیے مقام غسل میں داخل ہونے ہی تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ پہنچے اور عرض کیا کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور ہاں میں بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گویا میں دروازے کی دراز اور شکاف سے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھ رہی ہوں جن کے سر اقدس کا گردوغبار نے احاطہ کیا ہوا تھا یعنی گردوغبار سے اٹا ہوا تھا۔

علماء سیر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ سبھی بنو قریظہ کی طرف چلو اور کوئی شخص بھی راستے میں نماز عصر ادا نہ کرے بلکہ سبھی بنو قریظہ میں جا کر ادا کریں۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور خود تین ہزار جان نثاروں کی جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ان کا انتہائی سخت محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیجا کہ ابوبارہ رضی اللہ عنہ کو مجھ سے ملنا ہے۔ آپ نے ان کو بھیج دیا۔ انہوں نے مشورہ طلب کیا کہ اگر تم قلعہ بندی ختم کریں اور ان کے حکم پر آئیں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، انہوں نے ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں ذبح کر دیا جائے گا پھر وہ سخت نامد ہوتے اور کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کی ہے چنانچہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ نازل نہ فرمائی وہ اسی ستون کے ساتھ بند رہے۔

پھر وہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قلعہ سے اتر آئے کہ آپ جو بھی چاہیں ہمارے تعلق فیصلہ فرمادیں، آپ نے ان کے متعلق

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا چنانچہ مردوں کے ہاتھ کندھوں پر باندھ کر ان کو ایک طرف روک دیا گیا اور عورتوں، بچوں کو دوسری طرف اور ان کا ساز و سامان اور مال و متاع جمع کیا گیا جو پندرہ سو تلوار تین سوزرہ، دو ہزار نیزوں اور پانچ لوہے اور گڑھی وغیرہ کی ڈھالوں پر مشتمل تھا اور اونٹ جو کہ پانی کھینچنے کے کام آنے والے تھے۔

قبیلہ اوس چونکہ ان کا حلیف تھا لہذا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بنو قریظہ ہمیں مبیہ فرمادیں اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد فرمادیں۔ آپ نے ان کا معاملہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس اوس کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے فیصلہ اس طرح کیا کہ جن لوگوں نے بھی آپ کی مخالفت میں اتراب کا ساتھ دیا اور ان کا تعاون کیا ہے ان سب مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کے مویشی مال غیرت بنائے جائیں اور بچوں عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔ بنی کریم علیہ السلام نے فرمایا اے سعد تم نے ان کے متعلق دہی حکم دیا۔ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کے متعلق حکم دیا۔ تیری تقضا و قضاء باری تعالیٰ کے عین مطابق ہے۔

## بایسواں باب

### غزوہ بنی لحيان

یہ غزوہ بھی ربيع الاول میں ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چھٹے سال وقوع پذیر ہوا یہ لوگ قبیلہ غفار کے پہلو میں رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی فرمائی تو وہ پہاڑوں میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ بعد ازاں رسول کریم علیہ السلام مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## تیسواں باب

رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ حضرت سعد بن عبادہ کو تین سو مجاہد دے کر مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور فرمایا اپنا علم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان سے فرمایا چلے میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔

اور جب عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں نے لوٹ مار کی تھی اس وقت سے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ پیادہ اُن کے تعاقب میں تھے اور ان پر تیر برساکر ان کو بدحواس کر دیا تھا۔ سبھی اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور بہت سارا دوسرا سامان بھی ان کو پھینک دیتے پر عبور کر دیا اور جہاں بھی پانی پینے لگتے تیروں کی بارش کر کے بھگا دیتے (جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ وہ سبھی سخت پیاسے ہیں اور کہیں پانی پر گرے پڑے ہوں گے۔ لہذا حکم دیں تاکہ اُن کا تعاقب کیا جائے) آپ نے فرمایا اے سلمہ تم اپنے جانوروں کے مالک بن چکے ہو لہذا اب ان پر نرمی اور رحمتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگزر کرو اور آپ وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف واپس ہو گئے۔

## چوبیسواں باب

### غزوہ حدیبیہ

ہجرت کے چھٹے سال رسول کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عمرہ کے لیے نکلنے کا حکم فرمایا تو وہ تیزی کے ساتھ عمرہ کی تیاری کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود صحابہ کرام کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے نکلے۔ آپ نے اپنے ساتھ ماسوا آلواریوں کے اور کوئی ہتھیار نہ لیا اور تلواریں بھی میانوں میں مستور و محجوب تھیں اور اپنے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ نماز ظہر و زوال خلیفہ میں ادا فرمائی۔ پھر بیت اللہ کے لیے ہدیہ کیے جانے والے جانور طلب فرمائے۔ ان پر حفاظت کے لیے بڑی چادریں ڈالنے کا حکم دیا۔ اور کوہان کی دائیں جانب نیزہ سے دراز خم لگا کر اور اس جھتہ کو خون آلود کر کے ان کا اشعار کیا اور علامتی نشان لگایا۔ پھر ان کے گلے میں چمڑے کے تسمے اور قلاوے ڈالے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے جانوروں کا اشعار کیا۔ مجموعی طور پر ہدیہ بیت اللہ کے طور پر لائے جانے والے اونٹ ستر کی تعداد میں تھے جن میں ابو جہل کا وہ اونٹ بھی تھا جو جنگ بدر میں مال غنیمت کی صورت میں ہاتھ لگا تھا۔ آپ نے احرام باندھا اور تلبیہ کا آغاز فرمایا۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتداء میں احرام پہننے اور تلبیہ پڑھا۔

مشرکین کہہ کر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہہ کر عمرہ کی طرف نکلے گا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو راستے میں ہی روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لشکر جمع کر کے مقام بلحہ پر پڑاؤ ڈال دیا اور دو سو شاہسوار کراع غنیم پر بیچ دیے اور ایک دوسرے



رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف اور فرائی اور منازل سفر طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے (حتیٰ کہ جب اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ مکرمہ اور قریش پر اترتا تھا) تو آپ کی اونٹنی مبارک بیٹھ گئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے اپنے علاقہ کے رسم و رواج کے مطابق حلّ حلّ کہہ کر اس کو اٹھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اس پر تشدید و تنفیذ کی مگر اس نے نہ اٹھا نہ تھنہ ہی اٹھی۔ صحابہ نے عرض کیا اس اونٹنی کو بیٹھے کا روگ اور عادت لاحق ہو گئی ہے جو جانوروں میں سخت عیب شمار ہوتا ہے) آپ نے فرمایا یہیں حقیقت حال یہ نہیں ہے بلکہ اس کو اس ذات اقدس نے یہاں روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو مکہ مکرمہ سے دور روک دیا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا غور سے سن لو بعد اقریش مکہ مجھ سے آج جس فعل و عمل کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمت باری تعالیٰ کی تقسیم و تکریم ہوگی تو میں ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنے کو تیار ہوں گا اور اس قسم کے مطالبات کے پورا کرنے میں مجھے تامل نہیں ہوگا (یہ کہہ کر) آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا اور اٹھنے کے لیے اشارہ فرمایا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی تو آپ جس راہ پر تشریف لے رہے تھے اسی پر واپس چلنے لگے حتیٰ کہ لوگوں کو حدیبیہ کے ایسے مقام پر اترنے کا حکم دیا جہاں بارانی پانی کو جمع کرنے کے لیے کھودے گئے گڑھوں میں سے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا اور اس میں قلیں سا پانی تھا۔ آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس میں گاڑ دیا تو وہ جاری کنویں کی مانند پانی کے ساتھ اُبلنے لگا اور سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیراب کر دیا اور وہ چلو بھر کر اس سے پانی نکالنے لگے۔ اتنے میں بدیل بن ورقاء حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا میں آپ کی قوم کے پاس لے آ رہا ہوں جنہوں نے اپنے اوباشوں کو اور جو بھی ان کا کہنا ماننے کو تیار ہوا۔ ان سب کو جمع کر رکھا ہے جن کے ساتھ ایسی اونٹنیاں ہیں جو چھوٹے چھوٹے بچوں والی ہیں یعنی شیردار نیز عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں اور وہ اس امر پر قسم کھاتے ہیں کہ جب تک ہماری جمعیت نیست و نابود نہیں ہو جائے گی ہم آپ کو بیت المقدس تک پہنچنے نہیں دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کے ساتھ قتال کرنے نہیں آئے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کے اس گھر کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اگر کوئی ہمیں اس سے روکے گا تو پھر ہم قتال سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ بدیل نے واپس جا کر قریش کو صورتحال کی خبر دی۔ انہوں نے دوبارہ عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کلام کیا (اور آپ نے اسی طرح جواب دیا) اس نے جا کر قریش کو آپ کا جواب سنایا۔ تو انہوں نے کہا اس سال تو ہم انہیں بہر حال واپس کریں گے۔ البتہ اگلے سال آپیں حرم کعبہ میں داخل ہوں اور طواف کریں (تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ مصالحت کی کوشش کریں مگر ان کے متعلق آپ کو یہ اطلاع ملی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ نے (ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام علیہم السلام سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے خون کا بدلہ لے لے۔) اور حضرت عثمان کے مبارک نام سے معروف و مشہور ہوئی۔

بعد ازاں انہوں نے صلح کا پختہ عزم کر لیا اور باہمی تحریریں عہد نامہ طے پا گیا جس کا مضمون یہ تھا :-

یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان مصالحت ہوئی، دونوں فریق نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دس سال تک جنگ بند کر دی جائے، لوگ امن و سکون سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں، نہ کسی کا مال و متاع سرقت کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو قیدی بنایا جائے گا اور ایک دوسرے کے راز و لوگوں پر فاش نہیں کیے جائیں گے اور جو شخص بھی قریش کے ساتھ عقد و عہد میں شریک ہونا چاہے اس کو اختیار ہوگا، نیز ان میں سے جو شخص اپنے سرپرستوں کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تو آپ اسے واپس کر دیں گے اور اگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی شخص (العیاذ باللہ قریش کے مذہب پر واپس آجائے تو وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مع اپنے اصحاب کے اس سال بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال ان ساتھیوں کے ہمراہ اگر یہاں اقامت کریں ہو سکتے ہیں اور عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ نیز جنگ کے آلات اور اسلحہ کو بھی ہمراہ نہیں لائیں گے، علاوہ مسافروں کے ہتھیاروں کے یعنی علاوہ تلواروں کے جو کہ اپنی اپنی میانوں میں مجرب و مستور ہوں گی۔ اس عہد نامہ پر ابو بکر، عمر، عثمان، عبدالرحمن، سعد، ابوعبیدہ اور محمد بن مسلمہ و حوطلب (رضی اللہ عنہم) گواہ ہیں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کو تحریر کیا :-

یہ عہد نامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور اس کا ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس :-

ابھی عہد نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو کہ اسلام لانے کی پاداش میں قید کر دیے گئے تھے) قید سے آزاد ہونے اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، پاؤں میں بیڑیاں موجود تھیں انہیں میں اچھلتے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ تک کا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچے تو سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق معاہدے کی رو سے واپسی کا مطالبہ کرتا ہوں اور آپ عہد کی امید رکھتا ہوں چنانچہ آپ نے ان کو واپس فرما دیا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے اڈوں کو ذبح فرمایا اور آپ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی :- **لَا تَجِدُنَا لَكَ فَتْحَ حَيْنًا**۔ بیشک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین کا بندوبست فرما دیا ہے۔

## پچیسواں باب

### عسزہ خیمہ

رسول خدا علیہ التبیۃ و الثناء خیمہ کی طرف نکلے جب اچانک صبح کے وقت یہود خیمہ نے آپ کو مع اپنے مجاہدین کے اپنے شہر میں موجود پایا تو فوراً اپنے قلعہ جات کی طرف پناہ لی اور ان میں داخل ہو کر اپنا تحفظ کرنے کی کوشش کی اور

اہل اسلام کے ساتھ دفاعی جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں اتالیس یہودی کام آئے اور پندرہ مسلمان جام شہادت نوش کر گئے اور آپ نے ان کے تمام قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا۔ مرحب جو ان کا نامی گرامی بہیلوان تھا میدان مبارزت میں آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا اور اس قلعہ کی فتح آپ کے ہاتھوں ہوئی۔

## چھبیسواں باب

### فتح مکہ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ کی تیاری فرمائی تو اپنے اس اقدام کو مخفی رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: اللّٰهُمَّ خذْ عَلَيَّ الْبَصَارَہُمْ فَلَا يَرُونِي اِلَّا بَخْتَةً۔ اے اللہ ان کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ انہیں معطل فرما دے حتیٰ کہ وہ مجھے اچانک اس وقت دیکھیں جب میں ان کے سروں پر پہنچ جاؤں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و اکناف میں جمیع عرب کی طرف آدمی بھیجے جن میں قبائل اسلم و غفار، مزینہ و جہینہ اور اجماع و سلیم شامل تھے اہل اسلام کی اس غزوہ میں مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ و نائب مقرر فرمایا اور بروز بدھ مدینہ منورہ سے آغاز سفر فرمایا جبکہ رمضان المبارک کے دس دن گزر چکے تھے۔ اور مقام قدید پر پہنچ کر حرم اور علم باندھے قریش کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام کی کوئی اطلاع نہ مل سکی۔ انہوں نے ابوسفیان کو اہل اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور ان کے عزائم و مقاصد معلوم کرنے کے لیے۔ اور ساتھ ہی اسے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تیری ملاقات ہو جائے تو ان سے ہمارے لیے امان طلب کرنا چنانچہ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاد کی معیت میں نکلا تو اس کی نگاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر پڑی۔ اچانک اپنے قریب موجود اتنے عظیم لشکر کو دیکھ کر مینوں سخت گھبرائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو فرمایا اے ابوخلطہ (کنیت ابوسفیان ہے) اس نے کہا بلیک آپ نے فرمایا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دس ہزار جاں نثروں کو ہمراہ لیے یہاں موجود ہیں (اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو حلقہ بگوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جاؤ اور ان کی غلامی قبول کر لو) چنانچہ ابوسفیان مشرف باسلام ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پناہ میں آ گئے۔ آپ ان کو مع ان کے ساتھیوں کے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے وہ دونوں بھی دہاں مشرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور سراپا غفور و کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو بہ اعزاز و نبشاکہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی امان ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے دواڑے بند کر لے (اور اہل اسلام سے تعرض نہ کرے) اسے بھی امان ہے۔



ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے کا ملک غلیم بن گیا ہے اور ان کی سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا افسوس ہے تیرے لیے یہ ملک و سلطنت نہیں ہے مگر نبوت و رسالت ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے مجاہدین کو قتال و حرب سے منع فرمادیا۔ البتہ چھ آدمیوں اور چار عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا مردوں میں سے عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مقیس بن صبابہ، حویرث بن نعید اور ابو عبداللہ بن بلال بن خطل تھے۔ عکرمہ بھاگ گیا تھا اس کی بیوی حضرت ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے امان طلب کی آپ نے اس کو امان دے دی عبداللہ بن سعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا لہذا انہوں نے اس کے لیے بارگاہ نبوی میں امان دینے کی اپیل کی جس کو آپ نے قبول فرمایا۔ باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ مقیس کو فہیلہ بن عبداللہ بنی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا حویرث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا اور ابو عبداللہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہنم داخل کیا۔ جن عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا وہ یہ تھیں ہند بنت عتبہ، سارہ، مولاۃ عمرو بن ہاشم، قریبہ، فزتنی، ہند شرف اسلام سے مشرف ہو گئی۔ سارہ اور قریبہ کو قتل کر دیا گیا اور فزتنی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو وفات میں وفات پائی۔

رسول کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے لشکر کی کفار و مشرکین کے لشکر سے کہیں بھی ٹک بھڑنے ہوئی البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ مع جمیعت قریش کے خندہ کے مقام پر آنا سامنا ہو گیا اور انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا۔ مہتیار نکال لیے اور تیر بھی پھینکے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لٹکرا اور جوابی کارروائی کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے سخت جوابی حملہ کر کے قریش میں سے چوبیس افراد کو قتل کر دیا اور بقیہ میں سے بھی چار اشخاص کو ٹھکانے لگا دیا۔ جب قائد سرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کیا میں نے قتال سے منع نہیں کیا تھا؟ تو عرض کیا گیا۔ حضرت خالد سے انہوں نے چھیر چھپڑ کی تھی اور حملہ آور ہو گئے تھے انہوں نے محض جوابی اور دفاعی کارروائی کی ہے۔

نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والتنازع کے لیے مقام حجون پر خیمہ نصب کیا گیا اور آپ خدا داد غلبہ و قدرت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے۔ اہل مکہ میں سے بعض برضا و رغبت اسلام لائے اور بعض ناچار ہی و مجبوری کی وجہ سے آپ نے اپنی اذیتنی پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کے گرد طواف کیا، اس وقت کعبہ مبارکہ کے گرد زمین سو ساٹھ بنت نصب کیے گئے تھے۔ آپ جب بھی کسی بُت کے قریب سے گزرتے تو اپنے ہاتھ مبارک کی چھری سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور فرماتے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ "حق آگیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے تو وہ بُت منہ کے بل گر پڑا۔ ان سب اوثان و اصنام میں بڑا بھل تھا جو کہ کعبہ مبارکہ کے بالمقابل تھا (اس کو اسی شان اعجازی سے گرا کر درجہ طے کر آکر باہر پھینکے کا حکم دیا) بعدہ مقام ابراہیم کی طرف تشریف ارزانی فرمائی اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر ایک طرف بہت کریمہ گئے۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عفان بن ابی طلحہ کی طرف بھیجا تاکہ کعبہ مبارکہ کی چابی لے آئیں۔ وہ چابی لے آئے آپ نے اسے اپنے ہاتھ مبارک میں لیا۔ باب کعبہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر عثمان بن ابی طلحہ کو بلا کر چابی اُن کے حوالے فرمادی اور ارشاد فرمایا: "خذوها یا بنی ابی طلحہ خالداً تالداً لا یزعمها منکم الا ظالم" اے ابی طلحہ کی اولاد اس چابی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھوں میں لے لو اور سوائے ظالم کے اور کوئی شخص یہ چابی تم سے چھیننے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور چاہے زمزم کا منصب سقایہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمادیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کے لیے کعبہ مکرمہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ سبھی بت توڑ دیے گئے اور حرم کعبہ کو اس نجاست سے پاک و صاف کر دیا گیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مبارکہ کی طرف چلے (اور طواف و رکعات طواف سے فارغ ہو کر) کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کو خطاب و نواز سے مشرف فرمایا۔ انصار کے ایک دوسرے سے کہا کہ اس ہستی مکرمہ کو اپنی قوم پر رافت و رحمت نے اپنے شہر کی طرف رغبت اور قلبی میلان نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اس لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں فرمائی اور ان کی ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر دیا ہے لہذا عین ممکن ہے کہ اب واپس مدینہ منورہ تشریف نہ لائیں۔

اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی باہمی گفتگو پر مطلع فرمادیا، تو آپ نے اُن سے فرمایا: اے جماعت انصار تم نے یہ کہا ہے کہ اس جوان اور ہستی مکرمہ کو قوم کی رافت و رحمت اور شہر کی رغبت اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ طے کروں عہد کو نہ نبھاؤں اور واپس مدینہ طیبہ نہ آؤں تو اس وقت میں کون کسلاؤں گا؟ ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عہد خاص ہوں۔ اور اس کا رسول ہوں۔ معاذ اللہ کہ میں عہد سے پھروں اور عہد شکنی سے کام لوں۔ اَلْهِمَّا مَعِیَا کَوْنِیْ مِمَّا تَعْلَمُتُمْ مِیْرَی زَنْدَکِی تَمَّارَکِی مِیْرَی مَوْتِ تَمَّارَکِی مِیْرَی مَوْتِ یَعْنِی زَنْدَہ رِہوں گا تو تمہارے ساتھ اور دارِ آخرت کی طرف انتقال کروں گا تو بھی تمہارے ہاں۔ ف

الغرض انصار رضی اللہ عنہم نے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کرمنوازی اور ذرہ پوری کو دیکھا اور اس دلتوا و خطاب کو سنا تو غرضی میں ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب اُٹھ آئے اور کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے آنسوؤں نے اس کے سینہ کو تر نہ کر دیا ہو۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ بخدا ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اور صرف

اس خوف و خطر اور اندیشہ و فکر کے تحت کہ کہیں ہم سے یہ دولت کوئین چھین جائے اور ہم اپنے محبوب کو اہل مکہ کے حوالے کر کے سرایا حریان بن کردا پس نہ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پیسے ہوا اور وہ جانتے ہیں کہ تم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو تمہارے دل میں بھی وہی ہے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں سے بیعت اسلام لی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

مکہ مکرمہ ماہ صیام سے دس روز قبل جمعہ کے دن فتح ہوا پر پندرہ دن تک آپ نے وہاں قیام فرماتے لکے بعد حنین کیطون سفر فرمایا اور مکہ مکرمہ پر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تاکہ انہیں نمازیں پڑھائیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تعلیم سنن اور فقہ پر مامور فرمایا تاکہ ان کو تحائف و اعمال کی تعلیم دیں۔

## تسائیسواں باب

### غزوہ حنین

حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تین دن کی مسافت پر ہے اور وہاں قبیلہ ہوازن کے ساتھ یہ جنگ لڑی گئی۔ اس مناسبت سے اس کو غزوہ حنین بھی کہتے ہیں اور غزوہ ہوازن بھی۔

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو ہوازن اور ثقیف نے ایک دوسرے کے ساتھ آمد و رفت شروع کر لی اور باہمی ربط و ضبط کی کوشش کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو اہل اسلام کے خلاف جنگ و جدال پر اکسانے لگے۔ مالک بن عوف نصری نے ان کو یکجا ہونے پر آمادہ کر لیا اور اتحاد و اتفاق کے لیے راہ ہموار کی چنانچہ انہوں نے اپنے جملہ مال و متاع بیوی بچوں اور لونڈیوں کو ساتھ لے کر اداس میں پڑاؤ ڈالا۔ اور ادھر ادھر سے لگتے اور آمد ادبھی ان کو پہنچے لگ گئی اور اپنے ساتھ دہید بن صمہ کو بھی اداس کی طرف نکال لائے۔ حالانکہ وہ اندھا بھی تھا اور ایک سو تر سالہ بوڑھا کھوسٹ جو چلنے پھرنے سے بالکل عاجز تھا بلکہ اس کو بالائی میں بٹھا کر ادھر ادھر لے جاتے تھے (ہوازن و ثقیف کے اس گٹھ جوڑ اور برے عزیمت دارانہ کی حالت معلوم کر کے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارہ ہزار کا لشکر جوار اپنے ہمراہ لے کر حنین کی طرف نکلے۔ وہاں پہنچ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صف بندی فرمائی اور اپنے چھر طبل پر سواری فرمائی۔ اس دن آپ نے دونوں نہیں اور دو خود استعمال فرمائے۔

ہوازن اہل اسلام کے مقابلہ کے لیے سامنے آئے اور کیا رگی حملہ کیا جو انتہائی شدید اور سخت تھا۔ لشکر اسلام میں کھلبلی



جنگ لگئی اور وہ میدان سے بٹھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے انصار اور مددگار میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص ہوں اور اس کا برحق رسول ہوں (اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد بہر حال ہمارے ساتھ ہے، بدل ہونے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے) آپ ہوازن کے لشکر کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت ابوسفیان بن الحارث اور حضرت ربیع بن الحارث، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ رہے اور پوری طرح ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ لشکر اسلام پیچھے ہٹنے لگا اور مجاہدین و انصار میں سے اسی افراد آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور پیچھے ہٹنے والے بھی پیچھے پھیر کر بھاگے نہیں تھے بلکہ صرف اتنی قدم کے قریب پیچھے ہٹے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ بن کر کھڑے رہے اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں بٹایا۔ آپ کی سواری نے آپ کو زمین کے قریب کر دیا اور آپ زمین سے ایک طرف بھٹک گئے۔ میں نے عرض کیا۔ ارفغرفغ! اللہ بلند ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو بلند فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے مٹی کی ایک سٹھی دور میں نے کھٹ خاک پیش کی تو آپ نے اسے کفار و مشرکین کی طرف پھینک دیا۔ اس مٹی نے سب کی آنکھوں کو بھردیا اور اندھا کر دیا۔ پھر فرمایا۔ مجاہدین و انصار کدھڑیں؟ میں نے عرض کیا وہ آپ کے قریب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان کو آواز دو میں نے سب کو آواز دی اور رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کا پیغام پہنچایا۔ تو وہ فوراً تلواریں منجھالے حاضر خدمت ہو گئے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تلواریں شعلے برسا رہی ہیں۔ فوراً لشکر کفار کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ پیچھے پھیر کر بھاگنے لگے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا میں نے آپ کو دیکھا کہ میدان جنگ میں آپ اکیلے کھڑے تھے اور میرے اور ابوسفیان بن الحارث کے علاوہ کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ ہم نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا التزام کیا اور آپ کا ساتھ کسی صورت بھی نہ چھوڑا۔ آپ اپنے خچر شہ پار سوار تھے جو غزوہ ابن نفاثہ جذامی نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

جب اہل اسلام اور کفار کے درمیان آمناسا منا ہوا اور کفار کی سخت تیر اندازی کی وجہ سے اہل اسلام پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے تو رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو ایڑ لگاتے ہوئے کفار کی طرف حملہ آور ہونے کے لیے بڑھنے لگے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں میں اس کی نگاہم تھا۔ ہونے تھا اور اسے مقدور بھر دو رکھنے کی سعی کر رہا تھا مگر آپ کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ کہ وہ کس قدر تیزی سے مشرکین کی طرف جا رہی ہے اور ابوسفیان آپ کی رکاب تھا۔ ہونے تھے۔

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عباس اصحاب شجر یعنی بیعت الرضوان سے مشرف ہونے والے صحابہ کو پکار دو فرماتے ہیں میں بہت ہی جبریم صورت اور بلند آواز تھا۔ میں نے پوری قوت سے آواز دی، کہاں ہیں اصحاب شجر؟ جوہنی میں نے یہ ندا دی تو بلند آواز سننے ہی کہنے لگے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں یا لبیک یا لبیک۔ وہ اس طرح پٹ کر آئے جیسے گائے اپنے بچے کی آواز سن کر انتہائی تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچتی ہے، سب مسلمان کفار کی طرف متوجہ

ہوئے اور حملہ آور، باہمی جنگ و جدال اور حرب و قتال جاری ہوا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا اب جنگ کی بھی گرم ہوئی ہے اور اس کے شعلے بھڑکے ہیں۔ پھر چند کنگریاں مٹی میں بے کر کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا: **هَذَا مَوَادُّنِ الْكُفْرِ**۔ مجھے رب کعبہ کی قسم کفار شکست کھا گئے اور میدان کا رزار سے ناکام و نامراد ہو کر بھاگ نکلتے۔

بجدا آپ کا کنگریاں مارنا اور یہ فرمان تھا، میں نے دیکھا کہ ان کی تیزی و شدت ماند پڑنے لگی اور ان کا معاملہ اٹنے لگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست فاش سے دوچار فرمایا (اور فرمان حبیب کو سچا کر دکھلایا) اور گویا میں اب بھی اس پیار منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھاگے جا رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں اپنی سواری کو دوڑا رہے ہیں۔

حضرت ابو عبد الرحمن فہری سے مروی ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ہم سخت گرم دن میں چلتے رہے اور دوپہر کے وقت درختوں کے سائے میں فرام لیا۔ جو نہی سورج ڈھلایا میں نے ہتھیار پھینک دیے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ! کیا اور عرض کیا کیا کوئی کا وقت ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت بلال کو پکارتے ہوئے فرمایا بلال! تو وہ ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے سے جس کا سایہ پرندے کے سایہ کی مانند تھا۔ تیزی کے ساتھ اٹھے اور عرض کیا: **لَيْسَ دَمْعُ دَاوُدَ فِي هَذَا**۔ میں حاضر خدمت نہ ہو سکتا۔

کے لیے کہ بستر اور میری جان آپ پر فدا ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ انہوں نے زین نکالی جسکی دونوں جانبیں اور پہلو کھجور کی جالی سے تیار کیے ہوئے تھے اور اس میں زینا لٹش و آرائش کا کوئی پہلو موجود نہیں تھا۔ جب زین ڈال دی گئی تو آپ سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہو کر آپ کی معیت میں چلنے لگے، دشمن کے مقابل پچھلے پہر اور رات کے وقت صبح آرا رہے (صبح ہوتے ہی ان کے سخت حملہ سے) اہل اسلام کے پاؤں وقتی طور پر اکھڑے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول، پھر اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور زین سے ایک کفن خاک اٹھائی جو لوگ میری نسبت آپ کے زیادہ قریب تھے انہوں نے مجھے بتلایا کہ آپ نے وہ خاک ان کفار کے منہ پر پھینکی اور فرمایا: **شَاحَتِ الْوُجُوهُ**۔ یہ چہرے قہقہ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حزمیت اور شکست سے دوچار فرمایا۔

یعنی بن عطار کہتے ہیں کہ مجھے قبیلہ ہوازن کے جوانوں نے اپنے آباؤ کی زبانی بیان کیا کہ ہم سب کا حال یہ ہو گیا کہ ہماری آنکھیں اور منہ مٹی کے ساتھ بھر گئے اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان ایسی سخت اور مسلسل آواز سنی جیسے کہ زنجیر کو آہنی تھال پر گزاریں تو رگڑا سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حنین کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا البرصیان بن الحارث بن عبد المطلب آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے اور آپ کی زبان اقدس پر یہ ترجمہ تھی۔

میں برحق نبی ہوں اور یہ دعویٰ خلافت واقع نہیں ہے میں عبدالمطلب جیسے شجاع اور دلیر شخص کا منت جگر ہوں۔  
 یزید بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن زمین سے ایک مٹی خاک کی اٹھائی پھر اس  
 کف دست کو کفار کے سامنے کر کے وہ مٹی ان کے چروں پر پھینک دی اور فرمایا "ارجعوا" لوٹ جاؤ۔ تو ان میں سے  
 جو بھی اپنے دوسرے کا فرجائی سے ملتا آنکھیں ملتا ہوا اور اس میں گرد و غبار اور خض و خاشاک پرلنے کی شکایت کرتے ہوئے ملتا  
 حضرت خبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کفار کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے پہلے جبکہ ابھی زور و شور سے قتال  
 جاری تھا اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، میں نے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ کبل کی مانند کوئی چیز آئی ہے اور ہمارے  
 درمیان اور کفار کے درمیان گر پڑی ہے ناگاہ سیاہ چیوٹیوں سے دادی بھری ہوئی نظر آئی جو اس کے اطراف و جوار میں  
 پھیلی ہوئی تھیں۔ اور مجھے اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہا کہ یہ ملائکہ ہیں (جو حق پرستوں کی امداد کے لیے نازل ہوئے ہیں)  
 بس ان کا اتنا تھا کہ قوم کفار دم دبا کر میدان کارزار سے بھاگ نکلی۔

علمائے فرماتے ہیں کہ اس دن جو ملائکہ نازل ہوئے انہوں نے سرخ رنگ کی دستاریں سروں پر باندھ رکھی تھیں  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے (اور بے شمار مال و دولت مجاہدین  
 کے ہاتھ لگا اور مویشی بھی، غوثیں بچے لونڈیاں ملبی کافی تعداد میں قیدی بنالی گئیں۔

دفعہ ہوازن بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت میں حاضر ہوا اور یہ گزارش کی کہ ہم پر احسان فرمائیں اور جو کچھ ہم  
 سے لیا گیا ہے وہ سب واپس فرمادیں۔ وفد میں ایک آدمی بنو سعد بن بکر سے تعلق رکھتا تھا اور یہی وہ قبیلہ تھا جس میں رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی کے ایام میں رہے تھے اور علیمہ سعدیہ کا دودھ پیتا تھا اس نے عرض کیا۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر یا نعمان  
 بن منذر کو دودھ پلاتے تو اس کی مہربانی اور عنایت کے ضرور امیدوار ہوتے (اور آپ تو رسول خدا ہیں اور اکرم الماکرین ہیں۔  
 لہذا آپ کی بارگاہ سے ناکام اور بے نیل مرام کیے واپس ہو سکتے ہیں) پھر یہ شعر پڑھا۔

أهت علينا رسول الله في حرم  
 فانك المرء نرجوه وندخر

اے رسول خدا ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں اور آپ ہی ہمارے  
 لیے ذخیرہ آخرت اور دولت سرمدی ہیں۔

مجسم رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں، بچوں اور مال و متاع میں سے کوئی چیز تمہیں محبوب اور پسندیدہ ہے؟  
 (دونوں کی واپسی تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر تم نے دیر لگائی۔ اب مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے لہذا ایک شیئی  
 جو زیادہ پسندیدہ ہے وہ واپس کر دی جائے گی) انہوں نے عرض کیا۔ ہماری عورتیں اور بچے واپس کر دیے جائیں۔ آپ نے



فرمایا جو کچھ ان میں سے میرے اور بنو عبد المطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور جو دوسرے لوگوں کے قبضہ میں چلے گئے ہیں۔ ان کی واپسی کی صورت یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھا لوں تو تم اٹھ کر کھڑے ہو جانا اور کہنا کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہیں اہل اسلام کی طرف اور مسلمانوں کو وسیلہ اور شفیع بناتے ہیں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بچوں اور عورتوں کے حق میں تو میں اپنا حصہ تمہارے خوالے کر دوں گا اور مسلمانوں سے بھی تمہارے لیے سفارش کروں گا چنانچہ حسب الارشاد وہ نماز کے اختتام پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ طریقہ توسل و شفاعت کو بروئے کار لائے۔

آپ نے فرمایا میرا اور بنو عبد المطلب کا حصہ تمہارے خوالے ہے۔ اور ہر باحرین نے عرض کیا جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ہے جو یا میں تعزف فرما دیں اور انصار نے بھی اسی طرح عرض کیا۔

غزوہ حنین سے جو کچھ اہل اسلام کے ہاتھ لگا۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ قیدی چھ ہزار افراد تھے۔ اونٹ چوبیس ہزار، بھیڑ بکریاں چالیس ہزار اور سولہ ہزار درہم چاندی۔ آپ نے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو سولہ صد درہم چاندی اور سو اونٹ عنایت فرمائے۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو اتنی ہی چاندی اور اونٹ عنایت فرمائے پھر انہوں نے اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے متعلق عرض کیا تو قاسم خزائن خداوندی نے ان کو بھی اتنا ہی مال عنایت فرمایا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عنایت فرمائے۔ پھر دوبارہ انہوں نے مطالبہ کیا تو ان کو مزید بھی عطا و بخشش سے نوازا اور اسی طرح ایک جماعت کو عظیم عطیات اور جزیل انعامات سے نوازا تو ذوالخیرہ تھی بول اٹھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کرو تم نے اس تقسیم میں عدل نہیں کیا (العیاذ باللہ) آپ نے فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو جہاں میں عدل کرنے والا کون ہوگا؟

## اٹھائیسواں باب

### غزوہ طائف

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے خانف کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ ثقیف کو اس کی سرکشی اور بدکرداری کا مزہ چکھائیں اور ہوازن سے گٹھ جوڑ کر کے اہل اسلام کے خلاف کارروائی کے منصوبے بنانے کی سزا دیں۔ ثقیف قلعہ بند ہو گئے اور سال بھر کے ضروری اوزار و آلات کو قلعہ میں جمع کر لیا اور جنگ کی مکمل تیاری کر لی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کے قریب پلاؤ ڈالا۔ ثقیف نے قلعہ کے اندر سے اہل اسلام پر تیر پھینکنے شروع کر دیے۔ آپ نے اٹھارہ دن تک الکا عامرہ فرمایا اور قلعہ توڑنے کے لیے منجنیق کو نصب فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص

قلعہ سے نیچے اتر آئے گا وہ حر اور آزاد ہوگا، اس اعلان پر چودہ پندرہ آدمی قلعہ سے اتر آئے جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہر ایک چرخہ کے ذریعہ سے اترے تھے اسی بنا پر ان کو ابو بکرہ کا لقب دیا گیا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سال طائف فتح کرنے کا اذن ملا۔ لہذا آپ مشیت مولا ازہمہ اولیٰ کے تحت بنیر جنگ لٹے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہو گئے۔

## انتیسواں باب

### غزوہ تبوک

یہ غزوہ فوجبری کو پیش آیا۔ اس کا موجب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے بہت سے شکر اور عساکر جمع کر رکھے ہیں تاکہ اہل اسلام پر چڑھائی کریں اور ان کو اپنی چیرہ دستی اور ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں اور ہر قتل نے اپنے پیارے کو ایک سال کا پیشگی خرچہ بتیا کر دیا ہے اور قبائل جذام، لخم اور عامہ و غسان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے لگے دستے مقام بلقا و تک پہنچا دیے ہیں۔

نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور سب اہل اسلام کو طلب فرمایا اور ان کو صاف طور پر بتلادیا کہ رومیوں کے خلاف جنگ لڑنی ہے لہذا مکمل تیاری کر لو کہ کمرہ کی طرف بھی آدمی بھیجے اور دوسرے قبائل عرب کو دعوت جہاد دی گئی سخت تھی۔ سفر طویل تھا۔ سوار یوں کا مکمل انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاد کے شائقین جو بے سروسامان تھے روتے ہوئے حاضر ہوئے اور سوار یوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا ”لا اجذما احملکو علیہ“ میرے پاس تو اتنی سواریاں موجود نہیں ہیں کہ میں تمہیں سوار ہونے کے لیے دیدوں (تو وہ آنسو بہاتے ہوئے واپس ہوئے)۔

بعض لوگ مختلف عوارض اور موائع کا غرض پیش کر کے جنگ میں شمولیت سے معذرت کرنے لگے۔ حضور اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور تیس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل اسلام کا لشکر جبار یکے عازم تبوک ہوئے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار گھوڑے اور اونٹ وغیرہ تھے۔ اس غزوہ میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے تمام ساتھیوں نے شمولیت سے احتراز کیا اور مدینہ منورہ میں ہی بیٹھے رہے اور غلص اہل ایمان میں سے تین حضرات ساتھ نہ جا سکے (اگرچہ کوئی خاص مانع ان کو دہش نہ تھا اور مختلف کارادہ بھی نہ تھا) اور بعض حضرات وہ تھے جو عند اللہ اور عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم معذور تھے اور شریک جنگ ہونے کے قابل نہیں تھے الغرض آپ تبوک پہنچے۔ بیس روز وہاں قیام فرمایا اور بنیر جنگ و جدال واپس تشریف لائے۔

## تیسواں باب

### میدان جنگ میں علامتی نشان

حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار اور امتیازی نشان اُمّتِ امّیہ ہوتا تھا۔ اور زید بن علی فرماتے ہیں کہ علامتی نشان یا مفسورِ امّیت ہوتا تھا یعنی اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد و تعاون پانے والے مجاہدین ان دشمنانِ خدا و رسول کو ہلاک کر دو و احسان کے لیے پیغامِ اجل بن کر ان پر ٹوٹ پڑو۔

مطلب بن ابی صفرة ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں جنہوں نے براہِ راست رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ ارشاد سنا کہ اگر دشمن سے تمہاری ملاقات ہو تو مسلم و غیر مسلم اپنے دبیگلے میں امتیاز اور پہچان کے لیے حلم لا ینصرون تمہارا امتیازی نشان ہے۔



## ابواب

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا

جس جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہوئے اسے غزوہ اور جس کی کماند کسی صحابی کے سپرد کی اور خود تشریف نہ لے گئے اسے سر یہ کہا جاتا ہے۔

## باب اول

### عدم شمولیت کا سبب

حضرت ابو سہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا ہر جنگ میں شمولیت کرنا مخلص برہمنین و مسلمین پر شاق نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سر یہ میں شمولیت ترک نہ کرتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا۔ لیکن نہ میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ ان کو سواریاں وغیرہ مہیا کروں اور نہ میرے ساتھ چلیں اور نہ میرے بنیر عین سے وہ بیٹھ سکتے ہیں اور میری جدائی گوارا کر سکتے ہیں (لہذا مجبوراً مجھے ان کی دلجوئی کے لیے کبھی سرایا سے تحلف اختیار کرنا پڑتا ہے) جہاں تک جہاد کے ساتھ قلبی لگاؤ اور تعلق کا معاملہ ہے تو بخدا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں اور دل و جان سے اس کا آرزو مند ہوں کہ میں راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

## دوسرا باب

اللہ علیہ وسلم نے بغض نفیس شمولیت فرمائی تھی۔

ابو الوفا ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جاہل بے دین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تنہا کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے (اور انہوں نے قتل و غارت سے کام لیا) اور یہ اعتراض واضح شکل لغو اور بیہودہ ہے۔ آپ دراصل دلائل قاطعہ اور براہین باہرہ کے ساتھ مبعوث ہوئے (جن میں نہ خدا و اہل ایمان تھا اور نہ شکوک و ادبام کی گنجائش) مگر جب میدان لوگوں نے ضد و عناد اور جھوٹا و استکبار سے کام لیا تو پہلی امتوں کی مانند عذاب الہی اور آسمانی آفات کا نشانہ بنانے کی بجائے ان کو میدان کارزار میں سبق دیا گیا (اور نہ بدر و حنین میں ہزاروں فرشتوں کی آمد اور جنگ میں شمولیت کی ضرورت نہیں تھی صرف ایک فرشتہ ان کو ہمیشہ کے لیے بے نام و نشان کر دینے کے لیے کافی تھا)

## تیسرا باب

### فوجی کمانڈروں کو ہدایت

سلیمان بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سر پہ اور ہمیشہ کچی صحابی کو کمانڈر بناتے تو اسے خوف خدا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت فرماتے اور ماتحت مسلمان فوجیوں کے متعلق بھی حسن سلوک کی نصیحت فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنے والوں کو ٹھکانے لگاؤ۔ جہاد کے لیے نکلو مگر نہ اموال غنیمت میں خیانت کرنا اور نہ عہد شکنی اور عذر سے کام لینا۔ کوئی شخص اکیلا مل جائے تو اسے بھی قتل نہ کرنا اور میدان جنگ میں کام آنے والے کفار کا بھی مثلہ نہ کرنا یعنی ان کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا۔

جب اپنے دشمن مشرکین سے آمنہ سامنا ہو تو انہیں تین امور کی دعوت دینا اور وہ جس کو بھی قبول کر لیں اس کے مطابق ان سے سلوک کرنا اور فوری کارروائی سے گریز کرنا۔ پہلے پہل انہیں دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کے اسلام کو قبول کرنا اور ان کو اپنا مومن بھائی سمجھتے ہوئے کسی طرح کا تعرض نہ کرنا اور انہیں دارمہاجرین یعنی مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دینا اور انہیں تبلا دینا کہ وہ ہجرت کی طرف منتقل ہونے کے بعد ان کو ہر وہ سہولت و منفعت حاصل ہوگی جو دوسرے مہاجرین کو حاصل ہوگی اور وہ تمام ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوں گی جو دوسرے مہاجرین پر عائد ہیں۔ اگر وہ انتقال مکانی پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں تبلا کر وہاں کہ وہ اعراب اور دیہاتی اہل اسلام کی مانند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام عام اہل اسلام پر جاری ہیں ان پر بھی جاری و ساری ہوں گے۔ مگر مال غنیمت اور فتنے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا تا وقتیکہ

وہ مجاہدین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل نہ ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے اور اہل اسلام کی رعایا بن کر رہنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو اس پیش کش کو قبول کر لینا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔ اور اگر وہ دونوں باتیں ٹھکرا دیں اور اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کریں تب ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اس کی امداد و نصرت پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے جہاد کرنا۔

جب تو کسی قلعہ کا محاصرہ کرے اور قلعہ بند لوگ تجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ سے نکلنے پر آمادہ ہوں تو اس عہد و پیمان کو ہرگز قبول نہ کرنا بلکہ انہیں اپنی اور اہل اسلام کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کے لیے کہنا۔ کیونکہ اگر تم اپنے عہد میں غدہ اور خلاف ورزی کا ارتکاب کرو تو وہ اس سے سہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ضمانت میں خلاف ورزی اور خیانت کا ارتکاب کرو۔

جب تو کہیں اہل قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے حکم خداوندی پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کا مطالبہ کریں تو ان کا یہ مطالبہ قبول نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر ان کو قلعہ سے اترنے کا وعدہ و عہد نہ دینا۔ کیونکہ تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے متعلق کیا حکم اور فیصلہ ہے؟ ہو سکتا ہے تو اس کے خلاف فیصلہ کر بیٹھے لہذا ان کو اپنے حکم اور اپنے فیصلہ پر اترنے اور قلعہ کھولنے کا حکم دے (کہ جو بھی ہم مناسب سمجھیں گے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا)۔

## چوتھا باب

### امیر شکر کے نامناسب اقدام پر اظہار برائت

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید

فتنین امور میں اختیار دینا اور جس کو وہ چاہیں قبول کریں ان سے تعرض نہ کرنا۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسلام بزر و شمشیر نہیں پھیلا۔ ورنہ اسلام یا قتال و دہی صورتیں ہوتیں۔ جزیہ والی شق سرے سے ختم کر دی جاتی لہذا دشمنان دین و اسلام کا یہ الزام کہ اسلام بزر و شمشیر پھیلا ہے۔ لغو اور باطل ہے۔ البتہ ملک اسلام میں وسعت بزر و شمشیر ہوئی ہے اور یہ بھی ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی جو سلطنت اسلام کو ایک آنکھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور العیاذ باللہ ہر وقت اس کو ختم کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے خلاف کارروائی کو ناجائز کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ اپنے ملک اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے



رضی اللہ عنہ کو جو جذبہ کی طرف لشکر دے کر روانہ فرمایا۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی۔ انہیں اسلحہ لکھنا نہ آیا۔ انہوں نے صہنا صہنا لکھنا شروع کر دیا (جس کا معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکلتا ہے) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بعض کو قتل کرنا اور بعض کو قیدی بنانا شروع کر دیا اور مجاہدین میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی پسند کر دیا۔ ایک دن انہوں نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا بخدا میں اپنے قیدی کو قتل کرتا ہوں اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی شخص یہ اقدام کرے گا۔ حتیٰ کہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور بارگاہ نبوی میں باریابی نصیب ہوئی تو ہم نے یہ صورت حال آپ سے عرض کی آپ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں دو مرتبہ عرض کیا۔ ”اللھم اِنِّی ابرء الیک مما صنع خالد“ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں خالد بن ولید کے فعل و کردار سے برادرت کا اظہار کرتا ہوں۔

# ابواب تبلیغی خطوط

## باب اول

### شاہ مقوقس کے نام

محبوب کریم علیہ السلام نے عاظ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو خط دے کر شاہ مقوقس کی طرف بھیجا جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ ان سے وصول کیا اور جوابی علیحدہ بھی لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کی بعثت ابھی باقی ہے اچھا میرا آخر الزمان کا انتظار ہے اور میں نے آپ کے ایلیٰ اور قاصد کی ضروری تعلیم و تکریم میں دیر لے نہیں کیا۔

اور ساتھ ہی آپ کی بارگاہ میں چار بیٹے اور نئے پیش کیے جن میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا عقیقہ نامی دراز گوش اور ایک خچر تاجس کو دل لکھا جاتا مگر حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔

حضرت عاظ واپس حاضر ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اپنے ملک و سلطنت پر غلبے سے کام لیتے ہوئے اور اس کے لالچ میں اسلام سے گریز کیا ہے لیکن اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے اس کے ہدیہ کو قبول فرمایا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے مخصوص فرمایا جنہوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو حرم دیا اور عقیقہ حجۃ الوداع سے واپسی پر فوت ہو گیا اور دل لک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک زندہ رہا۔

حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ میں جدیہ سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے حضرت عاظ رضی اللہ عنہ کو مقوقس، امیر اسکندریہ کی طرف بھیجا اور ان کو ایک خط بھی دیا جس میں اسے دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔ جب اس نے آپ کے گرامی نامہ کو پڑھا تو حضرت عاظ کے ساتھ خوش اسلوبی سے اور حسن سلوک سے پیش آیا اور وہ خط مبارک جس پر (محمد رسول اللہ والی) مہر لگی ہوئی تھی وصول کر کے باقی دانت کے ڈبے میں رکھ کر اپنی ٹونڈی کے حوالے کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جواب بھی لکھا مگر حلقہ اہل اسلام میں داخل نہ ہوا اور بارگاہِ نبوی میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور لیفور نامی دراز گوش اور دل لک نامی خچر کا ہدیہ ارسال کیا۔ یہ خچر بالکل سفید رنگ نخی اور پورے عرب میں اس کے علاوہ سفید رنگ خچر کا وجود نہیں تھا۔

مقوقس جانتا تھا (اہل کتاب سے پیغمبرِ آخر الزمان علیہ السلام کی صفات کمال اور اخلاق عالیہ اور علامات انبیاء یہ سن کر)

اور یقین رکھنا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں لیکن اس کی ثمت میں سادت ایمان و اسلام نہیں تھی لہذا ایمان نہ لایا۔  
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے اس کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کی حقانیت نبوت اور صدق رسالت کا اظہار کیا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جب بنی مالک کو ساتھ لے کر مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے دریافت کیا تم میرے پاس کیسے پہنچ گئے حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی میرے اور تمہارے درمیان حائل تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں خطرہ تو تھا لیکن ساحلی راہ پر چلتے ہوئے بچ نکلے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں پہنچ گئے (ان کے درمیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو مکالمہ ہوا وہ اس طرح ہے۔

مقوقس: تم نے ان کی دعوت پر کیا رد عمل ظاہر کیا؟

مغیرہ: ہم میں سے ایک شخص نے بھی ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: وہ کیوں اور کس لیے؟

مغیرہ: وہ ہمارے سامنے ایک نبی دین لائے تھے جس پر نہ ہمارے آباء اجداد کبھی عمل پیرا ہوئے اور نہ ہی حاکم وقت اور ہم اپنے آباء اجداد کے دین پر ہیں۔

مقوقس: ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

مغیرہ: نو عمر اور نوخیز لوگ ان کے دین میں داخل ہوئے اور اپنی برادری اور دوسرے قبائل عرب نے بہت سے مقامات پر ان کے خلاف جنگ لڑی کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے متبعین کا پلٹا بھاری رہتا اور کبھی دوسرے لوگوں کا۔  
مقوقس: کیا مجھے سچ بتلاؤ گے کہ وہ تمہیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں؟

مغیرہ: وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور ہمارے آباء اجداد کے معبودات کو ترک کر دینے کا حکم دیتے ہیں اور نماز کا امر فرماتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

مقوقس: وہ نماز کیا ہے اور زکوٰۃ کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی معروف و متعین وقت ہے اور کوئی حد اور نہایت ہے؟ جس کو پورا کرنے پر اس کا دُرب و لزوم ختم ہو جائے؟

مغیرہ: اہل اسلام رات، دن میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں جن کے اوقات اور تعداد رکعات کو تفصیل سے مقوقس کو بیان کیا اور سونا میں مثقال ساڑھے سات تولہ کی مقدار کو پہنچے تو اس کا چالیسواں حصہ بلور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دیگر اموال کے صدقات بھی بیان کیے۔

مقوقس: جب زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو اسے کہاں استعمال کرتے ہیں؟

مغیرہ: امرار سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور فقر اور پرصرت فرماتے ہیں۔

صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ہمیشہ وفا و عہد کی تمکین فرماتے ہیں۔ سود، زنا اور شراب خوردگی کو حرام گردانتے ہیں اور جو جانور



غیر اللہ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں ان کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔

مقوقس: وہ برحق نبی ہیں جو سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور قبلی درومی اگر حق و صواب پر کار بند ہوتے تو لامحالہ ان کی اتباع کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اسی امر کا حکم دیا تھا جو اوصاف و اخلاق ان کے تم نے بیان کیے ہیں پہلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی انہیں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ انجام کار وہ غالب آکر رہیں گے اور ان سے جدال و نزاع کرنے والے حلقہ ایمان و اسلام میں داخل ہو جائیں گے یا بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ ان کا دین وہاں تک ظاہر و غالب ہو جائے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں اور جہاں تک آبادیاں موجود ہیں اور قریب ہے کہ ان کی قوم جو آج دشمنی پر اتر رہی ہوئی ہے کل کو ان کے جان شاعلام اور خادم بن جائیں اور نیزوں کے ساتھ ان کی طرف سے دفاع کریں۔

مغیرہ: اگر سارے لوگ ان کے دین میں داخل ہو جائیں تو بھی ہم ان کے دین کو قبول نہیں کریں گے۔  
مقوقس: سر کو جھٹکا دیتے ہوئے تم لہو و لعب میں مبتلا ہو اور تمہاری عقلیں غفلت کے پردوں میں ہیں۔  
اچھا یہ بتلائیے وہ اپنی قوم میں نسب کے لحاظ سے کیسے ہیں؟

مغیرہ: وہ سب سے بہتر اور اعلیٰ نسب کے مالک ہیں۔

مقوقس: ایسے ہی حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں اعلیٰ نسب کے مالک تھے اور ان کو نبی فضیلت اور برتری دے کر اپنی اپنی اقوام کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ ان کا گفتگو میں انداز و اسلوب کیا ہے؟ راستبازی سے کام لیتے ہیں یا کبھی دروغ گوئی سے بھی؟

مغیرہ: وہ کلام میں صادق ہیں اور راستباز اور اسی وجہ سے ان کو امین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

مقوقس: اپنے معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر سے کام لو اور ضد و عناد کو ایک طرف رکھ کر سوچو کہ جو شخص تمہارے ساتھ معاملات میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام نہیں لیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر کذب و افتراء کی جرأت کیسے کرے گا؟  
ان کی اتباع کرنے والے لوگ کیسے ہیں اور کون ہیں؟

مغیرہ: ان کے متبعین محض نوزیر اور نوجوان لوگ ہیں شیوخ اور عمر رسیدہ لوگوں نے ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: مجھے مسیح علیہ السلام کی قسم ان سے پہلے انبیاء کے متبعین بھی نوزیر اور نوجوان لوگ ہی تھے۔ تو یہ بتلائیے یہود و مشرب (مدینہ منورہ) نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ان کے حلقہ ارادت اور غلامی میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ اہل تورات ہیں (اور آنے والے پیغمبر کے اوصاف و کمالات اور امتیازی علامات سے باخبر ہیں۔

مغیرہ: انہوں نے مخالفت کی تھی لیکن اہل اسلام نے ان کے خلاف کاروائی کر کے بعض کو قتل کر دیا ہے۔ کچھ گرفتار

کر کے غلام بنالیے گئے ہیں اور دوسرے ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔

مقوقس، وہ حاسد لوگ ہیں انہوں نے محض حسد کی بنا پر مخالفت کی ہے۔ غور سے سنو وہ لوگ اس نبی کی حقانیت کو اسی طرح جانتے ہیں جیسے کہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت منیرہ فرماتے ہیں ہم اس کی مجلس سے اٹھے۔ درانحالیکہ ہم نے ایک ایسا کلام سن لیا تھا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مطیع اور فرمانبردار بنادیا تھا۔ ہم نے سوچا کہ سلاطین و عجم ان کی تصدیق کریں اور ان سے خوفزدہ ہوں حالانکہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ بہت دور کا ہے۔ اور ہم قریبی رشتہ دار ہیں اور قریب رہنے والے ہیں اور پھر بھی ان کے دین میں داخل نہیں ہو رہے حالانکہ وہ ہمارے گھروں میں آکر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور دعوت توحید و اخلاص دیتے ہیں۔

## دوسرا باب

### قیصر روم کے نام

مورخین کہتے ہیں کہ ایک دن قیصر روم صبح اٹھا تو سمجھتا تھا اس کے سپہ سالاروں اور قائدین عساکر نے اس سے کہا۔ یہ آج غم و اندوہ اور غبارِ خاطر کیسا ہے؟ اس نے کہا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ فتنہ کیے ہوئے لوگوں کا عالم اس علاقہ پر غالب آگیا ہے۔ انہوں نے کہا ہماری معلومات کے مطابق صرف یہودی فتنہ کرتے ہیں اور وہ تیرے ملک میں بطور رعایا ہیں اور زیر تسلط لہذا ان کو قتل کر دے۔

وہ اسی طرح رائے زنی کر رہے تھے کہ امیر بصری کا ایلچی ایک عربی شخص کو ہمراہ لیے ہوئے آ پہنچا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ سلامت یہ عربی شخص اپنے علاقہ میں عجیب امر کے حادثہ اور رونما ہونے کی خبر دیتا ہے۔

ہرقل قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کر دو اس کے علاقہ میں کونسا نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس نے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے بعض لوگ ان کے حلقہ اطاعت و ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور دوسرے مخالفت ہو گئے ہیں اور ان کے درمیان بہت زیادہ جنگ و جدال شروع ہو چکا ہے اور میں نے ان کو اسی حال پر چھوڑا تھا (اب پتا نہیں انجام کیا ہوا ہے)۔

ہرقل نے کہا اس کا لباس آمار کو تحقیق کر دو کہ یہ شخص فتنہ شدہ ہے یا نہیں؟ جب اس کو برہنہ کر کے دیکھا گیا تو وہ فتنہ شدہ تھا۔ ہرقل نے کہا جس مدعی نبوت کی اس شخص نے خبر دی ہے میرے خواب کی تفسیر وہی ہے۔ اسے اس کے کپڑے دے دو اور کوچاں جانا ہے چلا جائے۔



پھر اپنے کمانڈر اور سپہ سالار اعظم کو بلایا اور کہا کہ بلا دشام کی اچھی طرح چھان بین کر کے اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی فرد تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ان دنوں تجارت کے لیے علاقہ شام میں گیا ہوا تھا کہ اچانک قیصر روم کا سپہ سالار ہمارے پاس آہنچا اور کہنے لگا تم اس مدعی نبوت کی قوم سے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! تو اس نے ہمیں اپنے ساتھ لیا اور قیصر کے دربار میں حاضر کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیصر روم کی طرف خط لکھا اور اسے دعوت اسلام دی۔ وہ خط حضرت وجیہ کلبی کے ذریعہ قیصر کے پاس روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ میرا یہ خط عظیم بصری کے حوالے کرنا تاکہ وہ اسے قیصر روم تک پہنچائے۔

قیصر ان دنوں اہل فارس پر فتح حاصل کر لینے اور فارسی لشکروں کو اپنے علاقہ سے مار بھگانے کی خوشی میں حص سے بیت المقدس تک پیدل چل کر حاضر ہوا اور اب اسکے لیے قدم قدم پر قالین اور علیچے بچھائے جا رہے تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جب قیصر روم کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پہنچ گیا تو اسے پرہز کر کے لگا ایک شخص تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ جو ان کی قوم سے تعلق رکھتا ہو تاکہ میں اس سے اس رسول کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر دوں۔ ابوسفیان بن حرب نے بتایا کہ میں چند قرشی جوانوں کے ہمراہ شام میں بغرض تجارت گیا ہوا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور کفہ مکہ کے درمیان معاہدہ امن طے پا چکا تھا۔ قیصر کا ایلچی میرے پاس آیا جو مجھے اصر میرے ساتھیوں کو قیصر کے پاس لے گیا۔ اس نے دربار لگایا ہوا تھا۔ سر پر تاج سجایا ہوا تھا اور عظماء دروم اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے دربار میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے دریافت کیجئے۔ ان میں سے کونسا شخص نسب میں اس رسول کے بہت قریب ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں۔ میں نے کہا سب سے زیادہ قریبی تو میں ہوں۔ اس نے دریافت کیا تمہاری کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں اور اس جماعت میں میرے علاوہ بنی عبدمناف میں کوئی شخص تھا ہی نہیں!

قیصر نے مجھے کہا ذرا میرے قریب آؤ اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص سے رسول عربی کے متعلق چند سوالات کر دوں گا اگر یہ جھوٹا ہو تو اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنا اور اس کی کذیب کرنا۔

ابوسفیان نے کہا بخدا اگر اس دن یہ شرم و حیا نہ ہوتی کہ میرے ساتھی مجھ سے جھوٹ نقل کریں اور مجھے جھوٹا کہیں تو میں ضرور جھوٹ بولتا جبکہ وہ مجھ سے سوالات کر رہا تھا لیکن اس شرم کی وجہ سے کہ میں جھوٹا کہلاؤں گا قیصر کو صحیح صحیح جواب دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق راست گوئی سے کام لیا۔



ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کیجئے اس رسول کا تمہارے درمیان نسب کیسا ہے؟  
ابوسفیان: وہ ہمارے اندر بہت اعلیٰ نسب والے سمجھے جاتے ہیں۔

ہرقل: کیا ان سے پہلے قریب زمانہ میں کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں کسی نے دعویٰ نبوت و رسالت نہیں کیا؟

ہرقل: کیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو کذب اور غلط بیانی سے متہم کرتے تھے؟

ابوسفیان: ہمیں ہم نے کبھی غلطی سے بھی ان کی طرف کذب اور دروغ گوئی کی نسبت نہیں کی۔

ہرقل: کیا ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا امرار و رؤسار نے ان کی اتباع کی ہے یا غریبار و فقراد نے۔

ابوسفیان: صرف غریبار و مساکین ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

ہرقل: کیا ان کے متبعین بڑھتے ہی جا رہے ہیں یا ان میں کمی ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: کم نہیں ہو رہے بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں۔

ہرقل: کیا ان میں سے کوئی ان کے دین و مذہب سے نفرت اور ناپسندیدگی کی وجہ سے مخرب بھی ہوا ہے اور دین قبول کر کے مرتد بھی ہوا ہے (العیاذ باللہ)؟

ابوسفیان: نہیں دین سے بیزار ہو کر کوئی شخص بھی ان سے الگ نہیں ہوا۔

ہرقل: کیا وہ غدر اور عہد شکنی سے کام لیتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں ماضی میں تو ایسا نہیں ہوا۔ البتہ اب ہمارے اندان کے درمیان معاہدہ امن طے پایا ہے دیکھیں اس میں

کیا کرتے ہیں ہمیں خطرہ تو ہے کہ عہد شکنی کریں گے اور وفا و عہد نہیں کریں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے لیے بیان

نقص اور عیب کے لیے سوائے اس کلمہ کے اور کوئی کلمہ ممکن نہ ہو سکا صرف یہی جملہ استعمال کیا جس میں تردد اور اندیشہ

فرد کا اظہار تھا کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ میرا جھوٹ سارے جہان میں مشہور ہو جائے گا۔

ہرقل: کیا تم نے ان کے ساتھ حرب و قتال اور جنگ و جدال کیا؟

ابوسفیان: ہاں سلسلہ حرب و قتال جاری رہا ہے۔

ہرقل: تمہاری باہمی جنگوں کا انجام کیا ہوتا رہا؟

ابوسفیان: ہماری لڑائیاں کنوئیں کے ڈول کی مانند تھیں کبھی میدان کارزار ان کے ہاتھ میں رہتا اور کبھی ہمارے ہاتھ

ہرقل: وہ تمہیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟

الہوسفیان! ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرنے سے منع کرتے ہیں اور ہمیں  
آباؤ اجداد کے بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔ نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور صدق و عفاف اور صلہ رحمی کا درس  
دیتے ہیں۔ دُعا و عہد اور ادائیگی امانت کی تلقین فرماتے ہیں۔

ان سوالات کا میری زبانی جواب سننے کے بعد ہر قلم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اسے میرے ان سوالات کا پس  
منظر اور ان کی حکمت و مصلحت بیان کر دو۔

میں نے تجھ سے ان کے نسب کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ وہ ہمارے اندر اعلیٰ نسب کے مالک  
ہیں اور اس کا منصب و مقام یہی ہے کہ وہ اپنی قوم میں اعلیٰ و ارفع نسب والے ہوتے ہیں (تاکہ عالی نسب لوگ ان کی اطاعت  
سے نفرت و نخوت کا اظہار نہ کر سکیں)۔

میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ نہیں تو اگر کسی نے  
پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ محض اس دعویٰ کی تقلید اور پیروی میں دعویٰ رسالت و نبوت کر رہے ہیں۔  
میں نے استفسار کیا تھا کہ آیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو دروغ گوئی سے متعم کرتے تھے جس کے جواب میں تو نے کہا ہے  
کہ نہیں تو مجھے اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ ان کے شایان شان یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے ساتھ دروغ گوئی روا نہ رکھیں اور  
اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور جھوٹ بولیں (بلکہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں)۔

میں نے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ تھا جس کے متعلق تمہارا جواب نفی میں تھا تو اگر ان کے  
آباد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں خیال کر سکتا تھا کہ دعویٰ نبوت کی آڑ لے کر یہ شخص اپنا آبائی ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
میں نے تجھ سے یہ دریافت کیا کہ ان کی اتباع امر اور و سارنے کی ہے یا غر ب و مساکنین نے تو تو نے جواب میں کہا  
کہ بالعموم مساکنین و فقرائے ان کی اتباع کی ہے اور یہی لوگ رسل و انبیاء کی اتباع کرنے والے ہیں؛  
میں نے تجھ سے استفسار کیا کہ ان کے متبعین بڑھتے چلے جا رہے ہیں یا ان میں کمی واقع ہو رہی ہے تو اس کا جواب  
تو نے یہ دیا کہ وہ بڑھتے جا رہے ہیں! اور یہی حال ایمان و یقین کا ہے کہ وہ روز بروز ترقی کرتا رہتا ہے تاکہ تمام و مکمل  
ہو جاتا ہے۔

میں نے تجھ سے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے تبیین میں سے کوئی ان کے مذہب سے بیزار اور ناراض ہو کر ان سے خارج  
ہو رہا ہے یا نہیں؟ جس کے متعلق تو نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا اور یہی حالت ایمان کی ہے جب اس کی بشارت و ولادت  
دلوں کے اندر پوری طرح سرایت کر جاتی ہے اور ہر گز دریشہ میں سما جاتی ہے۔  
میں نے یہ معلوم کیا کہ آیا وہ عہد شکنی سے کام لیتے ہیں جس کا جواب تو نے نفی میں دیا اور یہی شان رسل کرام کا ہے کہ

میں نے تمہارے باہمی قتال و جدال کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب تو نے اثبات میں دیا اور یہ انکشاف کیا کہ باہمی جنگ میں کبھی غلبہ ان کو حاصل ہوتا ہے اور کبھی تمہیں یہی حالت رسل کرام کی ہوتی ہے اول اقل آزمائش و ابستلار میں ڈالے جاتے ہیں اور انجام کار کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

میں نے یہ پوچھا تھا کہ وہ کس چیز کا امر فرماتے ہیں جس کے متعلق تو نے انکشاف کیا کہ ہمیں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے منع کرتے ہیں اور اذنان و اذانم کی پرستش سے روکتے ہیں صدق و صفا کا امر فرماتے ہیں اور وفاء و عہد اور ادائیگی امانت کا ارشاد فرماتے ہیں اور یہی نبی کی صفت و علامت ہے۔

مجھے یہ توفیق تھی کہ ان صفات کے مالک پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہونے والے ہیں لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تمہارے اندر ظہور فرما ہوں گے اور بنی اسماعیل سے تعلق رکھنے والے ہوں گے جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اگر وہ درست ہے تو غریب وہ اس علاقہ کے مالک و مختار اور فرمانروا بن جائیں گے جہاں میں اس وقت موجود ہوں بخدا اگر مجھے یقین ہوتا کہ اہل کتاب سے بچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں (اور وہ مجھے ہلاک نہیں کریں گے) تو میں ان کی ملاقات اور بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے مقدور بھر سکتا اور اگر ان کے قدموں میں حاضری نصیب ہوتی تو ان کے قدم دھو کر حق غلامی ادا کرتا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر برقل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی منگوایا اور اسے پڑھنے کا حکم دیا جب پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں یہ مضمون تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللاہر قل عظیم الروم

من محمد عبد اللہ و رسولہ

سلام علی من اتبع الهدی۔ اہا بعدانی ادعوت بدعا یتہ الاسلام اسلم تسلم یتدک اللہ اجرک مرتین، فان تولیت فلیک اثم الاریسپین و "یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواد بیننا و بینکم وان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کی طرف سلامتی ہے ان پر جنہوں نے دامن رشد و ہدایت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ بعدہ! میں تجھے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اسلام لے آؤں گی جا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا اگر اسلام سے روگردانی کرے گا تو اپنے کفر کے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے متبعین کے کفر و شرک کا بوجھ بھی تجھ پر ہوگا اور اے اہل کتاب آئیے ایسے کلمہ توحید و اخلاص کی طرف جو



ہمارے اور تمہارے درمیان ایک جیسا واجب القبول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایک دوسرے کو رب اور مالک و کار ساز حقیقی نہ قرار دیں۔ اگر وہ اعراض و روگردانی سے کام لیں اور حق کی طرف مائل نہ ہوں تو اسے اہل اسلام ان سے کیے (خود ایمان نہیں لاتے تو نہ لائے) ہمارے متعلق تو صاف صاف گواہی دے دو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں اور اس کے حضور تسلیم خم کرنے والے۔

ابوسفیان نے کہا جب ہر قتل نے اپنی گفت گو ختم کی تو ارد گرد موجود عظماء و روم کی آوازیں بلند ہوئیں اور بہت ہی شور و شغب برپا ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں انہوں نے کیا کہا۔ ہمیں دربار سے باہر نکال دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ہمیں باہر نکال دیا گیا جب میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکلا تو میں نے کہا ابن ابی کبشہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان بلند ہو گئی اور ان کا مقام بالاتر ہو گیا ہے۔ رومیوں کا سرواڑ بھی (تمام تر جاہ و جلال و عجب و دبیر اور شان و شکوہ کے باوجود) ان سے خوفزدہ ہے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہو گا؟

بجدا میں اس دن سے سراپا ضعف و ناتوانی بن گیا (اور سارے خضر نامہ زاد علیہ وکامیابی کے ادھام باطل ہو گئے) اور یہ یقین رکھنے لگا کہ ان کا امر غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرما دیا۔ حالانکہ پہلے قلبی رغبت اور طلب صادق موجود تھیں مگر عداوت و دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بعض اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا اور مجھے اس سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔

امام زہری سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ مجھے نصاریٰ کے علماء میں سے ایک عالم نے بیان کیا کہ ہر قتل کے پاس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ آیا تو اس نے خط مبارک کو مان اور تہنگاہ کے درمیان چھپا کر رکھ دیا۔ پھر رومیہ کے آدمی کی طرف خط لکھا۔ وہ شخص عبرانی خط کو جانتا تھا اور کتب سابقہ سے ہر قتل کو خبر دیا کرتا تھا۔ صاحب رومیہ نے اس کو جواب میں لکھا کہ واقعی وہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا الٹی اتباع کرو اور دل و جان سے ان کی تصدیق کرو۔

ہر قتل نے عساکر روم کے قائدین کو محل میں طلب کیا وہ سبھی آپکے تو اس کے دروازے بند کر دیے گئے۔ پھر وہ غرغراہ بالا خانہ سے ان پر ظاہر ہوا (اور وہ ان سے خوفزدہ تھا) انہیں کہا اے رومی لشکر کے قائدین میرے پاس اس ہستی کا خط آیا ہے جو محمد بن عبد اللہ کے عہد میں آئی تھی۔ اور وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ آخر الزمان میں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور

دی لشکر کے قائدین میں نے جو کچھ کہا یہ محض تمہارا امتحان تھا اور دین کے معاملہ میں تمہاری ثابت قدمی اور تصلب معلوم کرنے کے لیے کہا ہے اور میں تمہاری صلاحیت اور حیثیت دینی دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ تو وہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور حسبِ عادت تعظیم و تکریم ادا کر کے چل دیے۔

حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خط مبارک دے کر قیصر روم کی طرف بھیجا اور وہ دمشق میں موجود تھا میں نے اسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا تو اس نے مہر والی جگہ کو بوسہ دیا اور جس بچھوٹے اور غالیچے پر بیٹھا تھا اسی کے کنارے کے نیچے رکھ دیا۔ پھر آواز دی اور سپہ سالار، کمانڈر اور زعماء قوم حاضر ہو گئے۔ اس کے لیے تیکے جوڑ کر اپنی جگہ بنائی گئی چنانچہ اس پر کھڑے ہو کر اس نے خطاب شروع کیا اور چونکہ روم و فارس میں منبروں کا رواج نہیں تھا لہذا بوقت خطاب یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

خطبہ میں اس نے کہا کہ یہ اس نبی آخر الزمان کا خط مبارک ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بشارت دی تھی جو کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں تو وہ گدھوں کی طرح بیٹھنے لگے۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ خاموشی سے کام لو اور آرام و سکون سے سنو جب وہ چپ ہو گئے تو ان سے کہا میں نے صرف تمہاری آزمائش کے لیے یہ کہا ہے تاکہ دیکھوں کہ تم نصرانیت کی مدد کرنے اور اس کے غلبہ و برتری کے لیے کہاں تک جدوجہد اور سعی و اجتہاد سے کام لو گے۔ حضرت وحید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن خفیہ طور پر ہر قتل نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا اور ایک بہت بڑے مکان میں مجھے لے گیا۔ جس میں تین سوتیرہ تصاویر تھیں جو کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر تھیں۔ اس نے مجھے کہا دیکھو تمہارے نبی کی صورت ان میں سے کونسی ہے؟ میں نے نبی کریم علیہ السلام کی صورت مبارک کو دیکھا تو کیا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے قیصر سے کہا یہ ہے وہ مبارک صورت اس نے کہا تو نے درست کہا ہے پھر دریافت کیا کہ ان کے دایلیں پہلو پر کس کی تصویر و تمثال ہے؟ میں نے کہا آپ کی قوم میں سے ایک عظیم المرتبت فرد ہیں جنکو ابو بکر کہا جاتا ہے۔ تو یہ انکے بائیں کون ہے؟ اس نے دریافت کیا، میں نے کہا یہ بھی ان کی قوم کے عظیم الشان فرد ہیں انہیں عمر بن الخطاب کہا جاتا ہے ہر قتل کہنے لگا ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ نبی الانبیاء خاتم المرسلین علیہ السلام کے ان دو ساتھیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا۔

جب میں واپس مدینہ منورہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور ہر قتل کی اپنی کتب سے بیان کردہ خبر و روایت بیان کی تو حبیب کریم علیہ السلام نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا ہے اللہ تعالیٰ میرے ان دو یارانِ جان نثار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بدولت اس دین کو تمام و مکمل فرمائے گا اور ان کی بدولت سلسلہ فتوحات و وسعت پذیر ہوگا (حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں داخلی خلفشار اور فتنہ ارتداد و مانعین زکوٰۃ وغیرہ کے مضطرب مفاہیم کو مداحہ رفتوحاتِ فاروقہ کا عظیم الشان تقہ قلم ہوا)۔

محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے روایت کیا کہ ہرقل نے حضرت وحید رضی اللہ عنہ سے کہا بخدا میں جانتا ہوں کہ تمہارے نبی فی الواقع نبی مرسل ہیں اور ان کی حقانیت و صداقت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور یہی وہ نبی ہیں ہم جن کے انتظار میں آنکھیں فرس راہ کیے ہوئے تھے لیکن ایمان لانے کی صورت میں مجھے رومیوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اتباع کرتا۔

محمد بن اسحاق نے خالد بن سنان سے نقل کیا ہے کہ روم کے پرانے لوگوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ جب ہرقل نے شام سے قسطنطنیہ کی طرف عزم سفر کیا تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی اطلاع پہنچی۔ اس نے علماء روم کو جمع کیا اور کہا میں تم پر ایک امر پیش کرتا ہوں۔ اس میں اچھی طرح غور و فکر کرو۔ انہوں نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا بخدا تم جانتے ہو کہ یہ شخص نبی مرسل ہے۔ انہی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں مرقوم و مسطور پاتے ہیں اور انکے صفات کمال اور علامات امتیاز و اختصاص کو جانتے ہیں تو آئیے ان کی اتباع کریں۔

انہوں نے کہا (تو آنا عظیم المرتبت بادشاہ ہو کر) عربوں کا ماتحت ہو جائے گا۔ اس نے کہا ہم ہر سال ان کو ٹیکس دیتے رہیں گے اور ان کے غلبہ و تسلط کو کم کر دیں گے اور ان کے ساتھ بروز آذما فی اور حرب و قتال سے بھی محفوظ رہیں گے انہوں نے کہا ہم عربوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر کریں بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس نے کہا میں انہیں سورہ کا علاقہ دے دوں گا جس پر اہل اسلام کی حکومت قائم ہونے کا کتب سابقہ میں تفصیلی بیان

موجود تھا، یعنی فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور در ب سے ورے جتنا علاقہ ہے۔

انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔ ہرقل نے کہا عور سے سنو۔ بخدا تم سمجھتے ہو کہ جب تم اپنے شہر میں محصور ہو کر رہ جاؤ گے تو تمہیں فتنہ دی اور کامیابی حاصل ہو جائے گی (بخوشی منظور علاقہ نہیں دو گے تو اہل اسلام اپنی خدا داد قوت سے تمہارا سارا علاقہ لے لیں گے کیا وہ دن تمہارے لیے عزت کا دن ہوگا)

پھر اپنے چہر پر سوار ہو کر چل پڑا۔ جب مقام در ب پر پہنچا تو شام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے ارض سورہ تم پر سلام ہو سلام و داع پھر اپنے چہر کو ایڑ لگائی اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ہرقل کی طرف قاصد

بھیجے اور اسلام کی طرف دعوت دی۔

موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے کہ ہشام بن العاص، نفیع بن عبد اللہ اور ایک میسر شخص جس کا نام انہوں نے بیان کیا

ف۔ این سعادت بزور بازو نیست۔ مانہ بخدا بخشنده۔ اگر صیب کریم کے فرمان تسلیم پر اعتقاد رکھتے ہوتے مشرف باسلام ہو جاتا تو یقیناً اس کا بال بھی بیکانہ ہوتا۔ اور غالباً داناٹے اسرار و مؤذ علیہ السلام نے اس فرمان میں اسی قدر کوتاہی فرما دیا تھا اور اسلام لانے کی صورت میں سلامتی کی ضمانت دیدی تھی۔



(لیکن راوی بھول گیا) قیصر روم کی طرف زمانہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھیجے گئے۔  
 موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں ہم جب بن ایہم کے پاس غوطہ (دمشق میں) پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ اس نے سیاہ کپڑے پہن رکھے ہیں اور اس کے پاس جتنی چیزیں ہیں وہ سبھی سیاہ ہیں۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا میں نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام سے نکال باہر نہیں کر دیا گیا یہ مانتی لباس نہیں اتاروں گا۔  
 ہم نے کہا علم و حوصلہ سے کام لے اور اپنے اہل مجلس کو ذرا سنبھال رکھو اور ہمارے ساتھ قرض سے روک رکھو۔ ہم تجھے صاف صاف بتا دیتے ہیں۔ کہ تم شام کا سارا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر رہیں گے۔ انشاء اللہ ہمیں خبر صادق بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

اس نے دریافت کیا کہ تم ہی گندم گول اور کالے لوگ ہو۔ ہم نے کہا ہمیں وہ لوگ ہیں۔ (رومی چونکہ سخت مفید رنگ ہیں لہذا عربوں کو کالے اور سیاہ فام سمجھتے ہیں) اس نے کہا تمہیں تم شام کے فاتحین نہیں ہو۔ ہم نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں؟ جب بن ایہم نے کہا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھیں گے اور راتیں قیام میں بسر کریں گے۔ ہم نے کہا بخدا وہ لوگ ہم ہی ہیں۔ جب بن ایہم نے دریافت کیا تمہاری نماز کیسی ہے؟ ہم نے کیفیت صلوٰۃ اس کو بتائی تو اس کا رنگ اڑ گیا اور بدن پر سیاہی طاری ہو گئی حتیٰ کہ اس کا چہرہ یوں معلوم ہونے لگا جیسے ہنڈیا کا پھل چھڑا ہوا۔

جب بن ایہم نے ہمیں کہا اٹھو اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم بادشاہ کی طرف جانے لگے تو اس کا ایلی ہی میں شہر کے دروازے پر ملا اور کہنے لگا اگر چاہو تو تمہارے لیے خچر مہیا کر دیتے ہیں اور اگر گھوڑے پسند کرو تو ترکہ کی گھوڑے پیش کر دیے جائیں گے۔ ہم نے کہا بخدا ہمیں نہ خچروں کی ضرورت ہے اور نہ گھوڑوں کی بلکہ ہم جس حالت میں ہیں اسی طرح بادشاہ کے پاس جائیں گے۔ اس نے دایبسی اطلاع بھیجی کہ وہ کسی شے کو بھی قبول نہیں کرتے تو اس نے پیغام بھیجا کہ انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ ہم اونٹینوں پر سوار ہو کر دستاریں سر پر باندھتے تو دربار میں حائل کیے ہوئے دربار شاہی کے قریب پہنچے جب دروازے پر پہنچے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالا خانہ پر موجود ہے اس نے ہماری طرف دیکھا اور ہم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہا۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ اس کا بالا خانہ یوں لرز رہا ہے جیسے کہ گھوڑے کا خوشہ ہوا کے پتھڑوں سے۔

بادشاہ نے ہماری طرف آدمی بھیج کر کہا کہ تمہیں یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنا دین میرے ہاں اس طرح ظاہر کرو اور ہمیں اندر داخل ہونے کا اذن دیا۔ جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھت پر کھڑے ہیں اور سرخ لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کے ارد گرد جتنی اشیاء ہیں وہ سبھی سرخ ہیں اور روم کے سپہ سالار اور قائدین عساکر اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے قاصد اور ایلی کی معرفت ہمارے ساتھ کلام کرنا چاہا۔ ہم نے کہا۔ بخدا ہم اس کے ساتھ

کلام نہیں کریں گے میں تو بادشاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر بادشاہ خود ہمارے ساتھ بات چیت کرتا ہے تو ٹھیک (درجہ ہم واپس چلے جائیں گے) چنانچہ اس نے ہمیں براہ راست گفتگو کی اجازت دے دی۔

جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ہنسنا اور وہ بذاتِ خود بہت ہی فصیح اللسان تھا اور عربی خوب سمجھتا تھا اور بول سکتا تھا۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ تو بعد ازاں امانت کی چھت لہرنے لگ گئی اور قیصر نے اور اس کے مصاحبین نے سر اٹھائے قیصر نے کہا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا کلام کونسا ہے؟ ہم نے کہا یہی کلمہ اس نے دریافت کیا یہی کلمہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا ہے ہم نے کہا ہاں۔

اس نے کہا یہ کلمہ جب تم اپنے اعداء اور مخالفین کے سامنے اپنے علاقوں میں کہتے ہو تو ان کے مکانوں کی چھتیں لہرنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا نہیں بخدا یہ صورتحال تو ہم نے صرف پہلی دفعہ دیکھی ہے اور تو ہی اس کیفیت کے ساتھ متنازع و منقص کیا گیا ہے۔ ہر قل نے کہا کتنا سچا کلمہ ہے یہ، تو یہ بتائیے جب تم شہروں کو فتح کرتے ہو تو کیا کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ ہر قل! تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو اور اس کے ساتھ کسی شے کے شریک ہونے کی نفی کرتے ہو اور اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہاں ہاں ہم اس کے توحید و تفرّد کا اور ہر شے سے بالاتر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہر قل! تمہیں مجھے ایسا تحیہ اور سلام دینے میں کیا مانع ہے جیسا تحیہ و سلام اپنے نبی کو پیش کرتے ہو۔ موسیٰ بن عقبہ! ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا ہدیہ و تحیہ تو تیرے لیے درست نہیں ہے اور جو انداز تحیہ و تسلیم کا تمہارے ہاں ہے وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے تاکہ اس انداز میں تحیہ ادا کریں اور حق تعظیم بجا لائیں۔

ہر قل! تمہارا باہم تحیہ و سلام کیا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! اہل جنت والا سلام۔

ہر قل! کیا وہی سلام و تحیہ اپنے نبی کی بارگاہ میں بھی پیش کرتے ہو؟

موسیٰ بن عقبہ! ہاں وہی ہدیہ و سلام ان کی بارگاہ اقدس میں بھی پیش کرتے ہیں۔ ہر قل! تمہارا وارث کون بنتا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! جو متوفی کا نسب میں زیادہ قریبی ہو۔

ہر قل! اور تمہارے بادشاہوں میں بھی طریقِ وراثت یہی ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! ہاں بالکل یہی۔ احکامِ شرع میں شاہ و گدا سبھی برابر ہیں۔

ہر قل نے ہمارے لیے خوب خاطر تواضع اور باعزت دعائی مہیا کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا تین دن



ہم وہاں ٹھہرتے تیسرے دن رات کے وقت ہمیں بلوایا ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ تنہا بیٹھا تھا۔ اس نے ہم سے دوبارہ کلام کرنے کو کہا ہم نے دوبارہ سارے گفتگو دہرا دی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہری صندوق تھا جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اس نے ایک سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید رنگ میں ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ ہم نے دیکھا تو وہ ایک دروازہ شخص کی تصویر ہے جس پر بہت زیادہ بال ہیں۔ اس نے دریافت کیا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا نہیں تو اس نے کہا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ وہ تصویر اپنی جگہ پر رکھ کر اس نے دوسرے دروازہ کھولا اور وہاں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا۔ جس پر سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کی تصویر ہے جس کا سر عظیم ہے اور بال بڑے گھنگریالے جیسے کہ قطبوں کے۔ کمر سے نیچلا حصہ بہت بھاری ہے اور آنکھیں سرخ دھاری دار۔ اس نے دریافت کیا کیا انہیں جانتے ہو۔ ہمارے لاعلمی ظاہر کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے اسے اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد ایک اور دروازہ کھولا جس سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا اس پر سفید رنگ تصویر بنی ہوئی تھی اس نے ہم سے اس کے متعلق دریافت کیا ہم نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔ اس نے کہا بخدا یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا تمہیں تمہارے دین و ایمان کا واسطہ ہی سچ بتلائیے یہی تمہارے نبی ہیں؟ ہم نے کہا ہمیں ہمارے دین و ایمان کی قسم ہمارے نبی یہی ہیں گویا کہ ہم ان کو حالت حیات میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا اور حضرت نوح علیہ السلام والی تصویر اور اس کے درمیان بہت زیادہ تضاد پر نہیں لیکن میں نے جلد از جلد تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی تصویر تمہارے سامنے رکھ دی۔ اسے واپس اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد اس نے دوسری تضاد پر دکھائیں۔ ایک دروازہ کھولا جس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا۔ اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کے دو ہونٹ ذرا کھڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں گہری تھیں۔ دانت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے اور درمیان میں ذرا بھی خلا نہیں تھا۔ داڑھی گھنی تھی اور تیوری چڑھائے ہوئے تھے۔ ہم سے دریافت کیا انہیں جانتے ہو۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک دوسرے شخص کی تصویر تھی جو ان کے مشابہ تھا البتہ سر کی گولائی اور آنکھوں کی ساخت میں ان سے مختلف تھا۔ ہرقل نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا یہ ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔

اس تصویر کو اپنی جگہ رکھ کر دوسرے دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں سرخ یا سفید تصویر تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درمیانہ قد آدمی ہے۔ ضعف بدن اور دبیلے پن کی وجہ سے بوڑھی عورت کی مانند معلوم ہوتا ہے اس نے دریافت کیا اسے جانتے ہو ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اسے اپنے مقام پر رکھنے کے بعد دوسرے دروازہ کھولا اور اس سے ایک ریشمی ٹکڑا احباب سابق نکالا جس میں سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے۔ جس کی دونوں پھلی ٹانگیں بہت لمبی ہیں اور پیٹھ چھوٹی ہے گویا کہ وہ سارے کا سارا پر وبال ہے اور ہونے اس کو اپنے گھیرے میں لپا ہوا ہے۔ ہم سے پوچھنے لگا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ہم نے نفی میں جواب دیا تو اس نے خود ہی بتلایا کہ



یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے۔ بعد ازاں ایک دوسرا دروازہ کھولا۔ اس سے بھی حسب سابق تصویر نکالی غور سے دیکھا تو معلوم ہوا ایک نوجوان شخص ہے جس کی رنگت میں زردی نمایاں ہے جس کی کٹاؤں سے اور دائرہ انتہائی خوبصورت۔ دریافت کیا کہ ان کو جانتے ہو ہم نے لا علمی ظاہر کی تو کہنے لگا یہ عیسیٰ بن مریم کی تصویر ہے۔ اسے اپنی جگہ پر رکھا اور اس صندوق کے اٹھالینے کا حکم دیا۔ ہم نے اس سے کہا یہ صورت جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اسے تو ہم نے پہچان لیا۔ کیونکہ ہم نے آپ کی زیارت کی ہوئی تھی تو جو صورتیں ہم نے پہلے نہیں دیکھیں ان کے متعلق کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی یہ ان پیغمبران کرام کی صورتیں ہیں۔

اس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التباؤ کی تھی کہ انہیں اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے ہر نبی کی صورت دکھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے ریشمی ٹکڑوں پر ان کی صورتیں رقم فرما کر حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے فرمادیں۔ رد القرآن میں نے آدم علیہ السلام کے حزانہ میں انہیں غروب شمس کے مقام پر پایا پھر دانیال علیہ السلام نے ان صورتوں کے نقوش کو اجاگر کیا لہذا یہ بعینہ وہی تصاویر ہیں اور ان میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر میرا دل ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو جاتا (تو میں ضرور نکلتا اور اس نبی آخر الزمان کی اُمت میں داخل ہوتا) اور اس امر کی قطعاً پروا نہ کرتا کہ مجھے تم میں سے کسی مضبوط اور زور آور شخص کا غلام ہی کیوں نہ بننا پڑتا لیکن میں اس سے ناامید نہیں ہوں کہ ایک دن ضرور میرا دل اس پر بخوشی آمادہ ہو جائے گا۔

پھر ہمیں بہت سی اچھا انعام و عطیہ دیا اور رخصت کر دیا۔

ہشام بن عاص سے مروی ہے کہ مجھے اور ایک دوسرے قزوینی کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہرقل پادشاہ روم کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں۔ ہم مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جبلیہ بن ایہم کے پاس پہنچے۔ اس نے وہی تفصیل بیان کی جو پچھلی روایت میں بیان کی گئی ہے البتہ اس میں حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل اور حضرت یوسف علیہم السلام کی تصاویر اور ان کی صفات کا بیان بھی ہے جب ہم واپس حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہرقل کے متعلق بتلایا تو وہ رو پرے اور فرمانے لگے: وہ مسکین دنیا کے نقشے میں اپنی عاقبت تباہ کر رہا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اور بہتری کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور دولت اسلام و ایمان سے مالا مال ہو جاتا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نصاریٰ اور یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت اور مکمل حلیہ جانتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان تفصیلات کو سر قوم و مسطور پاتے ہیں۔

”يُحَدِّثُهُمْ بِمَا عُنَاهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ“

## تیسرا باب

### قاصد اور خط مبارک بطرف کسریٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن خذافہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر کسریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے وہ خط مبارک الٰہی بحرین کے حوالے کیا اور اس نے کسریٰ کو دیا۔ جب کسریٰ نے اس خط کو پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ مسیب نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دعا کی کہ اکاسرہ کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے اور یہ خاندان تباہ و برباد ہو جائے۔ محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن خذافہ بن قیس کو شاہ فارس کسریٰ بن ہرمز کی طرف بھیجا اور اس کی طرف یہ خط ارسال فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٰہی کسریٰ عظیم فارس

من محمد رسول اللہ

سلام علی من اتبع الهدی! و آمن باللہ و رسولہ، اذ عوٰث بدعاۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس كافة لا نذر من کان حیاً و یحی البقول علی الکافرین، فاسئلم تسلم فان ابیت فان اثم المجوس علیک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کسریٰ الٰہی فارس کی طرف

محمد رسول اللہ کی طرف سے

سلامتی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور سبھی لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ ان لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤں جن کے دل ابھی صلاحیت ایمان و اسلام کو برقرار رکھتے ہوئے زندہ ہیں اور ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ عذاب منتہی ہو جائے جن کے دل عناد اور حسد کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔ اسلام لے آ۔ اور دنیا و آخرت کی سلامتی سے بہرہ ور ہو جاؤ اور اگر تو اسلام نہیں لائے گا تو اپنے کفر کا گناہ اور بوجھ بھی تجھ پر ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ مجوس کے کفر و شرک کا گناہ اور بار بھی تیری گردن پر ہوگا۔

جب کسریٰ نے آپ کا یہ خط مبارک پڑھا تو اس کو پھاڑ دیا۔ پھر یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا کہ اپنی طرف سے دو مضبوط اور ہوشیار آدمی بھیج تاکہ وہ حجاز کے اس دعویٰ پر نبوت و رسالت کو گرفتار کر کے میرے پاس لائیں۔

بازان نے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے منتر عام بابویہ کو بارگاہِ نبوی میں بھیجا وہ عقلمند بھی تھا اور فنِ کتابت سے بھی شناسا اور اس کے ساتھ ایک فارسی شخص کو بھی روانہ کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں رسول خدا علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ اُن کے ساتھ کسریٰ کے پاس تشریف لے جائیں اور بابویہ سے کہا۔ ان کی حالت و کیفیت کا بغور جائزہ لینا اور اُن سے گفتگو کر کے مجھے اُن کے متعلق حقیقت حال سے آگاہ کرنا۔

بابویہ اور اس کا ساتھی چلتے چلتے طائف پہنچے۔ آپ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مدینہ شریف میں ہیں۔ ابراہیل طائف خوش ہو گئے کہ اب کسریٰ کے ساتھ ان کی ٹھکانگی ہے، اب ہم اُن کے حملہ و غزو سے بے خطر ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں وہاں سے نکلے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بابویہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتِ حیثیت کی اور کئے لگا کہ شاہِ شاہان ملک الملوک کسریٰ نے شاہِ مین بازان کی طرف خط لکھا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو اس کے دربار میں پہنچائے اور بازان نے اس کے امثال حکم کے طور پر مجھے بھیجا ہے تاکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔

اگر آپ چلیں تو میں آپ کے متعلق ملک الملوک کو خط لکھ دوں گا جو آپ کے لیے مفید اور کارآمد ہوگا اور اس کی بدولت وہ تمہیں کسی قسم کے تشدد وغیرہ کا نشانہ نہیں بنائے گا اور اگر اس کے پاس جانے سے انکار کرو گے تو آپ جانتے ہی ہیں۔ وہ کون ہے۔ وہ آپ کو اور آپ کی قوم کو مصاف نہیں کرے گا بلکہ ہلاک کر کے رکھ دے گا اور شہروں کو روند ڈالے گا۔

یہ دونوں شخص جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے تو انہوں نے دایہ و بائیں منظر رکھی تھیں۔ اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں آپ نے ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا تمہارے لیے افسوس ہے تمہیں اس کا حکم کس نے دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے رب یعنی کسریٰ نے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرے رب تبارک و تعالیٰ نے تو مجھے دایہ و بائیں منظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع اور وحی آگئی کہ ہم نے کسریٰ پر اس کے بیٹے خیرویہ کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے فلالِ مدینہ کی فلالِ رات میں فلالِ وقت پر اس کو قتل کر دیا ہے جب صبح کے وقت وہ دونوں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا میرے رب تبارک و تعالیٰ نے تمہارے آقا کو فلالِ مدینہ کی فلالِ رات میں اس وقت پر قتل کر دیا ہے۔ اس کے بیٹے خیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا اور اس نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے انہوں نے کہا خیال کیجئے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے تو آپ کی انتہائی ستمی بات برداشت نہیں کی ہے اور آپ اتنا بڑا دعویٰ یہاں دہر دہاز علاقہ میں میٹھ کر رہے ہیں۔ کیا ہم آپ کی یہ خبر اور اطلاع لکھ کر اپنے بادشاہ کو بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی لکھ دو۔ اور ساتھ یہ بھی اُسے کہنا کہ اگر تو حملہ اہل اسلام میں داخل ہو جائے تو جو ملک تیرے زیرِ تصرف ہے وہ تیرے ہی قبضہ میں رہے گا اور تجھے تیرے ہوطن اور ابنائے قوم کا بادشاہ بنا دوں گا اور یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میرا ملک ملک کسریٰ تک پہنچ جائے گا اور



جہانک اور گھوڑے جا سکتے ہیں وہاں تک وسعت پذیر ہو جائے گا۔

بعد ازاں آپ نے بالویہ کے رفیق کار اور رفیق سفر کو ایک کمر بند عطا فرمایا جس میں سونے اور چاندی کی تاروں سے کڑھائی کا کام کیا ہوا تھا اور بعض لوگ کی طرف سے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا۔

وہ دونوں آپ سے رخصت ہو کر باذان کے پاس پہنچے۔ اسے آپ کا جواب اور کسریٰ کی ہلاکت کے متعلق غیبی خبر بیان کی۔ اس نے کہا ان کا کلام بادشاہوں کی مانند نہیں ہے بلکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ واقعی نبی مرسل ہیں جیسے کہ ان کا دعویٰ ہے اور ہم ان کی خبر کے متعلق دیکھ لیتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر درست نکلتی ہے تو پھر وہ سچے رسول ہیں (ان کے ساتھ تعرض اور چھیڑ چھاڑ کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور اگر سچی نہیں نکلتی تو پھر سوچیں گے کہ کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ ذرا دیر ہی گزری تھی کہ باذان پر شیرویہ کا فرمان پیش کر دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

سلام کے بعد واضح ہو کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور محض اہل فارس کی ہمدردی و بھلائی اور ان کی طرف داری میں قتل کیا ہے کیونکہ وہ اشراف فارس کو قتل کر دیتا تھا اور ان کو محبوس و مقید رکھتا تھا جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو اپنے علاقہ کے لوگوں سے میرے لیے بیعت طاعت لینا اور جس شخص (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کسریٰ نے تیری طرف خط لکھا تھا اس کے متعلق میرے دوسرے خط کا انتظار کرنا اور اس سے قبل کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ ان کے ساتھ ہرگز نہ کرنا۔ جب کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط باذان کو موصول ہوا اور فرمان نبوی کی تصدیق ظاہر ہو گئی تو اس نے کہا۔ یہ بہت مقدس بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں چنانچہ وہ خود اسلام لے آیا اور جتنے ابناء فارس اس علاقہ میں تھے۔ وہ بھی مشرت باسلام ہو گئے۔

سعید مقبری سے مروی ہے کہ فیروز دہلیوی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کسریٰ نے باذان کی طرف یہ خط لکھا ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقہ میں ایک شخص دعویٰ انبوت ہے اس کو فوراً قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رب تبارک و تعالیٰ تیرے آقا پر ناراض ہو گیا ہے اور اسے اس کے بیٹے نے سحری کے وقت طلوع آفتاب سے ایک ساعت پہلے قتل کر دیا ہے۔ فیروز آپ سے رخصت ہو کر چلے تو انہیں فارس سے کسریٰ کے قتل کی اطلاع موصول ہو گئی تو وہ اسلام لے آئے اور مخلص مومن بن گئے۔

## پڑھو تھا باب

شاہ جہشہ کے نام

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا اور حضرت جعفر

بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے متعلق حسن سلوک اور ہر ممکن اعانت کی فرمائش کی اور انہیں یہ خط لکھ کر دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد رسول اللہ

الی النجاشی ملک الحبشہ

انی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا هو الملک القدوس السلام المبین واشہدا ان عیسیٰ بن مریم روح اللہ وکلمتہ النقاہا الی مریم البتول الطیبۃ نخلت بعیسیٰ وانی ادعوت الی اللہ وحدہ لا شریک لہ وان تتبعنی وتومن بالذی جاردنی فانی رسول اللہ وقد بخت الیک ابن عمی جعفر دمعہ نفر من المسلمین والسلام علی من اتبع الهدی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ حبشہ کے نام

میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بادشاہ حقیقی ہے مقدس و منزہ ہے سلامتی نازل فرمانے والا، امن دینے والا اور حفاظت و نگہبانی فرمایا والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ جن کو مریم بتول طیبہ کی طرف القاء کیا گیا وہ ان کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور میں تجھے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی طرف بلاتا ہوں اور اپنی اتباع اور اس شریعت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں میں نے تیرے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت بھی ہے اور سلامتی ہے ان پر جو راہ ہدایت پر گامزن ہوتے ہیں۔

نجاشی نے آپ کی طرف جوابی عریضہ لکھا جس کا معنوم اور ترجمہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی کا عریضہ۔

سلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الذی لا الہ الا هو الذی ھدانی الی الاسلام۔

بہذا از سلام نیاز اور اہدایہ واجب من التبیات بمعرض خدمت اقدس ہے کہ مجھے جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو اللہ کی راہ میں ہدایت دی ہے اور تم کو اللہ کی راہ میں ہدایت دی ہے۔

اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اگر فرمائیں تو میں خود بھی حاضر ہونے کو تیار ہوں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ نبوت و رسالت اور جملہ ارشادات برحق ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو ساٹھ اہل حبشہ کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے روانہ کیا مگر جہزی وہ کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو غرق ہو گئی اور وہ سبھی ہلاک ہو گئے۔

واقعی نے ذکر کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف دو خط روانہ فرمائے ایک میں اس کو دعوت اسلام دی اور قرآن پاک کی آیات ذکر فرمائیں جب وہ خط اسے موصول ہوا تو اسے لے کر آنکھوں پر لگایا اور بطور تواضع اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اسلام لایا اور حق کی گواہی دی اور کہا کہ اگر میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھتا تو ضرور دان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔

اس کے جواب میں اس نے اجابت دعوت، تصدیق رسالت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام پہنچانے پر متل عرض کیا۔

دوسرے خط میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہجرت کر کے حبشہ میں پہنچیں ان کا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی نصرانی ہو گیا اور مر گیا ہے لہذا میرا نکاح ان کے ساتھ کر دو اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ میرے جتنے صحابہ تمہارے پاس ہیں ان کو کشتی پر سوار کر کے میری طرف بھیج دو تو نجاشی رحمہ اللہ نے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح بھی آپ سے کر دیا اور جملہ صحابہ کرام علیہم السلام کو رخصت فرما دیا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ بنفس نفیس ان کی خدمت فرماتے رہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم خدمت کے لیے موجود ہیں آپ خود تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے صحابہ کی عزت و تکریم کرتے تھے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت کا صلہ اور بدلہ دوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے وصال کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا وصال ہوا تھا اور صحابہ کے ہمراہ عبید گاہ کی طرف تشریف لے گئے صحابہ کرام علیہم السلام نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے اس پر چارتکیسریں کہیں اور نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ اس کے مزار شریف میں دفن سے آجک نور نظر آتا ہے۔

ہمیں یہ روایات موصول ہوئی ہے کہ جس نجاشی کی طرف آپ نے دعوت اسلام کے لیے خط روانہ فرمایا یہ اور ہے اور جس پر نماز جنازہ پڑھائی وہ اور ہے۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی اور ہر جبار و سرکش شخص کی طرف دعوت اسلام پر مشتمل خطوط روانہ فرمائے۔ اور یہ وہ نجاشی نہیں جس پر نماز جنازہ ادا فرمائی تھی۔

## پانچواں باب

### حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

واقعی علیہ الرحمہ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف بھیجا، تاکہ اسے دعوت اسلام دیں اور ان کو اپنی طرف سے خط بھی تحریر فرمادیا۔ شجاع فرماتے ہیں میں غسانی کے پاس پہنچا وہ غوطہ و مشق میں موجود تھا اور قیصر روم کے لیے حصص سے ایلیمک کے لیے معافی اور دیگر ضروریات بطور ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کے لیے تیاری میں مصروف تھا۔ میں دو تین دن اس کے دروازے پر پڑا رہا اور اس کے دربان سے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ اس نے کہا تمہاری اس ملاقات صرف فلاں فلاں دن ہو سکے گی اس کا حاجب رومی شخص تھا اس نے مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلات دریافت کیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و اخلاق اور آپ کی تعلیمات کا اس سے تذکرہ کرتا تو اس کا دل پانی پانی ہو جاتا اور روتے لگ جاتا اور کہتا میں نے انجیل پڑھی ہے اور اس میں پیغمبر احسن الزمان علیہ السلام کے اوصاف و کمالات اسی طرح مذکور ہیں جو تم بیان کر رہے ہو۔ میں ان پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور مجھے حارث سے خطرہ ہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے وہ میری بہت عزت و تحکیم اور خوب خاطر و تواضع کرتا رہا۔ ایک دن حارث گھر سے باہر نکلا۔ مجلس سبائی، سر تہ تاج پہنکا اور ہر ایک کو اذن باریابی دیا۔ میں بھی دربار میں داخل ہوا اور اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا۔ اس نے اسے پڑھ کر چھپک دیا اور کہا کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھین سکے۔ میں اس کی طرف چلتا ہوں۔ سب لوگوں کو میرے پاس بلاؤ وہ اسی طرح کی ہذیبی کیفیت میں بہت کچھ کہتا رہا۔ جتنی کہ مجلس سے اٹھا اور جنگ کی تیاری کے لیے گھوڑوں کو نسل وغیرہ لگوانے کا حکم دیا۔ اور مجھے کہا کہ اپنے نبی کو یہی صورت حال بتا دینا جو تو دیکھ رہا ہے۔

اور ادھر قیصر روم کی طرف میرے خط لانے اور دعوت اسلام دینے کی اطلاع کر دی تو قیصر نے اسے جواب میں لکھا کہ تو ان کے خلاف لشکر کشی نہ کر اور ان سے توافقی شرائط کو لازم پکڑ اور بیت المقدس میں میرے پاس پہنچ جب قیصر کی طرف سے اس کے خط کا جواب موصول ہو گیا تو اس نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ تو کب اپنے نبی کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے کہا ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱

دربان نے بھی مجھے خرچہ اور لباس بطور عطیہ دیا اور بارگاہ نبوی میں سلام عرض کرنے کے متعلق کہا۔ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ غسانی کا جواب اور رد عمل عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کا ملک تباہ ہو گیا۔ چنانچہ یہ شخص فتح مکہ کے موقع پر جہنم واصل ہوا۔

## چھٹا باب

### ہوزہ ابن علی حنفی کے نام

واقعی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیوط بن عمرو علمری کو ہوزہ بن علی حنفی کی طرف دعوت اسلام کے لیے مقرر فرمایا اور اس کے نام خط لکھا۔ جب حضرت سیوط اس کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں مہمان بنایا اور احترام و اکرام سے پیش آیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھا اور جوابی عرضیہ تحریر کیا جس کا مضمون مفہوم یہ تھا۔ وہ امر کتنا ہی حسین و جمیل ہے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ میں اپنی قوم کا شاعر ہوں اور ان کا خطیب اور سارے عرب میرے مقام و مرتبہ سے ہیبت زدہ ہیں اور خائف۔ اگر آپ بعض اختیارات مجھے تفویض فرمادیں تو میں آپ کی اتباع و اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ سیوط بن عمرو کو تحائف و انعام دیا اور ہجر کے تیار کردہ کپڑے پہنائے وہ کپڑے اور خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اس کا جواب زبانی بھی عرض کیا۔ آپ نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا وہ اگر زمین کے معمولی ٹکڑے بلکہ ایک رومی کھجور کا بھی مطالبہ کرے تو میں اس کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ وہ خود ہلاک ہوا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی ہلاک ہوا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو اس کے مرجانے اور جہنم واصل ہونے کی اطلاع دی۔

## ساتواں باب

### جبلہ بن ایہم کے نام

رسول کریم علیہ السلام نے مکہ غسان جبلہ بن ایہم کو دعوت اسلام دی اور خط روانہ فرمایا۔ اس نے جوابی عرضیہ لکھا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک وہ مسلمان رہا۔ حج کے لیے حاضر ہوا۔ طواف کر رہا تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر آگیا اور اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے اس شخص کو اس

زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اس کے خلاف شکایت کی گئی۔ آپ نے اسے فرمایا تو اس شخص کو راضی کر لیا میں تجھ سے قصاص لوں گا۔ اس نے کہا اگر اسلام میں بادشاہ اور عامی میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو میں نصرانی بن جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ اتر دو ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا مجھے آج رات غرور فکر کی ہلکت دی جائے اور رات ہی رات وہ اور اس کے تمام ساتھی ساز و سامان لے کر سوار ہوئے اور قسطنطنیہ کی راہ لی۔ اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا (البیاد بالشہام نے اس کا تفصیلی قصہ اپنی کتاب المغنم میں بیان کیا ہے۔

## آٹھواں باب

### ذی الکلاء کے نام

ذی الکلاء طائفہ کے رؤسار میں سے ایک رئیس تھا نام اس کا سمیع تھا اور تعلی و فرعونیت میں انتہا کو پہنچ چکا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط مبارک روانہ فرمایا اور حضرت جریر کے واپس پہنچنے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضرت عمر کے دور خلافت تک ذی الکلاء اپنی فرعونیت اور بیدینی پر قائم رہا پھر اسلام کی طرف راغب ہوا اور آٹھ سو غلاموں کے ہمراہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی۔ خود اور اس کے تمام غلام مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگا۔ میرا آتنا باگناہ ہے کہ میرا گناہ ہے کہ اللہ تبارک نے مجھے معاف نہیں فرمائے گا آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوا جو میرے بندے بن چکے تھے اور جب ان پر ظاہر ہوا اور ان کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک لاکھ کے قریب افراد میرے سامنے سجدے میں گر پڑے (یہ ہے میرا گناہ عظیم کہ میں ربوبیت والوہیت میں شراکت کا معنی بنا رہا)

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی جائے تو عظیم سے عظیم گناہ کی مغفرت سے بھی ناامید نہیں ہوا جاسکتا بلکہ کرم کریم سے مغفرت کی امید کرنی چاہیے۔

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک فرد سے ناقل ہیں کہ مجھے میری قوم نے زمانہ جاہلیت میں ہدیہ و تحفہ دیکر ذی الکلاء کی طرف بھیجا میں پورا ایک سال وہاں بٹھرا رہا مگر اس تک پہنچ نہ سکا۔ ایک دن اس نے محل سے بھاگنا تو جس نے بھی اسے دیکھا سجدہ میں گر پڑا جب وہ مشرف باسلام ہوا تو مجھ میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے بازار سے ایک درہم کا گوشت خریدا۔ اس کے ساتھ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس کو اٹھاتا۔ اس نے خود ہی باندھ کر گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکایا اور یہ اشعار کہتا ہوا چل دیا۔



امت بلد نیا اذا کانت کذا  
 کل یوم انا منها فی اذی  
 افسوس ہے دنیا کے لیے جب وہ ایسی ہو جائے کہ ہر دن اس سے مجھے نئی نئی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں۔  
 ولقد صنت اذما قیل من  
 النعم الناس معاشاتیل ذی  
 ایک وقت میری حالت یہ تھی کہ جب دریافت کیا جاتا کہ سب سے زیادہ خوشحال کون ہے تو کہا جاتا  
 یہ ذوالکلاع۔

بدلتنی بعد عزی شفوۃ  
 حبذا انیک شقای حبذا  
 اس دنیا نے عزت کے بعد مجھے ذلت اور مشقت کی حالت میں بدل دیا ہے۔ مگر اے مالک ذوالقتری  
 خاطر پیش آنے والی ذلت و مشقت میرے لیے مبارک ہے اور لائق صدمہ جا۔

## نواں باب

### فروہ جذامی کے نام

دائل بن عمرو سے مروی ہے کہ فروہ جذامی قیصر روم کا عامل اور گورنر تھا۔ حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض لکھ کر اپنے مسلمان ہونے کے متعلق عرض کیا۔ جسے اپنی قوم کے ایک آدمی کے ہاتھ بارگاہ نبوی میں روانہ کیا اور ساتھ ہی سفید پتھر گھوڑا، گدھا اور چند کپڑے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیے اور ایک ریشمی سندھی تبا جس کی سونے کی تاروں سے کڑھائی کی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جوابی خط لکھا جس کا ترجمہ مفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے فروہ بن عمرو کے نام۔  
 بعد از سلام بصورت احوال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایلچی اور قاصد پہنچا اور جوہر پایا و تحائف تم نے روانہ کیے ہیں۔  
 وہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس نے ہمیں آپ کے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوشخبری بھی سنائی ہے اور ہدایت خداوندی کے ساتھ بہرہ ور ہونے کی بھی۔

اور ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچ سو درہم چاندی عطا کریں۔  
 قیصر روم کو فروہ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اس نے فروہ سے یہ دین چھوڑنے اور سابقہ دین میں داخل ہونے کا مطالبہ

کیا اور ساتھ ہی عدم امتثال اور خلاف درزی کی صورت میں تاویسی کاروائی کی دھمکی وغیرہ بھی دی حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا میں اور سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں لیکن دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑ سکتا اور تو خود بھی صداقت دین مصطفیٰ اور حقانیت رسالت احمدی کو جانتا اور پہچانتا ہے مگر طبعی جبل اور قومی حسد کہ نبوت اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی تھے اتباع حق سے مانع ہو گیا اور اپنے ملک و سلطنت کے حرص و آرزو نے تجھے انجام عاقبت سے بے خبر بنا رکھا ہے چنانچہ پہلے ان کو قید کر دیا گیا اور بعد ازاں قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا یہ

## دسواں باب

### عبد جعفر کے نام

جعفر اور عبد عمان میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف حضرت عمر و بن العاص کے ہاتھ فرمان اقدس اور گرامی نامہ ارسال فرمایا وہ پہلے عبد کے پاس پہنچے اور اُسے بتلایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔ آپ نے مجھے تیری طرف اور تیرے بھائی جعفر کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا ہے۔

عبد نے کہا میرا بھائی مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور ملک و سلطنت کے معاملہ میں بھی مقدم و پیشوا ہے۔ لہذا پہلے یہ پیام اسے پہنچاؤ اور میں تمہارے وہاں پہنچانے کا بندوبست کر دیتا ہوں حضرت عمر و فرماتے ہیں میں اس کے پاس پہنچاؤں اُسے آپ کا گرامی نامہ دیا جس پر محمد رسول اللہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے خط مبارک پڑھ کر کہا۔ آج ہمیں ہمت دیں اور کل آئیں دوسرے دن آپ اس کے پاس پہنچ گئے تو جعفر نے کہا میں نے تمہاری دعوت میں اچھی طرح غور و فکر کیا ہے۔ مگر میں اسلام لانے سے اور اپنے ملک کا مالک کسی ایسے شخص کو بنانے سے قاصر ہوں جن کے سپاہی اور گھوڑے یہاں پہنچنے تا مکن ہیں۔ اور بالفرض پہنچ بھی جائیں تو انہیں ایسی شدید جنگ سے واسطہ پڑے گا کہ ایسی جنگ سے آج تک انہیں سابقہ نہیں پڑا ہوگا اس حالت میں میرا اسلام لانا اور اپنا ملک کسی دوسرے کے حوالے کر دینا بہت بڑی بزدلی ہوگی اور میں سب اہل عرب سے ضعیف و ناتواں ہٹھوں گا۔

میں نے کہا مجھے کل واپس جانا ہے۔ مزید غور و فکر کر لو اور مجھے جواب سے آگاہ کر دینا جب صبح ہوئی تو میری طرف آدمی بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو وہ خود بھی اور اس کا بھائی عبد و نو مشرف باسلام ہو گئے اور صدقہ ذر کوۃ میرے حوالے

کر دیا میں نے اسے اپنے ہاتھوں اُن کے فقرار و مساکین میں تقسیم کر دیا۔

## گیارہواں باب

### منذر بن سادی عبیدی کے نام

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علامہ بن الحضری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط مبارک منذر بن سادی کی طرف بکھرنے میں روانہ فرمایا جس میں دعوتِ اسلام اور طاعتِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم دی گئی تھی۔ منذر نے جوابی عرضینہ میں اسلام لانے اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے اور شرفِ غلامی سے شرف ہونے اور حلقہ اہل اسلام میں داخل ہونے کے متعلق عرض کر بھیجا۔

## بارہواں باب

### ملوک و سلاطین حمیر کے نام

محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک سے واپسی کے موقع پر ملوک حمیر کا عرضینہ پہنچا جس میں حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی خوشخبری تھی جو کہ ذی رعن، ہمدان اور معافر کے اقبال اور سردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف جوابی گرامی نامہ ارسال فرمایا جس کا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی طرف بعد از اسلام! میں تم پر اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ تمہارا قاصد اور سفیر ہمارے پاس اس وقت پہنچا جبکہ ہم ارضِ روم سے واپس ہوئے۔

اُس نے مدینہ منورہ میں ہم سے ملاقات کر کے تمہارا خط پہنچایا اور پیغام دیا اور یہ بتلایا کہ تم شرف اسلام سے مشرف ہو چکے ہو اور وہ مشرکین جو دین اسلام میں داخل ہونے سے انکاری تھے تم نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر خصوص



انعام و اکرام فرمایا کہ تمہیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ اگر تم صلح و خیر پر کار بند رہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کی اطاعت کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو جو اللہ تعالیٰ کا ادا بطور نیابت اس کے رسول دینی اور مصطفیٰ وصفی کا حق ہے۔ اور وہ صدقہ ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر لازم فرمایا ہے (تو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے اور امن و عافیت) اور جو شخص ملت یہود پر کار بند ہے یا نصرانیت پر اس کو وہ مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ اس کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا جائے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرے۔

ان مکتوبات عالیہ کے علاوہ بھی اور خطوط ہیں جو آپ نے مختلف سفراء کے ذریعہ ملک و سلاطین اور امر اور روسا و کی طرف ارسال فرمائے مگر ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہوئے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ الموفق

علامہ ابو الوفا و ابن عقیل فرماتے ہیں کہ نبی الانبیاء و امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و دعویٰ اور حقانیت رسالت و نبوت کی دلیل اور عظیم حجت یہ ہے کہ آپ نے قیصر و کسریٰ اور دوسرے ملک و سلاطین کو دعوت اسلام دی اور اس دعوت کو رد کرنے کی صورت میں انجام بد اور سوز و عاقبت کا اعلان بھی فرمایا اور اطاعت و امتثال کی صورت میں دنیا و آخرت میں عزت و آبرو اور امن و سلامتی کی خوشخبری سنائی حالانکہ ابھی تک آپ کو عملاً اپنی قوم پر بھی غلبہ و تسلط حاصل نہ ہوا تھا چہ جائیکہ پورا عالم عرب۔ تو یہاں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے یہ خطوط لکھے نہیں تھے بلکہ اس ذات اقدس کی طرف سے لکھوائے گئے تھے جو انجام و عاقبت کا محافظ و مالک ہے۔ کیونکہ ایسے اقدامات کو نبی معتمد محض اپنے عقل و قیاس سے نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایسے اقدامات کے قریب ہی کہاں جاسکتا ہے ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اپنی قوم کی دشمنی تو ختم ہوتی نہیں اور پورے جہان کے لوگوں کو بھی ایسی دھمکیاں دے کر دشمن بنائے

اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کی مسجد میں لائے گئے اور اہل اسلام میں بانٹ دیے گئے اور آپ کا یہ اعلان کہ میرا ملک قیصر و کسریٰ کے ملک پر محیط ہوگا اور میرا مذہب اور دین و ہاں تک پھیل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اعلام اطلاع اور ان غیوب سے باخبر کرنے کی وجہ سے تھا۔ اسی لیے آپ نے کمال جرأت سے کام لے کر سب کو دعوت اسلام و ایمان دی اور اطاعت نہ کرنے کی صورت میں دنیا و آخرت میں تباہی و بربادی اور ذلت و رو سیاہی کا اعلان بھی کر دیا تو کیا علم غیب پر مطلع ہونے اور غیبی امور کا عالم ہونے کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ کی اس سے کامل و اکمل کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ تو جتنے ہی کمزور اور ضعیف ہیں ان لوگوں کے عقول و افہام جو آپ کے آفتاب صداقت کی ان شعاعوں کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر بھی آپ کی نبوت و رسالت میں شک کرتے ہیں اور قبول حق میں تردد سے کام لیتے ہیں۔

# ابواب وفود کی آمد

## باب اول

سعد بن بکر کا وفد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سعد بن بکر قبیلہ نے ضمام بن ثعلبہ کو بارگاہ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ ضمام بڑے دل گردے والے آدمی، بڑے وجیہ اور اذکیوں والے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچے مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا۔ اس کا گھٹنا باندھا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہ سیدھے اس مجلس میں گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ دریافت کیا تم میں سے ابن عبد المطلب کون ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہوں ابن عبد المطلب۔ اس نے دریافت کیا آپ محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے عرض کیا اے محمد بن عبد المطلب میں آپ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اور سوالات میں تشدید و تغلیظ سے کام لوں گا۔ کہیں آپ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

ضمام بن ثعلبہ نے کہا میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کا بھی اور بعد میں پیدا ہونے والے لوگوں اور جملہ اشیاء کا۔ کیا واقعی تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں واقعی! اس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟

ضمام بن ثعلبہ نے پھر عرض کیا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہارا معبود ہے اور تم سے پہلے لوگوں کا اور آنے والوں کا کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہمیں صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیں اور ان اوثان و اصنام کو ترک کر دینے کا جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بلکہ شریک سمجھا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا امر فرمایا ہے۔

ضمام بن ثعلبہ نے عرض کیا: میں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور پہلے لوگوں اور آیندوں کا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں ادا کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔

پھر ضمام بن ثعلبہ نے فرائض اسلام میں ہر ہر فرض کا ذکر شروع کیا۔ زکوٰۃ، روزے اور حج وغیرہ جملہ شرائع اسلام کا ادھر ہر فرض کے متعلق دریافت کرتے وقت اسی طرح واسطہ دیگر سوال کرتا رہا جیسے کہ پہلے سوالات میں حتیٰ کہ جب سلسلہ سوالات منقطع ہو گیا تو کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ۔ میں ضروریہ فرائض ادا کروں گا جن کا آپ نے حکم دیا ہے اور ان امور کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔ جن سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اپنی طرف سے ان فرائض میں کمی و بیشی نہیں کروں گا پھر واپس ہوئے۔ اونٹ کے پاس آکر اس کا رسمہ کھولا اور سوار ہو کر چل دیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ دو گیسوؤں والا اپنے قول کو سچا کر دکھائے گا تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ضمام رضی اللہ عنہ اونٹ دوڑاتے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور سبھی اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے تو آغاز کلام انہوں نے اس طرح کیا کہ لات وغیرہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بہت بُرے ہیں۔ انہوں نے کہا اسے ضمام ایسی کلام مت کیجئے اور برص و جذام اور شبون جیسے عوارض سے ڈریے جن سے صحت کے لات وغیرہ صامین ہیں۔

حضرت ضمام نے کہا تمہارے لیے افسوس ہے! یہ دونوں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور ان پر کتاب ہدایت نازل فرمائی ہے جن کی بدولت تمہیں کفر و شرک کی ظلمت سے نجات اور خلاص دلائی ہے اور میں تو یہ گواہی دیتا ہوں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ و رسولہ۔ اور میں ان کی طرف سے تمہارے پاس جملہ ادا مرد و نو اہی پر مشتمل احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ تو حضرت ضمام کی تلقیم و تبلیغ نے یہ اثر دکھلایا کہ شام سے پہلے پہل اس قبیلے کے جملہ افراد مرد و عورتیں مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ابدی فلاح سے شاد کام ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی قوم کے وفد و قاصد کے متعلق نہیں سنا جو حضرت ضمام سے افضل و بہتر ہو۔

## دوسرا باب



مال و مویشی کی حفاظت و نگرانی کرو اور اپنے علاقہ میں رہائش رکھو چنانچہ وہ اپنے علاقہ کو لوٹ گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔

## تیسرا باب

### وفد فزارہ

ابو جزیہ سعدی سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو بنو فزارہ کے چودہ پندرہ آدمیوں کا وفد بلی تپی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ ان حاضر ہونے والوں میں خارجہ بن حسن اور حرب بن قیس بھی شامل تھے۔ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (اور تعلیمات فرائض و واجبات وغیرہ سے بہرہ ور ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے علاقہ کی حالت دریافت کی تو ان میں سے ایک نے عرض کیا ہمارے دیار میں قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ مویشی اور جانور ہلاک ہو چکے ہیں اور ہماری رہائش گاہوں کے قرب و جوار میں خشکی ہی خشکی ہے اور اہل و عیال بھوک کانتکا ہیں۔ لہذا اپنے رب کریم سے ہمارے لیے باران رحمت کی دعا کریں۔

رحمت محم صلی اللہ علیہ وسلم برسر منبر رولق افروز ہوئے اور دعا فرماتے ہوئے جناب باری میں عرض کیا۔ اے اللہ اپنے بلاد و عباد کو باران رحمت سے سیراب فرما۔ اور ان مردہ شہروں کو حیات نو عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں ایسی بارش عطا فرما جو ہماری حاجت پوری کرنے والی خوشگوار ہو اور سبزہ آگانے والی ہو۔ تمام علاقوں پر مثل اور محیط ہو جلدی اترنے والی ہو اور تاخیر اور دیر لگانے والی نہ ہو۔ نفع دینے والی ہو اور نقصان پہنچانے سے منزہ ہو۔ اے اللہ ہمیں باران رحمت عطا فرما۔ نہ عذاب والی مکانات کو گر لسنے والی۔ اموال وغیرہ کو غرق کرنے اور بے نام و نشان کرنیوالی بارش۔ اے اللہ ہمیں باران رحمت سے مشرف فرما۔ اور اعدا و دین پر نصرت و تمندی سے۔

جونی صیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم وعا سے فارغ ہوئے تو موملادھار بارش شروع ہو گئی اور پورا ہفتہ آسمان بادلوں اور زرد دار بارش کی وجہ سے قطر نہ آسکا۔ تب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور دعا کرتے ہوئے جناب الہی میں عرض کیا۔ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے۔ اے اللہ ٹیلوں، پہاڑیوں، وادیوں اور جنگلات پر بارش برستی رہے۔ جونی آپ نے دعا کی تو مدینہ منورہ کے اوپر سے بادل اس طرح ہٹ گیا جیسے کہ گویا بچا ہوا کپڑا تھا جس کو تیزی سے لپیٹ دیا گیا ہو۔

## چوتھا باب

### دفد تجیب

حزیرت سے مروی و منقول ہے کہ ہجرت کے نویں سال دفد تجیب بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ میں حاضر ہوا جو کہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا اور وہ اپنے اسوال کے صدقات بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آمد پر بہت مسرور ہوئے۔ انہیں مرحبا کہا اور ان کو اچھا ٹھکانا عطا فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان کی خوب مہمان نوازی کریں اور بوقت رخصت جائزے اور عطیے دے کر رخصت کریں اور انہیں دیگر تمام دفود کی نسبت زیادہ عطیہ دے کر رخصت فرمایا آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا ہے جس کو ہماری طرف سے انعام و عطا کے ساتھ بہرہ ور نہ کیا گیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا ایک نوخیز جوان ہے جس کو اپنی منزل پر ساز و سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ہمارے پاس بھیجا جب وہ حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا میں بنی ابذی کے وفد کا ایک فرد ہوں جو ابھی ابھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کی حاجت ردائی فرمائی۔ میری بھی ایک حاجت ہے اسے بھی پورا فرمیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیری کیا حاجت و ضرورت ہے؟ اس نے عرض کیا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا فرمادیں اور رحم و کرم کی اور ساتھ یہ بھی التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مستغنی فرمادے۔ آپ نے اس کی خواہش و تمنا کے مطابق اس کے لیے مغفرت و بخشش۔ رحم و کرم اور غنائے قلب کی دعا فرمائی۔ پھر اس کو بھی اسی قدر عطیہ دیئے گا اسے فرمایا۔ جتنا کہ اس کے دوسرے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو عطا فرمایا تھا۔ وہ ان انعامات اور عطیات سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن کی طرف چل دیے اور پھر ہجرت کے دسویں سال حج کے موقع پر میدان منی میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے آپ نے اُن سے اس جوان کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ ہم نے اس سے زیادہ بلکہ اس جیسا قانع اور صابر نہیں دیکھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اس کو عطا ہوتا ہے۔ اسی پر صبر و قناعت کرتا ہے اور حرص و آرزو سے کلیتہً مبرا ہے (یہ سب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اعجاز تھا اور اسی لیے دریافت فرمایا تاکہ ان کی زبانی یہ اعتراف و اقرار متحقق ہو جائے کہ جناب کا تیر دعا ٹھیک تھانے پر بیٹھا اور اس کی آرزو و تمنا برآگئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

۷ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

نہا کے منہ سے نکلا ۷۰۰ بار یہ کہ

# پانچواں باب

## وفد سعد ہندیم

فروہ بن سعید اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہم بارگاہ نبی کریم علیہ السلام میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس اہل یمن کا ایک وفد حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے امرؤ القیس کے اشعار میں سے دو ابیات کے ذریعے حیاتِ نو عطا فرمائی اور ہلاکت سے محفوظ فرمادیا۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کون سے ابیات ہیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کیلئے آئے تھے۔ جب فلاں فلاں جگہ پہنچے تو پانی کا مقام بھول گئے اور ہمیں پانی دستیاب نہ ہو سکا۔ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں طلع اور نسر کے درخت تھے ہم میں سے ہر ایک پیاس سے تیار ہو کر ادھر ادھر درختوں کے سائے میں جا لیٹا تاکہ اُن کے نیچے ترپ ترپ کے جان دیدیں ہم موت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جان لبوں پر پہنچی تھی اور رشتہ جان منقطع ہونے والا ہی تھا کہ ناگاہ ایک سوار ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ ہم میں سے بعض نے اس کو دیکھا تو امرؤ القیس کے دو شعر پڑھنے لگا۔

لما رأيت ان الشريعة همها وان البياض من فرائضها دامي  
جب جنگی گدھوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کا مقصود و مطلوب پانی کی ندی ہے اور وہاں پہنچنے کی صورت میں تیر انداز شکاریوں کے تیر اُن کے کندھوں کو زخمی کر کے خون آلود ہونے والے ہیں۔

تيممت العين التي عند ضارج يفي عليها انقل عراضها طامي  
تو انہوں نے اس چٹنے کا قصد کیا جو مقام ضارج کے پاس ہے۔ جس پر کھیلے پر سایہ لڑٹ آتا ہے اور اس پر عرمض کے طویل القامت درخت موجود ہیں۔ اس سوار نے دریافت کیا یہ اشعار کس کے ہیں اور اُن کا قائل کون ہے تو ہم میں سے بعض نے کہا کہ یہ امرؤ القیس کے ہیں تو اس سوار نے کہا بخدا یہ چشمہ ضارج تمہارے سامنے قریب ہی ہے اور تم یہاں پیاس سے جان لب ہو۔ کیوں اس پر پہنچ کر شدت پیاس سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتے تب ہم اس چشمہ پر پہنچے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان کل پچاس ہاتھ کا فاصلہ تھا اور یہ امرؤ القیس کے بیان کے بالکل مطابق تھا۔ اس پر عرمض کے درخت تنے اور ان کا سایہ دو پہر کو دھل کر اس چشمہ پر پڑتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امرؤ القیس دنیا میں معروف و مشہور ہے مگر آخرت میں بے نام و نشان قیامت کے دن وہ شعراء کی قیادت کرتے ہوئے اودان کا علم ہاتھ میں لیے ہوئے آگ میں داخل ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ من سوء الخاتمة)

نہ۔ یہاں وہ شعر مراد ہیں جو کفر و شرک کی تردید کے لیے اہل فتن و فحش و فجور کی اشاعت کے لیے مکر شعرو کی استعمال کرتے ہیں لیکن وہ شعراء جن کی مدی تو قیں اسلام کی خدمت میں اور عمارت رکھ کر

تبلیغ میں صرف ہو رہے ہیں وہ اس زمرہ میں داخل نہیں ہیں جن کو کہ بموجب آیت مبارکہ (الا الذين امنوا) (الشعراء: ۲۲۷) کہہ کر مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے (محمد عالم غفر حق)



## پھٹا باب

### دفء محارب

الوجزہ سعدی سے منقول ہے کہ دفء محارب دس ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا یہ دس نفوس پر مشتمل تھا جن میں سوار بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بھی شامل تھا ان سے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی زبان دراز تھا نہ سخت دل لیکن حقانیت اور صداقت اسلام نے ان کے دل موم کر دیے اور انہیں سید خلق علیہ السلام کا غلام بیدام بنادیا اور وہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ نے خزیمہ کے چہرہ پر دست شفقت و عنایت پھیرا تو وہ نورانی بن گیا اور اس کی جبین فیضان انوار محمدیہ سے جگمگا اٹھی اور دفء میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس سے قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعارف تھے۔ اس نے عرض کیا اس خدا بزرگ و برتر کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے آنا و عرصہ باقی رکھا کہ میں تمہارے ساتھ ایمان لائے اور بیعت اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ دل اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں وہ ان کو جب چاہتا ہے اور جہر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ رسول کریم علیہ السلام نے اس دفء کو بھی دوسرے دنود کی طرح انعام و اکرام سے مشرف فرمایا اور وہ دولت اسلام سے اہو عطا یافتہ نبویہ سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## ساتواں باب

### دفء بحیلہ

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ بحیلی رضی اللہ عنہ ہجرت کے دسویں سال مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے ایک سو پچاس آدمیوں کی ہمراہی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے پہنچنے سے پہلے ارشاد فرمادیا) تم پر ابھی بھی من راہ سے اہل یمن سے افضل ترین شخص رونما ہوگا۔ جس کے چہرہ پر نیکی اثرات نظر آتے ہیں اور انوار جھلکتے ہیں تو فوراً حضرت جریر اپنی سواری پر سوار دکھائی دیے اور ان کے ہمراہ ان کی قوم بھی۔ وہ فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور آپ سے بیعت کا اعزاز حاصل کر لیا۔ سر در عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے ہاتھ مبارک بڑھایا۔ حضرت جریر زلزلے میں کہ آپ نے مجھے اس شرط پر بیعت فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور

میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اہل اسلام سے خلوص و ہمدردی کا حق ادا کرے اور اپنے والی و حاکم کی اطاعت کرے اگرچہ وہ عید جیسی ہی کیوں نہ ہو۔ تو میں نے عرض کیا جی ہاں میں ان سب احکام کی پابندی کا عہد کرتا ہوں۔ تب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ علاقہ کے حالات پر گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے وہاں اسلام کو غالب فرمادیا ہے اور فضا اذانِ صلوات کے ساتھ گونج رہی ہے اور تمام قبائل نے اپنے اپنے معبودانِ باطلہ اور اوثان و اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور ان کو گرا کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلفہ کا کیا ہوا۔ آیا خلعہ بت اور اس کا مکان بھی گرا دیا گیا ہے یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ تو مہنوز اپنی حالت پر قائم ہے۔ آپ نے انہیں اس جہت اور اس کے مکان کو منہدم کرنے پر مامور فرمایا اور اپنے دستِ اقدس سے علم باندھ کر ان کے حوالے فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا میں گھوڑے کی پشت پر برقرار نہیں رہ سکتا بلکہ گر پڑتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور خدا داد قدرت و اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا تصرف فرمایا کہ بزدلی قوت و شجاعت سے تبدیل ہو گئی اور یہ دعا بھی دی۔ اے اللہ ان کو ثابت قدم رکھ اور اُسے ہدایت یافتہ بھی بنا اور ہادی و رہنما بھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے تقریباً دو افراد کو ساتھ لے کر چلے۔ کوئی زیادہ عرصہ ان کو رخصت ہوئے نہیں گذرا تھا کہ واپس آکر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلفہ کو گرا دیا ہے اور نبیادِ شرک و کفر منہدم کر دی ہے تو انہوں نے عرض کیا جی حضور! صرف گرانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو آگ لگا کر بھسم کر دیا گیا ہے اور مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نے اسے ایسی حالت میں چھوڑا ہے جو اس کے بجا کیوں کے لیے بہت ہی پریشان کن ہے اور موجب تکلیف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر کی قوم قبیلہ احس کے سواروں اور پیادوں کو دعا کے برکت سے نوازا۔ اور رخصت فرمایا۔

## آٹھواں باب

### وفدِ ہند

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفدِ ہند بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ ان میں طحیف بن زبیر بھی تھا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی خدمت میں تمہارے کیشی علاقوں سے لکڑی کے پالانوں پر سوار ہو کر حاضر

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرماتے ہوئے اللہ رب العزت کی جناب میں عرض کیا۔ اے اللہ ان کے دودھ میں اور کھن میں برکت عطا فرما۔ اور جملہ مشروبات میں۔ اور پھلوں کو کامل چٹنگی تک درختوں پر قائم فرما۔ ان کے تالابوں کو اُبلتے ہوئے چشموں میں تبدیل فرما اور ان کی اولاد میں برکت عطا فرما

رسول اللہ کی طرف سے قبیلہ فہد کے نام

السلام علیکم: جو نماز قائم کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو شخص زکوٰۃ ادا کرے گا وہ صحیح مسلمان ہوگا اور جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے گا وہ غافل نہیں لکھا جائے گا۔ شرعی طور پر مقرر کردہ مقدار زکوٰۃ میں بڑھی بیمار ادھیڑ عمر والی اور تازہ بستیہ دینے والی بیٹھ بکریاں وغیرہ تمہارے لئے ہیں جب تک کہ تمہارے دلوں میں اسلام و ایمان سے اور اس کے فرائض و واجبات سے نفرت اور عجب و فخر پیدا نہ ہو اور طوقِ غلامی اور قلابہ تقلید کو کاٹ نہ ڈالو اور ربا کھانے سے معتذب رہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قداموں ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر میں تربیت پائی ہے اور آپ دفود عرب کے ساتھ ایسی زبان میں کلام فرماتے ہیں جو بالعموم سمجھ نہیں آتی تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے مجھے ادب سکھلایا اور خوب ادب سکھلایا اور میں نے بنی سعد میں



## نواں باب

### وفد عامر بن صعصعہ

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ بنی عامر کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں عامر بن طفیل بھی تھے نیز اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ یہ مینوں اپنی قوم کے سردار تھے اور ثیابین صفت۔ عامر کو اس کی قوم نے کہا اسلام لے آگینو کہ سبھی لوگ اسلام لاکچے ہیں تو اس نے کہا۔ بخدا میں نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمام اہل عرب میرے نقش قدم پر نہ چلیں اور میری تقلید نہ کریں تو اب میں اس شخص کی تقلید کروں اور اس کے نقش قدم پر چلوں! (یہ کیسے ممکن ہے) پھر اس نے اربد سے کہا کہ جب ہم اس مدعی نبوت و رسالت کے پاس پہنچیں گے تو میں ان کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھوں گا تو تم لوگ وار کر کے (العیاذ باللہ) ان کو ٹھکانے لگا دینا جب مدینہ منورہ میں پہنچے اور بارگاہ رسالت علیہ السلام میں حاضر ہوئے تو عامر نے آپ کے ساتھ سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اور اربد سے حملہ کا انتظار کرنے لگا جیسے کہ اسے مشورہ دیا تھا مگر اس نے جرأت نہ کی۔ عامر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جسارت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ غور سے سن لو بخدا میں اس وادی کو نوخیز جوانوں سے اور باریک بال عمدہ نسل کے گھوڑوں سے بھر دوں گا جب اُس نے پیٹھ پھیری تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دُعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ مجھے عامر بن طفیل سے کفایت فرما باہر نکلے تو عامر نے اربد سے کہا۔ تیرے لیے انوس ہے میں نے تجھے جو تجویز دی تھی اور طے کیا تھا وہ کہہ گیا تو نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا میں نے جب بھی حملہ کا ارادہ کیا تو میرے اور اُن کے درمیان تو حائل ہو جاتا تھا تو کیا میں تجھے قتل کرتا۔ چنانچہ وہ بے نیل مرام، نامراد و ناکام واپس چلے گئے ابھی راہ میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر کو طاعون میں مبتلا کر کے ہلاک فرما دیا اور اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کو راکھ کر دیا۔

عامر بن طفیل سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے گدا بچھایا، عزت کے ساتھ بٹھایا اور اسلام لانے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا اس شرط پر اسلام لاتا ہوں کہ اختیار سلطنت میرے اور آپ کے درمیان اس طرح تقسیم ہو جائیں کہ اہل دبر میرے تسلط میں ہوں اور اہل مدینہ دہیات اور شہر تمہارے تصرف میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اُس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ بخدا میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ اجر و گھوڑے اور امر و سپاہی ہر طرف پھیلے ہوئے دیکھو گے اور مدینہ کی ہر کھجور کے ساتھ گھوڑے بندھ جائیں گے اور غنیمت سے لال پلایا ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

اگر عامر اور بنو عامر ایمان لاتے تو قریش سے ان کے منبر چھین لینے کی کوشش کرتے اور ہر ترم پر ان کے ساتھ مزاحمت کرتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عامر کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور فرمایا اے قوم ایمان لے آؤ۔ پھر بارگاہ الہی میں التجار کی۔ اے اللہ بنی عامر کو یہ ہدایت سے سرفراز فرما اور عامر بن طفیل کو معجز سے دور رکھ اور اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما جس طرح اور جیسے بھی تیرا حفاظت فرمانے کا ارادہ ہو۔

عامر محفل مصطفیٰ سے اٹھا تو اسے طاعون نے اپنی گرفت میں لیے لیا جیسے کہ اونٹوں کو طاعون لاحق ہوتا ہے اور قبیلہ سلول سے تعلق رکھنے والی عورت کے گھر مر گیا۔ جہنم واصل ہونے سے پہلے پکار پکار کر کہتا تھا اے موت میرے سامنے آ۔ اور دوڑتا ہوا باہر نکلتا اور آسمان کی طرف اچھلتا اور کہتا مجھے طاعونی غدود نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے جو کہ غدودِ شر کی مانند ہے اور مجھے سلولیہ عورت کے گھر موت نے آیا۔

## دسواں باب

### وفد عبد القیس

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس کے لوگ جب بلد گاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا آیا جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ رسول اللہ علم آپ نے فرمایا شہادۃ ان لا اله الا اللہ وان محمداً رسول اللہ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت سے خمس کی ادائیگی۔ (بخاری و مسلم)

## گیارہواں باب

ماہور فرمادیں، ”آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، خلافت و نیت تو دوسری بات ہے اگر تو اس چھڑی کا مطالبہ کرے تو یہ بھی تجھے دینے کو تیار نہیں ہوں۔ جب پیامہ کی طرف لوٹے تو مسیحہ عمامہ و نبض اور حسد و بغی سے کام لیتے ہوئے دین اسلام سے منحرف اور مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ)

ان وفود کے علاوہ وفد بنی اسد، وفد کلاب، وفد الدارین، وفد بنی البکار، وفد طیبی، وفد سلمان، وفد زبید، وفد عبس اور وفد خولان بھی بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور محمد بن سعد نے طبقات میں ان وفود کی تعداد شریبان فرمائی ہے۔ لیکن ان تمام کے تذکرہ و بیان سے ہم کلام کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتے لہذا صرف انہیں کے تذکرہ و پیرا اکتفا کر دیا ہے جن کے تذکرہ میں کوئی انوکھی اور اچنبھے کی بات تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی وفد حاضر بارگاہ ہوتا تو اچھا لباس زیب تن فرماتے اور بعد ازاں ان کو شرف ملاقات بخشتے۔



# ابواب واقعات بعد از حجة الوداع

## باب اول

### اہل بیت کے لیے دعا

ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجة الوداع سے واپس تشریف لانے کے بعد فحرم الحرام میں دو گھنٹہ سے باہر تشریف لائے اور جنت البقیع میں قدم رکھ کر فرمایا کہ انہیں اپنی دعاؤں سے نوازنا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خادم بارگاہ نبوی سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات کے وقت بیدار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا میرے ساتھ چلو میں حسب الارشاد آپ کے ساتھ چلا۔ جب آپ قبرستان کے درمیان پہنچے تو فرمایا: ”اے اہل مقابر تم پر سلام ہو مبارک ہو تمہیں اپنی یہ حالت جو اس سے بہتر اور خوب تر ہے جس میں کہ اب لوگ موجود ہیں۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ کس قدر عظیم نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محفوظ کر دیا ہے اور بچا لیا ہے۔ تاریک رات کے قطعات کی مانند نعمتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہونے والا ہے اور ہر پچھلا نعمت پہلے کی نسبت زیادہ حبیب اور خطرناک ہے۔“

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوموسیٰ مجھے خزانہ دنیا کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور ہمیشہ دنیا میں رہنے کا اختیار بھی تفویض کر دیا گیا ہے۔ پھر جنت بھی عطا کی گئی ہے اور مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ خزانہ دنیا اور ہمیشہ اس میں رہنا قبول کروں یا نفاذ باری تعالیٰ اور جنت۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خزانہ دنیا کو اختیار فرمائیں اور ہمیشہ یہاں رہنے کو جب تک کہ دنیا باقی ہے۔ پھر جنت کو اختیار نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے ابوموسیٰ میں نے نفاذ باری تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہے اور جنت کو بعد ازاں آپ نے اہل بیت کے لیے دعا معفرت و بخشش فرمائی اور واپس تشریف لائے۔

صبح ہوئی تو آپ کو درد کا وہ عارضہ لاحق ہو گیا جس میں آپ کا دھال ہو گیا اور آپ دار آخرت اور جوار رب قدوس میں متعدد صدق پر رونق افزہ ہو گئے۔

ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا۔ آپ نے ان کے لیے ایک رات، دو رات، تین رات، چار رات، پانچ رات، ست رات، سات رات، آٹھ رات، نو رات، دس رات، پندرہ رات، بیس رات، اسی رات، سو رات، سو و

میرے لیے سواری پر زین ڈالو میں نے تعمیل ارشاد کی آپ جنت البقیع میں پہنچ کر سواری سے اترے۔ میں نے اس کی نگاہم تھام رکھی۔ آپ اہل بقیع کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مبارک ہو تمہیں اپنی یہ حالت جس میں تم ہو نہ بدت لوگوں کے اس حال کے جس میں وہ موجود ہیں (تم دار فتن و نکالیت سے چھٹکارا حاصل کر چکے جبکہ وہ اُن میں مبتلا ہیں) سیاہ شب کے قطعات کی طرح میسب اور بھیانک فتنے یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ رونما ہونے ہی والے ہیں اور ہر پھلپلا فتنہ پہلے فتنہ کی نسبت بدتر ہوگا۔ لہذا تمہیں اُن سے خلاص حاصل کر کے جوار رحمت الہی میں امن و عافیت سے رہنا مبارک ہو۔

والہی پر فرمایا اے ابو موسیٰ مجھے (قیصر و کسری کا ملک اور خزانہ وغیرہ عطا کر دیے گئے ہیں جو میرے بعد میری امت کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ سارا ملک اور خزانہ لے لوں اور بعد ازاں جنت حاصل کر لوں اور تا قیام قیامت اپنے غلاموں میں رہوں یا وصال اختیار کر لوں اور اللہ تعالیٰ کی تقاد اور بارگاہ قدس میں حاضری میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ دنیا میں رہائش اختیار فرمائیں تاکہ قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ آپ کے انفاس قدس اور انوار ملکوتیہ سے استفادہ کریں، آپ نے فرمایا میں نے تقاد باری تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دن بعد آپ کو بیماری لاحق ہوئی۔ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔

## دوسرا باب

### حضرت اسامہ بن زید کا سپہ سالار بننا

اہل سیر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے مقام شہادت پر شکر کشی کرو۔ اور ان کفار و مشرکین کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔ انہوں نے شکر لے کر مقام جحمت میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت سعد، حضرت سعید اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم بھی نکلے۔ بعض لوگوں نے ان عمر رسیدہ سپاہیوں کو دیکھا اور اسامہ رضی اللہ عنہ جیسے نوخیز امیر لشکر کو دیکھا تو کہا اس نوخیز بچے کو ماحسبہ بن اولین پر امیر بنایا جا رہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبصرہ کا علم ہوا تو سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور لکھنے سے باہر تشریف لائے جبکہ شدت درد سے سر اقدس کو باندھا ہوا تھا۔ اسی حالت میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے کیسی گفتگو کی ہے اور جو اطلاع مجھے ملی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر تم (میں سے بعض) نے میرے اسامہ کو امیر بنانے پر گفتگو کی ہے تو یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس کے باپ زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر ایسی گفتگو کی گئی تھی کہ غلام اور غلام زادے کو قریش اور مشائخ پر امیر بنایا گیا ہے، حالانکہ نجد حضرت زید

امارت کے اہل تھے اور اس کے لیے پوری طرح موزوں اور اس کے بعد اس کا میثا امارت و قیادت کا پوری طرح اہل ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیں اضافہ ہو گیا۔

## تیسرا باب مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

مسیلمہ کذاب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے اُن کا شریک بنایا گیا ہے جب واپس اپنے علاقہ میں گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔  
مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔

سلام علیک! اما بعد۔ مجھے آپ کے ساتھ امر نبوت و رسالت میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ آدھا علاقہ ہمارے لیے ہے اور آدھا قریش کے لیے۔ لیکن قریش حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور حقدار کو اس کا حق نہیں دیتے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کذاب کو جواب ارسال فرمایا:-  
محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

اما بعد! ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اس کا وارث اور مالک بنا دیتا ہے۔

## چوتھا باب

### اسود غنسی کا ظہور

اسود شعبہ بار شتخص تھا اس کے اعلان نبوت کا آغاز سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فرمانے کے بعد ہوا۔ قبیلہ مذحج نے اس کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور علاقہ نجران اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور خالد بن سید رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی وجہ سے اس کو مہلت مل گئی اور اس نے تقویت حاصل کر لی۔ رسالتی علاقوں کے لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور اس علاقہ کے اہل اسلام



اس کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوفزدہ ہوئے۔ پھر حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی صبح سویرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان منبر کیا کہ آج رات فیروز نے اسود کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میں مخواب تھا کہ میرے پاس خنزائن لائے گئے۔ اور میرے ہاتھ میں دے دیے گئے۔ اسی دوران میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو نہری کنگن دیکھے جو منہ پر سنت گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمزہ کر دیا۔ میری طرف وحی کی گئی کہ انہیں بھونک مارو میں نے پھونکا تو وہ اڑے اور بے نام نشان ہو گئے۔ میں نے اس کی تفسیر یہ کی کہ دو جھوٹے دعویٰ رنوت پیدا ہو چکے ہیں جو میرے دائیں بائیں والے علاقوں میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ صنائیں اسود عتسی اور یمامہ میں میلہ کذاب۔

## پانچواں باب

### طلیحہ بن خویلد کا دعویٰ نبوت

طلیحہ بن خویلد نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور ایک جماعت کثیرہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس نے رسول خدا علیہ التہیۃ والثناء کی طرف امن و آشتی سے رہنے کے لیے باہمی عہد و پیمان کا خط لکھا۔ پھر اپنے اس دعویٰ باطل سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہوا اور نہادند کے مقام پر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔

# ابواب وصالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

### حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے گوشت میں زہر ملا کر بارگاہِ نبوی میں پیش کیا۔ آپ نے لقمہ منہ میں رکھا تو فرمایا: اس عورت نے گوشت میں زہر ملا رکھا ہے (لہذا ہاتھ اٹھا لو اور اسے مت کھاؤ)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زہر آلود لقمہ کا اثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق مبارک میں دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے بکری کا زہر آلود گوشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ زہر آلود ہے۔ پھر اس عورت کو فرمایا تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برا سمجھنے کیا۔ اس نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کی صداقت نبوت کا مشاہدہ کر دوں کہ اگر سچے نبی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مطلع کر دے گا اور اگر سچے نہیں ہو تو تمہیں زہر سے ہلاک کر کے لوگوں کو آپ سے بچا لوں اور جنت پہنچاؤں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہریتناول فرمالیتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ ایک یہودیہ عورت نے آپ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا آپ نے امیرِ شربین البراء رضی اللہ عنہ نے اس سے تناول فرمایا (جب معلوم ہو گیا کہ یہ زہر آلود ہے تو آپ نے) اس عورت کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمایا کہ تجھے اس اقدام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ اس نے کہا میں جانتی تھی کہ تم سچے نبی ہو تو تمہیں اس سے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور اگر بادشاہ ہو تو آپ کو زہر سے ہلاک کر دوں اور لوگوں کو آپ سے نجات دلاؤں۔

رسالتِ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عرض وصال میں فرمایا کہ ہمیشہ خبریں زہر آلود لقمہ کھانے کا اثر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ مگر اس وقت اس کا اتنا شدید اثر ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا میری آنکھیں کٹ رہی ہیں۔

حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ خضر کا ایک یہودیہ عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو زہر آلود

کر دیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس بکری کا بازو ہاتھ میں لیا اور تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی کھایا پھر آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھا لو اور اس عورت کو بلایا اس کو فرمایا تو نے اس بکری کو زہر آلود کیا ہے، عرض کیا ہاں۔ مگر آپ کو اس کی اطلاع کس نے دی ہے تو آپ نے بکری کے بازو اور اگلی ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے آپ نے فرمایا تیرا اس اقدام سے کیا مقصد تھا؟ اس نے عرض کیا میرا خیال یہ تھا کہ آپ اگر واقعی نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور بصورت دیگر میں چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ آپ نے اس سے درگزر فرمایا اور اس کو عتاب و عتاب نہ منسرایا۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا گوشت کھالیا تھا۔ ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور آپ نے ابوہند مولیٰ بنی بیاضہ کو سنگیاں لگانے اور خون نکالنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے آپ کے کندھے پر چھری سے زخم کیا اور سیگی کے ذریعے خون نکالا تاکہ زہر کا اثر کم ہو جائے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ میں جو روایات پہنچی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل کر دیا تھا (اقول پہلے درگزر فرمایا اور جب بعض صحابہ زہر سے وفات پا گئے تو بطور قصاص قتل کر دیا۔ لہذا روایات میں باہم کوئی منافات نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم)۔

## دوسرا باب

### قرب وصال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ نصر نازل ہوئی۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح الا یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے میرے قرب وصال کی اطلاع دی گئی ہے یہ خبر مانگاہ سننے ہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا رویے نہیں بیٹھی سب سے پہلے میرے پاس تم ہی پہنچو گی (اس شردہ جانفزا اور خبر روح پرور کے سننے سے) آپ ہنس پڑیں (اگرچہ خبر وصال ہے اور حنین کرہین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے جدائی کی اطلاع مگر یہ بھی سیتہ زہرا کے لیے موجب مسرت ہے کیونکہ محبوب حقیقی سید الکل صلی اللہ علیہ وسلم کا شردہ وصال ہے اور ایام فراق کے جلد انتقام کی خبر جانفزا۔



## تیسرا باب دورہ قرآن کریم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مقدس کا دورہ فرماتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن مقدس جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دورہ فرمایا۔

## چوتھا باب آغاز مرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے گیارہویں سال ماہ صفر کے آخری ایام میں درود سرکا عارضہ لاحق ہوا و اقدی کہتے ہیں کہ صفر المظفر کی صرف دو راتیں باقی تھیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف ایک رات باقی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں یہ تکلیف آپ کو لاحق ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں درود شروع ہوا اسی دن آپ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے اپنے درود سرکی شکایت کرتے ہوئے کہا ”وارأسہ“ اے افسوس میرا سر شدت درد سے پھٹا جا رہا ہے ” آپ نے فرمایا اے عائشہ تیرے سر کا درد کیا درد ہے بلکہ درد تو دراصل میرے سر کو ہے یعنی تمہارا درد میرا بتا کہ میں بھی ہے اور ختم بھی ہو جائے گا لیکن میرا درد ختم ہونے والا ہے اور نہ تادم زلیت مجھ سے دور ہونے والا ہے۔

پھر آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور درد مزید شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایام مرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارنے کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے برفضا و رغبت اور بطیب خاطر اجازت دے دی۔ آپ جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تشریف لانے لگے تو جسمانی ضعف اور شدت درد اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جنت البقیع میں ایک

جنازہ میں شمولیت کے بعد واپس تشریف لائے تو مجھے درودِ سر سے کراہتے ہوئے دیکھا اور وارِ اساء کہتے ہوئے سنا تو فرمایا۔ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو اس میں تمہارے لیے کیا ضرر و نقصان ہے۔ میں اپنی نگرانی میں تمہارے غسل کا بندوبست کراؤں گا اور کفن کا نماز جنازہ پڑھاؤں گا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کروں گا۔

میں نے عرض کیا بخدا میں چشمِ تصور سے دیکھ رہی ہوں کہ اگر میں مرگئی تو میرے دفن سے واپس ہوتے ہی آپ کسی دوسری بیوی کے ساتھ میرے اسی مکان میں سلسلہ عروسی کا آغاز فرمادیں گے، آپ میری یہ بات سن کر مسکرائے پھر آپ کو وہ عارضہ لاحق ہوا جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض کے دوران سوال فرماتے میں کل کہاں ہوں گا؟ اور پرسوں کہاں ہوں گا؟ اور آپ کا مقصد میری باری والے دن کے متعلق استفسار کرنا تھا۔ آپ کی ازواج مطہرات نے بھی آپ کی رضا معلوم کر لی چنانچہ انہوں نے آپ کو عرض کیا کہ میں اپنی اپنی باری کا اس تکلیف کی صورت میں حرص نہیں با اور نہ آپ کی یہ بار بار ادھر سے ادھر منتقل ہونے والی تکلیف ہمارے لیے قابلِ برداشت ہے۔ لہذا آپ جہاں بھی ایامِ مرض گزارنا چاہیں گذاریں ہماری طرف سے اجازت ہے تو آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے اور تمام ایامِ مرض وہیں گزارنے حتیٰ کہ اسی مکان میں آپ کا وصال ہوا اور آخری آرام گاہ بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ بنا۔

## پانچواں باب

### صدیق اکبر کی تیمارداری

ابن سالم کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ میں آپ کی تیمارداری کر دوں اور آپ کی خدمت سرانجام دوں تو آپ نے فرمایا اے ابو بکر میں نے اپنی ازواج کو اور بنات کو اپنی خدمت اور علاج معالجہ کی تکلیف سنبھالی ہے کہ اگر میں ان سے الگ رہ کر علاج کراتا ہوں تو ان کے رنج و غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ تمہارے حسن نیت اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہارا اجر و ثواب اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔

## چھٹا باب

### ایام مرض میں ازدواج مطہرات کی خدمت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف بدن کا حال یہ تھا کہ چپنا آپ کے لیے مشکل تھا مگر پھر بھی آپ نے ازدواج مطہرات کے درمیان مساوات اور تقسیم ایام کا لحاظ رکھا حتیٰ کہ آپ کو اٹھا کر ایک گھر سے دوسرے گھر لے جایا گیا۔

## ساتواں باب

### شدت مرض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے انظار درد اور بستر پر لوٹنا شروع فرمایا میں نے عرض کیا اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ آپ نے فرمایا جتنا ایمان کامل ہو تمہارے اتنی ہی تکلیف زیادہ ہوتی ہے لہذا جتنا درد مجھے ہے اتنا درد کسی کو نہ ہوا (اور نہ ہوگا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ کو عارضہ تپ لاحق تھا۔ میں نے جب اطہر کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا آپ کو تو شدید بخار لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ مجھے آتا تپ لاحق ہوتا ہے۔ جتنا کہ تم میں سے دو شخصوں کو! میں نے عرض کیا یہ فرق تکلیف میں اس لیے ہے کہ آپ کے لیے اجر بھی دوگنا ہے؛ آپ نے فرمایا ہاں! مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی کسی قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ مرض ہو یا اس کے علاوہ کائنات چھینے یا چوٹی کاٹنے کی تکلیف تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ اس طرح دور فرماتا ہے کہ جیسے درختوں سے پت جھڑکے موسم میں پتے گرے میں (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت درد کا غلبہ زیادہ ہو۔ بلکہ سب سے زیادہ یہ درد اور تکلیف آپ کو درپیش ہوتی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ پر شدت تپ کی وجہ سے لڑھکھڑکاتے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کو کتنا درد ہے؟ آپ نے فرمایا: کتنا درد ہے کہ میں اس کو بردھتا ہوں۔ (بخاری و مسلم) اللہ



بحان اللہ کننا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی پر شدید ابتلا نہیں ہوتا اور جس طرح ہم پر تکلیف شدید مسلط کی جاتی ہے اسی طرح ہیں اصبر و ثواب بھی زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔

سوال: اکابرین پر شدت درد و الم کی وجہ کیا ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں چند پوشیدہ جواہر اور صلاحیات و استعدادات رکھی ہوتی ہیں جن کو ان تکالیف و شدائد کے تسط کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے اور انکو تکالیف میں مبتلا فرما کر توفیق صبر اور رضا و بالقضاء عطا فرما کر آنے والے لوگوں کے لیے سامان عبرت اور موجب رشد و ہدایت بناتا ہے (کہ جب تکالیف ایسے مقبولان خداوندی کو پیش آسکتی ہیں تو تم کون ہو کہ تمہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو۔ جب انہوں نے صبر و رضا کا پیکر بن کر منہی خوشی سے ان کا استقبال کیا ہے تو تمہیں بھی جزع و فزع سے گریز کرنا چاہیے اور پیکر صبر و رضا بن کر اوقات ابتلا کو گزارنا چاہیے)۔

ابو عبیدہ کی پوربھی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم چند عورتیں بارگاہ نبوی میں عبادت کے لیے حاضر ہوئیں کیا دیکھتی ہیں کہ مشکیزہ لٹکا ہوا ہے جس کے قطرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہ اطہر پر پڑ رہے ہیں اور تپ کی شدت کو کم کیا جا رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ تکلیف دور فرمادیتا۔ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ ابتلا و تکالیف کا شکار انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد دوسرے درجہ میں ہیں اور پھر وہ تیسرے درجہ میں ہیں۔ و علی ہذا القیاس (اور ابتداء و اتمام میں پیکر صبر و رضا بنانا ہے اور جزع و فزع کا اظہار ممنوع و حرام ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت وصال میں دیکھا۔ آپ کے قریب پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا جس میں ہاتھ مبارک ڈال کر تر فرماتے اور پھر چہرہ اقدس پر ملتے۔ اور بارگاہ خداوندی میں التجار کرتے۔ اللہ و اعنی علی سكرات الموت۔ اسے اللہ سكرات موت اور اس حالت میں طاری ہوئی والی غشی اور مدہوشی میں میری اعانت و امداد فرما۔ عہ

عہ عند الموت شدائد و سكرات کا طاری ہونا نظر عوام میں مستبعد ہوتا ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی بنا پر فرمایا کہ سرور عالم حبیب مكرم علیہ السلام کی شدت موت دیکھنے کے بعد میں سموات انتقال کرنے والوں کی موت پر رشک نہیں کرتی۔ لیکن ظاہر ہے عام اموات پر طاری ہونے والی شدتوں کو سید الملق علی الاطلاق کے سكرات موت سے کیا نسبت اور مماثلت اور حقیقت میں کیا مناسبت۔ شیخ محقق طبرہ الرحمہ نے بعض عرفاء سے سكرات اور شدائد کے گیارہ وجوہ نقل فرمائے ہیں۔ خوف طوالت کے پیش نظر چند ایک بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ منور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جامع المقائل ہے اور فتا و جودات اصلہ و فرعیہ اور جمیع حقائقی جواہر و اعراض ارواح و اجسام میں ساری

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں کسی بھی ایسے شخص کی موت پر رشک نہیں کرتی جو تکلیف اور دردِ الم کے بغیر فوت ہو جائے جب سے کہ میں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال اور آپ کو پیش آنے والی تکلیف اور شدت کو دیکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وصال کے اندر شدید کرب لاحق ہوا تو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا: ”واکرباہ لکربک یا ایتاہ“ اے اباجان تمہارے درد و کرب کی وجہ سے مجھے کس قدر درد و کرب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”لا کرب علی ابیک بعد الذیوم“ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی درد و الم اور رنج و کرب نہیں ہوگا۔ تحقیق تمہارے اباجان کو وہ مرحلہ اجل و پیش ہے جو ہر ایک کو لا محالہ پیش آنا ہے اور کسی کو چھوڑنے والا نہیں ہے اور بعد ازاں قیامت کو سب کا باہم اجتماع ہوگا۔ ف

اور حلولِ فرزندِ اندامِ روحِ اقدس کا جہدِ طہر سے جدا ہونا گویا ہر روح کا اپنے اپنے جہد سے جدا ہونا ہے اگر اس حقیقت کو مد نظر رکھ کر دیکھیں تو آپ پر طاری ہونے والی شدتِ اندک از بسببِ بارے اور نظرہ از بحارہ (۲)۔ ان لمحات میں جہدِ کمالات کی تکمیل کرائی جا رہی تھی۔ تجلیاتِ محمدیت۔ تنزیلاتِ احدیت اور دیگر علوم و اسرار اور شہادت سے آپ کو نوازاجا رہا تھا۔ روحِ اقدس طلبِ مزید کے درپے تھی اور لفاظِ بشریت ان کے تحمل سے مضطرب لہذا عالمِ عیان میں صورتِ سکرات نمودار ہو رہی تھی (۳)۔ وقت وصال قریب تھا اور تقاریرِ انبیاءِ عالمی کا مرحلہ نزدیک اور جو شخص معرفتِ باری اور عبودیت میں کامل ہوگا اور جلالِ باری کے مقابل اتنا ہی خضوع و خشوع اور خوف و خشیت کا اظہار کرے گا انہی بخششِ امتنا من عبادہ العلماء اسی لیے فرمایا گیا اور کوئی شخص سید الانبیاء امام المسلمین علیہ السلام سے اکمل نہ معرفتِ الوہیت میں ہے اور نہ عبودیت میں اور نہ ہی ہو سکتا ہے لہذا آپ پر سب سے زیادہ کیفیتِ خضوع و خشوع اور خوف و خشیت نمودار ہوئی ضروری تھی جس نے صورتِ سکرات اختیار کر لی (۴)۔ جتنا اختیارِ ملک و سلاطین کسی کو تفویض کرتے ہیں بوقتِ حساب وہ اتنے ہی خوفزدہ ہوتے ہیں اگرچہ حسابِ پاک ہی کیوں نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ سلطنت و مملکت کا دائرہ انتہائی وسیع تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے سوالِ جواب کے تحت فی الجملہ مہیت و درہشتِ احکم الی کمین کا ظہور ضروری تھا اگرچہ اعلانِ مغفرت و بخشش ہو چکا تھا اور لا تُکُلُ عن اصحابِ الہدیم ذرا کر حساب کتاب سے مدد گزرا کا اعلان فرمایا گیا تھا (۵)۔ روح و جہدِ اقدس میں کمالِ ربط و تعلق اور محبت و عشق تھا اور وصال موجبِ انقطاع تعلق تھا لہذا اس جدائی کا الم اور درد و فراق بصورتِ سکرات موت نمودار ہو رہا تھا (۶)۔ یہ اضطراب و شدت دراصل عجبانِ بارگاہِ و رسالت اور عاشقانِ جنابِ محبوبیت کا اضطراب تھا جو ذاتِ محبوب سے کمالِ تعلق کے پیش نظر اس آئینہ حق نما اور حقیقت کش سے نظر آ رہا تھا۔ تعلقِ الوہیت اور شوقِ رفیقِ اعلیٰ عالمِ بالا کی طرف کشش کر رہا تھا اور شوقِ دعبانِ زار کا تعلق عالمِ دنیا کی طرف کشش کر رہا تھا اور اس کشاکش اور تقابل نے صورتِ سکرات موت اختیار کر لی تھی۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔

ف۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ آنحضرت شافعِ یومِ نشور علیہ السلام کو اپنے وقتِ اجل کا تفصیلی علم تھا اور حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو صراحتہ فرمادیا کہ کل نیز احوال ہو جائیگا اور یہ تکلیف اور شدت ختم ہو جائے گی۔

## آٹھواں باب

### وصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے اور آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھ پر سات مشکیزوں سے پانی ڈالو جن کے منہ بند کر کے یہاں لایا گیا ہو۔ امید ہے کہ میری طبیعت سنبھل جائے گی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کر سکوں گا۔

ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا۔ پھر پانی پلٹنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ نے ہاتھ مچھک سے اشارہ فرمایا کہ تم نے حق خدمت ادا کر دیا ہے اور اب میری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر آپ مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی ڈالو جو سات کنوؤں سے بھر کر لائے گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور ان کو وعظ و نصیحت کر دوں۔ آپ فرماتی ہیں: ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا اور آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے راحت محسوس فرمائی۔ حجرہ مبارکہ سے نکلے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالائے۔ شہداء احد کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کی دعا فرمائی۔ پھر بعد از حمد و ثناء ارشاد فرمایا: انصار میرا قیمتی سرمایہ ہیں اور محل اسرار انہیں کے پاس ہجرت کر کے میں نے سہارا لیا۔ لہذا ان کے عزت والے افراد کی عزت کرنا اور محنین اور کرم پیشہ افراد کے احسان اور شہادۂ جود و کرم کو نگاہ قبولیت سے دیکھنا اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو تو ان سے درگزر کرنا بشرطیکہ وہ حسبِ حدود کے ضمن میں نہ آتا ہو۔

غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں اور اگر چاہیں تو عند اللہ ابدی و سرمدی نعمتوں کو اختیار کر لیں اور بالخصوص تقا باری کو تو اس عبدِ مخصوص نے قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے اور اس کے ہاں جو نعمتیں ہیں انہیں دینوی نعم پر ترجیح دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اعلان کو سنا تو سمجھ لیا کہ جس عبد کو اختیار دیے جانے کی خبر آپ دے رہے ہیں وہ عبد آپ ہی ہیں اور آپ نے دار آخرت کو اختیار فرمایا ہے تو آپ رونے لگے (اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر نذاہول۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا دیکھو میرے شیخ کیسا عجیب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عبد کی بات کر رہے تھے اور یہ رورہے ہیں اور آپ پر ماں باپ کو نذا کر کے آپ کی جان بچانے کی خواہش و تمنا کا اظہار کر رہے ہیں بعد میں جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم داغ مفارقت دے گئے تب



معلوم ہوا کہ ابو بکر رحمہ اللہ سے زیادہ علم والے تھے اور راز دار نبوت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی حالتِ غم و اندوہ کو دیکھا تو فرمایا اے ابو بکر سکون و اطمینان سے کام لو (اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے اور اشاروں اشاروں میں ان کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا) اس مسجد کی طرف کھٹنے والے سبھی دروازے بند کر دیے جائیں ماسوا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے (کیونکہ انہیں نماز پڑھانے کا خطہ دینے اور امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے بہت زیادہ مسجد میں آمد و رفت کی ضرورت ہوگی لہذا ان کا دروازہ مسجد کی سمت کھلا رہے) ساتھ ہی ان کے حق خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا میں ابو بکر سے براہ کر کسی کو اپنے حقوق محبت ادا کرنے والا نہیں جانتا اسب سے براہ کر انہوں نے میرے حقوق خدمت کو ادا کیا ہے۔

## نواں باب

### اپنی ذات اقدس کو قصاص کیلئے پیش فرمانا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ کو سخت بخار تھا اور سر اقدس کو شدت درد کی وجہ سے باندھا ہوا تھا میں نے اٹھ کر استقبال کیا تو آپ نے فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لے میں نے دست اقدس کو تھاما آپ چلے ہوئے مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ منبر تشریف پر جلوہ فرما ہوئے پھر فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور خطاب فرمانا چاہتے ہیں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اعلان سننے ہی سبھی لوگ حاضر خدمت ہو گئے آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! میرا تمہارے درمیان سے اٹھ جانے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں نے جس کی پشت پر بلا حکم شرع بقا ضائع بشریت کوڑے لگائے یوں تو اس کے لیے میری پیٹھ حاضر ہے وہ اپنا قصاص لے لے اور میں نے جس کا مال لیا ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اپنا حق وصول کرے اور جس شخص کو میں نے گالی دی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بھی مجھے وہی کلمات کہہ کر اپنا قصاص لے لے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور کینہ کی خاطر سے خوفزدہ ہوں۔ ان معاملات میں ناراضگی اور غم و غصہ کا اظہار نہ میری طبیعت کا مقتضی ہے اور نہ میری یہ شان اور مقام سب سے زیادہ محبوب اور پیارا میرے نزدیک وہی شخص ہے جو اپنا قصاص مجھ سے وصول کرے یا پھر بطیب خاطر مجھے بخش دے اور بروز قیامت مطالبہ سے دست بردار ہو جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تو میری جان پر کوئی گرائی نہ ہو اور کسی طرح کا بوجھ، بلکہ طیب نفس کے ساتھ وہاں حاضر ہوں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ محض ایک بار کہنا کافی نہیں ہوگا بلکہ بار بار کہتا پڑے گا اور اس ضمن میں مزید تاکید کرنی پڑے گی۔

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے نماز ظہر ادا فرمائی اور دوبارہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور پہلے کلام کا اعادہ پھر فرمایا اور لوگوں کے اس توہم کا ازالہ فرمایا کہ کوئی شخص مجھ سے قصاص طلب کرے گا تو میرے دل میں اس کے متعلق کبیدگی اور ناپسندیدگی ہوگی۔

ایک شخص اٹھا اور عرض کیا آپ اتنی تاکید فرما رہے ہیں اور پرزور مطالبہ صرف اس لیے میں یہ جبارت کر رہا ہوں کہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے فضل اسے تین درہم دے دیجئے پھر ارشاد فرمایا اے لوگو جس پر کوئی چیز واجب و لازم ہے وہ اسے فوری طور پر ادا کر دے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ تو دنیا میں ذلت و رسوائی اٹھانا ہے کیونکہ دنیا کی فضیلت اور رسوائی آخرت کی فضیلت و رسوائی سے سہل ہے ایک اور شخص اٹھا اس نے عرض کیا میرے پاس تین درہم ہیں جو میں نے بیت المال سے بطور خیانت لیے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں لیے تھے؟ عرض کیا میں ضرورت منداہ محتاج تھا آپ نے حضرت فضل کو فرمایا اس سے تین درہم وصول کر لو۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں موٹا اور بھاری جوتا پہننے ہوئے تھا اور میرا پاؤں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر آگیا جن دونوں آپ غزوہ خیبر کے سلسلہ میں خیبر کے علاقہ میں تشریف فرما تھے آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ مجھے چوکا دیا اور فرمایا بسم اللہ تو نے مجھے درد الم پہنچایا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ساری رات اپنے آپ کو ملامت کرتے اور کوستے ہوئے گزاری کہ تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو درد اور تکلیف پہنچائی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نے وہ رات کس طرح بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ ایک شخص میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی بکر کہاں ہے؟ میں نے سوچا مجھ سے غلطی ہوئی اسی وجہ سے مجھے تاویب کے لیے طلب کیا جا رہا ہے۔ میں سخت خوفزدہ اور ڈرا سہا ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ سر پر رحمت اور عجم غنودہ منقش صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے جوتے کے ساتھ کل میرا پاؤں روند ڈالا اور مجھے ایذا اور تکلیف پہنچائی۔ میں نے تجھے عصا کے ساتھ سخت چوکا دیا اور تجھے تکلیف پہنچائی میں اس کا تجھے یہ بدلہ دیتا ہوں کہ اسی بھیڑ بکریاں لے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی تو صحابہ کرام عظیم الرضوان اکٹھے آپ کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے آپ کے ارد گرد گھیر ڈال لیا اور سخت ازوہام کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی جس کے کانٹے الگ کیے جا چکے تھے صرف ایک کانٹہ رہ گیا تھا جس کو ہم نے دیکھا نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پھڑی مجھ سے دور کر دو کیونکہ تم نے مجھ پر ازوہام کر رکھا ہے تو اس سے کہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب آپ وہ پھڑی صحابہ میں سے ایک شخص کے حوالے فرما رہے تھے تو اس کا کانٹا ایک شخص کے پیٹ میں چبھا اس سے اس کا خون نکل آیا۔ وہ شخص بھیڑ سے باہر نکلا تو کہہ رہا تھا۔ یہ ہے سلوک تیرے نبی کا میرے ساتھ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن لی۔ اُسے پکڑ کر رحمتہ للعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ درست ہے کہ میں نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے اور خون آلود کیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی حضور! یہ حقیقت ہے اور امر واقعہ۔ آپ نے فرمایا تو اب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا میں بدلہ لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے وہ چھڑی اسے دی اور اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا الگ کیا۔ اس نے شاخ خرما کو پھینکا اور حبیب مکرم شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر زنا کی جگہ کا بوسہ لینے لگا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ہر وقت آپ کی خاطر سر نہکھ رہتے ہیں۔ ہم کون ہیں کہ آپ سے بدلہ لیں! میرا نقطہ یہ مقصد تھا کہ میں اس بہانے شرف شکم بوسی حاصل کر سکوں۔ اور میرے اس مطالبہ اور آپ سے بدلہ دینے کے لیے آمادگی سے آنے والے جباروں کو سامان عبرت حاصل ہو جائے گا اور وہ ایسے مطالبات سے ناک بھول نہیں چڑھائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک ضعیف و ناتواں شخص کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کام تھا اور حاجت و مقصد۔ اس نے آپ سے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تاکہ اپنی حاجت پیش کر سکے۔ اور ان دنوں آپ بطحار مکہ میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے تھے۔ رات کو کعبہ مبارکہ کے گرد طواف فرماتے اور سپیدہ سحر نمودار ہوتا تو نماز فجر ادا کرانے۔ ایک رات طواف میں آپ کو دیر لگ گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر لوٹنے لگے وہ شخص آگے آکر اونٹنی کی مہاریکھا کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے آپ نے فرمایا تو غریب اپنی حاجت کو پرالے گا اور تجھے اس عرض کے پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔ (اب مجھے نماز کے لیے جلدی ہے۔ لہذا مار چھوڑ اور الگ ہو جا جب اس نے مہاریکھا کرنے اور بیٹے کا نام نہ لیا اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے روکے رکھے گا اور نمازیں تاخیر ہو جائے گی تو آپ نے اسے چھڑی کے ساتھ ملکی سی ضرب لگائی اور آگے گذر گئے۔ نماز فجر ادا فرمائی سلام پھیرا تو قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ منہ مبارک صحابہ کی طرف پھرتے اور ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے تو سب کو معلوم ہو جاتا تھا کہ نیا واقعہ پیش آیا ہے لہذا وہ سبھی آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اب کے بھی یہی ہو جا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہہ رہے ہیں کہ ابھی ابھی چھڑی لگی تھی اور اُسے تکلیف پہنچی؟ کوئی نہ بولا۔ آپ نے اپنا سوال دہراتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص اگر یہاں ہے تو کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی بِرَحْمَتِهِ۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور بعد ازیں اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ بتکرار قریب ہونے کا حکم فرمانے لگے جب وہ قریب آگیا تو آپ اُس کے سامنے بیٹھ گئے اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھما کر فرمانے لگے۔ میں نے جو تجھے مارا ہے اس کے عوض مجھے چھڑی سے مار لے اور اپنا بدلہ لے۔ اس نے عرض کیا "پناہ بخدا کہ میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑی سے ماروں اور تکلیف پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا یا بدلہ لے یا معاف کر۔ اگر معاف نہ کرے تو پھر بدلہ لینا پڑے گا۔ اس نے چھڑی ہاتھ سے پھینکتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔

اسی دوران حضرت ابودر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو



یاد ہو گا کہ لیلہ عقبہ میں میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا اور آپ حالت نیند میں تھے۔ سواری کو پیچھے سے ہانکتا تو وہ سست گام ہو جاتی اور جب مہار پکڑ کر چلنے لگتا تو وہ راستہ سے دائیں بائیں دھڑلے لگتی۔ اس دوران میں نے آپ کے جسد اطہر کو چھری لگاتے ہوئے عرض کیا تھا۔ جاگئے قوم آپ تک پہنچنے ہی والی ہے اور آپ نے فرمایا تھا مجھے کوئی خوف و خطر نہیں رکھنا چاہیے۔ یا رسول اللہ یہ چھری حاضر ہے۔ آپ مجھ سے بدلہ لے لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ بدلہ لیں مجھے بدلہ دینا زیادہ پسند ہے۔ ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھری لگائی۔ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چھری لگانے کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا اسے لوگو خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ بخدا اگر کوئی مومن دوسرے پر ظلم و زیادتی کرے گا۔ اور دستِ تقدی دراز کرے گا تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا۔

محمد بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جمراتہ کی طرف اذنی پر سوار جا رہے تھے اور ابو نعیم آپ کے ہمراہ تھے فرماتے ہیں کہ میرے جوتے کا کنارہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک پر لگاؤ شدید درد پہنچا۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، اپنا پاؤں مجھ سے دور رکھ اور میرے پاؤں پر چھری بھی ماری اور مجھے پیچھے ہٹا دیا اس کے علاوہ آپ نے کچھ نہ سنرہایا۔ البتہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہیں قرآن کریم کی آیات نہ نازل ہوں جن میں میری اس حرکت پر تنبیہ و تشدید ہو۔ صبح ہوئی تو میں سواریوں کو چراگاہ کی طرف لے گیا حالانکہ چرانے کی باری میری نہیں تھی۔ صرف اس اندیشہ کے پیش نظر کہ آپ کا آدمی مجھے بلاتے نہ آجائے اور آپ مجھ پر ناراضگی فرمائیں۔ جب شام کو سواریاں چرا کر واپس لایا تو اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا تھا میں حاضر خدمت ہوا جب کہ میں سزا کا انتظار کرنے والا تھا۔ مگر بیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی اور میں نے تجھے چھری مار کر تکلیف پہنچائی۔ یہ بھڑکریوں کا لگہ اس تکلیف کے معاوضہ اور کفارہ کے طور پر تجھے دیتا ہوں انہیں لے جا۔ فرماتے ہیں معنی آپ کا راضی ہو جانا میرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر اور مرغوب و محبوب تھا مگر آپ نے عفو و درگزر کے ساتھ انعام و اکرام سے بھی نوازا اور جب آپ نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو انہیں کو اپنا سفیر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں جہاد میں شمولیت کی دعوت دے اور آمادہ کر لے۔

## دسواں باب

### امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت مرض بارہ اور ایک قول کے مطابق چودہ دن تھی۔ آپ ان دنوں میں بھی بنفس نفیس نماز پڑھاتے رہے البتہ تین دن مسجد میں تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ ابوبکر صدیق کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق سے کہ وہ نماز پڑھائیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر بہت نرم دل انسان ہیں اور آپ کی بیماری پر بہت ہی زیادہ پریشان۔ جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نہ قرأت کر سکیں گے نہ ہی لوگ سن سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے، آپ نے فرمایا نہیں نہیں ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ابوبکر صدیق بہت غمزہ ہیں اور جب وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو قرأت نہیں کر سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے۔ آپ نے فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کر نیوالی اور اپنے ہاتھ کاٹ دینے والی عورتوں کی مانند ہو۔ ابوبکر سے ہی کہو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ انہوں نے نماز پڑھانی شروع فرمائی۔ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سکون محسوس کیا تو آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے حجرہ مبارکہ سے باہر نکلے۔ آپ نے دو نو ہاتھ مبارک دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے اور پاؤں مبارک پوری طرح اٹھتے نہیں تھے بلکہ زمین پر گھسیٹ کر رکھنے کی وجہ سے لکیریں بنتی جا رہی تھیں جب آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاؤں مبارک کی آہٹ سنی اور آپ کی آمد کو محسوس کیا تو پیچھے بٹھنے لگے۔ آپ نے دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آپ اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے، وہ کھڑے رہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب پاک علیہ افضل الصلوٰت کی اقتدار کر رہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت صدیق کی بیٹی حضرت صدیقہ بکرتھیں اور تکریم کر رہا یہ کرام کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عمہ سنی ان زنان مصر کی طرح اپنی بات پر اڑی ہوئی ہو اور جس طرح وہ بظاہر زلیف کو ملامت اور نصیحت کرتی تھیں اور دراصل



کے رکوع و سجود کی خبر دے رہے تھے (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب کریم علیہ السلام کے ایام مرض میں نماز ادا کرتے رہے حتیٰ کہ سہوار کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جو کہ نمازیں صغیں باندھ کر کھڑے تھے اور حضرت صدیق کی اقتدار میں نماز ادا کر رہے تھے ہم نے آپ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو چہرہ اندیلوں معلوم ہوا کہ وہ درق مصعب ہے۔ آپ نے صحابہ کو عبادت خدا میں مصروف دیکھا اور صدیق کی اقتدار میں نماز پڑھتے دیکھا تو اظہار رضا و پسندیدگی فرماتے ہوئے (ہمیں سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ) ہم نے ارادہ کیا کہ نماز چھوڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ جائیں اور حضرت صدیق نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اٹھ پاؤں چلنا شروع کیا تا کہ صفت میں مل جائیں اور مصلیٰ آپ کے لیے خالی کر دیں۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرادیا اور اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ خالق حقیقی کی بارگاہ اقدس میں جا پہنچے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

## گیارہواں باب تحتہ خلافت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو عبد الرحمن بن عوف کلام معیم الرضوان کی عقیدت و محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ سمت بصر یعنی جنب سے منہ موڑ کر مشرق کی طرف منوجہ ہیں۔ جدھر حجرہ مبارک کی کھڑکی سے رخ مسطقی صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب جہاں تاب ظہر فرماتا تھا اور نماز توڑ کر بارگاہ اقدس کی ماضی کے لیے آمادہ تھے۔ ان کا امام مصلیٰ خالی کر دیا تھا اور آداب کی تنظیم کے لیے بھی مہیا رہا تھا۔ آپ جب سمت اقدس سے اشارہ فرما رہے تھے بھی حضرات اس کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو یہ نہ سوجھی کہ غیر اللہ کی طرف توجہ نماز میں مبذول کرنا نماز کو شرک کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور نہ ہی رسالت اللہ نے آخری وقت اس شرک سے منع فرمایا اور نہ اس سے توجہ سے لوگوں کو آگاہ کیا تو معلوم ہوا حبیب خدا علیہ السلام کی طرف نماز میں منوجہ رہنا ان کی غلط فہمی یا انہیں کراہت نہیں تھی لیکن نام نہاد توحید کے علمبرداروں کی سینے کو فراتے ہیں کہ جملہ متغیوں اور بالخصوص رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں توجہ پھیرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہوجانے سے بدتر جہاں برابرہ لغو و بالشت کا ظہر ہو۔ مراہط مستقیم ص ۸۵ مکتبہ مہدیہ مکمل عل صحابہ اور ان کی توجہ اور کہاں ان کی یہ جہارت کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں غرق ہونے سے بڑا تباہی العیاذ باللہ۔ اس عبارت پر قدرے تفصیلی بحث کوثر الخیرات میں ملاحظہ فرمادیں۔ (محمد اشرف)



بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے پاس بکری کے شانہ والی بڑی لادیا کوئی تختی تاکہ میں ابوبکر صدیق کے لیے عہد خلافت تحریر کر دوں اور ان کے متعلق اختلاف کا سد باب کروں جب وہ تعمیل ارشاد اور اقبال امر کے لیے اٹھنے لگے تو فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ اور مومن آپ کے امر خلافت میں اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کا سد باب کر دیں گے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمان کھنٹے کا ارادہ فرمایا اور ابوبکر صدیق کا ذکر اس میں نہیں ہے (مگر ناطق ساکت پر حجت ہوتا ہے اور راجح لہذا جس روایت میں آپ کے نام کی تصریح ہے اس کی رو سے مطلق اور مبہم میں بھی لامحالہ آپ مراد ہوں گے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے فرمایا آئیے میں تمہیں ایسی چیز تحریر کر دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے گھر میں چند حضرات صحابہ کرام تشریف فرما تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا محبوب کریم علیہ السلام کو سخت درد ہے اور شدید تکلیف اور ہمارے پاس قرآن مجید فرقان حمید موجود ہے اور وہی رشد و ہدایت کے لیے کافی ہے (لہذا اس شدید تکلیف کے دوران اس امر کے تحریر کرنے کی تکلیف آپ کو نہیں دینی چاہیے گھر میں موجود حضرات کا باہم اختلاف ہو گیا اور نوبت صورت تک جا پہنچی بعض کہتے تھے کہ کاغذ قلم وغیرہ پیش کریں تاکہ آپ لکھ دیں اور بعض نے کہا اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق رائے کا اظہار کیا جب اس رائے زنی میں شور و شغب زیادہ ہوا اور اختلاف بڑھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اختلاف اور شور و شغب سے ایذا پہنچی تو فرمایا باہر چلے جاؤ (اور یہ بحث مباشرت وہاں کرو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کتنی بڑی مصیبت ہے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہم اختلاف و نزاع اس میں آڑ بن گیا۔

۱۔ اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو مشورہ منقول ہے وہ کمال ادب و اخلاص پر مبنی ہے اور محض آپ کی مہمدی و خیر خواہی ان کے پیش نظر ہے ورنہ جو حضرات آپ کے اشاروں پر جانیں نثار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں وہ اس حکم کی تعمیل میں پس پیش کیے کر سکتے تھے اور یہ بات کسی کے گوشہ و خیال میں بھی نہیں تھی کہ آپ اس مرض میں داغ مفارقت دے جائیں گے لہذا تا دم زلیست آپ سے استفادہ کرتے رہنے کی امید پر اس دوران تکلیف دینے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا۔

۲۔ باہم مفروضہ کہ چونکہ آپ خلافت علی المرتضیٰ کھٹا چاہتے تھے لہذا انہوں نے مخالفت کی تھی تو یہ پتا اس وقت چل سکتا تھا جب آپ کچھ تحریر فرماتے جب تحریر ہوئی ہی نہیں تو یہ غم غیب کس کو حاصل ہو گیا کہ خلافت بلا فصل ہی لکھی جانی تھی اور حضرات صحابہ کرام یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ خلافت مرتضیٰ کے لیے عہد کھٹا مقصود تھا لہذا یہ وجہ بالغیب ہے اور دعویٰ بلا سند و دلیل ہے۔

## بارہواں باب

### بوقت وصال صدقہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنیب خدا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے جو آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمائے تھے جب عارضہ مرض لاحق ہوا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ وہ دینار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو تاکہ صدقہ کریں، پھر آپ پر حالت غشی طاری ہو گئی اور حضرت صدیقہ آپ کی خدمت

۳۔ یہاں ابہام ہے اور سابقہ روایت میں حضرت صدیق کے لیے تصریح موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اگر خلافت لکھی جانی تھی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی لکھی جاتی۔ لہذا یہ روایت خلافت صدیق پر دلالت کرے گی اور قرائن و شواہد سے اسی کا قہن ہوتا ہے لہذا یہ اہل سنت کے مسلک کی موید ہوگی نہ کہ مخالف۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام نہیں لگایا کہ تم نے میری خلافت میں روٹے اٹکائے اور تحریر میں رکاوٹ پیدا کی تو مدعی سے گواہوں کا چیت ہونا لازم آئے گا۔ بلکہ اُن سے زیادہ باخبر اور صاحب علم کہ انہیں اپنی خلافت کا لکھا جانا معلوم نہ ہو سکا ورنہ وہ قوت جید کی کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر قیمت پر کافہ قلم وغیرہ پیش کرتے اور ہر رکاوٹ دور کر دیتے اور اپنی خلافت بلا فصل کا فرمان لکھوا لیتے۔

۵۔ اگر خلافت مرتضوی کا لکھ دینا امر خداوندی تھا تو نوزد اللہ فرض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی لازم آئے گی اور بعض اپنا خیال اور رائے مبارک تھی تو اس کے مقابل آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمایا اور اپنے اس ارادہ کو ترک فرمایا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق کی رائے کو قبول فرمائیں تو اد کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے نیز اگر یہ حکم خداوندی تھا تو بھی ظاہر ہے کہ وہ منسوخ کر دیا گیا ورنہ عمل نہ کرنا محال و ناممکن تھا تو جب یہ حکم ہی منسوخ ہو گیا پھر وجہ اعتراض کیا؛ بلکہ جب حضرت فاروق کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُن کی اصابت رائے واضح فرمادی اور ان پر تقلید و تشدید وغیرہ نہیں فرمائی گئی تو پھر خدا اور رسول سے بڑھ کر حضرت علی کا ہمدرد کون ہو سکتا ہے۔ اور ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت فاروق پر اعتراض کی مجال کسے ہو سکتی ہے؟

۶۔ خلافت و گمراہی سے بچانے کے لیے مرت تحریری ضروری نہیں تھی۔ زبانی بھی فرمایا جاسکتا تھا۔ مگر آپ نے جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور سوموار کا دن امت میں گزارنے کے باوجود اور آخری خطبہ دینے کے باوجود کہیں خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں فرمایا اگر امت کی ہدایت کے لیے یہ امر لازم تھا تو تحریری طور پر نہیں تو زبانی ہی فرمادیا جاتا۔

۷۔ اگر کافہ قلم وغیرہ پیش نہ کرنا جرم تھا تو حضرت علی اور حضرت عباس اور دیگر افراد اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا حکم ہوگا۔ اگر وہاں حاضر

میں مشغول رہیں اور اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی جب آپ کو خدا فرصت ملی تو وہ دینار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے اور انہوں نے صدقہ فرما دیے جب سوموار کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہوئی اور وصال کا وقت قریب آ پہنچا تو گھر میں چراغ روشن کرنے کے لیے روغن موجود نہیں تھا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دیا ایک عورت کے پاس بھیج کر فرمایا اس میں گھی کے چند قطرے ڈال دے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہے۔ اور روشنی کا انتظام نہیں ہے۔

مطلب بن مطلب سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینہ اقدس کے ساتھ سہارا دے کر بٹھائے ہوئے تھیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ اس سونے اور دینار می سکوں کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کر دو۔ اور پھر آپ پر حالت غشی طاری ہو گئی جب افاتہ ہوا تو دریافت فرمایا کیا تم نے ان کو خرچ کر دیا ہے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں مصروف رہی ہوں۔ آپ نے وہ دینار منگوائے۔ دست اقدس پر رکھے۔ ان کو گنا تو وہ چھ تھے۔ پھر فرمایا کیا گمان ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے ساتھ کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں اور ان کے ہاں اتنے دینار پڑے ہوئے ہوں۔ آپ نے وہ سبھی صدقہ کر دیے اور اسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔

نہیں ہوتے تھے اور تیمارداری نہیں کرتے تھے تو اس سے بطور عمل اعتراض کیا ہو سکتا ہے مگر حاضر تھے اور آپ کا فرمان سنا تھا تو ان کا اس پر عمل پیرا نہ ہونا اسی طرح قابل اعتراض ہے جس طرح باقی صحابہ کرام کا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی حضرت فاطمہ کی رائے کو قبول فرمایا تھا جب خدا و رسول اور اہل بیت کرام بھی ان کی رائے کو قبول کریں تو کس کم بہت کو ان پر اعتراض ہو سکتا ہے رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اظہار حسرت فرمانا کہ کاش رکاوٹ پیدا نہ ہوتی اور تحسیر معروض وجود میں آجاتی تو یہ ان کی رائے مبارک ہے اور ظاہر ہے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ علم رکھتے تھے لہذا ان کی رائے زیادہ وقیع ہے اور ذہنی۔ نیز ان کے فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر وہ تحریر معروض وجود میں آجاتی تو اس میں بڑی مصلحت ہوتی اور ظاہر ہے جس کام میں مصلحت نہ ہو اس کا آپ حکم بھی کیسے دے سکتے ہیں مگر قابل غور امر یہ ہے کہ آپ جس امر کو ترک فرمادیں وہ مصلحت سے خالی کیوں کر ہوگا بلکہ رائے کا بدلنا یا امر خداوندی کا فیض ہو جانا ترک کے اصل اور بدتر جہاں بہتر ہونے کی دلیل ہیں۔ ہے اور واضح حجت و برہان۔

علامہ ابن ابی شیبہ اور بھی کافی وجہ سے جواب دیا جاسکتا ہے مگر خوف طرالت مانے ہے لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ (محمد اشرف)



## تیرھواں باب

### بوقت وصال غلام آزاد فرمانا

سہل بن یوسف اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف کے قریب چالیس غلام آزاد فرمائے۔

## چودھواں باب

### سید زہرارضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرارضی اللہ عنہا چلتی ہوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں اور ان کی چال و حال بالکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند تھی۔ آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرمائی اور کوئی راز کی بات بتائی وہ رو پڑیں۔ میں نے کہا تمہیں محبوب کریم علیہ السلام نے اسرار کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور تم رو رہی ہو پھر آپ نے دوبارہ انہیں راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں میں نے کہا میں نے آج کے دن کی مانند کبھی خوشی کو غم سے اتنا قریب نہیں دیکھا اور حضرت زہرارضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا اسرار اور بھید بتائے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی موجودگی میں آپ کے راز فاش نہیں کر سکتی جب آپ کا وصال ہو گیا تو پھر میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے جو راز کی بات بتلائی تھی وہ یہ تھی کہ جبریل امین علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے اور اس سال دوسرے دور کیا

ف۔ اس حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کا علم حضرت زہرارضی اللہ عنہا کے وصال کا علم اور عند الشدان کے منصب و مقام کا علم ثابت ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ارشاد باری تعالیٰ تو عاتذری نفس ماذا اکسب غدا کھوت اور صرف یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر میں اپنے عقل و قیاس سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ آنے والے وقت میں وہ کیا کرے گا اور اس پر کیا گزرے گی ورنہ اعلام و اطلاع باری تعالیٰ سے جانا ایسے قوی دلائل سے ثابت ہے جن کا انکار نامکن و محال ہے یہی تطبیق آیات نفی علم حبیب اور آیات اثبات میں علامہ خفاجی نے نیم الریاض میں بیان فرمائی ہے اور دیگر اکابرین ملت نے الحمد للہ علی ذالک۔

ہے اور میرا اعتقاد یہی ہے کہ میرا وقت وصال و وفات قریب آچکا ہے اور اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچ گئی۔ دَعَا السَّلَفِ اِنَّا لَشِدَّاءُ فِي مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي يَوْمٍ كَثِيرٍ مِمَّا تَسْتَعْتِقُونَ اور میں تمہارے لیے بہت بہتر سلف و فرط ہوں اور تمہارے لیے سہولت کا ہر ممکن انتظام کروں گا اور ہر موجب رنج و الم اور درد و غم کو دور کرنے والا ہوں گا۔ میں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو دپڑی اور اس المناک اور محبوب درد و کرب جانکاہ خبر کو سننے کی تاب نہ لاسکی تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں تمہیں سیاہت اور سرداری عطا کی جائے۔ میں اس وقت مہنس پڑی دیکھاری و مسلم ہ۔

## پندھواں باب

### بوقت وصال مسواک کا استعمال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خصوص انعامات میں سے یہ انعام بھی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میرے گھر میں اور میری باری میں اور ایسی حالت میں کہ آپ کی پشت مبارک میرے سینہ کے ساتھ لگی تھی اور سر نماز کندھے اور چہرہ دالی بڈھی سے لگا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن کو اور آپ کے لعاب دہن کو اس وقت جمع فرمایا جب کہ آپ کا دنیا میں آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا دن تفصیل اس کی یہ ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیلے ہوئے بیٹھی تھی میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس مسواک پر لگی ہے تو سمجھ گئی کہ آپ مسواک پسند فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ان سے آپ کے لیے مسواک لے لوں۔ آپ نے سر اقدس سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہاں! (آپ نے منہ مبارک میں ڈالی اور چبانے لگے مگر وہ سخت تھی) میں نے عرض کیا چبا کر نرم کیے دیتی ہوں میں نے مسواک دھوئے بغیر اپنے منہ میں رکھ لی اور اسے نرم کیا۔ دھونے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی کہ آپ نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور اسے دانتوں پر پھیرنے لگے۔

آپ کے سامنے یانی کا پیالہ تھا۔ آپ ایسا ہاتھ مبارک اس میں ڈالتے پھر حیرہ اقدس پر ملتے اور فرماتے دَالَا لَہُ اللہ

بے شک موت کی سکرات ہیں اور شدتیں، پھر دستِ اقدس بلند فرمایا اور فرماتے لگے: ”فی الدقیق الاعلیٰ“ حتیٰ کہ آپ کا دھال ہو گیا اور دستِ اقدس نیچے آگیا۔

## سولہواں باب

### مختارِ کل

بشر بن سعید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو دنیا کو اختیار کریں اور چاہیں تو قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو ترجیح دیں۔ تو اس عبدِ خاص اور مقبول بارگاہ نے قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کر لیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نبی یہ ارشاد سنا تو رونے لگے۔ ہم حیران ہوئے کہ اُن کے رونے کی وجہ کیا ہے، آپ نے تو ایک عبد کو با اختیار بنائے جانے کی خبر دی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس عبدِ مقرب کو یہ اختیار تفویض کیا گیا تھا وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ صاحبِ علم و بصیرت تھے اور رازدارِ نبوت۔

حضرت صدیقِ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسولِ خدا علیہ التیمۃ والثناء سے سنا کرتی تھی کہ جب تک پیغمبرِ خدا کو دنیا و آخرت اور موت و حیات کے درمیان اختیار نہیں دیا جاتا اس کو موت نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ حبیبِ خدا علیہ التیمۃ والثناء کو مرضِ وصال میں سخت کھانسی لاحق ہوئی تو میں نے اس دوران آپ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین وحسن اولئک ذقیقاً“ مجھے ان لوگوں کی محبت و رفاقت حاصل ہو۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے یعنی انبیاء و مرسلین اور صدیقین و شہداء اور صلحین و کاملین کا اور وہ مہبت ہی اچھے رفقاء ہیں۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے دارِ فانی کی بجائے دارِ آخرت اور متربِ خداوندی کو اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صلحین کی محبت و رفاقت کو اختیار کر لیا ہے۔ ف

ف اللہ ہر شخص کی موت کا وقت مبین ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر کا احتمال نہیں ہے۔ اذا جاء اجلہم لا یتاخرون ساعت ولا یستقدمون۔ مگر کوئی جبراً ذکرِ نفوت کیا جاتا ہے اور ناچار رختِ سفر باندھتا ہے اور کوئی مقدس و مقرب شخص ایسا ہوتا ہے۔ جس کو با اختیار کر دیا جاتا ہے اور وہ بخوشی قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ دونوں حالتوں میں جو بعدِ بیدار ہے اور فرقہ بین ہے وہ کسی بھی صاحبِ علم و بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انتقال تو ہر ایک کا ہوتا ہی ہے مگر بخوشی کون اس دار کی طرف منتقل ہوتا ہے اور



وصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

باکراہ دجبر کون؟

۳۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ اختیار مل جانا اور بات ہے اور اسے استعمال فرمانا دوسری بات، دنیوی زندگی کو ترجیح دینے کا اختیار ہے اور تاقیام قیامت دنیا میں رہتے کا مگر اسے استعمال نہیں فرمایا لہذا کسی بھی مگر اختیار کے عدم استعمال سے عدم اختیار پر استدلال درست نہیں ہے۔

۴۔ یہ تو ہم بھی مندرج ہو جائے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوسجد میں شہید کر دیے جائیں گے تو مسجد کی طرف جاتے ہی کیوں وغیرہ وغیرہ کیونکہ راہ فرار موت سے اختیار کرنے والے اور ہیں اور موت کے انتظار میں ایک ایک لمحہ گن گن کر کاٹنے والے اور جن کے لیے دنیا جنت ہے وہ تو اسے اختیار کریں گے مگر جن کے لیے یہ قید خانہ ہے اور موت کے ذریعے خلاص حاصل ہوتی ہے تو وہ موت کو اس سے بھی زیادہ پسند کریں گے جیسے کہ بھوکا کچھ ماں کے دودھ کو الدنیا بمن المومن وجنۃ الکافر۔ لہذا ان کا ملین کا معاملہ اور ہے اپنے آپ پر ان کو تمہیں نہ کرنا چاہیے۔ کار پا کاں را قیاس از خود میگر زان کہ باشد در نوشتن شیر و شیر

نذیرین نازل بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے عباد میں اور بلا میں سرکشی سے کام نہ لینا کیونکہ اس نے تمہیں اور مجھے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ دار آخرت کا مالک ہم انہیں لوگوں کو بنائیں گے جو زمین میں نہ تہر دو سرکشی کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ فساد و خونریزی کا۔ اور حسن عاقبت متیقن کے لیے ہے۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا الْعَاقِبَةُ لِمُتَّقِينَ۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ؟

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا وصال کب ہے اور کس وقت میں؟ آپ نے فرمایا تم سے جدائی کا وقت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور بازگشت کا وقت قریب آچکا ہے جنتہ المادویٰ اور مدنتہ المشتیٰ تک رسائی اور رفیق اعلیٰ کے ساتھ لاحق ہونے کا وقت قریب ہے۔ بہر نہ پیمانہ پینے اور عیش و دام اور حظاوتی حاصل کرنے کا وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریب ترین افراد! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیں؟ تو فرمایا اگرچہ تو میرے انہیں کپڑوں میں یا مصری کپڑوں میں اور چاہو تو یامانی چادر میں۔

ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے بہتر جزا فرمائے۔ آہستگی اور حوصلہ مندی سے کام لو جب مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میری اسی چارپائی پر قبر کے کنارے اسی مکان میں رکھ دینا اور ایک ساعت کے لیے باہر نکل جانا۔ کیونکہ پہلے پہل مجھ پر میرا حبیب و خلیل حضرت جبریل نماز جنازہ پڑھے گا اور میکائیل و اسرافیل۔ پھر ملک الموت اور ان کے ہمراہ فرشتوں کی بہت بڑی جماعتیں ہوں گی۔ پھر فوج در فوج اور گروہ در گروہ مجھ پر داخل ہونا اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہنا۔ اور مجھے رونے والی اور آہ و زاری کرنے والی عورتوں کے ذریعے ایذا و تکلیف نہ پہنچانا (بلکہ انہیں روکنا اور اس سے دور رکھنا) چاہیے کہ مجھ پر سب سے پہلے میرے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں اور بعد ازاں ان کی عورتیں اور اس کے بعد تم نماز پڑھنا اور صلوٰۃ و سلام پیش کرنا۔

اور میری طرف سے میرے ان صحابہ کو سلام دینا جو اب غائب ہیں اور ان لوگوں کو جو قیامت تک میری امت میں پیدا ہوں گے اور میری شریعت و ملت کی اتباع کریں گے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کو قبر انور میں کون اتارے؟ فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ہمراہ بہت سے فرشتے ہوں گے وہ تمہیں دیکھیں گے اگرچہ تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے۔

## اٹھارھواں باب

### بوقتِ وصال نماز کی وصیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وقتِ احتضار و وصال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارکہ یہ تھی "اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُکُمْ" نماز کا خیال رکھنا اور ان غلاموں کا جو تمہارے قبضہ و تصرف میں ہیں حتیٰ کہ وہ آخری لمحات جن میں زبانِ اقدس سے ان الفاظ کی ادائیگی نہیں ہو سکتی تھی۔ سینہ اقدس میں گردش کرنے والا سانس اسی وصیت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ان الفاظ میں تھی۔ "اَتَقُوا اللہَ الصَّلٰوةَ اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُکُمْ" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

## انیسواں باب

### امور دنیا

حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آیا رسول کریم علیہ السلام نے کسی امر کی وصیت فرمائی انہوں نے کہا نہیں! میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان و اسلام کو وصیت کے متعلق ارشاد فرمادیں اور نعمتِ تاکید اور خود وصیت نہ فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے امور دنیا میں سے کسی امر کی وصیت نہیں فرمائی۔ ہاں البتہ کتاب اللہ کے ساتھ اعتصام اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وصیت فرمائی۔ بخاری و مسلم۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے اموال دنیا میں سے کوئی شے ورثہ و ترکہ میں نہ چھوڑی نہ دہم و دینار اور نہ ہی بکری اور اونٹ اور نہ ہی دنیوی اموال وغیرہ میں سے کسی شے کے متعلق وصیت فرمائی۔

(مسلم شریف)



## بیسواں باب

### روضہ مقدسہ کو سجدہ گاہ نہ بنائیں

حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت وصال طاری ہوا تو آپ اپنا کبیل مبارک منہ پر ڈال لیتے اور جب سانس میں رکاوٹ محسوس ہوتی اور بوجھ محسوس ہوتا تو اسے ہٹا دیتے آپ اسی حالت میں تھے کہ فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا ہے اور آپ صحابہ کرام اور اہل ایمان و اسلام کو ان جیسے اعمال و افعال سے اور قبور کو مسجد بنانے سے ڈرا رہے تھے مہ

مع شیخ مفتی عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے ابن حجر عسقلانی کی شرح میں نقل فرمایا کہ قبور کو مساجد بنانا اور بزبان رسالت لعنت خداوندی کا مستحق ہونا اس صورت میں ہے کہ قبر کو نماز کے لیے قبلہ بنائے یا قبر کو مسجد بنائے اور نماز سے منقود قبر کی تعظیم ہو یہ بالاتفاق حرام ہے۔ رہا کسی مقبرہ بارگاہ خداوندی میں بیخبر یا صالح کے جوار اور قرب میں مسجد بنالینا اور وہاں نماز ادا کرنا، کہ صاحب قبر کی رہنمائی کا فیض حاصل ہو جائے اور برکت قبر اور جوار صاحب قبر سے ثواب عبادت کا دل و اکمل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۲ و کذا فی مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۲۵۔

اشعۃ اللمعات میں صفت کی دائیں جانب کھڑے ہونے کی تفصیل کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ دائیں جانب قیام کی افضلیت مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مقامات میں ہے اور مسجد نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہونے میں اجر و ثواب زیادہ ہے کیونکہ قبر اور روضہ اور بائیں جانب ہے۔ بعض علماء شافعیہ سے یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں رحمہم اللہ قائمہ۔ اللہ اس قول کے قائل پر رحم فرمائے اس نے کتنی پیاری اور عمدہ بات کہی ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۵۔ د۔ جلد ثالث ص ۲۹۹۔

اقول مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنانے کا حکم خود اللہ رب العزت نے دیا ہے خدا تعالیٰ و امن مقام ابراہیم مصلیٰ۔ اگر وہاں نماز ادا کرنا زیادتی اجر اور کثرت ثواب کا موجب نہیں ہے تو یہ حکم بلا مصلحت لازم آئے گا نفوذ باللہ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو جس پتھر پر چاند لہرات کے لیے حضرت عیسیٰ کے قدم اندس لگ گئے وہ تا قیام قیامت موجب کثرت ثواب ہے لہذا انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ جہاں موجود ہیں اور بالاجماع وہ محفوظ ہیں اور باقی بلکہ زندہ تو وہ مقدس مقامات بھی موجب کثرت اجر و ثواب ہیں اور باعث ترقی درجات۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ تفسیر مظہری میں اس آیت مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں۔ اہل اعتبار اور اولوالالبصر نے یہاں سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ہر وہ مکان جہاں اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تشریف فرما ہوا یا نازل ہوا، ہذاک برکات من السماء

# ایک سوال باب

## اللہ اور جبریل امین کی مزاج پرسی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مرض وصال کے دوران حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ اسے حبیب کیا حال ہے اور اپنے آپ کو کس کیفیت پر پاتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے امین خدا اور حال دجی میں اپنے آپ کو شدت درد میں مبتلا پاتا ہوں اور سخت تکلیف میں۔

دوسرے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمود و محمود خدا و خلق اللہ تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور مزاج شریف کے متعلق دریافت فرماتا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے امین خدا میں درد و کرب میں ہوں۔ تیسرے دن حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ ملک الموت بھی تھے۔ پھر عرض کیا اے ہر زبان پر تعریف و ثنا کیے ہوئے تمہیں تمہارا رب کریم سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ مزاج شریف کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں درد و الم محسوس کرتا ہوں! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یہ ملک الموت ہے اور یہ میرا دنیا میں آخری چکر ہے اور آپ پر نازل ہونے کا آخری موقعہ اور مجھے آپ کے بعد کسی بھی فوت ہونے والے پر کوئی دکھ درد تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کی طرف دجی کے ساتھ نازل ہونگا۔

(من شاء جعدا ث فلیمت) نفلیک کنت احاذر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کی شدت محسوس ہونے لگی اور آپ کے سامنے پانی کا بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا۔ جب

دسکینۃ تجذب القلوب الی اللہ یتضاعف هناك اجر الحسنات وکذا اذا سیتات۔ وہاں پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور سیکینۃ کا نازل ہوتا ہے جو دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف جذب کر لیتی ہے وہاں پر حسات کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے اور اسی طرح برائیوں کا گناہ اور عذاب بھی۔ تفسیر طبرانی جلد اول ص ۱۲۰ نیز حضرت قتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت اس مضمون پر نص صریح ہے وہ کمزور بینائی کے مالک تھے اور اپنی قوم کے امام جب بادشہ وغیرہ ہوتی اور مسجد اہل کفر کے درمیان گزرنے والی راہی راستہ کو دیتی تو جماعت اہل مسجد میں نماز ادا کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاتے انہوں نے اس نقصان سے بچاؤ کی تدبیر یہ کی کہ بارگاہ رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائی تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لیے جائے نماز بنالوں اور اس جگہ کی برکت سے اجر کامل اور ثواب کثیر حاصل کر سکوں محبوب خدا علیہ السلام نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور نماز ادا فرمائی، ملاحظہ ہو مخارجہ شریف ج ۱، ص ۱۰۱۔ مسند شاہ ج ۱، ص ۱۰۱۔



بھی وصال کی شدت محسوس ہوتی اس میں ہاتھ مبارک ڈبو کر آپ چہرہ نور پر ملتے اور دعا فرماتے: اللہم اعن علی سکرات الموت، اسے اللہ وصال کے شدائد میں میری اعانت و امداد فرما اور ان سے محفوظ فرما۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تین دن قبل جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے تو عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے اعزاز و اکرام اور فضیلت و اختصاص کو ظاہر کرنے کے لیے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے جس امر کو وہ آپ کی نسبت بھی بہتر جانتا ہے اسے حبیب کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا اے جبریل میں غم و اندوہ میں ہوں اور درد و کرب میں۔

دوسرے دن پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اپنے فضل و کرم کا اظہار کرنے کے لیے ارسال فرمایا ہے اور آپ سے آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت اسے بہتر جانتا ہے۔ وہ فرماتا ہے اے حبیب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا: اے جبریل میں غم و اندوہ اور درد و کرب میں مبتلا ہوں۔ تیسرے دن نازل ہوئے تو ان کے ساتھ وہ فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور زمین و آسمان کی درمیان فی نفاذ اور خبر پر مامور تھا نہ کبھی آسمان کی طرف صعود کیا اور نہ زمین کی طرف نازل ہوا جب سے کہ زمین معرض وجود میں آئی اور وہ ستر ہزار ملائکہ پر امیر بنایا گیا تھا (جن میں سے ہر ایک ہزاروں فرشتوں پر امیر تھا) اور ساتھ ہی ملک الموت بھی تھے۔

حضرت جبریل علیہ السلام سب سے پہلے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے ستودہ ذات و صفات الشرب العزت نے مجھے آپ کی طرف اپنا فضل و کرم اور آپ کا امتیاز و اختصاص ظاہر کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے اور وہ آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت آپ کے احوال کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے کہ آپ کا حال کیسے ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو غم و اندوہ اور درد و کرب میں پاتا ہوں۔

پھر ملک الموت طلبگار اذن ہوئے اور جبریل امین نے عرض کیا یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں نہ انہوں نے آپ سے قبل کسی سے اذن لیا ہے اور نہ آپ کے بعد کسی سے طالب اذن ہوں گے آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو۔ وہ حاضر ہوئے اور بارگاہ اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: اے رسول خدا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو بھی حکم دے دو اور جس طرح بھی فرمان ہو میں بندہ فرمان ہوں اور تابع احکام۔

اگر قبض روح کا امر ہو تو اس پر عمل کروں گا اور اگر واپس چلے جانے کا حکم ہو اور قبض روح سے باز رہنے کا تو میں اسکا پابند ہوں گا اور روح اقدس قبض کیے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اسے ملک الموت واقعی تم اسی طرح کرو گے۔ جس طرح میں کہوں گا۔ انہوں نے عرض کیا میں تو آپ کی اطاعت کا پابند ہوں اور حکم ماننے پر مامور۔

(جب آپ نے مشورہ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے عرض کیا ان اللہ تقدسات قرابہ)



اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاق تھا و دیدار ہے اور آپ کا قرب پسند فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت میری روح قبض کر لے اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دے اور اپنا فریضہ امانت و وفات ادا کر لے۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر آخری قدم ہے آج کے بعد نہیں آؤں گا۔ میرے زمین پر آنے کا مقصد صرف جناب والا کی خدمت میں حاضری، شرف دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور احکام خداوندی پہنچانا تھا اور کوئی مقصود و مطلوب نہیں تھا اور اسی دوران رسول کریم علیہ السلام کا حال ہو گیا ہے۔

عہ: اس حدیث پاک کا مضمون و منہج بھاری و مسلم کی حدیث سے تا یہ و تقویت حاصل کر چکا ہے جو قبل ازیں گزر چکی ہے لہذا سند وغیرہ کی بحث جیسا کہ مثنیٰ نے کی ہے بے سود ہے اور بیکار مثنیٰ قاری علیہ الرحمہ نے ترقیات میں فرمایا کسی ایک راوی کے متروک ہونے سے حدیث کا مضموع ہونا لازم نہیں آتا بالخصوص جبکہ وہ مضمون مستند اسناد و طرق سے ثابت ہو اور چونکہ کوئی حدیث صحیح اس مضمون کے معارض و مناقض نہیں ہے، لہذا اس سے استدلال درست ہے اور اس پر اعتماد بجا ہے ص ۲۵۴ ج ۱۱۔

۲۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر سوال لا علمی کی دلیل نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کی مزاج پر فرمائی حالانکہ وہ بہتر جانتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے سوال فرمنا بھی آپ کی لا علمی کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۳۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا افضل عظیم اور لطیف واضح ہوا کہ محبوب کی مزاج پر فرمائی اور تین مرتبہ حامل بھی اور امین اسرار کو بھیج کر۔  
۴۔ حبیب پاک کا کمال صبر معلوم ہوا کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل و کرم کے نہ خود و عافرائی اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام کو کما کر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مزاج پر فرما رہا ہے حالانکہ مرض بھی اسی کا مسلط کردہ ہے کوئی عقل کا اندھا اور دین دایمان کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر محبت ہوتی تو تکلیف ہی نہ دیتا یا قدرت ہوتی تو مرض دور کر دیتا نہیں نہیں۔ مرض میں مبتلا کرنے اور آپ کو صبر و رضا کی توفیق دینے میں بھی حکمت ہے اور جبرئیل امین بھیج کر مزاج پر فرمائی اور تیار داری کرنے میں بھی۔ مرض کے شدید انداز پر صبر و تحمل ترقی درجات اور رفعت مراتب کا موجب ہے اور مرض دور ہونے اور کلفت دور ہونے سے صبر و رضا کا ظہور نہیں ہوگا اور نہ ترقی درجات کا حصول لہذا مرض بھی طاری ہے اور پریشانی احوال بھی جاری تاکہ کوئی بے اعتنائی اور لاپرواہی کا لگان نہ کرے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب منزلت و نشان محبوبیت میں شک و شبہ اور تردد و تذبذب کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہاں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشدید ہونے سے بچانے بلکہ دعا بھی نہ کرنے کی حکمت واضح ہو جائے گی اور اسے

## بائیسواں باب

### موت سے کراہت

حضرت ابوالمحیرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے عافیت اور شفا کی دعا فرمائی۔ مگر جب یہ عارضہ لاحق ہوا تو بالکل دعائے شفا نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے تھے اے نفس محمد اے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کیا ہے کہ ہر جائے پناہ کی طرف پناہ لینے کی فکر کرتی ہے اور موت سے بچاؤ کے لیے سہارا دے کر تلاش کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ان کلمات طیبات سے دم فرماتے اور ان کی پناہ میں دیتے۔ "أَذِيبَ النَّبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاؤَ اِلَّا شِفَاؤُكَ لَا یَنْفِرُ شِفَاؤُ اِیَّیْهِ لَوْ کَانَ رَجُلٌ وَکَلِیْفٌ وَوَفَرْنَا شِفَاؤَ فَرَا تَوْحِی شِفَاؤِیْنِیْ وَالاَیَّ شِفَاؤُ صِرْتِیْ شِفَاؤِیْ هِیْ۔ اِیْسِی شِفَاؤُ عَلَا فَرَا جَوْ کِیْ قِیْمِیْ اَوْدَ کَلِیْفِیْ کُوْ بَاقِیْ نَحْ یُجْوِطُ رِیْ۔"

جب آپ پر مرض وصال طاری ہوا تو میں نے آپ کے ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیے اور ان کلمات سے پر لکھ کر دم کیا پھر اس ہاتھ کو آپ کے جسم پاک پر پھیرنے لگی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک تیزی سے کھینچا۔ پھر فرمایا "رب اغفر لی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ" اے اللہ میرے لیے مغفرت و بخشش فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملحق فرما اور عالم بالا میں پہنچا دے۔ آپ کے آخری کلمات طیبات جو میں نے آپ کے منہ مبارک سے سنے۔ (بخاری و مسلم)

## تیسواں باب

### سیر روح

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ حبیبہ علیہا السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ

کے باوجود اور نگاہ بعیرت سے اطلاع کے باوجود جسمانی طور پر قرب کے طلبگار ہونے اور قرب کے عدم حصول کی صورت میں رونے اور آہ و بکا سے کام لینے کی وجہ ظاہر و واضح ہو جائے گی بالخصوص قعدہ یعقوب دیرسٹ علیہا السلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرنے والوں کا توہم زائل ہو جائے گا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم

علیہ السلام کی روح اقدس قبض ہوئی تو آپ کا سر اقدس میرے کندھے اور گردن کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جب وہ روح پاک جسد اطہر سے باہر نکلی تو میں نے ایسی پاکیزہ خوشبو محسوس کی کہ کبھی بھی دلیسی خوشبو اور مہک نہیں سونگھی۔

## چوبیسواں باب

### لباس بوقت وصال

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک کپڑا دکھایا جس کا تانا بانا نہیں تھا بلکہ اون کو منجد کر کے تیار کیا ہوا تھا اور ایک موٹی گھردی تہ بند دکھلائی اور فرمایا کہ مالک کو نین علیہ السلام کا ان دو کپڑوں میں وصال ہوا۔ البخاری والمسلم،

## پچیسواں باب

### وقت وصال

رسول کرم شفیع منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہجرت کے گیارہویں سال سوموار و پیر کے وقت دارِ آخرت کی طرف سفر فرمایا اور جوار رحمت خداوندی میں پہنچے اور ایک قول یہ ہے کہ جب سورج صبحی اور چاشت کے وقت پر پہنچا اور اچھی طرح گرم ہو گیا۔ (اس وقت آپ نے وصال فرمایا)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی مروی ہے کہ آپ کا وصال سوموار کو ہوا۔ فصلی اللہ علیٰ حبیبہ و محبوبہ تدار حسنه و جمالہ و جودہ و نوالہ و جاہہ و جلالہ و علی اصحابہ و آلہ وسلم تیلما کثیرا کثیرا۔

## چھبیسواں باب

### وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ کرام

... .. کہ حضرت ... .. نے انہما بتلایا کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم



کا وصال ہو گیا تو اطلاع ملے ہی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مقام سحرا کے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد شریف کے قریب اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگ موجود تھے مگر آپ کسی سے کلام کیے بغیر سیدھے میرے گھر تشریف لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد کیا آپ یمنی چادر میں لپیٹے ہوئے تھے چہرہ اقدس سے کپڑے کو ہٹایا اور پیشانی اقدس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا جو موت آپ پر مقدر تھی وہ تو طاری ہو چکی اب دوسری موت طاری نہیں ہوگی۔ ابو سلمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضری دے کر باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے حضرت صدیق نے انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے بیٹھنے سے عذر انکار کیا تو انہوں نے خطبہ کا آغاز کیا۔ ان کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے حمد و ثناء باری تعالیٰ ادا کرنے کے بعد فرمایا جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (اس کا دین و مذہب ختم ہو گیا اور وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے) کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرتا تھا تو اس کو اپنے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ احیٰ قیوم ہے، اللہ رب العزت فرماتا ہے: **وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ**  
**مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَئِنْ لَا تَنْفِرَ اللَّهُ**  
**شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔**

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول ہیں (خدا انہیں ہی تاکہ ان پر وفات وصال طاری نہ ہو) ان سے پہلے بھی رسل کرنا دنیا سے کوچ فرما چکے ہیں۔ کیا وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم اٹھ پاؤں پھر جاؤ گے اور سابقہ دین میں داخل ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ دو گے۔ جو شخص اسلام سے برگشتہ ہو گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ تعالیٰ کو کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزار اور دین اسلام میں راسخ الاعتقاد اور ثابت قدم لوگوں کو حبز اربعہ اور احبہ عظیم سے بہرہ ور فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے بخدا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ کو نازل فرمایا ہے حتیٰ کہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی تو پھر سبھی لوگوں کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی اور وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں جدھر بھی کان لگاتا ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا۔

سعید بن مسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت صدیق کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میرے پاؤں کو مجھے اٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں صفت و نوافی کی وجہ سے بیٹھ گیا اور وصال نبوی کی خبر نے مجھے بے جان محبہ اور ناقابل حس و حرکت ڈھانچہ بنا دیا۔

ابو محمد ورمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جوں ہی سرکارِ دو عالم مصیبِ مکرم علیہ السلام کی خبر وفات وصالِ مٹنی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرے پاؤں کاٹ دیے گئے ہیں حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اٹھانے سے عاجز آ گئے اور میں زمین پر گر پڑا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن وصال ہوا۔ آپ کو نہ اس دن دفن کیا گیا نہ رات کو نہ لگے دن کو بلکہ بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔ صحابہ کرام سے بعض نے کہا کہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہی نہیں ہے بلکہ جیسے حضرت کلیم علیہ السلام پر سرِ طورِ غشی کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اسی طرح رسالتِ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حالتِ غشی اور کیفیتِ استغراق طاری ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی یہی اعلان فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ بخدا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک اعداءِ دین اور بدطینت لوگوں کے ہاتھ اور ان کی زبانیں نہ کاٹ چمکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح اعلان فرماتے رہے۔ اور اہل اسلام کو آپ کی زندگی اور حیات کا مشرودہ سناتے رہے اور اعداءِ دین کو خوف و خشیت دلاتے رہے حتیٰ کہ آپ کے منہ مبارک کے دو ٹوٹنے سے جنگِ لعابِ دہن سے بھر گئے اور دہنِ اقدس سے آواز نکلتا دیکھ کر ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور آپ بشر و مخلوق میں خدا نہیں اور نہ انہی ابدی ہیں۔ ان پر بھی بشر اور مخلوق کی طرح تغیرِ احوال ہوتا ہے جس طرح عام لوگوں پر۔ اے میری قوم رسولِ خدا علیہ السلام کو دفن کر دو وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ کرامت و عزت والے ہیں کہ ان کو بار بار وفات دے۔ تم میں سے ہر ایک کو صرف ایک مرتبہ وفات دے اور وہ دارِ آخرت کی طرف منتقل ہو جائے مگر مصیبِ پاک پر بار بار موت طاری فرمائے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ مکرم و معظم ہیں کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے! لہذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ابھی اٹھیں گے اور کفار و معاندین اور اعداءِ دین کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ کر انہیں کفرِ کردار تک پہنچائیں گے۔ یہ خیال غلط ہے، لہذا تم آپ کو دفن کر دو اور اگر بقولِ شہادہ زندہ ہیں اور صرف حالتِ استغراق اور سرِ طاری ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ امر گراں اور بھاری نہیں ہے کہ وہ آپ سے خاکِ لحد کو الگ فرمائے اور آپ کو قبرِ نور سے باہر نکالے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ نے راہِ حق و ہدایت کو واضح نہیں کر دیا۔ حلال اور حرام کو بیان نہیں فرمادیا۔ آپ نے نکاح و طلاق کا حکم واضح فرمایا اور علیٰ منونہ دکھلایا۔ آپ نے جنگ بھی لڑی اور مصالحت بھی فرمائی۔ وہ شبان اور چرواہا جو بھیڑ بکریوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراتا ہے۔ انہیں دشتوں کے پتے جھاڑ کر کھلاتا ہے اور ان کے لیے حوض تیار کرتا ہے اور اس کے بند کو لپک کر پانی کا تحفظ کرتا ہے۔ اپنی بکریوں اور بھیڑوں کے لیے اتنی نگہ داری نہیں کرتا اور ان کی بہتری اور بھلائی کی کوشش نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری



اصلاح اور تہذیب و تربیت کے لیے سی فرمائی اور اصلاح اعمال و اخلاق کے لیے جدوجہد فرمائی (اور جب فرض رسالت کا حق ادا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دار تکلیف و محن سے چھٹکارا دیا اور اپنے جوار رحمت میں بلالیا۔ لہذا اب آپ کو قبر میں آمار دو اور دفن کر دو۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرماتی تھیں کہ میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دار آخرت اور جوار رحمت الہی میں تشریف لے جانا آپ کے لیے دنیا کی نسبت بہتر ہے بلکہ میں صرف اور صرف اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ وحی آسمانی اور عالم بالا کی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سووار کو وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول فرمادی ہے اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس شب دروز سر طور بٹھائے رکھا اور قوم سے الگ تھلگ رکھا۔ اسی طرح آپ کو ہم سے وقتی طور پر الگ تھلگ کر دیا ہے اور آپ کی توجہات کو اپنی طرف مبذول فرما دیا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ جلد اصلی حالت پر آجائیں گے اور قوم منافقین کے ان لوگوں کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ دیں گے جو گمان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں منورہ فگن ہوئے تھے تو اس دن آپ کے انوار سے مدینہ کی ہر چیز چمک اٹھی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا۔ اس دن ہر چیز اندھیرے اور تاریکی میں ڈوبی نظر آتی تھی (حالانکہ آفتاب جہاں توجہ مبذول چمک رہا تھا) اور ہم نے رسول کریم علیہ السلام کی قبر انور کی مٹی ابھی ہاتھوں سے نہیں جھاڑی تھی کہ اپنے دلوں میں اور لبائیں تبدیل محسوس کی (جیسے نگاہ ظاہر کے آگے سے چراغ بٹالیا جائے تو تبدیلی محسوس ہوتی ہے)۔ ۱۔ ۵

۵۷

۱۔ ۵۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن پر منور، فگن تھا اور چشم ظاہر و باطن دونوں سے درک و محسوس ہوتا تھا اور معنوم و معقول اور آپ کا نور انوار آفتاب جہاں تاب کے نور پر غالب تھا جو روشنی مدینہ منورہ میں اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر دیکھنے میں آئی وہ کبھی کسی آنکھ کو دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھی اور جبرائیل نگاہ باطن نے وصال اقدس پر محسوس کی۔ وہ سورج کے ضعف النہار پر چمکنے سے بھی چمکی نظر نہ آئی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ فان نورہ شمس العالم الصوری والمعنوی۔ نور مصطفوی عالم صورت ومعنی اور ظاہر و باطن دونوں کے لیے شمس میر ہے اور راوی نے مدینہ منورہ کی جو شخصیں فرمائی ہے تو وہ اس آفتاب عالم تاب کے قریب کی وجہ سے ہے۔



## سٹائیسوال باب

### عمر شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف تیرہ سال

اور رادی کے دیکھنے کے لانا سے در نہ وہ نور سب جہانوں کو محیط ہے اور جتنی بڑی روشنی آنکھوں سے اوچل ہوگی اسی نسبت سے تاریکی زیادہ محسوس ہوگی۔ مرقات جلد ۱۱ ص ۲۳۱۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا اور اس کو قرآن مجید سے ثابت کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف ختم ہو گیا اور پھر آپ کی تجمیز و تکفین اور نماز جنازہ اور تدفین کا مرحلہ انجام پذیر ہوا۔ بعض منکرین حیات انبیاء علیہم السلام اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اجماع امت تو وفات اور مہلت نبوی پر ہے لہذا حیات نبی اور جملہ انبیاء علیہم السلام پر اجماع کا دعویٰ غلطی نیا ہے۔ مگر یہ استدلال لغو اور باطل ہے کیونکہ اس دلرغائی سے دلربائی کی طرف انتقال کا تو کوئی شخص منکر نہیں ہے اور یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا جس سے اختلاف و نزاع ختم ہوا اور منکرین جس حیات کا انکار کرتے ہیں وہ حیات قبر و رزق ہے اور حضرت صدیق کے ارشاد یا اجماع صحابہ سے وہ انکار قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک دفعہ وعدہ انزل پورا کر لینے اور وفات و وصال طاری کر دینے کے بعد انبیاء علیہم السلام کو دوبارہ حیات جہانی عطا فرمائی جاتی ہے شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ غلات (درجہ) استمداد و عدم جواز اور غیر انبیاء است صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ایشان احیاء و نبیجات حقیقی دنیاوی باتفاق۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۲۲۳ مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۲۹، ۲۳۰ پر فرماتے ہیں بعد انکہ در حیات انبیاء و نبوت ایں صفت و ترتیب احکام و آثار بران یکس را از علماء و اختلافی نیست۔ علماء دیوبند کا اجماعی رسالہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کے اجماعی ہونے پر دال ہے ملاحظہ ہو المند ص ۱۳۰ عندنا و عندنا حضرت الرسالۃ حتی فی قبر و الشریف و حیواتہ و نبوتہ من غیر تکلیف و محی غصہ بہ ذمیع الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم و الشہداء و لابر رخیۃ کمابھی حاصلہ سائر المؤمنین بل جمیع الناس کمافض علیہ السلام السیوطی فی رسالۃ انباء الاذکیا و بحیوۃ الانبیاء۔ ہمارے اور ہمارے شائع کے نزدیک حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات جہانی و نبوی ہے مگر اس میں دنیا کی مانند تکلیف احکام نہیں ہے اور یہ حیات آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جملہ انبیاء و شہداء کے ساتھ اور یہ حیات محض برزخی نہیں ہے جیسے کہ عام مومنین بلکہ سب کفار و شرکین کو بھی حاصل ہے جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیا میں تصریح کی ہے۔ العرف حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال اجماعی امر ہے اور اس کو اس اجماع سے رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ محض غلط بحث ہے اور تلبیس ابلیس۔

۳۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد للجمیع اللہ علیک متبتین کا مطلب بھی واضح ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل تھے کہ

محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے محمد بن سہل بن ابی شیمہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اموال بنی النضیر تھے اور یہ سات باغ تھے۔ اعراف۔ دلال۔ میثب۔ برقة۔ حسنی اور مشربہ ام ابراہیم اور اس کو مشربہ ام ابراہیم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت جگر نور نظر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا وہاں تشریف رکھتی تھیں۔ یہ بھی باغات اور علاقہ جات سلام بن مشکم نضیری کے تھے جو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں دے دیے تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین علاقے اپنے لیے مخصوص فرما لیے تھے اور ہر ایک کا الگ الگ مصرف تھا۔ بنو النضیر کے علاقہ جات بنکی ضروریات اور مقامی اخراجات پورا کرنے کے لیے تھے اور ذک ابن سہیل اور مسافروں کے لیے اور خیبر کا علاقہ اہل بیت اور ازواج مطہرات کے نفقات و اخراجات کے لیے تھا۔ آپ نے جس کے تین حصے کر دیے تھے۔ دو حصے اہل اسلام کے لیے تھے اور ایک حصہ سے اہل دیال کا خرچ پورا کیا جاتا تھا۔ اگر کچھ بچ جاتا تو وہ فقراء مہاجرین پر مصرف کیا جاتا۔

## انتیسواں باب

### کیفیت غسل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے تیاری ہوئی اور گھریں سوائے اہل نبی علیہ السلام کے دوسرے کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ تھے یا علی المرتضیٰؓ اور فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ، اسامہ بن زید اور صالح جو کہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ رضی اللہ عنہم جب بھی حضرات غسل دینے پر مجتمع ہوئے تو انس بن خولہ انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دروازے کے باہر سے پکار کر کہنے لگے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا کہ اندر داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ اندر داخل ہو گئے اور غسل کے وقت حاضر رہے مگر امر غسل میں شریک نہیں ہوئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا اور حضرت عباسؓ، فضل، قثم، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر آپ کو دائیں اور بائیں پہلو پر بدل رہے تھے۔ اسامہ اور صالح دونوں پانی ڈالی رہے تھے اور آپ کا کرتہ مبارک بدن پر اسی طرح تھا اس کو اتار نہیں گیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں غسل فرماتے تھے۔



رہے تھے انہوں نے آپ سے اس طرح کی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت سے دیکھنے میں آتی ہے تو کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں حالت حیات ظاہرہ اور موات دونوں میں کس قدر پاکیزہ و منزہ ہیں اور طیب و طاهر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو غسل دینے والے حضرات کو اس امر میں تردد ہوا کہ آپ کو اپنے کپڑوں میں ہی غسل دیں یا عام موتی کی طرح ان کو الگ کر لیں جب تردد نے اختلاف کی شکل اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ ظاہری فرمادی۔ حتیٰ کہ قوم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں تھا کہ اونگھ کی وجہ سے اس کی ٹھوڑی اپنے سینے سے نہ لگی ہو۔ پھر مکان کے ایک گوشہ سے ہاتھ غیبی نے آواز دی جس کی آواز سنائی دیتی تھی مگر شخص نظر نہیں آتا تھا کہ محبوب کریم علیہ السلام کے ان کپڑوں کو الگ کیے بغیر غسل دو اور انہیں ہرگز نہ اتار دو۔ چنانچہ اس آواز کو سن کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت و رہنمائی حاصل کر کے اہل بیت کے وہ اسرار جو غسل کے لیے حاضر تھے آپ کی طرف اٹھے اور آپ کو غسل دیا جبکہ آپ کا کرتہ مبارک بدن اندر ہی موجود تھا۔ کزنتے کے اوپر سے ہی سیری کے پتے ڈال کر ابلا ہوا پانی ڈالا جا رہا تھا اور ٹیٹھن کے ہوتے ہوئے جبہ اطہر کو ملا جا رہا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ عورت خاوند کو غسل دے سکتی ہے جیسے کہ بعد میں معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی انداز ہی غسل دیتیں اور کوئی شخص غسل نہ دیتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غسل کا پانی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں والی جگہ جمع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو منہ سے چوس لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مدد ان غسل آپ کے پیٹ مبارک کو دیا تاکہ اندر مواد اُبلد ہے تو خارج ہو جائے مگر کوئی چیز نہ نکلی تو انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ظاہری حیات میں بھی طیب و طاهر تھے اور بعد از وصال بھی منزہ و مصفیٰ۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور سیری کے پتوں سے اُبلے ہوئے پانی کے ساتھ تین مرتبہ غسل دیا جو پانی استعمال کیا گیا وہ سعد بن خثیمہ کے کنوئیں سے لیا گیا تھا جس سے آپ پانی پیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کنوئیں کو برعریس کہا جاتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتا علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کے کپڑوں میں نافہ مشک دستیاب ہوا اور اسی کے ساتھ آپ کے کپڑوں کو خوشبو دار کیا گیا۔



کی عمر میں ہوا۔ البخاری والمسلم۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے تھے کہ تبلیغ رسالت پر سامع ہوئے۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اقامت گزری رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں تیام پذیر اور ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

دغفل بن حظلہ سے مروی ہے کہ آپ کی عمر مبارک وصال کے وقت بیسٹھ سال تھی۔  
مسئف علامہ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ صحیح روایت پہلی ہے اور دہی فتا ہے۔ دوسری ناقابل اعتبار ہے اور دوسری میں تاویل ضروری ہے کیونکہ کبھی ایک شخص کہتا ہے کہ میری عمر چالیس سال ہے اور وہ بعض دہائیوں کا ذکر کرتا ہے اس کے ساتھ اکائی اور کسور کا ذکر نہیں کرتا اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ پچاس تک نہیں پہنچی لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں بھی صرف دہائیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اکائی کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب دونوں میں توافق پیدا ہو جائے گا۔ روایت اولیٰ اگر اولیٰ ثابت کرتی ہے اور روایت ثانیہ اس کی نفی نہیں کرتی لہذا عمر مبارک کا تریسٹھ سال ہونا ہی صحیح و مختار ہے۔

## اٹھائیسواں باب

### ترکہ کے احکام

عمر بن الحارث جو کہ حضرت جویریہ بنت الحارث ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی وہ روایت فرماتے ہیں کہ بعد از رسول اکرم نے اپنے وصال کے وقت نہ دھرم و دنیا چھوڑے۔ نہ غلام اور لونڈی اور نہ ہی بکری اور اونٹ۔ آپ نے یا سفید چھر چھوڑا اور یا زمین جس کو صدقہ اور مال وقت قرار دیا تھا۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

آپ ابھی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اس حیات کے ساتھ منافقین و منافقین کے بازو اور ان کی زبانیں کاٹ کر رکھ دیں گے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے تو اس کا رد کرنے کے لیے آپ نے فرمایا کہ اب دنیا میں آپ کی سابقہ حیات عود نہیں کرے گی اور اس پر یہ احکام مترتب نہیں ہوں گے نیز کہ بزرگ اور بزرگوار میں حیات میں ہوگی اور عام مومنین کی طرح بعض روحانی زندگی ہوگی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں سے انبیاء پر بھی موت آتی ہے۔ ہاں مگر نقطہ آتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ السلام نے فرمایا میرے دشمنوں کو باہم تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ میں جو کچھ اپنی ازواج کے اخراجات اور اپنے عاملین کے نفقات کے بعد چھوڑوں وہ صدقہ ہے۔  
حضرت ابوہریرہ صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن عبد الرحمن اور زبیر رضی اللہ عنہم کو فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم دشمن نہیں بناتے جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں ہمیں معلوم ہے اور اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اقرار کیا انہوں نے بھی اس امر کو تسلیم کیا۔

حائدہ جلیلہ ۱۱۔ انبیاء علیہم السلام مقررہ دینا میں نہیں ہوا کیونکہ وہ ہیں اگرچہ ان کا مطلق ہے اصل اور ان کی آیات قرآن مجید۔ احادیث جلیلہ اور اجماع امت سے ثابت ہے (۲) نیز اگر وہ تقسیم ہو تو ممکن ہے کبھی کسی وارث کے دل میں اُن کے فوت ہونے کی تائید ہوتا کہ درشت کا مال حاصل کر کے یا فوت ہونے پر خوشی لاحق ہو اور اس طرح کفر کا تکبیر ہو جائے لہذا اس سبب کو بھی ختم کر دیا گیا (مترقات جلد ۱ ص ۲۵۶)۔ اگر انکا مال دشمن تقسیم ہو تو غیر دل کو اعتراض کی گنجائش مل سکتی تھی کہ یہ لوگ اپنے اہل و عیال کو غنی اور امیر بنائے اور ان کو دینی و جاہلیت و عزت دینے کے لیے نبوت و رسالت کی آڑ لیے ہوئے تھے ورنہ کوئی نبوت وغیرہ انہیں حاصل نہیں تھی لہذا یہ بنیاد بھی ختم کر دی گئی تاکہ ان کی راحت عزت اس طعن کے گرد و غبار سے محفوظ رہے (۴)۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیلہ انبیاء علیہم السلام مقررہ دینا میں اسے وغیرہ کے نزدیک فقیر ہوتا ہے جس کا سارا مال اللہ تعالیٰ کا ہوا اور وہ خدا سے دست بردار ہو جائے اس لیے کہ انہیں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ سے ہوتا ہے یا اللہ سے ہوتا ہے (مترقات جلد ۱ ص ۲۵۶)۔ انبیاء علیہم السلام امت کے آپ میں اور دعائیہ رشتہ جہانی رشتہ سے مقدم ہے لہذا دعائیہ اولاد پر جہانی کو ترجیح نہیں دی گئی بلکہ سب کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے مل دیا گیا (۶)۔ انبیاء علیہم السلام علی الخصوص حبیب اکرم علیہ السلام حاکم تھے اور حاکم کے ملکات قوی ملکیت ہوتے ہیں اور قوی ملکیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہذا مذکورہ وغیرہ قابل وراثت تھے نہ قابل تقسیم۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

اگر آپ کے مال میں وراثت جاری ہو سکتی تو نفقہ ازدواج کا استثناء نہ فرمایا جاتا بلکہ وہ اپنا حق وراثت وصول کر لیتیں اور چونکہ وہ حکم شریعت میں تھیں بلکہ حقیقتاً ازدواج تھیں کیونکہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں لہذا ان کا مال و نفقہ نامزد نیست۔ آپ کے زیر تصرف مال میں واجب و لازم تھا۔ (مترقات جلد ۱ ص ۲۵۶) اور قرآن مجید میں متربی عنانہ جہاں جو حصہ اولاد ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے بین آٹھواں حصہ وہ اُن کے لیے ہے جن کے خاندانہ جہاں اس انہیں حسب تشدد دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہو اور جو مقدس ہستیاں دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اور ان کے لیے نکاح کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے ولا ان یتکھوا ان یداجہن ببنائہ ابداً اُن کے لیے ترکہ کا آٹھواں حصہ نہیں ہو سکتا بلکہ نامزد نیست خرم پریت المال سے ادا کیا جانا لازم ہے۔ لہذا جب ان کے حق میں توریث ممکن نہیں ہے تو دوسرے دشا کا حال بھی ہو گا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔ (محمد اشرف سیالوی عفی عنہ)

## تیسواں باب

### کفن مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت اہل بیت علیہم السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو پہلے آپ کے جہد اطہر کو پونچھا اور پانی کو خشک کیا بعد ازاں آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سفید کپڑے تھے اور ایک مینی چادر جس کے گرد عاشر بنا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو سحرل کے قصبہ میں بنے ہوئے کپڑے تھے اور ایک مینی چادر تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحرلی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ سوئی تھے اور دھلے ہوئے تھے جن میں نہ قمیص تھا اور نہ ہی عامہ رفا۔

## اکتیسواں باب

### کیفیت جنازہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر امام کے نماز ادا کی گئی۔ اہل اسلام گروہ در گروہ حजरہ مبارکہ میں داخل ہوتے تھے۔ درود و سلام پڑھتے تھے اور باہر آجاتے تھے جب سب لوگ یہ سعادت حاصل کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارکہ سے الگ ہو جاؤ اور آپ کو دفن کرنے دو۔

سہل بن سعد باعدی سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کو کفن پہنا کر چار پائی پر رکھا گیا۔ لوگ مختلف جماعات کی شکل میں حاضر ہوتے رہے اور بغیر امام کے نماز ادا کرتے رہے۔ پہلے مرد حاضر ہوئے۔ نماز

ف کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے ہیں۔ قمیص، تہ بند اور عافانہ اور متاخرین نے علماء و شائخ کے لیے عامہ کو بھی متب قرار دیا ہے کفن کفایت میں دو کپڑے ضروری ہیں اور کفن ضرورت میں جو میر آجائے۔ اور عورت کے لیے پانچ کم از کم تین۔



پڑھی اور بعد ازاں عورتیں حاضر ہوئیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ بعد ازاں کفن دیا اور حنوط لگایا۔ چار پانی پر لٹایا تو اہل اسلام فوج و فوج حاضر ہوئے اور نماز ادا کرتے اور باہر آجاتے حتیٰ کہ سبھی نے نماز ادا فرمائی۔

## بتیسواں باب

### قبر انور

ابن جریر سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد گرامی نے بتلایا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ نہ کر پائے کہ کون سے قبرستان سے دریافت کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی مرتبہ نماز ادا کی گئی تو انہوں نے فرمایا امام مالک علیہ الرحمہ نے نافع کے واسطے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے بہتر مرتبہ آپ پر نماز ادا کی گئی شیخ محقق فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں کی جماعت نے یکے بعد دیگرے جو نماز پڑھی وہ اس سے علاوہ ہے اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے کہ نماز بغیر امام ادا کی گئی اور اتنی مرتبہ ادا کی گئی حالانکہ نماز پڑھنے والے سبھی بیک وقت حاضر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ زندہ گی میں بھی امام ہیں اور بعد از وصال بھی لہذا آپ پر کسی کو لام نہیں بنایا جاسکتا۔ کیفیت نماز کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اس طرح پڑھو ان اللہ، وعلاکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلو علیہ وسلموا تسلیما اللہم ربنا لبیک وسعدیک صلوات اللہ علیہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحاسج ملک من شئ یارب العالمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاہد البشیر الداعی باذنتک السراج المنیر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ اٹھے اور اس طرح کہا اے پیغمبر گرامی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے وہ سب کچھ امت تک پہنچا دیا جو آپ پر ان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا اور امت کی ضیعت و ہمدردی میں کوئی کسر اٹھانیں رکھی اور اہل خدا میں جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب کر دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ ان پر نازل کر دہ کتاب اور جملہ احکام شرائع کی پیروی کرنے والوں سے بنا اور ہمیں بروز قیامت ان کی معیت میں اٹھا اور ان کی رفاقت نصیب فرما۔ اور دوسرے لوگ آئین آئین کہتے رہے۔

کذا فی المدرج جلد دوم ص ۴۳۱۔

نیز حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ والی روایت سے عمر رضی اللہ عنہ کی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں شمولیت واضح ہو گئی اور دوسری روایات کا عموم و اطلاق بھی شیخین رضی اللہ عنہما کی شمولیت کی واضح دلیل ہے۔

آپ کا مزار اقدس کہاں ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی وہیں دفن ہوا جہاں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے مسند کو حجرہ مبارک سے الگ کر کے انسی جگہ قبر کھودی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی روح اقدس اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے باہم اختلاف کیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ضمن میں جو کچھ سنا وہ لوح قلب پر آج بھی اسی طرح نقش ہے بطرح کہ وقت مام تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی روح مبارک کو وہیں قبض فرماتا ہے جہاں اُن کا مدفون ہونا اسے پسند ہوتا ہے! لہذا آپ کو اپنے مسند ناز والی جگہ پر ہی قبر کھود کر دفن کر دو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کی جہاں روح قبض کی گئی وہیں ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء خاتم المرسلین علیہ السلام نے دار آخرت کی طرف انتقال فرمایا تو صحابہ کرام نے باہم صلاح و مشورہ کیا کہ ہم آپ کو کہاں دفن کریں؟ تو حضرت صدیق نے فرمایا جس جگہ آپ کا دھال ہوا ہے وہیں دفن کر دو۔

عبدالرحمن بن سعید بن یزید سے مروی ہے کہ جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا دھال ہوا تو قبر انور کی جگہ کے متعین کرنے میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا جنت البقیع میں دفن کریں کیونکہ آپ اہل بقیع کے لیے بہت زیادہ استغفار فرماتے تھے (اور انشاء اللہ حکم للاحقون فرماتے تھے) بعض نے کہا منبر شریف کے پاس۔ بعض نے مصلیٰ کی جگہ دفن کرنے کا مشورہ دیا اتنے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پہنچ گئے انہوں نے فرمایا میرے پاس اس کے متعلق خبر و علم ہے میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی نبی بھی دھال فرما نہیں ہوا اگر اس کو وہیں دفن کیا گیا جہاں اُن کی روح قبض کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تین چاند میرے حجرہ میں آکر گرے ہیں اور غروب ہوتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواب اچھا ہے۔ یعنی ابن سعید کہتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا دھال ہوا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں آپ کو دفن کیا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "هذا احد اقدارک" جو چاند تم نے خواب میں حجرہ کے اندر غروب ہوتے دیکھے تھے۔ ان میں ایک ماہتاب میر میں جو اس حجرہ کو بقعۃ النور و برکات بنا رہے ہیں اور طالعک کا عمل طواف اور زیارت گاہ اہل ایمان و ابقان۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دھال شریف کے بعد صحابہ میں باہم اختلاف ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کے اس قطعہ سے زیادہ کرامت و عزت

والا کوئی قطعہ نہیں ہے جس میں اس کے نبی مکرم اور حبیب معظم کی روح اقدس قبض کی گئی۔

## تینتیسواں باب

### لحم مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے جمع ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو ملا کر فرمایا کہ تم میں سے ایک ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس جائے وہ اہل مکہ کے لیے شق کھودا کرتے تھے اور دوسرا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے وہ اہل مدینہ کے لیے لحم کھودا کرتے تھے جب ان دونوں کو روانہ کر چکے تو دعا کی اسے اللہ اپنے نبی کے لیے شق اور لحم میں سے ایک کو پسند اور اختیار فرما۔ (اور جو پسندیدہ و مختار ہو اس کا کھودنے والا پہلے پہنچ جائے) چنانچہ جو شخص حضرت ابو عبیدہ کو بلا لے گیا تھا وہ آپ کو نہ پاسکا اور جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا لے گیا تھا اس نے آپ کو پایا چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحم مبارک کھودی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ القیۃ والثناء نے فرمایا اپنے موتی کے لیے قبر بصورت لحم بناؤ اور شق نہ بناؤ کیونکہ لحم ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے۔

عاصرین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو انہوں نے فرمایا میرے لیے لحم کھودنا اور اس کا منہ کچی اینٹوں سے بند کرنا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحم کھودی گئی اور کچی اینٹوں سے اس کو بند کیا گیا۔ (مسلم شریف)۔

## چونتیسواں باب

### قبر انور اور سرخ چادر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا و خلق علیہ السلام کے مزار اقدس میں سرخ رنگ کی سوتی نلکہ ہے کہ گڑھا کھود کر دوبارہ قبلہ کی جانب ایک اہ گڑھا کھودا جائے اور شق یہ ہے کہ اس بڑے گڑھے کے وسط میں ایک چھوٹا گڑھا کھودا جائے جائز و ناجائز میں گمراہی اہل نسب لحم ہے اگر شق جائز ہی نہ ہوتی تو حضرت ابو عبیدہ کھودا ہی نہ کرتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلاواتے ہی کیوں۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے



چادر بچائی گئی۔ ویکس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سرور کوئین علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ دوسروں کے لیے جائز نہیں ہے۔  
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ رنگ کی چادر بچائی گئی جو خیر میں  
آپ کے ہاتھ لگی تھی اور اس کے بچانے میں حکمت یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی زمین کھروالی تھی۔ (لہذا جسد اطہر کو اس سے بچانے  
کے لیے اسے نیچے بچا دیا گیا)

## پہنتیسواں باب

### تدفین کا وقت

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام کا وصال سوموار کو ہوا اور بدھ کی رات آپ  
کو دفن کیا گیا۔ سوموار کا بقیہ اور منگل کا روز و شب آپ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے گزرے۔  
حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہمیں محبوب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کی تدفین کا اس وقت علم ہوا جبکہ منگل  
کی رات سحر کے وقت کھودائی کرتے ہوئے کدالوں کی آواز سنائی دی۔  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر پانی چھڑکا گیا۔ (پانی  
چھڑکنے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے سراقص کی جانب سے چھڑکنے کا آغاز کیا اور بائیں جانب  
چھڑکتے گئے)

## چھتیسواں باب

### ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی جو آپ کے مزار مبارک میں اترے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے مزار اقدس میں آپ کی تدفین کے لیے حضرت علی۔  
حضرت عباس۔ حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت فضل بن عباس و ثقران خادم درگاہ رضی اللہ عنہم اترے۔  
ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز جنازہ کے وقت حاضر تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت ایک  
دروازہ سے داخل ہوئی اور درود و سلام پڑھ کر دوسرے دروازہ سے نکل جاتی۔ جب آپ کو الحمد مبارک میں آتا رہا تو حضرت

میں وہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے پاؤں مبارک کی جانب لحد شریف پوری طرح درست نہیں کی گئی۔ دوسرے حضرات نے فرمایا تم قبرانہ میں اتنا دھڑکاؤ نہ کرو کہ وہ چنانچہ وہ داخل ہوئے اور اپنا ہاتھ لحد مبارک میں داخل کر کے قدم مبارک مس کیے (لحد کو درست کیا) اور فرمایا مٹی ڈالو صحابہ کرام مٹی ڈالتے رہے جب ان کی پنڈلیوں کے نصف تک مٹی جمع ہو گئی تودہ باہر نکلے اور فرمایا کہ تھے میں تمہاری بنسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تانہ زیارت حاصل کرنے والا ہوں اور آپ کے جد اطہر کو مس کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والا۔

## سینٹی سوال باب

سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے مزارات مقدسہ کی کیفیت ترتیب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کے مزارات مقدسہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما کے گھر مبارک کے صف میں ہیں اور ان کی ترتیب کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کی ترتیب اس طرح ہے

رسول اللہ علیہ السلام	عمر رضی اللہ عنہ
ابو بکر رضی اللہ عنہ	

اور دوسرے حضرات نے یوں روایت کیا ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام یعنی پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس آپ کے کندھوں کے مقابل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس اور ان کے کندھوں کے برابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس۔

مزارات کی مہیت مبارکہ مستم اللہ کو جان دار ہے یا صلح اور صلح شکل دونوں ہی کے متعلق روایات موجود ہیں۔

## اٹھتیسواں باب

### فضائل رمضان مقدسہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میرے جہاں

کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس طرح ہو گا جیسے کہ اس نے میری زندگی اور حیات ظاہرہ میں زیارت کی۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو گیا اور وہ حتماً قطعاً میری شفاعت کا حقدار بن گیا۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ منورہ میں طلبِ خواہی اور ثواب کی خاطر میرے مزار اقدس کی زیارت کی تو میں بروز قیامت اس کے لیے گواہ بنوں گا اور شفیع  
 ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ جو شخص رسولِ مہتمم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ قبلہ کی جانب نصبِ قنیل کو جو روضہ اقدس اور مزار النور کے قریب ہے اپنے سر کے مقابل رکھ کر کھڑا ہو۔

ابن ابی فدیک سے منقول ہے کہ جن اکابر کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا ان میں سے بعض نے مجھے بتلایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص مزار اقدس کے سامنے کھڑا ہو اور یہ آیت مقدس تلاوت کرے "ان اللہ و ملائکۃ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً" اور بعد ازاں ستر مرتبہ صلی اللہ علیک یا محمد کہے تو اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرمائے تیری بھی حاجتیں پوری ہو گئی ہیں اور کوئی بھی باقی نہیں رہی۔  
 سرورِ کونین سید الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار النور کی زیارت کرنے والے بعض عشاق نے کہا۔  
 اَبِیتُکَ رَاجِلًا وَوَدِدْتُ اَنْی  
 وَمَا لِی لَا اَسِیْرُ عَلَی الْمَآرِقِ  
 مَلَکْتُ سَوَادَ عَیْنِی اُحْتَطِیْہِ  
 اِلَی تَبَرُّسُوْلُ اللہِ فِیہِ  
 ترجمہ: میں پایادہ چلتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا مگر دلی خواہش یہ تھی کہ کاش آنکھوں کی تیلیوں پر اختیار ہوتا وہ  
 ن کو سواری بنا کر حاضر ہوتا۔  
 میں آنکھوں کے بل اس قبرِ اند کی طرف کیوں نہ چلوں جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول آرام فرما ہیں۔ ف

## انتالیسواں باب

### اسمہ و توسل

ابو الجوزاء سے مروی ہے کہ اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں اس  
 نامِ اہلسنت مولانا شاہ احمد خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس سے بھی زیادہ لطیف و نفیس بات کہی صرف مزار اقدس کی طرف نہیں بلکہ زمینِ عرب پر  
 رم رکھنے کی کیفیت کا اظہار تو دیکھئے عرب کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا۔ اسے سر کا موقتہ ہے اوجانے والے



تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دو اور حجرہ مبارکہ کی چھت میں آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تاکہ آسمان اور مزار انور کے درمیان سے چھت کا حجاب مرتفع ہو جائے (جو نہی آسمان مزار پر انوار کے دیدار سے مشرف ہو گا باران رحمت نازل ہونے لگ جائے گی) حسب الارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھت کا ایک حصہ کھول دیا تو بہت زبردار اور موسلا دھار بارش برسی سبے اندازہ گھاس اُگی اور اونٹ وغیرہ بہت فر بہ ہو گئے اور اتنی چربی چڑھی کہ اونٹوں کی کوبائیں پھٹ گئیں اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الانتق معروف و مشہور ہو گیا۔ یعنی پچھلے والا سال۔ وکذا رواہ فی مشکوٰۃ المصابیح بروایۃ الدارمی فی کتاب الکرامات۔

سید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب (اہل مدینہ نے یزید کی بدیت توڑ دی اور اس کے عامل کو نکال دیا اور اس نے لشکر بھیج دیا جس کے ساتھ مقام حرہ پر اصل مدینہ کا مقابلہ ہوا) تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان اور اقامت نہیں کی گئی تھی۔ حضرت سید بن مسیبؓ مسجد نبوی میں ہی حاضر رہے اور ان کو نماز کے وقت کا پتا اس وقت چلتا تھا جب قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ابوبکر منقری سے منقول ہے کہ میں، امام طبرانی اور ابوالشیخ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور سبھی حالت فقر و فاقہ میں مبتلا تھے جب بھوک نے اپنا اثر دکھلایا اور منڈھال کر دیا اور وہ دن مشکل سے صوم وصال کی صورت میں کاٹا تو عشاء کے وقت میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول الجوع۔ سخت بھوک ہے سخت بھوک۔ اتنا عرض کیا اور واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ مجھے ابوالشیخ نے کہا بیٹھ جاؤ یا رزق اور روزی ہاتھ آئے گی اور یا یہیں ترپ ترپ کر مر جائیں گے (اسکدھ جائیں اور کس سے سوال کریں)۔

ابوبکر منقری فرماتے ہیں میں اور ابوالشیخ سو گئے اور امام طبرانی بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک علوی دروازے پر آموجود ہوا۔ دروازہ کھٹکایا جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بڑی بڑی دو زنبیلیں ہیں اور دونوں کسی شے سے بھری ہوئی ہیں (وہ ہمارے پاس رکھیں اور کھانے کے لیے کہا) ہم بیٹھ گئے اور کھانے لگے اور گمان یہی تھا کہ جو بیچ جائے گا۔ اسے یہ غلام واپس اپنے ساتھ لے جائیں گے مگر وہ لوٹ گئے اور باقی کو ہمارے پاس ہی چھوڑ گئے جب ہم کھانا کھا چکے اور سیر ہو لیے تو علوی نے ہم سے دریافت کیا کہ آیا تم نے بارگاہ نبوی میں بھوک کی شکایت کی تھی۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے تمہارے پاس کھانے کی چیز لانے کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے۔

ف۔ جس طرح انبیاء عظیم السلام کا مزارات میں زندہ ہونا متفق علیہ ہے اسی طرح ان سے توسل و استعانت بھی متفق علیہ ہے فتح حق کا ارشاد بحوالہ اشعۃ اللمعات گذر چکا ہے اگر اختلاف ہے تو اسواریں اور اس میں بھی تحقیق یہی ہے کہ جائز اور صحیح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۴۲۴ اور جلد اول ص ۴۲۵ بحوالہ انوار و مدارج وغیرہ میں بھی یہی تصریح موجود ہے۔ علامہ زہدانی نے شاہد الحق میں اس مسئلہ پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

## چالیسواں باب

### بعد از وصال حضور سیدہ فاطمہ کی کیفیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس بوجھل ہوئی اور بیماری لاحق ہوئی تو آپ کو درد کا شدید دورہ ہونے لگا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس کرب و اضطراب کو دیکھا تو کھانے کا ش میرے باپ کا درد کرب! تو آپ نے فرمایا: بیس علی ابیک کرب بعد الیوم، تمہارے باپ پر دردِ عالم کا یہ حملہ اور دباؤ صرف آج کے دن ہے آج کے بعد کسی قسم کا دردِ عالم اور کرب و اضطراب نہیں ہوگا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو آپ نے فرمایا:-

یا ابتاہ اجاب رباد عاہ۔ اے اباجان۔ جنہوں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر لبیک کہا۔

یا ابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ۔ اے اباجان، جن کا جنت الفردوس میں ٹھکانا ہے اور مسکن۔

یا ابتاہ الی جبرئیل انہا۔ اے اباجان، جبرئیل کو آج میں تمہارے وصال کی خبر کرتی ہوں۔

جب حبیبِ کریم علیہ السلام کو دفن کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم تعزیت کے لیے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے در اقدس پر حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مخاطب بٹھا کر فرمایا اے انس تمہارے دلوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا اور اس پر کیونکہ آمادہ ہو گئے: (وہ عرض کرنے لگے نہ دل چاہتے تھے نہ طبائع گوارا کرتی تھیں مگر حکمِ شرع کے سامنے کوئی چارہ بھی نہیں تھا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوبِ کریم علیہ السلام کا وصال ہو گیا اور آپ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سزا پر انوار پر حاضر ہوئیں۔ خاکِ اقدس کی مٹی بھری۔ آنکھوں پر لگائی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے اور زبانِ اقدس غمِ دل کو ان الفاظ میں ڈھالنے لگی:-

ماذا علی من شتم تریۃ احمد ان لا یشتم مدی الزمان غوا لیا

صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام حدن لیا لیا

ترجمہ: اس ٹھٹھس پر کیا ملامت ہو سکتی ہے جس نے تربتِ احمد مجھے احمدمعطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو سونگھا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک قیمتی سے قیمتی خوشبوؤں کو نہ سونگھے۔ محبوبِ کریم کے جسد اطہر سے خاکِ تربت میں بسنے والی خوشبو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوسری خوشبوؤں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

مجھ پر مصائب و شدائد کی وہ سیاہ راتیں ——— آن پڑی ہیں کہ ان کو دنوں پر ڈالاجاتا تو راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔  
حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیا علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پیش  
آئے تو وہ میرے فراق اور جدائی کو یاد کرے۔ کیونکہ اہل اسلام و ایمان کے لیے میرا وصال اور فراق سب مصائب سے  
بڑھ کر ہے۔

## اکتالیسواں باب

### فضائل درود و سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ  
تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ مسلم شریف۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ و سلام  
بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائیگا۔  
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے (فرائض و  
واجبات سے فارغ) سارا وقت آپ پر صلوٰۃ و سلام میں گزارا ہے تو آپ نے فرمایا: اگر تو نے میرے ساتھ خلوص کا اس قدر  
مظاہرہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی جملہ حاجات پوری فرمادے گا اور تمام ہمت و مشکلات میں کفایت فرمائیگا۔  
عبداللہ بن ابی طلحہ اپنے والد گرامی سے ناقل ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دو تکبہ سے باہر تشریف لائے اور  
سرور و انبساط چہرہ اقدس پر نمایاں تھا (سبب دریافت کرنے پر) فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہ مشرودہ سنایا کہ تمہیں  
تمہارا رب کریم فرماتا ہے کیا تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی اور تمہارے لیے موجب رضا نہیں ہے کہ اُمت کا جو فرد آپ پر صلوٰۃ  
سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ درود و رحمت نازل کروں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ (میں اس انعام پر راضی اور خوش ہوں)  
حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جو شخص مجھ پر درود  
بھیجے گا جب تک وہ درود بھیجنے میں مصروف و مشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سارے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے  
اب اس کی مرضی کہ وہ مجھ پر تھوڑا اور وہ بھیجے (اور خود بھی ملائکہ کے درود سے متھوڑا فیض حاصل کرے) یا زیادہ درود بھیج کر  
زیادہ سے زیادہ ملائکہ کے درود سے مستفید ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم دو لکندہ سے باہر تشریف لائے



مسجد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اندر داخل ہوئے تو قبلہ رہو کر سجد میں گر گئے۔ آپ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ ہمیں آپ کے وصال فرمانے کا گمان گزرا۔ میں (حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے قریب ہوا) اتنے میں آپ سجدہ سے اٹھے۔ سر اقدس بلند فرمایا اور دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبد الرحمن ہوں! تجھے کیا ہے؟ آپ نے پوچھا۔ میں نے عرض کیا آپ نے سجدہ فرمایا اور اسے اتنا طول دیا کہ ہمیں آپ کے متعلق قبض روح کا گمان گزرا۔ آپ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مشرودہ سنایا کہ جو شخص آپ پر درود و صلوٰۃ بھیجے گا میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بارگاہ بے نیاز میں سجد و نیاز بجالایا۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح ہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش و خرم پایا آپ کے چہرہ اقدس پر آثار مسرت و بہت نمایاں تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آج تو آپ بہت خوش و خرم ہیں اور چہرہ اقدس فرحت و سرور سے چمک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں آج میرے پاس رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک مشرودہ سنانے والا فرشتہ آیا اور کہا جو شخص آپ پر ایک درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں نامہ اعمال میں درج کروائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور اسے دس درجے بلندی و سرفرازی عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے چہرہ انور پر خوشی و مسرت کے ایسے نمایاں آثار دیکھے کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے (میں نے سبب دریافت کرتے ہوئے عرض کیا) یا رسول اللہ پہلے آپ پر ایسی حالت سرور و فرحت اور رونق و بہجت دیکھنے میں نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا: میں کیوں نہ فرحت و انبساط کا اظہار کروں؟ ابھی ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضری دے کر گئے ہیں وہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشرودہ لائے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس یہ بشارت سنانے کے لیے ارسال فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی ایک مرتبہ ہدیہ درود و سلام آپ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے دس مرتبہ اس پر درود بھیجیں گے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جہاں اتفاقاً حضرت ابو طلحہ حاضر تھے۔ آپ ٹھہر گئے اور ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آج میں بہت ہی خوشی اور مسرت کے اثرات چہرہ اقدس میں دیکھ رہا ہوں (اس کا موجب و باعث کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: ہاں مجھے بہت بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ حسنات میں دس نیکیاں درج فرمائے گا۔ اس کے

دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور دس درجے اس کے بلند فرمائے گا۔ محمد بن حبیب راوی فرماتے ہیں۔ مجھے یہی یقین ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ سب فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا میں نے اس دن آپ کو جتنا خوش و حسرم پایا اتنا کبھی نہیں دیکھا تھا تو عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے آج کی مانند آپ کو کبھی ششاش لباش اور سرایا فرحت و سرور نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو طلحہ آج میں اتنا خوش کیوں نہ ہوتا؟ ابھی جبرئیل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں جنہوں نے میرے پاس رب کرم حل و علیٰ کی طرف سے یہ پیغام مسرت پہنچایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "آپ کا کوئی امتی جب بھی آپ کی بارگاہ میں ہدیہ تہنواۃ او تحفہ سلام پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مانند درود اس پر نازل فرمائے گا۔ اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا۔ دس درجے بلند فرمائے گا اور عرش سے پہلے کہیں اس کا درود رکھنے نہیں پائے گا (بلکہ سیدھا مصد قبول اور مقام اجابت میں پہنچے گا) آسمان وزمین کی درمیان جوف و فضا اور آسمان کے ملائکہ میں سے جس پر بھی اس کا گذر ہوگا، اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا اس درود بھیجنے والے پر درود بھیجو جیسے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ بیکس پناہ علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی سلوٹوں سے انوار بجلی کی مانند چمک اور جھلک رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج کے دن سے بڑھ کر آپ کو کبھی خوش مزاج دیکھا ہے اور نہ بار و نفع بشرہ والا جتنا کہ آج دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا آخر جب کیا ہے کہ میرے نفس و قلب میں اس قدر فرحت و انبساط نہ ہو اور میرا بدن فرحت و سرور سے بار و نفع نظر نہ آئے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی مجھے یہ مشرودہ سنا کر گئے ہیں: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو امتی آپ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ نذرانہ درود و سلام پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھوائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور فرشتہ بھی اس پر اس کے درود و صلوٰۃ کی مانند درود و صلوٰۃ بھیجے گا۔

میں نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا وہ کونسا فرشتہ ہے جو اس امتی پر درود بھیجے گا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت تخلیق سے تا قیام قیامت و لبشت آپ کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے جو شخص بھی آپ پر درود و سلام بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس کو جواب میں کہے گا۔ و انت صلی اللہ علیک۔ تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیجے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا غلام آزاد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راہ خدا میں جہاد کرنے اور اعداء دین پر تلوار چلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ او کہا قال الصدیق رضی اللہ عنہ۔

## بیالیسواں باب

ملائکہ کا اُمت کے درود و سلام کو بارگاہِ رسالتِ نبی علیہ السلام میں پیش کرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ کریم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور دو فرشتے ایک دوسرے پر سبقت کی جدوجہد کرتے ہوئے وہ درود و سلام میری روح تک پہنچائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گردش کرتے رہتے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اسے میرے پاس پہنچاتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کے ہر شے سے کفایت فرماتا ہے اور میں اس شخص کے لیے قیامت کے دن اس کے ایمان و ایقان اور اخلاص پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کرنے والا۔ ف

ف۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کا سلام پہنچانا اپنے فریقین کی ادائیگی کے لیے ہے اور بارگاہِ نبوی کے اعزاز و اکرام کے لیے ورنہ قبر کے قریب سے جب عوامِ مومنین سن سکتے ہیں تو سید المرسلین علیہ السلام کے سننے میں کسے شک و شبہ ہو سکتا ہے اور بروز قیامت گواہ بننا اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ آپ فوجِ نبوت سے اس شخص کو اور اس کے ایمان، اعمال اور اخلاص کو دیکھتے ہیں ورنہ شہادت ممکن نہیں ہوگی جیسے کہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز نے فرمایا: زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود، اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت سعید بن المسیب سے نقل فرماتے ہیں۔ ما من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ عداۃ و عشیة فیحرفہم بیما ہم و اعمالہم فلذا لک لیشہد علیہم یوم القیامۃ و ما سبب لدنیہ مع الرزقانی ملبسہ ص ۳۲ فتح الباری شرح الحدیث المستقلانی۔ یعنی ہر دن صبح و شام اعمالِ امتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنے امتیوں کو ان کے چہروں کے ذریعے بھی جانتے ہیں اور اعمال کی رو سے بھی اسی لیے قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ فتح اللہم جلد اول ص ۴۱۳۔ اور جس طرح بارگاہِ نبوی میں صلوٰۃ و سلام پہنچاتے ہیں بارگاہِ خداوندی میں بھی اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شئی غفی نہیں ہے۔ نیز جس روایت میں یہ ارشادِ نبوی منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو درود سے درود و سلام بھیجے وہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے درود والے درود و سلام کو براہِ راست سننے پر استدلالِ محلِ نظر ہے۔ کیونکہ اس روایت کی رو سے قریب سے درود و سلام براہِ راست سننے کی نفی لازم آ رہی ہے تو جو تاویل یہاں کی جائے گی دوسری روایت میں بھی اسی طرح کی تاویل ہو سکتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی جناب میں اعمال پیش



حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے ایک ملک کو اتنے قوی کا ن عطا فرمائے ہیں کہ ساری مخلوق کے آواز سے سُن سکتا ہے اور ضبط کر سکتا ہے اسے تا قیام قیامت میری قبر پر کھڑا کر دیا ہے جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ رب العزت میری طرف سے اس امر کا کفیل اور ضامن بن گیا ہے کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے گا۔ ب

## تینتالیسواں باب

### کیفیت درود و صلوٰۃ و سلام

ابن ابی سیلی سے مروی ہے کہ مجھے کعب بن عجرہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک عظیم ہدیہ و تحفہ نہ پیش کروں؟ رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس طرح کہو "اللہم صل علیٰ"

کیے جانے کے متعلق روایات میں صرف اہل زمین کا تذکرہ ہے اہل سماء کے اعمال پہنچائے جانے کا تذکرہ نہیں ہے تو کیا اس تقابل سے وہاں بھی یہ نتیجہ اخذ کیا جائیگا البتہ کہ اہل سماء کے اعمال براہ راست مشاہدہ فرماتا ہے اور اہل زمین کے اعمال ملائکہ پیش کرتے ہیں جب یہاں یہ نتیجہ اخذ کرنا صرف غلط ہی نہیں بلکہ گمراہی و بیدینی ہے تو بارگاہ رسالتاب علیہ السلام کی جناب اقدس میں بھی بہت بڑی جسارت ہے اور سخت بے ادبی۔

م۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے درود و سلام کا جواب نہیں دیتے بلکہ البوداؤد شریف میں صریح حدیث رد سلام کے متعلق وارد ہے ما من سلام علی الا د الله علی روحی حتی ارض علیہ السلام البوداؤد شریف اور مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لٹاتا ہے اور حالت استغراق سے حالت صحو کی طرف منتقل فرماتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ لیکن جیسے بندوں کا درود معنی دعا ہے اور دراصل رحمت بھیجنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسی لیے صلوٰۃ علیہ وسلم اس کے حکم کی تعمیل یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے لیے عرض کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاری اس دعا کے جواب میں ہمیں دعا سے نوازتے ہیں اور حقیقت سلام اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے۔

خادم بارگاہ نبوی کا اتنی قوت سامعہ کا مالک ہونا اور ہر وقت ہر ایک کا سلام سُننا ضبط کرنا سلام بھیجنے والے کی تفصیلی معلومات حاصل کرنا اور اسے بارگاہ نبوی میں عرض کرنا اگر موجب شرک اور مساوات بالباری نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے کیونکہ یہ قوت معنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے تو اس عند دم و موائی اور امام انبیاء و مرسلین کے لیے اس قدر خداوند قوت سامع تسلیم کر لینے سے شرک کیسے لازم آسکتا ہے؟ الحمد اشرف۔

محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید - البغدی والمسلم  
حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ **لَا يَهْدِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلَواتُ عَلَيْهِ وَسَلَامُ**  
تسلیماً نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا سلام بھیجنے کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمة  
اللہ وبرکاتہ۔ صلوٰۃ کس طرح ہمیں تو آپ نے فرمایا اس طرح کہوا **اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت  
علی ابراہیم و آل ابراہیم انک حمید مجید - ف**

## چوالیسواں باب

### منکرین و رد و شریف کی مذمت

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہبت بڑا بحیل  
ف۔ صلوٰۃ و سلام کا ان صیغوں میں حصہ نہیں ہے بلکہ وہ ہزاروں صیغوں پر مشتمل ہیں۔ جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور علامہ امین حق  
نے روح البیان میں تفریح فرمائی ہے اور محدثین کا عمل بھی اس پر واضح دلیل ہے جب بھی کسی کتاب حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
نام اقدس آتا ہے تو وہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں اور علی ہذا القیاس جملہ مفسرین و فقہاء و متکلمین لہذا دعویٰ حصر کی صورت میں الیاذ باللہ  
سب علماء امت کا ضلالت و گمراہی اور خطا و نا صواب پر اجماع و اتفاق لازم آئے گا جو کہ قطعاً باطل ہے۔ نیز قواعد مقررہ اور اصول  
مسلمہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام مجید کی نص مطلق کو خبر واحد سے بھی مقید نہیں کیا جاسکتا و نہ ظنی کے ساتھ قطعی کی تخصیص لازم آئے  
گی اور یہ عند الاحتماف باطل ہے لہذا بالعرض اگر کوئی روایت حصر پر دلالت کرنے والی موجود ہو تو بھی قرآن مجید کا حکم عام اور ارشاد  
مطلق اپنے عموم و اطلاق پر رہتا علی الخصوص جب کہ ایسی کوئی نص موجود ہے ہی نہ تو محض اپنے زعم فاسد و قیاس باطل سے کوئی شخص  
کیسے دعویٰ تخصیص کر سکتا ہے۔

بلکہ بقول امام سبکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں صیغہ خطاب اور صلوٰۃ میں صیغہ غیبت ذکر فرما کر واضح فرمادیا کہ صلوٰۃ  
بھی بصیغہ خطاب جائز ہے۔ جیسے کہ سلام بصیغہ غائب جائز ہے بلکہ دونوں بصیغہ خطاب جائز ہیں اور دونوں بصیغہ غائب چاروں صورتوں کا جواز یہاں  
سے واضح ہو گیا۔ ملاحظہ ہو شفاء السقام علامہ السبکی۔

مولوی حسین احمد صاحب مدنی شاہ ثاقب میں تفریح کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگان دین (علماء دیوبند) دلائل المنہیات  
شریف کو خود پڑھتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں ملاحظہ ہو ص ۶۶ اگر رد و صرف اللہم صل علی  
محمد و علی آل محمد کما صلیت الخ ہی ہے تو دلائل المنہیات میں مندرجہ رد و سلام کے سیکڑوں صیغے پڑھنے کا معمول  
بنانا اور متعلقین کو پڑھنے کی تلقین کرنے کا کیا مطلب! عدا شرت۔

ہے وہ شخص جس کے پاس مجھے ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود و سلام نہ بھیجا یعنی محض زبان بھانا بھی گوارا نہ کیا میرے نام پر مال و دولت کا صرف کرنا تو درکنار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا جب اترے تو عرض کیا گیا۔ آپ نے تین مرتبہ آمین فرمایا۔ اس کی حکمت و مصلحت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا، جس شخص نے ماہ رمضان پایا اور اس کے لیے مغفرت و بخشش نہ ہوئی بلکہ مر کر آگ میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے رحمت خاصہ سے دور رکھے۔ آپ آمین کیسے میں نے کہا آمین۔ انہوں نے پھر کہا جو شخص والذین گویا ان میں سے ایک کو پالے مگر ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہ کرے اور مر کر آگ میں داخل ہو جائے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے دور رکھے کیسے آمین تو میں نے کہا آمین، تیسری دفعہ انہوں نے کہا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا اور مر کر آگ میں داخل ہو گیا۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ رحمت خاصہ اور مغفرت و بخشش خاصہ سے دور رکھے۔ کیسے آمین میں نے کہا آمین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بھی کوئی قوم مجلس جمائے مگر اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں تو بروز قیامت ان پر گرفت اور مواخذہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے اور چاہے تو عقاب و عذاب میں مبتلا فرمائے۔

## پینتالیسواں باب

### کلماتِ تعزیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء کا وصال ہو گیا تو ایک شخص آیا جس کی صرف آواز سنائی دیتی تھی مگر جسم و شکل دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مصیبت پر صبر و تحمل کی بدولت عوض ملتا ہے اور ہر ہلاک اور فوت ہونے والے کا بدلہ اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور ہر ہاتھ سے نکل جانے والی چیز کا تدارک ہوتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ کرو اور اس سے امیدیں اور آرزوئیں والبتہ رکھو کیونکہ درحقیقت محروم وہ ہے جو ثواب آخرت سے محروم ہوا۔ والسلام۔



## پھیالیسواں باب

### جسد اطہر

حضرت اوس بن اوس رضی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے افضل ایام میں سے جمعہ کا دن

فائدہ جلیلہ ہماری کرامت عظیم الرضوان نے سوال صلوٰۃ کے روح اقدس پر پیش کیے جانے کے متعلق نہیں کیا تھا نہ بعد از دفن جسم کی بوسیدگی اور پراگندگی کا شہ پریش نہ کرتے لہذا یہ سوال جسد اطہر پر درود و صلوٰۃ پیش ہو سکنے یا نہ ہو سکنے سے متعلق تھا اور سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی عرض جہانی پر مبنی ہے ورنہ فرما دیا جاتا تمہارے درود و سلام میری روح پر پیش ہوں گے لہذا اس سوال و جواب سے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جسد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی راضی ہو گئی اور درود و سلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح و جسم دونوں پر پیش ہونا بھی واضح ہو گیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد فان صلوٰۃ لکم معروفتہ علی (تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے) درود پر پیش ہونے میں تو ان کے لیے شک و شبہ کی گنجائش ہی تھی اگر جسم اقدس پر پیش ہونے میں متردد تھے تو عرض روحانی تو تسلیم کرنا لازم تھا کیونکہ حکم نبوی میں صحابہ کرام کی طرف سے شک سے کیسے متغیر ہو سکتا تھا علامہ علی قاری نے علامہ طیبی اور علامہ جمال الدین سے یہی خلاصہ جواب نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو معقات جلد ثالث صفحہ ۲۳ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ثلاث و بعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء یعنی اللہ ہی یرزق کے تحت فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ درود و صلوٰۃ آنحضرت علیہ السلام کے روح و جسم دونوں پر پیش ہوتے ہیں ص ۲۳۱ اور حدیث ابوداؤد ما من سلم لیسلم علی الارض اللہ علی دوحی حق اور علیہ السلام سے بھی روح و جسم دونوں کا سلام سنا اور جواب دینا واضح ہے لہذا انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی راضی ہو گئی اور وہ بھی دنیوی حیات کی مانند علی قاری فرماتے ہیں فلا فرقی لیسو بین الحالیین و لذل ان قبل اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے حیات دنیا اور برزخ میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول محبوب مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

۲۔ بظاہر جمعہ کے دن صلوٰۃ کے پیش ہونے سے دوسرے ایام میں پیش ہونے کی نفی لازم آتی ہے حالانکہ صریح اور صحیح احادیث سے اس کا سرزد ہونا ممکن ہے بلکہ ہر وقت پیش کیا جاتا ہے لہذا یہاں تاویل واجب ہے کہ اس دن بھی ہوا درود و سلام شرف قبولیت سے علی وجہ الکمال شرف ہوتا ہے بخلاف باقی ایام کے ۳۔ صلوٰۃ و درود کا پیش ہونا ملائکہ کی وساطت سے ہے یا کشف و عیان سے مطلق قاری نے حدیث ابوالدرداء کے تحت دونوں معنی نقل کیے ہیں اور باب الصلوٰۃ علی النبی کی حدیث جابرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فان صلوٰۃ لکم تبلیغنی تم جہان بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے کے تحت قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: نفوس تدبیرہ کہ جب ملائکہ برزخ سے الگ ہو جاتے ہیں تو وہ حقیقت فرشتے سے بلندی عرش پر پہنچ جاتے ہیں اور ملائکہ اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے کوئی حجاب نہیں رہتا سب چیزوں کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ مشاہدہ کر رہے ہوں اور قریب موجود ہوں معرات جلد اول ص ۳۳۲ اور نص قرآنی یکون الرسول علیکم شہیدا بھی اسی معنی پر دال ہے اور ملائکہ کا پیش کرنا آپ کے براہ راست سننے کے معانی نہیں ہے (ما فہم محمد اشرف خلقی عنہ)

بھی ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی روح اقدس قبض کی گئی (اور جو رحمت الہی اور تقابلی تعلق سے مشرف ہوئی اسی میں نفع و صواب ہوگا اور اسی میں مصیبت اور غشی طاری ہوگی) جو کہ دارِ جنت میں داخل ہونے کے لیے مقدمات اور موقوف علیہ ہیں) لہذا اس دن مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ بھیج کیونکہ تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔  
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ کا وصال ہو جائے گا اور آپ کا جسد اطہر مٹی سے مل کر بوسیدہ ہو جائے گا۔ اس وقت ہمارا درود و سلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجل و انبیا علیہم السلام کا کھانا اور انہیں بوسیدہ و پرانندہ کرنا حرام فرمادیا ہے۔

## سینتالیسواں باب

### اعمال اُمتِ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں

حدیث اس رضی اللہ عنہ میں گذر کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال مجھ پر بروز جمعہ پیش کیے جاتے ہیں بکر بن عبد اللہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے خیر ہے اور بہتر تم اپنی حاجات مجھ بیان کرتے ہو اور میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں اور جب میرا وصال ہوگا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ اگر اچھے ہوں گے تو (توفیقِ خیر پر) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لاؤں گا اور اگر شر اور بدتر ہوئے تو تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی اور حیات ظاہرہ تمہارے لیے خیر اور بہتر ہے، مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ میں تمہیں حلال و حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات بھی

ف۔ اعمال کا بروز جمعہ اور جمعرات پیش ہونا ان کے علاوہ ایام میں نوز بائلا علمی کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں مصلحت اور حکمت ہے کہ بنیاد پر ملاحظہ ان ایام میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں ورنہ امامیہ بلکہ نص قرآنی کی رے سے ہر وقت اعمال کا اور عالمین کا نگاہ اقدس میں ہونا ثابت ہے۔ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ماہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانا انظر الی کفی ہذا امر اسبب جلد سے صحتِ حجابات و نیوی میری نگاہوں سے اٹھایے گئے پس میں دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی پتیلی کو اور یہی معنوں و مفہوم قول باری تعالیٰ و یکون الرسول علیکم شہیداً اور ارشاد خداوندی یا یہا النبی انا ارسلناک شہداً الایۃ۔ سے واضح ہے۔ فانعم محمد اشرف۔

تمہارے لیے بہتر ہے ہر جہت کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے جو اچھے ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجاؤں گا جو بُرے اور خلاف شرع ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ سے منفرت طلب کروں گا۔

## اٹالیسواں باب

### خواب میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا، بخاری و مسلم۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں تمثیل نہیں ہو سکتا، بخاری و مسلم۔"

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے مجھے دیکھا اس نے درحقیقت مجھے دیکھا اور اس کا دیکھنا اور شرف دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں مشکل ہو کر کسی کے سامنے نہیں آ سکتا۔ (بخاری شریف)۔"

نائدہ جلیلہ: سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کو خواب میں دیکھنے والا درحقیقت آپ کو ہی دیکھتا ہے اور شیطان ہر صورت میں تمثیل ہو سکنے کے باوجود اس صورت میں مقصور و تمثیل ہونے سے عاجز ہے کیونکہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منظر ہدایت ہے اور شیطان منظر ضلالت۔ اگر وہ منظر ہدایت کی صورت میں رونما ہو سکے تو حق و باطل میں التباس و اشتباہ پیدا ہو جائے گا اور اس کی توضیح کے لیے اس قدر کافی ہے کہ مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہو سکتا ہے مگر جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی تائید و تصدیق کرنے والا خرق عادت ظاہر نہیں ہو سکتا تا کہ حق و باطل میں التباس و اشتباہ نہ لازم آئے۔

۲۔ خواب میں رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آیا کسی خاص مہیث و شکل مبارک کے ساتھ مخصوص کیفیت سے مقید ہے، بعض حضرات نے آخری ایام میں جو کیفیت شکل و صورت پاک تھی اس پر دیکھے کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا آخری ایام والا علیہ مبارک دیکھنا ضروری نہیں البتہ اس شکل پاک اور کیفیت خاص پر دیکھے جس پر مدت العمر میں کسی وقت بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اگر اس صورت و شکل اور کیفیت و صفت پر دیکھے جس پر آپ حالت حیات ظاہرہ میں کسی بھی وقت تھے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام ذات ہے ورنہ اور اک مثال اور ہر دو صورت میں دیدار نبوی برحق ہے۔ لیکن امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ہر دو صورت میں



حضرت ابراہیم الخلیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے فی الواقع مجھے ہی دیکھا ہے۔

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدن انسان خارج از حقیقت ہے اور انسان عبارت ہے روح مجرد اور نفس باطنی سے لہذا بیداری میں یہ جسم محسوس اور اک حقیقت کے لیے وسیلہ ہے تو عالم خواب میں اجساد مثالیہ اس حقیقت کے اور اک کے لیے وسیلہ بن جاتے ہیں نہ کہ وہ جسد اطہر جو قبر النور میں موجود ہے لہذا دیکھنے والا جس کیفیت پر بھی دیکھے واسطہ مثال اور اک حقیقت کر رہا ہے۔

الحاصل خواب میں آپ کی زیارت ممکن ہے اور واقعی بھی مگر اختلاف ہے تو اعتبار یقینات اور عدم اعتبار میں اور اور اک حقیقت یا اور اک مثال میں لیکن ہر حال میں باطل و محال کو محال اختلاف نہیں ہے اور شیطان اس شکل میں رونما نہیں ہو سکتا۔

۳۔ بیداری میں آپ کا دیدار بعد از وصال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور آپ سے استفادہ ممکن ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر نے فتاویٰ مدنیہ میں فرمایا کہ یہ امر ممکن ہے اور یہ کرامات اولیاء میں سے ہے یہی مختار غزالی۔ بازری تاج سبکی۔ حنفی۔ تخریج اور ابن ابی حجر کا ہے فتاویٰ مدنیہ ص ۲۵۳ میں فرماتے ہیں اس کا انکار یا معاند کرے گا اور انا زلی بد بخت اور محروم۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مع روح و جسد اصلی ممکن ہے کیونکہ آپ اور جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی و سفلی میں تعزیر کی اجازت دی گئی ہے۔ اور وقت واحد میں کثیرین کا آپ کی زیارت کرنا متبعہ نہیں ہے کیونکہ آپ بمنزلہ سورج ہیں اور جب قطب اکیلا پوری کائنات کو بھر سکتا ہے جیسے کہ تاج بن عطاء اللہ نے کہا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ مدنیہ الحادی للفتاویٰ علامہ السیوطی ص ۱۶۳ ج ۲ تفسیر روح المعانی لعلامہ آوسی جلد ۲۲ ص ۲۳۵ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ بیداری میں آپ کا دیدار ہونا اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مدارج ص ۱۵۰ جلد اول اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۶۸۳ نیز تحقیق کے لیے جلاء الصدور ص ۲۹۲ تا ۲۹۶ ملاحظہ فرمادیں۔ محمد اشرف عفی عنہ۔

# ابواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے جلوہ افروزی

## باب اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر نکلونگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الاذین والآخین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا لوگوں پر قیامت کے دن غشی طاری ہوگی۔ سب سے پہلے زمین سے میں سر اٹھاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پاس موجود پاؤں گا۔ میں اپنے تئیں یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گا کہ آیا وہ بیہوش ہوئے ہی نہیں تھے یا سب سے پہلے ہوش میں آ گئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کی سب سے پہلے قبر کھلے گی۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول شفاعت۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میرا یہ بیان فخر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی وہ پہلا فرد ہوں گا جس پر سے بڑی قیامت قبر شق ہو کر الگ ہوگی اور میرا یہ اعلان اظہار فخر کے لیے نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے۔

## دوسرا باب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبر انور سے باہر آنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے رشادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔

پینتالیس سال زمین پر رہیں گے۔ پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرے میں اٹھیں گے اور البکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

## تیسرا باب

### سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان حشر میں تشریف آوری کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں وہ پہلا فرد ہوں گا جس سے قیامت کے دن قبر شق ہوگی۔ میں اپنے مزار سے باہر نکلوں گا اور میرے ارد گرد مباحسبرین و انصار ہوں گے جو اپنے سرور سے گرد و غبار جھاڑ رہے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے پہل میری قبر شق ہوگی پھر البکر و عمر رضی اللہ عنہما کی۔ بعد ازاں میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا۔ انہیں اٹھا کر میرے رفقار بنا دیا جائے گا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور سطرز نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ میں مہاجرین و انصار سمیت حرم مکہ و مدینہ کے درمیان ہوں گا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو فجر بھی طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں تاکہ قبر انور کا احاطہ کریں اور اس پر سایہ فگن رہیں وہ اپنے پروں سے وہاں جا رو بہ کشتی کرتے ہیں اور بارگاہ نبوی میں درود و سلام پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے پھر نازل ہوتے ہیں جو پہلے گروہ کی مانند خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی اور قبر انور شق ہوگی تو اس وقت ستر ہزار فرشتوں کی آخری جماعت موجود ہوگی جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں آئیں گے اور وہ آپ کے گرد گھیر ڈالے اپنے جلو میں لیے ہوئے ہوں گے۔

یونس بن سیف سے منقول ہے کہ سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ قبروں سے نکل کر باپا دہ میدان حشر میں آئیں گے مگر مجھے براق پر سوار کر کے محشر میں لایا جائے گا اور حضرت بلال میرے آگے سرخ اونٹنی پر سوار ہو کر چل رہے ہوں گے جب لوگوں کے مجمع میں پہنچیں گے تو بلال اذان دیں گے۔ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہیں گے تو سب اولین و آخرین ان کی تصدیق کریں گے۔ توحید باری تعالیٰ کی گواہی دیں گے اور میری رسالت و نبوت کی۔



## چوتھا باب

### لوار الحمد

حضرت الن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوار الحمد قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔

حضرت الن بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوار الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے پیغمبر ہیں وہ قیامت کے دن میرے لوار الحمد کے نیچے ہوں گے اور یہ اعلان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار واقع اور تحدیث نعمت کے طور پر اور ان پیغمبران کرام کا میرے لوار الحمد کے نیچے ہونا ان کے لیے سرمایہ افتخار و ناز ہے نہ کہ میرے لیے رف

ف۔ لوار معنی علم ہے اور اس کو لوار الحمد اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حمد و ثناء باری تعالیٰ کی بدولت حاصل ہوگا اور چونکہ جہاں میں بنیاد حمد و ثناء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ ملائکہ نے درس تبسج و تقدیس ان سے حاصل کیا ارواح انبیاء علیہم السلام نے عالم ارواح میں کسب فیوضات ان سے کیا اور آئین حمد و ثناء اور طرق ذکر و فکر ان سے سیکھے لہذا سبھی کے حامد اس احمد الحامدین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں اور وہی سب حامد کے اصل اور مرجع لہذا حمد کا نور لوار کے صورت میں ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے انوار پھولیں گے اور میدان محشر کو لبتہ نور بنادیں گے اور دائیں جانب انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہوں گے اور بائیں جانب مرشدین کاملین ہر دو فرقہ کے ہاتھوں میں اعلام ہوں گے جو لوار الحمد سے مستنیر ہوں گے اور انبیاء و مرسلین کے امتی اور اولیاء و مرشدین کاملین کے مرجع ان کی روشنی میں چلیں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

تیرے ہی ہاتھ رہا اے جان سہرا نور کا بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

حضرت آدم علیہ السلام اور جملہ انبیاء و لوار نبوی کے نیچے ہوں گے تو معلوم ہوا اس دن اہل محشر کے قائد صرف یہی محبوب کریم علیہ السلام ہیں اور باقی سب ان کے خدام اور شکاری و الحمد للہ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو کیا نہیں ہے تمہارا جارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تفصیل کوثر الخیرات سید السادات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (محمد اشرف)

## پانچواں باب

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی کثرت و فراوانی

حضرت انسؓ سے روایت ہے سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن کوئی نبی ایسا ہوگا جو میدانِ محشر میں ایک امتی کے ہمراہ آئے گا اور کسی کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور میں سب انبیاء و مرسلین سے زیادہ متبعین و مطیعین کی کثرت و تعدد لے کر محشر میں آؤں گا (کل صفیں ایک سو بیس ہوں گی جن میں سے آپ کی امت کی اسی صفیں ہوں گی۔ والحمد للہ)

## چھٹا باب

### حوض کوثر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک میرے حوض کوثر کی چوڑائی ایمہ سے منارِ یمن کی مسافت کی مانند ہے اور اس پر رکھے ہوئے پیانے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ کریم علیہ السلام نے فرمایا میرے حوض کی چوڑائی ایک مہینہ کی راہ ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے (اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے) اس میں ایسی خوشبو ہوگی جو کستوری کو شرمندہ کرنے والی ہوگی۔ اس کے آنخورے آسمان کے ستاروں جتنے ہوں گے جو اس سے ایک مرتبہ پی لے گا۔ پیاس سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔

رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچنے والا ہوں اور تمہارے پیاس بجھانے اور دیگر تکالیف سے بچاؤ کا بندوبست کرنے والا (میرے امتیوں میں سے) جو میرے پاس حوض پر وارد ہوگا وہ اس سے پئے گا۔ اور جو پی لے گا وہ کبھی پیاس کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا (بخاری و مسلم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت فیضِ الامۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچ کر تمہارے لیے انتظام کرنے والا ہوں گا (کچھ لوگ میرے پاس حوض پر پہنچ ہی پائیں گے) کہ انہیں فوراً مجھ سے الگ کر دیا جائے گا میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھیوں میں سے ہیں انہیں مجھ سے الگ کیوں کر رہے ہو؟ تو مجھے کہا جائیگا

۷۔ نیز کیا کوئی اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ سرمد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ولادہ کائنات وہی کچھ ہیں جو آپ کے متعلق کسی فرشتہ کے خیال میں ہوں اور ان کا اندازہ و تخمینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا میاں ہے۔ جب کسی فرشتہ حتیٰ کہ روح الامین کو ان کے علوم کا احاطہ کرنے کی مجال نہیں ہے تو محض ان کے زعم اور گمان سے حتمی قطعی نفی کیسے لازم آگئی۔ اگرچہ مجال سخن ابھی تنگ نہیں ہے مگر جو کچھ مذکور ہوا وہ طالب ہدایت کے لیے کافی ہے۔ احقر محمد اشرف عفی عنہ۔



گردوغبار سے صاف تاریک رات میں نجوم و کواکب نظر آتے ہیں۔ جنت کے برتنوں اور پانیوں سے جو شخص ایک مرتبہ پانی لے گا وہ بعد ازاں کسی وقت میں بھی شدت پیاس کا شکار نہیں ہوگا۔

اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرنا لے بہتے ہوں گے (جو اس میں کمی پیدا نہیں ہونے دیں گے) اس کا طول اہ عرض برابر ہوگا اور ہر کنارہ عمان و ایلہ کی درمیانی مسافت پر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ (مسلم شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جتنی وسعت کہ ایلہ سے عدن تک ہے۔ مجھے اپنی جان کے ہانک کی قسم میں اپنے حوض سے بیگانے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے اہنبی اونٹوں کو دور کرتا ہے (چونکہ اونٹوں کو حوض سے دور کرنے والا اپنے اور پرانے کا امتیاز کر سکتا ہے لہذا ہانک بھی سکتا ہے تو سرور عالم علیہ السلام کو بھی اپنے اور بیگانے کا امتیاز ہوگا) اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں آپ پہچان لیں گے؛ آپ نے فرمایا ہاں ہاں تمہاری ایک واضح اور محسوس علامت امتیاز ہوگی۔ آثار وضو کی وجہ سے تمہارے ہاتھ پاؤں اور پیشانیوں نورانی ہوں گی اور سفید (مسلم شریف)۔

## ساتواں باب

### شفاعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا قبول الشفاعت جیسا کہ پہلے تفصیلی روایت گذر چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ بارگاہ نبوی میں جُھنا ہوا گوشت لایا گیا جب آپ نے جانور کا اگلا پاؤں اٹھایا اور اس پر سے گوشت لیا تو فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا جانتے ہو وہ کیسے؛ اللہ تعالیٰ سب اولین و آخرین کو ایک ہوا اور کشادہ میدان میں جمع کرے گا آواز سنانے والا ان کو آواز سنا سکے گا اور ان کو دیکھنے والا دیکھ سکے گا (نہ کانوں پر پردہ ثقل ہوگا اور نہ آنکھوں پر پردہ خفا و غمی) سورج قریب آجائے گا۔ لوگوں کو اس قدر درد و غم اور کرب و الم لاحق ہوگا کہ اس کے برداشت کرنے سے عاجز آجائیں گے اور بہت دطاقت جواب دے جانے لگی۔ تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے کیا دیکھتے نہیں ہو تم کس حال میں ہو؟ تمہاری تنگی اور پریشانی کس حد تک پہنچ گئی ہے؟ کیا ایسے شخص مکرم و منظم کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ قدس میں جا کر تمہارے لیے شفاعت کرے۔

چنانچہ ان میں سے بعض لوگ دوسروں کو مشورہ دیتے ہوئے کہیں گے ایسی سہتی حضرت آدم علیہ السلام کی ہے اور وہ تمہارے باپ ہیں (لہذا شفقت پدیری کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ضرور شفاعت کریں گے) ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے آدم آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے اندر اپنے خاص ارواح میں سے روح پھونکا ہے اور ملائکہ کو تمہارے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا اور وہ سجدہ تحیت و تعظیم بجالائے۔ بارگاہ رب کریم میں حاضر ہو کر ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو۔ ہمارا کیا حال ہے؟ کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے کہ ہم کس قدر محنت و مشقت تک پہنچ چکے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرے رب تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ اس طرح کا غضب نہ پہلے دیکھنے میں آیا ہے اور نہ ہی اس کے بعد دیکھنے میں آئے گا۔ اور اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا مگر میں نے اس سے کھا لیا۔ آج تو میرا اپنا نفس متحق شفاعت ہے اور مجھے اس کے لیے شفعہ درکار ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے تم اکفار و مشرکین کی طرف بھیجے جانے والے) پہلے رسول ہو۔ تمہیں اللہ نے عبد اشکور (بہت ہی شکر گزار بندہ) فرمایا ہے۔ لہذا اس کی جناب میں ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے میرے رب تبارک و تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا اظہار فرمایا ہے اور قہر و جلال کا لہذا مظاہرہ غضب و جلال نہ پہلے دیکھنے میں آیا اور نہ ہی بعد میں دیکھنے میں آئے گا اور میں نے اپنی قوم کے لیے دعائے ہلاکت کی تھی اور ان کو غرق کر دیا تھا۔ میں اپنے نفس کی فکر میں ہوں (مجھے اس امر کی تکلیف نہ دو کسی دوسرے کے پاس جاؤ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر حالت زار عرض کرو۔

سب اہل مشرک جمع اہم و اقوام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ اے ابراہیم تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور قلیل ہو۔ ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ دیکھو تو ہم کس حال میں ہیں۔ دیکھئے تو سہی ہماری محنت و مشقت اور کلفت و کربت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔

حضرت خلیل فرمائیں گے میرا رب آج کے دن قہر و جلال کا ایسا مظاہرہ کیجے ہوئے ہے کہ نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا (اور وہ اپنے تین کلمات کا ذکر فرمائیں گے جو انہوں نے بطور توبہ استعمال فرمائے تھے حقیقت میں درست تھے مگر ظاہر میں نعم فاطمین کے لحاظ سے خلاف واقع تھے لہذا بطور کسر نفی ان کو صوری مشابہت کے پیش نظر کذب کے درجے میں رکھتے ہوئے معذرت کریں گے اور کہیں گے) مجھ سے تین خلاف واقع خبریں صادر ہوئیں لہذا میرا نفس خود حقدار شفاعت ہے کسی اور کے پاس جائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔ اہل مشرک کا سیل بے پناہ دوڑتا ہوا بارگاہ کلیم علیہ السلام میں حاضری دے گا اور ان سے عرض کریں گے اے موسیٰ تم رسول خدا علیہ السلام ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور مہکلامی کے لیے منتخب فرمایا۔ ہمارے لیے اپنے

رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو ہمارا حال کیا ہے اور ہم کس مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ حضرت کلیم فرمائیں گے۔ آج رب تعالیٰ نے اس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے فرمایا اور نہ بعد میں فرمائے گا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے لہذا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

(اہل عشر کا یہ حیران نصیب قافلہ) حضرت عیسیٰ روح اللہ کے در اقدس اور بارگاہ عالی میں حاضر ہو گا ان سے عرض کرے گا۔ اے عیسیٰ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو اور وہ کلمہ جن کو اس نے حضرت مریم کی طرف اتقا فرمایا اور اس کی روح مخصوص تمہاری یہ شان ہے کہ تم نے عالم طفولیت اور شیر خوارگی میں لوگوں کے ساتھ کلام کیا (حضرت مریم کی برادرت اور اپنا مقصد تخلیق وغیرہ بیان فرمایا) بارگاہ خداوندی میں حاضری دے کر ہمارے لیے شفاعت کریں۔ کیا آپ کو ہماری حالت زار نظر نہیں آرہی رکھا آپ ہماری پریشانیوں کا درجہ غایت کو پہنچ جانا ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں فرمائیں گے۔ آج خدائے قہار غضب و قہر پر ہے۔ اس طرح کا غضب و قہر نہ آج تک اس نے فرمایا نہ ہی آئندہ فرمائے گا۔ آپ اپنی کسی کوتاہی یا لغزش کا ذکر کیے بغیر فرمائیں گے کہیں اور جا کر دامن سوال دراز کرو اور دست تمنا پھیلاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری دو۔

رحمت بختم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ سبھی میری بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے محمد المہودین صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور آپ کے پچھلوں کے ذنوب کے متعلق اعلان مغفرت فرمادیا ہے اور ہر قسم کے مواخذہ سے آپ کو بے خوف و خطر کر دیا ہے۔ ہماری شفاعت فرمادیں۔ ہماری حالت زار آپ کے سامنے ہے اور مصائب و حوادث کا درجہ نہایت تک پہنچنا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں اسٹوں گا اور چل کر بارگاہ ذوالجلال میں حاضری دوں گا۔ عرش کے سامنے زمین نیاز پر سرسجود ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اس وقت اپنے ایسے محامد اور حسن ثناء کا ایسا کشف والہام فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر کشف نہیں ہوئے تب کہا جائے گا اے محمد و محمود خلق و خالق اپنا سر ناز اٹھائیے۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول کرتے جائیں گے۔

۱۔ امام اہلسنت نے رسل کرام کے در اقدس پر حاضری دینے کا کام لوٹنے اور بالآخر بارگاہ رسالت آب سے شاد کام ہونے کی حکمت و مصلحت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

خلیل دینی کلیم و مسیح سبھی سے کہیں نہ بنی یہ بخیر کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے۔  
یعنی مقصود اہل عشر تو آپ ہی تھے مگر ان کو پہلے دوسرے انبیاء کرام کی خدمت میں بھیج کر ناکام لٹایا تاکہ پتا چل جائے کہ اس



میں عرض کروں گا اے رب کریم میری امت کو بخش دے۔ میری امت کے لیے رحم و کرم اور عفو و درگزر فرما  
ترجے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے۔ جنت کے دروازوں میں  
سے باب الیمین سے اندر داخل کر دیجئے اور وہ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے کے بھی اسی طرح حقدار ہیں  
جس طرح دوسرے اہل جنت۔

ازال بعد سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا مجھے اپنے مالک نفس و جان کی قسم کہ جنت کے  
دروازوں میں سے ہر دروازہ کی دو جانبوں اور ہر دوپٹ کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ مکہ اور یثرب کے درمیان اور  
مکہ و بصری کے درمیان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل ایمان قیامت کے دن جمع  
ہوں گے۔ ان کو طلب شفیق کا الہام کیا جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کاش ہم کسی کو اپنے رب تبارک تعالیٰ  
کی بارگاہ میں شفیق بناتے تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کے شہداء و نکالیف سے راحت بخشے۔ باقی مضمون وہی ہے جو پہلی روایت  
میں گذر چکا ہے تا آنکہ فرمایا تب میں اٹھوں گا اور بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا اذن طلب کروں گا۔ جب داخل ہونے کی  
اجازت ملے گی اور بارگاہِ اقدس میں داخل ہوں گا تو جو نہی میری نگاہِ دیدار باری تعالیٰ سے شرف ہوگی میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔  
اللہ تعالیٰ مجھے جتنا قدر حالتِ سجود میں رکھنا چاہے گا رکھے گا۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھائیے جو  
مانگو عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ان  
مخاد و محاسن کے ساتھ کروں گا جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ دے گا اور الہام فرمائے گا۔

بارگاہِ جلال میں آج فقط اور فقط اس رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے اور باقی سب ان کے طفیلی ہیں۔  
ف۔ شفاعت کا الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو معلوم ہوا شفاعت اس کے نزدیک پسندیدہ امر ہے نہ کہ شرک و نہ اس کا الہام کیونکر  
فرمایا۔ نیز سب اہل ایمان طلب شفیق پر اتفاق کریں گے اور کوئی بغیر بھی انہیں یہ نہیں فرمائے گا کہ شفاعت تو جائز ہے۔ لہذا تم آج  
اس ناجائز امر کا ارتکاب کیوں کر رہے ہو بلکہ ہر نبی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرف رہنمائی کرے گا تو واضح ہو گیا کہ شفاعت  
کی حقانیت کا حقیقہ اہل اسلام و ایمان کا۔ جملہ اہم و اقوام کا اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا متفق علیہ اور مجھ سے اور یہی  
منشاء اینزدی ہے اور اس کا پسندیدہ امر اسی لیے اس کا الہام فرمایا۔ لہذا جو شخص شفاعت کا منکر ہے اس کی راہ اللہ تعالیٰ اسد سل  
انبیاء اور جملہ اہل ایمان کی راہ سے مختلف ہے۔ امام اہل سنت نے فرمایا ہے

آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے قابل شفاعت لوگوں کی ایک حد معین کر دی جائے گی۔ چنانچہ میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ تین مرتبہ یہی صورت حال وقوع پذیر ہوگی۔ جب چوتھی مرتبہ بارگاہِ ذوالجلال میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گا۔ سر اٹھانے کا حکم ملے گا تو میں عرض کروں گا۔ اب صرف وہی لوگ جہنم میں رہ گئے ہیں جن کو قرآن مجید نے روک رکھا ہے یعنی اُن کے کفر و شرک کی وجہ سے اُن کے ابدی جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شیخ روزِ حسبِ زار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میرے شفاعت کی بدولت) عذابِ جہنم اور نارِ دوزخ سے ہر وہ شخص نکال لیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کہ برابر خیر تھی۔ پھر نارِ جہنم سے اُن لوگوں کو نکالا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور جن کے دلوں میں باجروہ کے دانے کے برابر خیر تھی یا ذوق کے برابر خیر تھی۔ پھر انہیں نکالا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دلوں میں گندم کے دانے کے برابر خیر اور بھلائی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے (حسبِ وعدہ خداوندی) ایک متجانب دعا تھی۔ (جس کی عدم قبولیت محال تھی) مگر انہوں نے اس حق کو دنیا میں استعمال کر لیا اور وہ دعا قبول کر لی گئی۔ اور میں نے اپنے حق دعا کو بروزِ قیامت امت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے۔ یہ تینوں حدیثیں بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امامِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو میں سب لوگوں کا امام ہوں گا اور ان کا خطیب اور اُن کے لیے شفاعت کرنے والا اور میں یہ اعلان بطورِ فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ محمدیثِ نعمت کے لیے اور بیانِ واقع کے لیے (نیز اپنی امت کو اپنا مقام بیان فرما کر ان کی تصحیح عقائد مقصود تھی اور یہ بھی کہ میرے امتی اور احرارِ نہ دوڑیں بھاگیں اور پریشانی نہ اٹھائیں کیونکہ سب کا امام اور سب کا شیخ ہیں ہوں لہذا انہیں دو برسوں کا منہ دیکھنے کی کیا ضرورت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کھڑا ہو کر اپنی امت کے پھر اٹھ پر سے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یہ سبھی انبیاء آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو آپ سے سوال کرتے ہیں۔ یا یوں فرمایا کہ تمہارے پاس جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اس میدان سے دوسری جگہ جہاں بھی اُسے منظور ہے منتقل فرمادے کیونکہ یہاں وہ بہت بڑی مشقت اور تکلیف میں ہیں لوگوں کا پسینہ مت تک آیا ہوا ہے اور مومن کے لیے تو وہ زکام کی مانند ہے مگر کافر پر تو گویا موت کا موجب بن رہا ہے۔ آپ انہیں فرمائیں گے ٹھہریے حتیٰ کہ میں (بارگاہِ رب العزت میں حاضری دے کر) واپس تمہارے پاس آؤں۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ قدس میں حاضر ہو کر عرشِ عظمت کے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا جائے گا کہ اس قسم کے اعزاز و اکرام کے ساتھ کسی کو شرف نہیں کیا جائے گا نہ ملکِ مقرب کو اور نہ ہی نبیِ مرسل کو۔

تب اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کرو۔ آپ اپنا سجدہ

سے اٹھالیں جو مانگو عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کو قبول کی جائے گی۔ مجھے اپنی امت کا حق شفاعت دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ ننادے کے مقابل ایک کو بذریعہ شفاعت نار جہنم سے نکال لو۔ میں بار بار اس کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں گا اور بار بار اذن شفاعت پاتا رہوں گا (اور اس مخصوص تعداد کو نار جہنم سے نکال کر پھر حاضری دوں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی عطا سے اس طرح مشرف فرمائے گا کہ اے محمد اپنی امت میں سے ہر اس شخص کو نار جہنم سے نکال لو جس نے ایک دن بھی خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر فرت ہوا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا "کہ شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ایک قوم دوزخ کی آگ سے نکالی جائے گی اور اہل جنت ان کو (سابقہ حالات کے پیش نظر جہنمی کہیں گے) (بخاری و ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "میری شفاعت امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہو تو حق شفاعت لے لو اور چاہو تو آدمی امت کو جنت میں داخل کرالو لیکن میں نے شفاعت کو اختیار کیا۔ کیونکہ وہ عام ہے۔ اور زیادہ کفایت کرنے والی کیا خیال کرتے ہو کہ وہ فقط متقی، اہل ایمان کے لیے ہے۔ نہیں بلکہ وہ تمام مذہبین اور لوگوں کا گناہ کے لیے ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک دُعا ہے جس کو انہوں نے جلد ہی دنیا میں استعمال کر لیا اور میں نے اپنے حق کو قیامت کے دن میں امت کے مذہبین اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن جملہ اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور یہ بات محض بطور فخر نہیں کہہ رہا اور میں بروز قیامت سب سے پہلا شفع ہوں گا اور یہ اظہار بھی بطور فخر نہیں ہے بلکہ تحدیثِ نعمت۔ اظہارِ واقعہ اور امت کو اپنے مقام کی نشاندہی منبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے۔ ف۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک دُعا کا خصوصی حق تھا جو انہوں نے دنیا میں ہی اپنی امت کے لیے استعمال فرمایا اور میں نے اپنے حق دُعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔

ف۔ اگرچہ آپ روزِ میثاق سے سیدِ خلق ہیں مگر چونکہ اس سیادتِ مطلقہ کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ میں قیامت



حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا میں انبیاء کرام کا امام ہوں گا۔ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کو حق شفاعت دلانے والا اور میں نے یہ اظہار فخر کے لیے نہیں کیا ہے۔

## اکھواں باب

### مقام محمود

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوگی۔ مجھے میرا رب تبارک و تعالیٰ سبز حلہ زیب تن کرائے گا۔ پھر مجھے اذن کلام اور شفاعت دیا جائے گا اور میں عرض کروں گا جو بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ ہے مقام محمود جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمہیں بارگاہ خداوندی میں اس حال میں لایا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مخنوں ہو سگے تب میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا اور یہی وہ مقام ہے جس میں کھڑے ہو کر میں امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ سرور اولین و آخرین علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ العالیٰ ایک ایسے مقام میں کھڑا کرے گا جس میں کسی کو شرف قیام نہیں نخت آپ رو پڑے اور فرمایا اور اس میں میرے بعد بھی کسی کو کھڑا نہیں کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ سنی ان یبعثنا ربنا مقاماً محموداً کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش عظیم پر بٹھائے گا۔

کے دن سب اولاد آدم کا سردار ہوں گا جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا مالک یوم الدین حالانکہ سبھی ایام کا اور اہل الزمان کا صرف وہی مالک ہے مگر ظہور ملک اور ملک کا حق اس دن ہوگا لہذا اس کی طرف نسبت فرمادی۔

بیز اولاد آدم سے سراد نسل انسانی ہے لہذا حضرت آدم علیہ السلام پر بھی انصافیت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں جب اولاد میں ایسی ہستیاں ہیں جو ان سے افضل ہیں تو سب اولاد پر انصافیت و سیادت سے خود آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔

سوال: محمود کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اگر یہ کہیں کہ مقام محمود نام ہے آپ کی عرش نشینی کا تو محمود کا مطلب ہے محمود فیہ یعنی اس مقام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب مخلوق پر رفعت و سر بلندی بخشی۔ یا اللہ تعالیٰ آپ کی حمد و ثناء فرمائے گا یعنی ان کو اس مقام بلند اور منصب عالی پر فائز فرما کر ان کی رفعت مقام عظمت شان کو ظاہر فرمائے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قول باری تعالیٰ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" کی تفسیر میں منقول ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم مقام ہے جس میں نہ کوئی نبی مرسل کھڑا ہو سکے گا اور نہ مقرب فرشتہ۔ اس مقام پر فائز فرما کر اللہ تعالیٰ آپ کا فضل و شرف ساری مخلوق اور اولین و آخرین پر ظاہر فرمائے گا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی عالم فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اس طرح پھیلایا جائے گا جیسے چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے (مگر بایں ہمہ انسانوں کی کثرت کا عالم یہ ہوگا کہ ہر انسان کو صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا اور حضرت جبریل علیہ السلام اللہ رب العزت کی دائیں جانب ہوں گے اور بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں کہوں گا اے میرے رب کریم

ف: بظاہر عرش پر آپ کے بیٹھے کا قول بید معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت اس میں کوئی وجہ استبعاد نہیں ہے اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے سے پاک ہے کیونکہ عرش مکان ہے اور اللہ تعالیٰ مکان و زمان کے تقییدات سے متبرا و منزہ ہے حضرت بریلوی فرماتے ہیں: وہی لامکان کے ہمیں ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے وہ نبی میں جن کے ہیں یہ مکان وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو مراح النبوت جلد اول ص ۱۴۱ پر نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ اللہ رب العزت آپ کو اپنی کرسی عظمت پر سرفرازی بخشے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول مجلسہ دینہ معذ علی المنزہ عن اللہ رب العزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر جلوہ گر فرمائیں گے، نقل کر کے فرمایا کہ یہ مشاہدات کے قبیلہ سے ہے اور اس کو عقلی استبعاد کے تحت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اگر اذروئے سند یہ روایت درست ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو درجہ و مرتبہ اور قرب منزلت کے لحاظ سے سرفرازی بخشے گا۔ نہ کہ معیت مکانی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بردست ختم  
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برد تمام

(محمد اشرف علی عنہ)



اس دائیں جانب موجود تیرے مقرب فرشتہ نے مجھے بتلایا تھا کہ تو نے میری طرف وحی بھیجی ہے اور انہیں وحی کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے سچ کہا ہے۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور عرض کروں گا اے میرے رب کریم تیرے بندے اس زمین کے اطراف و اکفاف پر پھیلے ہوئے ہیں (اور سخت تکلیف میں ہیں لہذا ان کا حساب و کتاب شروع فرما اور اپنے اپنے ممکن و مادی تک انہیں پہنچا تو یہ ہے مقام محمود۔

## نواں باب

### اہل ایمان اور پھر صراط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہنم کی پشت پر چل رکھا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں چل پر سے سب سے پہلے گزروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت خدیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چل صراط پر کھڑے ہوں گے اور امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمانا۔ آپ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا۔ میں نے دریافت کیا اے نبی خدا میں آپ کو قیامت کے دن کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو مجھے چل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا اگر وہاں آپ کو نہ پاؤں تو؟ فرمایا پھر میں میزان اعمال کے پاس ہوں گا۔ میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی نہ پاؤں تو؟ فرمایا پھر میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ ان تین مقامات میں سے ایک پر ضرور ہوں گا۔ ان سے ادھر ادھر تجاوز نہیں کروں گا۔

ف۔ سہ رضا چل سے اب وجد کرتے گندویے کہ ہے رب سلم صدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔



## دسوال باب

### نبی کریمؐ کی جنت میں جلوہ افروزی

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ علیہ السلام نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ آؤں گا اور کھولنے کے لیے دستک دوں گا۔ رضوان خازن جنت کے گا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا! محمد! وہ کہے گا آپ کے لیے ہی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ شکستائے گا۔ خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں۔ تو وہ کہے گا میں ابھی اٹھ کر کھولتا ہوں۔ نہ آپ سے پہلے کسی کے لیے اٹھا ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اٹھوں گا۔ مسلم شریف۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ کو کونسا مقام و مرتبہ عطا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا سب اولاد آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے ہمارا الحمد کے نیچے ہوگی اور میں پہلا نبی ہوں گا جس کے لیے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک جنت تمام انبیاء علیہم السلام پر حرام کر دی گئی ہے۔ جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں اور تمام امم پر حرام ہے۔ جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی منظم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب کا شیع ہوں جبکہ انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا اور میں سب کو بشارت دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہونے لگیں گے اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہی پہلا رسول ہوں جو جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا۔

# گیارھواں باب

## امت کا فضل و شرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آخر بھی ہیں (بشت و ظہور کے لحاظ سے) اور سابق ہیں قیامت کے دن مراتب و مقامات کے لحاظ سے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے انبیاء علیہم السلام کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں اور ہمیں بعد میں۔ یہ تھا ان کا دن (جبہ) جو ان پر فرض کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی طرف رہنمائی فرمادی (اور ہم نے عند اللہ مقرر و مقدمہ دن کو پایا یعنی جمعہ کو۔ پس وہ ہمارے تابع ہیں۔ یہود کل (ہفتہ کے منتخب کرنے کی وجہ سے) اور نصاریٰ پر سوں (اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص ٹھہرانے کی وجہ سے)۔

بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ غور سے سنو تم ستر امت کی تکمیل کرو گے جن میں سے تم سب پر افضل ہو اور عند اللہ عزت و کرامت والے۔

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے بہت طویل سجدہ فرمایا۔ ہم سمجھے کہ آپ کا حالت سجود میں وصال ہو گیا ہے۔ جب آپ نے ستر اقدس سجدہ سے اٹھایا تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے معاملہ میں اختیار دیا کہ جو تم چاہو میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا۔ میں نے عرض کیا وہ تیری مخلوق ہیں اور تیرے بندے (جیسے چاہے) ان کے ساتھ سلوک فرما۔ اس نے دوبارہ مجھ سے دریافت فرمایا کہ میں تمہاری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں نے عرض کیا تو خالق و مخلوق وہ عابد و عبد اور تو مبدؤ و آقا جو چاہے ان کے ساتھ وہی سلوک فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد میں آپ کو امت کے معاملہ میں پریشان نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد پہلے پہل میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن پر کوئی حساب اور مواخذہ نہیں ہوگا۔ پھر میری طرف وحی نازل فرمائی اور فرمایا: "دعا کرو قبول کی جائے گی جو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے قاصد و رسول سے کہا کیا مجھے میرا رب میرا مسئلہ و مطلوب عطا کرے گا تو اس نے کہا۔ اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہی اسی لیے ہے تاکہ تم جو طلب کرو تمہیں عطا فرمائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا مطلوب و مسئلہ عطا فرمایا ہے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں اور میرے لیے اعلان منفرت و بخشش فرمادیا ہے اور مجھے یہ (اعزاز) بھی عطا فرمایا ہے کہ میری امت نہ بھوک کے عذاب سے ہلاک ہوگی اور نہ ہی مجموعی طور پر مغلوب ہوگی اور مجھے کوثر عطا فرمائی ہے اور وہ جنت کے اندر ایک نہر ہے جس کا پانی میرے روض میں میدان عشر کے اندر گرے گا اور مجھے ایک مہینہ کی راہ تک عزت و

نصرت اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری مدد فرمائی ہے۔ مجھے یہ شرف بھی عطا کیا ہے کہ میں سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ میرے لیے اور میری امت کے لیے مالِ قیمیت کو طیب و حلال قرار دیا اور پہلی امتوں پر جو چیزیں حرام تھیں اور ان پر اس ضمن میں بہت ہی تغلیظ و تشدید کی گئی تھی۔ ان میں سے اکثر کو ہمارے لیے حلال فرما دیا اور ہمیں حرج میں مبتلا نہیں فرمایا۔

## بارہواں باب

### وسیلہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عظیم درجہ ہے۔ جس سے بلند کوئی درجہ نہیں ہے۔ لہذا تم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام و وسیلہ عطا کرنے کی دعا کیا کرو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مجھ پر درود بھیجو تو میرے لیے دعا و وسیلہ کیا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وسیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "جنت کے اندر ایک انتہائی بلند درجہ و مقام ہے جس کو صرف ایک شخص ہی پاسکے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر درود و سلام بھیجو وہ تمہارے تزکیہ و طہارت کا موجب ہے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت کے درجہ و وسیلہ کا سوال کیا کرو اور یہ ایک ہی شخص کے سزاوار اور شایان شان ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پر امید ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی الانبیاء علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو جو جو کلمات وہ ادا کرے تم بھی اسی طرح کہو۔ اذان ختم ہونے پر مجھ پر درود و صلوٰۃ بھیجو کیونکہ جو شخص ایک دفعہ مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کیا کرو جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا۔ اس پر میری شفاعت حلال ہوگی اور وہ سزاوار شفاعت ہو جائے گا۔"

حضرت روایع بن ثابت سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے: "اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم



پروردہ بھیج اور انہیں جنت میں اپنے مقام قرب پر فائز فرما۔ اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ ف

فائدہ اولیٰ: ان بیسیوں روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق اور اپنی امت کے متعلق تفصیلی بیان موجود ہے کہ پروردہ قیامت آپ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور آپ کس طرح شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا انتظام آپ نے دنیا میں اپنی دعا کو محفوظ کر کے کر لیا تھا وغیرہ ذالک مگر ان ذخائر حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہی رٹ لگاتا رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرمادیا ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا (براہین قاطعہ مولفہ خلیل احمد انبھوی۔ مصدقہ رشید احمد گنگوہی) تو اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

گر نہ منید بر ز شپہ چشم چشتہ آفتاب را چہ گناہ

رہی ان کی طرف سے یہ توجیہ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے متعلق تفصیلی معلومات نہیں رکھتے اور نہ امت کے متعلق اگرچہ اجمالاً علم ہے تو ادلاً یہ توجیہ اس لیے لنو ہے کہ اجابت نبویہ میں کس قدر مراحت و وضاحت موجود ہے اور تفصیلات کا بیان اگر یہ سب اجمال ہے تو تفصیل کس طرح ہوگی۔

نیز جن کے کلام میں یہ توجیہ کی جا رہی ہے انہوں نے اس کتاب میں کوئی ایسا لفظ ذکر نہیں کیا جس سے محض تفصیلی علم کی نفی ہوتی ہو اور اجمال علم کا اثبات ہوتا ہو لہذا یہ تاویل بلامنتہا ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ علی الخصوص جو شخص صرف اس کتاب کی اس عبارت کو دیکھے گا اس کا بارگاہ نبوت کے متعلق کیا نظریہ ہوگا۔

نیز سخن ناشناسی کی بھی انتہا ہے کہ مقصود محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ میں محض اپنے قیاس کو گمان سے نہیں جانتا بلکہ جو اعلان کرتا ہوں وحی خدا کے ساتھ اور الہام باری تعالیٰ کے بعد۔ لہذا تم اس طرح کے دعوے نہ کیا کرو کیونکہ تم محض قیاس و گمان سے بات کر رہے ہو اور تمہارے اس یقین و اعتقاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بخلاف علم نبوت کے وہ وحی و الہام پر مبنی ہے۔ قطعی نہیں ہے بلکہ قطعی ہے اور بار لوگوں نے قطعی تو کہا قطعی علم ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ (البیاض باللہ)

فائدہ ثانیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ سزاوار مقام و درجہ وسیلہ میں ہی ہوں گا اور ساتھ ہی اس کے متعلق دعا کرنے والے کو مشورہ شفاعت بھی سنا دیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو مقام وسیلہ پر فائز ہونے کا یقین ہے مگر محض رعایت ادب اور اظہار تواضع کے لیے متیقن کو صورت مرجع میں ذکر فرمایا۔

فائدہ ثالثہ: اذان کے بعد صلوٰۃ بیچنے کا حکم صریح حدیث میں موجود ہے اور یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ لہذا اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنے پر بدعت وغیرہ کے فتوے لگانا اپنی جہالت کا ماتم کرنا ہے۔ کہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور یعنی جواب

اذانِ صلوٰۃ بھیجئے اور دعا و وسیلہ کرنے پر حلتِ شفاعت اور استحقاقِ شفاعت کی بشارت دینا اور کہاں ان مبتدعین کا حکم بدعت لگانا اور تکابِ حرام کا فتویٰ دینا، خود عمل نہیں کرتے نہ کریں دوسروں کو منع کرنے اور اس عظیم سعادت سے محروم رکھنے کا کیا جواز ہے۔

فائدہ رابعہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے اگر درود بھیجنے والے پر دس درود نازل ہوتا تو بظاہر اس کی منفیت لازم آتی ہے مگر مظهرِ عین و دقین دیکھیں تو صورتِ واقعہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جس محبوب کے ساتھ اظہارِ خلوص پر اللہ تعالیٰ اس غلصہ پر اتنا کرم فرمادیتا ہے خود اس محبوب پر اس کی رحمت اور صلوٰۃ کا کیا اندازہ ہوگا۔

نیز جو صلوٰۃ اس امتی پر بھیجی جائے گی وہ اس کے مناسب حال ہوگی اور جو اس کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ اچھے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ پر نازل فرمائے گا وہ اُن کے شایانِ شان ہوگی اور جب ان کے شان اور مقام سے خلق کو کوئی نسبت نہیں ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے درود و سلام کے ساتھ بھی انکی صلوٰۃ کو کوئی نسبت نہیں ہوگی رکعت اور گفتی کے لحاظ سے گھونگے بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں مگر کیفیت و عظمت میں ایک موتی اور صل کا مقابلہ نہیں کر سکتے کذا قال شیخ المصطفیٰ عبدالحق دہلوی۔ ہذا واللہ و رسولہ العلم (محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله ومحبوبه وعلى آله واصحابه ومن قبله الى يوم القيامة  
قد وقع الفراغ من تنويد هذه الاوراق يوم الاربعه الساعة العاشرة لبيع خلون من شهر الله المكرم  
الشعبان المعظم ١٣٩٩هـ وانا العبد المذنب المعترف بقصور الفهم والفراست المدعو ببي المحنات  
(محمد اشرف اليا لوى عفا اللہ عنہ)